وَمَا آتٰکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوا

فتاویٰ عبدالحیٔ اردو

کامل مبوّب

حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ اِس صدی کے ان محقق علماء میں سے ہیں جنکی
علمی اور فقہی تحقیقات پر علمائے عصر کو اعتماد رہا ہے۔ آپ کا مجموعہ فتاویٰ
عرصہ ہُوا طبع ہُوچکا تھا لیکن تین حصّوں میں منقسم ہونے کی وجہ سے ہر
باب کے مسائل منتشر تھے نیز اکثر فتاویٰ عربی اور فارسی زبان میں
تھے جن سے اُردو داں حضرات مستفید نہیں ہُو سکتے تھے، لہذا ہم نے
عربی اور فارسی فتاویٰ کا اُردو ترجمہ کرانے کے بعد از سرِ نو ترتیب و
بتویب کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اِس طرح تمام منتشر مسائل متعلقہ
باب کے تحت آگئے ہیں۔ ہر مسئلہ کا عُنوان قائم کیا گیا ہے۔
شروع میں مکمّل فہرستِ مضامین شامل ہے

محمد سعید اینڈ سنز تاجرانِ کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

مَاشَاءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ط

مجموعہ

فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ اردو

کامل مبوّب

از

عالم ربانی فاضل لاثانی حضرت مولانا حافظ حاجی ابوالحسنات محمد عبدالحیؒ

مترجم

مولانا خورشید عالم صاحب فاضل دیوبند

باہتمام

محمد سعید اینڈ سنز فاروقی کتب خانہ تاجران کتب

ناشر

قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

باهتمام ــــــــ محمد سعید اینڈ سنز

ناشر ــــــــ قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی

طابع ــــــــ انٹرنیشنل پریس کراچی

تاریخ اشاعت ــــــــ سنہ ۱۹۶۴ء

قیمت ــــــــ پندرہ روپے صرف

عرض ناشر

کفر والحاد کے موجودہ دور میں مسلمانوں کو جس قدر اپنے دین اور اسلام کی طرف توجہ کرنی چاہیئے تھی اس کے بالکل برعکس مذہب سے بے توجہی اور تعلیم اسلامی سے بے رغبتی بڑھتی جارہی ہے۔ جائز و ناجائز۔ حلال وحرام کا امتیاز اور باہمی فرق اور اس کی اہمیت لوگوں کے دلوں سے تقریباً ختم ہوچکی جو مسلمانوں کی پستی کا سبب بنی۔

ہمارے ادارہ قرآن محل کا اصل مقصد ہمیشہ یہی رہا کہ عوام کو مذہبی تعلیمات اور حقائق اسلامی سے روشناس کرنے کے لئے ہر مؤثر طریقہ اختیار کیا جائے۔ بحمداللہ اس ارادہ میں کامیابی ہوئی۔ اور ادارہ نے مختلف کتابیں اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے پیش کیں۔

مولانا عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی کا مجموعۂ فتاویٰ جو فقہی اور اعتقادی مسائل کا ایک نادر ذخیرہ ہے اور بارہا طبع بھی ہوچکا ہے مگر تین حصوں میں منقسم ہونے اور غیر مبوب اور تین زبانوں میں مخلوط ہونے کی وجہ سے خاطر خواہ اس سے استفادہ نہ ہوسکا اس لئے عرصہ سے خیال تھا اور اہل علم حضرات کا اصرار بھی کہ مولانا موصوف کی محنت و کاوش کی افادیت کو اجاگر کرنے اور عوام و خواص کے لئے قابل استفادہ بنانے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں ادارہ نے مولانا خورشید عالم صاحب فاضل دیوبند کی خدمات حاصل کیں۔ مولانا نے مسائل کی جدید ترتیب و تبویب کے بعد اردو فتاویٰ کو بجنسہٖ باقی رکھتے ہوئے فارسی و عربی فتاویٰ کا ترجمہ نہایت سہل اور عام زبان میں کیا۔ اور قرآن و حدیث سے جس قدر دلائل پیش کئے گئے ان کا ترجمہ بھی تحریر فرمایا۔ اور بعض ضروری مواقع میں کتب فقہ کے حوالوں کا ترجمہ بھی کردیا گیا۔ اور ہر ایک مسئلہ کا عنوان قائم کرکے اصل مسئلہ سے پہلے لکھدیا گیا۔ تاکہ مسائل کے نکالنے میں کوئی دقت اور دشواری نہ ہو۔ خدا تعالیٰ طالبین کو مستفید فرمائے اور ادارہ کی حقیر خدمت کو حسن قبول عطا فرمائے اور منتظمین ادارہ کے لئے باعث نجات آمین

محمد سعید عفی عنہ

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

حق سبحانہ وتعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ تمام مخلوق اور اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے ہر دور میں مصلحین بصورت انبیا و علما بھیجے رہے لیکن خاتم النبین ؐ کے بعد یہ خدمت صرف علمار صالحین کے سپرد کردی گئی ۔ خدا کا شکر ہے کہ ہر زمانہ میں اس خدمت کو انجام دینے والے ہر جگہ موجود رہے ۔ اور آج ہی کئے گزرے دور میں بھی اللہ کے بیشمار نیک بندے اس فریضہ کو انجام دے رہے ہیں ۔ اس میدان کے شہسواروں میں حضرت مولانا عبدالحیؒ صاحب مرحوم کا نام نامی بھی قابلِ یادگار ہے ۔

سہ شنبہ ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۲۶۴ھ کا دن بھی امت مسلمہ کے لئے قابل یاد ہے کہ باری تعالیٰ نے مشہور دوراں استاذ الاساتذہ عالم زماں مولانا عبدالحلیم صاحب مرحوم لکھنوی کو باندہ شہر کے قیام کے زمانہ میں جس وقت کہ وہ ایک مدرسہ میں مدرس تھے ایک صحیح جانشین عطا فرمایا جو الولد سر لابیہ کا مصداق ثابت ہوا ۔ ولادت سے ساتویں روز والد بزرگوار نے اپنے فرزند ارجمند کا نام عبدالحی رکھا ۔ اور بالغ ہو جانے کے بعد خود والد نے آپ کی کنیت ابوالحسنات تجویز کی ۔ علم اور کنیت کا اثر مولانا موصوف کی زندگی کے ہر گوشہ سے نمایاں طور پر ظاہر ہوتا ہے ۔ لڑکا ہونہار تھا پانچ سال کی عمر میں حفظ قرآن شروع کیا اور دسویں سال حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ اردو ۔ فارسی زبان سے فراغت ہوگئی ۔ اس کے بعد علوم عربیہ کی تعلیم میں مشغول ہو گئے ۔ حدیث و تفسیر فقہ و اصول و دیگر جملہ علوم کی تکمیل والد بزرگوار سے کی ۔ البتہ علوم ریاضی کی تکمیل کے لئے ماہر ریاضیات والد کے ماموں اور استاذ حضرت مولانا محمد نعمۃ اللہ صاحب کی طرف رجوع کیا اور نفیسی ۔ بیضاوی ۔ الاسطرلاب للطوسی وغیرہ کتب پڑھیں ۔ مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ میں ان کا آخری شاگرد ہوں ، اور میں نے اسی زمانہ میں محقق نصیر الدین طوسی کو خواب میں دیکھا اور ان سے کچھ سوالات کئے جس سے وہ بہت متاثر ہوئے اور میری ہمت افزائی کی ۔

مولانا نے سترہ سال کی عمر میں جملہ علوم حدیث و تفسیر فقہ و اصول ۔ ریاضی و فلسفہ وغیرہ سے فراغت حاصل کی اور والد بزرگوار نے اجازت دیدی ۔ والد کے علاوہ دیگر حضرات مثلاً الشیخ الجمال الحنفی المکی السید احمد وحلاق الشافعی المکی ۔ السید محمد بن عبداللہ المدنی حنبلی نے بھی اجازت دی ہے

مولانا کو دوران تعلیم سے تصنیف و تالیف کا ذوق و شوق تھا اور یہی وجہ ہے کہ قلیل عرصہ میں مولانا نے درسی کتابوں پر شرح و حواشی اور تعلیقات بیشمار تحریر فرمائے جس کا اندازہ بخوبی وہی شخص کر سکتا ہے جو اسی میدان کا مرد ہو اور ذوق علمی رکھتا ہو اور مشغلہ درس و تدریس ہو کہ حضرت موصوف نے کس قدر جانفشانی اور محنت و کاوش سے یہ گرانقدر سرمایہ اوراق میں جمع کیا ہے اور طالبین کس قدر مستفید ہو رہے ہیں اور مولانا کی یہ خدمت کسی ایک علم کے ساتھ مخصوص نہیں ۔ بلکہ نحو ۔ صرف ۔ منطق حکمت فلسفہ

مناظرہ، تاریخ سے آگے بڑھ کر حدیث وفقہ کی جو خدمت کی ہے اہل علم اس کو بھلا نہ سکیں گے۔ حدیث میں موطا امام محمد پر مشہور ومعروف حاشیہ التعلیق الممجد کے نام سے ہمیشہ باقی رہنے والی یادگار ہے۔ فقہ میں جو مولانا کا خصوصی فن تھا اور اسی میں زندگی کے بیش بہا اکثر ایام صرف کر دیئے۔ ایسے نادر ونایاب ذخائر جمع کر دیئے جن کو کسی زمانہ میں فراموش اور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ موجودہ دور کے تمام مدارس میں مقبول اور مروجہ کتاب شرح الوقایہ کی بڑی خدمت کی سب سے پہلے ایک مختصر حاشیہ لکھا جو حاشیۂ قدیم کے نام سے موسوم ہے اس کے بعد مستقل طور پر مفصل ومدلل شرح تحریر فرمائی جس کو سعایۃ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور پھر ایک حاشیہ عمدۃ الرعایۃ کے نام سے تحریر فرمایا جو آجتک مقبول بین الناس ہے۔ فقہ حنفی کی مسلمہ کتاب ہدایہ کی بھی مولانا نے خدمت کی اور اس پر حاشیہ لکھا۔ اس کے علاوہ بے شمار رسائل حسب ضرورت مختلف موضوعات اور متفرق مسائل پر تحریر فرمائے جن کے حواشی شرح وقایہ کے حواشی میں ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ نحو میں خیر الکلام صرف میں التبیان، مناظرہ میں الہدیۃ المختاریۃ منطق میں رسالہ قطبیہ کے حواشی الزاہد پر تعلیقات قدیمہ وجدیدہ۔ تاریخ میں ابناء الخلان بانباء علماء ہندوستان۔ وغیرہ۔ قابل یاد اور قابل استفادہ ہیں اور بہت سی ایسی تالیفات بھی ہیں جو طبع ہی نہ ہو سکیں

مولانا کی تصنیفات وتالیفات نوّے کے قریب بتائی جاتی ہیں۔

مولانا موصوف کو فقہ سے خصوصی تعلق اور ذوق وشوق کے ساتھ ایک حد تک مناسبت بھی تھی جس کا اندازہ آپ کے مجموعہ فتاویٰ مسمیٰ فتاویٰ عبدالحی سے بخوبی ہوتا ہے جس میں جملہ احکام فقہیہ کو بہت اچھے اور مناسب انداز میں اختصار کے ساتھ مگر مدلل بیان کیا گیا ہے اور بعض مسائل ضروریہ میں تفصیل بھی ہے۔ تمام مسائل کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی کی اولین کوشش یہی کہ ہر مسئلہ کو کتاب اللہ سے ثابت کیا جائے اور اس کے بعد سنت رسول اللہ اور پھر فقہاء امت کے اقوال وافعال اور ان کی کتابوں کے حوالوں سے۔ یہی وجہ..... مجموعہ کی خصوصیت اور مقبولیت کی بنی کہ مولانا موصوف نے کسی مسئلہ کو تشنہ نہیں چھوڑا، بلکہ حتی الوسع مکمل ومدلل بحث فرمائی اور نہایت دلچسپ اور سہل انداز میں۔ مسائل فقہیہ کے علاوہ ایمان واعتقادات سے متعلق بھی بہت اچھا اور عجیب ذخیرہ عوام کے لئے پیش کیا۔ مطالعہ کرنے کے بعد جس کی حقیقت اور افادیت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ نیز مشرکانہ رسوم اور بدعات کا بہت عجیب وغریب انداز میں رد فرمایا۔ اس کے علاوہ بہت سی ایسی خصوصیات ہیں جو مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ مولانا موصوف نے جس قدر محنت وکاوش افتاء میں فرمائی اس سے خاطر خواہ استفادہ نہ ہو سکا جس کی وجہ یہ ہے کہ جوابات میں مستفتی اور رسائل کے سوال کا لحاظ رکھا گیا۔ اور اردو فارسی عربی تینوں زبانوں کے فتاویٰ کو یک جا کر دیا گیا۔ اس لئے عوام الناس کے لئے استفادہ ناممکن ہو گیا۔ اور اس سے بڑی وجہ دوسری یہ ہے کہ مجموعہ کو تین جلدوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور ہر ایک جلد میں بعینہ وہی باب قائم کئے گئے جو دوسری اور تیسری جلد میں موجود ہیں۔ اس لحاظ سے ہر ایک باب کے مسائل تین جلدوں میں منتشر ہو گئے۔ جس کی وجہ سے کسی مسئلہ کو نکالنا اور اس کا حکم بآسانی معلوم کر لینا ممکن نہ تھا۔ عوام وخواص سب ہی اس میں مبتلا تھے۔ خدا تعالیٰ حاجی محمد سعید صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس مشکل کو حل کرنے کی طرف توجہ دی اور مجھ سے فرمایا

کہ مجموعۂ فتاویٰ کی جدید ترتیب و تبویب کی جائے۔ اور فارسی و عربی زبان میں جس قدر بھی فتاویٰ ہیں ان کا سہل اور عام زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ میں نے پہلوتہی کی کیونکہ من آنم کہ من دانم پیش نظر تھا اور مشاغل بھی اجازت نہ دیتے تھے۔ مگر موصوف کا اصرار بڑھتا رہا اس لئے بنام خدا خدمت عظیمہ کو اپنے ذمے لیا اور سب سے پہلے پورے مجموعہ کو اسّی ابواب پر تقسیم کیا چونکہ مجموعہ میں مسائل فقہیہ کے علاوہ عقائد کا بھی معتد بہ حصہ موجود ہے اس لئے تقاضائے عقلی و شرعی کی وجہ سے عقائد کے ابواب کو مقدم اور مسائل فقہیہ کے ابواب کو مروجہ کتب فقہ کی ترتیب کے مطابق بعد میں رکھا۔ اور ابواب کے تحت مذکور تقریباً نوسو مسائل کے عنوانات قائم کر کے اسے اصل مسئلہ سے پہلے لکھ دیا تاکہ مسئلہ نکالنے میں آسانی ہو اور پورا مسئلہ نہ پڑھنا پڑے۔ اردو کے مسائل کو بحالہ باقی رکھتے ہوئے فارسی و عربی زبان سے فتاویٰ کا ترجمہ نہایت سہل اور عام انداز میں کیا گیا۔ کیونکہ پیش نظر عوام ہی کا استفادہ ہے۔ جوابات میں اس بات کا خاص طور سے اہتمام کیا گیا کہ ہر ایک مسئلہ کے جواز و عدم جواز کا حکم ابتداءً اثبات یا نفی کی صورت میں دیدیا گیا اسکے بعد اگر استدلال آیات قرآنیہ سے ہے تو تمام آیات کا ترجمہ حضرت شیخ الہند کے ترجمہ کے مطابق درج کیا گیا۔ اور کسی آیت کا ترجمہ چھوڑا نہیں گیا۔ اور اگر استدلال حدیث سے ہے تو حسب ضرورت ترجمہ بھی مذکور ہے اور بعض جگہ صرف خلاصہ پر اکتفا کیا گیا۔ ترجمہ کی ضرورت نہ سمجھی چونکہ اکثر و بیشتر مسائل میں کتب فقہ کے حوالے بھی بکثرت موجود ہیں۔ اگرچہ مسئلہ کا اجمالی حکم پہلے ہی ذکر کر دیا جاتا ہے۔ مگر بعض ضروری مواقع میں ان حوالوں کا بھی ترجمہ کر دیا گیا۔

ترجمہ کرتے وقت بعض فتاویٰ ایسے بھی گذرے جن میں مولانا موصوف جمہور فقہا سے منفرد اور علیحدہ نظر آتے ہیں اور ان کا فتوے جمہور کے فتاویٰ سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ایسے مواقع میں اصل فتویٰ لکھنے کے بعد نوٹ لکھدیا گیا ہے تاکہ جمہور فقہا کا فتوے بھی عوام کو معلوم ہو جائے۔

نوٹ:۔ ترجمہ کرتے وقت میرے پاس مجموعہ فتاویٰ کا جو نسخہ تھا وہ اس قابل نہ تھا کہ صرف اسی پر اعتماد کر لیا جائے کیونکہ اس میں غلطیاں بہت زائد تھیں۔ اس لئے حوالے نقل کرنے کے لئے اصل کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ مگر بہت سی ایسی کتابوں کے حوالے بھی ملے جو آجکل نایاب ہیں، ایسے مواقع میں تصحیح کا بہت اہتمام کیا گیا۔ اگر کسی جگہ کوئی غلطی ہو گئی یا ترجمہ میں کوئی سہو ہو گیا ہو تو اپنے بھائیوں سے امید ہے کہ معاف فرمائیں گے اور اس غلطی سے آگاہ فرمائیں گے۔

خدا تعالیٰ اس سعی حقیر کو قبول فرمائے۔ آمین

لطیفہ:۔

حسن اتفاق کہ میری ولادت بھی ماہ ذیقعدہ میں ہے جیساکہ حضرت مولانا عبدالحی مرحوم کی ہے۔

حافظ مولوی خورشید عالم ——— فاضل دار العلوم دیوبند
مدرس دار العلوم کراچی ۱۴

فہرست مضامین فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ مبوّب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الایمان والکفر

منکر شفاعت رسولؐ

سوال (۱) اگر کوئی نالائق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اذن شفاعت کا منکر ہوکر مسلمانوں کی جماعت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیع المذنبین ہونے میں شک میں ڈالے اور اس آیتہ کریمہ سے استدلال کرے مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ایسے شخص کا کیا حکم ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اذن شفاعت دنیا و آخرت میں اپنی امت کے لئے قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہ، بینوا توجروا

جواب:۔ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیع ہونے میں شک ڈالتا ہے وہ معاند و ملحد اور زندیق اور آیات قرآنیہ کا منکر ہے قرآن مجید میں فرمایا:۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ — اور معافی مانگ اپنے گناہ کی اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے

اور عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا — قریب ہے کہ کھڑا کر دے تجکو تیرا رب مقام محمود میں

اور وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى — اور آگے دیگا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا۔

وغیر ذلک نیز احادیث مشہورہ صحاح ستہ وغیرہا میں شفاعت محمدیہ کے ثبوت میں موجود ہیں اور اذن شفاعت پر بھی روایات صحیحہ وارد ہیں ابن حجر مکی نے زواجر میں نقل کیا

اخرج البیہقی وصححہ رایت ما تلقی من بعدی امتی واسفک بعضہم دم بعض فسالنہ ان یولینی فیہم شفاعۃ ففعل ملخصا — فرمایا میں نے دیکھا ان احوال کو جو میرے بعد میری اُمت سے سرزد ہوں گے بعض بعض کا خون بہائیں گے تو میں نے اللہ سے ان کے لئے شفاعت کا اذن طلب کیا، چنانچہ اذن مل گیا۔

واحمد بسند صحیح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد اعطیت اللیلۃ خمسا ما اعطیہن احد قبلی الی ان قال والخامسۃ ھی ما قیل لی سل فان کل نبی قد سئل فاخرت مسئلتی الی یوم القیامۃ فہی لکم ولمن شہد ان لا الٰہ الا اللہ والطبرانی باسانید احدہا جید الا اخبرکم — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات مجھے پانچ چیزیں عنایت فرمائی گئیں جو مجھ سے قبل کسی کو نہیں دی گئیں آخر میں فرمایا کہ پانچویں چیز یہ ہے کہ مجھ سے کہا گیا آپ سوال کریں ہر نبی نے کوئی چیز مانگی تو میں نے اپنا سوال قیامت تک کے لئے مؤخر کر دیا۔ وہ سوال تمہارے لئے اور ہر اس شخص کے لئے

بما اخبرنی ربی آنفا قلنا بلی یا رسول اللہ قال خیرلی بین ان یدخل ثلثی امتی فی الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب وبین الشفاعۃ قلنا یا رسول اللہ ما اخترت قال الشفاعۃ انتہی تلخیصًا

ہوگا جو وحدانیت رب کا قائل ہو۔ طبرانی نے سند جید سے نقل کیا حضور نے فرمایا کیا تم کو وہ بات نہ بتاؤں جو میرے رب نے مجھے ابھی بتائی۔ ہم نے عرض کیا فرمایئے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے دو باتوں کا اختیار دیا شفاعت کا یا اس کا کہ میری امت کے دو ثلث بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں۔ ہم نے عرض کیا حضور آپ نے کس چیز کو اختیار فرمایا۔ فرمایا شفاعت کو۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا اذن دیا اور مقام محمود کا وعدہ فرمایا اور وعدۂ الٰہی واذن الٰہی میں تخلف اور کذب محال ہے اور مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یہ آیت مندرجہ بالا احادیث کے ساتھ موافق ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بدون اذن الٰہی کسی کو کسی صورت شفاعت کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس سے یہ تو معلوم نہیں ہوتا کہ صرف اسی روز اذن ہوگا اس سے قبل نہیں ہوا واللہ اعلم۔

محمد عبدالحی
ابوالحسنات

تکفیر خوارج

سوال (۲) بکر کہتا ہے کفر خوارج کا حکم قرآن شریف میں موجود ہے پس منکر اس کا گمراہ و مردود ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سورہ احزاب میں فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا

یعنی جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ و رسول کو تو اللہ ان پر لعنت بھیجتا ہے دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

تفسیر کشاف میں ہے یہ آیت نازل ہوئی ہے ان لوگوں کے بارے میں جو ایذا دیتے تھے حضرت علی مرتضیٰ کو اور نیز بکر دعویٰ کرتا ہے کہ مذہب اہل حق یہی ہے کہ یزید کافر ہے اور لعنت کرنا اس پر بالخصوص جائز ہے جو اس کا مخالف ہے وہ اہل حق سے خارج ہے اور بعضے علماء حنفیہ کا جو خلاف منقول ہے وہ بغرض عدم جواز لعن نہیں ہے بلکہ بایں غرض ہے کہ ان کے نزدیک یزید کا نام زبان پر لانے کے قابل نہیں ہے نہ یہ کہ فی نفسہٖ اس پر لعن کرنے میں کچھ قباحت ہے۔ شرح عقائد اور حاشیہ جنیدیہ میں اس کی تصریح ہے۔ یہی مذہب صحیح ہے۔ یہ خلاصہ ہے بکر کے رسالہ اردو کا جس میں اس نے اس بحث کو طول فضول دیا ہے۔ فقط حامد اس کی رد میں کہتا ہے کہ غیر مکفرین خوارج کو منکر قرآن اور اہل حق سے خارج ٹھہرانا محض جہالت اور ضلالت اور نیز آیت مذکورہ کو شان دشمنان حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں نازل ٹھہرا کر حوالہ کشاف دینا محض کذب و افترا ہے۔ بالجملہ خوارج کے کفر کے مذکور ہونے کا اس آیت میں دعویٰ کرنا جہل صریح و کذب قبیح ہے۔ ہاں البتہ اگر آیت اَلَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا کا مصداق خوارج کو ٹھیرایا جاوے تو احتمال صحیح ہے اور کس طرح خوارج کا مسلمان جاننے والا اہل حق سے خارج ہو سکتا ہے کہ خود حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ نے خوارج کو باوجود بیان ان کی گمراہی کے اور حکم قتل کے ان کو مسلمان تبلایا ہے۔ اسی سبب سے محققین فقہا و محدثین و متکلمین نے خوارج کو بدمذہب جانا مگر کافر نہیں ٹھیرایا۔ چنانچہ مرقاۃ اور مجمع البحار اور رد المختار اور شرح فقہ اکبر اور فتح القدیر وغیرہ سے بخوبی ثابت ہے اور نیز حامد کہتا ہے کہ اہل حق یزید پلید کے حکم کفر میں اور پھر جواز لعن میں خود مختلف ہیں۔ اگرچہ بعض اکابر نے اس پر حکم کفر و جواز لعن کا اطلاق فرمایا ہے لیکن حجۃ الاسلام امام غزالی اور صاحب قصیدۂ امالی اور سوا ان کے بہت ائمۂ دین حکم عدم کفر و عدم لعن کو حق جانتے ہیں اور جمہور محققین اس کے اطلاق حکم کفر و اسلام و جواز و عدم جواز لعن میں توقف کو مذہب اپنا گردانتے ہیں پس دعویٰ بکر کا بکلمۂ حصر کہ یہی ہے مذہب اہل حق اس کی جہالت وضلالت پر دلیل ہے اور تاویل جو علماء حنفیہ کی طرف سے کی ہے وہ بھی نہایت پوچ و علیل ہے۔ کاش یہ سخن تراش شرح عقائد نسفی کی عبارت کو سمجھتے جس کا خود حوالہ دیتے ہیں تو جانتے، کہ انحصار مذہب اہل حق کا قول جواز لعن و کفر میں جو اس کا مدعا ہے باطل ہے اور قول حنفیہ میں جو خلاصہ وغیرہ کتب فقہ سے ثابت ہے وہ تاویل پوچ کرنا حیلۂ عقل سے باطل ہے۔ عبارت شرح عقائد نسفی کی شروع بحث سے جس کو بکر نے چھوڑ دیا ہے یہ ہے:۔

وبالجملة لم ینقل عن السلف الصالحین جواز اللعن علی معاویة رضی الله عنه واحزابه وانما اختلفوا فی یزید بن معاویة حتی ذکر فی الخلاصة وغیرها انه لاینبغی اللعن علیه ولا علی الحجاج لان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن لعن المصلین ومن کان من اهل القبلة وما نقل عن لعن النبی صلی الله علیه وسلم بعض اهل القبلة فلما انه یعلم من احوال الناس مالایعلمه غیره وبعضهم اطلق اللعن علیه لما انه کفر حین امر بقتل الحسین رضی الله عنه

عبارت مذکورہ سے حضرت امیر معاویہ پر لعن و طعن کی نفی ملتی ہے۔ زائد سے زائد یزید کے لئے صرف لعن وطعن کا ثبوت ہے وہ بھی مختلف فیہ، باقی رہی بحث ترجیح کی پس اگرچہ صاحب شرح عقائد نے باوجود اقرار اختلاف اہل حق دربیان مذہب حنفیہ کے اپنے زعم میں ترجیح کفر کی ثابت فرمائی ہے۔ لیکن دوسرے اکابر محققین نحوہ ترجیح مسلم نہیں ٹھیرائی سائرہ اور مسامرہ و رد المختار شامی وغیرہ کتب معتمدہ فقہ و عقائد علماء حنفیہ میں دوسری جانب سے معتمد ہونے کی ترجیح ہے بلکہ بہت کتب مشہورہ محققین میں شرح عقائد پر اعتراض کی بھی تصریح ہے۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر اور ضوء المعالی اور حاشیۂ عصام اور حاشیۂ ابوالیسر پر شرح عقائد اور دوسرے حواشی سے ثابت ہے پس بکر کا ہو الصحیح لکھدینا اور جھوٹا حوالہ دینا جرأت و تفوہ قبیح ہے۔ علاوہ ان سب امور کے بر تقدیر ترجیح مذہب جزم کفر یزید کی حالت حیات میں پھر بھی دعویٰ انحصار مذہب اہل حق کا جواز لعن میں باطل و افتراء ہے

کہ ان کافروں پر جن کا مرنا کفر پر خدا اور رسول کی خبر متواتر سے ثابت نہ ہو بالاتفاق واجماع جمہور ائمہ محققین کے لعن شخصی کرنا ناجائز وناروا ہے جیسا کہ امام نووی نے شرح مسلم میں اور امام عینی نے شرح بخاری میں اور امام نابلسی نے شرح طریقہ محمدیہ میں اور دوسرے اکابر دین نے اور کتابوں میں تصریح فرمائی ہے پس قول ترجیح جواز لعن بر یزید بر تقدیر ثبوت کفر بھی بے ثبوت علم یقینی موت علی الکفر کس طرح اہل حق کے نزدیک جزماً صحیح ہوسکتا ہے تاکہ جو اس کا قائل ہو خوارج میں داخل ہوجاوے اور اہل سنت میں شامل نہ ہو فقط

اب سائل سوال کرتا ہے کہ آیا دعویٰ بکر کا درست وبجا اور واجب الاعتقاد ہے یا حامد نے جو اس کا رد کیا قابل قبولیت واعتقاد ہے اور نیز قول اہل حق منحصر کفر یزید وجواز لعن میں ہے یا اس میں اختلاف ہے اور درصورت اختلاف قول کفر لعن معتمد وقوی واولیٰ ہے یا قول توقف وعدم جزم کفر ولعن قوی ومعتمد اور احوط واقرب الی الانصاف ہے اور حوالہ کشاف وغیرہ کا جو بکر نے دیا صحیح ہے یا باطل اور حوالہ مجمع البحار ورد المختار ومرقاۃ وشرح فقہ اکبر وضوء المعالی وشرح امام نووی وامام عینی وغیرہ کا جو حامد نے دیا ہے رد کے لائق ہے یا اعتماد کے قابل فقط۔

جواب :- قول بکر کا اس حجت میں صحیح نہیں ہے بلکہ مخالف کتب معتبرہ ہے مسامرہ لابن الہمام اور اس کی شرح مسائرہ لابن الشریف میں موجود ہے وظاهر قول الشافعیؒ وابی حنیفۃؒ انہ لا یکفر احد منهم ای لا یحکم بکفر احد من المخالفین فیما لیس من الاصول المعلومۃ من الدین ضرورۃ وهذا هو المنقول عن جمهور المتکلمین والفقهاء انتہی - امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ ان میں سے کسی کی تکفیر جائز نہیں ہے یعنی اصول دین کے علاوہ کسی امر کے مخالف کی تکفیر کا حکم نہیں کرنا چاہیئے یہی جمہور فقہاً ومتکلمین کا مسلک ہے اور بھی اس میں ہے

قد اختلف فی اکفار یزید قیل نعم لما وقع منہ الاجتراء علی الذریۃ الطاهرۃ کالامر بقتل الحسینؓ وما جری منہ وما ینبو عن سماعتہ الطبع ویصم لذکرہ السمع وقیل لا اذلم یثبت لنا عنہ تلک الاسباب الواجبۃ للکفر وحقیقۃ الامر ای الطریقۃ الثابتۃ القویمۃ فی شانہ التوقف فی شانہ ورجع امرہ الی اللہ تعالیٰ انتہی ۔

اور اسی طرح اور کتب عقائد میں موجود ہے ، واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں

سوال (۳) شہر بیکانیر میں ایک فرقہ ہے اس کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان سے بھیجا ہے اور میلاد شریف کے بیان سے اس لئے احتراز کرتے ہیں کہ اس میں حضور کی ہتک ہوتی ہے استدلال میں جو احادیث پیش کی جاتی ہیں ان پر اعتماد نہیں کرتے اور کہتے ہیں قُل ھُوَ اللہُ

اَحَدٌ اللّٰہُ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد۔ اس آیت کے اوصاف میں اللہ اور رسول دونوں برابر ہیں جس کا مقصد یہ ہے آپ کہدیجئے اللہ ایک ہے۔ اسیطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں اللہ تعالیٰ خورد ونوش سے پاک ہے۔ اسی طرح حضور کھانے پینے سے پاک ہیں نہ اللہ نے کسی کو جنا اور نہ اللہ کو جنا گیا۔ اسی طرح حضور نے نہ کسی کو پیدا کیا اور نہ آپ کسی سے پیدا ہوئے۔ علاوہ ازیں یہ فرقہ حسنین رضؓ اور حضرت فاطمہ رضؓ اور اہل بیت کا منکر ہے۔ کیا ایسا عقیدہ رکھنے والا فرقہ کافر ہے یا نہ، جواب باصواب مع دستخط و مہر کے ارسال فرمائیں، بینوا توجروا۔

جواب:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت قرآن وحدیث سے ثابت ہے حدیث میں ہے انا سید ولد آدم میں اولاد آدم کا سردار ہوں قرآن مجید میں ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ الآیہ۔ کہدیجئے میں تمہارے جیسا بشر ہوں حضور کا کھانا پینا اور بازار میں چلنا پھرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین الفصل ثانی میں ترمذی سے ایک حدیث بعینہ یہاں لکھی جاتی ہے:-

وعن العباس انہ جاء الی النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم فکانہ سمع شیئًا فقام النبی صلّی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللہ صلعم قال انا محمّد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم ثم جعلھم فریقین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ ثم جعلھم بیوتًا فجعلنی فی خیرھم بیتًا فانا خیرھم نفسًا وخیرھم بیتًا

حضرت عباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے گویا انہوں نے کوئی چیز سنی اسی وقت حضور منبر پر کھڑے ہوگئے فرمایا میں کون ہوں لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے سب سے بہتر مخلوق میں رکھا۔ اس کے بعد لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کردیا تو مجھے سب سے بہتر گروہ میں رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف قبائل میں تقسیم کردیا تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر لوگوں کو گھروں کے لحاظ سے تقسیم کردیا تو مجھے سب سے بہتر گھرانہ دیا لہٰذا ذات اور گھرانہ کے لحاظ میں سب سے بہتر ہوں

دوسری اور کئی حدیثیں اس باب میں نبوت بشریت وولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جابجا کتب احادیث وتفسیر میں موجود ہیں اور خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار فرمانا کہ میں پیدا ہوا ہوں زمانہ ملک عادل میں اور حدیث کتاب مشکوٰۃ باب الصیام میں موجود ہے۔ فیہ ولدت وفیہ بعثت یعنی میں پیر کے روز پیدا کیا گیا ہوں اور اسی روز مبعوث کیا گیا اور اکل وشرب حضرت کا آیات واخبار وآثار سے اظہر من الشمس ہے اس میں کچھ حاجت دلیل کی نہیں اور سورۂ اخلاص محض وحدانیت میں ذات پاک مقدس عزاسمہ کے نازل ہے۔ بلا شبہ احدیت وصمدیت اور لم یلدیت ولم یولدیت کی صفت ذات باری کے علاوہ کسی اور پر صادق نہیں آتی اور نہ کسی مفسر نے یہ تاویل اس کی کہیں لکھی اور کفویت آنحضرت کی قبیلہ بلکہ قبائل قریشیہ سے حسبًا ونسبًا ظاہر وباہر ہے اور سوائے اس کے ہزارہا دلائل حضور کے تولد شریف کے باب میں موجود ہیں۔ چنانچہ جواب بسوال عباس رضؓ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یعنی حضرت عباس رضؓ نے پوچھا یا رسول اللہ

چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا اور آپ ان دنوں میں چہل روزہ تھے آپ نے فرمایا کہ مادر مشفقہ نے ہاتھ میرا مضبوط باندھ دیا تھا اور اس کی اذیت سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا حضرت عباس نے عرض کیا آپ ان دنوں میں چہل روزہ تھے یہ حال کیونکر معلوم ہوا فرمایا لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا حالانکہ شکم مادر میں تھا اور فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا حالانکہ شکم مادر میں تھا پس آنحضرت کا شکم مادر میں رہنا اور تولد ہونا مسلم الثبوت ہے پس آنحضرت بلاشبہ فرزند حضرت عبداللہ کے ہیں بی بی آمنہ خاتون کے شکم مبارک سے تولد ہوئے اور بی بی آمنہ کا حاملہ ہونا اور نکاح حضرت عبداللہ سے ہونا اور نوح و ابراہیم وغیرہ انبیاء علیہم السلام کا بشر ہونا بی بی آمنہ کو اور خود حضور کا فرمانا کہ میرے اجداد میں کوئی بے نکاح نہیں ہوا۔ اور میں اصلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ میں نقل کرتا ہوا عبداللہ اور آمنہ تک آیا ہوں اور بعد منتقل ہوئے عبداللہ کے یتیم ابو طالب قریشیوں میں کہلانا اور جناب باری کا ارشاد الم یجدک یتیما فاوی فرمانا اور حدیث رضاعت وغیرہ سے ثبوت پر ثبوت ہے۔ بے شک ان دلائل اور براہین بینہ اور نصوص متواترہ قطعیہ کا منکر اور محرف مضمون آیات قرآنی کا کافر مطلق ہے۔ اسمیں کچھ شک نہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے من فسر القرآن برایہ فقد کفر یعنی جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی وہ کافر ہے

جواب صحیح ہے　　جواب یہ صحیح ہے ، عبداللہ عفی عنہ　　المجیب مصیب والسائل مثیب والمسئول لہ معیب

محمد حسین عفی عنہ　　لاریب فیہ ، سید علی شاہ　　کتبہ حاجی محمد صدیق اللہ

دستخط خادم شریعت متین ان کے لئے قول قرآنی غضب اللہ علیہم وسخط اللہ علیہم ہے۔ حاجی حقیر سید احمد شاہ عرف مولوی سید پیر علی شاہ پیرزادہ اولاد محمد بہاء الدین سید فخر الدین بن پیران ہند خواجۂ خواجگاں خواجہ معین قدس سرہ　　جواب صحیح ہے

العبد ان کا قول قرآن وحدیث کے مخالف ہے بلکہ ان کے کلام سے کفر ثابت ہوتا ہے۔ محمد جمال الدین　　العبد عبدالشکور

دستخط سید احمد غزنوی فتوی اثبات تولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابویہ جواب باصواب ہے، عبدالعلی عرف علی اصغر عفی عنہ فی الواقع وہ کافر ہیں واللہ اعلم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم　　جواب صحیح ہے　　العبد سید عنایت اللہ شاہ

جو فرقہ ولادت نبویہ کا منکر اور سورۂ اخلاص حضور کی شان میں تسلیم کرنے والا ہو اس کی تکفیر میں کوئی شبہ نہیں، واللہ اعلم

ابو الحسنات محمد عبدالحی

کفر روافض

سوال (۴) ——— (۱) شیعہ کو کافر کہنا چاہیئے یا نہیں (۲) حضرت کو دافع البلاء کہنا چاہیئے یا نہیں (۳) جو شخص کہ خلاف لاتقربوا الزنا اولاتاکلوا الربا کرے اسکو کافر کہنا چاہیئے یا نہیں ؟

جواب :- جو شیعہ کہ منکر ضروریات دین ہیں وہ کافر ہیں صرف تبرائی شیعہ کافر نہیں ہیں اور جو شخص لاتقربوا الزنا وغیرہ کے خلاف کرے وہ کافر نہیں فاسق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلا بایں معنی کہنا کہ آپ کے ذریعہ سے بلا دفع ہوتی ہے درست ہے اور بایں معنی کہ آپ خود استقلالاً دفع کرتے ہیں نہیں درست ہے ایسے الفاظ سے جو موہم معنی غیر مشروع کے ہوں اجتناب اولیٰ ہے۔ الفاظ

تعریفات صحیحہ شرعیہ کچھ کم نہیں واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

کالی دیبی کی پرستش کرنا

سوال (۵) چند ایسے مسلمان جن کے والدین بھی مسلمان ہیں جمع ہوئے اور کچھ روپیہ باہم چندہ سے جمع کرکے خوک اور شراب خرید کی اور بھوانی کا پوجا کیا اور سور مارکے اور شراب بھوانی کو چڑھایا اس غرض سے کہ بھوانی مذکور جس کو کالی دیبی بھی کہتے ہیں۔ مرض ہیضہ سے نجات دے اور محفوظ رکھے۔ جب یہ کیفیت دیندار مسلمانوں کو معلوم ہوئی اور ایسے فعل کے وقوع کا کما حقہ یقین ہوا تو شرکار پوجا کا حقہ پانی بینا ترک کیا۔ تاکہ پھر کوئی مسلمان پوجا نہ کرے اور ایسی گمراہی میں نہ پڑے ایسے فعل سے سب باز رہیں لیکن ایک شخص نے بخلاف دیندار مسلمانوں کے عمداً دیدہ دانستہ اپنا حقہ پانی پوجنے والوں کو دیا اور دیندار مسلمانوں کو حقہ ترک کرنے کی وجہ سے کلمات سخت کہے اور جوتیاں مارنے کو کہا۔ انتظام اہل اسلام خراب کیا۔ اس صورت میں پوجا کا چندہ دینے والے اور پوجا کرنے والے مرتد اور کافر ہوئے یا نہیں اور جس شخص نے بخلاف دیندار مسلمانوں کے حقہ دیا ہے اس کا کیا حال ہے وہ کیسا ہے اور اگر یہ مرتد اور کافر ہیں تو توبہ کریں تو عندالشرع مقبول ہے یا نہیں اور کیونکر کس طرح سے توبہ کریں ان کی عورتیں نکاح سے باہر ہوگئیں یا نکاح قائم رہا۔ بینوا توجروا

جواب: اس صورت میں پوجا کرنے والے کافر ہوگئے اور عورتیں ان کی نکاح سے باہر ہوگئیں اہل اسلام کو چاہیئے کہ ان کی شرکت نہ کریں تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کریں اور جو ان کا شریک ہو اس کو بھی برادری سے باہر کردیں۔ جب تک وہ شرکت سے توبہ نہ کرے اور پوجا کرنے والوں پر لازم ہے کہ پھر اسلام لاویں اور کلمۂ شہادت ادا کریں اور توبہ واستغفار کریں ——————۔ بعد اسلام کے اپنی اپنی عورتوں سے نکاح کریں جب وہ اسلام لاویں اور توبہ کریں اس وقت وہ شریک برادری کرلیئے جاویں۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

ضروریات دین کا انکار کرنا

سوال (۶) اہل تشیع کے ہاتھ کا ذبیحہ یا مطاعمت ومناکحت ان کے ساتھ جائز ہے یا نہیں اور ان امور کی حلت وحرمت باسناد متصل ومرفوع ومتواتر بحوالہ کتب مستند صحیح کے ثابت کرنا ضروری ہے جس میں جائے قیل وقال نہ رہے اور امر حق بھی ہاتھ سے نہ جاوے۔ تعصب ونفسانیت کی بو نہ پائی جاوے آجکل یہاں اس امر پر مباحثہ ومناظرہ ہو رہا ہے سنی تو بحوالہ غنیۃ الطالبین وغیرہ کے کہتے ہیں کہ مطاعمت ومناکحت وذبیحہ وغیرہ مطلق جائز نہیں ہے بلکہ جن سنیوں نے شیعوں کے ہاں کھایا پیا ہے ان کو دائرہ سنیت سے خارج کردیا ہے اور ان کو اپنی مسجد میں نماز نہیں پڑھنے دیتے بلکہ اطلاق کفر وارتداد کا کرتے ہیں اور باہم مشاربت ومطاعمت میں اجتناب کلی اور احتراز قطعی ہے۔ یہ جو لوگ دائرہ سنیت سے خارج ٹھہرائے گئے ہیں۔ یہ دلائل پیش کرتے ہیں کہ

اہل تشیع اہل قبلہ نہیں ہیں یا توحید و نبوت کے قائل نہیں ہیں یا ان کے یہاں سوا تکبیر معلومہ و مروجہ کوئی اور تکبیر سوا نام اللہ کے ہے پس اہل تشیع کے ساتھ مطاعمت کرنے سے ہمکو دائرہ سنیت سے کیوں خارج تصور کرتے ہو ہندوستان میں امور مذکورہ پر کبھی ایسی بحث نہیں ہوئی ہے بلکہ وہاں برابر مطاعمت و مناکحت ہوتی ہے۔ علاوہ اسکے اہل کتاب کا ذبیحہ و صید اور ان کے ساتھ مطاعمت و مناکحت تک درست ہو اور یہ امور شیعہ کے ساتھ درست ہوں اس کے کیا معنی۔ پس حضرات سے التماس یہ ہے کہ جو ہو اور حق امر کتب صحیحہ مروجہ و مندا ولہ سے لکھیں۔ اصلا نفسانیت و تعصب کا لگاؤ نہ ہو۔ زیادہ والسلام فقط

جواب:۔ ہر چند کہ ایک جماعت فقہا نے مطلقا شیعہ کو بوجہ سب شیخین کے کافر کھدیا اور بربنا کفر ان کے ساتھ مناکحت کی حرمت کا اور عدم حلت ذبیحۂ روافض کا فتویٰ دیا مگر منقح اور قول مفتی بہ و مرجح یہ ہے کہ جو شیعہ منکر ضروریات دین ہوں وہ کافر ہیں ان کا ذبیحہ حلال نہیں مناکحت ان کے ساتھ درست نہیں۔ شرکت ان کے ساتھ مثل شرکت اہل اسلام کے جائز نہیں، اور جو ایسے نہ ہوں گو سب صحابہ کرتے ہوں وہ فاسق ہیں کافر نہیں۔ ذبیحہ ان کے ہاتھ کا حلال ہے حرام نہیں، مناکحت بھی انکی درست ہے ابو الشکور سلمی کتاب التمہید فی التوحید میں لکھتے ہیں۔

کلام الرافض مختلف فبعضہ یکون کفرا وبعضہ لا فلو قال ان علیا کان الٰہا نزل من السماء کفر ولو قال النبوۃ کانت لعلی وجبریل اخطا کفر ومنہم من قال ان علیا افضل من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھذا کلہ کفر واما الذی یکون بدعۃ ولا یکون کفرا فھو قولہم ان علیاؓ افضل من الشیخینؓ ومنہم من قال یجب اللعن علی من خالف علیا کعائشۃ ومعاویۃ وھذا کلہ وما اشبہ یکون بدعۃ ولیس بکفر لانہ صادر عن تاویل انتہی

اور بحر العلوم مولانا عبد العلی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں:۔

الصحیح عند الحنفیۃ ان الروافض لیسوا بکفار والوجہ فیہ ان تدینہم ووقعہم فیما وقعوا زعما منہم انہم علی الدین المہدی وان کان زعمہم ھذا باطلا وما کذبوا محمدا صلی اللہ علیہ فہم غیر ملتزمین للکفر والتزام الکفر کفر دون لزومہ انتہی

اور در مختار میں ہے فی النہر تجوز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث انتہی

اور فتح القدیر میں ہے فمقتضی الوجہ حل مناکحتہم لان الحق عدم تکفیر اہل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومۃ بالضرورۃ من الدین مثل القائل بقدم العالم ونفی العلم الا لعلی بالجزئیات انتہی

اور رد المحتار میں ہے بھذا ظہر ان الروافض ان کان ممن یعتقد الالوہیۃ فی علی وان جبریل غلط فی الوحی کان کافرا وان کان ینکر صحبۃ الصدیق او یقذف عائشۃ فھو کافر انتہی

محمد عبد الحی، ابو الحسنات

شراب وگوبر کا پرستار کافر ہے

سوال (۷) اگر کوئی شخص مثل کافروں کے پرستش شراب وگوبر کی کرے اور اعتقاد رکھے کہ جو کچھ فلاح و بہبود ہم کو ہے وہ بوجہ اس کی پرستش کے ہے اور نماز فرض عمر بھر نہ پڑھی ہو اگرچہ عیدین کی نماز پڑھتا ہو یا نہیں اور جنازہ میں میت کے شامل رہتا ہو پس اس کے یہاں کھانا اور اس نے قربانی دی ہو یا بکری کو کسی نمازی سے قربانی کرایا ہو اس کا گوشت کھانا اور نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسا شخص کافر ہے اس کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ نہیں کرنا چاہیئے۔

محمد عبدالحی ابوالحسنات

اہل قبلہ کی عدم تکفیر اور فساق کے ساتھ کراہیت نکاح کا بیان

سوال (۸) کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ مندرجہ ذیل احادیث صحیح ہیں یا نہیں اگر درجہ صحت میں ہیں تو قابل استفسار دو امر ہیں۔ اولاً یہ کہ یہ احادیث کونسی کتاب میں موجود ہیں۔ ثانیاً یہ کہ اس قوم ملعون (روافض) کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے یا نہیں اگر مکروہ تحریمی ہے تو اس کی کیا وجہ ہے۔ اس لئے کہ کتابیہ کیساتھ مومن کا نکاح اور اہل کتاب کے ساتھ کھانا پینا بجز خمر وخنزیر کے جائز ہے تو روافض اہل کتاب سے بدرجہا بہتر ہیں بایں وجہ کہ وہ کلمہ گو ہیں اور اہل قبلہ کی تکفیر مذہب اہل سنت میں جائز نہیں اسی لئے یزید پلید پر لعنت کرنا جائز نہیں، لہٰذا ایسی صورت میں روافض اور اہل کتاب و دشمنان اہل بیت جنکے حکم سے اولاد رسول کو قتل کیا گیا۔ ان کے درمیان کچھ فرق ہے یا نہیں اور ان کو باوجود کلمہ گو ہونے کے کافر کہنا کونسی دلیل سے ہے۔ احادیث یہ ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا اے علی آخر زمان میں ایک قوم رافضیہ کے نام سے پیدا ہوگی جو اسلام کو ترک کر دے گی۔ نیز ارشاد فرمایا جس نے ابوبکر کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا اور ارشاد فرمایا ابوبکرؓ و عمرؓ کی محبت ایمان کی علامت اور ان کی عداوت کفر ہے۔ اسی طرح ارشاد ہے جس نے عمرؓ کے ساتھ محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے عمرؓ کو مبغوض سمجھا اس نے مجھے مبغوض سمجھا، اور روایت میں ہے کہ حضور کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا۔ آپ نے نماز جنازہ نہ پڑھی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ اس سے قبل کبھی آپ نے نماز جنازہ پڑھنے سے انکار نہیں فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شخص عثمانؓ کے ساتھ بغض رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مبغوض سمجھا اور ارشاد فرمایا جس نے میرے صحابہ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا اور اسی طرح مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اصحاب کا انتخاب فرمایا پس ان کو میرا ساتھی اور صہر بنا دیا۔ عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی۔ جو ان کے ساتھ بغض رکھے گی اور ان کی شان میں گستاخیاں کریگی اگر تم ان کا زمانہ پاؤ تو ان کے ساتھ نہ نکاح کرنا اور نہ ان کے ساتھ خورد ونوش رکھنا اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا اور

نہ ان کا جنازہ پڑھنا۔ بحوالۂ قرآن و حدیث ان سطور کا جواب تحریر فرمائیں ۔ اجرکم علی اللہ سبحانہ

جواب :- بعض ان احادیث کی مثل عن جابرؓ انہ اتی بجنازۃ الخ جامع ترمذی میں موجود ہے اور بعض جامع صغیر میں سیوطی نے نقل کیں لیکن اس قسم کی سب حدیثیں تہدیداً اور زجراً وارد ہیں اور صحیح مذہب یہی ہے کہ تکفیر اہل قبلہ کی نہ چاہیئے لیکن نکاح فرق مخالفہ کے ساتھ بسبب ان کے فسق کے مکروہ ہے ۔ محمد عبد الحی ابوالحسنات

کلمۂ کفر زبان پر لانا

سوال (۹) عیسائی ، مذہب کے پادریوں نے سہارنپور میں آکر نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کو اپنے مدرسوں میں داخل کر کے بہکانا اور بے دین کرنا اور مرتد بنانا شروع کر دیا تھا۔ اب ایک اور فریب اور جال کی راہ نکالی وہ یہ کہ مسلمانوں کی چھ چھ، آٹھ آٹھ دس دس، بیس بیس برس کی لڑکیوں اور عورتوں کو اپنے مذہب کی کتابیں پڑھانا شروع کیا ہے اور لڑکیاں اور عورتیں مطلق اپنے مذہب کے واقف نہیں ان کو ہر اتوار پیسے اور تصویریں اور شیرینی کے لالچ دئے جاتے ہیں اور ان سے غزلوں اور بھجنوں میں عیسیٰؑ خدا اور خدا کا بیٹا گوایا جاتا ہے اور لڑکیاں اور عورتیں خصوصاً مسلمانوں کی تنخواہ کے لالچ میں کفر والحاد کے جملے اور الفاظ بولتے ہوئے بھی نہیں ڈرتیں اسی مکر وفریب سے پادری لوگ ملک پنجاب میں گذشتہ سالوں میں ...... سات سو لڑکیاں عیسائی کر چکے ہیں۔ سہارنپور میں یہ بلائے جانگداز اور ایمان ربا اسی سال آئی ہے نو مدرسے خاص سہارنپور میں مسلمانوں میں جاری ہیں ۔ اور مسلمانوں کی عورتیں اس وجہ سے کہ روپیہ کے لالچ میں آکر خود انتظام کرلیں گی اور لڑکیوں کو جمع کر کے بے دین بے ایمان کرنے کا ڈھنگ ہمکو بتائیں گی " مقرر کی گئیں ان مدرسوں میں پڑھنا اور پڑھانا اور پڑھائی کے واسطے مکان دینا اور پڑھنے والیاں اور پڑھنے والیاں اور جو اس فعل بد سے راضی ہوں اور جو عورتیں شوہروں کی اس حکم خاص کو نہیں مانتیں اور جو شخص اپنے مکان اور اپنے اہل وعیال کو اس کام سے باز نہیں رکھتا اور اپنی لڑکیوں کا ایسے مدرسوں میں جانے سے مانع نہیں ہوتا۔ عندالشرع کیا حکم رکھتے ہیں مفصل بحوالۂ آیات واحادیث تحریر فرمائیے ۔ اجر عظیم اللہ سے پائیے ۔

جواب :- کلمۂ کفر بولنا عمداً اگرچہ اعتقاد اس پر نہ ہو کفر ہے ۔ چنانچہ رد المحتار میں لکھا ہے ۔

قال فی البحر والحاصل ان من تکلم بکلمۃ الکفر ھازلاً او لاعباً کفر عند الکل ولا اعتبار لاعتقادہ کما صرح بہ فی الخانیۃ ومن تکلم مخطئاً او مکرھاً لا یکفر عند الکل ومن تکلم عامداً کفر عند الکل ومن تکلم بہا اختیاراً جاھلاً بانہا کفر ففیہ اختلاف الخ وفی الفتح ومن ھزل بلفظ

جو شخص استہزاء یا لہو ولعب کے طور پر کلمۂ کفر کا تلفظ کرے اگرچہ اعتقاد میں نہ ہو بالاتفاق کافر ہے اور جو شخص خطاء یا اکراہ کی حالت میں کفر کا کلمہ کہے بالاتفاق کافر نہیں ہوگا لیکن جو شخص اپنے اختیار سے کلمۂ کفر کہے جبکہ اس کو اس کے کفر کا علم نہ ہو تو اسمیں اختلاف ہے جس شخص نے مزاح کے طور

کفر ارتد وان لم یعتقد به للاستخفاف فهو ککفر المعتاد وفی رد المحتار وقال فی تکلم باختیاره غیر قاصد معناه وهذا لا ینافی ما مر من ان الایمان هو التصدیق فقط او الاقرار لان التصدیق وان کان موجودا حقیقة لکنه زائل حکما لان الشارع جعل بعض المعاصی امارة علی عدم وجوده کالهزل المذکور وکما سجد لصنم او وضع مصحفا فی قاذورة فانه یکفر وان کان مصدقا لان ذلک فی حکم التکذیب کما افاده فی شرح العقائد انتهی رجل کفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن علی الایمان یکون کافرا و لا یکون عند الله مؤمنا کذا فی قاضیخان

کلمہ کفر کہا اگرچہ اس کا اعتقاد نہ ہو تو وہ مرتد ہو جائے گا، ردالمحتار میں ہے یعنی بجز ارادہ معنی کے جس نے کفر کا کلمہ کہا، قول سابق سے یہ قول مخالف نہیں کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے یا اقرار کا اس صورت میں اگرچہ تصدیق حقیقۃً موجود ہے لیکن حکماً زائل ہو گئی اسلئے شارع علیہ السلام نے بعض معاصی کو عدم وجود تصدیق کے لئے علامت مقرر کر دیا جیسا کہ ہزل مذکور یا بت کو سجدہ کرنا یا قرآن مجید کو نجاست میں ڈالنا یہ سب کفر ہے۔ اگرچہ قلب میں تصدیق موجود ہو بایں وجہ کہ یہ علامات حکم تکذیب میں ہیں اگر کوئی شخص برضا و رغبت زبان سے کلمۂ کفر نکالے جبکہ اس دل مطمئن بالایمان ہو تو وہ کافر ہو گا۔

پس ان روایات سے صاف واضح ہے کہ جو کوئی حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ راگ میں گاوے یا کوئی کلمۂ کفریہ پادریوں کے کہلانے سے جو صاحب مدارس کے لڑکے لڑکیاں کہتی ہیں لکھے مرتد کافر ہو گا اور اس امر پر رضا دینا بھی کفر ہے۔ قال فی شرح العقائد و وشرح القاری علی الفقہ الاکبر الرضا بالکفر کفر انتہی یعنی کفر پر رضا بھی کفر ہے اور ان سخت کلمات پر کچھ پروا نہ کرنا اور سہل جاننا بھی کفر ہے الاستهانة بالمعصية بان يعدها هينة ويرتكبها من غير مبالاة بها ويجريها مجرى المباحات فى ارتكابها كفر کذا فی شرح علی علی الفقہ الاکبر یعنی معصیت کو خفیف اور معمولی سمجھ کر امر مباح کی طرح اختیار کرنا کفر ہے۔ الحاصل اس مدرسہ کے لڑکے لڑکیاں جو ایسے کلمات بولتے ہیں سب مرتد ہیں اور جو ان کو خوشی ایسے کام کے واسطے وہاں بھیجتے ہیں۔ دیدہ و دانستہ وہ بھی مرتد کافر ہیں اور ان مدارس کے پڑھانے والیاں اور اس کے معین مکان و چندہ کے اگر اس فعل بد سے راضی ہیں سب کافر اور مرتد ہیں اور جو اس امر کو برا جان کر دنیا کی طرح سے یہ کام کرتے ہیں سب فاسق فاجر ہیں۔ سب اہل اسلام کو لازم ہے کہ ایسے لوگوں کو اور اپنے بچوں کو روکیں اور منع کریں لقوله عليه السلام من رأى منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وليس وراء ذلك حبة خردل من ايمان الحديث یعنی جو شخص کوئی برا کام کرتے ہوئے کسی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے منع کرے اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اس کی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اسکے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں الحاصل جو شخص استطاعت کسی قسم کی منع کی رکھتا ہے اور پھر منع نہ کرے تو اگر اس فعل کو مستحسن جانتا ہے یا سہل جانتا ہے تو کافر مرتد ہوا اور جو برا جانکر منع نہ کریگا وہ فاسق ہوا۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ — جواب صحیح ہے محمد مظہر مدرس مدرسہ سہارنپور — محمد مظہر لطف الٰہی

الجواب حق والحق یبقی عنایت الٰہی عفی عنہ سہارنپوری — الجواب حسن، ابوالحسن — جواب صحیح ہے، عزیز حسن عفا اللہ عنہ

جواب صحیح ہے، مشتاق احمد عفا اللہ عنہ الجواب صحیح حبیب الرحمن عفی عنہ الجواب صحیح محمد حسن مدرس مدرسہ دیوبند۔
الجواب حق عبدالرحمن عفی عنہ جواب صحیح ہے محمد امیر باز خاں اصاب المجیب، ذوالفقار علی عفی عنہ
الجواب صحیح ومنکرہ فضیح احمد عفی عنہ الجواب صحیح حق محمد محمود عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی دیوبند محمد محمود
الجواب صحیح عزیز الرحمن دیوبندی مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ عفی عنہ، ہذا الجواب صحیح واللہ اعلم وعلمہ اتم محمد ابراہیم سنبھلی
الجواب صحیح عبدالرحمن دیوبندی الجواب صحیح محمد منفعت علی عفی عنہ دیوبندی - جواب صحیح ہے محمد محمود حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ
اسلامیہ دیوبند، الحق اجراء کلمۃ الکفر کفر ہے اور آیت کریمہ سے بھی یہ مضمون صراحۃً ثابت ہوتا ہے، ارشاد ہے:۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

جو کوئی منکر ہوا اللہ سے یقین لانے کے بعد مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی گئی ہو اور اس کا دل برقرار رہے ایمان پر، ولیکن جو کوئی دل کھول منکر ہوا سو ان پر غضب ہے اللہ کا اور ان کو بڑا عذاب ہے۔

اس واسطے کہ آیت کریمہ میں صرف حالتِ اکراہ کا استثنا کیا گیا ہے اور سوائے اس کے اجراء کلمۃ الکفر علی سبیل الاختیار کفر میں داخل تھا ہی اور ظاہر ہے کہ اشخاص مذکورہ کا راگ وغیرہ میں کلمات کفر کے زبان سے نکالنا قبیل اکراہ سے نہیں ہے بلکہ باختیار خود ہے تو ضرور کفر میں داخل ہوگا اور اعانت کفر اور تعلیم اس کی اسی قبیل سے ہے، واللہ علم بالصواب
الراقم مدرس مدرسہ عربی سہارنپور

صح الجواب، قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ - یعنی نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور گناہ وظلم میں تعاون نہ کرو اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔ واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

غیر خدا کو حاضر وناظر سمجھنا

سوال (۱۰) اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ارواح مشائخ حاضر وناظر ہیں اور ہر چیز کو جانتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ وہ کافر ہے فی البزازیۃ من قال ارواح المشائخ حاضرون یعلمون کفر انتہی یعنی جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ ارواح مشائخ ہر وقت حاضر ہیں اور ہر چیز جانتے ہیں وہ کافر ہے۔

مسلمان کو کافر کہنا

سوال (۱۱) اگر کوئی شخص مرتکب گناہ کبیرہ کو کافر سمجھ کر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے کیا ایسا شخص دائرہ سنیت سے خارج ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب:- دائرہ سنیت سے خارج ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے عبد مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے صلوا خلف کل بر و فاجر ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو۔

روافض کا کفر و اسلام

سوال:(۱۲) روافض کو مسلمان سمجھنا چاہیئے یا کافر؟

جواب:- اس مسئلہ میں اختلاف ہے قول تحقیقی یہ ہے کہ جو رافضی حضرت علی رضؓ کو حضرت ابو بکر رضؓ پر صرف فضیلت دیتا ہو وہ مبتدع ہے۔ کافر نہیں۔ لیکن جو صدیق اکبر کی خلافت کا منکر ہو یا ان کو خلافت کا اہل نہ سمجھے یا شیخین کو برا کہنا جائز سمجھتا ہو تو اکثر کتب فقہ میں اس کو کافر کہا گیا۔ فی الخلاصۃ والرافضی ان فضل علیاً علی غیرہ فہو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق فہو کافر یعنی حضرت علی رضؓ کی افضلیت کا قائل مبتدع اور خلافت صدیق کا منکر کافر ہے۔ بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ روافض اعتقاد تقیہ پر عدم اعتماد کی وجہ سے مرتد ہیں اور ان کی توبہ قبول نہیں اور بعض کے نزدیک رافضی مسلمان ہیں۔ اس لئے کہ التزام کفر اور لزوم کفر میں فرق ہے یعنی اگر مدلول نص پر اعتقاد رکھتے ہوئے بلا تاویل اس کا انکار کردے اور یوں کہے کہ اگرچہ نص وارد ہے لیکن میں اس کو قبول نہیں کرتا تو یہ التزام کفر ہے اور اگر مدلول نص میں کوئی تاویل کرے اگرچہ تاویل بعید از عقل ہو اس صورت میں نص کے مدلول ظاہری کا انکار کرے تو یہ لزوم کفر ہے۔ التزام کفر کفر ہے لزوم کفر کفر نہیں اور روافض التزام کفر نہیں کرتے اس لئے کہ شیخین کو محبوب رسول اور خلیفہ رسول سمجھ کر سب و شتم نہیں کرتے بلکہ شیخین کو معاند وحی رسول اور دشمن اہل بیت سمجھ کر نصوص میں تاویل کرکے سب و شتم کرتے ہیں تو اس سے التزام کفر نہیں بلکہ لزوم کفر لازم آتا ہے

ایمان و کفر کی تقسیم

سوال (۱۳) ایمان و کفر کی تعریف کیا ہے اور کفر کے کتنے اقسام ہیں؟

جواب:- ایمان کی تعریف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تصدیق کرنا اور اس دین پر ایمان نہ لانا کفر ہے۔ کفر کے چار اقسام ہیں۔ اول یہ کہ جہالت کی وجہ سے کفر کرے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوئے نبوت میں کاذب سمجھ کر آپ کی تکذیب کرے جیسے کفر ابی جہل، دوسرا کفر جحود و عناد یعنی حضور کو دعوئے نبوت میں صادق سمجھتے ہوئے پھر تکذیب کرے جیسے کفر اہل کتاب قال اللہ تعالیٰ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ یعنی ظاہراً منکر ہیں اور باطن میں اس پر یقین رکھتے ہیں) تیسرا کفر شک جیسا کہ اکثر منافقین کا کفر تھا چوتھا کفر تاویلی یعنی ارشاد رسول کی غلط تاویل کرکے یا از روئے تقیہ یا بنا بر مصالح محمول کرکے کافر ہوگئے۔

تکفیر کا معنیٰ

سوال (۱۴) جو شخص خلق قرآن یا سب شیخین کا قائل ہو تو فقہا اس کو کافر کہتے ہیں۔ اور بعض فقہا کے نزدیک معتزلہ کافر ہیں۔ حالانکہ اہل سنت کا مسلک یہ ہے لا یکفر احد من اہل القبلۃ یعنی اہل قبلہ کافر نہیں تو

اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب :۔ شمس الدین خیالی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مسائل اجتہادیہ میں کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی لیکن جو شخص ضروریات دین کا منکر ہو اس کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں اور بعض نے کہا اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین کے منکر نہ ہوں اس لئے کہ جو شخص ضروریات دین کا منکر ہو وہ اہل قبلہ سے نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی تکفیر کی جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیریہ کی ایک عبارت پر شبہ کا جواب

سوال (۱۵) کیا فرماتے ہیں علماء دین فتاویٰ عالمگیریہ کی اس عبارت میں :۔

من انکر امامۃ الصدیق فھو کافر والرافضی اذا کان یسب الشیخین فھو کافر والمعتزل اذا قال باستحالۃ الرؤیۃ فھو کافر ولو قال رجل لولم یأکل آدم الحنطۃ لما صرنا اشقیاء کفر ولو قال رجل لآخر کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یحب القرع مثلہ وقال ذلک الغیر انالا احبہ فھذا کفر ولو رجل قال لغیرہ ان آدم نسج انکرباس پس ماھمہ جولاھہ بچگاں باشیم فھذا کفر واگر کسے گوید کہ بخدا ایں سر تو سوگند است فھذا کفر ولو قال ان الانبیاء لم یعصموا قبل حال النبوۃ ولا قبلھا کفر واگر گوید کہ از آسمان بانگ آید کہ مزن ہم بزنم یلزمہ الکفر واگر گوید کہ حضرت یوسف علیہ السلام عزم زنا کردہ بود کافر شد

جو شخص ابوبکر صدیق کی خلافت کا منکر ہو وہ کافر ہے اور رافضی اگر شیخین کو برا کہے وہ کافر ہے اور معتزلی جو دیدار الٰہی کو محال سمجھتا ہو وہ کافر ہے اور اگر کوئی کہے کہ اگر آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو ہم بدبخت نہ ہوتے تو یہ کفر ہے اور کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ حضور قرع پسند فرماتے تھے وہ دوسرا کہے لیکن مجھے پسند نہیں تو یہ بھی کفر ہے اگر کوئی کہے کہ آدم علیہ السلام نے کپڑا بنا۔ لہٰذا ہم سب جولاہہ کے بچے ہیں تو یہ بھی کفر ہے اور اگر کہے کہ انبیا علیہم السلام نہ دوران نبوت اور نہ قبل از نبوت معصوم ہوتے ہیں یہ بھی کفر ہے اور اگر کہے کہ اگر آسمان سے یہ آواز آئے مت مارو تب بھی میں ماروں گا کافر ہو جائے گا اور اگر کہے کہ یوسف علیہ السلام نے زنا کا عزم کر لیا تھا تو بھی کافر ہو جائے گا۔

اور بھی اس قسم کی عبارتیں پائی جاتی ہیں مندرجہ بالا کلمات کہنے والے پر جو کفر کا حکم لگایا گیا اس سے کیا مطلب ہے کیا ان کلمات کا کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو میراث سے محروم ہو اور اس کے ساتھ تناکح ممنوع ہو گا یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب :۔ ان کلمات کے قائل پر کفر کا فتویٰ تہدیداً دیا جاتا ہے اس سے کفر حقیقی لازم نہیں آتا صاحب بحر الرائق نے اس کی

تصریح کردی۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:- محمد عبدالحی ابوالحسنات محمد نور الحسین

قرآن وحدیث کو فحش الفاظ سے یاد کرنا

سوال (۱۶) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مقدمہ میں کہ کوئی مرد مسلم معمولی ہوش وحواس والا علانیہ کہتا ہو کہ قرآن میرے لوڑے میں ہے اور حدیث میرے لوڑے میں ہے اور مسجد کو خالی ٹکریں مارنے کے لئے جاتے ہیں مسجد میں کیا میرا لوڑا ہے اور جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو ایک وقت دیکھا میں اس چشم سر سے پل پل اللہ تعالیٰ کو ظاہر دیکھتا ہوں جو شخص اس سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو اعیاناً نہ دیکھے وہ مومن نہیں اور اس کی نماز بھی درست نہیں۔ علاوہ اسکے خدائی کا دعوی بھی کرتا ہوا ایسا کہ میں اللہ ہوں، میں اللہ ہوں، میں اللہ ہوں پس شخص مذکور داخل اسلام ہے یا خارج اسلام، دوسرے مسلمان برادران کو اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے بیان فرما کر ماجور ہو دیں دیر نہ فرمادیں۔

جواب:- یہ الفاظ صریح کفر ہیں ایسے کلمات سے مسلم مرتد ہو جاتا ہے ایسے شخص کے ساتھ جو ایسے ہفوات بکتا ہو مثل اہل اسلام کے برتاؤ کرنا درست نہیں ہے۔ فتاوی بزازیہ میں لکھا ہے:-

اذا وصف اللہ بما لا یلیق بہ او سخر باسم من اسمائہ او بامر من اوامرہ او انکر وعدا او وعیدا کفر وکذا قال من خدا ام یکفر انتہی

جب اللہ تعالیٰ کی تعریف ایسے اوصاف سے کی جائے جو اس کی شایان شان نہیں یا اسماء الٰہی میں سے کسی اسم کے ساتھ استہزا کیا جائے یا اوامر الٰہی میں سے کسی امر کا مذاق اڑایا جائے یا اللہ کے وعدہ وعید کا انکار کیا جاوے تو یہ سب کفر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کہے میں خدا ہوں، کافر ہو جائے گا۔

اور بھی اسی میں ہے او انکر آیۃ من القرآن او سخر بآیۃ منہ کفر انتہی یعنی کسی آیت کا انکار یا اس کے ساتھ استہزاء کرنا کفر ہے اور بھی اسی میں ہے من عاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء یکفر انتہی

اور ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں لکھتے ہیں من زعم ان اللہ سبحانہ یحل فی شیء من آحاد الناس نھو کافر یعنے جو شخص یہ کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان میں حلول کر گیا وہ کافر ہے اور بھی اعلام میں ہے لو قال المصحف آلۃ الغناء او اللھو او قال القرآن کلمات جبریل کفر انتہی یعنی اگر کہے کہ قرآن مجید آلۂ فساد یا آلۂ لہو ہے یا کہے قرآن مجید جبریل کا کلام ہے وہ کافر ہے اور بھی اسی میں ہے ویکفر من کذب بشیء مما صرح بہ القرآن من حکم او خبر او حملہ التوراۃ والانجیل وکتب اللہ المنزلۃ او کفر بھا او لعنھا او سبھا او استخف بھا انتہی یعنی قرآن یا توراۃ وانجیل اور دوسری کتب منزلہ کے کسی صریح حکم یا خبر کی تکذیب کرے یا کتب منزلہ پر لعنت بھیجے یا ان کو برا کہے یا ان کو خفیف سمجھے تو یہ کفر ہے۔

اور فتاوی انوار میں ہے من استخف بالمصحف او التوراۃ او الانجیل او الزبور کفر او قال انہ یری اللہ عیانا فی الدنیا او یکلمہ شفاھا او ان اللہ یحل فی الصور الحسان او قال انا اللہ او ھو انا انتہی یعنی جو شخص قرآن یا توریت و انجیل یا زبور کو خفت کی نگاہ سے دیکھتا ہو یا کہے کہ میں دنیا میں اللہ کو عیاناً دیکھتا ہوں یا کلام کرتا ہوں یا کہے اللہ تعالیٰ ان صور میں حلول کر گیا یا کہے میں خدا ہوں یا خدا میں ہوں تو وہ کافر ہے اور فصول عمادیہ میں ہے اذا انکر اٰیۃ من القرآن او سخر باٰیۃ منہ کفر رجل یقرء القرآن فقال الاخر ایں چہ بانگ و طوفان است کفر رجل قیل بیا یک درہم بدہ تا بعمارت مسجد صرف کنم یا مسجد حاضر شو فقال مرا با مسجد چہ کار یعزر انتہی یعنی اگر کوئی آیت قرآنی کا انکار یا استہزا کرے وہ کافر ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن کی تلاوت کر رہا ہو، دوسرا شخص اس سے کہے یہ کیا سمع خراشی کر رہا ہے کافر ہو جائے گا اور اگر کسی سے کہا گیا ہو ایک درہم تعمیر مسجد کے لئے دو یا مسجد میں چلو۔ جواب میں کہے مجھے مسجد سے کیا کام اسکو سزا دی جائے گی اور بھی بہت سے کتب فقہ و کلام وغیرہ میں ہے واللہ اعلم

اہانت رسول کفر ہے

سوال (۱۷) اگر کوئی شخص کسی رسول کی رسالت پر ایمان رکھتا ہو یعنی تصدیق قلبی و اقرار لسانی دونوں ہوں لیکن باایں ہمہ بوجہ کسی معاملۂ دنیوی کے خاص اس حیثیت سے اس رسول کا عدو ہو جائے اور کوئی موقع پاکر ایذا رسانی کرے یا بوجہ شدت عداوت اور کثرت غصہ کے اس رسول کو قتل کر دے تو اس صورت میں وہ شخص مومن رہے گا یا کافر ہو جاوے گا۔ جواب اس کا بحجت کتاب و سنت مرقوم ہو۔

جواب :- عداوت رسولؑ کی اور قتل اس کا اور ایذا رسانی اور اہانت اس کی جس حیثیت سے بھی ہو موجب کفر ہے

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا

جو لوگ اللہ و رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور انکے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

وقال تعالیٰ فی تقبیح شان بنی اسرائیل و ذکر طغیانہم ویقتلون الانبیاء بغیر حق ای بغیر حق شرعی

اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی سرکشی اور برائی کا بیان فرمایا یعنی وہ لوگ بلا حق شرعی انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے

واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی

ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

کتاب العقائد

اللہ تعالیٰ اپنے شریک پر قادر نہیں

سوال :۔ (۱۸) کیا اللہ تعالیٰ اپنے شریک پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب :۔ واجب تعالیٰ اپنا شریک پیدا کرنے پر قادر نہیں اس لئے کہ تمام متکلمین کے نزدیک مقدوریت کی علت امکان ہے اور شریک الباری ممتنع ہونے کی وجہ سے قدرت سے خارج ہے علاوہ ازیں شریک باری بالاجماع ممتنع ہے اور قدرت الٰہی ممتنع پر نہیں امام فخر الدین رازی اور علامہ سعد الدین تفتازانی سے منقول ہے۔

لاشئ من الواجب والممتنع بمقدور لہ تعالیٰ لزوال امکان الترک فی الاول والفعل فی الثانی ۔ انتہی

اور ملا علی قاری فقہ اکبر میں لکھتے ہیں :۔

قد قیل کل عام یخص لما خص قولہ تعالیٰ واللہ علی کل شیئ قدیر بما شاءہ لیخرج ذاتہ وصفاتہ ومالم یشاءمن مخلوقاتہ ومایکون من المحال وقوعہ فی کائنات ۔ الحاصل ان کل شیئ تعلقت بہ مشیتہ تعلقت بہ قدرتہ والافلا یقال ھو قادر علی المحال لعدم وقوعہ ولزوم کذبہ انتہی

کہا جاتا ہے کہ ہر عام مخصوص منہ البعض ہوتا ہے جیسا کہ اس قول باری میں کل شئ کو مشیت کے ساتھ مختص کیا جاتا ہے تا کہ اس سے اللہ کی ذات وصفات اور وہ مخلوق جس کے ساتھ مشیت متعلق نہیں اور امر محال خارج ہو جائے خلاصہ یہ کہ جس چیز کے ساتھ مشیت کا تعلق ہوگا اس کے ساتھ قدرت بھی متعلق ہوگی ورنہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ محال پر قادر ہے اس لئے کہ امر محال کا وقوع نہیں ہوتا نیز اس سے کذب لازم آتا ہے۔

اور علامہ کمال الدین بن ابی شریف صاحب فتح القدیر کے تلمیذ اپنے استاد کے تصنیف کردہ رسالہ مسایرہ کی شرح میں تحریر کرتے ہیں۔

متعلق العلم اعم من متعلق القدرۃ فان العلم یتعلق بالواجب والممکن والممتنع والقدرۃ انما تتعلق بالممکن دون الواجب والممتنع ۔

علم کا متعلق قدرت کے متعلق سے اعم ہے اس لئے کہ علم کا تعلق واجب وممکن وممتنع سب کے ساتھ ہوتا ہے اور قدرت کا تعلق صرف ممکن کے ساتھ ہوتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ یہ شبہ پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا شریک باری پر قادر نہ ہونا مستلزم عجز ہے اور عجز نقص کو مستلزم ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عدم تعلق قدرت کے لائق نہیں اس پر عدم قدرت نقص نہیں بلکہ عین کمال ہے علم کلام اور کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے علامہ عبدالغنی نابلسی مطالب وفیہ میں فرماتے ہیں۔

قال المحققون المراد بالممکن مالا یجب وجودہ ولاعدمہ لذاتہ فدخل مالا یتصور من الممکنات لا لذاتہ

محققین نے کہا ممکن سے مراد وہ ہے کہ جس کا وجود وعدم فی ذاتہ ضروری نہ ہو اس صورت میں وہ ممکنات داخل ہو جائیں گے جو ممکن بالغیر

بل لغيره كممكن تعلق علم الله تعالى بعدم وقوعه كايمان ابي جهل ووقع لابن حزم ما هو بين البطلان حيث قال انه تعالى قادر على ان يتخذ ولداً اذ لو لم يقدر عليه لكان عجزاً وقد ذكره بعض الاغبياء من المبتدعة فانظر الى اختلال هذا المبتدع كيف فانه ان العجز انما يكون لو كان القصور جاءً من ناحية القدرة اما اذا كان العدم قبول المستحيل تعلق القدرة فلا يتوهم متوهم ان هذا عجز وقد سئل الامام عبدالله بن اسعد اليمني عن كون الله قادراً على جميع الممكنات هل يلحق بذالك شئ من المستحيلات فاجاب بان جميع المستحيلات العقلية لا تعلق للقدرة بها سواء كانت استحالته شرعاً كقوله تعالى ولا الليل سابق النهار او عقلا كولوج الجمل في سم الخياط وقوله تعالى حتى يلج الجمل في سم الخياط يدل على انقطاع طمع الكفار لدخول الجنة ـ

فان قيل لم لم يوصف الحق بالاقتدار على ذالك وعدم القول به يؤدي الى قصر القدرة قلت ذالك لا يؤدي اليه فان الله قادر على ان يصغر الجمل الى ان يصير بحيث يلج في سم الخياط وعلى توسيع فم الخياط الى ان يسع الجمل واما لو جوه فيه وكل منهما على صورته فذالك من المستحيل العقلي الذي نص العلماء على ان لا تعلق بقدرة الله وكذالك لا يعقل النهار الابعد ذهاب الليل والليل الابعد ذهاب النهار فذهاب كل منهما شرط لمجيئ الاخر واجتماع النهار مع الليل مستحيل عقلي فلا تتعلق القدرة به وقوله تعالى خالق كل شيئ معناه وجد او سيوجد المستحيل العقلي غير موجود ولا يمكنه ان يوجد فلا يدخل تحت ذالك ولا يجد العقل الى ذالك سبيل انتهى

كلام النابلسي ملخصاً

ہیں جیساکہ عدم وقوع کے ساتھ علم الٰہی کا تعلق ممکن ہے مثلاً ایمان ابی جہل اور ابن حزم کا قول اس میں بدیہی البطلان ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنا بیٹا بنانے پر قادر ہے اس لئے کہ عدم قدرت کی صورت میں عجز لازم آتا ہے اسی قول کو بعض اغبیاء مبتدعین نے ذکر کیا جو سراسر باطل ہے اس لئے کہ عجز تب ہوتا جب کہ جانب قدرت سے قصور ہوتا لیکن جبکہ امر محال کے ساتھ قدرت کا تعلق ہی نہیں تو اس سے عجز کا شبہ نہیں کیا جا سکتا ۔امام عبداللہ بن اسعد الیمنی سے سوال کیا گیا کہ جمیع ممکنات پر قدرت باری تعالیٰ کی صورت میں امور مستحیلہ بھی داخل ہونگے یا نہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ تمام مستحیلات عقلیہ کے ساتھ قدرت کا تعلق نہیں چاہے ۔شرعاً استحالہ ہو جیساکہ فرمایا رات دن سے سبقت نہیں کرتی یا عقلاً جیساکہ سوئی کے ناکہ میں اونٹ کا داخل ہونا اور حتی یلج الجمل فی سم الخیاط کی آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کفار کے لئے جنت میں داخل ہونے کی کوئی امید نہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کو قدرت کے ساتھ کیوں متصف نہیں کیا گیا حالانکہ اس میں قصر قدرت لازم آتا ہے جواب یہ ہے کہ قصر قدرت لازم نہیں آتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اونٹ کو اتنا چھوٹا کردے کہ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے نیز یہ اس کی قدرت میں ہے کہ سوئی کا ناکہ اتنا کشادہ ہو جائے کہ اونٹ اس میں داخل ہو سکے لیکن جب کہ دونوں اپنی اصلی حالت پر ہوں تو اس صورت میں دخول عقلاً محال ہے جس کے ساتھ قدرت کا کوئی تعلق نہیں اسی طرح دن اور رات کا گذرنا ہر ایک دوسرے پر موقوف ہے لیل ونہار کا اجتماع عقلاً محال ہے قدرت کا تعلق اس کے ساتھ نہیں اور خالق کل شئ کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز موجود ہے یا موجود ہوگی

اس کا خالق ہے اور محال عقلی غیر موجود ہے اسکے وجود کا کوئی امکان نہیں اس لئے وہ قدرت کے تحت داخل نہیں اور نہ عقلاً اس کے حصول کا کوئی ذریعہ ہے
خلاصہ یہ ہے کہ عبارت مندرجہ بالا سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ امور مستحیلہ کے پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں۔ مثلاً اجماع نقیضین سم الخیاط میں اونٹ کا داخل ہونا اور وجود شریک باری اور اتخاذ ولد وغیرہا۔ ان امور پر قادر نہ ہونا موجب نقص نہیں بلکہ عین کمال ہے اسی پر متکلمین وارباب شریعت کا اتفاق ہے اور یہی عقل ونقل کے موافق ہے اور جو اس کا منکر ہو اس کی بات محل حیرت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

محمد عبدالحی ابوالحسنات ۱۲۸۱ الجواب صحیح محمد نور الحسین ۱۲۸۱

تہتر فرقوں میں سے کون سے فرقے جہنمی ہیں

سوال (۱۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے بعد میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے ایک ناجی اور سب ناری ہونگے ناری سے مراد کیا کفار ہیں یا فاسق مسلمان جو خطا وعصیان کے سبب دوزخی ہو جائیں گے بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ رافضی شیخین کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں کافر ہو گئے بعض کہتے ہیں کہ سب اہل ہوا کافر ہیں ایک فرقہ مسلمان ہے جس کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں اور بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ رافضی کی توبہ قبول نہیں ہوتی بلکہ اس کو قتل کرنا واجب ہے جو شرع شریف میں لکھا ہو ارقام فرمائیں بینوا توجروا۔

جواب:۔ کتب عقائد اور فقہ میں اس طرح لکھا ہے کہ بہتر فرقے جو اہل ہوا ہیں ایک بھی کافر نہیں ہے چنانچہ عبارت ان کتابوں کی جو یہاں موجود ہیں بعینہٖ .... ذیل میں لکھی جاتی ہیں اور عبارت فتاویٰ کی کہ سب شیخین کفر ہے اس کا بھی جواب لکھا جاتا ہے بغور ملاحظہ فرمائیں بلکہ اعتقاد کفر اہل ہوا جو بدعتی ہیں ان کی طرف رکھنا بھی کفر ہے اول تو یہ ہے کہ تمہید ابو الشکور سلمی میں لکھا ہے کہ جو حدیث شریف تفرقہ امت میں وارد ہوئی ہے اس میں اختلاف ہے چنانچہ ایک روایت میں لکھا ہے ستفرق امتی من بعدی ثلثۃ وسبعون فرقۃ کلھم فی النار الا واحدۃ (ترجمہ) میرے بعد میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی سوائے ایک فرقہ کے باقی سب جہنمی ہیں۔ اور دوسری روایت میں کلھم فی الجنۃ الا واحدۃ قیل ماتلک الواحدۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ (ترجمہ) تمام فرقے جنت میں جائیں گے سوا ایک کے پوچھا گیا وہ ایک فرقہ کونسا ہے فرمایا قدریہ۔ بغور ملاحظہ فرمائیں کہ کفر دونوں حدیثوں سے ثابت نہیں ہوا بلکہ دوسری حدیث سے جنتی ہونا ثابت کیا گیا ہے کفار کے واسطے کہیں بھی یہ لفظ آیا ہے اور یا کسی عالم نے ان پر حکم جزیہ یا استرقاق بسبب کفر کے لکھا ہے اور دوسرے ایک مقام پر لکھا ہے۔

اعلم ان الدین مع الجماعۃ والجماعۃ ھم اھل السواد الاعظم والسواد الاعظم بین الجبر والقدر وبین التشبیہ والتعطیل وبین النصب والرفض وسئل ابوحنیفۃ عن السنۃ والجماعۃ فقال لا نصب ولا رفض ولا جبر ولا قدر ولا تشبیہ ولا تعطیل وروی عن ابی حنیفۃؒ انہ قال شہادۃ اھل الھواء مقبولۃ فاذا قبل شہادۃ دل انہ مسلم وروی عن محمد بن الحسنؒ انہ قال الصلوٰۃ خلف المبتدع جائز الا انہ یکرہ ولانہ اعتقد البدعۃ علیٰ زعمانہ حق

وهو حلال والثانی انه اوّل فی ذالك واستحل بالتاویل فلا یکفر۔ (تمہید)

اور جاننا چاہیئے کہ بہتر فرقے جو کتابوں میں ہیں جن کا احوال مرقوم ہے اس میں بھی کئے فرقے مثل شاخوں کے ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ فرقہ تناسخیہ چہار قسم ہو کر پھر چوراسی قسم کے ہو گئے چنانچہ تفصیل اس کی بھی تمہید میں موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی ہر فرقے میں اقسام ہو گئے جو شخص جس فرقہ کا کام کرے گا اسی میں شمار کیا جاوے گا چنانچہ فرقہ وہابیین کو معتزلہ کہتے ہیں اب تفصیل فرقوں اور بیان ہر ایک کی بدعت کا موجب طول ہے غرض سائل جو ہے سب الشیخین کفر ہے یا نہیں اور توبہ ان کی قبول ہے یا قتل ان کی توبہ ہے اس کا جواب لکھنا مقصود ہے شرح فقہ اکبر میں ابو الشکور سلمی کے حوالہ سے منقول ہے کہ شیخین کو گالیاں دینے سے کفر لازم نہیں آتا جیسا کہ عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

سب الشیخین لیس بکفر کما صححه ابو الشکور السلمی فی تمهیده وذالک لعدم ثبوت مبناه وعدم تحقیق معناه فان سب المسلم فسق کما فی حدیث ثابت یستوی الشیخان وغیرهما فی هذا الحکم ولانه لو فرض ان احداً قتل الشیخین بل والختنین بوصف الجمع لایخرج عن کونه مسلما عند اهل السنة والجماعة ومن المعلوم ان السب دون القتل نعم لو استحل السب او القتل فهو کافر لامحالة وعلی تقدیر ثبوت الحدیث فیجب ان یؤول کما اوّل حدیث من ترک الصلوٰة متعمدا فقد کفر ای مستحلا للترک۔

اور دوسری جگہ فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ جمع کرنا دونوں کا مشکل ہے ایک تو یہ اہل قبلہ کافر نہیں ہیں چنانچہ سب فقہاء اور متکلمین کا بھی یہی قول ہے اور دوسری عبارت فتاوی کی سب شیخین کفر ہے وجہ اشکال کی بیان کر کے پھر جواب لکھا ہے۔

یدفع الاشکال بان نقل کتب فتاوی مع جهالة قائله وعدم اظهار دلائله لیس بحجة من ناقله اذ مدار الاعتقاد فی المسائل الدینیة علی الادلة القطعیة علی ان فی تکفیر المسلم قد یترتب مفاسد جلیة وخفیة وقال الامام ابن الهمام فی شرح الهدایة للجواب عن هذه الحکایة قال اعلم ان الحکم بکفر من ذکرنا من اهل الهوا مع ما ثبت عن ابی حنیفة والشافعیؒ من عدم تکفیر اهل القبلة من المبتدعة کلهم محمدیة ان ذالک المعتقد فی نفسه کفر

جواب یہ ہے کہ کتب فتاویٰ کا حکم جب کہ اس کا قائل مجہول ہو اور دلائل بھی معلوم نہ ہوں کسی پر حجت نہیں اس لئے کہ مسائل دینیہ میں اعتقاد کا مدار ادلۂ قطعیہ پر ہوتا ہے علاوہ ازیں تکفیر مسلم کی صورت بعض اوقات ظاہراً و باطناً بہت مفاسد مترتب ہوتے ہیں شیخ ابن الہمام شرح ہدایہ میں اس حکایت کے جواب میں لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ و شافعیؒ سے اہل قبلہ کی عدم تکفیر منقول ہے اس کے باوجود اہل ہوا کے کفر کے متعلق جو ہم نے ذکر کیا اس سے مراد یہ ہے کہ امور مذکورہ کا اعتقاد فی نفسہٖ کفر ہے

اور صاحب درمختار نے باب امامۃ میں لکھا ہے کہ نماز صاحب بدعت کے پیچھے مکروہ تنزیہی ہے۔

مبتدع ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة وکل من کان من قبلتنا لایکفر بها حتی الخوارج الذین یستحلون دمائنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلی الله علیه وسلم وینکرون صفاته

تعالیٰ وجاز رویتہ لکونہ عن تأویل وشبھۃ بدلیل قبول شہادتھم

اور باب شہادت میں تحریر فرمایا کہ اگلی شہادت مقبول ہوئی۔

اور باب شہادت میں لکھا ہے تقبل من اھل الاھواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل وکل منھم اثنا عشر فرقۃ فصارت اثنین وسبعین الا الخطابیۃ صنف من الروافض یرون الشھادۃ لشیعتھم ولکل من حلف انہ محق فردھم لا لبدعتھم بل لتھمۃ الکذب

دیکھئے اس عبارت میں کہیں کفر ثابت نہیں کیا بعضے صاحب فرماتے ہیں کہ مرتد کے باب میں صاحب درمختار نے واسطے بے ادبی کرنے انبیاء کے اور بے ادبی کرنے شیخین کے جناب میں حکم قتل فرمایا ہے اور عبارت اس مقام کی یہ ہے۔

والکافر بسب الشیخین او بسب احدھما فی البحر عن الجوھرۃ معزیا للشھید من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتویٰ انتھی وجزم بہ فی الاشباہ

درمختار کے مصنف نے آپ ہی اس مسئلہ کو رد کیا ہے اس قول سے لکن فی النھر وھذا لا وجود لہ فی اصل الجوھرۃ وانما وجد علی ھامش بعض النسخ فالحق بالاصل مع انہ لا ارتباط لہ بما قبلہ انتھی۔ (ترجمہ) نہر الفائق میں لکھا ہے کہ جوہرہ کے اصل نسخہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں البتہ بعض نسخوں کے حاشیہ پر یہ مسئلہ مذکور ہے لہذا اس صورت میں اصل کا اعتبار ہوگا جب کہ ماقبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اصل حال مسئلہ کا یہ ہے کہ جس زمانہ میں بحر اور اشباہ تصنیف ہوئی تھی تو مصنف بحر واشباہ نے لکھا تھا سب الشیخین کفر ولا تقبل توبتہ۔ شیخین کا گالیاں دینا کفر ہے اور اس کی توبہ غیر مقبول ہے۔ اس زمانہ میں سیائی جس نے نہر الفائق شرح کنز الدقائق تصنیف کی ہے جس کا نام عمر بن نجیم ہے اور چند علمائے شہر مثل شیخ امین الدین عبدالعال وغیرہ جمع ہو کر آئے اور دریافت کیا کہ یہ مسئلہ سب الشیخین کفر ہی کہاں سے لکھا ہے کہا جوہرہ سے لکھا ہے جو قدوری کی شرح ہے علمائے نے جوہرہ طلب کیا تو جواب دیا کہ میرا جوہرہ آگ میں جل گیا اور شہر میں سے جوہرہ منگا کر ہر چند دیکھا یہ مسئلہ نہ پایا کہا کونسی جگہ سے نقل کیا تھا مقام بتلایا تو عبارت جو بحر میں تھی اس سے ملا کر دیکھا تو ہر چند اول وآخر سے ربط نہ پایا مسئلہ کی وہیں خطا ظاہر ہو گئی۔

وقال السید الحموی فی شرح الاشباہ حکی عن عمر بن نجیم ان اخاہ افتی بذلک فطلب منہ النقل فلم یوجد علی طریق الجوھرۃ۔

اور پھر حموی نے اسی عبارت کے آگے لکھا ہے اگر بالفرض اگر یہ قول جوہرہ کے نسخوں میں پایا بھی جاتا تب بھی غیر مقبول ہے کیوں کہ جب انبیاء کی شان میں گستاخی کرنیوالوں کی دعا مقبول ہو جاتی ہے تو شیخین کی شان میں گستاخی کرنیوالوں کی کیوں نہ مقبول ہو گی۔ عبارت ملاحظہ ہو:۔

واقول علی فرض ثبوت ذالک فی عامۃ نسخ الجوھرۃ لا وجہ لہ یظھر لما قدمناہ من قبول توبۃ من سب الانبیاء

عند نا خلاف للمالکیۃ والحنابلۃ واذا کان کذلک فلا وجہ للقول بعدم قبول توبتہ من سب الشیخین بل لا یثبت ذلک عن احد من الائمۃ فیما اعلم

بالفرض اگر ہم کفر مان لیں جب بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی توبہ قبول نہیں اور حکم کرنا ساتھ کفر کے بہت مشکل ہے۔ اختیار میں لکھا ہے :۔

اتفق الائمۃ علی تضلیل اہل البدع اجمع وتخطئتہم وسب احد من الصحابۃ وبغضہ لا یکون کفر لکن یضلل وذکر فی فتح القدیر ان الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین واموالہم ویکفرون الصحابۃ حکمہم عند جمہور الفقہاء واہل الحدیث حکم البغاۃ

اس عبارت سے کفر ثابت نہیں ہوتا البتہ تضلیل وتخطیہ ضرور ثابت ہے

خیال کیجئے کہ خوارج جو سب سے زیادہ بدعتی ہیں ۔چنانچہ درمختار سے مذکور ہوا ان کے واسطے بھی حکم کفر کا نہ فرمایا

قال ابن المنذر وھو اعرف کلام المجتہدین نعم یقع فی کلام اہل المذاہب تکفیر کثیر ولکن لیس من کلام الفقہاء الذین ہم المجتہدون بل من غیرہم ولاعبرۃ لغیر الفقہاء

بہت تفصیل کے ساتھ ردالمحتار حاشیہ درمختار میں مسلمانی ثابت کی ہے جس صاحب کو زیادہ تحقیق منظور ہو دیکھ لیوے طول کے سبب سے یہاں نہ لکھا بلکہ چند باتیں ضروری نقل کردیں اور ردالمحتار میں لکھا ہے :۔

ولم یعلل احد لعدم قبول شہادتہم بالکفر کما تری نعم استثنو الخطابیۃ لانہم یرون شہادۃ الزور لاشیاعہم او للحالف وکذا نص المحدثون علی قبول روایۃ اہل الھواء فھذا فی من یسب عامۃ الصحابۃ ویکفرھم بناء علی تاویل لہ فاسد نعلم ان ما ذکرہ فی الخلاصۃ من انہ کافر قال ضعیف مخالف للمتون والشروح بل ھو مخالف لاجماع الفقہاء کما سمعتہ وقد الف العلامۃ ملا علی قاری رسالۃ فی الرد علی الخلاصۃ ولھذا نعلم قطعا ان ما عزی الی الجوھرۃ من انکفر مع عدم قبول التوبۃ علی فرض وجودہ فی الجوھرۃ باطل لا صل لہ ولا یجوز العمل بہ وقد مر انہ اذا کان فی المسئلۃ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ فعلی المفتی ان یمیل الی عدم التکفیر فکیف یمیل ھھنا الی التکفیر المخالف للاجماع فضلا عن میلہ الی قتلہ وان تاب وقد مر ایضا ان المذھب قبول توبۃ ساب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فکیف سب الشیخین والعجب من صاحب البحر حیث تساھل غایۃ التساھل فی الافتاء بقتلہ

مؤلف ردالمحتار حاشیہ درمختار و مصنف درمختار نے کہیں اہل ہوا کو کافر نہیں لکھا بلکہ باب الحیض میں لکھا ہے

لا یفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ کسی مسلمان کی تکفیر کا فتویٰ نہ دیا جائے جس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ روایت ضعیف ہو اور دوسری جگہ لکھا ہے اذا کان فی المسئلۃ وجوہ یوجب الکفر واحد یمنعہ فعلی المفتی المیل الی ما یمنعہ جب کسی میں متعدد وجوہ کفر ہوں اور ایک وجہ مانع عن الکفر ہو تو مفتی کے لئے لازم ہے کہ مانع عن الکفر

پر فتویٰ دے تعجب ہے صاحب علم سے کہ باوجود ان دلائل قویہ مائل باسلام دلیل ضعیف کو ترجیح دیکر کفر ثابت کرے اور یہاں تک حکم دیوے کہ توبہ بھی اس کی قبول نہیں بلکہ قتل اس کی توبہ ہے۔ ظاہر ہے کہ گویا سب علما کے قول کا انکار ہے درمختار میں لکھا ہے منکر الاجماع کافر، اجماع کا منکر کافر ہے اور تمہید ابوالشکور سلمی میں لکھا ہے من قال للمومن یا کافر او شہد بالکفر علی مومن فانہ یصیر کافرا وروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من شہد علی امتی بالکفر فہو اولی بہ جس شخص نے مومن سے کہا اے کافر یا مومن پر کفر کی شہادت دی وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے میری امت پر کفر کی شہادت دی وہ خود اس کا مستحق ہوگا۔ اہل ہوا جو تہتر فرقے میں داخل ہیں۔ اس واسطے جو حدیث شریف تفرق امت میں وارد ہوتی ہے اس میں لفظ امتی ہے امت حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا شمار اس میں داخل کرکے نہیں فرمایا تھا ان کے واسطے اور حدیث ہے۔

انہ قال صلی اللہ علیہ وسلم ان بنی اسرائیل تفرقت بعد موسیٰ علی احدی وسبعین فرقۃ وبعد عیسیٰ علی اثنین وسبعین فرقۃ وستفرق امتی من بعدی ثلثۃ وسبعون فرقۃ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں منقسم ہو گئے اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بہتر فرقوں میں اور میری امت میرے بعد تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

اگر سب فرقے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مع اصناف کفار کے شمار کرینگے تو تہتر فرقے کیونکر ہوں گے پس اگرچہ کفار بھی امت دعوت ہیں پس معلوم ہوا کہ مراد امت سے امت اجابت ہے، جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔

المراد بالامۃ من یجمعھم دائرۃ الدعوۃ من اھل القبلۃ لانہ اضافھم الی نفسہ واکثر ما ورد فی الحدیث علی ھذا الاسلوب فالمراد اھل القبلۃ ولدینا بہ امۃ الدعوۃ فتناول بہ اصناف الکفر فکیف یکون تفریق الامۃ الی ثلث وسبعین

خداوند تعالیٰ غفور رحیم ہے اور تواب ہے اس کی رحمت کا منکر نہ ہونا چاہئے توبہ سب کی قبول ہے۔ اگر پیغمبروں کی جناب میں بے ادبی کی ہو اس کی توبہ بھی قبول ہے۔ چنانچہ رد المحتار حاشیہ درمختار سے معلوم ہوا، صفۃ الرحمۃ لا تتغیر وان تغیر احوال الامۃ یعنی صفت رحمت میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ اگرچہ احوال امت میں تغیر ہو جائے اور نیک کام بھی برائی کو دور کرتے ہیں کقولہ تعالیٰ ان الحسنات یذھبن السیئات نیکیوں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں واللہ اعلم بالصواب المجیب عبداللہ بن افضل العلماء والفضلا، مولانا محمد عبدالرب افاض اللہ علینا من برکاتہ ھو المصوب

واقعی حدیث ستفرق امتی ثلث وسبعون فرقۃ میں مراد امت اجابت ہے کہ عبارت اہل اسلام سے ہے نہ امت دعوت علامہ دوانی شرح عقائد عضدیہ میں لکھتے ہیں ای الامۃ الاجابۃ وھم الذین امنوا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو الظاھر فان اکثر ما ورد فی الحدیث علی ھذا الاسلوب ارید بہ اھل القبلۃ انتہی یعنی امت اجابت وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتی ہو اکثر احادیث میں اس سے مراد اہل قبلہ ہیں اور سب شیخین موجب کفر نہیں ہے ابوالشکور سلمی

تمہید میں لکھتے ہیں:۔

کلام الروافض مختلف فبعضه یکون کفرا، وبعضه لا فلو قال ان علیا کان الٰہا نزل من السماء کفر ولو قال النبوة کانت لعلی وجبریل اخطاء کفر ومنهم من قال ان علیا افضل من رسول الله صلی الله علیه وسلم فهذا کلمة کفر واما الذی یکون بدعة ولا یکون کفرا فهو قولهم ان علیا افضل من الشیخین ومنهم من قال یجب اللعن علی من خالف علیا کعائشة ومعاویة وهذا کله وما شبهه بدعة لیس بکفر لانه صادر عن تاویل انتهی

یعنی اقوال روافض مختلف ہیں بعض کفر ہیں اور بعض نہیں مثلاً اگر کوئی حضرت علی کی الوہیت کا قائل ہو یا یہ کہے کہ نبوت اصل میں علی کے لئے تھی لیکن وحی لانے میں جبریل سے غلطی ہوگئی یا یہ کہے کہ علیؓ حضورؐ سے افضل ہیں تو یہ سب کفر ہے اور اگر علیؓ کو شیخین پر فضیلت دے یا مخالفین علیؓ پر لعنت کو جائز سمجھتا ہو جیسا کہ حضرت عائشہؓ وامیر معاویہ پر تو یہ سب بدعت ہے کفر نہیں۔ اس لئے کہ اس کا مدار صرف تاویل پر ہے

اور مولانا عبدالعلی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں الصحیح عند الحنفیة بان الروافض لیسوا بکفار والوجه فیه ان منهبهم اوقعهم فیما وقعوا عما منهم ومنهم علی الدین المحمدی وان کان زعمهم هذا باطلا وما کذبوا محمدا صلی الله علیه وسلم فی زعمهم فهم غیر ملتزمین بالکفر والتزام الکفر کفر دون لزومه انتهی ملخصا۔

روافض کا کافر نہ ہونا ثابت ہوا۔ ان کی توبہ قبول ہونے میں شک نہیں رہا اور اگر بالفرض والتقدیر روافض کافر ہوں۔ اس صورت میں بھی ان کی توبہ قبول نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ مقام غور ہے کہ جو شخص مشرک ہو اور اللہ جل شانہ کا شریک بناتا ہو اگر وہ توبہ کرلے قبول ہو جاوے کیا روافض مشرک سے بدتر ہوگئے کہ توبہ ان کی قبول نہ ہوگی اور صاحب بحر نے جوہرہ سے جو مسئلہ عدم قبول توبۂ روافض کا نقل کیا ہے وہ غلط ہے قابل التفات نہیں کیونکہ مخالف ہے نصوص قرآنیہ کے قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعًا اِنَّہ ھو الغفور الرحیم یعنی اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے بلاشک وہ غفور الرحیم ہے واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب۔ محمد عبدالحی ابوالحسنات

فی الواقع حدیث افتراق امت میں ناری سے مراد مسلمین فاسقین ہیں کہ شامت عصیان سے دوزخ میں جاویں گے اور اور روافض حضرات شیخین کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں اور اسی طرح سب اہل ہوا کافر نہیں ہیں اور توبہ ان کی قبول ہے

فی المسایرة اِنَّ قول ابی حنیفة رح انه لا یکفر احد منهم وفی شرحها ان عدم التکفیر هو المنقول عن جمهور المتکلمین والفقهاء وان الشیخ الاشعری قال ان الاسلام یعمهم یعنے امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی کافر نہیں اور جمہور متکلمین وفقہا سے یہی منقول ہے شیخ اشعری نے کہا اسلام سب کو محیط ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ومنه الهدایة وحسن الثواب

حررہ ابوالاحیاء محمد نعیم غفر اللہ العلی الرب الحکیم

مثیل آنحضرت صلی اللہ علیہ کا عقیدہ

سوال (۲۰)۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع مبین اس میں کہ ایک شخص دعوی کرتا ہے اس بات کا کہ چھ مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود اور متحقق ہیں اور مثل سے یہ غرض رکھتا ہے کہ شریک حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کے جمیع صفات اور ماہیت میں اور پیش کرتا ہے قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کتاب درمنثور سے ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم وموسیٰ کموسکم وعیسیٰ کعیسکم ونبی کنبیکم یعنی اللہ نے سات زمینیں پیدا کیں۔ ہر زمین میں تمہارے آدم جیسا آدم ہے نوح جیسا نوح ابراہیم جیسا ابراہیم اور موسیٰ جیسا موسیٰ عیسی کی طرح عیسیٰ اور تمہارے نبی جیسا نبی آیا۔ یہ قول اس کا یعنی موجود ومتحقق ہونا امثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم میں بمعنی مذکور کے حق ہے یا باطل اور یہ عقیدہ صحیح ہے یا خلاف اہل سنت والجماعت کے اور دلیل میں جو حدیث پیش کرتا ہے اس کا کیا حال ہے اس سے یہ عقیدہ ثابت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب:۔ اولاً جاننا چاہیئے کہ حدیث مذکور صحیح السند اور معتبر ہے ارباب تحقیق نے اس کی توثیق کی ہے حافظ جلال الدین تخریج احادیث شرح مواقف میں لکھتے ہیں:۔

روی الحاکم فی مستدرکہ عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالیٰ اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیم وعیسیٰ کعیسیٰ وقال صحیح انتہی

حضرت ابن عباس رضؓ سے اللہ الذی خلق الآیۃ کی تفسیر میں منقول ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں تمہارے نبی جیسا نبی ہے آدم جیسا آدم، نوح جیسا نوح اور ابراہیم جیسا ابراہیم اور عیسیٰ جیسا عیسیٰ یہ روایت صحیح ہے

اور علامہ بدرالدین شبلی حنفی امام المرجان فی احکام الجان میں لکھتے ہیں:۔

قال الحاکم حدثنا احمد بن یعقوب الثقفی حدثنا عبید ۃ حدثنا علی بن حکیم حدثنا شریک عن عطاء عن ابی الضحیٰ عن ابن عباسؓ قال ومن الارض مثلھن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدمکم ونوح کنوح وابراھیم کابراھیم وعیسیٰ کعیسیٰ قال شیخنا الذھبی اسنادہ حسن قلت اولہ شاھد قال الحاکم حدثنا عبد اللہ بن الحسن حدثنا ابراھیم بن الحسین حدثنا آدم حدثنا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ

حضرت ابن عباس رضؓ سے ومن الارض مثلھن کی تفسیر میں منقول ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں تمہارے نبی جیسا نبی اور آدم جیسا آدم نوح جیسا نوح ابراہیم جیسا ابراہیم عیسیٰ جیسا عیسیٰ ہے شیخ ذہبی نے کہا اس روایت کی سند حسن ہے۔ حاکم نے کہا استشہاد اول روایت میں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے خلق سبع سموات الآیۃ کی تفسیر میں منقول ہے کہ ہر زمین میں ابراہیم جیسا ابراہیم ہے۔ امام ذہبی نے کہا یہ روایت علی شرط الشیخین ہے۔

خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن قال فی کل ارض نحو ابراہیم

قال شیخنا الذہبی ھذا حدیث علی شرط البخاری والمسلم انتہی

وثانیاً سمجھنا چاہیئے کہ زمین کے سات طبقات کا جداگانہ ہونا اور اس میں مخلوقات الٰہی کا موجود ہونا چند احادیث سے ثابت ہے اور مذہب محققین کا بھی یہی ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:۔

قال الداؤدی فی قولہ تعالیٰ ومن الارض مثلھن لاتدل علی ان الارضین بعضہا فوق بعض ونقل عن بعض المتکلمین ان المثلیۃ فی العدد خاصۃ وان السبع متجاورۃ وحکی ابن التین عن بعضھم ان الارض واحدۃ قال ھو مردود بالقرآن والسنۃ قلت لعلہ القول بالتجاوز والا فیصرحا فی المخالفۃ ویدل للقول الظاہر مارواہ ابن جریر من طرق شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ومن الارض مثلھن قال فی کل ارض مثل ابراھیم ونحوما علی الارض من الخلق ھکذا اخرجہ مختصراً واسنادہ صحیح واخرجہ الحاکم والبیہقی من طریق عطاء عن ابی الضحیٰ مطولاً واول سبعین ارضاً فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوح وابراھیم کابراھیم وعیسیٰ کعیسیٰ ونبی کنبیکم قال البیہقی اسنادہ صحیح الا انہ شاذ وظاہر قولہ تعالیٰ ومن الارض مثلھن یرد علی اھل الھیئۃ فی قولھم ان لا مسافۃ بین کل ارض وارض وقد روی احمد والترمذی من حدیث ابی ھریرۃ مرفوعاً ان بین کل سماء خمس مائۃ عام وان بین کل ارض وارض خمسمائۃ عام واخرجہ اسحاق بن راھویہ والبزاری حدیث ابی ذر نحوہ انتہی ملخصاً

داؤدی نے کہا ومن الارض مثلھن سے معلوم ہوتا ہے کہ زمینیں آپس میں متصل ہیں اور بعض متکلمین کا قول ہے کہ مثلھن سے مثلیت فی العدد مراد ہے اور سات زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ مجاور ہیں بواسطہ ابن التین بعض متکلمین سے منقول ہے کہ زمین ایک ہے لیکن یہ قول قرآن وحدیث سے مردود ہے میں کہتا ہوں شاید تجاوز عن الحد کی وجہ سے ایسا کہا ہو ورنہ تو یہ صریح مخالف ہے اور اس قول ظاہر پر ابن عباسؓ کی اس آیت کی تفسیر دلالت کررہی ہے کہ ہر زمین میں مثل ابراہیم ہے اور اسیطرح ہر زمین پر مخلوق ہے نیز حاکم اور بیہقی سے روایت ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں تمہارے آدم جیسا آدم نوح جیسا نوح ابراہیم جیسا ابراہیم عیسیٰ جیسا عیسےٰ تمہارے نبی جیسا نبی ہے اس روایت کا اسناد صحیح ہے لیکن شاذ ہے اور ومن الارض مثلھن سے اہل ہیئت پر اعتراض وارد ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ زمینوں کے درمیان کوئی مسافت نہیں حالانکہ مرفوع روایت میں ہے کہ ہر آسمان کے درمیان پانچ سو سال اسی طرح ہر زمین کے درمیان پانچسو سال کا فاصلہ ہے۔

اور علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی حاشیۂ تفسیر بیضاوی میں لکھتے ہیں الذی تعتقدہ ان الارض سبع کالسموات ولہامکان من خلقہ یعلمہم اللہ انتہی یعنی زمینوں کا سات ہونا اور ان پر مخلوق کا ہونا اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے اور سلیمان جمل حاشیہ جلالین

میں لکھتے ہیں :-

ذکر اللہ تعالیٰ ان السموات سبع طبقات ولم یأت الارض فی التنزیل عدد صریح لا یحتمل التاویل الا قوله تعالیٰ ومن الارض مثلهن وقد اختلف فیه ای فی العدد دلالت الکیفیة والصفة مختلفة بالمشاهدة والاخبار فتعین العدد فیحتمل مثلهن ای فی الغلظ وما بینهن وقیل هی سبع الا انه لم یفتق بعضها عن بعض قال الماوردی والصحیح هو الاول وانها سبع کالسموات انتهی

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تعداد قرآن میں صراحتاً بیان فرمائی لیکن زمین کی تعداد کے لئے کوئی عدد ذکر نہیں فرمایا بجز من الارض مثلهن کے اسی لئے اختلاف ہوا بعض کے نزدیک مثل فی العدد مراد ہے۔ اس لئے کیفیت وصفت مشاہدہ اور خبر سے مختلف ہے لہٰذا عدد ہی متعین ہوا اور بعض کے نزدیک حجم میں مماثلث مراد ہے اور بعض نے کہا سات ہیں لیکن ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ علامہ ماوردی نے کہا صحیح قول اول یعنی سات زمینیں ہیں -

اور ثعلبی عرائس میں تحریر کرتے ہیں :-

روی عن عبد اللہ بن عمر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه قال بین کل ارض الی التی تلیها مسیرة خمس مائة عام وهی سبع طبقات الارض الثانیة سجن الریح ومنها یخرج الریاح المختلفة وفی الارض الثالثة خلق وجوههم کوجوه بنی آدم وافواههم کافواه الکلاب وایدیهم کایدی الانس وارجلهم کارجل البقر واذانهم کاذان البقر واشعارهم کصوف الضان لا یعصون اللہ طرفة عین نهارهم لیلنا ونهارنا لیلهم والارض الرابعة فیها حجارة الکبریت التی وعدها اللہ لاهل النار تسجر بها جهنم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیده ان فیها اودیة من کبریت لو ارسل اللہ فیها الجبال الرواسی لماعت والارض الخامسة فیها عقارب اهل النار والسادسة فیها دواوین اهل النار واعمالهم واسمها سجین والسابعة مسکن ابلیس وجنوده انتهی ملخصا

عبداللہ بن عمر سے حضور کا قول منقول ہے کہ ایک زمین سے دوسری تک پانچسو سال کی مسافت ہے اور زمین کے سات طبقات ہیں۔ دوسرا طبقہ زمین کا ہوا کا مخزن ہے اسی سے مختلف ہوائیں نکلتی ہیں اور تیسری زمین پر ایک مخلوق ہے جن کے چہرے آدمیوں جیسے اور منہ کتوں کی طرح اور ہاتھ انسانوں کی طرح اور پاؤں اور کان بیلوں کی طرح اور بال بھیڑوں جیسے ہیں وہ کسی وقت اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے ہماری رات ان کے لئے دن اور ان کا دن ہمارے لئے رات ہوتا ہے اور چوتھی زمین میں آگ کے پتھر ہیں جن کا وعدہ جہنمیوں سے کیا گیا ہے اسی سے جہنم کی آگ تیز کی جائے گی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس میں کبریت کی وادیاں ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس میں سخت پہاڑوں کو ڈالدیں تو نیست ونابود ہوجائیں اور پانچویں زمین میں جہنمیوں کے لئے بچھو ہیں اور چھٹی زمین اہل نار کے رجسٹر اور ان کے اعمال ہیں جسکا نام سجین ہے اور ساتویں زمین میں شیطان

اور اس کے متبعین کا ٹھکانا ہے

اور فاضل محمد بن احمد ایاس حنفی بدائع الدہور فی وقائع الدہور میں لکھتے ہیں :-

قال وهب بن منبه لما خلق الله الارض كانت طبقة واحدة ففتقها فصيرها سبعا كما فعل فى السموات وجعل بين الطبقة والطبقة مسيرة خمس مائة عام وهو قوله تعالى ففتقناهما وجعلها سبعًا فكان اسم الطبقة العليا اديما والثانية بسيطا والثالثة ثقيلا والرابعة بطحا والخامسة جنبا والسادسة ماسكة والسابعة الثرى وسكان الارض الثانية امم يقال لهم الطمس وطعامهم من لحومهم وشرابهم من دمهم والطبقة الثالثة سكانها امم وجوههم كوجوه بنى آدم وافواههم كافواه الكلاب وايديهم كايدى بنى آدم وارجلهم كارجل البقر وعلى ابدانهم شعر كصوف الغنم وهولهم ثياب والطبقة الرابعة سكانها لهم يقال لهم الحلهام ليس لهم اعين ولا اقدام بل لهم اجنحة كاجنحة القطا والخامسة سكانها امم يقال لهم المتوم وهم سود الابدان ولهم مخاليب كمخاليب السباع ويقال ان الله تعالى يسلطهم على ياجوج وماجوج حين يخرجون فيهلكهم والطبقة السابعة فيها مسكن ابليس وجنوده من المراة والشاطين انتهى ملخصا

وہب بن منبہ نے کہا اولاً اللہ تعالیٰ نے زمین کو صرف ایک طبقہ بنایا تھا لیکن بعد میں اس کو سات میں منقسم کر دیا جیسا کہ آسمانوں میں کیا اور ہر دو طبقہ کے درمیان پانچسو سال کی مسافت مقرر کر دی ارشاد باری تعالیٰ ففتقناہما سے یہی مراد ہے طبقہ علیا کا نام ادیم دوسرے طبقہ کا نام بسیط تیسرے کا نام ثقیل چوتھے کا نام بطح پانچویں کا نام جنبا اور چھٹے کا نام ماسکہ ساتویں کا نام الثری ہے طبقہ ثانیہ میں ایک مخلوق ہے جسکو طمس کہا جاتا ہے ان کے جسم کے گوشت و خون ہی ان کا کھانا پینا ہے تیسرے طبقہ کے لوگ ان کے چہرے انسانوں جیسے اور ان کے منہ کتوں کیطرح ان کے آدمیوں کی طرح اور ان کے پاؤں بیلوں کی طرح ان کے جسموں پر بکریوں کی طرح بال ہیں۔ وہی ان کیلئے لباس ہے اور چوتھے طبقہ کے لوگ ان کو حلہام کہا جاتا ہے نہ ان کی آنکھیں اور نہ قدم ہیں بلکہ قطا پرندہ کیطرح پر ہیں اور پانچویں طبقہ کے لوگ ان کو متوم کہا جاتا ہے انکے جسم سیاہ ہیں درندوں کی طرح ان کے پنجے ہیں مشہور یہ ہے کہ یاجوج وماجوج کی ہلاکت کے لئے اللہ تعالیٰ ان کو مسلط کریگا اور ساتواں طبقہ اس میں ابلیس اور اس کے متبعین سرکش شیاطین رہتے ہیں۔

ثالثاً معلوم کرنا چاہیئے کہ جملہ طبقات باقیہ میں انبیاء کا ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث مذکور کہ صحیح ہے دلالت کرتی ہے اور قرآن پاک میں ہے ولكل قوم هاد یعنی ہر قوم کے واسطے ہادی مبعوث ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم کے واسطے ایک رہنما مقرر ہوا ہے پس ہرگاہ طبقات باقیہ میں وجود مخلوقات الٰہی کا ثابت ہے اور کوئی مخلوق حق تعالیٰ نے مہمل نہیں چھوڑی گئی لابد ہے وہاں بھی کوئی رہنما ہوں گے اور علامہ جلال الدین محلی کی تفسیر سے یہ بھی بات ثابت ہے کہ حضرت جبریل طبقات باقیہ میں وحی سے جاتے تھے۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں الله الذى خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن یعنی سبع ارضین يتنزل الامر

الوحی بینھن بین السموات والارض یتنزل بہ جبریل من السماء السابعۃ الی الارض السابعۃ یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اور اسی طرح سات زمینیں بنائیں۔ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان وحی نازل ہوتی ہے یعنی جبریل امین ساتویں آسمان سے ساتویں زمین کی طرف وحی لاتے ہیں۔ ہرگاہ یہ تین امر ذہن نشین ہو گئے۔ اب سمجھنا چاہیئے لفظ نبی کنبیکم سے اگرچہ ایک ایک نبی کا خاتم النبیین ہونا طبقات باقیہ میں ثابت لیکن اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ کلام عرب میں کاف تشبیہ کے واسطے مستعمل ہے اور تشبیہ میں لازم نہیں ہے کہ مشبہ بہ مثل یا اقوی ہو مشبہ سے بلکہ کبھی تشبیہ ناقص کے ساتھ مجرد تفہیم کے واسطے ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتا ہے اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے نور کو تشبیہ دی ہے ساتھ نور مشکوٰۃ کے اور پھر ظاہر ہے کہ نور الٰہی بدرجہا اس نور سے اعلیٰ و احسن ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک، پس لفظ نبی کنبیکم سے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہے کہ خاتم الانبیا طبقات باقیہ کا مثل خاتم الانبیاء اس طبقہ کے ہے بلکہ تشبیہ فقط تعلیم و تفہیم کے واسطے ہے اس غرض سے جس طرح ایک خاتم الرسل اس طبقہ میں ہے۔ اسی طرح سے ایک ایک خاتم ہر طبقہ میں ہے نہ یہ کہ وہ خاتم مثل اس خاتم کے ہے بلکہ اگر غور کیا جاوے تو اسی حدیث سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ خاتم مثل ہمارے خاتم الانبیا کے نہیں ہے۔ کیونکہ اسی حدیث میں لفظ آدم کادکم بھی وارد ہے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات طبقات باقیہ کی اولاد ہمارے آدم کی نہیں ہے بلکہ دوسرے آدم کی ہے اور تمام کتب عقائد میں یہ امر مصرح ہوتا ہے کہ اولاد آدم اس عالم تمام مخلوقات سے حتی کہ ملائکہ سے بھی فضل ہے اور آیۃ ولقد کرمنا بنی آدم سے یہ امر مفہوم ہوتا ہے۔ کیونکہ تمام مفسرین اور علماء کا اتفاق ہے اس امر پر کہ مراد آدم سے اس آیت میں ہمارے آدم ہیں نہ آدم طبقات باقیہ بلکہ تمام انبیا کہ قرآن و حدیث صحیح میں وارد ہے انا سید ولد آدم ولا فخر یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں اور دوسری حدیث میں وارد ہے انا اکرم الاولین والآخرین یعنی میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ معزز ہوں اب یہاں سے دو مقدمے ممہد ہوئے اول یہ کہ ہمارے خاتم الانبیا تمام اولاد آدم سے فضل ہیں۔ دوسرا یہ کہ اولاد آدم اس عالم کی تمام مخلوقات سے افضل ہیں بعد ترکیب ان دونوں مقدموں کے نتیجہ یہ نکلا ہمارے خاتم الانبیاء افضل ہیں تمام مخلوقات سے پس مماثلت خاتم الانبیا طبقات بقیہ کے ساتھ ہمارے خاتم الانبیاء کے کیسی ثابت ہوگی۔ علاوہ یہ ہے کہ مماثلت میں اتحاد ماہیت و اتحاد قسم ضرور ہے اسی واسطے انسان انسان کے مماثل کہلاتا ہے اور انسان جن یا فرشتہ کے مماثل نہیں کہلاتا اور عبارت بدائع الدھور وغیرہ سے جو سابقہ منقول ہوئی، معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات طبقات باقیہ اس مخلوقات کی صنف سے نہیں ہیں اور یہ امر نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ نبی ہر قوم کا اسی قوم کی صنف سے ہوتا ہے تا امت اس کے ساتھ ارتباط پیدا کرے اور اس کی متابعت کرے۔ اسی واسطے بنی آدم پر کوئی نبی از قسم جن یا از قسم ملائک مبعوث نہیں۔ پس ضروری ہے کہ انبیا مخلوقات طبقات باقیہ انہی کی صنف سے اور انہی کی جنس سے ہوں گے اور ہمارے خاتم الانبیاء ہماری جنس سے ہیں پس دونوں خاتم میں مماثلت کہ عبارت ہے اتحاد صنف و صفات سے کیونکر ہوگی اس قدر میں دونوں شریک ہیں کہ ہمارے نبی خاتم الانبیا اس طبقہ کے ہوئے اور طبقات بقیہ کے خاتم اپنے اپنے طبقات کے خاتم

ہوئے لیکن مجرد اس شرکت سے مماثلت کا اطلاق درست نہیں ہے الحاصل حدیث مذکور صحیح ہے اور موجود ہونا امثال خاتم الانبیاء کا اور افضل مخلوق از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطل ہے اور اس حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ عدم مماثلت اس سے ثابت ہے مقام افسوس و تعجب ہے کہ از زمان وجود نبوی تا ایں جزو زمان مدت قریب تیرہ سو کے گذری مگر کسی کے خیال مبارک میں موجود ہونا امثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ آیا، آیا تو اس صاحب عقیدہ کی خاطر عاطر میں آیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لقد صدق رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم بدأ الدین غریبًا وسیعود غریبًا یعنی ہمارے پیغمبر نے سچ فرمایا دین اسلام کی ابتداء غربت سے ہوئی اور پھر اسی غربت کی طرف لوٹ جائیگا نازم برین عقل و دانش اگر شیوع جہل کی یہی کیفیت رہی تو دیکھنا چاہیئے کہ کیسے کیسے عقائد فاسدہ احادیث صحیحہ سے افہام ناقصہ مستنبط کریں گے اور کیا کیا فساد اس عالم میں برپا کریں گے والی اللہ المشتکی والیہ البدء والیہ الرجعی ہذا ماخطر بالبال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی

خلق کی ابتداء کیسے ہوئی

سوال (۲۱) کیا فرماتے ہیں علماء محققین اس مسئلہ میں کہ بموجب ارشاد باری تعالیٰ فالق الحب والنوی اللہ تعالیٰ نے نباتات کو بواسطہ تخم پیدا کیا یا بموجب آیہ کریمہ وھو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ نبات کل شیٔ فاخرجنا منہ خضرا نخرج منہ حبا متراکبا۔ اشجار و نباتات کو بلا واسطہ تخم پیدا کیا اس کے بعد بقاء نوع نباتات کے لئے تخم پیدا فرمایا۔ جیسا کہ اولاد آدم علیہ السلام کو بغیر نطفہ کے پیدا فرمایا۔ اس کے بعد بقاء نوع انسانی کے لئے نطفہ پیدا فرمایا، خلق کے لحاظ سے مقدم و مؤخر کیا چیز ہے براہ کرم دلائل عقلیہ و نقلیہ سے جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

جواب:- ظاہر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً اشجار و نباتات کو پیدا فرمایا۔

اخرج احمد والبخاری فی التاریخ ومسلم والنسائی والبیہقی وغیرھم عن ابی ھریرۃ قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی فقال خلق اللہ التراب یوم السبت وخلق فیہا الجبال یوم الاحد وخلق الشجر یوم الاثنین وخلق المکروہ یوم الثلاثاء وخلق النور یوم الاربعاء وبث فیہا الدواب یوم الخمیس وخلق آدم یوم الجمعۃ بعد العصر واخرج البزار والطبرانی وابن مردویہ والبیہقی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ احاط حائط الجنۃ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز مٹی کو پیدا فرمایا اور اتوار کے دن پہاڑ پیدا فرمائے اور پیر کو درخت اور منگل کو مکروہ اشیاء، اور بدھ کو نور پیدا کیا اور جمعرات کو حیوانات اور جمعہ کو عصر کے بعد آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سونے اور چاندی کی اینٹوں سے جنت کا احاطہ کیا۔ پھر اس میں نہریں نکالیں پھر درخت لگائے جب ملائکہ نے یہ منظر دیکھا تو کہا ساکنین کے لئے کیا عمدہ

لبنة من ذهب ولبنة من فضة ثم شق فيها الا نهار ثم غرس فيها الاشجار قد نظرت اليها الملائكة قال هو لمنازل الملوك — منزلیں ہیں۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم
محمد عبدالحی ابوالحسنات

صح الجواب، واللہ علیم، ابوالاحیا محمد نعیم عفی عنہ

مستوی علی العرش کا عقیدہ

سوال (۲۲) کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ذات باری تعالیٰ کو فقط عرش ہی پر سمجھے یعنی موجود سمجھے یا مستقر سمجھے یا جو کچھ جانیں اور ماسوی فوق العرش کوئی چیز کو مخلوقات الٰہی سے بذات باری تعالیٰ محیط نہ جاننا بلکہ یہ کہنا کہ فقط علم الٰہی ساری اشیاء کو محیط ہے اور ذات اس کی فقط عرش ہی پر ہے اور دوسری جگہ نہیں یہ عقیدہ اہل سنت کا ہے یا نہیں اور جو معتقد اس عقیدہ کا ہو نماز پیچھے اس کے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں نیز یہ عقیدہ حنابلہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کیا حنابلہ کا یہ عقیدہ ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ذات پروردگار کو عرش پر سمجھنا بدون بیان کیفیت استواء، اور اس کے علم کو محیط تمام عالم سمجھنا اور آیات معیت و قرب وغیرہ کو قرب و معیت علمی پر حمل کرنا مذہب اہل سنت کا ہے اور معتقد اس مذہب کے پیچھے نماز درست ہے بلا کراہت شرح حکمت نبویہ میں ہے:۔

نعتقد بانه على العرش مستو عليه استواء منزها عن التمكن والاستقرار وانه فوق العرش ومع ذلك هو قريب من كل موجود وهو اقرب من حبل الوريد ولا يماثل قربه قرب الاجسام انتهى

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے لیکن عرش پر استقرار اور بیٹھنے سے پاک ہے۔ اس کے باوجود شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور اس کا قرب اجسام کے قرب کی طرح نہیں۔

اور سیر النبلاء میں ہے قال اسحٰق بن راھویہ اجمع اہل العلم علی انّہ تعالیٰ علی العرش استوی وھو یعلم کل شئ فی اسفل الارض السابعۃ انتہی

اور جامع ترمذی میں بعد ذکر حدیث

لو انكم دليتم بحبل الى الارض السفلى لهبط على الله ثم قرء رسول الله صلى الله عليه وسلم هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم مرقوم ہے قرآة الآية تدل على انه اراد بهبط على الله على علم الله

اگر تم کو رسی کے ساتھ سب سے نیچے والی زمین کی طرف لٹکایا جائے تو یقیناً اللہ پر جا کر گرو گے اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ھو الاول الآیہ اس آیت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پر واقع ہونے سے مراد اللہ کے

وقدرته وسلطانه وعلم الله فی کل مکان وهو علی العرش کما وصف نفسه فی کتابه انتهی

علم وقدرت پر واقع ہونا مراد ہے - باوجود عرش پر ہونے کے اللہ کا علم ہر مکان کو محیط ہے -

اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ مذہب حنابلہ کا ہے غلط ہے بلکہ یہ مذہب جمہور محققین حنفیہ وشافعیہ وحنابلہ ومالکیہ ومحدثین وغیرہم کا ہے البتہ بعض حنابلہ استواء مع بیان الکیفیۃ کے قائل ہو گئے ہیں اور استقرار پروردگار کو مثل استقرار مخلوقات کے سمجھتے ہیں - یہ مذہب مردود ہے والتفصیل یستدعی بسطا البسیط وفیما ذکرناہ کفایۃ، واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

استواء علی العرش کا عقیدہ

سوال (۲۳) ساکنان پیام پٹنہ از اہل سنت والجماعت از جناب فیض مآب حضرت مولوی عبدالقادر صاحب دام فیضہم خدا تعالیٰ عرش کے اوپر ہے اس کا اعتقاد رکھنا اس کے تنزیہ کے ساتھ یعنی اس کا عرش کے اوپر رہنا ایک جسم کا ایک جسم کے اوپر رہنے کے مانند نہیں اور عرش اس کا مکان وحامل نہیں اور وہ اللہ اس پر متمکن ومتصل نہیں بلکہ جو کچھ کیفیت ہمارے ذہن وتصور میں آوے اس سے بھی منزہ ہے پس اس طرح اعتقاد رکھنا صحیح وحق ہے یا نہیں اور یہ بات عقائد کی کتابوں میں اہل سنت والجماعت کے ہے یا نہیں اور یہی اعتقاد سلف کا یعنی صحابہ وتابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین وغیرہم کا ہے یا نہیں اور دلائل اس اعتقاد کے محکمات سے ہیں یا متشابہات سے اور اس اعتقاد سے جہت جس سے متکلمین نے تنزیہ ذات کی ہے ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور قرب اور معیت اس کی ہمارے ساتھ ذاتی ہے یا علمی وغیرہ بینوا توجروا۔

جواب :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، مجیب باحسن الجواب بعون اللہ الملہم الحق والصواب، اعتقاد رکھنا اس طرح پر کہ خدا تعالیٰ اپنی ذات سے عرش کے اوپر ہے تنزیہ مذکور کے ساتھ صحیح وحق ہے کیونکہ یہ بات قرآن وحدیث واجماع سلف سے ثابت ہے اور عقائد کی کتابوں میں اہل سنت والجماعت کی موجود اور سلف صالحین یعنی تابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کا بھی یہی اعتقاد تھا اب چند دلائل اس کے بطور مشتے نمونہ از خروارے مذکور ہوتے ہیں :-

روی ابوداؤد فی سننه عن جبیر بن مطعم قال اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم اعرابی فقال یا رسول الله جهدت الانفس وضاعت العیال وهلکت الاموال وهلکت الانعام فاستسق الله لنا فانا نستشفع بک علی الله ونستشفع بالله علیک قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ویحک اتدری ماتقول وسبح رسول الله صلی الله علیه

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ہماری جانیں اور ہمارے عیال نہایت تکلیف میں مبتلا ہیں اور ہمارے اموال ختم اور جانور ہلاک ہو رہے ہیں آپ اللہ سے ہمارے لئے بارش کی درخواست کریں - ہم آپ کو اللہ کے سامنے شفیع بناتے ہیں اور اللہ کو آپ کے سامنے - حضورؐ نے فرمایا ارے کیا کہہ رہا ہے ہوش

وسلم فما زال یسبح حتی عرف ذلك فی وجوہ اصحابه ثم قال ویحك انه لا یستشفع باللہ علی احد من خلقه شان اللہ اعظم من ذلك ویحك اتدری باللہ ان عرشه علی سمواته هکذا وقال باصابعه مثل القبة علیه وانه لیئط به اطیط الرحل بالراکب

قال ابن بشار فی حدیثه ان اللہ فوق عرشه وعرشه فوق سمواته وساق الحدیث انتهی وحدیث ابن بشار حدیث حسن کما قال الامام الذهبی فی کتاب العرش والعلو رواه ابوداؤد فی الرد علی الجهمیة باسناد حسن عنده من حدیث محمد بن بشار نقله صاحب الانهار وقال وقد اخرجه البخاری فی رسالة خلق افعال العباد ولفظه ان اللہ علی عرشه فوق سمواته وسمواته فوق ارضه مثل القبة انتهی وعن عباس بن عبد المطلب قال کنت فی البطحاء فی عصابة فیهم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فمرت بهم سحابة فنظر الیها فقال ما تسمون هذه قالوا السحاب قال والمزن قالوا والمزن قال والعنان قالوا والعنان الحدیث وفی آخر الحدیث ذکر العرش ثم اللہ تعالی فوق ذالك رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب انتهی

وقال الذهبی فی کتاب العرش والعلو رواه ابوداؤد باسناد حسن وفوق الحسن انتهی وروی الامام البغوی هذا الحدیث فی تفسیر سورة الحاقة باسناده عن عباس بن المطلب وزاد بعد قوله واللہ تعالی فوق ذلك ولیس یخفی علیه من اعمال بنی آدم شیئ انتهی - ویؤیده ما

سنبھال اس کے بعد حضور کافی دیر تک تسبیح میں مشغول رہے یہاں تک کہ صحابہ کرام کے چہروں پر اس کا اثر ظاہر ہوا پھر فرمایا اللہ کو مخلوق کے سامنے شفیع بنانا جائز نہیں۔ اس کی ذات اس سے وراء الوراء ہے کیا تو جانتا ہے کہ عرش الٰہی تمام آسمانوں کے اوپر ایسا ہے جیسا کہ قبہ ہوتا ہے آپ نے انگلیوں سے اشارہ فرمایا: اور عرش الٰہی سے ایسی آواز آتی ہے جیسے سواری کی سوار کے چڑھنے سے۔

ابن بشار نے کہا اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر اور اس کا عرش تمام آسمانوں کے اوپر ہے۔ امام ذہبی نے کہا ابن بشار کی روایت حسن ہے اور اسی روایت کو جہمیہ کے رد میں سند حسن کے ساتھ ابن بشار سے ابوداؤد نے روایت کیا اور امام بخاری نے اپنے رسالہ خلق افعال العباد میں یہ جملہ نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے جو تمام آسمانوں کے اوپر ہے اور تمام آسمان زمین کے اوپر ہیں قبہ کی طرح حضرت عباس سے روایت ہے کہ میں وادی بطحا میں ایک جماعت کے ساتھ تھا جس میں حضورؐ بھی موجود تھے ایک بادل دکھائی دیا تو حضورؐ نے فرمایا اس کو کیا کہتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا "سحاب" فرمایا مزن پھر فرمایا عنان اس کا نام ہے لوگوں نے بھی اس کا اعادہ کیا۔ اسی روایت کے آخر میں ہے اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔

امام ذہبی نے کتاب العرش والعلو میں ذکر کیا ابوداؤد نے اس روایت کو حسن بلکہ حسن سے بھی ترجیح دی اور امام بغوی نے سورۃ الحاقہ کی تفسیر میں اس روایت کو نقل کرکے اتنا اضافہ کیا کہ اولاد آدم کے اعمال میں سے کوئی چیز اللہ پر مخفی نہیں اور ابن مسعودؓ کی روایت اس کی مؤید ہے جس میں فرمایا

جاء عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ قال ما بین السماء القصوی والکرسی خمس مائۃ عام وما بین الکرسی والماء کذلک والعرش فوق الماء واللہ فوق العرش لا یخفی علیہ شیٔ من اعمالکم انتہی رواہ البیہقی باسناد صحیح وکذا رواہ ابن المنذر وعبداللہ بن احمد بن حنبل وابو القاسم الطبرانی وغیرھما کما قال الذہبی فی کتاب العرش وھذہ الزیادۃ تؤکد کون وجودہ تعالیٰ فوق العرش کما لا یخفی

سب سے اوپر والے آسمان اور کرسی کے درمیان پانچسو سال کی مسافت ہے اور کرسی اور پانی کے درمیان بھی اتنی ہی مسافت ہے اور عرش پانی پر ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر ہے کوئی عمل اس سے مخفی نہیں۔ بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا اس سے زیادہ یہ بات مؤکد ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔

وعن جابر بن سلیمؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان رجلاً ممن کان قبلکم لیس لہ دین فتنصر فنظر اللہ الیہ من فوق عرشہ فمقتہ فامر الارض فاخذتہ فھو یتجلجل فیھا قال الامام الذہبی فی کتاب العرش رواہ سہیل بن بکار شیخ البخاری عن عبدالسلام بن عجلان عن عبیدۃ التمیمی قال قال ابو احری قال جابر بن سلیم فذکرہ انتہی

جابر بن سلیم نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا تم سے قبل ایک شخص بے دین تھا جو بعد میں نصرانی ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کے اوپر سے اس کی طرف غضب ناک نگاہ کی اور زمین کو اس کے پکڑنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ زمین کے اندر حرکت کر رہا ہے۔

اب تھوڑے سے اقوال کتب عقائد سے لکھتے ہیں۔ امام ابو محمد بن ابی زید مالکی نے اپنے رسالہ میں جو مشتمل عقائد اور فقہ کے مسائل پر ہے لکھا ہے:۔

انہ تعالیٰ فوق عرشہ المجید بذاتہ وانہ فی مکان بعلمہ انتہی قال الامام الذہبی فی کتاب العرش وابن ابی زید من کبار الائمۃ بالمغرب وشہرتہ یغنی عن ذکر فضلہ اجتمع فیہ العقل والدین والورع والعلم وکان نہایتہ فی علم الاصول توفی سنۃ ثلثمائۃ وثلث وثمانون من الہجرۃ فی قیروان

اللہ تعالیٰ بذاتہ عرش مجید پر موجود ہے اور ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ امام ذہبی نے کتاب العرش میں ذکر کیا کہ ابن ابی زید مغرب کے کبار ائمہ سے ہے اس کی شہرت کی وجہ سے اس کا فضل محتاج ذکر نہیں عقل و دین اور تقویٰ کا حامل علم اصول کا ماہر ہے۔ تین سو تراسی ۳۸۳ھ ہجری میں مقام قیروان میں اس کا انتقال ہوا۔

وایضاً قال الذہبی قال الامام عبداللہ ابو اسماعیل الانصاری شیخ الاسلام فی رسالتہ مثل قول ابن ابی زید وقال وقد جاء فی اخبار شتی ان اللہ فوق السماء السابعۃ

امام ذہبی نے کہا کہ امام عبداللہ ابو اسماعیل نے اپنے رسالہ میں ابن ابی زید کی طرح یہی قول نقل کیا اور کہا کہ متعدد اخبار میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان کے اوپر عرش پر

علی العرش بنفسہ وھو ینظر کیف تعملون علمہ وقدرتہ واستماعہ ونظرہ ورحمتہ فی کل مکان انتہی ثم قال الذھبی ابواسماعیل ھذا معروف عند مشائخ الطریقۃ وکان عالمًا بالحدیث صحیحہ وسقیمہ وبآثار السلف وبلغات العرب واختلافہا وتفسیر الکتاب ومعانیہا واقوال المفسرین وباسوال القلوب وکان لہ کرامات معروفۃ توفی سنۃ احدی وثمانین واربعمأۃ ولہ خمس وثمانون سنۃ انتہی

پر قائم ہے اور دیکھ رہا ہے تم کیسے عمل کرتے ہو اس کا علم اور اس کی قدرت و رحمت اس کی نگاہ وسماعت ہر جگہ موجود ہے حافظ ذہبی نے کہا کہ یہی ابواسماعیل مشائخ طریقت کے نزدیک معروف ہیں اور حدیث، قوی وضعیف اور آثار اسلاف اور لغت عرب کے اختلافات اور کتاب اللہ کے معانی اور اس کی تفسیر نیز اقوال مفسرین ان سب امور کے عالم ہیں ان کی کرامات مشہور ہیں۔ سن چار سو اسی میں پچاسی سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

وایضًا قال الامام الاوحد ابوزکریا یحیی بن عمار السجستانی فی رسالتہ لانقول کما قال الجہمیۃ انہ مداخل الامکنۃ وممازج بکل شیٔ ولانعلم این ھو بل ھو بذاتہ علی عرشہ وعلمہ محیط بکل شیٔ وسمعہ وبصرہ وقدرتہ مدرکۃ لکل شیٔ وھو معنی قولہ وھو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر وھو بذاتہ علی عرش کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی قال الذھبی یحیی بن عمار من کبار ائمۃ الہدی جمع بین العلم والروایۃ والزھد توفی سنۃ ثلاثین واربعمائۃ وھو احد شیوخ ابی اسماعیل الانصاری شیخ الاسلام صاحب منازل السائرین والامام ابی نصر السنجری انتہی

امام ابوزکریا سجستانی نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا کہ ہم جہمیہ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ متعدد مقامات میں داخل ہونے والا اور ہر چیز میں حلول کرنے والا ہے یا ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے بلکہ وہ بذاتہ عرش پر ہے اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اس کی قوت سامعہ و باصرہ اور اس کی قدرت ہر چیز کی مدرک ہے اس آیت (وہو معکم اینما کنتم الآیۃ) کا یہی مفہوم ہے اور اللہ عرش پر قائم ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حافظ ذہبی نے کہا یحیی بن عمار کبار آئمۃ میں سے ہیں علم و روایۃ اور زہد کے جامع ہیں شیخ الاسلام ابواسماعیل اور امام ابی نصر سنجری کے شیخ ہیں چار سو تیس ۴۳۰ھ میں انکا انتقال ہوا

وقال صاحب القصائد الامامیہ

وروب العرش فوق العرش لکن بلا وصف التمکن واتصال

قصائد امامیہ کے مصنف نے ذکر کیا اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے لیکن صفت اتصال اور بیٹھنے سے پاک ہے۔

قال الامام الغزالی فی کیمیاء السعادۃ فی بیان اعتقاد اھل السنۃ وھرچہ درعالم است ھمہ زیر عرش است وعرش زیر قدرت او مسخر است وویٰ فوق عرش است

امام غزالی نے کیمیاء سعادت میں اہل سنت کے اعتقاد کے بیان میں ذکر کیا کہ جو کچھ اس عالم میں موجود ہے سب عرش کے نیچے ہے اور عرش قدرت الٰہی کے تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش

چنانکہ جسمے فوق جسمے باشد کہ وی جسم نیست و
عرش حامل و بردارندۂ او نیست بلکہ عرش وحملہ
عرش ہمہ برداشتہ ومحمول لطف وقدرت وی اند
دائم وزہم باقی صفت است کہ درازل بود پیش ازاں
آنکہ عرش را آفریدن انتہی

پر ہے اس طرح نہیں جیسے ایک جسم دوسرے پر ہوتا ہے اسلئے کہ
اللہ کے لئے جسم نہیں ہے اور عرش اس کا متحمل نہیں بلکہ عرش
اور اس کے حاملین صرف اللہ کی قدرت سے اٹھائے ہوئے
ہیں آفرینش عرش سے قبل جس حالت پر تھا اسی حالت پر
اللہ تعالیٰ آج بھی موجود ہے

اب چند اقوال کہ جن سے اجماع ہونا سلف صالحین کا اس اعتقاد پر ثابت ہوتا ہے مذکور ہوتے ہیں

قال الامام ابن حجر العسقلانی فی شرح البخاری
واخرج البیہقی بسند جید عن الامام الاوزاعی قال
کنا والتابعون متوافرون نقول ان اللہ علی عرشہ و
نؤمن بما ورد بہ السنۃ من صفاتہ تعالیٰ انتہی

حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ
امام اوزاعی سے نقل کیا کہ ہم اور سب تابعین کہا کرتے تھے کہ
اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور حدیث میں جو بھی صفات الٰہی وارد
ہیں سب پر ہم یقین رکھتے تھے۔

اقول انما قید کلامہ بالجملۃ الحالیۃ ای والتابعون
متوافرون لئلا یتوہم ان ہذہ العقیدۃ حدثت فیہم
فاذا ثبت بہذا القول ان ہذہ العقیدۃ عقیدۃ التابعین
وتبع التابعین ولم یثبت اختلافہم فیہا ثبت انہا عقیدۃ
الصحابۃ ایضا لانہم کانوا آخذین من الصحابۃ دینہم
من العقائد والاعمال فحصل الاجماع واصرح من ذلک
ما قالہ عثمان بن سعید الدارمی فی کتاب النقض علی بشر
المریسی قد اتفقت الکلمۃ من المسلمین ان اللہ تعالیٰ فوق
عرشہ وعرشہ فوق سمواتہ انتہی نقلہ الامام الذہبی
فی کتاب العرش وقال عثمان بن سعید الدارمی احد الائمۃ
والحفاظ من اہل المشرق وقال فیہ البخاری ما رأیت مثل
عثمان بن سعید الدارمی انتہی وقال الامام ابو عبد اللہ
بن بطۃ العبد کما فی کتاب الابانۃ قد اجمع المسلمون من
الصحابۃ والتابعین ان اللہ علی عرشہ فوق سمواتہ
بائن من خلقہ انتہی قال الذہبی بعد نقلہ ابن بطۃ

امام اوزاعی نے اپنے کلام کو والتابعون متوافرون کے
جملہ حالیہ سے اس لئے مقید کیا تاکہ یہ وہم پیدا نہ ہو کہ یہ عقیدہ
صرف انہی کا ایجاد کردہ ہے جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہ عقیدہ تابعین
اور تبع تابعین کا ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ صحابۂ کرام کا بھی
یہی عقیدہ تھا اس لئے کہ تابعین نے عقائد واعمال کی تعلیم
صحابہ سے حاصل کی لہٰذا اس پر اجماع ہوگیا اور اس سے زیادہ واضح
قول امام دارمی کا ہے جس میں اُنہوں نے کہا کہ تمام مسلمانوں کا
اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے اور عرش الٰہی
تمام آسمانوں کے اوپر ہے۔ کتاب العرش میں اس قول کو نقل
کرنے کے بعد امام ذہبی نے کہا کہ امام دارمی اہل مشرق کے
حفاظ اور ائمہ میں سے ہیں۔ امام بخاری نے کہا میں نے امام
دارمی کی نظیر نہیں دیکھی۔ امام ابو عبد اللہ نے کتاب الابانۃ میں
ذکر کیا کہ تمام صحابہ وتابعین کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ
تمام آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر ہے اور تمام مخلوق سے
الگ ہے امام ذہبی نے کہا کہ ابن بطہ بہت بڑے امام اور

هذا من کبار الائمة والزهاد والحفاظ الف کتاب الابانة المذکور اربع مجلدات اتی فیه بمذهب اهل السنة التی یخالف فیها المبتدعة من الجهمیة والحروریة والقدریة والرافضة والمرجئة والمعتزلة دل ذالک علی علم واسع وکثرة من الحدیث توفی بعد ثمانین وثلث مائة سمع منه البغوی وزودہ انتہی

زاہد ہیں اُنہوں نے چار جلدوں میں کتاب الابانۃ لکھی جس میں اہل سنت کا مذہب نقل کیا جو کہ تمام فرق مبتدعہ کے مخالف ہے۔ یہ چیز ان کے وسیع علم اور کثرت حدیث پر دلالت کرتی ہے امام بغوی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ تین سو اسی میں ان کا انتقال ہوا۔

وقال الامام ابوعثمان اسماعیل بن عبد الرحمان الصابونی فی کتاب السنة لہ اصحاب الحدیث یشہدون ان اللہ فوق سبع سمواته کما نطق به کتابه وعلماء الامة واعیان الائمة من السلف لم یختلفوا فی ان اللہ عز وجل علی عرشه فوق سمواته انتہی قال الامام الذہبی ابوعثمان الصابونی هذا من کبار الائمة کان فقیہا مورثا حافظا صوفیا واعظم الشیوخ شیخ نیشاپور فی وقته مات سنة بضع واربعین واربعمائة روی عنه کثیرون منهم الحافظ ابوبکر البیہقی انتہی وقال الامام الذہبی فی کتاب العرش والعلو والدلیل علی ان اللہ فوق العرش فوق المخلوقات مباین لها لیس بداخل فی شیئ منها وعلی ان علمه فی کل مکان ودلیله الکتاب والسنة واجماع الصحابة والتابعین والائمة المهدیین انتہی

امام ابوعثمان الصابونی نے کتاب السنۃ میں نقل کیا کہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر ہے جیسا کہ قرآن ناطق ہے۔ علماء سلف میں سے کسی کا اسمیں اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے حافظ ذہبی نے کہا ابوعثمان الصابونی بڑے امام، فقیہ مورث اور حافظ وصوفی ہیں اور اپنے وقت میں نیشاپور کے بڑے شیخ تھے تقریبًا چار سو چالیس میں انتقال ہوا امام بیہقی وغیرہ نے ان سے روایت نقل کی۔

امام ذہبی نے کتاب العرش والعلو میں ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے اوپر عرش پر ہے اور اس کا علم ہر مکان کو محیط ہے اس کی دلیل کتاب وسنت اور اجماع صحابہ و تابعین اور ائمہ مہدیین ہیں۔

وقال الحافظ ابن تیمیه الحرانی فی العقیدة الواسطیة وقد دخل فیما ذکرناه من الایمان باللہ وبما اخبر به اللہ فی کتابه وتواتر عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم واجمع علیه السلف الائمة ان اللہ سبحانه فوق سمواته علی عرشه واعلی خلقه انتہی فاذا ثبت الاجماع وجب علینا اتباعه ولا یجوز مخالفته۔ قال اللہ تعالیٰ ومن یشاقق

امام ابن تیمیہ نے عقیدہ واسطیہ میں نقل کیا کہ ایمان باللہ کا جزو یہ عقیدہ ہے اور کتاب وسنت اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کے اوپر عرش پر قائم ہے چونکہ یہ اجماعی عقیدہ ہے اس لئے اس کی اتباع لازم اور اس کی مخالفت ناجائز ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی کہ جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف تو ہم

الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِیْرًا قال صاحب تفسیر المدارك تحت هٰذه الأية اى سبيل الذى هم عليه من الدين الحنفى وهو دليل على ان الاجماع حجة لا يجوز مخالفتها كما لا يجوز مخالفة الكتاب والسنة ۔

حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بُری جگہ پہنچا، اور صاحب مدارک نے اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس آیت سے مراد دین حنفی کا راستہ ہو اور اجماع کی حجیت پر یہ دلیل ہے جس کی مخالفت کتاب و سنت کی مخالفت کی طرح جائز نہیں،

اب چند اقوال ائمہ مجتہدین کے ذکر کرتا ہوں تا یہ عقیدہ کما حقہٗ درجہ یقین کو پہنچے اور دلوں کو تسکین بخشے، ملا اسلام اللہ نے کمالین میں کہا ہے، امام بیہقی نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا، انھوں نے فرمایا:۔

ان الله فى السماء دون الارض انتهى وقال الامام الذهبى فى كتاب العرش واخرج عبد الله بن احمد بن حنبل فى كتاب الرد على الجهمية عن ابيه عن شريح بن النعمان بن عبد الله بن نافع تلميذ مالك وخصيصة قال سمعت مالك بن انس يقول الله فى السماء وعلمه فى كل مكان انتهى قال الذهبى هذا حديث ثابت عن مالك انتهى اقول لم يرد مالك من السماء السماء الدنيا لانها مكان بل اراد العلو الاعلى يدل عليه قوله وعلمه فى كل مكان اى لا ذاته بل هى فى العلو الذى ليس بمكان وهو ماوراء العرش وكذا ينبغى ان يفهم من قول امامنا ابى حنيفةؒ والدليل على هذا قول ابى معاذ البلخى انه قال ان الله فى السماء على العرش كما وصف نفسه انتهى اى فى العلو على العرش لانه ليس فى هذه السماء ولا فى غيرها فعلم انه اراد من السماء العلو قال الذهبى فى كتاب العرش والعلو هذا الحديث ثابت عن ابى معاذ وهو احد الائمة انتهى قال ايضًا فيه قصة ابى يوسف صاحب ابى حنيفةؒ مشهورة فى استتابة بشر المريسى لانه انكر ان يكون الله فوق العرش رواها عبد الرحمٰن بن ابى حاتم وغيره فى كتبهم انتهى

اللہ تعالیٰ زمین میں نہیں بلکہ آسمان میں ہو، اور امام ذہبی نے کئی وسائط سے مالک بن انس کا قول نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہو اور اس کا علم ہر جگہ کو محیط ہے، یہ روایت مالکؒ سے ثابت ہو، امام مالکؒ کے قول میں فی السماء سے آسمان دنیا مراد نہیں اس لئے کہ وہ مکان ہے، بلکہ اس سے مراد علو ہے، جس پر دوسرا جملہ شاہد ہو، یعنی اللہ تعالیٰ ماوراء العرش علو میں ہے جو از قسم مکان نہیں ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کا بھی یہی مفہوم تھا، اس کی دلیل ابو معاذ البلخی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں عرش کے اوپر ہو، اس سے واضح ہوا کہ سماء سے مراد بلندی ہے، حافظ ذہبی نے کہا کہ روایت امام ابو معاذ سے ثابت ہے، نیز یہ کہا کہ امام ابو یوسف کا واقعہ مشہور ہے جب بشر المریسی نے اللہ کے فوق العرش ہونے کا انکار کر دیا تو اس سے توبہ کرائی گئی،

عبداللہ بن المبارک سے سوال کیا گیا ہم اپنے رب کو کیسے پہچانیں؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کے اوپر عرش پر تمام مخلوق سے الگ ہے، اور جہمیہ کی طرح ہم یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ یہاں زمین میں متمکن ہے،

وفی الحموية للحافظ ابن تيمية روی عبد الله بن احمد بن حنبل وغيره باسانيد صحيحة عن ابن المبارك انه قيل له بماذا نعرف ربنا قال بانه تعالیٰ فوق سمواته علیٰ عرشه بائن من خلقه ولا نقول كما تقول الجهمية انه تعالیٰ ههنا فی الارض انتهیٰ وفيها ايضا وروی ابن ابی حاتم ان هشام بن عبيد الله الرازی صاحب محمد بن الحسن القاضی حبس رجلاً فی التجهم فتاب فجيئ به ليطلقه فقال الحمد لله علی التوبة وامتحنه هشام فقال اتشهد بان الله تعالیٰ علیٰ عرشه بائن من خلقه فقال اشهد ان الله علیٰ عرشه ولكن لا ادری ما بائن من خلقه فقال ردوه الی الحبس فانه لم يتب انتهیٰ قال الامام الذهبی فی كتاب العرش قال الامام الشافعی فی وصيته التی رواها البكاری والحافظ عبد الغنی فی العقيدة ان الله يری فی الآخرة عيانا ينظر اليه المؤمنون ويسمعون كلامه وانه تعالیٰ فوق العرش انتهیٰ وقال الذهبی ايضا واخرج الخلال عن يوسف بن موسى القطان قيل لابی عبد الله احمد بن حنبل الله فوق السماء السابعة علی عرشه بائن من خلقه وعلمه وقدرته بكل مكان قال نعم انتهیٰ۔

ابن ابی حاتم نے نقل کیا کہ ہشام بن عبید اللہ نے ایک شخص کو جہمیہ کا عقیدہ قبول کرنے پر گرفتار کرلیا، اس کے بعد جب وہ تائب ہوا تو رہائی کے لئے ہشام کے پاس لایا گیا ہشام نے اس کی توبہ پر شکرادا کیا، لیکن اس کا امتحان لیا اور سوال کیا کہ کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر تمام مخلوق سے الگ ہے، اس نے جواب دیا اس کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ عرش پر ہے لیکن مخلوق سے الگ ہونا مجھے معلوم نہیں، ہشام نے حکم دیا دوبارہ اس کو جیل میں بھیجدو، ابھی تائب نہیں ہوا، حافظ ذہبی نے امام شافعیؒ کا قول نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ کو بالمشاہدہ مؤمنین قیامت کے روز دیکھیں گے اور اس کا کلام سنیں گے، بیشک وہ عرش پر ہے احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان کے اوپر عرش پر تمام مخلوق سے الگ ہے اور اس کا علم اور اس کی قدرت ہر جگہ کو محیط ہے یا نہیں، تو انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔

اور دلائل اس اعتقاد کے محکمات سے ہیں، کیونکہ اثبات اعتقاد وعمل کا محکمات ہی سے ہوا کرتا ہے نہ متشابہات سے اور ان محکمات میں نص اور ظاہر اور مفسر اور محکم اصطلاحی اہلِ اصول بھی داخل ہیں جو عقائد واحکام کے مدار ہیں، صاحب کمالین ملا سلام اللہ نے سورۂ آلِ عمران کی تفسیر میں جلالین کے حاشیہ پر لکھا ہے،

فاحكمت عباراتها بان حفظت عن الاحتمال والاشتباه فيدخل فيها النص والظاهر والمفسر والمحكم علی مصطلح اهل الاصول من علمائنا انتهی

اس کی عبارات محکم ہیں اور احتمال واشتباہ سے محفوظ ہیں، لہٰذا نص وظاہر ومفسر اور محکم سب ہی اہل اصول کی اصطلاح کے موافق اس میں داخل ہیں،

پس جب اس اعتقاد کو اہل سنت کے بزرگوں نے عقائد کی کتب میں داخل کیا اور اس پر اجماع سلف بھی ثابت کر چکے، اب ان دلائل کے محکمات سے ہونے میں کیا تردد باقی رہا، اور اس اعتقاد سے یعنی خدا تعالیٰ عرش کے اوپر ہی جدا اپنی مخلوقات سے کہنے میں جہت کہ جس سے علماء متکلمین نے تنزیہ ذات خدا کی کی ہے، ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ جہات مکانات کے حدود اور اطراف کو کہتے ہیں اور جہات عرش تک ثابت نہیں نہ اس کے پرے، علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد نسفیہ میں فرمایا واذلم یکن فی مکان لم یکن فی جہۃ لا فی علو ولا فی سفل ولا فی غیرہا لانہا حدود اطراف للامکنۃ باعتبار عروض الاضافۃ الی شئ اخر انتہی۔

اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے تحفۂ اثنا عشریہ کے عقیدہ سیزدہم میں فرمایا ونیز آنچہ در مکان مذکور شد نفی جہت ہم می کند لان الجہات اطراف الامکنۃ وحدود ہا انتہی، یعنی جن دلائل سے نفی مکان ہوتی ہے انہی سے نفی جہت بھی ہوتی ہے اس لئے جہت مکانات کے حدود واطراف ہوتے ہیں، اور شاہ عنایت اللہ نے شرح سکندر نامہ میں قول نظامی علیہ الرحمۃ ؎

جہت را ولایت بپایاں رسید قطیعت بہر کار دوراں رسید

کے بعد لکھا ہے :۔

یعنی جہاتِ اربعہ یا ستہ ہرچہ گویند بآخر رسید چہ	یعنی چار جہات یا چھ بنا بر اختلاف سب ختم
ثبوتِ جہات در عالم اجسام است وفوق عرش	ہوگئیں، اس لئے کہ جہات عالم اجسام میں ہیں، اور
اجسام نیست وجہت ہم نیست	عرش کے اوپر اجسام نہیں تو جہت بھی نہیں،

اور صاحب انتہا نے امام رازی کی تفسیر سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا :۔

اذا ثبت ان اجسام العالم متناہیۃ فخارج العالم الجسمانی لاخلاء ولاملاء ولامکان ولاجہۃ فیمتنع ان یحصل الالٰہ فی مکان خارج العالم انتہی اقول اذا ثبت بہذا ان خارج العالم الجسمانی لیس بمکان ولاجہۃ ففوق العرش الذی ہو خارج العالم الجسمانی لایکون مکانا ولاجہۃ فحصول الالٰہ فیہ من غیر تمکن بمکان لیس بممتنع بل حصولہ فی لامکان وجہۃ ضروری کما لایخفی؛	جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اجسام عالم متناہی ہیں اور عالم جسمانی سے جو خارج ہو اس میں نہ خلاء ہو نہ ملاء، اور نہ مکان نہ جہت ہو تو جو مکان عالم سے خارج ہو اس میں اللہ کا ثبوت ممتنع ہے، جب یہ چیز واضح ہوگئی کہ عالم جسمانی سے خارج میں مکان ہو نہ جہت تو عرش کے اوپر نہ مکان ہو اور نہ جہت، لہٰذا وجود باری تعالیٰ بغیر مکان کے ممتنع نہیں، بلکہ اس کا وجود غیر مکان اور غیر جہت میں ضروری ہے،
قال المجدد الالف الثانی فی المکتوب الحادی والثلاثین من الجلد الاوّل بیچوں را بیرون دائرہ چوں باید جست لامکانی را ماورا مکان باید طلبید،	مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبؔ جلد اول میں لکھا ہے "بمثل ذات کو دائرہ سے باہر جب تلاش کرنا چاہئے تو لامکان کو ماسوا مکان کے طلب کرنا چاہیئے"

اور قرب ومعیت اس پروردگار کی ہمارے ساتھ ذاتی نہیں ہے، یعنی ذات سے ہمارے قریب اور ساتھ نہیں، بلکہ علم وقدرت وغیرہ ہمارے ہمارے قریب اور ساتھ ہی ہے، یہ بات یعنی قرب ومعیت اس کی ذات سے نہ ہونا تحریر سابق سے بھی ثابت ہوتی ہے، باوجود اس کے پھر خوب تصریح کرتا ہوں، تا دلوں کو اطمینان کامل حاصل ہو جائے۔

قال الحافظ ابن تیمیۃ فی الحمویۃ قال ابن عبد البر علماء الصحابۃ والتابعین الذین حمل عنھم التاویل قالوا فی تاویل قولہ تعالی ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ھو علی العرش وعلمہ فی کل مکان وما خالفھم فی ذلک من یحتج بقولہ انتھی آہ کونہ تعالی رابعھم بالعلم لا بالذات وقال الامام الذھبی فی کتاب العرش قال الامام الحافظ ابو نصر السجزی فی کتاب الابانۃ ائمتنا کسفیان الثوری ومالک وحماد بن سلمۃ وحماد بن زید وعبد اللہ بن المبارک والفضیل بن عیاض واحمد بن حنبل واسحق بن راھویہ متفقون علی ان اللہ سبحانہ وتعالی بذاتہ فوق عرشہ وان علمہ بکل مکان انتھی کذا فی الانتقاء،

حافظ ابن تیمیہ نے علامہ ابن عبد البر کا قول نقل کیا کہ علماء صحابہ وتابعین سے مایکون من نجوی الخ کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالی عرش پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ کو محیط ہے اور جس نے کہا اللہ تعالی ان میں سے چوتھا ہے، علم کے لحاظ سے نہ ذات کے لحاظ سے اس کا قول قابل کے مخالف نہیں، امام ذہبی نے ابو نصر السجزی کی کتاب الابانۃ سے نقل کیا کہ سفیان ثوری ومالک وحماد بن سلمہ اور حماد بن زید وعبد اللہ بن المبارک اور فضیل بن عیاض واحمد بن حنبل اور اسحق بن راہویہ ان سب کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالی عرش کے اوپر ہے اور اس کا علم ہر جگہ کو محیط ہے۔

وقال الامام الغزالی فی کتاب العقائد من احیاء العلوم واضطر اھل الظاھر الی تاویل قولہ تعالی وھو معکم اینما کنتم اذ حمل ذلک بالاتفاق علی الاحاطۃ والعلم انتھی والاحاطۃ فی قولہ بمعنی العلم والادراک کما فی تعریفات الجرجانی الاحاطۃ ادراک الشئ بکمالہ ظاھراً وباطناً انتھی وقال الامام فخر الدین الرازی فی التفسیر الکبیر فی قولہ تعالی وھو معکم اینما کنتم قال المتکلمون ھذہ المعیۃ اما بالعلم واما بالحفظ والحراسۃ وعلی التقدیرین فقد انعقد الاجماع علی انہ سبحانہ لیس معنا بالمکان والجھۃ والتحیز فاذن قولہ

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں ذکر کیا وھو معکم اینما کنتم کی تاویل کے لئے اصحاب ظواہر مجبور ہوگئے اس لئے کہ بالاتفاق معیت سے مراد احاطہ اور علم ہے اور احاطہ کے معنی علامہ جرجانی کے نزدیک کسی شے کا ظاہر وباطن کے لحاظ سے پورا ادراک کرنا امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ متکلمین کے نزدیک معیت سے مراد علم یا حفاظت ہے بہر صورت اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالی مکان اور جہت میں ہمارے ساتھ نہیں، اسی لئے لامحالہ وھو معکم میں تاویل کرنا ہوگی،

تعالیٰ وهو معکم لابد فیه من التاویل انتهی۔

وقال العلامة سعد الدین التفتازانی فی رسالته فاحتج الملحدون فی رد قول الوجودیة ان المعیة ذاتیة واما استدلالهم بالسمع فبقوله تعالیٰ وهو معکم اینما کنتم وقوله تعالیٰ ولا ادنیٰ من ذٰلك ولا اکثر الا هو معهم وجوابه ان المراد بالمعیة ههنا علیٰ ما اجمع علیه المفسرون بالعلم ونحوه لا بنفس الذات انتهی۔

علامہ تفتازانی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ملحدین نے وجودیہ کے رد میں وَهُوَ مَعَكُمْ اور وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ الخ سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ معیت ذاتیہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ مفسرین کے نزدیک بالاتفاق معیت سے مراد علم وغیرہ ہے نہ کہ نفس ذات۔

وقال الامام مجدد الف ثانی فی المکتوب الثلاثین من المجلد الاول علوم سابق کہ مبنی بر اتحاد وحدت وجود بودند رو بزوال آوردند احاطہ وسریان از قرب ومعیت ذاتیہ کہ دراں مقام منکشف شدہ بود منتشر گشتند وبہ یقین معلوم گشت کہ صانع جل شانہ را با عالم ازیں نسبتہائی مذکورہ ہیچ ثابت نیست احاطہ وقرب او تعالیٰ علمی است چنانچہ مقرر اہل حق است شکر اللہ سعیہم الیٰ ان قال عجب است کہ شیخ محی الدین بن عربی وطالبان او ذات واجب تعالیٰ را مجہول مطلق گویند ومحکوم ہیچ حکمے ندانند مع ذٰلک احاطۂ ذاتی وقرب ومعیت ذاتیہ اثبات نمایند وما ہو الا الحکم علی الذات تعالیٰ وتقدس فالصواب ما قاله العلماء من اهل السنة من القرب العلمی والاحاطة العلمیة۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مکتوب ۳۰ میں لکھتے ہیں کہ علوم سابق جن کا مدار اتحاد اور وحدت وجود پر تھا اب زوال پذیر ہو رہے ہیں اور قرب ومعیت ذاتیہ کے احاطہ کا قول ختم ہو رہا ہے اور اب یقین ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عالم کے ساتھ ان مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نسبت نہیں قرب سے مراد علم ہے اور یہی اہل حق کا مسلک ہے۔

شیخ ابن عربی اور ان کے متبعین پر تعجب ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کو مجہول مطلق سمجھا اور اللہ کو کسی حکم کے لائق نہ سمجھا لیکن اس کے باوجود قرب ذاتی ومعیت ذاتیہ ثابت کرتے ہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر حکم کرنا ہوا، وہو تعالیٰ وتقدس عن ذٰلک صحیح قول وہی ہے جو علمائے اہل سنت نے اختیار کیا، یعنی قرب علمی اور احاطۂ علمیہ۔

ان اقوال مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے سلف وخلف کا اجماع ہے کہ خدائے تعالیٰ کے قرب اور اس کی معیت کے ذاتی نہ ہونے پر الا فرقۂ ملحد وجودیہ کے ان کے خلاف کا کچھ اعتبار نہیں، کیونکہ ان کا اہل سنت میں شمار نہیں پس یہ اعتقاد مذکور کیونکر صحیح وحق نہ ہو کہ اس سے حلول واتحاد اور جہت ومکان سے تنزیہ باری تعالیٰ کی کامل ہوتی ہے، اور باطل فرقوں کے عقائد سے مفارقت اور سلف صالحین ائمہ مجتہدین کے ساتھ پوری موافقت حاصل ہوتی ہے، الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

کتبہ الفقیر الی اللہ الصمد عبد القادر بن القاضی احمد غفر اللہ لہما، مرقوم ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۷ھ

ہوالمصوب۔ اعتقاد اس امر کا کہ ذات پروردگار کی تجلی خاص عرش پر ہے ساتھ تنزیہ کے اوہام وطرق تشبیہ وتجسم سے اور معیت وقرب اس کا علمی ہے موافق اعتقاد جمہور صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کے، ابن ہمام مؤلف فتح القدیر مسائرۃ فی العقائد المنجیہ فی الآخرۃ میں لکھتے ہیں:۔

نؤمن انہ تعالیٰ مستو علی العرش مع الحکم بان استواءہ لیس کاستواء الاجسام من التمکن والمماسۃ والمحاذاۃ بل بمعنی یلیق بہ وھو اعلم بہ انتھیٰ۔

ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، لیکن یہ استوار اجسام کی طرح استقرار اور محاذات سے پاک ہے بلکہ جیسے اس کی ذات کی ساتھ استوار مناسب ہے اور وہی اسکی کیفیت کو جانتا ہے

اور ابوالشکور سلمی تمہید میں لکھتے ہیں:۔

قال بعضھم ان اللہ موجود فی کل مکان وھم صنف من الجھمیۃ واحتجوا بقولہ تعالیٰ ھوالذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ وقولہ وھواللہ فی السمٰوات وفی الارض وقولہ ان اللہ مع الذین اتقوا وقولہ مایکون من نجوی ثلاثۃ الاھورابعھم والجواب ان معنی الآیۃ الاولیٰ انہ الٰہ اھل السماء واھل الارض ومعنی الآیۃ الثانیۃ تدبیرہ فی السمٰوات والارض ومعنی الآیۃ الثالثۃ انہ سمیع بمقالتھم بصیر بافعالھم ومعنی الآیۃ الرابعۃ انہ معھم بالنصرۃ انتھیٰ۔

جہمیہ کا ایک گروہ قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، استدلال میں مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین میں موجود ہے اور وہی اللہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور بیشک اللہ متقین کے ساتھ ہے اور سرگوشی کرنے والے تین کے ساتھ چوتھا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے، سب کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت کا حاصل یہ ہے کہ وہ اہل آسمان اور اہل زمین کا خدا ہے اور دوسری کا معنی یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں اسی کا انتظام ہے اور تیسری آیت کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ انکی باتوں کو سنتا ہے انکے افعال کو دیکھتا ہے اور چوتھی کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نصرت کے لحاظ سے اُن کے ساتھ ہے"

اور زیادہ تفصیل اس کی کتاب العرش میں موجود ہے، واللہ اعلم، ابوالحسنات محمد عبدالحی

گاؤکشی واجب نہیں۔

سوال (۲۴) ۔ کیا فرماتے ہیں علماء حنفیہ اس بارہ میں کہ گاؤکشی کوئی ایسا امر ہے جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دین اسلام سے خارج ہوجاتا ہے یا اگر کوئی شخص معتقد اباحتِ ذبح ہو مگر کوئی گاؤ اس نے ذبح نہ کی ہو یا گاؤ کا گوشت نہ کھایا ہو ہر چند کہ اکل اس کا جائز جانتا ہو تو اسکے اسلام میں کچھ فرق نہ آئے گا اور وہ کامل مسلمان رہیگا؟

گاؤکشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گنہگار ہوتا ہے یا اگر کوئی گاؤکشی نہ کرے صرف اباحتِ ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہگار نہ ہوگا، جہاں بلاوجہ اس فعل کے ارتکاب سے لوگوں میں فتنہ وفساد ہو اور صورتِ ضرر اہل اسلام ہو اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو اور عملداری اہل اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بلاوجہ اگر اس فعل سے

باز رہے تو جائز ہے یا کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصد اثارۂ فتنہ وفساد ارتکاب اس فعل کا واجب ہے،

جواب۔ گاؤکشی واجب نہیں تارک اس کا گنہگار نہ ہوگا اور جو شخص معتقد اباحت ہو اور گوشت اس کا نہ کھاتا ہو اور نہ ذبح کرتا ہو اس کے اسلام میں فرق نہ آئے گا ہاں جو گاؤ کو معظم سمجھکر ذبح نہ کرتا ہو یا اس کے ذبح کو بُرا سمجھتا ہو، اس کے اسلام میں فتور ہوگا اور بقصد اثارۂ فتنہ گاؤکشی نہیں چاہئے، بلکہ ایسے مقام پر جہاں فتنہ کا ظن غالب ہو باوجود سلامت اعتقاد کے احتراز اولیٰ ہے، واللہ اعلم۔

پیغمبرؐ کے چھ مثیل کا عقیدہ۔

سوال (۲۵) کیا حکم ہے اس صورت میں کہ ایک شخص چھ مثیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متحقق وموجود عالم میں کہتا ہے، یہ صحیح العقیدہ ہے یا فاسد العقیدہ ہے اور شخص مذکورہ بالا کافر ہے یا فاسق وگنہگار،

جواب۔ اگر مراد اثبات مماثلت نبوی سے مماثلت جمیع صفات نبویہ میں حتی کہ صفت رسالت میں بھی ہو تو یہ قول کفر ہے کیونکہ قرآن مجید میں خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت موجود ہے پس دعویٰ کرنا دوسرے نبی کا مخالف نص قطعی کے ہے، علامہ ابوالشکور سلمی تمہید میں لکھتے ہیں: اعلم ان الواجب علی کل عاقل ان یعتقد ان محمداً کان رسول اللہ والآن هو رسول اللہ وکان خاتم الانبیاء ولا یجوز بعدہ ان یکون احد نبیاً ومن ادعی النبوۃ فی زماننا یکون کافراً انتھی یعنی ہر عاقل کو یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول تھے اور ہیں، نیز آپ خاتم الانبیاء ہیں حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور جو شخص اس زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کریگا وہ کافر ہے، اور اگر مماثلت جمیع صفات کمالیہ محمدیہ میں سوائے نبوت کے ہے تو یہ قول فسق اور مخالف جملہ اہل سنت کے ہے جمہور علماء شرقاً وغرباً اعتقاد اس امر کا رکھتے ہیں کہ جس طرح ذات محمدی مجمع الکمالات الظاہرۃ والباطنۃ ہے کوئی مخلوق نہیں ہے تمہید میں ہے یجب الاعتقاد بان محمداً اعلم الخلائق وافضلھم خلافاً للروافض انتھی، یعنی یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے اعلم اور افضل ہیں، بخلاف روافض کے اور حدیث صحیح میں وارد ہے، انا سید ولد آدم ولا فخر یعنی بغیر کسی فخر کے میں اولاد آدم کا سردار ہوں، اور دوسری میں وارد ہے انا اکرم الاولین والآخرین میں اولین وآخرین میں سب سے زیادہ معزز ہوں، اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کی ہے ان آمنۃ اتاھا آت بعد ستۃ اشھر من حملھا وقال یا آمنۃ قد حملت بخیر العالمین فاذا وضعتہ فسمیہ محمداً یعنی حمل کے چھ مہینہ بعد حضرت آمنہؓ کے پاس کوئی آیا اور اس نے کہا اے آمنہ افضل العالمین تمہارے بطن میں ہیں جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمدؐ رکھنا، اور علامہ ابن حجر مکی نعمۃ کبریٰ میں لکھتے ہیں۔

روی الحافظ ابوبکر بن عابد فی کتاب المولد عن ابن عباسؓ قال لما ولد صلی اللہ علیہ وسلم قال فی اذنہ رضوان خازن الجنان البشر یا محمد فما بقی لنبی علم الا قد اعطیتہ فانت اکثرھم علماً واشجعھم قلباً۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو جنت کے خازن رضوان نے آپؐ کے کان میں کہا یا محمدؐ آپ کو بشارت ہو اس لئے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے علوم آپکو عطا فرمائے گئے ہیں آپ کا علم سب سے زیادہ ہے،

اور آپ سب سے زیادہ شجاع ہیں اور مثل اس کے بہت احادیث واخبار اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ذاتِ محمدی افضل المخلوقات ہے ایک بھی مخلوق مثل ذات محمدیؐ کے صفات کمالیہ میں نہیں ہو چہ جائیکہ چھ مثیل اور اگر مثل صورت ظاہری ہیں ہو پس یہ امر شرعاً مستبعد نہیں ہو ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہو کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ صورت میں اشبہ تھے ساتھ صورت محمدیہ کے مگر اثبات طلب ہو بغیر تنقیح کے دعویٰ مماثلت کا صورت محمدیہ کے ساتھ جائز نہیں ہے محمد عبدالحی ابوالحسنات

جنت ایک ہے یا دو۔

سوال (۲۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت آدم علیہ السلام جس جنت سے نکالے گئے حساب وکتاب کے بعد اسی جنت میں مؤمنین داخل کئے جاویں گے یا اس کے علاوہ کسی اور میں، اور قبر میں جو جنت ونار کی دریچی ہوتی ہے اسی جنت کی ہے یا کوئی اس کے علاوہ ہے، دفعات مندرجہ ذیل کا اعتقاد رکھنے والا کیسا شخص ہے اور اس کے اعتقاد کو کتاب وسنت کے ساتھ مطابقت ہے یا نہیں؟

(۱) جنت دو قسم کی ہے ایک صغریٰ دوسری کبریٰ، صغریٰ جبل یاقوت پر ہے اسی کو جنت برزخ بھی کہتے ہیں کبریٰ میں قیامت کے بعد مستحقین داخل ہوں گے اور وہ بالفعل اللہ کے علم میں ہے،

(۲) حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جس جنت سے نکالے گئے وہی جنت البرزخ ہے، قیامت کے بعد لوگ اس کے علاوہ ایک اور جنت میں جس کا نام کبریٰ ہے داخل کئے جاویں گے،

(۳) قبر میں جنت ونار کا دریچہ جو کھولا جاتا ہے یہ بھی جنت ونار صغریٰ سے ہے، کبریٰ تو قیامت سے پہلے کسی کو نصیب ہی نہیں ہے،

جواب ۔ صدہا احادیث وآثار سے جو کہ بدور سافرہ فی احوال الآخرۃ للسیوطی اور شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور للسیوطی اور تفسیر سیوطی مسمّٰی بدر المنثور اور تفسیر ابن جریر طبری وغیرہ میں مبسوط ہیں، اور کتب صحاح ستہ ومسانید وسنن ومعاجم محدثین ان کی تخریج سے مملو ہیں، بلکہ آیات قرآنیہ سے بھی یہ امر بلاشبہ ثابت ہے کہ وہ جنت جس میں اہل اسلام بعد حساب وکتاب کے داخل ہوں گے وہی جنت ہو جس میں حضرت آدمؑ وحواؑ رہے تھے، اور بسبب صادر ہونے گناہ کے زمین پر بھیجے گئے اور اسی جنت کا دریچہ قبر میں کھولا جاتا ہے اور مقام اس کا ساتویں آسمان کے اوپر ہے،

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کو دوبارہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا اور اسی کے پاس جنت ہے اور جہنم بھی ایک ہو جس کا مقر فی الحال ساتویں زمین کے نیچے ہے، اس میں کفار بطور خلود کے اور اہل اسلام فساق داخل ہوں گے، اور اسی کا دریچہ قبر میں کفار کے واسطے کھلتا ہے اور سوائے اس کے دوسری جنت وجہنم کا قرآن واحادیث وآثار صحابہ وکتب علماء شریعت سے نشان نہیں معلوم ہوتا ہے، اور یہ اعتقاد کہ جنت ونار دو قسم کے ہیں اور مسکن آدم وحوا کا وہ جنت البرزخ تھی اور وہ دریچہ قبر میں اس جنت ونار سے جو مقر جن وانس بعد حساب کے ہوں گے

نہیں کھولا جاتا ہے بلکہ صغریٰ سے کھولا جاتا ہے جہالت ہی بلکہ بعد وضوح دلائل ضلالت ہی، ہاں یہ قول بعض اہل کشف سے منقول ہی مگر چونکہ قرآن وحدیث کے بالکلیہ مخالف ہے بالضرورت خطار کشفی پر محمول ہوگیا، اور بمقابلہ آیات و احادیث و آثار کہ جن میں جبل یاقو کا پتہ نہیں ہے اور نہ نار وجنت صغریٰ کا صراحۃً یا اشارۃً تذکرہ ہے ہرگز ممنوع نہ ہوگا اور شاید اگر ایسے اعتقاد رکھنے والے کو شیخ عبدالوہاب شعرانی کے خاتمہ میزان کبریٰ سے واقع ہوا ہو کہ اس میں یہ مرقوم ہے ثم اعلم یا اخی ان الجنۃ التی کان فیہا آدم لیست بالجنۃ الکبریٰ المؤخرۃ فی علم اللہ کما قد یتبادر الی الاذہان وانما ہی جنۃ البرزخ التی فوق جبل الیاقوت کما قال اہل الکشف الخ جس جنت میں حضرت آدم تھے وہ جنت کبریٰ نہیں بلکہ وہ جنت برزخ تھی، جو جبل یاقوت کے اوپر ہی تو اس کا رفع یوں سمجھنا چاہیے کہ خود شعرانی کے نزدیک یہ قول معتبر نہیں ہے اور نہ یہ قول جملہ ارباب کشف کا ہے بلکہ بعض کا خود شعرانی اپنی تالیف "کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر" میں لکھتے ہیں:-

البحث الاولیٰ والسبعون فی بیان ان الجنۃ والنار حق وانہما مخلوقتان قبل خلق آدم علیہ السلام کما تقدم بسطہ فی المبحث الثانی من الکتاب فی حدوث العالم وذکرنا ہناک ان خلق الجنۃ والنار متأخر عن خلق الدنیا بتسعۃ آلاف سنۃ ولذلک سمیت الجنۃ بالآخرۃ لتأخر خلقہا عن خلق الدنیا وہما مخلوقتان ہیئتان لاصحابہم قبل خلقہم وزعم اکثر المعتزلۃ انہما یخلقان یوم الجزاء دلیلنا علیہم النصوص الصریحۃ الصحیحۃ الدالۃ علی انہما مخلوقتان قبل یوم الجزاء نحو قولہ اعدت للمتقین واعدت للکافرین وقصۃ آدم وحواء اسکانہما الجنۃ واخراجہما منہما ونحو ذلک کحدیث یفتح للمؤمن فی قبرہ کوۃ فینظر منہا الی الجنۃ ویدخل علیہ من روحہا ونعیمہا ویفتح للکافر کوۃ الی النار فیدخل علیہ من حرہا وسمومہا کحدیث لما خلق اللہ جنۃ عدن بیدہ ودلی فیہا ثمارہا وشق فیہا انہارہا قال لہا تکلمی فقالت قد افلح المؤمنون رواہما البخاری

یعنی جنت وجہنم برحق ہیں آدم علیہ السلام کی آفرینش سے قبل ان کو پیدا کیا گیا، نیز یہ کہ جنت وجہنم کو دنیا سے نو ہزار سال بعد پیدا کیا گیا اسی لئے جنت کو آخرت کہتے ہیں بایں وجہ کہ وہ خلق دنیا سے متاخر ہے اور جنت وجہنم دونوں اس وقت اپنے اصحاب کے لئے تیار ہیں اور اکثر معتزلہ کا مسلک یہ ہی کہ قیامت کے روز ان کو پیدا کیا جائیگا، لیکن ہمارے پاس صحیح وصریح دلائل موجود ہیں، کہ روز جزار سے قبل ان کو پیدا کیا گیا ہی مثلاً فرمایا جنت متقین کے لئے اور جہنم کافرین کے لئے تیار کی گئی ہے، اور حدیث میں فرمایا مؤمن کے لئے قبر میں جنت کی طرف سے دریچہ کھول دیا جاتا ہے جس سے وہ جنت اور اس کی نعمتوں کو دیکھتا ہے، اور کافر کے لئے جہنم کی طرف سے دریچہ کھولا جاتا ہے جس سے آگ کی حرارت اور تپش آتی ہی اور حدیث میں وارد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا فرمایا اور اس کے ساتھ پھل اور نہروں کو پیدا کیا تو جنت سے فرمایا اب بول، اس نے جواب دیا بے شک مومنین کامیاب ہیں،

وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت الجنۃ والنار

متعدد روایات میں موجود ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

فی عدۃ احادیث وکان الشیخ محی الدین بن عربی یقول
الجنۃ والنار مخلوقتان لکنہما لا یکمل بناؤہما الا بانتہاء
الدنیا وانقضاء زمن التکلیف فہما بمثابۃ سور
الدار الذی بناہ الملک ثم بعد ذلک یشق الجدران
ویبنی حتی ینتہی البناء لانہما بنیان من اعمال المکلفین
من خیر او شر فمن نظر الی السور من خارج قال من
فرغ من بنائہا ومن دخل السور وجدہما ناقصین
بقدر ما بقی من اعمال المکلفین فی ہذہ الدار ویدل
علی ذلک حدیث ان الجنۃ عذبۃ الماء طیبۃ التربۃ
وانہما قیعان وغراسہما سبحان اللہ والحمد للہ ولا
الہ الا اللہ واللہ اکبر الحدیث فان القیعان ہی التی لا بناء
فیہا ولا شجر وفی الحدیث ایضا من صلی کل یوم ثنتی
عشر رکعۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ ومن قال سبحان
اللہ غرس لہ شجرۃ فی الجنۃ انتہی ای کلام ابن عربی وقال
المغربطی لیست الجنۃ التی خرج منہا آدم ہی الجنۃ
الکبری المؤخر فی علم اللہ تعالی فان تلک لا یصح فیہا
معصیۃ لآدم لکونہا حضرۃ اللہ الخاصۃ التی لا حجاب فیہا
وانما ہی جنۃ البرزخ التی ہی فوق جبل الیاقوت فالجنۃ
الکبری لا یدخلہا الناس الا بعد انتہاء الحساب و
المرور علی الصراط قال وجنۃ البرزخ ہی التی تری فی الدنیا
وکذلک نار البرزخ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت
الجنۃ والنار فی مقامی ہذا وذکر انہ رأی عمرو بن یحیی
الذی سیب السوائب فی النار ورأی المرأۃ التی حبست
الہرۃ حتی ماتت جوعا ومعلوم ان ہؤلاء لم یدخلوا النار الکبری
الی الآن انہم محبوسون فی البرزخ کذا قال الا

نے فرمایا میں نے جنت اور جہنم کو دیکھا اور شیخ ابن عربی نے کہا
کہ جنت وجہنم اس وقت موجود ہیں لیکن نامکمل، انکی تکمیل
زمانۂ تکلیف اور اختتام دنیا کے بعد ہوگی، وہ دونوں اس درجہ
میں ہیں جیسے کسی دار کی چہار دیواری تیار ہوجائے اس کے
بعد اسکی دیواریں پھٹ جائیں، اور پھر اُن کی تعمیر تک پورے
دار کی تعمیر ہوجائے، جنت وجہنم کی تکمیل مکلفین کے نیک
وبد اعمال سے ہوگی تو جس نے باہر سے دیوار کو دیکھا اس نے
سمجھا تعمیر پوری ہوگئی، لیکن جس نے اندر سے جاکر دیکھا
توان کو نامکمل پایا، اعمال مکلفین کے لحاظ سے دوسری روایت
اس پر شاہد ہے کہ جنت کا پانی شیریں اور مٹی پاکیزہ ہے
اور وہ خالی میدان ہے وہاں کے درخت یہ ہیں سبحان اللہ
والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، دوسری حدیث میں فرمایا
جوشخص ہر روز بارہ رکعت پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے
جنت میں مکان بنائے گا اور جو کوئی ایک مرتبہ سبحان اللہ کہہ
جنت میں اس کیلئے ایک درخت لگادیا جاتا ہے، مغربطی نے
کہا جس جنت سے حضرت آدمؑ کو نکالا گیا وہ جنت کبریٰ
نہیں ہے جو کہ اللہ کے علم میں محفوظ ہے، اس لئے کہ اس
جنت میں تو معصیت نہیں ہوسکتی، بایں وجہ وہ خصوصیت
سے اللہ کے حضور میں ہے بلکہ وہ جنت برزخ تھی جو جبل یاقوت
پر ہے، جنت کبریٰ میں تو پل صراط سے گذر کر اور حساب کتاب
کے بعد لوگ داخل ہوں گے، نیز یہ کہ جنت برزخ اور نار برزخ
دونوں دنیا میں دیکھی جاسکتی ہیں، اسی لئے حضورؐ نے فرمایا
کہ میں نے اسی مقام پر جنت ونار کا مشاہدہ کیا اور اسی طرح
آپؐ نے عمرو بن یحیی کو جہنم میں دیکھا جس نے سوائب بنایا تھا
نیز حضورؐ نے اس عورت کو نار میں دیکھا جس نے بلی کو باندھ

فلیتامل ویحرر انتھی۔ دیا تھا، یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی، اور یہ تو بدیہی امر ہے کہ یہ لوگ جہنم کبریٰ میں ابھی داخل نہیں کئے گئے، بلکہ ابھی تک برزخ میں مقید ہیں،

اس عبارت سے صاف واضح ہوا کہ معتقد شعرانی کا وہی ہے جو معتقد اہل حق کا ہے، اور حضرت محی الدین بن عربی اور مخریطی کا کلام اس کے نزدیک مخدوش ہے، کیونکہ یواقیت کے دیباچہ میں شعرانی نے لکھا ہے۔

اعلم یا اخی انی طالعت من کلام اھل الکشف مالا یخفی من الرسائل وما رأیت فی عباراتھم اوسع من عبارۃ الشیخ محی الدین بن عربی فلذلک شیدت ھذا الکتاب بکلامہ من الفتوحات وغیرھا لکنی رأیت الفتوحات مواضع لم افھمھا فذکرتھا لینظر فیھا علماء الاسلام ویحقق الحق ویبطل الباطل ان وجدوہ فلا تظنن یا اخی انی ذکرتھا الکونی اعتقد صحتھا وارضاھا فی عقیدتی کما یقع فیہ المتھورون فی امراض الناس فیقولون لولا انہ ارتضی ذلک الکلام ماذکرہ فی مولفہ معاذ اللہ ان اخالف الجمھور المتکلمین واعتقد صحۃ کلام من خالفھم من بعض اھل الکشف لغیر المعصوم فان فی الحدیث ید اللہ مع الجماعۃ ولذلک اقول غالبًا عقب کلام اھل الکشف انتھی فلیتامل ویحرر ونحو ذلک اظھار اللتوقف فی فھمہ علی مصطلح اھل کلام وکان شیخنا شیخ الاسلام زکریا الانصاری یقول لایخلو کلام ائمۃ الصوفیۃ عن ثلاثۃ احوال لانہ اما ان یوافق صریح الکتاب والسنۃ فھذا یجب اعتقادہ جزما وان یخالف صریح الکتاب والسنۃ فھذا یحرم اعتقادہ جزما واما ان لا تظھرلنا موافقتہ ولا مخالفتہ واحسن احوالہ الوقف انتھی۔

پس جبکہ یہ کلام مخریطی وابن عربی کا انھوں نے نقل کرکے فلیتامل ویحرر لکھدیا تو معلوم ہوا کہ یہ قول انکے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہے، الحاصل تعدد جنت ونار کسی دلیل سے ثابت نہیں، بلکہ ادلۂ شرعیہ صحیحہ توحد پر دلالت کرتے ہیں، پس اعتقاد تعدد کا لغو و باطل ہے، واللہ اعلم، محمد عبدالحیؒ ابوالحسنات

عبادت بدنی ومالی کا ثواب میت کو پہنچانا۔

سوال (۲۷) اگر کوئی شخص کپڑا یا کھانا فی سبیل اللہ دے کر یا نماز نفل وحج ادا کرکے اس کا ثواب کسی میت کی روح کو پہنچائے تو یہ ثواب میت کو پہنچے گا یا نہیں ؟

جواب:۔ عبادت مالی ہو یا بدنی یا مرکب از ہر دو، ہر ایک کا ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے،

فاتحہ کے لئے طعام متعین کرنا۔

سوال (۲۸) حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے فاتحہ کے لئے بعض لوگوں نے ایک خاص کھانا متعین کرلیا ہے، کیا بدون تعیین طعام ثواب نہیں پہنچ سکتا ؟

جواب:۔ ایصالِ ثواب کے لئے کوئی طعام متعین نہیں، جو چیز بھی میسّر ہو فی سبیل اللہ دے کر اس کا ثواب جس کو چاہے پہنچائے، محمد عبدالحی ابوالحسنات

شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سوال (۲۹) کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے گنہگاروں کے لئے شفاعت کریں گے ؟

جواب :۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت برحق ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی شفاعت کو قبول کرنے کا وعدہ بھی فرما دیا، شفاعت کا انکار بدعت وگمراہی ہے، جیسا کہ خوارج اور بعض معتزلہ کا مسلک ہے، شفاعت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حمد وثنا کرتے ہوئے سجدے میں گر جائیں گے، یہاں تک کہ ارشاد ربانی ہوگا ارفع رأسك سل تعطه اشفع تشفع یعنی اپنا سر اٹھائیے جو مانگیں گے دیا جائے گا، آپ شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائیگی، تو اس وقت حضور شفاعت فرمائیں گے، کتب احادیث اور کتب کلام میں یہی مضمون موجود ہے، حدیث میں فرمایا جس وقت ولسوف يعطيك ربك فترضیٰ کی آیت نازل ہوئی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں ہرگز راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ میری امت کا ہر ہر فرد جنت میں نہ پہونچ جائے اور فتح العزیز میں وارد ہے :۔ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی، رواہ احمد وغیرہ وفی کتاب الوصیۃ للامام الاعظم ابی حنیفۃ وشفاعۃ محمد حق لکل من اهل الجنة وان کان صاحب کبیرۃ انتھی۔ یعنی ہر جنتی کے لئے شفاعت ثابت ہے اگرچہ وہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔

شفاعت علماء وصلحاء :۔

سوال (۳۰) کیا علماء، وشہداء کو بھی شفاعت کی اجازت دی جائے گی ؟

جواب :۔ اہل خیر کی شفاعت بھی ثابت ہے، قصیدہ امالیہ میں ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے شفاعت اہل خیر کی امید ہے،

امید وبیم از خدا تعالیٰ :۔

سوال (۳۱) اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ پر اعتماد کر کے بے خوف ہو جانا یا اس کے قہر وغضب کو دیکھ کر ناامید ہو جانا، اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب :۔ ناامید ہونا کفر ہے، ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے، حدیث شریف میں ہے لو وزن خوف المؤمن ورجاؤه لاعتدلا یعنی اگر مؤمن کے خوف اور امید دونوں کو وزن کیا جائے تو دونوں برابر ہوں گے،، اور کتب عقائد میں ہے الياس من الله كفر والامن من الله كفر اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا اور اس کے عذاب سے بے خوف ہو جانا کفر ہے،

مؤمن عاصی :۔

سوال (۳۲) اگر کوئی شخص ایمان قلبی رکھتا ہو اور نماز عمر بھر نہ ادا کی ہو اور منافی ایمان بھی کوئی عمل اس سے صادر نہ ہوا ہو اسی حالت پر اس کا انتقال ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہوگا ؟

جواب :۔ وہ مؤمن ہے اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے چاہے تو معاف فرما دے، قرآن مجید میں ہے بے شک اللہ تعالیٰ

مشرک کی مغفرت نہیں کرتا اس کے علاوہ جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ اعمال کی سزا بھگت کر آخر کار جنت میں داخل کریں تو کر سکتا ہے اس لئے کہ اس پر اجماع ہے کہ مومن ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے،

موت کے وقت توبہ کرنا یا اسلام قبول کرنا:۔

سوال (۳۳) غرغرہ کے وقت جب کہ خوف غالب ہوتا ہے اور ملائکہ موت کے سامنے ہوتے ہیں، اگر کوئی کافر مسلمان ہو جائے یا کوئی گناہگار گناہوں سے تائب ہو جائے تو یہ اسلام اور توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟

جواب: اس حالت میں ایمان غیر مقبول ہے، اور ترمذی و ابن ماجہ کی احادیث سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ غرغرہ کے وقت معاصی سے توبہ بھی غیر مقبول ہے لیکن ابن جریر و بخاری اور حاکم نے جو روایات نقل کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بقاء روح تک توبہ مقبول ہے، اسی لئے اس حالت کی توبہ قبول ہونے میں اختلاف واقع ہوا، امام زاہد نے کہا کہ غرغرہ کے وقت ایمان بالاجماع غیر مقبول ہے اور توبہ اس وقت کی اللہ کی مشیت میں ہے چاہے قبول کرے چاہے نہ کرے، ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:۔

فی الخلاصۃ ایمان الیاس غیر مقبول۔ توبۃ الیاس المختار انہا مقبولۃ انتہی ولا یخفی ان ہذہ الروایۃ مخالفۃ لظاہر الدرایۃ حیث ورد قولہ علیہ السلام ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر بل النص الصریح فی قولہ سبحانہ وتعالیٰ ولیست التوبۃ للذین الآیۃ۔

مشکوٰۃ میں ہے:۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر رواہ الترمذی وابن ماجۃ انتہی

شیخ عبدالحق اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں: روح کا حلق میں آجانا اور اس کی وجہ سے گلے میں آواز کا پیدا ہونا اس کو غرغرہ کہتے ہیں، ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور موت کے وقت کفر یا معاصی سے توبہ کرنا دونوں غیر مقبول ہیں اور انما التوبۃ الآیۃ کی آیت بھی اسی پر دلالت کر رہی ہے، لیکن بعض علماء کے نزدیک موت کے وقت معاصی سے توبہ کرنا صحیح ہے نہ کفر سے تو ان کے نزدیک غرغرہ کے وقت ایمان لانا غیر مقبول اور توبہ گناہ سے مقبول ہے، درمنثور میں ہے:۔

اخرج ابن جریر عن الحسن قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ابلیس لما رأی آدم قال وعزتک لا اخرج من جوفہ مادام فیہ الروح فقال اللہ تبارک وتعالیٰ وعزتی لا احول بینہ وبین التوبۃ مادام الروح فیہ واخرج ابن المنذر عن ابن عمرو

حسنؓ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان نے جب حضرت آدمؑ کو دیکھا تو کہا تیری عزت کی قسم جب تک اس میں روح موجود ہوگی میں اس کے بطن سے نہیں نکلوں گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم جب تک اس میں روح ہوگی توبہ اور اس کی ذات کے درمیان

قال مامن ذنب مما یعمل بین السماء والارض یتوب منه العبد قبل ان یموت الا تاب الله علیه واخرج احمد والبخاری فی التاریخ والحاکم وابن مردویه عن ابی ذران رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله یقبل توبة عبده او یغفر لعبده مالم یقع الحجاب قیل وما وقوع الحجاب قال تخرج النفس وهی مشرکة انتهی۔

میں بھی حائل نہ ہوں گا، ابن عمرؓ سے منقول ہے زمین آسمان کے درمیان جو گناہ بندہ کرتا ہے اس کے بعد مرنے سے قبل تائب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندہ کی مغفرت فرماتا ہے جبتک حجاب واقع نہ ہو، عرض کیا گیا حجاب کیا ہے، فرمایا کہ روح نکلنے کے وقت بندہ مشرک ہو،

اور تفسیر احمدی میں ہے:۔

وقد اختلف فی قبول ایمان الباس عن الکافر وتوبة الباس عن العاصی ولم یفصل احکامهما احد مثل ما فصل الامام الزاهد حیث اورد ههنا کلاماً حاصله ان ایمان الباس یکون غیر مقبول بالاجماع وتوبة الباس فی مشیة الله تعالیٰ ان شاء قبل لشرف ایمانه وکان فضلاً منه وان شاء لم یقبل لتقصیره وتاخیره وکان عدلاً وما من مؤمن الا ویتوب عند الباس من المعاصی کما انه مامن کافر الا ویتوب عن الکفر وقت الباس لقوله تعالیٰ وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته وایمان الباس هو الذی لا یکون مسموعاً لاحد حتی لو سمع منه فی تلک الحالة لا یکون ایمان باس بل یکون ایمان اختیار ولکن مع هذا لا یثبت کونه من اهل الجنة لانه تعالیٰ یعلم باطنه وظاهره فان وافق بالباطن ظاهره یقبل والا لا وان رائ الملك عیاناً وارتفع عنه خطاب الله تعالیٰ لا یقبل ایمانه لانه حینئذ ایمان الباس عنه فلا یقبل لقوله تعالیٰ فلم یك ینفعهم ایمانهم لما راؤا باسنا وما اشتهر من العبرة فی الایمان بالکفر بالخاتمة فلیس ذلك باعتبار الباس بل باعتبار حالة الاختیار وتوبة الباس ان قلنا لم تقبل کما ذهب الیه اهل خراسان ابطلنا حرمة الایمان وان قلنا تقبل سوینا بین الاختیار والاضطرار واثبتنا الامان لکل فاسق من العذاب فیؤل الی مذهب المرجئة فالاولیٰ هو التعلیق بمشیة الله تعالیٰ کما قلنا هذا حاصل کلامه انتهی۔

لہذا بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد کیا جائے،

محمد عبدالحیٔ ابوالحسنات

اعتقاد افضلیت مکہ و مدینہ

سوال (۳۴) مکہ افضل ہے یا مدینہ؟

جواب:۔ مکہ کی افضلیت مدینہ پر یا اس کے عکس میں اختلاف ہے جو لوگ افضلیت مدینہ کے قائل ہیں انکے دلائل میں احادیث ہیں، ان میں سے ایک روایت یہ ہے جس کو بخاری و مسلم نے حضرت انسؓ سے نقل کیا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللهم اجعل المدینة ضعفی ماجعلت بمکة من البرکة اے اللہ مدینہ میں مکہ سے دوگنی برکت عطا فرما، اور شیخینؒ نے

حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشد انتھی اے اللہ مکہ کی طرح مدینہ کی محبت ہمارے قلوب میں پیدا فرما، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور جو لوگ کہ مکہ کو مدینہ پر فضیلت دیتے ہیں ان کے استدلالات میں سے ایک دلیل وہ ہے جس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عدی سے نقل کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو مخاطب بنا کر فرمایا واللہ انت لخیر ارض اللہ الی اللہ ولولا انی اخرجت منک ما خرجت انتھی، یعنی خدا کی قسم تو اللہ کے نزدیک اللہ کی تمام زمین سے بہتر اور محبوب ہے اور اگر مجھے نکالا نہ جاتا تو میں تجھ سے نہ نکلتا "

اور فتح العزیز میں لکھا ہے شہروں میں مختلف انواع انسان رہتے ہیں، مثلاً سپاہی، تاجر، اہل حرفت، غنی، فقیر، مرد و عورت، نیز ان میں بادشاہ، حکام اور مقامات متبرکہ جیسے قبور اولیاء و انبیاء اور مساجد پائے جاتے ہیں، اور طرح طرح کے نباتات وحیوانات اور پرندے ان میں پرورش پاتے ہیں، لیکن ایسا کوئی شہر نہیں جس میں ایسا خانۂ خدا ہو جو کہ تجلی دائمی کا مرکز اور عبادت گاہ خلائق ہو، یہ فضیلت صرف مکہ معظمہ ہی کو حاصل ہے، اور یہ جامعیت اسی شہر کو میسر ہے، بایں ہمہ مکہ معظمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت کا مقام ہے، اسی لئے وحی محمدیؐ کے اسرار کا جامع ہے،

یزید کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے ؟

سوال (۳۵) یزید کے حق میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے، بینوا توجروا ،

جواب :- بعض لوگوں نے افراط سے کام لیا اور کہا جب کہ یزید باتفاق تمام مسلمانان امیر بن گیا تو اس کی اطاعت امام حسینؓ پر واجب تھی، لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ مسلمانوں کا اتفاق اس کی امارت پر کب ہوا صحابہ اور اولاد صحابہؓ کی ایک جماعت اس کی اطاعت سے خارج تھی، اور جنھوں نے اس کی اطاعت قبول کی تھی جب انکو یزید کی شراب خوری اور ترک صلوٰۃ اور زنا اور محارم کے ساتھ حرامکاری کی حالت معلوم ہوئی تو مدینہ منورہ میں واپس آکر انھوں نے بیعت کو فسخ کر دیا، اور بعض کہتے ہیں کہ یزید نے امام حسینؓ کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، اور نہ اس امر پر وہ راضی تھا اور نہ قتل امام حسینؓ و اہل بیت کے بعد وہ خوش ہوا، حالانکہ یہ قول بھی باطل ہے، علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفیہ میں لکھتے ہیں والحق ان رضی یزید بقتل الحسینؓ استبشارہ بذلک واھانتہ اھل بیت النبی علیہ السلام مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احاداً انتھی، حق بات یہ ہے کہ یزید امام حسینؓ کی شہادت پر راضی تھا اور اس امر پر اس کا مسرور ہونا اور اہل بیت کی توہین کرنا معناً متواتر ہے اگرچہ اسکی تفصیلات درجۂ احاد میں ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ قتل امام حسینؓ گناہ کبیرہ ہے نہ کفر، اور لعنت کفار کے ساتھ مخصوص ہے، قربان جاؤں انکی ذہانت پر انکو یہ معلوم نہیں کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت کو پہنچانے کا کیا ثمرہ ہوتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذاباً مھیناً بے شک جو لوگ اللہ و رسولؐ کو اذیت پہنچاتے ہیں دنیا و آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ یزید کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں ہو سکتا ہو کہ اس کفر و معصیت کے ارتکاب کے بعد اس نے توبہ کر لی ہو اور اسی توبہ پر اس کا انتقال ہوا ہو، امام غزالیؒ کا رجحان احیاء العلوم میں اسی قول کی طرف ہے اس میں شک نہیں کہ معاصی

سے تائب ہونیکا محض احتمال ہو ورنہ اس بدنصیب نے جو کارنامے کئے اس امت ہے کسی نے ایسے نہیں کئے، قتل امام حسینؓ اور اہانت اہل بیت کے بعد مدینہ منورہ کی تخریب اور اسکے باشندوں کو قتل کرنے کے لئے لشکر بھیجا اور واقعہ حرہ میں مسجد نبوی میں تین روز تک نماز واذان نہیں ہوئی اور اسکے بعد حرم اور مکہ معظمہ کیطرف لشکر روانہ کیا اور عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت اسی معرکہ میں عین حرم میں ہوئی اور ایسے بہت سے مشاغل رکھتا تھا، یزید مرگیا اور جہان کو پاک کرگیا اسکے بعد یزید کا بیٹا معاویہ برسر منبر اپنے باپ (یزید) کی مذمت بیان کیا کرتا تھا، واللہ اعلم بمافی الضمائر اور بعض لوگ نہایت بیباکی سے یزید پر لعنت کو جائز سمجھتے تھے امام احمد بن حنبلؒ اور بعض دیگر اسلاف نے یزید پر لعنت بھیجی ہے اور ابن جوزیؒ جو کہ سنت و شریعت کی حفاظت میں متعصب سمجھے جاتے ہیں اپنی کتاب میں اسلاف سے یزید پر لعن کا قول نقل کیا ہے، اور علامہ تفتازانی نہایت جوش و خروش سے یزید اور اسکے انصار پر لعنت بھیجتے ہیں اور بعض لوگ اسمیں توقف اور سکوت اختیار کرتے ہیں، صحیح مسلک یہ ہے کہ اس شقی کو مغفرت اور رحمت سے تو ہرگز یاد نہیں کرنا چاہئے اور لعنت جو کہ عرف میں کفار کیساتھ مخصوص ہو اس سے بھی زبان کو آلودہ نہیں کرنا چاہئے، ابلیس لعین جس کے کفر میں کوئی شک نہیں اس پر لعنت کرنے سے زبان کو روکنے میں کوئی ممانعت نہیں چہ جائیکہ یزید پلید پر لعنت کیجائے، صاحب قصیدہ آمالی فرماتے ہیں ولم یلعن یزیدا بعد موتہ سوی المکثار فی الاغراء غال

یعنی موت کے بعد یزید پر لعنت کرنے والا متکبر ہی ہوسکتا ہے،

شب قدر و شب میلاد کی فضیلت:۔

سوال (۳۶) شب قدر کی فضیلت قرآن سے ثابت ہے، مگر بعض محدثین شب میلاد کو افضل بتلاتے ہیں، عوام کو کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

جواب:۔ شب قدر کی فضیلت تمام راتوں پر نص قرآن سے ثابت ہو اور اس کی چند وجوہ ہیں:۔

(۱) اس رات میں زمین پر ملائکہ اور ارواح کا نزول ہوتا ہے،

(۲) شام سے لے کر صبح تک پہلے آسمان پر باری تعالیٰ کی تجلی ہوتی ہے،

(۳) لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر قرآن کا نزول اسی رات میں ہوا،

اور اسی فضیلت کی وجہ سے امت محمدیہ کی تسلی و تشفی کے لئے اس ایک رات کی عبادت کو ایک ہزار ماہ کی عبادت سے زائد باعث ثواب قرار دیا گیا، ارشاد باری ہے:۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ الآیۃ

اور احادیث میں شب قدر میں جاگنے کی تاکید آئی ہے

اور جن حضرات نے شب میلاد کو افضل کہا ہے اس کی مراد یہ ہرگز نہیں ہوسکتی کہ شب میلاد کی عبادت ایک ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ باعث ثواب ہے، کیونکہ ثواب وعقاب کا معاملہ توقیفی ہے، جب تک کہ خود شارع کی طرف سے کوئی صریح حکم معلوم نہ ہوجائے تو کسی امر کو باعث ثواب کیسے قرار دیا جاسکتا ہے البتہ شب میلاد کی فضیلت شب قدر پر اسکی ذاتی شرافت ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ

بیں فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت کی رات بلاشبہ افضل ہے شب قدر سے کیونکہ شب ولادت نہ ذات محمد کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر آپ پر انعامات اور نزول رحمت کی اور اس وجہ سے بھی کہ شب قدر کی شرافت نزول ملائکہ کی وجہ سے ہے اور شب میلاد کی افضلیت خود آپ کی ذات کے ظاہر ہونے کی وجہ سے نیز شب قدر کی فضیلت کا تعلق امت محمدیہ سے ہے اور شب میلاد کی فضیلت تمام موجودات سے متعلق ہے۔ انتہی۔ حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں کہ زمانہ اور مکان کی شرافت انہیں پائی جانے والی مخصوص شخصیتوں اور کمالات کی وجہ سے ہوا کرتی ہے اور اسی بنا پر بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ شب میلاد افضل ہے شب قدر سے۔ انتہی۔

نزول قرآن مجید

سوال (۳۷) کلام باری کہ اللہ تعالی کی صفت قدیمہ ہے اور اسکو کلام نفسی کہا جاتا ہے اس کا نزول کیسے ہوا

جواب:۔ کلام نفسی آواز اور حروف کے قبیل سے نہیں اور اس صفت کا نزول محال ہے یعقوب بنانی شرح تہذیب الکلام میں فرماتے ہیں ذهب اهل الحق الى ان كلامه تعالى ليس من جنس الاصوات والحروف بل هى صفة ازلية قائمة بذاته تعالى منافية للسكوت والآفة اہل سنۃ والجماعۃ کا مسلک یہ ہے کہ کلام باری آواز اور حروف کے قبیل سے نہیں۔ بلکہ باری تعالی کی ایک ایسی ازلی صفت ہے جو ذات باری کے ساتھ قائم اور سکوت و آفت کے مخالف ہے اور کلام لفظی جس کی تلاوت اور کتابت کی جاتی ہے اور حفاظ اس کو یاد کرتے ہیں۔ اصول فقہ اور شریعت کی اصطلاح میں اس کو قرآن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے درحقیقت یہ کلام مغائر ہے کلام نفسی کے البتہ دلالت کرتا ہے باری تعالی کی صفت کلام نفسی پر اور جبرئیل امین اسی کو لیکر تشریف لائے اور پڑھکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کانوں تک پہنچایا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھا، سمجھا اور دوسروں کو سنایا اور پڑھایا تفسیر کبیر میں ہے اذا قلنا لهذه الحروف المتوالية والاصوات المتعاقبة انها كلام الله كان المراد انها الفاظ دالة على الصفة القديمة القائمة بذات الله تعالى واذا قلنا كلام الله تعالى قديم لم نرد به الا تلك الصفة القديمة انتهى

(اگر ہم ان مسلسل اور یکے بعد دیگرے آنے والے حروف و اصوات کے بارہ میں یہ کہیں کہ یہ حروف کلام اللہ ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں اللہ تعالی کی صفت قدیم پر جو ذات باری کے ساتھ قائم ہے اور اگر یہ کہیں کہ کلام اللہ قدیم ہے تو اس وقت محض اسی صفت قدیم کا ارادہ ہوتا ہے)

نزول قرآن کے متعدد طریقے بیان کئے جاتے ہیں:۔

(۱) باری تعالی نے جبرئیل امین کو خود اپنا کلام سنایا اور ایسی عبارت پر قادر بنا دیا کہ اس کے ذریعہ کلام نفسی قدیم کو بیان کردیں۔

(۲) حق سبحانہ نے لوح محفوظ میں کتابت فرمادی اور جبرئیل نے پڑھنے کے بعد یاد کر کے پہنچادیا۔

(۳) اللہ تعالی نے ان مخصوص حروف و اصوات کو پیدا فرمایا اور جبرئیل امین نے ان کو اخذ کرلیا اور ساتھ ہی علم ضروری

حاصل ہوگیا کہ یہ عبارت دلالت کرتی ہے کلام نفسی پر۔

امام رازی فرماتے ہیں جبرئیل سمع فی السماء کلام اللہ تعالٰی فنزل علی الرسول فان قیل کیف سمع جبرئیل کلام اللہ وکلامہ لیس من الحروف والاصوات عندکم قلنا یحتمل ان یخلق اللہ تعالی سماعا لکلامہ ثم اقدرہ علی عبارۃ یعبر بہا عن ذلک الکلام القدیم ویجوز ان یکون اللہ تعالی خلق فی اللوح المحفوظ کتابۃ بہذا النظم فقرأہ جبرئیل فحفظ ویجوز ان یخلق اصواتا مقطعۃ لہذا النظم المخصوص فتلقفہا جبرئیل ویخلق علما ضروریا بانہ ھو العبارۃ المؤدیۃ لمعنی ذلک الکلام القدیم انتہی

وقال القاضی البیضاوی والانزال نقل الشیء من اعلی الی اسفل وھو انما یلحق المعانی بتوسط لحوق الذوات الحاملۃ لہا ولعل نزول الکتب الالٰہیہ علی الرسل بان تیلقفہ الملک من اللہ تلقفا روحانیا او یحفظہ من اللوح المحفوظ وینزل بہ فیلقیہ علی الرسول انتہی

(قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔ انزال کے معنی ہیں اوپر سے نیچے آنا۔ اور انزال کا تعلق معانی کے ساتھ ان کے الفاظ کے واسطہ سے ہوا کرتا ہے۔ کتاب اللہ کے رسول پر نازل ہونے کے معنے غالبًا یہ ہو سکتے ہیں کہ فرشتہ روحانی طور پر اسکو حاصل کرلیتے یا لوح محفوظ سے یاد کرتا ہے اور رسول تک پہنچادیتا ہے۔)

کفار و مومنین کی روح کا مقام

سوال (۳۶) کفار و مومنین کے بدن سے نکلنے کے بعد روح کا مقام کہاں ہے؟

جواب:۔ فتح العزیز میں تفصیل بیان کی گئی۔ مقام علیین جو ساتوں آسمان سے اوپر عرش اور سدرۃ المنتہی کے درمیان ہے مقربین یعنی انبیا اور اولیا کی ارواح جاکر اسمیں مقیم ہوجاتی ہیں اور عام نیک بندوں کی روحیں ان کے حسب حال نامۂ اعمال لکھنے کے بعد آسمان اول پر یا آسمان اور زمین کے درمیان یا چاہ زمزم میں جگہ پاتی ہیں اور ان ارواح کو قبر سے بھی کچھ نہ کچھ تعلق رہتا ہے اور کفار وفجار کی روحوں کو اولاً آسمان کی طرف لے جاتے ہیں مگر وہاں کے دربان دروازہ نہیں کھولتے دھتکار دیتے ہیں۔ پھر ان کو زمین پر لاتے ہیں مگر زمین بھی ان کو قبول نہیں کرتی۔ بالآخر ساتویں زمین کے نیچے ایک پتھر کے نیچے لیجاتے ہیں جو انتہائی بدبودار ہے اور اندر یہ روحیں وہاں پڑی رہتی ہیں اور ان کے ساتھ ابلیس وشیاطین کی روحیں بھی طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کی جاتی ہیں انتہی۔

خزانۃ الروایات میں عقیدۃ المعینیۃ النسفیۃ کے حوالہ سے نقل کیا ہے:۔

اما ارواح الانبیا علیہم السلام تخرج من جسدھم وتصیر مثل صورتہا من المسک والکافور وتکون فی الجنۃ تاکل وتتنعم وتاوی باللیل الی قنادیل معلقۃ بالعرش واما ارواح الشہداء فتخرج من جسدھم وتدخل فی اجواف طیر خضر فی الجنۃ تاکل وتتنعم وتاوی باللیل الی قنادیل معلقۃ بالعرش واما ارواح المطیعین من المومنین فی ربض الجنۃ لا تاکل وتمتع ولکن متنظر فی الجنۃ واما ارواح العصاۃ من المومنین فبی مابین السماء والارض

فی الہواء۔ واما ارواح الکفار فہی فی جوف طیر سود فی سجین تحت الارض السابعۃ انتہی

انبیاء علیہم السلام کی روحیں بدن سے نکلنے کے بعد مشک وکافور کی طرح ہوکر جنت میں داخل ہوجاتی ہیں اور ہر قسم کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرتی رہتی ہیں اور رات کو عرش کے ساتھ معلق قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں۔ اسی طرح شہدا کی روحیں بدن سے نکلنے کے بعد جنت کے سبز پرندوں کی شکل میں متمثل ہوکر ہر جگہ کھاتی پھرتی ہیں اور رات کو عرش کے ساتھ معلق قندیلوں میں آرام کرتی ہیں اور فرمانبردار مسلمانوں کی روحیں جنت کے قرب وجوار میں رہیں گی مگر کچھ کھا پی نہ سکیں گی۔ ہاں البتہ جنت کا دیدار کرتی رہیں گی اور نافرمان مسلمانوں کی روحیں آسمان وزمین کے درمیان فضا میں ہوں گی اور کافروں کی روحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں ساتویں زمین کے نیچے سجین میں ہوں گی۔ انتہی اور منہاج العمال میں ہے

ان ارواح المومنین فی السماء السابعۃ ینظرون الی منازلہم فی الجنۃ انتہی مسلمانوں کی روحیں ساتویں آسمان پر رہ کر جنت میں اپنے اپنے مکانوں کو دیکھتی رہیں گی۔

جنتی اور دوزخی ہونا

سوال (۳۹) کسی کو مرنے کے بعد جنتی یا دوزخی کہنا چاہیئے یا نہیں؟

جواب:۔ باری تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو کسی شخص کے باطن اور خاتمہ کا حال معلوم نہیں لہٰذا کسی کے جنتی یا دوزخی ہونے کا عقیدہ نہیں رکھنا چاہیئے البتہ اتنا کہہ سکتے ہیں کہ فلاں آدمی جنتیوں کا سا کام کرتا تھا اور فلاں دوزخیوں جیسا۔

عدالت صحابہ کرام

سوال (۴۰) اہل سنت والجماعۃ کے عقیدہ کے مطابق الصحابۃ کلہم عدول میں عدالت سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ یہ عقیدہ کسی عقیدہ اور علم کلام کی کتاب میں مذکور نہیں البتہ حضرات محدثین اصول حدیث میں راویوں کی تحقیق وتعدیل کے بیان کرتے وقت ذکر کیا کرتے ہیں جس کسی نے عقائد میں درج کیا ہے اسی جگہ سے لیا ہوگا۔ د عدالت کے معنی ہیں روایت کے اندر کذب کے ارادہ سے پرہیز کرنا اور درحقیقت تمام صحابہ اس عدالت کے ساتھ موصوف تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی جھوٹی بات کی نسبت کرنے کو بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔

اصحاب کہف کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ

سوال (۴۱) اصحاب کہف کے متعلق اہل سنت والجماعۃ کا کیا عقیدہ ہے

جواب:۔ مشہور اور متفق علیہ عقیدہ یہی ہے کہ وہ حضرات زندہ ہیں اور امام مہدی کے ہمراہ اٹھیں گے اور بعض ضعیف روایتوں میں مذکور ہے کہ شب اسراء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے گذرتے ہوئے ان کو دعوت دی اور وہ لوگ قبول کرکے پھر سو گئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا واجب القبول ہے یا نہیں؟

سوال:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا واجب القبول ہے یا نہیں؟

جواب:- جو دعا باری تعالیٰ کے حکم یا الہام سے ہو یا نبوت کے لوازم اور متعلقات سے وہ واجب القبول ہے ورنہ نہیں۔

اہل ہوا کی نجات

سوال (۴۳) گمراہ فرقوں کی نجات ہوگی یا نہیں؟

جواب:- اگر ان لوگوں کی بدعت وگمراہی کفر اور ضروریات دین سے انکار کی حد تک نہ پہنچے تو نجات کی توقع رکھنی چاہیئے

حدوث عالم

سوال (۴۴) ذات وصفات باری کے علاوہ یعنی دنیا قدیم ہے یا حادث۔ اور اگر حادث مان لیا جائے تو اس صورت میں شیخ اکبر کے اس قول (ولا اعلم للعالم مدۃ) کے کیا معنے ہوں گے۔

جواب:- عالم حادث ہے یعنی عدم سے وجود میں لایا گیا اور شیخ اکبر کا قول حادث ہونے کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اس عالم کے یوم وجود سے لیکر آج تک کی صحیح مدت کسی کو بھی معلوم نہیں اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ عالم وجود سے پہلے باری تعالیٰ کے علم میں تھا تو علم باری کے اعتبار سے یہ قدیم ہوگیا گرچہ وجود خارجی کی حیثیت سے حادث ہو پس وجود علمی کے اعتبار سے اس کی مدت معلوم نہیں اور شیخ اکبر کا قول بھی اسی پر مبنی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق عقیدہ

سوال (۴۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے بارہ میں اہل سنۃ والجماعت کا کیا عقیدہ ہے۔

جواب: بعض لوگوں نے ان کو ناری بتایا اور بعض نجات کے قائل ہیں۔ درحقیقت اس میں تین مسلک ہیں:-

(۱) موت کفر کی حالت میں ہوئی۔ مگر نابالغ بچوں اور مجنونوں کی طرح انکو بھی عذاب نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی آخرالزماں کی بعثت سے پہلے گذر گئے۔ ارشاد باری ہے وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولا اور ہم نہیں دیتے عذاب جبتک نہ بھیجیں رسول کو۔

(۲) موت تو کفر کی حالت میں ہوئی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے زندہ کئے گئے اور ان پر ایمان لائے

(۳) دونوں اپنی عقل سے یا ملت ابراہیمی سے شرک کی برائی سن کر توحید کے معتقد ہوگئے اور بت پرستی سے کنارہ کش، اور نبی آخرالزماں کی بعثت کو سن کر ان کے تشریف لانے اور تولد ہونے کے انتظام کرتے ہوئے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ اگر پیغمبر کا زمانہ پالیں گے تو ضرور اطاعت کریں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کا ایمان اجمالی متحقق تھا۔ اور امام اعظم کوفی رح کا قول فقہ اکبر میں ووالد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتا علی الکفر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر کی حالت میں مرے انتہی۔ اس کے منافی نہیں ہے اس لئے احتمال ہے کہ امام اعظم نے ایمان تفصیلی کے معدوم ہونے کو کفر سے تعبیر کردیا ہو۔

تصرف شیاطین

سوال (۴۶) شیطان کا بدن انسانی میں تصرف کرنا جسکو آسیب کہتے ہیں صحیح ہے یا نہیں؟

جواب :- اکثر مسلمان فرقوں کے نزدیک مسلم ہے البتہ معتزلہ اس کے مخالف ہیں تفسیر نیشاپوری میں آیت کریمہ یتخبطہ الشیطان من المس کے تحت مذکور ہے واکثر المسلمین علی ان الشیطان قادر علی الغزع والقتل والایذاء بتقدیر اللہ تعالیٰ۔ اکثر مسلمانوں کا مسلک ہے کہ شیطان اللہ کے حکم سے قتل وایذا اور ڈرانے پر قادر ہے۔ انتہی

تصرف میت

سوال (۴۷) انسان مرجانے کے بعد دوسرے آدمی میں کوئی تصرف قتل وایذا کا کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب :- علماء اہل سنت والجماعۃ کا آپس میں اختلاف ہے بعض لوگوں نے انکار کیا کیونکہ مرنے والا اگر نیک ہے تو دوسرے کو تکلیف دینا اس کی نیکی کے منافی ہے اور اگر وہ فاسق یا کافر ہے تو عذاب دینے والے فرشتوں سے چھٹکارا پاکر دوسروں کو تکلیف دینے کا موقع کہاں ملے گا۔ اور جائز کہنے والوں کے دو گروہ ہیں بعض کا خیال ہے کہ انسان کافر یا مومن ظالم وزانی اور اسی طرح مرتد غیر تائب مرنے کے بعد عالم برزخ میں حکم الٰہی سے مسخ ہوکر جن بنجاتے ہیں خصوصاً جب کہ موت جنابت کی حالت میں ہو پس جن ہوکر آدمیوں کے بدن میں تصرف کرتے ہیں باوجودیکہ مسخ کرنا دنیا کے اندر امت محمدیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے مفقود ہوگیا۔ مگر عالم برزخ میں تعدیتاً ہونا ممکن ہے۔ لازم نہیں کہ ہر کافر اور مومن بدکار کو مسخ کیا جائے بلکہ جس کسی کے بارہ میں چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ مسخ کردیتے اور عابد ومتقی مسلمان جنابت کی حالت میں مرنے کے باوجود مسخ نہیں کئے جائیں گے۔ ملا معین نے برزخ کی شرح کرتے ہوئے یہی فرمایا ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ کوئی انقلاب ومسخ وغیرہ نہیں ہوتا بلکہ اوقات مختلفہ میں مختلف افعال وحرکات اس سے صادر ہوتی ہیں اور من تشبہ بقوم فہو منہم کے قاعدہ سے ایسے آدمی کو جو جنوں جیسا کام کرتا ہے بھوت کہتے ہیں۔

روز قیامت میں میزان عدل کا قیام

سوال (۴۸) قیامت میں میزان عدل کا قیام پلصراط عبور کرنے سے پہلے ہوگا یا بعد میں

جواب :- پل صراط پر گذرنے سے پہلے ہوگا۔ کیونکہ میزان کا قیام دخول جنت اور دخول نار کے مستحق لوگوں کی معرفت کے لئے ہوگا اور پل صراط پر گذرنا اس دخول کا سبب ہے جو دخول کے حکم میں ہے۔ وہ حدیث جس میں حضرت عائشہ رضی سے خطاب ہے ان لم تجدینی عند الصراط فاطلبنی عند المیزان۔ اگر تو مجھ کو پلصراط کے قریب نہ پائے تو میزان کے پاس تلاش کر انتہی اس کے مخالف نہیں ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض یہ ہے کہ مجھ کو ان مواقع میں سے کسی جگہ بھی تلاش کرلینا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پلصراط اور میزان پر بار بار آمد ورفت امت کو رہائی دلانے کے واسطے ہوگی جسکی صورت یہ ہوگی کہ آپ میزان پر تشریف لائیں گے تاکہ وہ جماعت جو اپنے وزن اعمال سے فارغ ہوکر بہشت میں داخل ہونے کے لئے پلصراط سے گذرتے ہوئے لغزش کھائے گی اس کو رہائی دلاکر سلامتی کے ساتھ گذارنے کے لئے آپ ان کے ہمراہ تشریف لائیں گے اور یہاں سے فراغت کے بعد پھر دوسری مرتبہ میزان پر تشریف لے جائیں گے اور بقیہ امت کو وزن اعمال سے چھٹکارا دلاکر پل صراط پر ان کے ہمراہ تشریف لائیں گے اسی طرح چند بار آمد ورفت ہوگی جیسا کہ دنیا کے ہنگاموں مثلاً شادی اور جنگ میں بھی ایک ذمہ دار اور منتظم کو بھی یہی صورت پیش آتی ہے اور

یہ سب امارت دسرداری کی علامت ہے۔

اللہ کی ذات قدیم اور نبی کی ذات حادث ہے

سوال (۴۹) حضرات علماء کا کیا مسلک ہے اس بارہ میں ...... کہ ذات باری ذات محمدی کے لئے اصل و مادہ ہے یا نہیں۔ اور اس قول ان لہ شأنا لہ مناسبۃ الی الحضرۃ الربوبیۃ کے کیا معنے ہوں گے نیز ذات نبی کے بارہ میں کیا مانتے ہے آیا وہ حادث ہے یا غیر حادث۔

جواب :۔ ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم حادث ہے اور قدیم یعنی ازلی ہونا اور کسی زمانہ میں عدم کا طاری نہ ہونا یہ تو محض حق کی شان ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک مگر فلاسفہ عقول عشرہ کو زمانہ کے اعتبار سے قدیم مانتے ہیں۔ اسی طرح قدیم ہونا یعنے کسی غیر کا محتاج نہ ہونا بھی خاص ہے حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ متفقہ طور پر۔ اور احادیث صحیحہ بکثرت دلالت کرتی ہیں کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ وجود باری کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ ذات الٰہی اصل اور مادہ نہیں بن سکتی ذات نبی کے لئے کیونکہ قدیم کا مادہ بننا ایک حادث کے لئے ناممکن ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے اللہ سے پیدا کئے جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ کا نور ذات نبی کا مادہ ہے بلکہ بتلانا ہے کہ آپ کا نور منجانب اللہ ہے جیسا کہ کعبہ کو بیت اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا جاتا ہے اور چونکہ نور محمدی تمام انبیاء کے انوار سے پہلے پیدا کیا گیا اور اتنے طویل عرصے تک باری تعالیٰ کی عنایات اور مہربانیوں کا مرکز رہا اس لئے اس کو نور اللہ کہدیا گیا۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

طریقہ نزول وحی

سوال (۵۰) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جبریل علیہ السلام اللہ کے کلام کو اللہ تعالیٰ سے سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے یا لوح محفوظ سے دیکھ کر اگر سن کر پہنچاتے تھے تو حادث کی قوت سامعہ نے کلام قدیم کا احاطہ کیسے کرلیا اور اگر لوح محفوظ سے دیکھ کر پہنچاتے تھے تو پہنچانے کا امر کیونکر سنا اور اس صورت میں مکتوب لوح محفوظ پہنچانا کلام باری اور بعینہٖ کلام اللہ کو پہنچانا ممکن نہیں۔ اس واسطے کہ حلول کلام ایک کا دوسرے میں ایسا کہ وہ دوسرا پہنچادے محال ہے بس اس قرآن کی کیا حقیقت ہے اور قول باری تعالےٰ اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ کے کیا معنی ہیں۔

جواب :۔ وحی نازل ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے کلام کو جبرئیل علیہ السلام سن کر وہاں سے احکام پہنچاتے ہیں اور کلام الٰہی کو سننا کچھ محال نہیں۔ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے اور ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں کلام الٰہی کو سنا اور مقربین ملائکہ پروردگار کی آواز سنتے ہیں سنن ابی داؤد اور بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تکلم اللہ بالوحی سمع اہل سماء الدنیا صوتا صلصلۃ کجر السلسلۃ علی الصفا فیصعقون ولا یزالون کذالک حتی یاتیہم جبرئیل فاذا اتاہم جبرئیل فزع عن قلوبہم قالوا یا جبرئیل ماذا

قال ربنا فیقول الحق فینادون الحق الحق۔ ارشاد نبی ہے جب کہ باری تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام کرتے ہیں تو سما دنیا کے رہنے والے پتھر پر زنجیر کھینچنے کی سی آواز سنتے ہیں ــــــ جس سے سب کے سب خوفزدہ ہوکر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جبرائیل ان کے پاس آتے ہیں ان کے آنے سے ان کا خوف دور ہو جاتا ہے اور پوچھتے ہیں اے جبرئیل ہمارے رب نے کیا کہا۔ وہ جواب دیتے ہیں۔ حق۔ اس پر وہ پکارنے لگتے ہیں حق حق انتہی۔

ابن مردویہ کی روایت ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما نزل جبرئیل بالوحی علی رسول اللہ فزع اھل السموات لانحطاطہ وسمعوا صوت الوحی کاشد مایکون من صوت الحدید علی الصفا فکلما مر باھل سماء فزع عن قلوبہم یقولون یا جبرئیل بما امرت فیقول کلام بلسان عربی۔

آپ کا ارشاد ہے کہ جس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے اوپر وحی لے کر تشریف لاتے تو دنیا والے ان کے اترنے کی وجہ سے خوفزدہ ہو جاتے اور وحی کی آواز کو ایسا محسوس کرتے جیسے پتھر پر لوہا کھینچنے کی آواز۔ پس جب جبرئیل سننے والوں کے پاس سے گزرتے تو ان کا خوف ختم ہو جاتا اور وہ پوچھتے کہ اے جبرئیل تمکو کیا حکم دیا گیا تو وہ جواب دیتے ایک عربی کلام کا انتہی۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جس قدر نازل کرنا منظور ہوتا باری تعالیٰ جبرئیل امین کو سنادیتے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادیتے تھے۔ اور اسی لحاظ سے انہ لقول رسول کریم وارد ہوا۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

باب الشرک والبدعات

اولیاء اللہ سے مدد مانگنا

سوال (۱):۔ عوام کی عادت ہے کہ مصیبت کے وقت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو مدد کے لئے پکارا کرتے ہیں اور اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ یہ حضرات ہر وقت لوگوں کی آواز پر مطلع ہو کر ان کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں علماء کی کیا رائے ہے۔ بینوا توجروا

جواب:۔ یہ صورت مذکورہ حرام بلکہ صریح شرک ہے کیونکہ یہ صورت غیر اللہ کے لئے علم غیب کے ثبوت کو متضمن ہے اور اعتقاد مذکورہ صریح شرک ہے۔ شرک کی حقیقت یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی ذات یا اس کی مخصوص صفات اور عبادات میں کسی غیر کو شریک کرنا اور صورت مذکورہ میں باری تعالیٰ کی صفت مخصوصہ علم غیب میں دوسرے کو شریک کیا گیا اس لئے اعتقاد مذکورہ شرک ہے۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں کہا ہے:۔

العلم بالغیب تفرد بہ سبحانہ تعالیٰ ولا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منہ والھام بطریق المعجزۃ والکرامۃ وارشاد الی الاستدلال بالامارات فیما یمکن فیہ ذلک ولھذا ذکر فی الفتاوی ان قول القائل عند رؤیۃ ھالۃ القمر

دائرته یکون مطر أمدعيا علم الغيب لا بعلامة كفر وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله كذا في المسايرة انتهى

علم غیب صرف حق سبحانہ وتعالی کی مخصوص صفت ہے جس کی بندوں کو ہوا تک بھی نہیں لگتی۔ مگر یہ کہ خود باری تعالی علم کرادیں یا بطریقہ معجزہ وکرامت الہام فرمادیں اور یا اس کی علامتوں سے استدلال کی طرف رہنمائی فرمادیں۔ بشرطیکہ اس جگہ ممکن بھی ہو اور اسی وجہ سے فتاوی میں ملیگا۔ جو شخص چاند کے دائرے کو دیکھ کر بارش کی علامات ذکر کرنے کے بجائے دعوی کرے بارش کے یقینی طور پر ہونے کا تو وہ کافر ہے اور حنفیہ نے صراحتہً تکفیر کی اس شخص کی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم غیب ہونے کا معتقد ہو۔ کیونکہ اس کا یہ اعتقاد قول باری تعالی کے مخالف ہے جس کی تفسیر یہ ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیجئے کہ اس زمین وآسمان میں اللہ کے ماسوا کوئی بھی غیب کی باتوں کو نہیں جانتا۔ انتہی۔

کتبہ محمد بشیر عفا اللہ عنہ — المصدق عبدالصمد پشاوری — المصدق ذوالفقار علی — المصدق سید محمد سیوانی

اسی طرح انبیاء اولیا کے بارہ میں ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر ہونے اور پکارنے والوں کی دعاؤں کے سننے کا اعتقاد رکھنا شرک ہے کیونکہ یہ صفت بھی بلا شرکت غیرے مخصوص ہے حق سبحانہ کے لئے فتاوی بزازیہ میں ہے

تزوج بلا شهود وقال خدائے ورسول خدا ئے وفرشتگان را گواہ کردم یکفر لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم والملك يعلمان الغيب انتهى

فتاوی بزازیہ میں یہ بھی ہے وعن هذا قال علماؤنا من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر انتهى یعنی اسی وجہ سے ہمارے علما فرماتے ہیں کہ جو شخص مشائخ کی روحوں کے حاضر وناظر ہونے کا قائل ہو اس کو کافر کہا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

ابوالحسنات محمد عبدالحی

کیا اولیاء کرام پکار سنتے ہیں؟

سوال (۲۵) ایسے آدمی کے بارہ میں کیا حکم ہے جو اعتقاد رکھتا ہے کہ اولیاء کرام تمام چیزوں کو جانتے اور پکارنے والے کی آواز نزدیک ودور سے سن لیتے ہیں۔ اور آپس میں بولے جانے والے الفاظ سے ان سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام پر جانوروں کی نذر مانتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

جواب:۔ شخص بدعقیدہ ہے بلکہ اس کے اعتقاد سے کفر کا خوف ہوتا ہے۔ کیونکہ اولیاء اللہ کا دور سے آواز کا سننا ثابت نہیں ہے اور تمام جزئیات کا ہر وقت علم کلی حاصل ہونا خاص ہے باری تعالی کے ساتھ۔ فتاوی بزازیہ میں ہے من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر انتهى یعنی جو شخص مشائخ کی ارواح کے حاضر اور عالم ہونے کا قائل ہو اس کو کافر کہا جائیگا۔

فتاوی بزازیہ میں دوسری جگہ ہے ان من تزوج بشهادة الله ورسوله يكفر لانه ظن ان الرسول يعلم الغيب انتهى

اور غیر اللہ کے لئے نذر ماننا حرام ہے اور منذور لغیر اللہ بھی حرام ہے تفصیل بحر الرائق اور الدر المختار میں ملاحظہ فرمائیے۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

دنیا میں خدا کا دیدار

سوال (۵۳) کیا اولیاء اللہ بحالت بیداری اپنی ظاہری بینائی سے بغیر کسی تاویل کے اس دنیا میں خدا کا دیدار کرسکتے ہیں یا نہیں ؟

جواب :۔ اہل سنت والجماعۃ کے عقیدہ کے مطابق مذکورہ بالا صورت سے دیدار نہیں ہوتا اگر کوئی اس کا مدعی ہو تو کاذب ہے رویۃ باری کی پوری تحقیق بیان کی جاتی ہے ۔منح ازہر میں ہے :۔

فھل یجوز رویۃ اللہ تعالیٰ فی الدنیا بعین البصر للاولیاء فقد جاءنی سوال واقعۃ الحال فی من ادعی ذالک فی بعض الاشخاص فکتبت الجواب بحسب ما ظھر لی وجہ الصواب

فھو اجماع الائمۃ من اھل السنۃ والجماعۃ علی ان رویۃ اللہ تعالیٰ بعین البصر جائزۃ فی الدنیا والآخرۃ عقلا وثابتۃ فی العقبیٰ سمعا ونقلا واختلفوا فی جوازھا فی الدنیا شرعا فاثبتھا الاکثرون ونفاھا آخرون ثم الذین اثبتوھا خصوا وقوعھا لہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الاسراء علی خلاف فی ذلک بین السلف والخلف من العلماء والاولیاء والصحیح انہ انما رای ربہ تعالیٰ بفوادہ لا بعینہ کذا فی شرح العقائد وغیرہ

علماء اہل سنت والجماعۃ کا اتفاق ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا دیدار دنیا وآخرت میں ظاہری آنکھوں سے عقلاً ممکن ہے اور آخرت میں ثابت بھی ہے دلائل سمعیہ ونقلیہ سے اختلاف دنیا میں واقع ہونے پر شرعی حیثیت سے ہے اکثر لوگوں نے ثابت کیا ہے اور بعض لوگوں نے نفی بھی کی اور ثابت کرنے والوں نے خاص کردیا دیدار کو حضور کے لئے لیلۃ المعراج میں جیسا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے متقدمین اور متاخرین علماء واولیاء کا اور صحیح مسلک یہ ہے کہ حضور نے اللہ کا دیدار آنکھوں سے نہیں بلکہ دل سے کیا ۔(شرح عقائد)

فان قال بانی اری اللہ تعالیٰ فی الدنیا ان اراد بہ رویتہ فی المنام فعلی جوازہ خلاف مشھور بین الانام مع ان رویتہ للمنامیۃ لا تکون بالحاسۃ البصریۃ بل التصورات المثالیۃ والتمثیلات الخیالیۃ وان اراد بھا حال الیقظۃ فان قصد بہ حذف المضاف واراد بھا انہ یری انوار صفاتہ ویشاھد آثار مصنوعاتہ فذا جائز بلا مریۃ واما من ادعی بھذا المعنی بنفسہ من غیر تاویل فی المبنی فھو فی اعتقاد فاسد وزعم کاسد وفی حضیض ضلال وتضلیل وفی مطعن وبیل وبعید

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں دنیا میں خدا کا دیدار کرتا ہوں اگر اس کی مراد خواب کی حالت کو بیان کرنا ہے تو اس کے جائز ہونے میں امت کا اختلاف مشہور ہے ۔باوجودیکہ خواب کا دیدار ان آنکھوں سے نہیں ہوتا بلکہ وہ محض ایک تصور اور خیالی صورتیں ہوتی ہیں ۔اور اگر بیداری کی حالت میں دیدار کرنا مراد ہو اور وہ یہ کہے کہ میرا مطلب یہ ہے کہ صفات باری کے انوار اور مخلوقات، کے آثار کا مشاہدہ ہوتا ہے تو یہ بلا شک وشبہ جائز ہے اور اگر وہ بغیر کسی تاویل خود ذات باری کے دیدار کا مدعی ہے تو یہ اعتقاد فاسد اور گمان باطل ہے اور ایسا شخص یقیناً

عن سواء السبیل

ضا ومضل قابل طعن وملامت اور راہ حق سے بہت بعید ہے

تصوف کی عدیم المثال کتاب التعرف کے مصنف فرماتے ہیں ۔

اطبق المشائخ کلهم علی تضلیل من قال ذلک وتکذیب من ادعی هنالک

یعنی تمام علما کا ایسے شخص کو گمراہ اور کاذب کہنے میں اتفاق ہے جو دنیا میں اس کا مدعی ہو۔

وصنفوا فی ذلک کتبا ورسائل منهم ابو سعید الخراز والجنید وصرحوا بان من قال ذلک المقال لم یعرف الله الملک المتعال واقره الشیخ علاء الدین القونوی فی شرحه وقال ان صدر عن احد دعوی نحوه فیمکن تاویله بان غلبة الاحوال یجعل الغائب کالشاهد اذ اکثر اشتغال الشیء بشیء واستحضاره له یصیر کانه حاضر بین یدیه انتهی

دوسرے حضرات نے اس مسئلہ پر متعدد کتابیں لکھیں اکثر قابل ذکر ابو سعید الخراز اور جنید ہیں اور تصریح کی کہ اس بات کا مدعی درحقیقت شان کبریائی سے واقف ہی نہیں اور شیخ علاؤ الدین قونوی نے اس کی شرح میں فرمایا کہ اگر کسی شخص کا اس جیسا دعویٰ ہو تو اس کی تاویل اس طرح کر دینا کہ غلبہ حال غائب کو موجود کے مانند کر دیتا ہے ممکن ہے جبکہ کسی شے کے ساتھ اشتغال اور اس کا استحضار زائد ہوتا ہے تو وہ ہر وقت اپنے نظر آتی ہے ۔ انتہی

ویؤیده حدیث ان تعبد الله کانک تراه وکذا حدیث عبد الله بن عمر حال الطواف نتراءی الله وقال صاحب العوارف المعارف فی کتابه اعلام الهدی وعقیدة ارباب التقی ان رؤیة العیان متعذرة فی هذه الدار لانها دار الفناء والآخرة هی دار القرار فلقوم من العلماء نصیب من علم الیقین فی الدنیا وللآخرین من اعلی منهم رتبة نصیب من عین الیقین کما قال قائل رای قلبی ربی انتهی

اور ایک حدیث اس کی مؤید ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔ عبادت کے وقت یہ تصور ہونا چاہیئے کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور عبد اللہ بن عمر کی حدیث کہ طواف کی حالت میں دیکھ رہے ہیں ہم اللہ کو اسکی مؤید ہے اور عوارف المعارف کے مصنف نے اپنی کتاب اعلام الہدیٰ وعقیدۃ ارباب التقیٰ میں فرماتے ہیں کہ آنکھوں سے دیدار باری کرنا اس دنیا میں محال ہے کیونکہ یہ دنیا فانی اور آخرت غیر فانی ہے بعض علما کو دنیا میں علم الیقین کی دولت ملی ہے اور بعض علما جو ان سے بھی اعلیٰ مرتبہ ہیں ان کو عین الیقین کی دولت نصیب ہوئی جب کہ کوئی شخص کہے میرے قلب نے دیدار رب کیا ۔ انتہی

والحاصل ان الامة قد اتفقت علی انه تعالی لا یراه احد فی الدنیا بعینه ولم یتنازعوا فی ذلک الا فی نبینا صلی الله علیه وآله وسلم حال عروجه علی ما صرح به فی شرح عقیدة الطحاوی ثم هذا ان قبل التاویل السابق فیها والا فان کان مصمما علی مقولته ولم یرجع بالمنقول عن معتقده یجب تعزیره وتشهیره بما یراه الحاکم الشرعی

حاصل کلام یہ ہے کہ تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خداوند تعالیٰ کو کوئی شخص اس دنیا میں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ اور انبیاء علیہم السلام نے بھی اس دیدار کے بارہ میں بوقت عروج الی السماء کوئی اختلاف نہیں کیا۔ جیسا کہ شرح عقیدہ طحاوی میں صراحۃً موجود ہے۔ اس کے قول کی تصحیح اسی وقت ہوگی جبکہ وہ اس تاویل کو قبول کرے ورنہ اگر وہ اپنے قول پر مصر ہو اور رجوع

نہ کرے تو ایسے شخص کو سزا دینا اور اس کی تشہیر کرنا واجب ہے ۔حاکم وقت جو سزا مناسب سمجھے دے

وقال بعض ارباب العقائد المنظومة من قال فی الدنیا یراہ بعینہ فذالک زندیق طغی وتمرد وخالف اللہ والرسول وزاغ عن شرع شریف

اور بعض عقائد منظومہ کے مصنفین نے کہا جو شخص اس دنیا میں اپنی آنکھوں سے رویت باری کا مدعی ہو تو وہ زندیق نافرمان اور سرکش ہے اللہ اور رسول کا مخالف اور شریعت کی راہ حق سے منحرف ہے ۔

قد قال ابن الصلاح وابو شامة انه لا یصدق مدعی الروية فی الدنیا حال الیقظة ومنع عنه کلیم اللہ موسی علی نبینا وعلیہ السلام واختلف بهذا المرام لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک المقام کیف تسمح لمن لم یصل الی مقامہ انتہی کلامہما

ابن الصلاح اور ابو شامہ نے کہا کہ دنیا میں رہتے ہوئے بحالت بیداری رویت باری کے مدعی کی تصدیق نہیں کی جائیگی اور کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس حالت میں دیدار نہیں ہوا اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس مقام کے حاصل ہونے میں اختلاف ہوا ہے پس ایسے آدمی کے بارہ میں کیسے چشم پوشی کی جا سکتی ہے جو اس مقام کو نہ پہنچا ہو ۔ انتہی کلامہا ۔

وقال الکواشی فی سورة النجم ومعتقد روية اللہ تعالیٰ ههنا بالعین لغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلم وقال الاردبیلی فی کتاب الانوار

اور کواشی نے سورۂ نجم کی تفسیر میں کہا کہ نبی کریم کے ماسوا کسی کے لئے اس دنیا میں آنکھوں سے دیدار باری کا اعتقاد رکھنا بالکل غلط ہے اردبیلی نے کتاب الانوار میں کہا :۔

ولو قال انی اری اللہ فی الدنیا کفر انتہی لکن الاقدام علی التکفیر بمجرد دعوی الروية من اصعب الخطرات الخطاء فی افناء الف کافر اهون من الخطاء فی افناء مسلم فالصواب ما قلنا ذلک ان انضم الی دعواہ ما یخرج عن عقیدة اهل التقی فحکم علیہ بانه من اهل الضلالة والردی والسلام علی من اتبع الهدی انتہی ما فی منح الازهر شرح فقہ اکبر ملا علی قاری

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے دنیا میں اللہ کا دیدار کیا وہ کافر ہے لیکن محض دعوئے رویت پر جلدی سے کافر کہدینا بڑی ذمہ داری کا کام ہے ۔کیونکہ ہزاروں کافروں کے اقتل میں غلطی کا ہو جانا بہت آسان ہے بہ نسبت ایک مسلمان کے افنا میں غلطی کرنے سے ۔صحیح مسئلہ وہی ہے جو مقدم ذکر کیا گیا کہ اگر وہ شخص اپنے دعویٰ میں ایسی چیز ملا دے جس سے متقیوں کے عقیدے سے نکلجائے تو اس کے حق میں فیصلہ یہی ہے کہ وہ گمراہ ہے ۔والسلام علی من اتبع الہدیٰ یہاں تک کہ ملا علی قاری کی کتاب فقہ اکبر کی شرح منح الازہر کا کلام پورا کیا ۔

یہ چیز روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو لن ترانی (ہرگز نہیں دیکھ سکتے) کا خطاب ہو سکتا ہے تو امت کے افراد اس خطاب سے کیوں دسوف نہ ہوں گے ۔

اور آیت ۔ وجوہ یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة الآیہ مسلمانوں کے چہرے قیامت کے دن تروتازہ ہیں اپنے رب

کی طرف دیکھنے والے الآیۃ۔ دارعقبیٰ یعنی جنت میں دیدار باری کو بتلا رہے ہیں نہ کہ دنیا میں۔ کیونکہ دنیا کی تمام قوتیں بے انتہا ضعیف وکمزور اور فانی ہیں جن سے دیدار الٰہی کرنا دشوار ہے۔ بخلاف دارعقبیٰ کی قوتوں کے جنکو باری تعالیٰ نے اکمل ترین اور غیرفانی بنایا ہے۔ جل جلالہ کے تقویت دینے سے دیدار باری حاصل ہوگا اور اسی رویت بالعین کے بارہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین اور تمام صحابہ کرام کو ان کلمات طیبات سے خطاب فرمایا۔

سترون ربکم یوم القیامۃ۔ تم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھ لوگے۔ اور یہ نہیں فرمایا سترون ربکم یوم القیامۃ کما ترونہ فی الدنیا۔ تم اپنے رب کو قیامت میں دیکھ لوگے جیساکہ دنیا میں دیکھتے ہواو کما قال۔ اس حدیث سے صراحتاً معلوم ہوگیا کہ یہ دنیائے فانی دیدار باری کا مقام نہیں ہے۔ اور تمام علماء اہل سنت کا اتفاق ہے کہ اگرامت کا کوئی فرد واحد اس دنیا میں بحالت بیداری آنکھوں سے دیدار باری نہیں کرسکتا اور اس کا دعویٰ کرنے والا کاذب ہے۔ حدیث مذکورہ میں رویت کا حکم مقید تھا۔ قیامت کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ یہ رویت آخرت میں ہوگی دنیا میں نہیں۔ بخاری کی شروح۔ فتح الباری، کرمانی، عینی میں یہی ہے۔ اور ابوموسیٰ اشعری سے بخاری میں حدیث کا جزو مروی ہے وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء الکبریاء علیٰ وجہہ فی جنۃ عدن او کما قال۔ جنت عدن میں لوگوں کو دیدار باری سے روکنے والی صرف شان کبریائی کی چادر رہ جائے گی چہرہ پر۔ انتہی

شیخ توریشتی رح فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ جب مومن جنت میں اپنے ٹھکانہ پر پہنچ جائے گا اور پردے اٹھنے لگیں گے تو دیدار باری سے روکنے والی تمام چیزیں ختم ہوجائیں گی صرف حق سبحانہ وتعالیٰ کے جلال کی ہیبت اور جمال کے آثار اور شان کبریائی کا رعب باقی رہ جائے گا۔ اور یہ باری تعالیٰ کی مخصوص رحمت وشفقت اور فضل کے بغیر جو بندوں پر ہوگا مرتفع نہ ہوں گی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کبریائی کا پردہ رویت سے مانع ہوگا۔ اور باری تعالیٰ اس کو بھی اٹھاکر بندوں پر احسان فرمائیں گے۔ اور رویت ہوجائے گی۔ تو حدیث کا مطلب ہوگیا مومنین کے جنت میں اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جانے کے بعد جلال باری کی ہیبت کے علاوہ کوئی دوسری چیز رویت میں حائل نہ ہوگی اور باری تعالیٰ اعزاز خصوصی کے پیش نظر اپنی مخصوص رحمت وشفقت اور فضل سے مومنین کو اپنی رویت کی قوت عطا فرمائیں گے۔ (ارشاد الساری)

اور امام نووی فرماتے ہیں تمام علماء اہل سنت کے نزدیک رویت باری ممکن ہے اور آخرت میں واقع ہوگی اور یہی رویت دنیا میں ممکن ہے مگر تمام متقدمین ومتاخرین علماء کے نزدیک وقوع دنیا میں نہیں ہوگا (المرقات) واللہ اعلم بالصواب، فاعتبروا یااولی الالباب۔ منصور علی حنفی دہلوی - سید مولوی نذیر حسین - سید شریف حسین -

دنیا میں موجودہ آنکھوں سے بحالت بیداری رویت باری ناممکن ہے شرعاً۔ جیساکہ جمہور کا مذہب ہے۔ قول باری ہے

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار اس کو آنکھیں نہیں پاسکتیں اور وہ آنکھوں کو پاسکتا ہے ——— دوسری جگہ ارشاد ہے :—

قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی موسٰی نے فرمایا اے میرے رب تو مجھ کو دکھا میں تجھ کو دیکھوں۔ باری تعالیٰ نے فرمایا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم ۔ سید احمد حسین ۔ محمد عبدالحمید ۔ محمد حبیب

ھوالمصوب :۔ دنیا میں بحالت بیداری ظاہری آنکھوں سے خداتعالیٰ کا دیدار کرنا بغیر کسی تاویل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا کسی کو حاصل نہیں اور جو شخص بھی دعویٰ کرے وہ کاذب ہوگا۔ عبدالوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر میں عقائد اکابر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

فان قیل ھل وقعت رویۃ اللہ یقظۃ فی الدنیا لاحد غیر الرسول ﷺ فالجواب کما قال لہ الشیخ عبدالقادر الجیلی لم یبلغنا وقوع ذالک فی الدنیا لاحد غیر رسول اللہ فقیل لہ ان فلانا یزعم انہ یری اللہ بعینی راسہ فارسل الشیخ خلفہ وقال احق مایقول ھولاء عنک فقال نعم فانتھرہ الشیخ وزجرہ واخذ علیہ العھد ان لا یعود۔

اگر سوال کیا جائے کیا دنیا میں بحالت بیداری غیر رسول اللہ ﷺ کے لئے خدا کا دیدار ہوسکتا ہے تو اس کا جواب شیخ عبدالقادر جیلی نے دیا ہے۔ دنیا میں اس کے وقوع کی ہمکو کوئی اطلاع نہیں ہے سوائے رسول اللہ کے۔ پھر ان سے کہا گیا کہ فلاں تو دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ کو اپنے چہرہ میں لگی ہوئی آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ شیخ نے ایک شخص کے ذریعہ اس کو بلایا اور پوچھا یہ لوگ تیری طرف سے جو بات کہتے ہیں کیا یہ سچ ہے۔ اس نے اقرار کیا۔ اس پر شیخ نے اسکو جھڑکا اور دھمکایا اور آئندہ کے لئے منع فرمایا۔ انتھی

پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں :۔

اما رویۃ الحق لغیر نبینا فمنعھا جمھور العلماء واستدلوا لذالک بقولہ لا تدرکہ الابصار (آنکھیں اس کو نہیں پاسکتیں) وبقولہ لموسٰی (لن ترانی) وبقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یری احد کم ربہ حتی یموت رواہ مسلم فی کتاب الفتن

حق کا دیدار غیر نبی کریم کے لئے جمہور علماء کے مسلک کے مخالف ہے اور علماء نے استدلال کیا اس قول باری سے اور قول باری سے جس میں موسٰی کو خطاب ہے (تو ہرگز مجھکو نہیں دیکھ سکتا) اور نبی کریم کے اس قول سے مرنے سے پہلے تم میں سے کوئی شخص اپنے رب کو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب الفتن میں بیان فرمایا۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لیلۃ المعراج میں دیدار باری واقع ہونے میں صحابہ کا اختلاف ہے مگر صحیح مسلک کا واقع ہونا ہے۔ واللہ اعلم

(ابوالحسنات محمد عبدالحی)

مگر علماء حضرات شیاطین کے اس قسم کے تصرف کو تلبیسات پر محمول کرتے ہیں کیونکہ ان کا یہ تصرف اجماع سے ثابت ہے اور یہ وحی میں بھی تصرف کرتے ہیں اور کبھی کبھی کسی بزرگ کا نام بھی لے دیتے ہیں تاکہ کوئی انکار نہ کرے بلکہ تعظیم سے پیش آئے اور ان کے کلام کو توجہ سے سنیں اور تصوف وغیرہ کے مسائل ومضامین کو سمجھنا شیاطین وجنات کے لئے بہت سہل ہے۔ البتہ بعض شیاطین اسی تصرف سے کھلم کھلا اغوا کا ارادہ کرتے ہیں اور ان کی تلبیس خواص کے سامنے نہیں چلتی اور بعض جن تعلیم وہدایت کے پردہ میں اپنی طرف مائل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس تلبیس میں خواص بھی عوام کی طرح شبہ کرنے لگتے ہیں۔ اور ایام جاہلیت میں بعض لوگوں پر اس قسم کا تصرف ہوا ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اور علماء ظاہریہ کی اس دعوی پر دلیل یہ ہے کہ باوجودیکہ یہ تصرفات جنات اور شیاطین کرتے ہیں۔ اگر بفرض محال ہم یہ کہیں کہ انبیاء اولیاء صلحا کی پاک روحیں بھی یہ تصرف کرتی ہیں تو تلبیس عظیم لازم آئے گی۔ اور فرقہ باطلہ کے لئے ممکن ہوگا کہ ہر شخص اپنے بارہ میں روح مقدسہ کے ظہور کا دعوی کرنے لگے اب ان کے افعال واقوال کا انکار مشکل ہوگا بلکہ اہل حق کو ساکت ہونا پڑے گا اور جو قصے اولیاء اللہ کے مثلا اوحدالدین کرمانی کے نفحات میں اور دوسرے لوگوں کے فتوحات میں منقول ہیں وہ تمام زندہ حضرات میں کہ ان حضرات نے دوسرے زندہ لوگوں کے قلوب میں تصرف کرکے ان کو بالکل معطل کردیا اور ان کی جگہ خود کلام کیا لیکن یہ محل اشتباہ نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص بحالت حیات روح کے ظہور کا دعوی کرتا ہے اور کوئی قول وفعل اس سے صادر ہوتا ہے تو اس کی طرف رجوع کرکے اپنے شبہ کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ بخلاف ان ارواح کے جو برزخ میں ہیں یا ملائکہ اور اہل تصرف کے پس صحیح طریقہ یہ ہے کہ تصوف کے قاعدہ کے مطابق کسی ممکن کا انکار نہ کرنا چاہیئے اور وجود کہ محل اشتباہ ہے اسکو مسلم نہ رکھنا چاہیئے۔

واللہ اعلم ، ابوالحسنات محمد عبدالحی

غوث اعظم کا ہر مقام سے ندا سننا

سوال (۵۵) اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہر مقام سے ندا دینے والے کی آواز کو سن لیتے ہیں اور اس کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ ایسے شخص کے بارہ میں کیا حکم ہے۔

جواب:۔ یہ عقیدہ اہل اسلام کے مخالف بلکہ مشرک کے مترادف اور برابر ہے۔ ہر شخص کی ندا کو ہر جگہ سے اور ہر وقت سننا یہ صرف پروردگار عالم کے ساتھ خاص ہے اور کسی مخلوق میں یہ صفت نہیں۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

محرم میں ذکر شہادت

سوال (۵۶) ماہ محرم میں خصوصاً یوم عاشورا کو شہادت حسنین علیہما السلام کا ذکر، فضائل صبر، محاسن شہداء کا بیان کرنا، سینہ کوبی۔ نوحہ اور دیگر مروجہ بدعات سے روکنا اور فضائل استرجاع احادیث صحیحہ اور سیر الشہادتین کی روایات کے مطابق بیان کرنا کیسا ہے بعض لوگ ذکر شہادت کو حرام کہتے ہیں اور اپنی دلیل میں امام غزالیؒ

اور مولوی محمد اسمٰعیل شہید کی عبارتوں کو پیش کرتے ہیں، امام غزالی کی عبارت یہ ہے :-

یحرم علی الواعظ روایۃ قتل الحسن و الحسین و حکایۃ ما جری بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم فانہ یہیج الی بغض الصحابۃ و الطعن فیھم

واعظ کے لئے حرام ہے حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے قتل کے واقعات کو بیان کرنا اور صحابہ کرام کے درمیان اختلاف اور مخاصمہ کا ذکر کرنا کیونکہ اس کی وجہ سے صحابہ کرام کے متعلق اور بغض پیدا ہوگا اور لوگ طعن کریں گے۔

صراط مستقیم میں ہے

ذکر قصۂ شہادت بشرح و بسط و عقد مجلس کردن باین قصہ کہ مردم بشنوند و تاسفہا نمایند و حسرتہا فراہم آرند و گریہ و زاری کنند ہرچند در نظر ظاہری خللے دراں ظاہر نمی شود

قصہ شہادت بالتفصیل بیان کرنا اور اس ارادے سے مجلس منعقد کرنا تاکہ لوگ سن کر اظہار حسرت و افسوس کریں اور خوب روئیں دھوئیں اگرچہ ظاہری اعتبار سے اس میں کوئی برائی معلوم نہیں ہوتی۔

امافی الحقیقت مذموم و مکروہ ست تا آخر این قول کہ پس بالکل مطرودان و مردودان آنجناب اند انتہی

لیکن حقیقت میں بہت ہی برا اور مکروہ ہے اور آخر میں جاکر یہ کہا ہے ایسے اشخاص باری تعالیٰ کی درگاہ سے راندہ اور مردود ہیں۔ انتہی

اس سوال کا جواب اور دونوں عبارتوں کا مطلب بالتفصیل بیان فرمائیں۔ توجروا بالصواب الجمیل

جواب :- امام حسینؓ کے ذکر شہادت کی چند صورتیں ہیں :-

(۱) واعظ ادر تمام شرکا مستقل مجلس ماتم منائیں اور شیعوں کی طرح کپڑے پھاڑلیں اور دوسرے برے کام کریں ایسی صورت میں وعظ کرنے اور مجلس منعقد کرنے کے حرام ہونے میں شک و شبہ نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں :-

ایاد ان یشتغل فی یوم عاشوراء ببدع الرفضۃ من الندب والنیاحۃ والحزن اذلیس ذلک من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاتہ صلی اللّٰہ علیہ اولیٰ بذلک واحری

اور ابوالرجا مختار بن محمود زاہدی برہان الدین بخاری سے نقل کرتے ہیں : قتل حسین کے ذکر کے وقت یوم عاشورا میں مصیبت پر افسوس کرنے کے لئے واعظ کا کپڑے پھاڑنا، لوگوں کے لئے قیام کا حکم دینا اور قائلین کا طعن و تشنیع کرنا کیسا ہے۔ کیا حاکموں پر ایسے لوگوں کو تنبیہ کرنا واجب ہے یا نہیں۔ اس پر برہان الدین بخاری نے لکھا ہے کہ ایسے لوگوں کو اس کام سے روکا جائے گا

(۲) واعظ ذکر امام کو احادیث موضوعہ اور جھوٹے واقعات سے بیان کرے اور اپنے وعظ میں اہل اسلام کی توہین اور اسلاف پر اتہام لگائے اس صورت میں بھی حرمت میں کوئی شک نہیں اور امام غزالی نے اسی ذکر کو حرام کہا ہے جیسا کہ ابن حجر کے کلام سے

جو صواعق میں ہے ظاہر ہوتا ہے۔

ویحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ قتل الحسن والحسین وحکایۃ ماجری بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم فانہ یہیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیہم والطاعن فیہم مطعون طاعن فی نفسہ ودینہ

امام غزالی نے حسنینؓ کے قتل اور دوسری چیزوں کی حرمت کے بارہ میں جو کچھ لکھا وہ بالکل صحیح ہے اور یہ اس بیان حق کے مخالف نہیں ہوسکتا جس کا اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ مثلاً صحابہ کی جلالت اور ان کا تمام نقائص سے بری ہونا۔ مگر آجکل کے واعظین جھوٹی اور موضوعہ حدیثوں کو بیان کرتے ہیں اور صحیح محل اور حق بات کو بیان نہیں کرتے جن پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور ان کے اس عمل سے لوگ صحابہ کرام کی تنقیص کرنے لگتے ہیں اور بُرے خیالات قائم کرلیتے ہیں۔ ملا احمد رومی مجالس الابرار میں ذکر کرتے ہیں

القاص الذی یذکر الناس قصۃ القتل یوم عاشوراً یخرق ثیابہ ویکشف رأسہ ویامرھم بالقیام وللتشنیع تاسفا علی المصیبۃ

قاص وہ شخص ہے جو لوگوں سے عاشوراء کے دن قتل کا قصہ بیان کرتا ہے اور مصیبت پر اظہار افسوس کرنے کے لئے کپڑے پھاڑتا اور سر کھول دیتا ہے۔ لوگوں کو قیام کا اور قاتلین پر طعن و تشنیع کا حکم کرتا ہے۔

یجب علی ولاۃ الدین ان یمنعوھم والمستمعون لایعذرون فی الاستماع

دین کے حاکموں پر واجب ہے کہ ان کو منع کریں اور سننے والوں کو معذور نہ سمجھا جائے گا سننے میں۔

امام غزالی نے دوسری جگہ فرمایا کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلاف بیان کرنے سے لوگ ان پر طعن کرتے ہیں اس لئے یہ حرام ہے، فرماتے ہیں:-

وتلقی ائمۃ الدین عنہم وتلقینا عنہم فالمطاعن فیہم طاعن فی نفسہ ودینہ

ہمارے دین کے ائمہ نے ان سے علوم حاصل کئے اور ہم نے ان ائمہ سے پس ان کو طعن کرنے والا حقیقت میں خود اپنی ذات کو اور دین کو طعن کرنے والا ہے۔

وقد روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی ومن احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم ومن اذاھم فقد اذی اللہ تعالی اوکما قالؑ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میرے اصحاب کے بارہ میں خدا سے ڈرو میرے چلے جانیکے بعد میرے اصحاب کو نشانہ مت بناؤ اور جو شخص ان سے محبت کرے سو میری محبت کی وجہ سے اور جو ان سے بغض رکھے سو میرے بغض کی وجہ سے اور جس شخص نے ان کو تکلیف پہنچائی درحقیقت اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی۔

پس اس وجہ سے صحابہ کرام کی تعظیم اور ان کا ذکر خیر کرنا اور طعن و تشنیع سے زبان کو روکنا ہر مسلمان پر واجب ہے کیونکہ حضرت عثمانؓ اور حضرت حسینؓ کی شہادت سے بہت سے فتنے پھیل گئے اور جھوٹے واقعات مشہور ہو گئے۔ نفسانی خواہشات اور

بدعات کا زور ہوگیا۔ انتہی کلام الغزالی

امام غزالی کی یہ عبارت صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ مطلق ذکر قتل حرام نہیں ہے بلکہ وہ ذکر حرام ہے جو جھوٹے واقعات پر مبنی ہو۔ کیونکہ حرمت کی جو دلیل یعنی صحابہ کرام کے بارہ میں بغض وطعن کا پیدا ہونا امام غزالی نے بیان کی وہ اسی صورت میں ثابت ہوسکتی ہے جبکہ اس ذکر میں جھوٹے واقعات ہوں اور اگر روایات صحیحہ کی روشنی میں ذکر کیا جائے تو پھر صحابہ کرام کے بارہ میں اس قسم کے شبہات وخیالات پیدا نہیں ہوسکتے۔ اور اگر اس عبارت سے مطلق ذکر کو حرام قرار دیا جائے تو پھر دلیل اور دعویٰ میں مطابقت نہ رہے گی۔ اور یہ ناجائز ہے:۔

(۳) واعظ محض ذکر شہادت کے لئے کوئی ایک دن مخصوص کر کے رافضیوں کی طرح مجلس منعقد کرے یہ صورت بھی رافضیوں کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے کراہت سے خالی نہیں۔ اسی وجہ سے جامع الرموز میں ہے۔

ان اراد ذکر قتل الحسین ینبغی ان یذکر اولاً قتل سائر الصحابۃ لئلا یتشابہ الروافض

اگر قتل حسین کے تذکرہ کا ارادہ ہو تو اس سے پہلے تمام صحابہ کی شہادت کا ذکر ہونا چاہیئے تاکہ روافض کے ساتھ مشابہت نہ رہے۔

اور مولانا اسمٰعیل صاحب کی عبارت جو سوال میں منقول ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے۔

(۴) ذکر شہادت احادیث صحیحہ کی روشنی میں کیا جائے اور اس میں ایسی افراط وتفریط نہ ہو جو اہل اسلام کی اہانت یا بعض صحابہ سے بغض کا سبب بنے اور روافض کی طرح کوئی دن معین نہ ہو دیگر رسومات سے بھی پاک ہو جس کی غرض مصائب کا ذکر اور استرجاع ہو اور یہ جائز ہے۔ مجالس الابرار میں ہے۔ فاطمہ بنت حسین اپنے والد سے روایت کرتی ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مسلم یصاب بمصیبۃ فیذکرھا وان قدم عھدھا فیحدث لھا الاسترجاع الا کتب اللہ لہ اجرہ مثلھا یوم اصیب وھذا الحدیث رواہ الحسین وعنہ بنتہ فاطمۃ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بھی کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آتی ہے اور باوجود زمانہ دراز گذر جانے کے وہ اس کو یاد کر کے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہو تو باری تعالیٰ اس کو اجر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اجر دیتے ہیں خاص مصیبت کے دن پڑھنے والے کو۔ اس حدیث کو حسین نے روایت کیا اور ان سے ان کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ کے علم میں تھا کہ حسین پر نازل ہونے والی مصیبت کو زمانہ دراز تک یاد کیا جائے گا تو اس مصیبت کے ذکر کے وقت استرجاع کی سنت کو جاری کرنا محاسن اسلام میں سے ہوگا اور ہر ایک آدمی کو استرجاع پر وہی اجر ملیگا جو خاص اسی دن پڑھنے والوں کو ملے گا۔ انتہی واللہ اعلم بالصواب

ابوالحسنات محمد عبدالحی

طعام چہلم وششماہی وبرسی وغیرہ

سوال (۵۷) چہلم، برسی، اور ششماہی کھانا جو برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جامع البرکات میں فرماتے ہیں۔ ہمارے اطراف میں چہلم کا کھانا اسی طرح ہر سال یا چھ مہینے کے بعد جو کھانا پکا کر برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے جسکو بھاجی بھی کہتے ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس کا نہ کھانا بہتر ہے۔

فاتحۂ مروجہ

سوال (۵۸) موجودہ زمانہ میں جو فاتحہ مروج ہے کہ کھانے کو سامنے رکھکر اور ہاتھ اُٹھا کر کچھ پڑھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ موجودہ طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا اور نہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں بلکہ جن تین قرون کے بارہ میں آپ نے خیر ہونے کی شہادت دی ان تینوں میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اور اس زمانہ میں بھی حرمین شریفین میں خواص کی عادت یہ نہیں ہے اور اگر کوئی اس خاص طریقہ سے کرتا ہی تو اس کا یہ فعل حرام نہو گا مگر اس کو ضروری سمجھنا بُرا ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ پڑھنا چاہیں اس کا ثواب میت کو پہنچا دیں۔ اور کھانے کو صدقہ کی نیت سے فقرا کو دیدیں اور پھر اس کا ثواب بھی میت کو پہنچا دیں۔

احکام سوئم

سوال (۵۹) تیسرے یا پانچویں دن بلانے سے یا بغیر بلائے چند آدمی جمع ہو کر ختم قرآن مجید آہستہ یا بلند آواز سے کرتے ہیں اور پیالہ میں خوشبو ڈال لیتے ہیں اور سوم کی دوسری خصوصیات کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے

جواب:۔ تیسرے یا پانچویں دن کو خاص کر لینا اور اس کو ضروری سمجھنا شریعت محمدیہ میں ثابت نہیں ہے۔ نصاب الاحساب کے مصنف نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے بس طریقہ یہ ہے کہ تخصیص وتعین نہ کریں جس دن بھی چاہیں میت کو ایصال ثواب کر دیں۔ کیونکہ مردہ ابتدائی تمام ایام میں ثواب کا زیادہ محتاج ہوتا ہے تو جس روز بھی ایصال ثواب ہو گا مفید ہو گا جیسا کہ فتح العزیز میں ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سفر السعادت کی شرح میں فرماتے ہیں۔ یہ عادت نہ ہونی چاہیئے کہ نماز کے اوقات کے علاوہ کسی دوسرے وقت میت کے ایصال ثواب کے لئے نہایت اہتمام کے ساتھ جمع ہو کر ختم قرآن کریں، قبر پر اور نہ کسی دوسری جگہ۔ کیونکہ یہ بدعت ہے اور مکروہ۔ البتہ میت کے عزیز واقارب کو تسلی دینا صبر کی تلقین کرنا سنت ہے اور مستحب، مگر یہ اجتماع خاص تیسرے دن کرنا اور دوسرے تکلفات واضاعت مال وغیرہ یتیموں کے حق میں سے، بدعت ہے اور حرام

عرس کرنا

سوال (۶۰) ایک سال کے بعد عرس کے لئے دن متعین کرنے کا کیا حکم ہے۔

جواب:۔ تفسیر مظہری میں ناجائز کہا گیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنے شیخ کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ عرس سلف صالحین کے زمانہ میں نہ تھا۔ بلکہ متاخرین کی ایجاد ہے ماثبت بالسنۃ میں بھی یہی ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی رح اپنے بعض مکاتیب میں تحریر فرماتے ہیں عرس کا دن اس لئے ہوتا ہے تاکہ دار العمل سے دار الثواب کی طرف منتقل ہونے کا دن یاد رہے ورنہ ہر روز کہ یہ عمل اس میں

واقع ہو فلاح ونجات کا سبب ہے علامہ ابن جریر محمد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں :۔

قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبور شہداءٔ علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

محمد ابن ابراہیم فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدا کی قبور پر تشریف لاتے اور فرماتے سلامتی ہو تم پر بدلہ میں اس کے کہ تم نے صبر کیا سو آخرت کا گھر بہت اچھا ہے

عرس کا کھانا

سوال (۶۱) عرس میں جو کھانا پکا کر مسلمانوں کی دعوت کی جاتی ہے اس کا کھانا کیسا ہے ؟

جواب :۔ جو کھانا مہمانی کی نیت سے ہو اس کا کھانا ہر ایک غریب وامیر کے لئے جائز ہے اور جو کھانا صدقہ کی نیت سے ہو تاکہ اس کا ثواب میت کو پہنچے فقیر کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے ۔ کیونکہ صدقہ فقیروں کے لئے ہوتا ہے ۔ اور ہدیہ غنی کے واسطے ۔ جامع البرکات میں بھی یہی ہے ۔

ذبیحہ بنام پیر

سوال (۶۲) سید احمد کبیر کے نام پر گائے اور شیخ سدو کے نام پر بکرا ذبح کرنا حلال ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر اس ذبیحہ کا مقصد قرب الٰہی کا حصول یا کسی کو ایصال ثواب ہو تو حلال ہے اور اگر غیر اللہ کا قرب اور محض مذبوح کی جان لینا منظور ہو گوشت کھانا مقصد نہ ہو یا ایصال ثواب مقصود ہو مگر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام نہ لیا جائے تو اس صورت میں علماء کا اختلاف ہے اور اختلاف کی وجہ وما اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر کا اختلاف ہے ۔ بعض لوگوں نے اس کو حلال قرار دیا تفسیر احمدی میں ہے

ومن ھھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیھا وقت الذبح وان کانوا ینذرونھا لہ

اسی آیت سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ جس گائے کی نذر کسی ولی کے نام پر مانی گئی ہو جیسا کہ موجودہ زمانے کی رسم ہے وہ حلال ہے ۔ کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ۔ اگرچہ نذر مانی تھی غیر اللہ کے لئے ۔ انتہی

اور ایک جماعت اس کو حرام کہتی ہے ۔ نیشاپوری کی تفسیر میں ہے

قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحھا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد

علما کا مسلک ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کوئی جانور ذبح کرے تو وہ شخص مرتد ہے اور اس کا ذبح کیا ہوا جانور مرتد کے ذبیحہ کے مانند ہے انتہی ۔

امام رازی نے اپنی تفاسیر میں اس کو صراحتاً بیان فرمایا ۔ اور تمام فقہا بھی اس کی حرمت کو بیان کرتے ہیں ۔ در مختار میں ہے

ذبح لقدوم الامیر ونحوہ لواحد من العظام یحرم لانہ اھل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ ولو ذبح للضیف

لایحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام اللہ تعالیٰ والفارق بینہما ان قدمہا لیاکل منہا کان الذبح للہ والمنفعۃ للضیف اوللولیمۃ ۔ وان لم یقدمہا لیاکل منہا بل یدفعہا لغیرہ کان لتعظیم غیراللہ فتحرم وھل یکفر قولان ۔ انتہی

الاشباہ والنظائر ۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں بھی ایسے ہی ہے ۔

سانڈ کا حکم

سوال (۶۳) ہندو بتوں کے نام پر سانڈ چھوڑتے ہیں وہ حلال ہے یا حرام ؟

جواب :۔ جانوروں کو آزاد چھوڑنے سے مالک کی ملکیت باطل نہیں ہوتی پس اگر مسلمان اس کے مالک سے اجازت لیکر جائز طریقہ پر ذبح کرے تو حلال ہوگا ورنہ حرام ہوگا ۔ حق غیر کے تعلق اور غصب کی وجہ سے بتوں کے نام کا کوئی اثر نہیں ۔

بت کے نام پر جانور ذبح کرنا

سوال (۶۴) ہندو لوگ خصی بکرا بتوں کے نام نذرانہ کران کے پجاریوں کو ہبہ کر دیتے ہیں ۔ ایسے جانور کو خدا کے نام پر ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں ۔

جواب : یہ طریقہ اسلام سے پہلے بھی مروج تھا ایسے تمام باطل طریقوں کے بارہ میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ۔ اللہ تعالیٰ نے کسی جانور کو بحیرہ (جس جانور کا دودھ بت کے نام کر دیا جائے) اور نہ کسی سائبہ (وہ جانور جو بت کے نام پر چھوڑ دیا جائے) مقرر نہیں فرمایا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی نذر یہ اپنی ایجاد ہے اس کا مقصد محض ان بتوں کے نام کی نذر ماننا ہے ۔ جانور کا ذبح وغیرہ مقصود نہیں ہوتا ۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان اس کے اصل مالک سے اجازت لیکر اللہ کے نام پر ذبح کرے تو کوئی حرج نہیں البتہ بغیر اجازت کے حق غیر کی وجہ سے حرام ہوگا ۔

چراغ جلانے کے وقت دعا کرنا

سوال (۶۵) چراغ روشن ہونے کے وقت مذکورہ دعا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں ۔ اللہ آلہنا ومحمد نبینا والاسلام دیننا والکعبۃ قبلتنا والقرآن امامنا والمومنون اخواننا

جواب :۔ یہ مخصوص دعا رویت چراغ کے لئے حدیث کی کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذری اور روز وشب کی دعائیں حصن حصین اور دوسری کتابوں میں مدون ہیں ۔ البتہ ہاں دعائے مذکورہ کا کوئی لفظ غیر مناسب بھی نہیں کہ پڑھنے میں کوئی ضرر ہو اور رویت چراغ کا وقت متعین کرنے میں کوئی خاص فائدہ بھی معلوم نہیں ہوتا ۔

تعزیہ بنانا

سوال (۶۶) امام مظلوم کا تعزیہ بنا کر گھر میں رکھنا اور اس کا احترام کرتے ہوئے آہ و بکا کرنا اور دوسرے افعال قبیحہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب: عشرہ محرم یا اس کے ماسوا کسی بھی وقت تعزیہ وعلم وولدل وغیرہ بنانا بدعت ہے جس کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر تابعین تک نہیں ملتا۔ یہ تمام چیزیں خود اپنی ایجاد اور مقرر کردہ ہیں جن کا احترام کرنا بتوں کی پرستش کے مشابہ ہے کسی نئے ایجاد کردہ کام کو دین میں داخل کرنا، فخر اور اجر وثواب کا سبب سمجھنا تعجب اور حیرت ہے ثواب وعقاب کا معاملہ توقیفی ہے۔ شریعت جو حکم دیدے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

طبرانی کی روایت ہے :۔

عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث حدثا او اوی محدثا علیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ عنہ صرفا ولا عدلا

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص دین میں کسی کام کو ایجاد کرے یا ایجاد کرنے والے کو پناہ دے تو ایسے شخص پر خدا اور رسول ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کے کسی نیک کام کو بھی قبول نہیں فرماتے۔

بخاری میں ایک روایت ہے حضرت عائشہ رض سے ارشاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی کام نیا ایجاد کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے او کما قال ع

مسلم میں روایت ہے ارشاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی طرف سے ایجاد کردہ امور سب سے بُرے ہوتے ہیں اور ہر ایک بدعت گمراہی کا سبب ہوتی ہے او کما قال۔ انسان کی ایسی تمام ایجاد کردہ صورتیں قابل ازالہ ہیں حدیث شریف میں ہے

من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم تستطع بلسانہ فان لم تستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان (مسلم)

جو شخص تم میں سے کسی بُرے کام کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے کہدے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دلی نفرت کرے اور یہ ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے (مسلم)

اور جو حدیث کفایہ شعبی میں ہے جس سے جاہلوں نے استدلال کر کے تعزیہ کے جواز کو ثابت کیا ہے اسکی تفصیل یہ ہے شعبی اپنی کتاب کفایہ میں فرماتے ہیں

ان رجلا جاء الی النبیؐ فقال یارسول اللہ انی انی حلفت ان اقبل عتبۃ باب الجنۃ والحور العین فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یقبل رجل الام ووجھھا وجبھۃ الاب ویدی انہ قال یارسول اللہ ان لم یکن لی ابوان فقال قبل قبرھما قال فان لم اعرف قبرھما قال خط خطین وانو بان احدھما قبر الام

ایک شخص رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتا ہے کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں جنت کے دروازہ اور حور عین کو بوسہ دوں گا۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ اپنی ماں کے چہرہ اور پاؤں اور باپ کی پیشانی کو بوسہ دے۔ اس پر اس نے کہا اگر میرے والدین ہی نہ ہوں تو آپ نے فرمایا کہ دونوں کی قبروں کو بوسہ دے۔ پھر اس شخص نے کہا اور اگر مجھ کو قبروں کا بھی علم نہ ہو تو اس پر آپ نے

والاخر قبر الاب فقبلہا فلا تحنث فی یمینک۔ کذا فی کنز العباد

فرمایا دو خط کھینچ۔ ان میں سے ایک کو ماں کی قبر اور دوسرے کو باپ کی قبر سمجھ کر بوسہ دے تاکہ اپنی قسم میں حانث نہ ہوسکے

کنز العباد میں بھی اسی طرح ہے۔

یہ روایت اولاً تو معتبر نہیں اس کے علاوہ حدیث میں والدین کی قبر کے نامعلوم ہونے کی صورت میں حکم ہے اور حضرت امامین رض کی قبر معلوم ہے اور ایسی صورت میں قبر مصنوع کی زیارت کرنے کے کیا معنے۔ جیسا کہ تحری اسی صورت میں ہوتی ہے جبکہ قبلہ مجہول ہو۔ اور اگر معلوم ہونے کی صورت میں مصنوعی قبر کی زیارت باعث ثواب ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصنوعی قبر اور مصنوعی کعبہ کی زیارت، مصنوعی عرفات کا قیام بھی جائز ہونا چاہیئے۔ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں اور اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ اس واسطہ سے حضرت امامین کی یاد تازہ ہوتی ہے تو دوستو یاد رکھنا چاہیئے۔ ہر کام کا طریقہ وہی پسندیدہ ہوتا ہے جو شریعت محمدی میں جائز ہو۔ جیسا کہ نصاری بھی حضرت عیسٰی کی یاد میں بناتے ہیں۔ مگر مسلمانوں کی کوئی جماعت ان کا ساتھ نہیں دیتی۔ اور اس علت کا مستحب ہونا شریعت محمدیہ میں ثابت نہیں ہے اور کوئی ہمارا قاعدہ اس پر دلالت بھی نہیں کرتا۔ ہاں البتہ اگر کوئی شے کسی فعل مستحب کے لئے موقوف علیہ تام ہو اور وہ بھی افعال اختیاریہ میں سے ہو مستحب ہے۔ مگر یہ تعزیہ کربلا کے مصائب یاد دلانے کے واسطے موقوف علیہ تام نہیں ہے۔ کیونکہ بغیر تعزیہ کے بھی بہت سے لوگ آہ و بکا سینہ کوبی اور دوسری ممنوعہ خرافات کرتے ہیں اور حدیث شریف میں نوحہ کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ مجمع البرکات میں ہے

ویکرہ للرجل تسوید الثیاب وتمزیقہا للتعزیۃ واما تسوید الخد ود والایدی وشق الجیوب وخدش الوجوہ ونشر الشعور ونثر التراب علی الرؤس والضرب علی الصدر والفخذ وایقاد النار علی القبور فمن رسوم الجاهلیۃ والباطل۔

تعزیہ دیکھنا

سوال (۶۷) بغیر اعتقاد کے محض تماشائی طریقہ پر تعزیہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ تعزیہ دیکھنے میں کیا تماشا ہے۔ کسی بدعت کے کام کو نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ بدعت کے تو ہر ایک کام کو اولاً ہاتھ سے اور نہیں تو زبان سے رد کرنا چاہیئے۔ اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل سے نفرت کرے اور یہ سب سے ضعیف ایمان کی علامت ہے

تعزیہ سے مراد مانگنا

سوال (۶۸) تعزیہ سے مراد مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز نہیں، کیونکہ وہ نہ تمہاری بات سنتا ہے اور نہ تمہاری حالت دیکھ سکتا ہے اور نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے بلکہ اگر تعزیہ کے بارہ میں یہ اعتقاد ہو کہ وہ خود مراد پوری کر سکتا ہے تو ایسا شخص کافر ہے۔

تعزیہ کا چبوترہ

سوال (۶۹) امام کا چوک اور چبوترہ قابل تعظیم ہے یا نہیں؟

جواب:- قابل تعظیم نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے شریعت محمدیہ میں کوئی اثر نہیں ہوا اور خود ساختہ چیز کو قابلِ تعظیم سمجھنا بونوٹی ہے

مجلس میلاد شریف

سوال (۷۰) ربیع الاول یا اس کے علاوہ کسی بھی مہینہ میں مجلس میلاد النبی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- سرورِ انبیاء کی ولادت کا ذکر جو لاکھوں برکتوں اور مسرتوں کا سبب ہے وہ بغیر کسی وقت کی خصوصیت کے ہر مسلم کے رگ و ریشہ میں جاگزیں ہے ابولہب کی باندی ثوبیہ جب خبر ولادت لیکر جاتی ہے تو وہ خوشی سے سرشار ہو کر اس کو آزاد کر دیتا ہے اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے خواب میں اس کا حال پوچھا۔ ابولہب جواب میں کہتا ہے موت کے دن سے برابر عذاب میں مبتلا ہوں۔ مگر دوشنبہ کی رات میں آنحضرت کی ولادت سے خوش ہونے کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے پس جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی سے ابولہب جیسے بدبخت کے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے تو اگر آپ کا ایک امتی جو ولادت سے خوش ہو کر اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے تو کیوں اعلیٰ مرتبہ پر نہ پہنچے گا۔

محدث ابوالفرج بن جوزی اور شیخ عبدالحق دہلوی وغیرہما بھی یہی فرماتے ہیں۔ پس اگر ولادت باسعادت یا معجزات اور غزوات اور دیگر حالات کا تذکرہ درس و تدریس اور وعظ و تقریر میں کسی کے دعوت دینے اور باقاعدہ مجلس منعقد کرنے کے بغیر کیا جائے تو اس سے بڑھ کر موجب برکت کیا ہو گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی مجالس کو آنحضرت کے اسی قسم کے اذکار سے انوار الٰہی کے نزول کا محل بنائے تھے۔ اور آپ کا ارشاد ہے اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اھتدیتم یعنی میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

اور لوگوں کا خود بخود جمع ہو کر مجلس و محفل کی صورت اختیار کر لینا بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو یا ایک دوسرے کو دعوت کہ فلاں اور فلاں جگہ مجلس میلاد منعقد ہو گی۔ سب لوگ اسمیں شریک ہوں اس کا مرتبہ یہ ہے کہ اس قسم کا ذکر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام۔ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دور میں نہیں تھا کیونکہ ان سے کوئی روایت منقول نہیں جس سے پتہ چل سکے۔ اس لحاظ سے زمانہ موجودہ کی مجلسوں کو بدعت کہا جا سکتا ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں البدعۃ فی الشرع احداث مالم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدعت اس چیز کا نام ہے کہ شریعت میں ایسے احکام ایجاد کر لینا جس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں نہ ہو۔

ملا علی قاری نے بھی شرح مشکوٰۃ میں یہ بھی فرمایا۔

مگر یہ چونکہ نیک کام ہے اور بظاہر سبب گناہ نہیں اور خوشی کے موقع پر اجتماع کی نظیریں شریعت میں ثابت ہیں بلکہ گاہ بگاہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مواعظ کا گلی کوچوں اور بازاروں میں اعلان کیا کرتے تھے۔ اس لئے

علماء اس کی اجازت دیتے ہیں اور اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں جس کا فاعل مستحق ثواب ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا۔ جس شخص نے دین اسلام میں کسی اچھے کام کی بنیاد ڈالی تو اس کو اس نیک کام کا ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والے لوگوں کے ثواب کے برابر مزید ثواب ملے گا۔ انتہی ہر ایک بدعت مذموم نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ بعض بدعات تو واجب ہیں۔ جیسے حدیث و قرآن سمجھنے کے لئے علم نحو کا سیکھنا۔ اور بعض حرام جیسے قدریہ اور مجسمہ کا مذہب اور بعض مستحب ہیں۔ جیسے مدارس بنوانا۔ تراویح با جماعت پڑھنا۔ اور ہر وہ نیک کام جس کی نظیر ابتدائی دور میں نہ ملے۔ اور بعض بدعات مکروہ ہوتی ہیں۔ جیسے مسجد کو سونے کے پانی سے مزین کرنا نقش و نگار بنانا۔ اور بعض صرف جواز کے درجے میں ہیں۔ فراخی کے ساتھ کھانا پینا۔ اس تفصیل کے بعد کل بدعۃ ضلالۃ سے ہر ایک بدعت مراد نہیں ہوگی بلکہ یہ ایک خاص بدعت کا حکم ہے۔ محدثین نے اس کلیہ کو عام مخصوص منہ البعض مانا ہے۔ نیز اس تفصیل کے آجانے کے بعد تاج الدین فاکہانی کا مسلک بھی رد ہو جاتا ہے ان کا قول ہے

لا جائز ان یکون عمل المولد مباحا لان الابتداع — خیر القرون کے بعد کا ایجاد کردہ عمل جائز نہیں ہو سکتا

فی الدین لیس مباحا باجماع المسلمین — کیونکہ دین میں بدعت کو اختیار کرنا باتفاق مسلمین جائز نہیں ہے

بڑے بڑے صوفیاء اور مشائخ نے خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور دیکھا کہ آپ بہت سے بعد کے ایجاد کردہ اعمال سے راضی اور خوش ہیں۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح فرماتے ہیں :- ومما جرب من خواصہ انہ امان فی ذلک العام وبشری عاجل بنیل البغیۃ والمرام - انتہی

اور اس کو بدعت سیئہ کہنا خلاف شرع ہے۔ البتہ مہینہ، دن، تاریخ اور وقت متعین کرنے کی صورت میں یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ جس زمانہ میں بھی یہ عمل مستحب طریقہ پر کیا جائے گا تو باعث ثواب ہوگا۔ حرمین شریفین۔ بصرہ، یمن، شام اور دوسرے شہروں کے رہنے والے ماہ ربیع الاول کا چاند دیکھ کر خوشیاں مناتے ہیں۔ مال کثیر خیرات کرتے ہیں۔ ذکر ولادت بیان کرنے اور سننے اور مجالس منعقد کرنے کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ نیز ان شہروں میں دوسرے مہینوں میں اس قسم کی مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ اور یہ اعتقاد کرلینا کہ ماہ ربیع الاول میں تو ثواب ملیگا۔ دوسرے مہینوں میں نہیں یا اس مہینہ میں بہ نسبت دوسرے مہینوں کے زیادہ ثواب ملیگا۔ شریعت میں اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ ثواب وعقاب کا معاملہ خدا کے ہاتھ ہے۔ ہاں البتہ اگر کسی شخص کو فرصت ہی اسی مہینہ میں ملتی ہے یا وہ ہر سال لوگوں کو دعوت دینے اور بلانے کی تکلیف سے بچنا چاہتا ہے یا کسی اور وجہ سے اس مہینہ کا کوئی خاص دن مقرر کردے اور اس کو اعتقاد مذکورہ نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور اسی وجہ سے درس یا وعظ کے لئے وقت مقرر کرنا جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملیگا۔

قیام میلاد

سوال (۱)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ذکر کے وقت قیام کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اگر کوئی شخص اس وقت وجد کی حالت میں بغیر تصنع اور ریا کے کھڑا ہو جائے تو وہ معذور ہے اور آداب مجلس کے لحاظ سے لوگوں کو اس کا اتباع کرنا چاہیئے۔ لیکن بغیر وجد کے اپنے قصد و اختیار سے کھڑا ہونا فرض ہے نہ واجب نہ سنت مؤکدہ اور نہ مستحب۔ کیونکہ یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خیر القرون کے دور میں ثابت و منقول نہیں۔ امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ روی انسؓ انہ کان الصحابۃ لایقومون لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحوال حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام بعض حالات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے۔

لیکن حرمین شریفین کے علماء اور امام برزنجیؒ فرماتے ہیں کہ ولادت باسعادت کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا مستحسن ہے اور ایک دوسری جگہ ہے۔ خوش خبری ہے ان لوگوں کے لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ان کا مقصد و مطلوب ہو۔

یاشیخ عبدالقادر کہنا

سوال (۲)، اگر کوئی پیر اپنے مریدوں کو تعلیم دے کہ یاشیخ عبدالقادر شیئاً للہ کو بطور دعا اور ورد کے مستقل پڑھا کرو یہ قضاء حاجات کے واسطے مفید ہے۔ یا کوئی اس طرح تعلیم دے کہ یوں دعا کیا کرو یاشیخ عبدالقادر ہماری حاجتوں کے واسطے بارگاہ خداوندی میں دعا کرو تو ایسے تعلیم دینے والے کا کیا حکم ہے اور یہ دونوں قسم کے کلمات شرک کے کلمات تو نہیں ہیں۔ کیا شیخ عبدالقادر اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ ہر شخص کی فریاد کو سن کر پکارنے والے کے لئے دعا کریں اور اس کی فریاد رسی کریں۔ بینوا توجروا

جواب:۔ اس قسم کے وظیفہ سے احتراز کرنا لازم و ضروری ہے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ یہ وظیفہ شیئاً للہ پر مشتمل ہے اور بعض فقہا نے اس قسم کے الفاظ سے کفر کا حکم لگا دیا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کذا قول شیئ للہ قیل یکفر کہا گیا ہے کہ شیئاً للہ کہنے والے کی تکفیر کی جائے گی۔ اور اس کی وجہ بھی لکھی تکفیر غالباً اس وجہ سے کی گئی کہ اس نے اللہ کے لئے شئی کو طلب کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء سے غنی و بے پرواہ ہیں بلکہ تمام اشیاء اس کی محتاج ہیں۔ اور مناسب ہو کہ عدم تکفیر کو راجح کہا جائے اور شئی للہ کا طلب یہ ہوگا کہ اللہ کی تعظیم کے لئے شئی کی طلب کی گئی۔ مگر ایسی صورت میں توبہ اور استغفار کا حکم دیا جائے گا بلکہ تجدید نکاح کا بھی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس وظیفہ میں دور جگہ سے مُردوں کو پکارا جا رہا ہے اور شرعاً ثابت نہیں کہ اولیاء میں دور سے سننے کی طاقت ہو البتہ زائرین قبر کے سلاموں کا سننا ثابت ہے بلکہ غیر اللہ کے بارہ میں یہ اعتقاد کرنا کہ وہ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے شرک ہے، فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

اگر کسی شخص نے بغیر گواہوں کے نکاح کرتے وقت یہ کہا کہ خدا اور رسول اور فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی۔ کیونکہ اس نے رسول اور فرشتوں کے بارہ میں عالم الغیب ہونے کا اعتقاد قائم کیا۔ اور ہمارے علماء کا اتفاق

ہے کہ جو شخص اولیا اور مشائخ کی ارواح کو حاضر و عالم سمجھے وہ کافر ہے انتہی حضرت شیخ عبدالقادر اگرچہ امت محمدیہ کے کبار اولیا میں سے ہیں اور ان کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں۔ مگر دور سے آواز سننے اور فریاد رسی کی طاقت ان کے لئے بھی ثابت نہیں۔ اب ان کے بارہ میں یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ اپنے مریدوں کے حال سے واقف اور ان کی آوازوں کو سنتے ہیں یہ شرک ہے واللہ اعلم۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

نماز عید کے بعد مصافحہ یا معانقہ کرنا

سوال (۴۲) خطبۂ عیدین سے فراغت پانے کے بعد لوگوں میں مصافحہ اور معانقہ کا رواج ہے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب :۔ مصافحہ اور معانقہ تو ابتدا ملاقات کے وقت ہوا کرتا ہے نماز عید کے بعد مسنون نہیں۔ بعض علمائ نے اس کو بدعت مباح کہا ہے اور بعض حضرات نے بدعت مکروہہ۔ بہر حال اس کا ترک اولیٰ ہے۔ امام نووی کی کتاب الاذکار میں ہے۔ مصافحہ ابتدا ملاقات کے وقت مستحب ہے۔ لیکن فجر و عصر کی نماز کے بعد لوگوں میں جو رواج ہو گیا۔ شریعت میں اس کا ثبوت نہیں ملتا مگر کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ کیونکہ مصافحہ درحقیقت سنت ہے۔ درمختار میں ہے واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والجمع والملتقی یقیدھا بجوازھا مطلقا ولو بعد العصر وقولھم بدعۃ ای مباحۃ انتہی ردالمحتار میں ہے۔ نماز کے بعد مصافحہ کو ہمیشہ اختیار کرنے سے جہلا اس خاص وقت میں اس کے سنت ہونیکے معتقد ہو جائیں گے۔ حالانکہ ظاہر کلام کی مراد یہ ہے کہ سلف میں سے کسی نے نہیں کیا۔ اور شرنبلالی سے ابن حجر کا قول منقول ہے کہ یہ بدعت مکروہہ ہے جس کی اصل نہیں ملتی اور مدخل ابن الحاج میں ہے۔ ابن عینیہ نے جدائی کے بعد ملاقات کے وقت معانقہ کو جائز کہا ہے۔ لیکن عید میں اپنے ساتھیوں سے معانقہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اور مصافحہ شریعت میں وضع کیا گیا اپنے مومن بھائی سے ملاقات کے لئے۔ لیکن نماز عید سے فراغت کے بعد جس مصافحہ کے لوگ عادی ہیں اس کا مجھے علم نہیں۔ البتہ شیخ ابو عبداللہ بن نعمان فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے بڑے بڑے علمار اور عالم باعمل حضرات کو نماز عید کے بعد باہم مصافحہ کرتے دیکھا پس اگر ان لوگوں کے پاس سلف کے اقوال ہوں تو اس سے اچھی کیا بات ہے ورنہ اس کا چھوڑنا اولیٰ ہے۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

روضۂ مقدسہ کی تصویر بنانا

سوال (۴۳) اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کی شبیہ اور تصویر بنانا حصول ثواب کے لئے کیسا ہے؟

جواب :۔ حصول ثواب کے لئے روضۂ مقدسہ کی شبیہ و تصویر بنانا بدعت ہے اور شرعاً ناجائز۔ پہلی وجہ یہ ہے باوجود شدید ضرورت کے صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ میں یہ صورت نہیں پائی گئی۔ ہزاروں علما، قبر نبوی صلی اللہ

علیہ وسلم کی زیارت کے مشتاق رہتے تھے اور صحابہ کرام مثلاً عبداللہ بن عمر وغیرہ بار ہا قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر زیارت کا ثواب حاصل کرتے تھے۔ مگر اس کے باوجود یہ منقول نہیں کہ ان حضرات میں سے کسی نے اپنے شہر یا مکان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف یا حجرہ شریفہ کی صورت ثواب زیارت حاصل کرنے کے ارادہ سے بنائی ہو۔ یا اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہو۔ اور جو چیز باوجود اشد ضرورت کے تینوں قرون متبرکہ میں قولاً و فعلاً نہ کی گئی ہو وہ بدعت سیئہ ہوگی اور اس کا حکم یہ ہے کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار دوسری وجہ یہ ہے کسی متبرک شئی کی شبیہ اور صورت کو اصل شئی کا حکم دیکر حصول ثواب کا ارادہ کرنا باطل ہے اور اصل شئے کی طرح اس کی شبیہ سے حصول ثواب کا اعتقاد رکھنا گمراہی ہے۔ رسالہ اسلمی میں ہے:-

من الاوهام تقریر شئ شبیه وهذا الوهم	کسی شئی کا حکم اس کی شبیہ پر لگا دینا یہ وہم ہے اور اس
قد ضل عبدة الاصنام عن طریق الصواب واوقعهم	وہم نے بتوں کے پرستاروں کو راہ حق سے گمراہ کر دیا اور جہالت
فی هاویة الجهالة	کے گڑھے میں ڈال دیا۔ انتہی

اس عام قاعدہ کے لحاظ سے روضۂ مقدسہ کی شبیہ و صورت بنا کر ثواب زیارت طلب کرنا لغو اور باطل ہے۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

غوث اعظم کے نام کا چبوترہ بنانا

سوال (۷۵) بعض لوگ پختہ احاطہ تیار کر کے اس پر ایک چبوترہ تیار کر کے شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور چبوترہ پر غلاف چڑھاتے ہیں۔ چراغ روشن کیا جاتا ہے، ریوڑیاں چڑھاتے ہیں اور فاتحہ کرتے ہیں۔ ان سب کاموں کا کیا حکم ہے؟

جواب:- ایسے امور کا مرتکب مبتدع ہے اور ایسے افعال کو ایجاد کرنا بدعت و گمراہی ہے۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

انگوٹھے چومنا

سوال (۷۶) اس زمانہ میں لوگوں میں انگوٹھے چومنے کا جو رواج ہے وہ جائز ہے یا نہیں۔ پہلی صورت سے واجب ہے۔ سنت، یا مستحب یا مباح اور اس کے عقلی و نقلی دلائل کتب معتبرہ میں کیا ہیں۔ دوسری صورت میں حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی۔ اس صورت میں مثبتین جو حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ ان کا کیا جواب ہوگا آیا وہ موضوع ہیں یا ضعیف۔ بینوا توجروا۔

جواب:- اس تقبیل کو بعض کتب فقہ میں مستحب لکھا ہے نہ واجب اور نہ سنت۔ دکنز العباد خزانة الروایات۔ جامع الرموز فتاویٰ صوفیہ۔ مگر اکثر کتب معتبرہ میں اس کا نام و نشان نہیں۔ البتہ غیر معتبر کتابوں میں مذکور ہے جیسا کہ کنز العباد، جامع الرموز فتاویٰ صوفیہ وغیرہ۔ کیونکہ ان کتابوں میں بغیر تحقیق کے رطب و یابس سب بھرا ہوا ہے اور اس سلسلہ کی احادیث بھی صحیح نہیں۔

امام شوکانی فوائد مجموعہ فی احادیث الموضوعہ میں لکھتے ہیں کہ حدیث مذکورہ صحیح نہیں ہے ۔

مسح العینین بباطن اعلی السبابتین عند قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ ۔ الخ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ مرفوعاً قال ابن طاھر فی التذکرۃ لا یصح انتہی

مؤذن کے کلمات شہادت کہنے کے وقت انگوٹھوں سے آنکھوں کو چھونا الخ جس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق سے مرفوعاً نقل کیا ۔ ابن طاہر کتاب تذکرہ میں فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں ہے

اسی میں ہے کہ جو شخص اشھد ان محمدا رسول اللہ سننے کے وقت مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ کہے اور انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگائے کبھی بیماری نہ آئے گی اور آنکھیں آشوب نہ کریں گی ابن طاہر اس کے بارہ میں بھی تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ۔ اور شمس الدین محمد ابن عبد الرحمن السخاوی مقاصد حسنہ فی الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ میں چند روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح مرفوع نہیں ہے ۔ انتہی ۔ اور ملا علی قاری نے تذکرۃ الموضوعات میں یہی لکھا ہے ۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

تلاوت قرآن پر اجرت لینا

سوال (۷۷) مردہ کے لئے لیے لوگوں سے قرآن پڑھوانا جو تلاوت کی اجرت لیتے ہیں اور انہوں نے اسی کو اپنی روزی بنا رکھا ہے جنکو جاہل لوگ مولانا روحی بولتے ہیں ۔ آیا جائز ہے یا نہیں ۔

جواب :- درست نہیں ہے ۔ قرآن پڑھنے کی اجرت لینا حرام ہے ۔ تنقیح فتاویٰ حامدیہ میں یہی مذکور ہے ۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

دہلیز یا چوکھٹ کو قابل تعظیم سمجھنا

سوال (۷۸) دروازے چوکھٹ یا دہلیز کو قابل تعظیم سمجھ کر اس پر جوتہ رکھنے کو برا سمجھنا اس خیال سے کہ جو بھی فقیر اللہ لوگ آتا ہے تو وہ دہلیز کو دعا دیتا ہے ۔ بابا تیری چوکھٹ سلامت رہے یہ امر کیسا ہے ۔

جواب :- یہ امر بالکل لغو اور باطل خرافات ہے ۔ واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

تعزیہ بنانا

سوال (۷۹) شیعوں کی طرح اہل سنۃ والجماعت کے لئے تعزیہ بنانا ۔ علم رکھنا اور سینہ کوبی کرنا ۔ تعزیہ کے سامنے مالیدہ اور شربت رکھ کر اس پر نذر دینا اور تبرک جان کر کھانا پینا اور عاشورہ کے دن تعزیہ کے ہمراہ ننگے سر جانا اور فاقہ کرنا اور شام کے قریب اپنے فاقہ کو جو کی روٹی سے توڑنا اور روزہ کو بدعت جاننا اور یہ کہنا کہ روزہ تو یزید کی ماں نے شہادت حسین کی خوشی میں رکھا تھا ۔ تعزیہ کے دفن کے بعد مردہ کے سوئم کی طرح تیسرے دن اس کا سوئم کرنا یعنی اس میں پہلے قرآن خوانی کرنا ۔ پھر مرثیہ پڑھنا اور الائچی دانہ تقسیم کرنا ۔ یہ تمام امور واجب ہیں یا سنت

یا بدعت یا حرام یا ممنوع اور انکار کرنے والے کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- یہ تمام امور بدعت اور ممنوع ہیں ان کا مرتکب مبتدع اور فاسق ہے واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

شب برأت کا حلوا

سوال (۸۰) شب برأت میں حلوا وغیرہ اور عیدین میں سویاں اگرچہ قرض لے کر ہی کیوں نہ ہو ضروری سمجھ کر پکانا کیسا ہے اور بغیر رسم کے لحاظ کئے ہوئے محض اس خیال سے کہ پڑوس میں پکنے کی وجہ سے اپنے بچے روئیں گے اور ان کو رنج ہوگا۔ یا خود اپنے شوق کی وجہ سے ان چیزوں کا پکانا کیسا ہے

جواب :- اس بارہ میں کوئی نص اثبات یا نفی کی صورت میں وارد نہیں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر پابندی رسم ضروری سمجھے گا تو کراہت لازمی ہوگی ورنہ کوئی حرج نہیں اور یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ تمام مباحات، مندوبات، اور بدعات مباحہ ہیں۔ اور اس قول کا استنباط ابن مسعودؓ کے قول سے ہے جو بخاری، مسلم، ابوداؤد۔ نسائی ابن ماجہ میں ہے۔ روایت ہے

لا یجعل احدکم للشیطان شیئاً من صلاتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ

کوئی شخص تم میں سے اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے مثلاً یہ کہ واجب سمجھے یہ بات کہ نماز سے صرف دائیں طرف ہی کو پھرنا چاہیئے۔ حالانکہ میں نے اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بائیں طرف کو پھرا کرتے تھے۔

طیبی اور سید کے حواشی مشکوٰۃ میں ہے، جو شخص کسی امر مستحب پر اتنا پابند ہو کہ اس کو عزیمت اور واجب سمجھنے لگے۔ اور رخصت پر عمل نہ کرے تو اس پر شیطان کا اثر ہو گیا۔ پس کیا حال ہوگا ایسے آدمی کا ہوگا جو مصر ہو کسی بدعت اور مذموم کام پر انتہی.

واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

ما یتعلق بالقرآن والحدیث

استوار علی العرش کی مراد کیا ہے ؟

سوال (۸۱) صفات باری مثلاً استوار علی العرش۔ ید اللہ۔ وجہ اللہ کی آیات کے بارہ میں علمار حق کا کیا مسلک ہے آیا مسلک تاویل حق ہے یا کوئی اور مسلک۔

جواب :- اس بارہ میں چند مسلک ہیں :-

ایک مسلک تاویل - یعنی استوار معنی میں استیلا اور غلبہ کے ہے اور ید بمعنی قدرت۔ وجہ بمعنی ذات وغیرہ اور یہی مسلک تاویل علمار متاخرین متکلمین کا مختار ہے۔

دوسرا مسلک معنی اور کیفیت میں تشابہ کا ہے۔ یعنی ان صفات کے معنی اور کیفیت کا علم کسی کو نہیں۔

تیسرا مسلک یہ ہے کہ معنی تو معلوم ہیں مگر کیفیت مجہول۔ اور یہی تیسرا مسلک حق ہے۔ صحابہ و تابعین، ائمۂ مجتہدین و محدثین و فقہاء و اصولیین کا یہی مسلک ہے سیر النبلاء کتاب میں شیخ الاسلام ذہبی ترجمہ قتیبہ بن سعید کے ضمن میں لکھتے ہیں

متعدد لوگوں نے ابوالعباس سراج سے نقل کیا کہ انہوں نے قتیبہ کو یہ کہتے سنا یہ قول ائمۂ اسلام اور اہل سنت والجماعۃ کا ہے کہ باری تعالیٰ عرش پر ہیں انتہی اور یہی شیخ ترجمہ علی المدینی کے ضمن میں لکھتے ہیں قال اکثر العلماء ان اللہ علی العرش اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ باری تعالیٰ عرش پر ہیں انتہی اور اسحٰق بن راھویہ کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال حرب الکرمانی قلت لاسحاق ما تقول فی قولہ تعالیٰ ما یکون من نجویٰ ثلثۃ الا ھو رابعھم

حرب کرمانی خبر دیتے ہیں کہ میں نے اسحٰق سے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے اس آیت کے بارہ میں نہیں ہوتا مشورہ تین آدمیوں کا مگر وہ ان میں کا چوتھا ہوتا ہے۔ الآیہ

اس پر وہ جواب دیتے ہیں۔ تم جس جگہ بھی ہو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بہت زیادہ قریب ہوں گے۔ انتہی۔ اور ترجمہ مزنی میں لکھتے ہیں محمد ابن اسماعیل نے مزنی کو کہتے سنا لا یصح لاحد التوحید حتی یعلم ان اللہ علی عرشہ۔ اور ترجمہ ابوحاتم رازی میں لکھتے ہیں۔ ابوحاتم فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب مختار رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کا اتباع ہے اور ہمارا اعتقاد ہے کہ باری تعالیٰ عرش پر ہیں اور ان کا کوئی مثل نہیں وہ سمیع و بصیر ہے انتہی۔ شیخ ذہبی نے اس قسم کے بہت سے اقوال جمع کئے ہیں جن سے باری تعالیٰ کا فوق العرش ہونا ثابت ہوتا ہے اور اسی پر دلالت کرنے والی احادیث بھی نقل کی ہیں۔

ابو شکور سلمی حنفی لکھتے ہیں ایک شخص نے امام مالک سے الرحمٰن علی العرش استویٰ کے بارہ میں سوال کیا کہ استوی کیا مراد ہے آپ نے جواب دیا استویٰ کے معنی سب کو معلوم ہیں البتہ کیفیت مجہول ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت اور میں تجھ کو گمراہ سمجھتا ہوں۔ پھر اس شخص کو مجلس سے نکال دیا گیا معلوم ہوا وہ جہم بن صفوان تھا

ابو مطیع بلخی فرماتے ہیں۔ میں نے امام ابوحنیفہ سے ایسے شخص کے بارہ میں دریافت کیا جو یہ کہتا ہے مجھکو معلوم نہیں ہے کہ اللہ کہاں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ اس نے نص قرآن کی مخالفت کی اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔ الرحمٰن علی العرش استویٰ اس کو پڑھو اور ایمان لاؤ۔ پھر ابو مطیع نے پوچھا استواء کی کیا کیفیت ہے آپ نے جواب دیا اس پر ایمان لاؤ جس طرح بھی ہو انتہی۔

سراج الدین علی حنفی قصیدہ بدء الامالی میں لکھتے ہیں ؎

رب العرش فوق العرش لکن　　بلا وصف التمکن واتصال

مالک عرش، عرش پر جلوہ افروز ہے مگر اس طرح کہ نہ اس میں استقرار ہے اور نہ اتصال ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں امام شافعی رحمہ اللہ سے استواء کی کیفیت سے سوال کیا گیا تو جواب میں فرمایا میں اس پر ایمان لایا بغیر کسی شے آخر کیساتھ تشبیہ دیئے

کے۔ اور میں اپنے نفس کو اس کے ادراک کرنے میں متہم کرتا ہوں اور اسمیں غور و فکر کرنے سے روکتا ہوں اور سلف صالحین کا اجماع ہے کہ استواء علی العرش اس کی ایک ایسی صفت ہے جس کی کوئی کیفیت معلوم نہیں۔ ہم اس پر ایمان لائے اور علم کو اللہ کے سپرد کردیا۔ اور متاخرین کا مسلک ہے کہ استواء کی تاویل استیلا اور غلبہ کے ساتھ کرتے ہیں لیکن سلف کا مسلک عدم تاویل ہے۔ بلکہ نزول علی العرش کا اعتقاد ہے ایسے طریقہ پر کہ مشابہت سے منزہ ہے جیساکہ امام مالک نے فرمایا استواء کی حقیقت معلوم ہے۔ مگر کیفیت مجہول اور اسی کو امام اعظم نے پسند فرمایا اور بعینہ یہی تاویل کی جائے گی۔ دوسری آیات واحادیث میں جو قبیل متشابہات سے ہیں جس میں ید یا وجہ وغیرہ کا ذکر ہو انھیں میں سے لفظ فوق بھی ہے۔ متاخرین کی طرح اس کی تاویل عظمت ورفعت شان سے نہیں کی جائے گی۔ انتہی اور فتح القدیر کے مؤلف ابن ہمام حنفی مسائرۃ فی العقائد المنجیتہ فی الآخرۃ میں لکھتے ہیں:۔

ہمارا ایمان ہے کہ باری تعالیٰ مستوی علی العرش ہیں یقین رکھتے ہوئے اس بات کا کہ اللہ کا استواء دوسرے اجسام کے استواء کے مانند اتصال۔ محاذاۃ۔ استقرار کے ساتھ نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسی شان کے ساتھ جو اس کے مناسب ہے اور اس کا علم خود اسی کو ہے حاصل کلام یہ کہ باری تعالیٰ کے مستوی علی العرش ہونے پر ایمان لانا واجب ہے۔ ایسی طرح کہ دوسرے اجسام کے ساتھ تشبیہ نہ دیجائے۔ اور استواء علی العرش سے استیلاء علی العرش مراد لینا اگرچہ جائز ہے لیکن ہمارے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں اور یہی حکم ہوگا تمام ایسی صورتیں جہاں بظاہر جسمیۃ کا ثبوت ہوتا ہو جیسے اصبع قدم ید وغیرہ ان پر بھی ایمان لانا واجب ہے کیونکہ یہ بھی اسکی صفات ہیں جس کیفیت کے ساتھ بھی اسکے مناسب ہو۔ اور ید و اصبع کی تاویل کرنا قدرت و قہر کے ساتھ یہ بھی جائز ہے لیکن یقین نہیں کیا جاسکتا انتہی

عبدالعزیز بخاری حنفی اصول بزدوی کی شرح کشف الاسرار میں لکھتے ہیں:۔

رویت وجہ اور ید کا ثابت کرنا اللہ کیلئے ہمارے نزدیک برحق ہے بخلاف ان لوگوں کے جو یہ کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ وجہ اور ید کیساتھ موصوف نہیں ہوسکتا بلکہ وجہ سے ذات باری اور اسکی رضا مراد ہوا کرتی ہے اور ید سے قدرت وقوت ونعمت اس مصنف فرماتے ہیں کہ باریتعالی صورۃ و جسم سے منزہ ہوتے ہوئے بھی ید اور وجہ کی صفات کے ساتھ موصوف ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں صفات کمال میں سے ہیں اور ان کا نہ ہونا نقصان اور عیب سمجھا جاتا ہے اور جب یہ کہ باری تعالیٰ صفات کمال کے ساتھ موصوف ہے تو ان دونوں صفات کے ساتھ بھی موصوف ہوگا۔ ہاں البتہ کیفیت کو ثابت کرنا محال ہے۔ لہٰذا یہ صفات متشابہات میں سے ہوں گی۔ پس اس کے حقیقی ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے تاویلات کو چھوڑکر اللہ کے حوالے کردینا واجب ہے۔ انتہی

اور ابوشکور تمہید میں لکھتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے اور یہ جماعت ہے جہمیۃ کی اور دلیل میں یہ آیات پیش کرتے ہیں

ھو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ	اور وہی ہے معبود آسمان میں اور وہی ہے معبود زمین میں
دوسری آیت وھو اللہ فی السمٰوٰت وفی الارض	اور وہی معبود ہے زمین و آسمانوں میں

تیسری آیت ہے ان اللہ مع الذین اتقوا بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

چوتھی آیت ہے مایکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم نہیں ہوتا مشورہ تین کا مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے۔

ان کا جواب یہ ہے پہلی آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہی معبود ہے اہل سما اور اہل ارض کا اور آیت ثانی کی مراد یہ ہے وہی تدبیر کرنے والا ہے زمین و آسمان میں۔ تیسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی نصرت اور مدد ان لوگوں کے ساتھ ہے اور چوتھی آیت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو سننے والا اور ان کے افعال کو دیکھنے والا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ہر مکان میں ہے تو ضرور چوپایوں کے منہ میں اور عورتوں کی شرمگاہوں میں بھی ہوگا۔ حالانکہ یہ کہنا کفر ہے۔ انتہی

ان تمام عبارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ سے لیکر ائمہ مجتہدین تک حنفیہ غیر حنفیہ سب کا مذہب یہی ہے کہ باری تعالیٰ کی فوقیت عرش پر اور اسی طرح ید۔ وجہ وغیرہ اس کی صفات بلا کیف ہیں ان میں تاویل کرنا صحیح نہیں۔ تاویل کا منشا صرف اس قدر ہے کہ جب فرقہ مجسمہ نے اس قسم کی آیات و احادیث سے باری تعالیٰ کی شان میں تجسم کا خیال کیا تو حضرات علماً نے ان کو ساکت و صامت کرنے کے لئے تاویلیں شروع کیں یہ غرض ہرگز نہ تھی کہ یہ تاویل کردہ معنی ہی مراد ہیں بلکہ محض شبہ تجسم دفع کرنے کے لئے۔ حاصل کلام یہی ہے نکلتا ہے کہ فوقیت۔ استوا۔ ید۔ وجہ وغیرہ کی آیات اپنے ظاہری معنی پر محمول ہیں اور کیفیات سب کی مجہول ہیں اور اس میں تجسم بھی لازم نہیں آتا۔ کیونکہ جب کیفیت مجہول ہے اور لیس کمثلہ شی کا پورا پورا خیال کیا گیا تو تجسم کسی طرح بھی لازم نہیں آسکتا۔ واللہ علم وعلمہ احکم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

استوا علی العرش کی تفصیل

سوال (۸۲) زید کہتا ہے کہ ہم باری تعالیٰ کے بارہ میں معین کر کے نہیں بتا سکتے کہ وہ یہاں ہے یا وہاں عرش پر ہے یا زمین پر یا اسی طرح آسمان میں۔ اور وہ عرش سے فرش تک تمام مخلوقات کا احاطہ کرنے والا ہے اور تمام اشیاء کو باری تعالیٰ کی ذات اور علم کے ساتھ یکساں نسبت ہے اگر کچھ فرق ہے تو اپنی اپنی صفات کے لحاظ سے۔ اسی طرح اس کی کوئی جہت معین طور پر نہیں بتائی جا سکتی۔ نیز اس کے احاطہ۔ قرب اور معیت کی حقیقت اور کیفیت کو بھی نہیں بیان کیا جا سکتا کہ اس کے کیا معنی ہیں اور مراد کیا ہے۔ فقط ایمان اس قدر ہے کہ باری تعالیٰ کا جو کچھ بھی ارادہ ہو اس پر ایمان لائے اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے اسکے برخلاف قول کرنے کی صورت میں اہل سنت والجماعت کی مخالفت لازم آئے گی۔

اور عمر و یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خاص عرش پر ہیں لیکن ایسے نہیں کہ ایک جسم دوسرے جسم پر ہوا کرتا ہے کیونکہ اللہ کا جسم نہیں ہے اور باوجود عرش پر ہونے کے اپنی ذات و قدرت اور علم کے لحاظ سے سب کو محیط ہیں۔ اور سب کے قریب اور سب کے ساتھ جیسا کہ اس کی شان کے مناسب ہو۔ بغیر اہل عالم کی مشابہت کے۔ جیسا کہ آفتاب فلک چہارم پر ہوتے ہوئے بھی سب کے ساتھ ہے اور باری تعالیٰ نہ آسمان میں ہیں اور نہ زمین

ہیں جیسا کہ آفتاب زمین میں نہیں اور سب کے ساتھ ہیں اور اپنے علم و قدرت سے سب کو برابر دیکھتا جانتا اور سنتا ہے اور جتنی صفات بھی کتاب و سنت میں ہیں۔ جیسے فوق العرش ہونا، دیکھنا، سننا، جاننا۔ اترنا خوش ہونا، غصہ ہونا۔ ید۔ وجہ۔ نفس وغیرہ سب کے معنے معلوم ہیں اور کیفیت غیر معلوم ہے یعنی باری تعالیٰ کی تمام صفات کی کیفیات مخلوق کی صفات کی کیفیات کے مانند نہیں۔ بلکہ ان کیفیات کا علم صرف خدا کو ہے جیسے اس کی ذات ہے اسی کے مناسب اس کی صفات بھی ہیں۔ اور کتاب و سنت میں جتنی صفات سے ان کی برات کی گئی ہے وہ ان تمام صفات سے منزہ اور بری ہیں۔ غرضیکہ اثبات و نفی دونوں صورتوں میں کتاب سنت کی اتباع ضروری ہے اور کمی زیادتی کرنا باعث گمراہی۔ زید و عمرو کے عقیدوں میں سے کس کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق ہے۔

جواب:۔ اہل سنت والجماعۃ کی رائے اس مسئلہ میں مختلف ہے اگرچہ بعض لوگوں نے قول زید کے مثل بھی لکھا مگر جمہور محققین و ائمہ متبوعین و محدثین وغیرہم کا صحیح مذہب قول عمرو کے مماثل ہے۔

ابو شکور حنفی تمہید میں لکھتے ہیں۔ امام مالک رحمہ سے قول باری الرحمن علی العرش استوی کے بارہ میں سوال کیا گیا کہ استوار کی کیفیت کیا ہوگی۔ انہوں نے جواب دیا۔ استواء کے معنی تو سب کو معلوم ہیں مگر کیفیت مجہول ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے اور سوالات کرنا بدعت ہے اور میں تجھ کو گمراہ سمجھتا ہوں۔ پس آپ کے حکم دینے پر اس کو مجلس سے نکال دیا گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ جہم بن صفوان تھا۔

اور ابو مطیع بلخی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے اس شخص کے بارہ میں دریافت کیا جو یہ کہتا ہے مجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ کہاں ہیں۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی۔ کیونکہ اس نے نص قرآن کی مخالفت کی۔ خود باری تعالیٰ فرماتے ہیں الرحمن علی العرش استویٰ اس کو پڑھو اور اس پر ایمان لاؤ۔ ابو مطیع نے پوچھا استوار کی کیفیت کیا ہوگی۔ امام صاحب جواب دیتے ہیں اس پر ایمان لاؤ جس طرح بھی ہو۔ انتہی

اور حکمت نبویہ میں ہے کہ اس کے لئے ید (ہاتھ) وجہ (چہرہ) اور نفس (روح و جان) ہے جیسا کہ اللہ نے قرآن میں ذکر کیا۔ اور یہ تاویل نہ کی جائے گی کہ ید سے مراد قدرت ہے۔ کیونکہ اس تاویل میں ایک صفت کا ابطال لازم آتا ہے جو مسلک ہے قدریہ اور معتزلہ کا اور ید باری تعالیٰ کی ایک صفت بلا کیف ہے۔ انتہی۔ سیر النبلاء میں ہے حرب کرمانی فرماتے ہیں کہ میں نے اسحق بن راھویہ سے معلوم کیا کہ قول باری مایکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم (نہیں ہوتا مشورہ تین کا۔ مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے) کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ جواب دیا تو جس جگہ بھی ہو پس باری تعالیٰ تیری شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں اور زیادہ واضح۔ اس سلسلہ میں قول باری الرحمن علی العرش استویٰ ہے اور بھی اسی میں ہے۔ سراج فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن راھویہ کو کہتے سنا فرماتے تھے کہ میں گیا طاہر بن عبداللہ کے پاس اور ان کے پاس طلحہ بن منصور بیٹھے ہوئے تھے

پس اُنہوں نے مجھ سے معلوم کیا تو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات میں نزول فرماتے ہیں۔ میں نے کہا ہم تو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیا تم اس پر ایمان نہیں رکھتے کہ تمہارا رب آسمان میں ہے۔ اس بارہ میں مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں میں کہتا ہوں کہ یہ تمام صفات مثلاً استو۔ نزول۔ اتیان ان کے بارہ میں نصوص صحیحہ وارد ہیں جن کو سلف صالحین سے متاخرین نے نقل کیا۔ اور ان پر کوئی رد نہیں کیا اور نہ کسی قسم کی تاویل کی بلکہ تاویل کرنے والوں کی مخالفت کی۔ اس بنا پر کہ یہ صفات باری مخلوق کی صفات کے ساتھ مشابہ نہیں اور اللہ کا کوئی مثل نہیں انتہی۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

ہر صدی میں مجدد کا آنا

سوال (۸۳) اس حدیث مذکورہ کے بارہ میں حضرات علماء کا کیا مسلک ہے۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ	اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال میں ایسا شخص
سنۃ من یجدد لھا امر دینھا اوکما قال	مبعوث کریں گے جو دین کے احکام کی تجدید کرے

اور روایت سنن ابی داؤد و مسند حسن بن سفیان۔ مسند بزار۔ معجم اوسط طبرانی و کامل ابن عدی۔ و مستدرک حاکم۔ حلیۃ ابی نعیم۔ مدخل بیہقی وغیرہ میں مذکور ہے۔

اس حدیث میں راس مائۃ سے مراد ہر صدی کی ابتداء ہے یا آخر۔ اور اس مجدد کی علامات و شروط کیا ہوں۔ اور پہلی صدی سے لیکر آج تک کون کون سے مجدد آئے ہیں۔ مولوی اسماعیل شہید اور ان کے مرشد سید احمد بریلوی رح مجددین میں سے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

جواب:۔ راس مائۃ سے باتفاق محدثین آخر صدی مراد ہے۔ اور علامات و شروط مندرجہ ذیل ہونگی۔ علوم ظاہرہ و باطنہ کے عالم ہوں گے۔ ان کی تدریس و تالیف اور وعظ و نصیحت کا نفع عام و مشہور ہوگا، احیاء سنت اور رد بدعت میں سرگرم ہونگے۔ پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کے شروع میں ان کے علوم کی شہرت اور انتفاع زیادہ ہوگا۔ پس اگر آخر صدی کو نہ پایا۔ یا اس زمانہ میں احیاء شریعت کا نفع ان سے حاصل نہ ہوا۔ تو مجددین سے خارج ہو جائے گا اور حدیث کے محل میں داخل نہ ہوگا۔ شیخ الاسلام بدرالدین اہدال رسالہ مرضیہ فی نصرۃ مذہب الاشعریہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

مجدد وہ شخص ہوگا کہ قرائن احوال سے ہم عصر لوگوں کو اس کے بارہ میں غلبہ ظن ہو جائے اور اس کے علم سے فائدہ پہنچ رہا ہو اور وہ علوم دینیہ ظاہرہ و باطنہ کا عالم ہو۔ احیاء سنت اور رد بدعت اس کا مشغلہ ہو۔ کبھی ہر صدی میں ایک ہوتا ہے جیسا کہ پہلی صدی میں تنہا عمر بن عبدالعزیز اور دوسری صدی میں امام شافعیؒ ہیں کیونکہ محققین کا ان کے بارہ میں اپنے ہمعصروں سے اعلم ہونے پر اجماع ہے اور کبھی دو بھی ہوتے ہیں اگرچہ کسی ایک پر تمام قوم کا اجماع نہ ہو سکے۔ اور کبھی کبھی صدی کے درمیان بھی کسی افضل مجدد کا وجود ہو جاتا ہے اور یہ تجدد عام تجدد صدی کے آخر میں ہی ہوتا ہے۔ علماء امت کے گذر جانے

اور احکام کے پامال۔ اور بدعات کے اظہار کی وجہ سے۔ پس اس وقت تجدید دین کی ضرورت ہے تو ایسے وقت میں باری تعالیٰ سابقہ مجدد کی جگہ دوسرا بھیج دیتے ہیں۔ انتہی

اور جلال الدین سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں:۔

قال ابن الاثیر اختلف العلماء فی تاویل ھٰذا الحدیث کل واحد فی زمانہ واشاروا الیٰ قائم الذی یجدد للناس دینہم علی راس کل مائۃ سنۃ وکان کل قائم قد مال الیٰ مذھبہ وذھب بعض العلماء الی ان الاولیٰ ان یحمل الحدیث علی وجہ العموم فان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من یجدد لہا دینہا لا یلزم منہ ان یکون المبعوث علی راس المائۃ واحد بل قد یکون واحد او قد یکون اکثر فان انتفاع الامۃ بانفعہا وان کان انتفاعا فی امور الدنیا فان انتفاعہم بغیرھم ایضاً اکثر مثل اولی الامر واھل الحدیث والقراء والوعاظ واصحاب الطبقات فی الزھد ینفعون بفن لا ینفع بہا الآخر اذ الاصل فی حفظ الدین حفظ قانون السیاسۃ واشاعۃ العدل الذی بہ ضبط الروایات والزھاد وینفعون بالمواعظ والحث علی لزوم التقوی والزھد فی الدنیا فالاحسن والاجود ان یکون ذلک الیٰ حدوث جماعۃ من الاکابر المشہورین علی اعلی راس کل مائۃ سنۃ یحفظون الناس دینہم ویحفظونہ علیہم فی اقطار الارض ولکن الذی ینبغی ان یکون المبعوث علی راس المائۃ رجلاً مشہوراً معروفاً مشارا الیہ فی فن من ھٰذہ الفنون وقد کان قبل کل مائۃ ایضا من یقوم بامر الدین وانما المراد بالذکر من انقضت المائۃ وھو حیّ عالم مشہور مشار الیہ انتہی

ان اقوال سے واضح ہوگیا کہ سید احمد بریلوی جن کی ولادت سنہ ۱۲۰۱ھ میں ہے اور ان کے مرید مولانا اسمٰعیل شہیدؒ حدیث کے مصداق نہیں ہیں۔ کیونکہ مجدد کی علامت یہ ہے کہ پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کے آغاز میں اس کا نفع عام اور شہرت تامہ ہو اور ان دونوں حضرات میں یہ صفت تیرھویں صدی کے درمیان پائی گئی اور کچھ عرصہ کے بعد ان کا دور ختم ہوگیا۔ اور جن حضرات نے مجددین کی تعیین کی ہے انہوں نے اس صفت کا خیال رکھا ہے۔ ان مباحث کی تفصیل علامہ ابن حجر عسقلانی کے رسالہ الفوائد الجمۃ فی من یبعثہ اللہ لھٰذہ الامۃ اور جلال سیوطی کے رسالہ متنبہ بمن یبعثہ اللہ علی راس المائۃ میں دیکھنی چاہیئے۔ اور ان کے دیکھنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ پہلی صدی کے مجدد بالاتفاق عمر بن عبدالعزیز تھے اور دوسری صدی کے امام شافعی رحؒ ہیں۔ بالاتفاق۔ تیسری صدی قاضی ابوالعباس بن شریح شافعی۔ ابوالحسن اشعری اور محمد بن جریر طبری ہیں۔ چوتھی صدی کے ابوبکر بن الباقلانی۔ ابوالطیب صعلوکی وغیرہ۔ پانچویں صدی کے امام غزالی چھٹی صدی کے امام فخرالدین رازی اور ساتویں صدی کے تقی الدین ابن دقیق العید۔ آٹھویں صدی زین الدین عراقی شمس الدین جزری۔ سراج الدین بلقینی ہیں۔ اور نویں صدی کے جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی۔ شمس الدین سخاوی ہیں۔ اور خلاصۃ الاثر فی اعیان قرن الحادی عشر کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دسویں صدی کے مجدد شہاب رملی اور ملا علی قاری ہیں۔

واللہ اعلم وعلمہ احکم

ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا

سوال (۸۴) بوقت ملاقات مصافحہ مسنونہ کے بارہ میں یزید کہتا ہے کہ ایک ہاتھ سے کرنا مسنون ہے اور دلیل میں حدیث مذکورہ پیش کرتا ہے افیاخذہ بیدہ ویصافحہ قال نعم کوئی صحابی سوال کرتے ہیں کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے آپنے جواب دیا ہاں (ترمذی)

کیا زید کا قول صحیح ہے اور دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں

جواب:۔ تمام فقہا دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو مسنون کہتے ہیں۔ مجالس الابرار میں ہے والسنۃ ان تکون بکلتا یدیہ مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو انتہی۔ درمختار اور جامع الرموز میں بھی ایسا ہی ہے۔ حضرت ابوامامہ سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تصافح المسلمان لم تفرق اکفہما حتی یغفرا کما قال ؑ آپ کا ارشاد ہے جب کہ دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے ہاتھوں کے علیحدہ ہونے سے پہلے انکے گناہوں کی مغفرت کردی جاتی ہے انتہی۔ اور خود آپ کا اور متبعین کا عمل بھی یہی تھا منقول ہے صافح حماد بن زید بن المبارک بیدیہ۔ حماد بن زید نے ابن المبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا انتہی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین کے دور میں بھی یہی طریقہ مروج تھا اور ایک مصافحہ کا ذکر خود بخاری میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکفی بین کفیہ التشہد کما یعلمنی السورۃ من القرآن مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت قرآن کی تعلیم کی طرح تشہد یعنی التحیات للہ الخ کی تعلیم دی اس حال میں کہ میرا ہاتھ آپ کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھا۔ انتہی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذکورہ مصافحہ ملاقات کے وقت ہونے والا مسنون مصافحہ نہ تھا۔ بلکہ یہ تعلیم کے لئے تھا۔ کیونکہ اکابر کسی خاص چیز کی تعلیم کے اہتمام کے لئے اپنے چھوٹوں کا ایک یا دونوں ہاتھ پکڑ کر تعلیم دیا کرتے ہیں۔ اور اگر اس مصافحہ کو ملاقات کا تسلیم کرلیا جائے تو اس کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں سے ہورہا ہے اور ابن مسعود کی جانب سے فقط ایک ہاتھ کا ہونا یقینی اور قطعی نہیں بلکہ دونوں ہاتھوں سے ہونے کا امکان ہے۔ کیونکہ لفظ کف واحد کے لئے نہیں بلکہ جنس کے معنی میں ہے کہ جس سے ایک سے زائد مراد ہو سکتا ہے۔ لہٰذا کف سے دونوں ہاتھ مراد ہوں گے اور اسی طرح لفظ ید کا استعمال محاورات عرب آیات قرآنیہ احادیث نبویہ میں بمعنی جنس ثابت ہے تو اس صورت میں لفظ ید ایک اور دو ہاتھ کو متضمن اور شامل ہوگا۔ اور اکثر مقامات میں دو ید کے موقع پر لفظ ید آیا ہے اس اعتبار سے جس حدیث میں اخذ بالید وارد ہے اس کی مراد ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا نہیں۔ بلکہ وہاں دونوں صورتوں کا احتمال ہے کہ ایک ہاتھ سے ہو یا دو ہاتھ سے

البتہ اگر کسی جگہ حدیث صحیحہ اور صریحہ سے یہ بات معلوم ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ مسنون ہے تو فقہا کے اقوال کو چھوڑنا پڑے گا اور اس تصریح صریح کے بغیر فقہا کے اقوال پر عمل کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

نسخ توریت و انجیل

سوال (۸۵) نورالانوار کی عبارت سے توریت و انجیل کا غیر منسوخ ہونا اور شیخ سعدیؒ کے اس شعر سے

نازلات وعزی برآورد گرد که توریت وانجیل منسوخ کرد

سے منسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔ صحیح مسلک کیا ہے بیان فرمائیں

جواب:۔ توریت و انجیل کے تمام احکام منسوخ نہیں۔ کیونکہ دین محمدی کے بہت سے احکام بنی اسرائیل کے مذہب کے موافق ہیں البتہ بہت سے احکام شریعت محمدیہ میں منسوخ ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں ارشاد باری ہے یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم

ترجمہ۔ وہ حکم کرتا ہے ان کو نیک کام کا اور منع کرتا ہے برے کام سے اور حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان پر سے انکے بوجھ اور وہ قیدیں جو ان پر تھیں۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

غیراللہ کے نام پر جانوروں کو چھوڑنا

سوال (۸۶) علماء دین کا کیا مسلک ہے کہ آجکل کے ہندو جاندار چیز یعنی خصی بکرے وغیرہ گنگا پر چڑھاتے اور پانی میں زندہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اس گھاٹ کے زمیندار ہندو ان کو نکال کر فروخت کرتے ہیں۔ اور چڑھانے والے کوئی تعرض نہیں کرتے۔ آیا ان جانوروں کو نکال کر یا خرید کر ذبح کر کے کھانا حلال ہے یا نہیں اور یہ ما اھل بہ لغیراللہ میں داخل ہیں ۔ یا بحیرۃ اور سائبۃ میں۔ نیز بحیرہ اور سائبۃ حلال ہیں یا حرام مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیرِاللہ اور ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ کا کیا مطلب ہے۔ بینوا توجروا

جواب:۔ ما اھل بہ لغیراللہ سے وہ جانور مراد ہیں جن کے خون بہانے کا مقصد غیراللہ کی تعظیم اور ان کا قرب حاصل کرنا ہو ایسا جانور حرام ہے۔ باوجودیکہ بوقت ذبح بسم اللہ پڑھ لی گئی ہو۔ درمختار میں ہے ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اُھل بہ لغیراللہ ولو ذکر اسم اللہ علیہ وذبح للضیف لایحرم انتہی

تفسیر نیشاپوری میں ہے قال العلماء لوان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحہا التقرب الی غیراللہ صار مرتدا و ذبیحتہ ذبیحۃ مرتد انتہی

تفسیر درمنثور میں ہے اخرج بن المنذر عن ابن عباسؓ وما اھل قال ذبح واخرج ابن ابی حاتم عن مجاھد وما اھل قال ما ذبح لغیراللہ انتہی

پس شیخ سدو وغیرہ کے نام کا بکرا حرام ہے۔ کیونکہ اسمیں ذبح کرنے کا مقصد صرف غیراللہ کا تقرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور بزرگان دین پر فاتحہ کا ذبیحہ حرام نہیں۔ کیونکہ ذبح اللہ کے نام پر ہوتا ہے اور بزرگان دین کو فقط ایصال ثواب ہوتا ہے

اور جو جانور اہل ہنود زندہ چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ آیت کے مفہوم میں داخل نہیں اور نہ اس آیت سے حرمت ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہ ذبح نہیں ہوتا۔ ماجعل اللہ من بحیرۃ الآیہ کی تفصیل یہ ہے کہ کفار مکہ نے خود اپنی رائے سے بعض جانوروں کو حلال اور بعض کو حرام کر لیا تھا۔ کبھی اونٹنی کے کان کاٹ کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیا اب اس کا دودھ دوہنا ذبح کرنا حرام سمجھا جاتا اور اس کو بحیرہ کہتے تھے۔ اور سائبہ وہ جانور جو کسی بت کے نام آزاد چھوڑ دیا جائے۔ اور باربرداری کا کام اس سے نہ لیا جائے حق جل شانہ نے ماجعل اللہ الخ سے ان کا ابطال کر دیا۔ مگر آیت سے تحریم ذبح ثابت نہیں ہوتی۔ بحیرہ اور سائبہ کے کھانے کی حرمت ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ جانور بتوں کے نام پر چھوڑنے کے باوجود مالک کی ملکیت میں ہی رہتے تھے اس لئے بغیر اجازت مالک اس میں تصرف حرام ہے جیسا کہ مال مسروقہ اور مال مغصوبہ کا حکم ہے۔ البتہ مالک سے اجازت لینے کے بعد اگر بوقت ذبح بسم اللہ پڑھ لی جائے تو کھانا جائز ہوگا۔ اور کافر کی نیت قبیحہ کا اس میں کوئی اثر نہ ہوگا۔

رد المحتار میں ہے المختار فی الصید انہ لا یملکہ اذا لم یحجہ وکذا فی الدابۃ. اذا سیبہا کما بسط الشرنبلالی فی شرحہ اور ذیلعی کی شرح کنز میں ہے انہ کان مرسلا فہو مال الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ انتہی واللہ اعلم۔

ابو الحسنات محمد عبدالحی

وطی فی الدبر

سوال (۸۷) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔ زید یہ کہتا ہے کہ وطی فی الدبر اہل سنت والجماعت کے نزدیک جائز ہے۔ اور کہتا ہے کہ صحاح ستہ اور ان کی معتبر تفاسیر کے اندر قول باری نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم کے شان نزول کے سلسلہ میں علامہ سیوطی کی درمنثور میں اسحق بن راہویہ اور بخاری و ابن جریر نے نافع سے جواز کی روایات نقل کی ہیں۔

نافع فرماتے ہیں میں نے ایک دن تلاوت کی نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم الآیہ (ترجمہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو) یہ سن کر حضرت عبداللہ ابن عمر نے پوچھا کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ آیت کس کے بارہ میں نازل ہوئی۔ نافع نے نفی میں جواب دیا۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ اپنی عورتوں سے وطی فی الدبر کے جواز کے بارہ میں۔ دوسری جگہ بخاری اور ابن جریر نے عبداللہ بن عمر سے نقل کیا۔ آیت باری فأتوا حرثکم انی شئتم وطی فی الدبر کے بارہ میں ہے۔ امام مالک اور دوسرے انکے بعض علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا پس اس مسئلہ میں زید کا قول ان دلائل کے ساتھ صحیح ہے یا نہیں

جواب: بعض علماء نے اپنی تحریرات اور تصانیف میں وطی فی الدبر کے حلال ہونے کی نسبت امام مالک کی طرف کی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ امام مالک رح نے اس سے رجوع کیا ہے۔ بخاری کی شرح ارشاد الساری یعنی قسطلانی میں ہے:۔

روی الخطیب عن مالک من طریق اسرائیل بن روح قال سألت مالکاً عن ذلک فقال ما انتم قوم عرب هل یکون الحرث الا فی موضع زرع لا تعد والفرج قلت یا ابا عبداللہ انہم یقولون انک تقول ذلک قال یکذبون علیّ یکذبون علی فالظاہر ان اصحابہ المتاخرین اعتمدوا علی ہذہ القصۃ ولعل مالکا رجع عن قولہ الاول انتہی

اور عبداللہ بن عمر کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ دبر یعنی پیچھے کی جانب سے قبل میں وطی کرنا جائز ہے یہ مطلب نہیں کہ دبر میں کرنا جائز ہے جن لوگوں نے وطی فی الدبر کی روایت کو بیان کیا۔ درحقیقت وہ عبداللہ بن عمر کے قول کا مطلب ہی نہیں سمجھ سکے۔ ابو نصر سے نسائی میں صحیح روایت کے ساتھ مروی ہے :۔

قلت لنافع قد اکثر علیک القول انک تقول عن ابن عمر انہ افتی ان یؤتی النساء فی ادبارھن قال کذبوا علیّ ولکنی ساحدثک کیف کان الامر ان ابن عمر رضؓ عرض المصحف وانا عندہ یوما حتی بلغ نساءکم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم فقال یا نافع ھل تدری من امر ھذہ الآیۃ قلت لا قال انا کنا معشر قریش نجی النساء فلما دخلنا المدینۃ ونکحنا نساء ھم اردنا منھن مثل ما کنا نرید فاذا ھن قد کرھن ذلک واعظمن وکانت نساء الانصار قد اخذن بحال الیھود انما یؤتین علی جنوبھن فانزل اللہ نساءکم حرث لکم

اور اگر بفرض محال ابن عمر وطی فی الدبر کے جواز کے قائل بھی ہو جائیں تو اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کے نزدیک ان کا قول معتبر نہ ہوگا۔ کیونکہ صحاح اور غیر صحاح میں بکثرت احادیث موجود ہیں جو اس وطی کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور جا بجا اس پر وعید شدید بھی وارد ہوئی ہے۔ اور جہاں کہیں کسی صحابی کا قول بظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مخالف ہوگا تو صحابی کا قول حجت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس صحابی کو معذور سمجھا جائے گا اور کہنا پڑے گا کہ ان احادیث صحیحہ کا ان کو علم نہ ہو سکا۔ کیونکہ اگر علم ہوتا تو یہ فتویٰ ہرگز نہ دیتے۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

ترجمہ قرآن دوسری زبان میں

سوال (۸۸) اگر کوئی شخص ایک ایک آیت یا رکوع پڑھتا جائے اور ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ فارسی یا ہندی وغیرہ زبان میں کرتا رہے تو کلام باری میں شرکت ہوگی یا نہیں اور شرکت کی صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب :۔ جبکہ تلاوت کرنے والے کا مقصد صرف تلاوت ہی نہ ہو بلکہ معانی قرآن کا بھی سمجھنا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

تلاوت قرآن اور لوگوں کی بے توجہی

سوال (۸۹) اگر کوئی شخص مجمع میں بلند آواز سے تلاوت کرے مگر قریب کے لوگ اپنے دنیاوی کام یا کسی اور وجہ سے اس کی طرف توجہ نہ کریں تو ایسے وقت میں تلاوت کرنے والے کے لئے آہستہ پڑھنا لازم ہے یا نہیں اور نہ پڑھنے

کی صورت میں کیا حکم ہوگا۔
جواب:۔ حاضرین مجلس کے لئے قرآن کا سننا فرض ہے لیکن اگر سامعین کسی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے توجہ نہ کریں تو قاری کے لئے آہستہ پڑھنا لازم ہے۔ تاکہ نہ سننے والوں کے لئے گناہ کا باعث نہ بنے۔ علامہ منقاری زادہ اپنے رسالہ الاتباع فی مسئلۃ الاستماع میں لکھتے ہیں۔ یکرہ رفع الصوت بقراءۃ القرآن عند المشتغلین لان فیہ منع غیرہ عن شغلہ اور شرح التحفہ میں ظہیرالدین تمرتاشی سے نقل کیا ہے لا یقرء القرآن جہراً عند المشتغلین بالاعمال لما فیہ عن قطعہم عن الاعمال او ترک الاستماع ۔ اور منیتہ میں ہے امراۃ تغزل فی البیت لیس لاحد ان یقرء القرآن عندھا جہراً ۔

واللہ اعلم　　ابوالحسنات محمد عبدالحی

روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنا

سوال (۹۰) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد مسجدی ھذا ۔ والمسجد الحرام ۔ والمسجد الاقصیٰ ۔ ھکذا اخرجہ البخاری ومسلم بصیغۃ الخبر وفی صحیح المسلم عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ لا تشدوا الرحال الا الی ثلثۃ مسجدی ھذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ۔ بصیغۃ النہی

ترجمہ۔ سامان سفر نہ باندھا جائے کسی مسجد کے لئے۔ سوائے تین مساجد کے میری مسجد یعنی مسجد نبوی اور مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ ۔ اور اسحٰق بن راھویہ نے اپنی مسند میں صیغۂ حصر کے ساتھ روایت کی ۔ انما تشد الرحال الی ثلثۃ مساجد مسجد ابراھیم ومسجد محمد ومسجد بیت المقدس ۔ اور اسی حدیث کے راویوں میں حضرت عبداللہ بن عمر نے صیغۂ نہی کے ساتھ بھی روایت کی ۔ تو یہ حدیث بصیغۂ نہی اور بصیغۂ خبر دونوں طریقہ پر مروی ہے اور یہ فرق بہت سے اہل علم پر مخفی ہونے کی وجہ سے باہمی اختلافات کا سبب بن گیا ۔ اور اسی پر وہ قول دلالت کرتا ہے جو صارم میں ہے ومن قال من العلماء انہ یستحب زیارۃ قبرہ فمرادہ بذلک السفر الی مسجدہ وفی مسجدہ یسلم علیہ ویصلی علیہ انتہی ۔ یہاں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کا عبادت ہونا اہل علم کے نزدیک درحقیقت مسجد نبوی کے لئے سفر کے مستحب ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ قبر مبارک مسجد نبوی میں ہے اور یہ ناممکن ہے کہ بغیر نیت مسجد کے محض قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کیا جائے کیونکہ اس بارہ میں اہل علم کے نزدیک کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ صحاح سنن اور مسانید میں بھی اس قسم کی کوئی روایت نہیں ملتی ۔ اور نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے اس قسم کی حدیث سے استدلال کیا بس کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ نفس زیارت قبر کے لئے سفر مراد ہے نہ کہ مسجد کے لئے ۔ اور یہ بہت بڑا

مغالطہ ہے۔ اکثر لوگوں نے اسمیں مبتلا ہو کر دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ علماء حق کا کیا مسلک ہے قبر نبی کی زیارت یا مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مسجد نبوی کے ارادہ سے سفر کے مستحب ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ البتہ قبر نبی کی زیارت کے لئے سفر کرنے میں اختلاف ہے مگر صحیح یہی ہے کہ جائز اور غیر ممنوع ہے۔ حدیث کے ———— مطلق ہونے کی وجہ سے من زار قبری وجبت لہ شفاعتی دوسری حدیث ہے من جاءنی زائراً لا تحملہ الا زیارتی کان حقاً علیّ ان اکون لہ شفیعاً وشہیداً یوم القیامۃ یعنی جو شخص محض میری زیارت کو مقصد بنا کر زیارت کرنے آئیگا قیامت میں اسکی شفاعت اور شہادت مجھ پر واجب ہوگی۔ اس حدیث کی سند حسن ہے اور یہ کہنا کہ زیارت قبر کے بارہ میں تمام احادیث ضعیف اور موضوع ہیں بالکل باطل ہے اور اسی طرح یہ کہنا بھی لغو ہے کہ قبر نبی کی زیارۃ سے مراد مسجد نبوی کا سفر ہے۔ اس مسئلہ کو انتہائی بسط وتفصیل کے ساتھ میں نے اپنے رسالہ السعی المشکور فی رد المذہب الماثور میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم ابو الحسنات محمد عبدالحی

استخارہ

سوال (۹۱) علماء دین کیا فرماتے ہیں اگر کوئی شخص کسی کام میں استخارہ کرنا چاہے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:۔ اس کا طریقہ بخاری میں ہے۔ حضرت جابر سے روایت ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا الاستخارۃ فی الامور کلہا کما یعلمنا السورۃ من القرآن یقول اذا ہم احدکم بامر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضۃ۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم قرآن کی طرح ہم کو ہر ایک کام میں استخارہ کی تعلیم اس کہ جب کوئی کام پیش آئے تو دو رکعت نفل پڑھو اور فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھو۔

ثم لیقل اللّٰھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللّٰھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر الذی انا جازم علیہ خیر لی فی دینی ودنیای ومعاشی وعاقبۃ امری وعاجلہ واٰجلہ فقدرہ لی ویسرہ ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی ودنیای وعاقبۃ امری ومعاشی وعاجلہ واٰجلہ فاصرفہ عنی واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ یارب العالمین۔ واللہ اعلم ابو الحسنات محمد عبدالحیؒ

تعدیل راوی

سوال (۹۲) راوی کی تعدیل کے لئے اصول فقہ کی کتابوں چار شرائط ذکر کی جاتی ہیں۔ عقل،[۱] اسلام[۲] ضبط،[۳] عدالت[۴] اگر کتب رجال میں کسی راوی کے بارہ میں ان لفظوں کے بجائے ثبت۔ ثقہ۔ صدوق میں سے کوئی لفظ بولا جائے اور اس پر صدوق سیٔ الحفظ یا صدوق یہم کے ساتھ جرح نہ کی گئی ہو تو اس صورت میں تعدیل متحقق ہو جائے گی یا اس کے مسلم، عاقل، ضابط، عادل ہونے میں تردد رہے گا۔

جواب :- یہ الفاظ تعدیل کے اعلیٰ مراتب میں سے ہیں۔ ان الفاظ کے بیان کرنے کے بعد کسی راوی کے بارہ میں شک و شبہ کرنا کسی عاقل کا کام نہیں۔ علامہ سخاوی فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث میں لکھتے ہیں :- قال الذہبی ان قولھم ثبت وحجۃ وامام وثقۃ ومتقن من عبارات التعدیل التی لانزاع فیھا انتہی۔

مقدمہ ابن صلاح، اور مختصر ابن جماعۃ میں ہے اما الفاظ التعدیل فعلی مراتب الاولی قال ابن ابی حاتم اذا قال للواحد انہ ثقۃ او متقن فھو من یحتج بحدیثہ قلت وکذ اذا قیل ثبت او حجۃ وکذ اذا قیل فی العدل انہ حافظ او ضابط انتہی　　واللہ اعلم　　ابوالحسنات محمد عبدالحی

روایت صحیح مسلم

سوال (۹۳) مسلم شریف کے باب صفۃ الجلوس میں فی الصلوۃ وکیفیۃ وضع الیدین عن الفخذین میں ایک روایت ہے حدثنا عبد بن حمید قال نا یونس بن محمد قال نا حماد بن سلمۃ عن ایوب عن نافع عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذ قعد فی التشہد　الحدیث

اس حدیث میں حضرت ابن عمر سے روایت کرنیوالے نافع مولی ابن عمر ہیں جن کی نسبت تقریب میں مکتوب ہے ثقۃ ثبت تضیہ مشہور من الثالثۃ یا اور کوئی دوسرے نافع ہیں۔ اور اسی اسناد میں ایوب سے روایت کرنے والے حماد بن سلمہ ہیں ان کی نسبت تقریب میں مسطور ہے۔ تغیرہ حفظہ باٰخرہ یعنی آخر عمر میں حافظہ صحیح نہ رہا تھا بس ممکن ہے کہ حماد کے تغیر حفظ سے پہلے یہ روایت صحیح مسلم میں ذکر کی گئی ہو۔ جیسا کہ نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں لکھا ہے :- واعلم ان ماکان من ھذا القبیل محتجا بہ فی الصحیحین فھو مما علم انہ اخذ قبل الاختلاط اور اس کا بھی احتمال ہے کہ تغیر حافظہ کے بعد لائی گئی ہو۔

جواب :- حقیقت میں یہ روایت قبل اختلاط کے ہے جیسا کہ نووی کی عبارت سے واضح ہو گیا اور فتح المغیث میں ہے ما یقع فی الصحیحین او احدھما من التخریج لمن وصف بالاختلاط فانا نعرف علی الجملۃ ان ذلک مما ثبت عند المخرج انہ من قدیم حدیثہ انتہی　　واللہ اعلم　　ابوالحسنات محمد عبدالحی

جرح و تعدیل

سوال (۹۴) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تقریب میں جو جرح و تعدیل مذکور ہے۔ مجھ کو اس پر اعتبار نہیں صاحب تقریب کے سوا کوئی دوسرا بھی تصدیق کرے تو قابل اعتبار ہوگا۔ اس شخص کا یہ کہنا صحیح ہے یا جہالت اور گمراہی کی بات ہے۔

جواب :- یہ کہنا حماقت اور گمراہی ہے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ صاحب تقریب علامہ ابن حجر عسقلانی کی شخصیت اور جلالت قدر جو کتب تواریخ وطبقات سے معلوم ہوتی ہے اس بات کو مقتضی ہے کہ ان کا قول جرح و تعدیل کے سلسلہ میں بلاشک و شبہ

معتبر ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے جرح وتعدیل کے سلسلہ میں جو کچھ تقریب میں مذکور ہے وہ درحقیقت آئمہ حدیث کی پوری جماعت کا قول ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے اسماء الرجال کے ماہر کامل ابو الحجاج دمشقی نے صحاح ستہ کے رجال کے واسطے تہذیب الکمال تالیف کی جسمیں محدثین متقدمین کے اقوال سے جرح وتعدیل نقل کی۔ اس کا حافظ ابن حجر نے خلاصہ کر کے مع کچھ زیادات کے تہذیب التہذیب تصنیف کی اور پھر اسی کا خلاصہ تقریب میں پیش کیا۔ پس جو جرح وتعدیل تہذیب الکمال اور تہذیب التہذیب میں باقوال محدثین مذکور ہے بعینہ وہی جرح وتعدیل تقریب میں ہے۔ اور اسمیں کوئی ایسی جرح وتعدیل نہیں ہے جس کی تصدیق محدثین سابقین کے اقوال سے نہ ہوئی ہو۔ جیساکہ ماہرین فن پر ظاہر ہے ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فمالہ من نور واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

امامت اور امام

سوال (۵۹) امامت کی حقیقت کیا ہے اور امام کے لئے کیا شرط ہے؟ اور حدیث من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ کی کیا مراد ہے اور وہ جو حدیث میں آتا ہے کہ ہر سو سال میں ایک مجدد دین پیدا ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں اس کا مصداق کون شخص ہے؟

جواب:۔ امامت درحقیقت نام ہے رسول کے خلیفہ ہونے کا احکام کی پابندی کرانے اور انتظام دنیا کے چلانے میں جس کا اتباع تمام مخلوق پر واجب ہوتا ہے۔ موقف اور اس کی شرح میں یہی تحقیق ہے۔ پس کسی آبادی اور شہر کا رئیس امام نہیں ہو سکتا۔ نیز ضروری ہے کہ امام سب پر ظاہر ہو تاکہ اس کے مقرر کرنے کا مقصد حاصل ہو سکے اور امام کے لئے مسلمان۔ آزاد مذکر عاقل بالغ ہونیکے ساتھ ساتھ خاندان قریش سے ہونا بھی شرط ہے۔ معصوم ہونا یا اہل زمانہ سے افضل ہونا ضروری نہیں۔ اور ایسے امام کا مقرر کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے اور ضرر عام اور فتنۂ عظیمہ کے آثار کے وقت ایسا شخص بھی امام بن سکتا ہے جسمیں یہ شرطیں نہ ہوں لیکن ناجائز اور خلاف شرع کاموں میں اس کی اطاعت نہ کرنی چاہیئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے لا طاعۃ المخلوق فی معصیۃ الخالق اور ابن ہمام کی شرح المسایرۃ میں ہے واذا قضی ینفوذ قضایا اھل البغی فی بلادھم التی غلبوا علیہا لمسیس الحاجۃ فکیف لا تقضی بصحۃ الامامۃ مع فقد الشروط عند لزوم الضرر العام انتھی اور مرقاۃ میں ہے لا تصح خلافۃ العبد لقولہ علیہ السلام الائمۃ من قریش وقلت لکن یصح امارتہ مطلقا ولکن اخل؟ فتہ تسلطًا کما ھو فی زماننا فی جمیع البلاد انتھی اور حدیث من لم یعرف الحدیث میں امام سے مراد نبی ہے۔ خیالی میں یہی مذکور ہے یا مراد کتاب ہو جیساکہ زمانہ یہود میں توریت اور زمانۂ نصاریٰ میں انجیل اور زمانہ محمدیہ کے دور میں قرآن۔ اور متکلمین نے اس حدیث کے معنے یہ بیان کئے۔ من لم یعرف امام زمانہ مع انہ فی ظل امامۃ فقد عاش عیش الجاھلیۃ فیموت میتۃ جاھلیۃ یعنی جو شخص امام کے زیر سایہ رہتے ہوئے اس کو نہ پہچانے تو اس کی موت وحیات جاھلیت کی موت وحیات کے مانند ہوگی۔ انتھی اور بعضوں نے یہ معنے لکھے ہیں کہ تمام مسلمان اور ارباب حل وعقد جس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسکو امام بنالیں اگر کوئی اس کی

امامت سے اور بیعت سے انکار کرے تو یہ اس سزا کا مستحق ہوگا

اور ہر سو سال میں دین محمدی کا ایک مجدد پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے مصداق قطعی کا علم تو عالم الغیب ہی کو ہے۔ البتہ جس شخص کا نفع عام ہو اور اس کی برکات سے لوگ مستفید ہوں اور امور شرعیہ کا بقا و استحکام اس کے ہاتھوں سے ہو تو ایسے شخص کے بارہ میں امکان ہے۔ واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

قرآن کا رسم الخط اور علم نحو

سوال (۹۶) قرآن مجید کے رسم الخط میں صیغۂ مفرد کے آخر میں الف لکھا جاتا ہے جیسا کہ سورۂ رعد میں الیہ ادعوا والیہ مآب اور اسی طرح سورۂ جمعہ میں رسولا یتلوا علیہم اسی طرح بعض جگہ واؤ زائد ہے جیسے اولئک میں اور بعض جگہ ی زائد لکھی جاتی ہے جو قاعدۂ نحو کے خلاف ہے آیا علم نحو کے مطابق ہی بدل دینا چاہیئے یا مصحف عثمانی کے رسم الخط کے مطابق رکھنا ضروری ہے۔

جواب: قرآن مجید کے رسم الخط میں مصحف امام کے مطابق رعایت کرنی چاہیئے اپنی طرف سے تغیر و تبدل جائز نہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر اتقان میں لکھتے ہیں:-

القاعدة العربية ان اللفظ يكتب بحروف هجائه مع مراعاة الابتداء به والوقف عليه قد مهد النحاة له اصول وقواعد وقد خالف في بعض الحروف خط مصحف الامام وقال اشهب سئل مالك هل كتب المصحف على ما احدثه الناس من الهجاء فقال لا الا على الكتبة الاولى رواه الداني في المقنع ثم قال ولا مخالف له من علماء الامة وقال في موضع آخر سئل مالك عن الحروف في القرآن مثل الواو والالف الا ترى ان يغير اذا وجد فيه كذالك قال لا قال ابوعمرو يعني الواو والالف المزيدتين في الرسم المعدومتين في اللفظ نحو اولوا قال الامام احمد يحرم مخالفة خط مصحف عثمان في واو، يا والف او غير ذلك اور بیہقی شعب الایمان میں فرماتے ہیں

من كتب مصحفا ينبغي ان يحافظ على الهجاء الذي كتبوا فيه ملك المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوا شيئا فانهم كانوا اكثر علماء واصدق قلبا ولسانا واعظم امانة منا فلا ينبغي ان نظن بانفسنا استدراكا عليهم انتهى

ایک اور جگہ میں لکھتے ہیں وقال الكرماني في العجائب كانت صورة الفتحة في الخطوط قبل الخط العربي الفا وصورة الضمة واوا وصورة الكسرة ياء فكتب لا اوضعوا بالالف مكان الفتحة وايتاء ذي القربى بالياء مكان الكسرة واولئك ونحوه بالواو مكان الضمة لقرب عهدهم بالخط الاول انتهى

حروف قرآن میں تغیر و تبدل کرنا

سوال (۹۷) (الف) اگر کوئی شخص قرآن کے کسی حرف کو دوسرے حرف سے بدلے یا اس میں کمی یا زیادتی کرے تو کافر ہو جائے گا یا نہیں۔

جواب: ایسا شخص کافر ہے۔ قاضی عیاض کی کتاب شفا میں ہے قد اجمع المسلمون علیٰ من نقص من القرآن حرفا قاصدا لذلك او بدله بحرف اٰخر مكانه او زاد فيه حرفا آخر مما لم يشتمل عليه المصحف الذی وقع الاجماع عليه واجمع علیٰ انه ليس من القرآن عامدا لكل هٰذا انه كافر انتہی

کسی مصلحت کی وجہ سے خلاف حقیقت تفسیر کرنا

سوال (۹۷۔ب) اگر کوئی شخص کہے یا اعتقاد رکھے کہ آیت کی اصل تفسیر یہ ہے جو میں کر رہا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تفسیر بیان کی وہ محض معترض کو خاموش اور لاجواب کرنے اور زجر و توبیخ کرنے کے لئے تھی۔ لہٰذا تفسیر رسول قابل قبول نہ ہوگی۔ البتہ اس مخصوص معترض کے حق میں معتبر ہوگی۔ لیکن تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ائمہ حدیث نے روایت کیا اور اس کی تحسین کی اور جمہور مفسرین نے ثابت مانکر قبول کیا۔ پس ایسا کہنا یا اعتقاد رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تغلیط و تخطیہ بلکہ تکذیب اور اتہام لازم آتا ہے یا نہیں۔ اور کسی نبی یا غیر نبی کے لئے محض معترض اور مخالف کو زجر و توبیخ اور خاموش کرنے کے لئے خلاف واقعہ قرآن کی تفسیر کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور نا جائز ہونے کی صورت میں بھی اگر کوئی شخص اس کے جواز کا اعتقاد رکھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کو خلاف واقعہ بتاکر اس کی تغلیط اور تخطیہ کرے تو ایسے شخص کا حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: کسی نبی یا غیر نبی کے لئے معاند و مخالف کو جواب دینے اور زجر و توبیخ کرنے کی غرض سے خلاف واقعہ قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ایسا اعتقاد رکھنے والا زندیق ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لازم تھا کہ قرآن کی تفسیر باری تعالیٰ کی مراد کے مطابق فرمائیں اور کسی بھی مصلحت و غرض کی وجہ سے واقعہ اور حقیقت کو چھپا کر خلاف حقیقت تفسیر نہ بتائیں۔ اللہ تعالیٰ حضورؐ کو خطاب کرتے ہیں۔ یاایها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس (اے رسول پہنچا دے جو اترا تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچالے گا لوگوں سے۔)

وقال تعالیٰ انا انزلنا اليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما اراك الله (بے شک ہم نے اتاری تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو کچھ سمجھا دے تجھ کو اللہ)　　والله اعلم

قرأت صحیحہ و غیر صحیحہ کی پہچان

سوال (۹۸) قرأت صحیحہ کونسی ہے اور شاذ۔ باطل۔ ضعیف کی پہچان کیا ہے۔

جواب: نشر ابن جزری میں مکتوب ہے جو قرأت قواعد عربیہ کے موافق ہو یا مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک مصحف کے مطابق ہو اور اس کی سند صحیح ہو وہی قرأت صحیحہ ہے جس کا انکار صحیح نہیں خواہ قرأ سبعہ سے منقول ہو یا قراء عشرہ سے

اور اگر تین شرطوں میں سے کسی ایک میں نقصان ہو تو وہی قرأت ضعیفہ، شاذہ، باطلہ ہو جائے گی۔ ابو شامۃ، کواشی اتقان وغیرہ کتابوں میں یہی مذکور ہے۔

اختلاط قرأت

سوال (۹۹) ایک قرأت کو دوسری قرأت کیساتھ جیسے قرأت حفص کو قرأت ابن عامر کے ساتھ ایک آیت یا ایک سورۃ میں ملا کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- ابن صلاح اور نووی فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے قرأت سبعہ یا قرأت عشرہ میں سے کوئی ایک قرأت شروع کی تو پوری مجلس میں اسی قرأت کیساتھ پڑھنا چاہیئے لیکن اگر ایک جملہ پورا کرنے کے بعد دوسرا جملہ دوسری قرأت میں شروع کر دیا تو یہ بھی جائز ہے اور بعض ائمہ نے اس اختلاط کو بالکل ناجائز کہا ہے اور ابن جزری فرماتے ہیں اگر اختلاط سے کلام قواعد عربیہ سے نکل جائے اور مہمل بن جائے تو یہ صورت ناجائز ہے جیسا کہ فتلقی ادم من ربہ کلمات الآیہ، میں آدم پر رفع پڑھنا غیر ابن کثیر کی قرأت کی رو سے اور کلمات پر قرأت ابن کثیر کے لحاظ سے جائز نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں کلام مہمل ہو جائے گا۔ اور اگر قرأت کا مقصد کسی خاص راوی اور قاری کی روایت کا بیان کرنا ہے تو اسمیں خلط کرنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں کذب لازم آتا ہے۔ ہاں البتہ اگر محض برائے تلاوت ہو تو مطلقاً جائز ہے۔ کیونکہ یہ بھی قرآن ہی ہے (تفسیر اتقان)

قرأۃ سبعہ کا تواتر

سوال (۱۰۰) قرأۃ سبعہ متواتر ہے یا مشہور۔

جواب:- بعض قرأتیں تو متواتر ہیں کہ جن کے ناقلین اس قدر کثرت سے موجود ہیں کہ ان کا کذب پر مجتمع ہونا عقلاً محال ہے اور یہ کثرت ہر زمانہ میں رہتی ہے۔ اور بعض قرأتیں مشہور ہیں کہ جن کی سندیں صحیح رسم الخط عثمانی اور قواعد عربیہ کے موافق ہیں اور قاریوں میں مشہور مگر تواتر کے مرتبہ تک نہیں پہنچیں۔ اور کسی قاری نے بھی اس کو غلط یا شاذ نہیں کہا۔ اور ایسی قرأتیں کہ قراء سبعہ سے مختلف طرق سے منقول ہیں کہ بعض ناقلین بطور روایت اور بعض قراء کسی دوسرے طریقہ سے نقل کرتے ہیں۔ کتب قرأت میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ اور اس سلسلہ میں بہت سی کتابیں تصنیف کی گئیں جیسے تیسیر دانی۔ قصیدہ شاطبی۔ اوعیہ نشر تقریب نشر وغیرہ اور بعض قرأتیں احاد ہیں کہ سند صحیح ہوتی ہے لیکن رسم عثمانی یا قواعد عربیہ کے مخالف ہوتی ہیں یا غیر مشہور ہوتی ہیں۔ تفسیر اتقان میں ابن جزری کا یہی قول نقل کیا گیا۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ائمہ سبعہ کے انفرادی طور پر منقول ہونے والی قرأۃ خواہ اس کے ناقل متحد ہوں یا مختلف متواتر نہیں ہے۔ بلکہ جو قرأتیں ائمہ سبعہ سے نقل کرنے والے باتفاق نقل کرتے ہیں اور حد تواتر کو پہنچ گئے ہوں تو اس کو متواترہ کہیں گے اور الفاظ مختلفہ جو قراء سبعہ سے منقول ہیں وہ متواتر نہیں ہونگے۔ ابو شامۃ کا قول یہی ہے۔ اور زرکشی ... برہان میں کہتے ہیں۔ قرأت سبعہ کا قراء سبعہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہونا مسلم ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ہونا مسلم نہیں۔ کیونکہ قراء سبعہ کا نقل کرنا بہ نسبت قرأۃ سبعہ کے کتب قرأۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل واحد از واحد ہے پس تواتر کیسے ہو سکتا ہے اور بعض ماہرین فن مطلق تواتر کے قائل ہو گئے۔

قرأت شاطبی وتیسیر

سوال (۱۰۱) قرأۃ شاطبی اور قرأۃ تیسیر قرأت سبعہ متواترہ کو حاوی ہیں یا نہیں ؟

جواب :۔ امام شاطبی اور صاحب تیسیر نے اپنی کتابوں میں متواترات کا التزام نہیں کیا بلکہ ان کتابوں میں بہت سی قرأۃ مشہورہ بھی مندرج ہیں ۔ اور قرأت مشہورہ کا فقطان کتابوں میں انحصار کرنا صحیح نہیں ۔ اور ائمہ قرأت نے ان کتابوں پر قرأۃ مشہورہ کا انحصار کرنے والوں کا شدت سے رد کیا ہے (تفسیر اتقان)

روایت عشرہ کا مرتبہ

سوال (۱۰۲) اگر کوئی عالم یا حافظ قرأۃ عشرہ میں سے کوئی ایک قراءۃ کرتا ہے اس کو غلطی کہنا درست ہے یا نہیں ۔

جواب :۔ درست نہیں ہے ۔ کیونکہ جب قرأۃ عشرہ مشہورۃ ثابت السند اور صحیح الروایت ہیں تو اب خطا اور غلطی کی نسبت کرنے کا کیا مطلب ہے ۔ ورنہ صحابہ اور تابعین کا تخطیہ اور ان کی تغلیط لازم آتی ہے ۔

قرأۃ لاتامنا

سوال (۱۰۳) سورۃ یوسف میں قول باری لا تامنا کا نون دیار ہندوستان میں ادغام صریح اور تشدید کے ساتھ مشہور ہے ۔ اور بعض قرار بغیر ادغام یعنی دو نوں نون علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہیں ۔ دونوں میں صحیح کونسی قرأۃ ہے

جواب :۔ قول باری لا تامنا صیغہ نفی جس میں متکلم مع الغیر کی ضمیر ہے اس میں ادغام واظہار کی حیثیت سے چند احتمال ہیں ۔

اول ۔ اظہار صریح یعنی ادغام بالکل نہ کیا جائے اور اس صورت میں نون اول کو مضموم پڑھا جائے لیکن قرار سبعہ اور قرار عشرہ میں سے کوئی بھی اس قرأۃ کا قائل نہیں کیونکہ رسم خط کے مخالف ہونے کے علاوہ یہ قرأۃ ثقیل بھی ہے البتہ اربعہ عشر کے قراء میں سے اعمش اور طلحہ اظہار صریح کے ساتھ پڑھتے ہیں ۔ مفتاح رحمانی میں مجمع السرور کا حوالہ اسی طرح منقول ہے اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں :۔ الادغام فی کلمتین اتفق علیہ القراء فی لا تامنا ۔ انتہی

تفسیر اتقان میں ہے اجمع الائمۃ العشرۃ علی ادغام مالک لا تامنا علی یوسف انتہی

دوسرا احتمال ۔ بغیر ادغام ہر دو نون علیحدہ علیحدہ اس طرح پڑھے جائیں کہ نون اول کی حرکت کو اس قدر اخفا کے ساتھ پڑھا جائے کہ حرف ساکن کا شبہ ہونے لگے اور اسی اخفاء کو علامہ سیوطی نے الروم اور صاحب تیسیر نے اشمام سے تعبیر کیا ہے اور اشمام کی حقیقت اسی اخفاء کو لکھا ہے ۔

قال کلھم قراء لا تامنا بادغام النون الاولی فی الثانیۃ واشمامھا الضم وحقیقۃ الاشمام فی ذالک ان یشارک بالحرکۃ الی النون لا بالعضو الیھا فیکون ذلک اخفاء لا ادغام ما صحیحا لان الحرکۃ لا تسکن راسا

بل یضعف الصوت فیفصل بین المدغم والمدغم فیہ لذلک ھذا القول عامۃ ائمتنا وھو الصواب لتاکد دلالۃ وصحتہ فی القیاس۔ محقق شروانی نے حاشیہ بیضاوی میں یہی فرمایا اور علامہ شاطبی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں ع

وتامننا للکل یخفی مفصلا

یعنی تمام قرا سبعہ تامنا کو نون اول کی حرکت اخفا اور ترک ادغام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور شیخ ابوالبقاء علی بن عبداللہ بن عثمان بن محمد بن احمد بن الحسین القاصح شرح قصیدہ مسمی سراج القاری المبتدی وتذکرۃ المقری المنتہی میں فرماتے ہیں اخبران کل القراء یعنی السبعۃ قرء واما لک لا تامنا باخفاء حرکۃ النون ای یا ظہار النون الاولی اختلاس حرکتہا ثم قال مفصلا ان الاخفاء یفصل احدی النونین عن الاخریٰ بخلاف الادغام۔ انتہی اور محقق شروانی حاشیہ بیضاوی میں جعبری کا قول نقل کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔ قصیدہ کا حاصل کلام یہ ہے کہ تمام ناقلین نے اخفاء کو فصل کے ساتھ قرا سبعہ سے نقل کیا ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اہل عراق اس کے مخالف ہیں اور مفتاح میں اسی مصرعہ کو نقل کرنے کے بعد تعریضا لکھتے ہیں اور اس وجہ کو اولی کہدیا۔ کیونکہ اکثر قرار کا مذہب ہے اور شروانی شارح قصیدہ جعبری کا قول نقل کرتے ہیں کہ مفصلا سے مراد ہے ہر دو نون کا ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا۔ اور اظہار کی حقیقت یہی ہے۔

اور ابوعلی فارسی کے اس قول کی مراد بھی یہی ہے ویجوزان یبین ولا یدغم ویخفی الحرکۃ وھو ان یختلسہا ومفہوم ھذا البیت ان کلا من النقلۃ رووہ عن السبعۃ ولیس کذلک لاطباق العراقیین علی خلافہ انتہی تیسرا احتمال۔ نون اول کو نون ثانی میں ادغام کرکے ضمہ کے اشمام کے ساتھ پڑھیں۔ اور اس طریقہ کو بعض اہل ادا جیسے قرا سبعہ میں سے ابن مجاہد نے روایت کیا اور اسی کو آسانی کی وجہ سے بہت اہل ادا نے اختیار کرلیا۔ مفتاح رحمانی میں یہی مذکور ہے۔ اور یہ وجہ تیسیر میں مذکور نہیں۔ اور اسی اشمام کی حقیقت یہ ہے کہ دونوں لبوں کو باہم ملائیں۔ اس طرح کہ کوئی آواز یا حرکت نہ پیدا ہو۔ فقط لبوں سے اتنا اشارہ ہوجائے گویا کہ لبوں سے ضمۂ نون کا اشارہ کر رہے ہیں اور کوئی حرکت نہ پیدا ہو۔ شروانی نے جعبری کا یہی قول نقل کیا اور کنز المعانی میں ہے وھذا الاشمام ان تضم شفتیک من غیر صوت انتہی اور شاطبی قصیدہ میں کہتے ہیں ع وادغم مع اشمامہ البعض عنہم

اس کے شارح ابن قاصح لکھتے ہیں ثم اخبران بعض اھل الاداء کابن مجاھد اذغم النون الاولی فی الثانیۃ مع اشمام الضم عنہم ای عن السبعۃ وھذا الوجہ لیس فی التیسیر وھذا الاشمام کالاشمام السابق فی الوقف وھو ضم الشفتین من غیر احداث شئ فی النون انتہی

چوتھا احتمال۔ نون اول کو نون ثانی میں مدغم کرکے بعض ادغام صریح کے ساتھ اشمام اور اشارہ ضمہ کے بغیر پڑھیں قرا عشرہ میں سے ابوجعفر نے اسی صورت کو اختیار کیا (اتقان) اور یہ صورت رابعہ بھی تیسیر میں مذکور نہیں اور

صاحب مفتاح رحمانی لکھتے ہیں۔ قراء سبعہ درکلمہ لاتامنا لاادغام محض براے آں نکردہ اند کہ بلاغ نہی کہ از حرف جاراست التباس می آید انتہی

لیکن صاحب سراج القاری لکھتے ہیں کہ بغیر اشمام کے ادغام صریح پڑھنا بھی قرا سبعہ کی ایک قرارت ہے جیساکہ اخفا اور ادغام مع الاشمام بھی۔ اور کلام ناظم میں اشارہ ہے وجہ ثالث کی طرف جو ادغام صریح ہے بغیر اشمام کے اسی لئے وہ فرماتے ہیں وادغم مع اشمامہ البعض عنہم دل علی ان البعض ادغم من غیر اشمام فہذہ ثلثۃ اوجہ قراءۃ لکل واحد من السبعۃ وھذا الوجہ الثالث لیس فی التیسیر ایضا ونص ابن جارۃ علی الاوجہ الثلثۃ انتہی

خلاصۂ کلام یہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص لاتامنا ادغام صریح کے ساتھ بغیر اشمام اور بغیر روم کے پڑھتا ہے تو مستحق ملامت نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

ختم قرآن اور سورۂ اخلاص

سوال (۱۰۴) ختم قرآن کے وقت سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھنا مستحب ہے یا نہیں

جواب :- مستحب ہے اور شرح منیہ میں ہے قراءۃ قل ھو اللہ احد ثلث مرات عند ختم القرآن لم یستحسنہا بعض المشائخ وقال الفقیہ ابو اللیث ھذا شئی استحسنہ اھل القرآن وائمۃ الامصار فلا باس بہ الا ان یکون الختم فی المکتوبۃ فلا یزیدہ علی مرۃ انتہی

مزاجہا کافوراً کی تشریح

سوال (۱۰۵) تفسیر جلالین میں ہے کان مزاجہا ماتمزج بہ کافورا انتہی اور صاحب کمالین لکھتے ہیں یرید انہ اسم کالامام لمایوتم بہ انتہی اور یہ عبارت تفاسیر مروجہ کے خلاف ہے تو اس کی کیا توجیہ ہوگی

جواب :- تفسیر و لغت کی کتابوں میں ما یمزج بہ کے معنی میں لیا ہے۔ تفسیر کواشی میں ہے۔ مزاجہا ماتمزج بہ انتہی۔ اور محمد بن ابی بکر الرازی تفسیر غرائب القرآن میں لکھتے ہیں۔ مزاج الشراب ماتمزج بہ انتہی۔ اور فیوضات الٰہیہ میں ہے۔ المزاج ما یمزج بہ انتہی۔ تفسیر کشاف میں ہے مزاجہا ماتمزج بہ انتہی

اور اس وزن کے الفاظ کے معنی اس طرح کئے جاتے ہیں جیسے قوام بمعنی ما یقام بہ الشی فیوضات الہیہ میں یہی ہے ختام بمعنی مایختم بہ۔ تفسیر کواشی میں اسی طرح ہے اور لفظ سراد بھی ہے جس سے چمڑا سیا جاتا ہے۔ (منتہی الادب)

لفظ مزاج کا وزن اگرچہ اسم آلہ کا وزن ہے۔ مگر مزاج کے اسم آلہ ہونے کے بارہ میں کسی کتاب میں کوئی قول صریح نہیں ملتا۔ رضی شرح شافیہ میں بیان فرماتے ہیں کہ فعال کا وزن بھی آلہ کے واسطے آتا ہے جیسے خیاط۔ نظام اور اسم آلہ کی تعریف لفظ مزاج پر صادق آتی ہے۔ کیونکہ استعانت فعل میں ممزوج بہ سے حاصل ہوتی ہے اور علینی شرح شافیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ اسم مشتق ہے فعل سے تاکہ اس سے فعل میں مدد لی جاسکے۔ اور جار بردی اسی کی شرح میں فرماتے

ہیں ۔ الآلۃ کل اسم اشتق من فعل ا ٭ ما لما یستعان بہ فی ذلک الفعل کالمفتاح فانہ اسم لما یفتح بہ وقد یطلق علی ما یفعل فیہ اذا کان مما یستعان بہ فی المعنی کالمحلب انتہی ۔ اس اعتبار سے لفظ مزاج کو اسم آلہ کہہ سکتے ہیں ۔ واللہ اعلم

خشیت علما کی حقیقت

سوال (۱۰۶) باری تعالیٰ کا ارشاد ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں سے جنکو سمجھ ہے) اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں بہت سے علماء کو کوئی خوف نہیں اور بے باکانہ طریقہ پر جو چاہتے ہیں کر گذرتے ہیں تو اس آیت کے کیا معنے ہیں ۔

جواب :۔ عالم بے عمل باری تعالیٰ کی نظر میں مقبول نہیں اور درحقیقت وہ علماء کی جماعت ہی میں شامل نہیں ۔ اگرچہ بظاہر صاحب علم ہو ۔ فقیہ ابو اللیث کی کتاب تنبیہ میں ہے عن ابی الدرداء قال ویل لذی لایعلم مرۃ وویل للذی یعلم ولا یعمل سبع مرات ۔ اور ظہیریہ میں ہے قیل الذی یعلم الناس ولا یفعلہ بمنزلۃ الاعمی یضیٔ السراج ولا یستضیٔ بہ البتہ باعمل علماء جو درحقیقت شارع کی نظر میں علماء کے زمرہ میں شامل ہیں ۔ وہ حق تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور ایسے ہی علماء باعمل آیۂ کریمہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء سے مراد ہیں ۔ ایک مشہور روایت ہے کہ کسی شخص نے شعبی سے پوچھا کہ عالم کی پہچان کیا ہے ۔ فرمایا کہ عالم وہی ہے جو خدا سے ڈرے ۔

حدیث موضوع کی پہچان

سوال (۱۰۷) علماء ماہرین نے حدیث موضوعہ کے پہچاننے کے لئے قاعدہ لکھا ہے کہ تھوڑے سے کام پر ثواب کثیر کا وعدہ کیا جائے یعنی وعدہ اور وعید میں حد اعتدال سے تجاوز کرنا ۔ حالانکہ امام غزالی رح احیاء العلوم میں حدیث نقل کرتے ہیں کل حسنۃ بعشرۃ امثالہا الی سبعمأتہ ضعف الا الصوم (روزہ کے علاوہ ہر ایک نیکی کا بدلہ دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک ملتا ہے اور بعض محدثین دوسری حدیث نقل کرتے ہیں من صام صوم یوم سبعۃ وعشرین من رجب کتب اللہ لہ صیام ستین شہراً (یعنی جو شخص رجب کی ستائیس تاریخ کا روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں ساٹھ مہینے کے روزے لکھدے گا) ایسی صورت میں ان دونوں احادیث کا مفہوم کیا ہوگا ۔ اور اس کی حقیقت کیا ہے ۔

جواب :۔ پہلی حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے نقل کیا ہے اور علامہ زین الدین ابو الفضل عبد الرحیم العراقی المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار بتخریج ما فی الاحیاء من الاخبار کتاب میں اس حدیث کے بارہ میں فرماتے ہیں :۔ اخرجاہ من حدیث ابی ہریرۃ انتہی ۔ دوسری حدیث صحاح ستہ میں نہیں ہے ۔ مگر بعض محدثین نے اس کو نقل کیا ہے ۔ ما ثبت من السنۃ میں ہے ۔ فی جزء ابی معاذ الشاہ المروزی فی فضائل رجب بعد العزیز من طریق

ضمیرۃ عن مطر الوراق عن شہر بن حوشب عن ابی ہریرۃ موقوفا من صام صوم یوم سبعۃ وعشرین من رجب کتب اللہ لہ صیام ستین شہرًا وھو الیوم الذی ھبط فیہ جبرئیل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالرسالۃ وھذا امثل ما ورد فی ھذا المعنی ۔ انتہی

اور اس قاعدہ مذکورہ کی اگرچہ نخبۃ وغیرہ کے شراح نے بھی تصریح کی مگر اس کو اُن احادیث کیساتھ جنکو فن کے ماہرین نے روایت کیا ہے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ البتہ وہ احادیث کہ جنکو ماہرین فن نے روایت نہیں کیا ۔ اگر اچانک کسی ماہر فن کے کان میں پڑیں تو وہ ایسے قواعد سے حدیث کی صحیح کیفیت کو معلوم کرسکتا ہے ۔ واللہ اعلم

دخان اور بھنگ کے متعلق حدیث

سوال (۱۰۸) کل دخان حرام ومن اکل من البنج فکانما زنی بامہ لقمۃ ۔ یہ حدیث ہے یا نہیں جس کا مفہوم یہ ہے ہر دھواں حرام ہے اور جس شخص نے بھنگ کا ایک لقمہ بھی کھالیا تو وہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے

جواب :۔ کسی معتبر کتاب میں یہ حدیث نظر سے نہیں گذری اور کسی شخص کا اس کو حدیث لکھدینا قابل اعتبار نہیں ہے اس سلسلہ میں محدث کا قول معتبر ہوتا ہو جو حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرسکے کیونکہ بعض واعظین احادیث غیر معتبرہ کو محض ترغیب وترہیب کے واسطے ذکر کردیتے ہیں اور اس حدیث کے صحیح حال سے مطلع نہیں ہوتے ۔

اصحاب قبور سے استفتاء کرنا

سوال (۱۰۹) اذا تحیرتم فی الامور فاستفتوا باصحاب القبور (یعنی جب تم کسی معاملہ میں متردد ہو تو اصحاب قبور سے معلوم کرلو) یہ حدیث ہے یا نہیں اور اس کا مطلب کیا ہے ؟

جواب :۔ یہ حدیث نہیں ہے بلکہ کسی شخص کا قول ہے اور اس کے چند معنے ہوسکتے ہیں

(۱) جب تم کسی شے کی حلت وحرمت کے بارہ میں مختلف قسم کے دلائل دیکھ کر حیران ہوجاؤ تو اپنے اجتہاد کو چھوڑ کر متقدمین کی تقلید کرو جو وفات پاچکے ۔

(۲) جب تم امور دنیا میں پریشان اور تنگ دل ہوجاؤ تو دنیا کو چھوڑ کر اصحاب قبور کی طرف متوجہ ہوجاؤ اور خیال کرو کہ جس طرح ان لوگوں نے دنیا کو چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کیا ۔ اسی طرح ایک نہ ایک دن ہم کو بھی یہ دنیا چھوڑ کر یہی سفر اختیار کرنا ہوگا ۔

(۳) جب اپنے کسی مقصد میں ناامید ہوجاؤ کامیابی کی کوئی صورت نہ ہو تو ان حضرات کے وسیلہ سے حصول مقصد کی دعا کرو تاکہ ان کی برکت سے وہ دعا قبول ہوجائے ۔ مگر ان کو قاضی الحاجات اور دافع مشکلات نہ سمجھو اور اسی طرح تدبیر عالم میں شریک بھی مت خیال کرنا کیونکہ یہ عین شرک ہے ۔

مصافحہ کامسنون وقت

سوال (۱۱۰۔ الف) مسافر یا غیر مسافر سے رخصت کے وقت مصافحہ کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور ائمہ اربعہ سے ثابت ہے یا نہیں اور اگر ثابت ہو تو حکم شرعی کیا ہے

جواب :۔ بوقت ملاقات تو مسنون ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کرتے تھے اور ترغیب بھی دیتے۔ ابوداؤد میں حضرت ابوذر سے روایت ہے ما لقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط الا صافحنی اور طحاوی میں شعبی سے روایت ہے ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا اذا التقوا تصافحوا واذا قدموا من سفر تعانقوا ۔ ترمذی میں براء بن عازب سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا التقا المسلمان فتصافحا وحمدا اللہ واستغفرا غفر لہما (یعنی جب دو مسلمان ملاقات کے وقت مصافحہ کریں اور حمد و استغفار کریں تو دونوں کی مغفرت کردی جاتی ہے) اور اسی طرح احمد طبرانی اور بزار نے روایات کی ہیں۔ ان تمام احادیث میں بوقت ملاقات مصافحہ کا مسنون ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آنحضرت یا صحابہ کرام رخصت کے وقت مصافحہ کیا کرتے تھے۔ ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں محل المصافحۃ المشروعۃ اول الملاقاۃ انتہی ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقت رخصت مسنون نہیں ۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

اور بعض حضرات نے ثابت کیا۔ فرماتے ہیں رخصت کے وقت مسافر یا غیر مسافر سے مصافحہ کرنا صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے کتاب شرعۃ الاسلام میں مذکور ہے ۔ ونصہ ہٰذا وکان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تلاقوا تعانقوا واذا تفرقوا تصافحوا وحمد اللہ واستغفرہا وان التقوا وافترقوا فی یوم مراراً انتہی البتہ جناب رسول اللہ اور تابعین تبع تابعین ائمہ اربعہ سے کسی کتاب میں ثابت نہیں ۔ اور اگر ملجائے تو سنت موکدہ نہ ہوگا۔ (ابوالاحیار محمد نعیم) المصدق (امان الحق)

مصافحہ کرنا

سوال (۱۱۰۔ ب) اگر زید و عمر و ایکدوسرے سے رخصت ہوتے ہوئے آپس میں مصافحہ کرتے ہیں حالانکہ ان میں سے کوئی بھی مسافر نہیں تو کیا یہ مصافحہ جائز ہوگا یا ناجائز اس کا حکم مع سند کتاب بیان فرمائیں ۔

جواب :۔ بوقت ملاقات مصافحہ مسنون ہے ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں محل المصافحۃ المشروعۃ اول الملاقات انتہی اور بوقت رخصت مسنون نہیں ۔ البتہ شرعۃ الاسلام میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام بوقت رخصت مصافحہ کرتے تھے عبارت کتاب یہ ہے کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تلاقوا تعانقوا واذا تفرقوا تصافحوا وحمدا اللہ واستغفرہا عند ذلک وان التقوا وافترقوا فی الیوم مراراً ۔ انتہی واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

ابوالقاسم نام رکھنا

سوال (۱۱۱) کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم کے ساتھ اپنا نام رکھے تو کیا اس شخص

کو دارمی شریف کی کتاب الاستیذان میں آنے والی موجودہ حدیث اخبرنا سعید بن عامر عن ھشام عن محمد بن سیرین عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی کے مطابق اپنا نام بدلنا چاہیئے یا نہیں؟

جواب:- اس مسئلہ میں علماء امت کا اختلاف کثیر ہے اور ہر شخص کے پاس حدیث مؤید موجود ہے۔ چنانچہ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں مذاہب مختلفہ مع دلائل بیان کئے۔ ایک مذہب یہ ہے کہ ابوالقاسم کے ساتھ کنیت مقرر کرنا جائز نہیں خواہ نام محمد ہو یا کوئی دوسرا نام۔ اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جو حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر وغیرہ نے روایت کی۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی۔ دوسری روایت ہے تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی فانی انا ابوالقاسم۔ ابوہریرہ سے دوسری روایت ہے تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی ابوالقاسم اللہ یعطی وانا اقسم نیز حضرت جابر سے دوسری روایت ہے۔ انہ ولد لرجل من الانصار غلام فسماہ محمدا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم احسنت الانصار تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی انما انا قاسم اقسم بینکم۔ نیز بروایت جابر منقول ہے تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی فانما جعلت قاسما اقسم بینکم محمد بن سیرین اور امام نخعی وغیرہ کا مذہب یہی ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ نہ محض کنیۃ ممنوع ہے اور نہ محض نام۔ بلکہ دونوں کو جمع کرنا ممنوع ہے جسکی سند اور دلیل یہ ہے حضرت براء ابن عازب فرماتے ہیں قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجمع بین اسمہ وکنیتہ۔ حضرت جابر روایت کرتے ہیں من تسمی باسمی فلا یکتنی بکنیتی ومن اکتنی بکنیتی فلا یتسم باسمی

تیسرا مذہب۔ قاسم کے ساتھ نام رکھنا بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مخصوصہ میں سے ہے چنانچہ احادیث سابقہ اس کی طرف مشیر ہیں اور اس کی دلیل حدیث جابر ہے ولد لرجل منا غلام فسماہ القاسم فقلت لم تکنیت ابا القاسم ولا ننعمک عینا فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ فقال سم ابنک عبد الرحمن

چوتھا مذہب۔ ابوالقاسم کے ساتھ کنیت متعین کرنا یا دونوں کو جمع کرنا ہر کس وناکس کے لئے ممنوع ہے اور حدیث علیؓ دلیل ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ولد لک بعدی ابن فسمہ باسمی وکنہ بکنیتی وھی لک خاصۃ دون الناس، انتہی

پانچواں مذہب۔ ابوالقاسم کے ساتھ کنیت متعین کرنا یا کنیت اور نام دونوں کو جمع کرنا دونوں صورتیں جائز ہیں۔ حضرت علیؓ کی دوسری روایت دلیل ہے کہ جس میں خصوصیت کا لفظ نہیں ہے اور اسی مذہب کو امام طحاوی نے مختار کہا ہے اور طیبی حواشی مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ اختلفوا فیہ علی وجوہ احدھا لا یحل التکنی بابی القاسم سواء کان اسمہ محمدا او غیرہ وذلک انہ لما کان رسول اللہ یکنی ابا القاسم لانہ یقسم بین الناس من قبل اللہ ما یوحی الیہ ولم یکن احد یشارکہ فی ھذا المعنی منع ان یکنی بہ غیرہ وھو مذھب الشافعی واھل الظاھر وثانیھا ان ھذا الحکم کان فی بدء الامر ثم نسخ فیباح التکنی بابی القاسم لکل احد سواء کان اسمہ محمد او غیرہ ویدل علیہ

نهیه فی حدیث انس عقیب ما سمع رجلا یقول یا ابا القاسم فالتفت الیه رسول الله فقال انی لم اعنک وما روی عن علی انه قال یا رسول الله ان ولد لی بعدک ولداً الحدیث وهذا مذهب مالک قال عیاض وبه قال جمهور السلف وفقهاء الامصار وثالثها انه لیس بمنسوخ وان کان النهی للتنزیه والادب لا للتحریم وهو مذهب جمهور ورابعها ان النهی للجمع ولا بأس بالکنیة وحدها وهو مذهب جماعة من السلف وخامسها انه نهی عن التکنی بابی القاسم مطلقاً واراد المقید وهو النهی عن التسمیة بالقاسم وقد غیر مروان لما بلغه هذا الحدیث اسم ابنه سماه عبد الملک وکان اسمه القاسم وسادسها ان التسمیة بمحمد ممنوعة مطلقا وجاء فیه حدیث مرفوعا تسمون اولادکم محمدا ثم تلعنونهم انتهی۔ اور درمختار میں ہے من کان اسمه محمداً لا بأس بان یکنی ابا القاسم لان حدیث سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی قد نسخ لان علیاً کنی ابنه محمد بن الحنفیة ابا القاسم انتہی

ابوالحسنات محمد عبدالحی

دنیا میں شفاعت کبریٰ

سوال (۱۱۲) اس مسئلہ میں علما کی کیا رائے ہے ایک واعظ کہتا ہے کہ قول باری واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات الآیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیا میں شفاعت کبریٰ کی اجازت کا تحقق ہوگیا۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔ نیز دنیا میں اذن شفاعت ثابت ہے مشکوٰۃ کی حدیث سے جو باب سجدۂ شکر میں حضرت سعد بن وقاص سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ شفاعت کرتا ہوں حق سبحانہ وتعالیٰ سے تاکہ امت کو بخشدے۔ اور اسی طرح ہر دعا عبادت اور سجدہ کے بعد تمام امت کی بخشش کی شفاعت کرتا ہوں۔

اس آیت کریمہ اور حدیث سے دنیا میں شفاعت کی اجازت ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ دنیا میں اذن نہیں ہے بلکہ دنیا میں تو صرف وعدۂ صادق ہے۔ اور آخرت میں وعدہ کے مطابق اذن ثابت ہوگا تو ان دونوں میں سے کون شخص غلطی پر ہے اور کون راہ ہدایت پر۔

جواب۔ احادیث کثیرہ اور متعدد روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شفاعت کبریٰ کی اجازت بروز قیامت ثابت ہوگی۔ اور دنیا میں اذن نہیں ہوا۔ البتہ عہدہ شفاعت کی تفویض کا وعدہ ہوا ہے۔ فقہائے محققین ومحدثین ومفسرین کا مشرب ومسلک یہی ہے۔ علامہ ابن حجر مکی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں۔ طبرانی نے سند حسن کے ساتھ مرفوعاً نقل کیا ہے یدخل من اهل هذه القبلة النار من لا یحصی عددهم الا الله بما عصوا الله واجترؤا علی معصیته وخالفوا طاعته فیوذن لی فی الشفاعة فاثنی علی الله ساجداً فیقال لی ارفع راسک سل تعطا اشفع تشفع اور اسی حدیث طویل میں کہ جس میں اہل محشر کا انبیا کو وسیلہ بنانا مذکور ہے۔ احمد و ابویعلی وبزار وابن حبان

کی روایت سے بیان کیا ہے۔

فیقول عیسی لیس ذلک عندی ولکن انطلقوا الی سید ولد آدم فلیشفع لکم الی ربکم فینطلقون فیقول اللہ تعالیٰ یا محمد ارفع راسک وقل واشفع باقیہ فینطلق جبرئیل بہ فیخر ساجدا اقدر جمعۃ ثم یقول اللہ تعالیٰ یا محمد ارفع راسک وقل یسمع واشفع تشفع۔

اور علامہ سیوطی نے بدور سافرہ فی احوال الآخرہ میں بروایت احمد و بخاری و مسلم ذکر کیا ہے فیاتون عیسٰے فیقول لست بذالک ائتوا محمد غفر اللہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر فیاتونی فاقوم حتی استاذن ربی

اور بروایت احمد و ابویعلی بیان کیا ہے فیاتونی فیقول یا محمد اشفع لنا الی ربک فاقول بہا حتی یاذن اللہ

اور بروایت مسلم و حاکم ذکر کیا فیاتون محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیقوم فیوذن لہ

طبرانی، ابن مبارک، ابن جریر، ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ کی روایت کے مطابق ذکر کیا فیاتون عیسٰی فیقول ادلکم علی عربی الاخیر فیاتونی فیاذن اللہ لی ان اقول اللہ۔

بروایت ابویعلی مذکور ہے اسجد سجدۃ یرضی بہا عنی ثم امدحہ مدحۃ یرضی بہا عنی ثم یوذن لی بالکلام

عبدالوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں لکھتے ہیں:۔ قال الشیخ محی الدین وانما اخبرنا صلی اللہ علیہ وسلم بانہ اول شافع واول مشفع شفعۃ علینا لنستریح من التعب الحاصل بالذہاب الی نبی بعد نبی فی ذلک الیوم العظیم وکل منہم یقول نفسی نفسی فاراد اعلامنا بمقامہ لنصبر فی مکاننا مستریحین حتی تاتی نوبتہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما قال فی آخر الحدیث ولا فخر ای ولا افتخر بکونی سید ولد آدم من الانبیاء فمن دونہم وانما قصدت بذالک راحتکم من التعب یوم القیامۃ بحکم الوعد السابق لی من اللہ عزوجل ان اکون اول شافع واول مشفع۔ انتہی

اور محی السنۃ بغوی تفسیر معالم التنزیل میں آیہ کریمہ قل للہ الشفاعۃ جمیعا کی تفسیر میں لکھتے ہیں قال مجاہد لا یشفع احد الا باذنہ

اور نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستاذن علی ربی فیوذن لی قال القاضی عیاض معناہ فیوذن لی فی الشفاعۃ الموعودۃ بہا۔

ملا جلال اور روانی شرح عقائد عضدیہ میں لکھتے ہیں والشفاعۃ لدفع العذاب ورفع الدرجات حق لمن اذن لہ الرحمن من الانبیاء والمومنین بعضہم لبعض۔

اور امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں ام اتخذوا من دون اللہ شفعاء ان فی یوم القیامۃ لا یملک احد شیئا فلا یقدر احد علی الشفاعۃ الا باذن اللہ فیکون الشفیع فی الحقیقۃ ہو اللہ الذی یاذن فی تلک الشفاعۃ وراسی تم

کی عبارتیں مختلف کتب تفاسیر و عقائد میں موجود ہیں۔ اور آیۂ کریمہ واستغفر لذنبک الآیہ۔ اس دنیا میں استغفار۔ کے سلسلہ میں وارد ہوئی۔ آخرت میں شفاعت کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں چنانچہ علامہ بغوی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں امر بالاستغفار مع انہ مغفور لہ لیستن امتہ انتہی۔ اور سوال میں ذکر کردہ حدیث دنیا میں اذن شفاعت پر دلالت نہیں کرتی۔ بلکہ دونوں صورتوں کا اسمیں احتمال ہے اور نصوص مذکورہ صاف طور پر روز قیامت میں اذن شفاعت پر دلالت کرنے والی ہیں۔ اور ایسا مسئلہ نہیں کہ اس میں اختلاف کرنے کی وجہ سے کسی ایک کو کاذب یا فاسق کہا جائے۔ اس میں احتیاط کرنی چاہیئے۔ واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

یاایُّھَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ کا شان نزول

سوال (۱۱۳) تفسیر کبیر اور تفسیر واحدی وغیرہ میں ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی میں غدیر خم پر پہنچنے کے بعد یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک نازل ہوئی۔ باوجودیکہ آپ پہلے ہی سے اس فریضہ کی انجام دہی میں مشغول تھے مگر اب زیادہ اہتمام ہوگیا اور فوراً سواری سے اتر کر خطبہ دینا شروع کر دیا، جس کے آخر میں یہ حدیث تھی۔ جو حدیث غدیر خم کے نام سے مشہور ہے من کنت مولاہ فعلی مولاہ اس خطبہ سے فارغ ہوتے ہی آیۂ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الآیہ (یعنی آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا) نازل ہوئی۔ اس مقام پر مفسرین مذکور نے اس کے شان نزول میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی کے بارہ میں نازل ہوئی اور روایات میں آیا ہے کہ صحابہ کرام نے جناب امیر علیہ السلام کو مولا ہونے کی بشارت دی اور حضرت حسان شاعر نے امیر علیہ السلام کی شان میں ایک قصیدہ لکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جس کا ایک مصرعہ یہ تھا۔ ع وجعلہ اماما وھادیا۔ کیا اس صورت میں یہ روایت مذکورہ کو پہلی آیۂ کریمہ کا شان نزول کہنا صحیح ہے یا نہیں۔ اور درصورت صحت قول باری ما انزل الیک جو بقول مفسرین حضرت علی کے بارہ میں ہے تو اس آیت سے حضرت علی کے لئے امامت ثابت ہوتی ہے یا ولایت اور دوسری آیۂ کریمہ کا نزول موضع خم غدیر کے خطبہ کے بعد ہے یا کسی دوسرے وقت اور دوسری جگہ اور پہلی صورت میں اکمال دین اور اتمام نعمت سے حضرت علی کے مولا ہونے کو ثابت کرنا ہے یا کسی دوسری چیز کو۔ اور اس سے مولائیت مراد ہو جس کا دوسرا نام ولایت ہے تو اس کے اظہار سے اکمال دین اور اتمام نعمت کس طرح صحیح طور پر متصور ہو سکتا ہے۔ اس کی صورتیں تحریر فرمائیں اور جب حضرت حسان نے قصیدہ مذکور میں حضرت علی کے لئے منصب امامت و ولایت کے عطا ہونے کی طرف اشارہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زجر و توبیخ کے بجائے ان کی تعریف کی اس سے یہ بات واضح ہو جاتی

ہے کہ آپ کا منشا بھی وہی تھا جس کو حضرت حسان نے بیان کیا۔ اس کا بھی جواب تحریر فرمائیں۔

جواب:۔ آیۂ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ کا شان نزول موضع خم غدیر میں نہیں ہے اور اس جگہ نازل ہونے کی روایت ناقابل اعتبار۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں بروز عرفہ میدان عرفات میں جمعہ کے دن نازل ہوئی اور آیت کی مراد شرائع اور احکام و مناسک کو تمام کرکے تکمیل دین کرنا اور اس آیت کو حضرت علی رض کی امامت سے کوئی تعلق نہیں ہے

علامہ سیوطی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں۔ اخرج الحمیدی واحمد وعبد بن حمید والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن جریر وابن المنذر وابن حبان والبیہقی فی سننہ قال قالت الیہود لعمر انکم تقرؤن اٰیۃ فی کتابکم لو علینا معشر الیہود نزلت لاتخذنا ذلک الیوم عیداً قال وای اٰیۃ قال الیوم اکملت لکم دینکم قال عمر واللہ لاعلم الیوم الذی نزلت علی رسول اللہ فیہ والساعۃ التی نزلت فیہا نزلت عشیۃ عرفۃ فی یوم الجمعۃ انتہی

اسی طرح ابن جریر نے قتادہ سے اور ابن منذر وابن جریر نے شعبی سے اور اسحٰق بن راہویہ وعبد بن حمید وابن جریر نے حضرت عمرؓ سے اور طیالسی۔ عبد بن حمید۔ ترمذی۔ ابن جریر طبرانی۔ بیہقی نے ابن عباس سے اور ابن جریر وطبرانی نے حضرت معاویہ سے اور بزار وطبرانی وابن مردویہ نے سمرۃ سے روایت کی ہیں کہ اس آیت کا نزول بروز عرفہ ہوا ہے۔

چنانچہ ان روایات میں سے چند درمنثور میں منقول ہیں۔ اور منہاج السنۃ میں ان لوگوں کا قول رد کیا گیا جو خم غدیر میں اس کے شان نزول کے قائل ہیں۔ ھذا من الکذب الموضوع باتفاق اھل المعرفۃ بالموضوعات وھذا یعرفہ اہل العلم بالحدیث ولھذا لایوجد ھذا فی شیٔ من کتب التی یرجع الیہا اھل العلم بالحدیث انتہی دوسری جگہ لکھتے ہیں

قد ثبت فی الصحاح والمسانید والتفاسیر ان ھذہ الآیۃ نزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو واقف بعرفۃ وھذا مستفیض ومنقول فی کتب المسلمین وھذا الیوم کان قبل غدیر خم بتسعۃ ایام فانہ کان یوم الجمعۃ تاسع ذی الحجۃ فکیف یقال انہا نزلت یوم الغدیر انتہی

نیز لکھتے ہیں ھذہ الآیۃ لیس فیہا دلالۃ علی امامۃ علی بوجہ من الوجوہ بل فیہا اخبار اللہ باکمال الدین واتمام النعمۃ علی المومنین انتہی

اور یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کا شان نزول یہ ہے کہ تبلیغ دین کی وجہ سے کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف اور اذیت پہنچائی تو آپ کو حد درجہ ملال ہوا اور آپ تنگدل ہوئے تو تسلی کے لئے یہ آیت نازل ہوئی جس میں حکم کیا جارہا ہے کہ رنج وغم سے آزاد ہوکر تبلیغ فرماتے رہیئے آپ محافظ خدا ہے۔ اور اس آیت میں محض تبلیغ احکام کا حکم عام ہے۔ امامت علی وغیرہ کا کوئی تعلق اس سے نہیں۔ اور بعض مفسرین ثعلبی وغیرہ نے شان نزول میں اس کا تعلق جو حضرت علی کی امامت وولایت کے بارہ میں ذکر کیا وہ محدثین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ اور منہاج السنۃ میں ہے اتفقوا علی ان الحدیث المذکور الذی رواہ الثعلبی فی تفسیرہ ھو من الموضوع۔ البتہ من کنت

مولاہ فعلی مولاہ کا قصہ اگرچہ صحیح ہے لیکن اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ لفظ مولیٰ ، ناصر۔ محب۔ مقتدیٰ وغیرہ معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے اتنی بات عقلمند کے لئے کافی ہے اور اگر اس قصہ میں یا آیات مذکورہ میں کوئی اشارہ حضرت علی کی خلافت کا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ظاہریہ کے بعد مہاجرین والضار میں اختلاف کے وقت حضرت علی ان حجتوں کو ضرور پیش کرتے ۔ مگر حضرت علی کا پیش نہ کرنا علامت ہے اس بات کی کہ آیات میں امامت کی طرف کوئی اشارہ نہیں مستفتی کو چاہیئے کہ مثلاً منہاج السنۃ تحفہ اثنا عشریہ جو رد روافض میں عمدہ کتابیں ہیں۔ ان کا مطالعہ کرے ۔ واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وصال

سوال (۱۱۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز دوشنبہ ۲۶ ماہ صفر کو حضرت اسامہ کو رومیوں سے جنگ کے لئے مقرر فرمایا اور بروز چہارشنبہ ۲۸ صفر کو آپ کی علالت شروع ہوئی ۔ اور گیارہ ربیع الاول کو مرض نے شدت اختیار کی اور روز دوشنبہ بارہ ربیع الاول اس دار فانی سے دارالبقا کی طرف انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون روضۃ الاحباب اور دوسری کتابوں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے ۔ اب اشکال یہ ہے کہ صفر کا مہینہ خواہ انتیس دن کا ہو یا تیس دن کا کسی صورت میں بھی ربیع الاول کی بارہ تاریخ دوشنبہ کی نہیں ہو سکتی ۔ اس بارہ میں صحیح قول کیا ہے؟

جواب :۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ علماء امت کا اس پر تو اتفاق ہے کہ آنحضرت کا وصال دوشنبہ کو ہوا۔ مگر تاریخ کیا تھی اسمیں اختلاف ہے ۔ اکثر کتب اور لوگوں میں تو یہی مشہور ہے کہ بارہ تاریخ تھی ۔ مگر یہ ناممکن ہے ۔ کیونکہ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کی پہلی تاریخ پنجشنبہ کی تھی جس کے حساب سے عرفہ یعنی نو تاریخ جمعہ کی ہوتی ہے ۔ اور سب کا اتفاق ہے کہ آپ کا قیام عرفہ جمعہ کو ہوا۔ کتب سیر و احادیث اور علمائے امت اس مسئلہ میں متفق ہیں ۔ اس لحاظ سے ربیع الاول کی بارہ تاریخ دوشنبہ کی ہونا ناممکن اور محال ہے ۔ کیونکہ اگر تینوں ماہ یعنی محرم ، صفر ، ربیع الاول کو تیس دن کا مانا جائے تو محرم کی پہلی تاریخ شنبہ اور صفر کی دوشنبہ اور ربیع الاول کی چہارشنبہ کی ہوگی اور اسی حساب سے ربیع الاول کے پہلے دوشنبہ کو چھ اور دوسرے دوشنبہ کو تیرہ تاریخ ہوتی ہے ۔

اور اگر تینوں مہینے انتیس دن کے فرض کئے جائیں تو محرم کی پہلی تاریخ جمعہ اور صفر کی شنبہ اور ربیع الاول کی یکشنبہ کی ہوگی اور اس حساب سے ربیع الاول پہلے دوشنبہ کو دو اور دوسرے کو نو اور تیسرے کو سولہ ہو جائے گی۔ اور اگر یہ تینوں مہینے مختلف ہوں تو اس کی چند صورتیں ہوں گی ۔ ذی الحجہ انتیس دن کا ہو تو محرم کی پہلی تاریخ جمعہ کی اور اگر تیس دن کا ہو تو محرم کی پہلی شنبہ کی ہوگی ۔ پس اگر محرم کی پہلی دوشنبہ ہو تو اس کی بھی دو صورتیں ہوں گی ۔ محرم کو

تیس دن کا اور صفر کو انتیس کا فرض کیا جائے اور یا اس کے برعکس تو پہلی صورت میں صفر کی پہلی تاریخ یکشنبہ اور ربیع الاول کی دوشنبہ کو ہوتی ہے۔ اور دوسری صورت میں سفر کی پہلی شنبہ اور ربیع الاول کی دوشنبہ کی ہوتی ہے۔ غرضیکہ دونوں صورتوں میں پہلے دوشنبہ کی پہلی اور دوسرے دوشنبہ کی آٹھویں تاریخ ہوتی ہے۔ اور اگر محرم کی پہلی تاریخ شنبہ کی فرض کرلی جائے پس اگر محرم کا مہینہ تیس دن اور صفر کا انتیس دن کا ہو تو صفر کی پہلی دوشنبہ کی اور ربیع الاول کی سہ شنبہ کی ہوگی اور اس کے برعکس صفر کی پہلی یکشنبہ کی اور ربیع الاول کی پہلی سہ شنبہ کی ہو جائے گی۔ دونوں صورتوں میں پہلے دوشنبہ کو سات اور دوسرے دوشنبہ کو چودہ تاریخ ہوجاتی ہے اور ان احتمالات مذکورہ کے علاوہ دنیا میں کوئی دوسرا احتمال نہیں ہوسکتا کہ جس کے لحاظ سے سلہ ھ میں ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کی ہوسکے۔

اور علما محققین کا اس میں اختلاف ہے کہ بعض حضرات نے اشکالات کو دیکھ کر سکوت اختیار کرلیا۔ چنانچہ امام یافعی اپنی تاریخ مراۃ الجنان میں لکھتے ہیں قلت فیما قیل انہ توفی الثانی عشر فیہ اشکال من اجل انہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت وقفتہ بالجمعۃ فی السنۃ العاشرۃ اجماعاً فاذا کان کذلک لا یتصور وقوع یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول من السنۃ التی بعدھا وذلک مطرد فی کل سنۃ یکون الوقفۃ قبلہ بالجمعۃ علی کل تقدیر من تمام الشھور ونقصانہا وتمام بعضہا ونقصان بعض انتہی۔

اور بعض لوگوں نے تینوں مہینے کامل تیس دن کے فرض کرکے تیرہ تاریخ کو وصال کے لئے راجح قرار دیا ابن رجب دمشقی لطائف المعارف میں لکھتے ہیں:۔ اختلفوا فی تعیین ذلک الیوم من الشھر فقیل کان اولہ وقیل کان ثانیہ وقیل ثانی عشرہ وقیل ثالث عشرہ وقیل خامس عشرہ والمشھور بین الناس انہ کان ثانی عشر ربیع الاول وقد ردذلک السھیلی وغیرہ بان وقفۃ حجۃ الوداع فی السنۃ العاشرۃ وکانت الجمعۃ وکان اول ذی الحجۃ الخمیس ومتی کان ذلک لم یصح ان یکون یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول سواء حسب الشھور الثلثۃ اعنی ذالحجۃ ومحرماً وصفراً کلھا کاملۃ اوناقصۃ اوبعضہا کاملۃ وبعضہا ناقصۃ وانا اجیب عن ھذا الجواب حسن وھوان ابن اسحق ذکرانہ صلی اللہ علیہ وسلم توفی لاثنتی عشرۃ لیلۃ ربیع الاول وھذا یمکن فان العرب تورخ باللیالی دون الایام ولکن لاتورخ الابلیلۃ مضی یومھا فیکون الیوم تبعا اللیلۃ وکل لیلۃ لم یمض یومھا لم یعتد بھا وج فیوم الاثنین الذی توفی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ثالث عشر الشھر لکن لما لم یکن یومہ قد مضی لم یورخ بلیلۃ انتہی۔

اور بعض حضرات نے تاریخ وصال میں پہلی دوسری اور چودھویں کو اختیار کیا۔ ابو عبداللہ محمد الزاذی المدنی کتاب الاعلام بسیرۃ النبی میں لکھتے ہیں: ما تفق العلماء واھل السیر علی ان رسول اللہ صلی علیہ وسلم توفی یوم الاثنین فی ربیع الاول غیر ان اکثرھم قالوا فی الثانی عشر منہ لا یصح ان یکون یوم الاثنین ثانی عشر لاجماع المسلمین

علی ان وقفة عرفة کانت فی حجة الوداع یوم الجمعة وھو تاسع ذی الحجة وکان اول ذی الحجة یوم الخمیس وکان اول المحرم اما الجمعة واما السبت فان کان الجمعة فقد کان صفر اما السبت اواما الاحد فان کان السبت فقد کان الربیع اما الاحد اوالاثنین وکیف ما وارت الحال علیٰ ھذا الحساب فلا یکون یوم الاثنین الثانی عشر من ربیع بوجہ وذکر الطبری عن ابن الکلبی انه توفی فی الثانی من الربیع قال السہیلی ھذا وان کان خلاف الجمھور فانه لایبعد ان کانت الثلثة الاشھر التی قبلہ من تسعة وعشرین ونقل الخوارزمی انه توفی فی اول یوم من الربیع وھذا اقرب فی القیاس مما ذکرہ الطبری ونقل الاستاذ ابو سعید عبد الملک الواعظ فی کتابه شرف المصطفیٰ انه توفی یوم الاثنین للنصف من ربیع الاول وھذا اقرب انتہی

اس میں ایک احتمال اور ہے کہ اختلاف مطالع یا کسی اور وجہ سے مدینہ طیبہ میں ذی الحجہ کی پہلی تاریخ پنجشنبہ کے بجائے جمعہ کی ہوئی ہو۔ اس صورت میں اگر تینوں ماہ پورے تیس تیس روز کے لئے جائیں تو اس حساب سے دوشنبہ کو ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہو جاتی ہے۔ لیکن اس صورت میں یہ کہنا پڑے گا کہ مدینہ طیبہ میں مسلسل چار ماہ تیس تیس دن کے ہوتے رہے۔ لیکن فتح الباری اور ارشاد الساری شرح بخاری میں ہے کہ مدینہ طیبہ میں ذیقعدہ کی پہلی تاریخ چہارشنبہ کی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ بروز شنبہ ۲۵ ذی قعدہ کو حج کے لئے مدینہ سے سفر فرماتے ہیں۔ اور دوران سفر ۲۹ ذی قعدہ بروز چہارشنبہ ذی الحجہ کا چاند دیکھا۔ پس اگر ذی قعدہ پورے تیس دن کا مان کر مدینہ طیبہ میں ذی الحجہ کا چاند پنجشنبہ کو ہوا تو ذی الحجہ کی پہلی تاریخ جمعہ کی کہنی پڑے گی۔ اور ذی الحجہ کے کامل ہونے کی صورت میں محرم کی پہلی یکشنبہ کی ہوئی اور محرم کے کامل ہونے کی صورت میں سفر کی پہلی سہ شنبہ کی اور اس کے بھی کامل ہونے کی وجہ سے ربیع الاول کی پہلی پنجشنبہ کی ہو جائے گی۔ اگرچہ صورت مذکورہ نادر الوقوع ہے۔ مگر ممکن ضرور ہے محال نہیں۔ لیکن اس صورت میں چہارشنبہ کو صفر کی تیس تاریخ ہو جائے گی ۲۸ نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ علالت کے بارہ میں یہی ہے کہ بروز چہارشنبہ ۲۰ صفر کو علالت شروع ہوئی بہرحال چہارشنبہ کو ۲۸ صفر اور دوشنبہ کو ۱۲ ربیع الاول کا ہونا بالکل محال ہے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔

اور تاریخ سعید میں محمد گازرونی لکھتے ہیں ابتداء مرضہ فی اواخر صفر للیلتین بقیتا من صفر یوم الاربعاء وقیل للیلة وقیل فی مفتتح الربیع الاول انتہی

اور تاریخ خمیس میں ہے فی ھذہ السنة کانت سریة اسامة الی اھل ابنیٰ کانت یوم الاثنین لاربع لیال بقین من صفر فلما کان یوم الاربعاء بدء مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وروی انه ابتدأ به صداع فی اواخر صفر للیلتین بقیتا من صفر یوم الاربعاء وقیل للیلة وقیل بل فی مفتتح الربیع الاول وفی الوفاء مرض بعشر بقین منه وذکر الخطابی ان ابتداءہ یوم الاثنین وقیل السبت وقیل الاربعاء قال الحاکم انتہی ایسے اختلافات میں خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کرنا لازم ہے۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

خلافت حضرت علی بلافصل شیخین

سوال (۱۵۱) حامد حسین لکھنوی کی ایک کتاب طبقات الانوار نظر سے گذری جس میں انہوں نے ایک روایت کو حضرت علی کی خلافت بلافصل کے ثبوت اور خلافت شیخین کے بطلان کے بارہ میں نص صریح سمجھا ہے اور علماء اہل سنت کے حوالے دئے مگر ان علماء کے اقوال سے سنیوں کے کان آشنا تک نہیں جس کی وجہ سے مندرجہ ذیل سوالات کرنے پر مجبور ہوں۔ اس کتاب کی روایت ہے محمد عبداللہ شبلی حنفی آکام المرجان فی احکام الجان میں کہتے ہیں وقد ورد ما یدل علی ان بن مسعود حضر لیلۃ الجن بمکۃ غیر لیلۃ الحجول فقال ابو نعیم نا سلیمان بن احمد نا محمد بن عبد اللہ الحضرمی نا علی بن الحسین بن ابی بردۃ البجلی نا یحیی بن یعلی الاسلمی عن حرب بن صبیح نا سعید بن مسلم عن ابی مرۃ الصنعانی عن ابی عبد اللہ الجدلی عن عبد اللہ بن مسعود قال استتبعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الجن فانطلقت معہ حتی بلیلنا اعلی مکۃ فخط علی خطاً وقال لا تبرح ثم انصاع فی الجبال فرأیت الرجال یتحدرون علیہ من رؤوس الجبال حتی حالوا بینی وبینہ فاخترطت السیف وقلت لاضربن حتی استنقذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ذکرت قولہ لا تبرح حتی آتیک فلم ازل کذالک حتی اضاء الفجر فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا قائم فقال ما زلت علی مالک قلت لو مکثت شہرا ما برحت حتی تاتینی ثم اخبرتہ بما اردت ان اصنع فقال لو خرجت ما التقیت انا وانت الی یوم القیامۃ ثم شبک اصابعہ فی اصابعی وقال انی وعدت ان تومن بی الجن والانس واما الانس فقد امنت بی واما الجن فقد رأیت وما اظن اجلی الا قد اقترب قلت یا رسول اللہ الا تستخلف ابا بکر رض فاعرض عنی کما فرأیت انہ لم یوافقہ قلت یا رسول اللہ الا تستخلف عمر فاعرض عنی فرأیت انہ لم یوافقہ قلت رسول اللہ الا تستخلف علیاً قال ذلک والذی لا الٰہ غیرہ لو بایعتموہ واطعتموہ ادخلکم الجنۃ۔

یہ حدیث ابو نعیم تاج المحدثین نے روایت کی اور اسی میں قدرے تغیر کے ساتھ امام احمد بن حنبل نے بھی بیان کی۔ قد روی الامام احمد عن عبد الرزاق عن ابیہ عن مینار عن عبد اللہ بن مسعود قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الجن فتنفس فقلت مالک فقال یا رسول اللہ تعبت الی نفسی یا بن مسعود قلت استخلف قال ومن قلت ابو بکر قال فسکت ثم مضی ساعۃ ثم تنفس قلت ما شانک بابی وامی یا رسول اللہ تعبت الی نفسی یا بن مسعود قلت استخلف قال من قلت عمر فسکت ثم مضی ساعۃ ثم تنفس قلت ما شانک تعبت الی نفسی یا بن مسعود

قلت فلست خلف قال من قلت علی قال والذی نفسی بیدہ لئن اطاعوہ لیدخلون الجنۃ انتہی

صاحب آکام المرجان فقہاء وعلماء کرام اور فضلاء وعقلاء اور محدثین عظام میں سے ہیں۔ ذہبی نے معجم محیص میں لکھا ہے کہ محمد بن عبداللہ فقیہ اور عالم محدث بدرالدین ابوالبقاء الشبلی السابقی الحنفی اور مصطفی بن عبداللہ القسطنطینی چلپی نے کشف الظنون میں بیان ہے کہ کتاب آکام المرجان قاضی بدرالدین کی تصنیف ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی رسالہ تحفۃ الجلساء برداللہ یہ النساء میں انہی سے یہی نقل کیا ہے۔ موفق بن احمد المعروف باخطب خوارزم کتاب مناقب علی میں یہ روایت نقل کی ہے اور ملاعمر نے وسیلۃ النجاۃ المتعددی میں یہی نقل کیا ہے۔ شہاب الدین احمد نے کتاب توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل میں بیان کیا ہے حافظ ابونعیم نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے اور عبدالقادر بن محمد الطبری نے (جو مکۂ معظمہ کے اکابر علماء میں سے ہے) کتاب حسن السیرۃ فی حسن السیرۃ میں دلائل النبوۃ سے اس روایت تفصیلاً نقل کیا ہے

مختصراً پس امور مستفسرہ یہ ہیں کہ بدرالدین صاحب آکام معتبر علماء سے ہے یا نہیں اور کتاب آکام پایۂ اعتبار کو پہنچی ہے یا نہیں اور مصطفی بن عبداللہ و ذہبی وغیرہ سے جو تعدیل نقل کی ہے یہ تعدیل اور معدل بھی قابل اعتماد ہیں یا نہیں سیوطی تو معتبر تو معتبر مشہور ہیں جیسے اخطب خوارزم یمانی کذاب غیر معتبر با اینہمہ یہ روایت ابونعیم اور امام احمد نے نقل کی ہے درصورتیکہ نقل کی ہے تو اس کی کیا توجیہ ہوگی اور دوسری روایت کے ساتھ جس میں لیلۃ الجن میں عدم ہمراہیت مذکور ہے ولیکن فقدناہ مذکور ہے کیونکہ توافق ہوگا آیا واقعۂ متعدد پر محمول ہوگا یا دوسری توجیہ کی جاوے گی فقط فوائد بہیہ میں جو بعنایت جناب مولانا خادم حسین صاحب میرے پاس پہنچی بدرالدین کو دیکھا گیا مگر نہیں ملا اس سوال کے جواب کا امیدوار ہوں مفصل باسناد و شواہد تحریر ہو فقط　　　　ملتمس خلیل احمد از مدرسۂ عربی اسلامی ریاست بہاولپور

یکم رجب یوم پنجشنبہ سنہ ۱۲۹۷ ہجری

از محمد عبدالحی عفاعنہ بخدمت مولوی صاحب مجمع علوم منبع فہوم جناب مولوی خلیل احمد صاحب دامت مکارمہ بعد اہدای ہدیہ سلام مسنون مع ضمیمہ شوق مشحون ابراز مضمون یہ ہے۔ عنایت نامہ مورخہ یکم رجب پہنچا مضمون مندرج معلوم ہوا بسبب قلت فرصت کے تحریر جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرمایئے گا۔ حقیقت امور مستفسرہ کی یہ ہے کہ مؤلف آکام المرجان معتبر ہے جو توثیق حامد حسین نے اس کی ذہبی وغیرہ سے نقل کی وہ ٹھیک ہے۔ میں نے بھی ان کا حال فوائد بہیہ کی تعلیقات میں لکھدیا ہے۔ صفحہ ۱۲ میں ملاحظہ فرمایئے گا۔ اور دونوں روایتیں جو حامد حسین نے نقل کیں۔ ایک تخریج ابونعیم دوسری تخریج امام احمد وہ دونوں بجنسہ آکام المرجان میں باب نوزدہم میں مذکور ہیں۔ مگر روایت امام احمد میں

مینا مولی عبدالرحمن بن عوف ابن مسعود سے راوی ہیں اور مینا ر کے نسان المیزان للحافظ ابن حجر میں اور میزان الاعتدال للذہبی میں ساقط مرقوم ہے اور ابن عراق نے تنزیہ الشریعہ عن الاخبار الموضوعۃ کے مقدمہ میں لکھا ہے۔ مینا بن مینا ر مولی عبدالرحمن بن عوف روی عن مولاہ وعن عثمان وابن مسعود قال ابو حاتم کذاب لیکن چونکہ روایت ابو نعیم وغیرہ میں ابو عبداللہ جدلی کی متابعت مروی ہے اس وجہ سے یہ حدیث ساقط نہیں غایۃ الامر یہ کہ ضعیف ہوگی بضعف مغتفر اور بلحاظ تعدد طرق اس حدیث کو مرزا محمد معتمد خاں بدخشی نے رسالہ تحفۃ المحبین فی مناقب الخلفاء الراشدین میں منجملہ احادیث حسان کے مذکور کیا ہے اور اس حدیث میں جو شرکت ابن مسعود کی لیلۃ الجن میں مذکور ہے وہ منافی روایت فقدتہ لیلۃ الجن کے نہیں ہے بوجہ اس کے کہ یہ دو واقعہ ہیں۔ آکام المرجان میں مفصلاً ذکر کیا ہے کہ لیلۃ الجن ۶ مرتبہ واقع ہوئی۔ بعض لیالی میں ابن مسعودؓ شریک تھے اور بعض میں نہیں باقی رہا استدلال حامد حسین کا ساتھ اس روایت کے اوپر خلافت مرتضوی کے وہ صحیح نہیں۔ حقیقۃ الامر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استخلاف صریح کسی کے باب میں منظور نہ تھا بدیں خیال کہ اگر صراحۃً کسی کا استخلاف کیا جاوے اور بعض لوگ اس کی اتباع نہ کریں تو وہ مستحق عذاب ہو جاویں گے جیسا سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں:۔

وسر ذلک ای عدم استخلافہ قال البزار فی مسندہ عبداللہ بن وضاح الکوفی حدثنا یحییٰ بن الیمان حدثنا اسرائیل عن ابی الیقظان عن ابی وائل عن حذیفۃ قال قالوا یا رسول اللہ الا تستخلف علینا قال ان استخلفت علیکم فتعصون خلیفتی نیزل علیکم العذاب واخرجہ الحاکم فی المستدرک انتہی

اسی وجہ سے ابن مسعود نے جب ابوبکرؓ وعمرؓ کی استخلاف کے واسطے عرض کیا آپ نے اعراض وسکوت فرمایا اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ یہ اعراض یا سکوت بسبب عدم استحقاق خلافت اور علی مرتضیٰ کے باب میں آپ نے آپ نے نعم وغیرہ کلمات دالہ استخلاف مرتضوی پر ارشاد نہیں کئے تا مطلب روافض ثابت ہو بلکہ آپ چونکہ معلوم تھا کہ مرتضیٰ سے لوگ مخالفت کریں گے اور زمانہ خلافت میں ان کے فتن عدیدہ ہوں گے اس وجہ سے آپ نے ان کی اطاعت واتباع کی ترغیب فرمائی۔

خلاصہ یہ کہ حضرت علی کے خلیفہ اول نامزد کئے جانے اور دوسروں کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ مستحق ہونے کی کوئی صریح روایت موجود نہیں ہے۔ جو اس کا دعویٰ کرے اس پر ثبوت بہم پہنچانا لازم ہے اور رسول اللہ کے مافی الضمیر کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

امید ہے کہ ہمیشہ امور متعلقہ کی فقیر کو اطلاع دیتے رہیں گے۔ والسلام

کتاب العلم والعلماء

کنز الدقائق اور سفر السعادت کا پڑھنا

سوال (۱۱۶) اگر کوئی شخص کنز الدقائق اور سفر السعادت کے پڑھنے کو باعث گمراہی سمجھتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے۔

جواب:- اگر وہ ان کتابوں کو باعث گمراہی محض اس وجہ سے سمجھتا ہے کہ ان میں مسائل شرعیہ کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کے مطابق ہیں تو یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ ایسے شخص کے بارہ میں تمام فقہا کی تصریح ہے:- لانه اهان الدين ومن اهان الدين فقد كفر۔ اس شخص نے دین اسلام کی توہین کی اور ایسا شخص کافر ہوتا ہے انتہی

اور علامہ حافظ الدین بزازی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں اذا القى الفتوى على الارض۔ او قال عند رؤية الفتوى ردی۔ او قال این چہ شرع است يكفر لانه رد حكم الشرع انتهى

اسی طرح اگر ان کو باعث گمراہی اس وجہ سے سمجھتا ہے کہ دونوں جید عالموں کی تصنیف ہیں تو یہ بھی کفر ہے کیونکہ اسمیں علماء حق کا استہزاء اور ان کی توہین ہے۔ جو سبب کفر ہے اور اس مسئلہ کی پوری تحقیق علامہ ابن حجر مکی ہیثمی شافعی نے اپنی کتاب اعلام بقواطع الاسلام میں اچھی طرح کی ہے۔ اور اگر ان کے مصنفین کے نقصان علم اور غیر معتبر ہونے کی وجہ سے اس کا قائل ہو تو اس شخص کا قول علماء امت کے اقوال کے مقابلہ میں قابل اعتبار نہ ہوگا۔ صاحب کنز رئیس الفقہا حافظ الدین نسفی ابوالبرکات عبداللہ بن محمد صاحب منار و وافی ساتویں صدی کے عالم ہیں۔ سنہ ۷۱۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے بعد بعد آنیوالے تمام فقہاء نے ان کے مداح اور ثناخواں ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی مذکورہ تصنیف کنز الدقائق کو مستند و معتبر قرار دیا ہے

علامہ فخر الدین زیلعی اپنی شرح میں لکھتے ہیں، فانی لما رأيت المختصر المسمى بكنز الدقائق احسن مختصر في الفقه حاويا لما يحتاج اليه من الواقعات مع لطافة حجمه واختصار نظمه احببت ان يكون له شرح متوسط الخ

اور سفر السعادت کے مصنف شیخ مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب شیرازی نویں صدی کے عالم ہیں سنہ ۸۱۷ میں وفات پائی جلیل المرتبہ فقیہ شافعی المسلک ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے ان کو آٹھویں صدی کا مجدد مانا ہے۔ ان کی تصانیف کثیر ہیں۔ مگر بعض تصانیف میں تعصب کی رو میں بہہ گئے اور سفر السعادت میں اکثر اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف بیان کئے اور خاتمہ میں ابن الجوزی کا اقتدا کرتے ہوئے بعض احادیث صحاح کو غیر ثابت کہدیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں جابجا مصنف کی مسامحت اور لغزشوں سے تعرض کرکے خبردار کردیا پس متدین عالم کو چاہیئے۔ کھوٹے کھرے کو معلوم کرکے

عمل پیرا ہوا اور جاہل متعصب لوگوں کو اس کے مطالعہ سے منع کرے۔ مگر یہ سوچ لینا چاہیئے کہ مصنف سے یہ لغزشوں کا وقوع محض فطرت انسانی اور خاصۂ بشریت کی وجہ سے ہے۔ اب اس کی وجہ سے باعث ضلالت کہدینا بڑی غلطی ہے اور ابن جوزی نے احادیث کے بارہ میں تعصب کی وجہ سے اور صحاح ستہ کی بعض احادیث صحیحہ حسنہ مع ضعیفہ کو موضوع کہا۔ چنانچہ ابن حجر وغیرہ حضرات نے اس کی تصریح کی اور موضوع کو الگ کر کے بتلا دیا۔ اسی طرح بعض حنفیہ شافعیہ کے مقابلہ اور بعض شافعیہ حنفیہ کے مقابلہ میں تعصب کی رو میں بہ گئے لیکن اس کے باوجود کوئی بھی عالم ان کو گمراہ نہیں کہتا۔ لہذا ہر زمانہ کے عالم کو چاہیئے کہ جاہل عوام بلکہ خواص کو بھی ایسے کلمات کہنے سے روکے اور منع کرے۔ اور اگر کوئی شخص کنز الدقائق کو فقہ حنفی کی کتاب ہونے کی وجہ سے باعث ضلالت کہتا ہے۔ اور ساتھ ہی دلیل میں یہ کہتا ہے کہ امام اعظم قیاس کو حدیث سے مقدم سمجھتے ہیں تو ایسا شخص مخطی ہے اور امام صاحب کی طرف اس قسم کی نسبت ایک افترا اور بہتان ہے۔

عارف ربانی عبدالوہاب شعرانی میزان کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔ اعلم ان هذا الكلام صدر من الجاهل المتعصب وقد روى الامام ابو جعفر بسنده المتصل الى ابى حنيفة انه كان يقول كذب على الله وافترى علينا من يقول انا نقدم القياس على النص واعتقادنا واعتقاد كل منصف فى الامام ابى حنيفة انه لو عاش حتى ما دونت الاحاديث وبعد رحيل الحفاظ فى جمعه من البلاد وظفر بها لترك كل قياس لكن لما كانت ادلة الشرع متفرقة فى عصره كثير القياس فى مذهبه بالنسبة الى الائمة الاخر وقد صح عنه وعن الائمة كلهم اذا صح الحديث فهو مذهبنا انتهى

واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

علماء کو گالیاں دینے والا

سوال (۱۱۷) اگر کوئی شخص علماء حق کو جن کو وارث الانبیا کہا جاتا ہے عمداً یا سہواً بغض کی وجہ سے متکبرانہ اور مفاخرانہ انداز میں گالی دے مثلاً بہن چود۔ لچا وغیرہ کہے اور ان مسند نشین حضرات کے سامنے فخر کرے تو ایسے شخص کا حکم ہے۔

جواب:۔ اگر اس شخص کا مقصد علم کی توہین اور اسی علم کی وجہ سے علما کی تحقیر و تذلیل ہے تو فقہا اس کے کفر کے قائل ہیں ورنہ اس کے فاسق و فاجر۔ غضب الٰہی اور دین و دنیا کے عذاب کے مستحق ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ کیونکہ ایک عام مسلمان کو سب و شتم کرنا بھی فسق و فجور میں داخل ہے۔ چہ جائیکہ علما کے حق میں۔

صاحب فتاوی بزازیہ لکھتے ہیں:۔ الاستخفاف بالعلماء لكونهم علماء استخفاف بالعلم والعلم صفة الله منحه و فضلا على خيار عباده ليدلوا خلقه على شرعه نيابة عن رسله فاستخفافه بهذا يعلم انه آل من يعود اليه انتهى

اور لکھتے ہیں: قال بغض يد تصغير ك او علوى علويك يكفران قصد به الاستخفاف بالدين انتهى

اور نورالدین علی سمہودی اپنے رسالہ جواہر العقدین فی فضل الشرفین میں لکھتے ہیں:۔ قد ترجم الامام النووى سنے

مقدمۃ شرح المہذب للنہی الاکید والوعید الشدید من یوذی او ینقص الفقہا والحث علی اکرامہم تعظیم حرمتہم ثم اورد قولہ تعالیٰ وَمن یُعظِّم شعائرَ اللّٰہِ فاِنّھا من تقوی القلوب (ترجمہ اور جو کوئی ادب رکھے اللہ کے نام لگی چیزوں کا سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے) وقولہ تعالیٰ وَمَن یعظم حُرُمٰتِ اللّٰہِ فھو خیرٌ لّہٗ عند ربّہٖ (اور جو کوئی بڑائی رکھے اللہ کی حرمتوں کی سو وہ بہتر ہے اس کے لئے اپنے رب کے پاس) وقولہ تعالیٰ وَالّذین یُوذون المُومنینَ وَالمُومنات بغیر ما اکتسبُوا فقد احتملوا بُھتاناً وّاِثماً مُبیناً (اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بدون گناہ کئے تو اٹھایا انہوں نے بوجھ جھوٹ کا اور صریح گناہ کا) قلت وجہ الدلالۃ فی الاٰیتین الاولین ظاہر لان علماء الدین من اعظم شعائر اللّٰہ۔ اذ المراد من شعائر اللّٰہ اعلام دینہ وھم من اعظم حرماتہ واما وجہ الدلالۃ من الاٰیۃ الثالثۃ فہو ان ھذا الوعید اذا ثبت لفاعل ذلک بالنسبۃ الی عامۃ المومنین فما ظنک بخاصتہم وعن ابی امامۃ مرفوعاً ثلاثۃ لا تستخفیہم الا المنافق ذو الشیبۃ فی الاسلام وذوی العلم وامام مقسط رواہ الطبرانی فی الکبیر وعن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیس منا من لم یوقر کبیرنا ولم یرحم صغیرنا ومن لم یعرف لعالمنا حقہ رواہ الترمذی وعن ابی بکرۃ رضی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تکن خامسۃ فتہلک قال عطاء قال لی شعر روایۃ خامسۃ لم یکن عنہ والخامسۃ ان یبغض العلم لاہلہ رواہ الطبرانی فی الثلاثۃ والبزار ورجالہ موثقون وقال النووی فی التبیان وشرح المہذب قال الحافظ ابو القاسم ابن عساکر اعلم یا اخی ان یوم العلماء مسمومۃ وعادۃ اللّٰہ فی ھتک امتنا متقیہم معلومۃ وان من اطلق لسانہ فی العلماء ابتلاہ اللّٰہ قبل موتہ موت القلب انتہی

ابوالحسنات محمد عبدالحی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم خیر وشر کہنا

سوال (۱۸۱) اگر کوئی شخص سید البشر علیہ الصلوٰۃ الاکبر کو معلم ہر خیر وشر لکھے تو اس وقت معنے اصطلاحی کیا ہوں گے۔ اور اگر معنی لغوی مراد لیں تو معلم شر سے فعل شر مراد ہوگا یا ترک شر اور دونوں صورتوں میں ان الفاظ کا لکھنے والا مستحق گناہ ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر ان الفاظ سے یہ نیت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ نے ہر فعل خیر اور شر کی تعلیم دی تھی۔ خیر کی خیریت کو اور شر کی شرارت کو بتادیا۔ ان معنے کے لحاظ سے آپ کی شان میں اس کا اطلاق کرنا صحیح ہوگا۔ مگر اس میں ایک اور معنے کا بھی احتمال ہے کہ آپ نے ارتکاب شر کی تعلیم دی تو اس احتمال کی وجہ سے سوء ادبی سے خالی نہیں۔ اس قسم کے الفاظ سے احتراز کرنا چاہیئے

واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

امام ابوحنیفہ اور علم حدیث

سوال (۱۱۹) بعض لوگوں کی تحریرات سلف صالحین میں سے تابعین اور تبع تابعین خصوصاً حضرت نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہ رح کے بارہ میں طعن آمیز ہیں جس سے مقلدین اور غیر مقلدین تمام حق پسندوں کو سخت تکلیف پہونچتی ہے ۔ اور ان تحریرات سے استدلال کرکے بعض اردو داں اور فارسی جاننے والے بھائیوں نے بھی امام ابوحنیفہ کے حق میں طعن وتشنیع کی زبان کھولنی شروع کردی اور کہنے لگے کہ امام صاحب کو فن حدیث کی ہوا بھی نہیں لگی ۔ اور یہ لوگ خود آپ کو (مولانا عبدالحی صاحب) کو بھی طاعنین ابی حنیفہ میں شمار کرتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر مولانا موصوف ان کلمات کو موجب قباحت اور سوء ادبی فرمائیں تو ہم اس سے باز آجائیں ۔ اس لئے ان تحریرات کے بعض مقامات جن کے بارہ میں شک ہے تحریر کئے جاتے ہیں ۔ آیا یہ کلمات واقعی قابل اعتراض ہیں یا نہیں؟

(۱) آنحضرت ؐ کو یعنے امام کو سفر کا اتفاق ہوا اور ان کے وقت میں جمع ہوئے کتب حدیث کا اتفاق نہ ہوا بس جو کچھ کوفہ میں بیٹھے بیٹھے معلوم ہوا سو ہوا اور جو کچھ رہ گیا سو رہ گیا

(۲) فقہ اور اجتہاد ان کا شہرۂ آفاق ہے اور حدیث کے دفتر میں ان کا نام نہیں ۔

(۳) صحاح ستہ کو اول سے لیکر آخر تک دیکھو گے تو ان کی روایت کا نام نہ پاؤ گے ۔ بجز ایک جگہ کے کتاب اللعل ترمذی میں سو وہ بھی ایک جابر جعفی کے کاذب ہونے کی ان سے نقل ہے ۔ باقی بالخیر ۔

(۴) صاحب صحائف اپنے مجد العلم کی عبارت اتحاف النبلاء سے اسی بارہ میں ناقل ہے ۔ لہٰذا جمعی از اہل حدیث گفتہ اند کہ بضاعت وی یعنی اباحنیفہ در حدیث مزجاۃ امت یعنی قلیل باقی صفحہ ۲۴ صحیفہ ۱۳۰۰ء میں ملاحظہ فرمائیے ۔ اور اس کے سوا بھی ہزارہا کلمات اہانت وتحقیر کے اپنی تصانیف میں درج کئے ہیں کہ جس کے ذکر سے قلم اشک سیاہ برساتا ہے ۔　　　بینوا توجروا

جواب :۔ مضمون اول کے دونوں فقرے اگرچہ واقع کے مطابق ہیں مگر طرز بیان سوء ادبی کا ہے اور مضامین باقیہ کا عنوان بھی بے ادبی سے خالی نہیں ۔ امام صاحب کے بارہ میں یہ کہنا کہ ان کا حدیث سے کوئی واسطہ نہیں بالکل غلط اور بے بنیاد ہے صحاح ستہ کے علاوہ دوسری بہت سی کتابوں میں ان کی روایات کثیرہ موجود ہیں ۔ اور بہت سے محدثین ومورخین نے انکا شمار محدثین میں کیا ہے ۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو حافظین حدیث میں شمار کیا اور نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں ابن عبدالبر اور ابن حجر عسقلانی اور سیوطی وغیرہم نے امام اعظم کے مدائح اور اوصاف جمیلہ نہایت بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کئے اور رہا صحاح ستہ میں کسی روایت کا نہ ہونا تو یہ ہمارے نزدیک کسی طرح باعث نقص نہیں ۔ صدہا صحابہ ایسے ہیں کہ کتب ستہ میں ان کی کوئی روایت نہیں ۔

اور اتحاف النبلاء، یا اسی جیسی دوسری تالیفات میں امام اعظم کے جو مطاعن و معائب منقول ہیں وہ سب لغو اور بے اصل ہیں والحق انہ من اجلۃ المحدثین وثقات التابعین حشرنا اللہ فی زمرتہم یوم الدین۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

تعلیم قرآن اور اجرت

سوال (۱۲۰) ختم سورۂ انبیا اور ختم سورۂ یونس یا ختم قرآن جو اجتماعی صورت میں ہوتا ہے اور اس پر اجرت لی جاتی ہے۔ تو کیا یہ اجرت جائز ہے۔ اور پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ متقدمین کے نزدیک تعلیم قرآن پر اُجرت لینا جائز نہیں۔ مگر متاخرین کے یہاں جائز ہے الّا یہ صرف تلاوۃ قرآن اور ختم قرآن کہ جس میں صرف طلب ثواب مقصود ہوتا ہے۔ اس پر اجرت دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں۔ بالاتفاق۔

تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں خیریہ سے منقول ہے۔

فی التاتارخانیہ اذا اوصی بان یدفع الی انسان کذا من مالہ لیقرأ القرآن علی قبرہ فالوصیۃ باطلۃ لا یجوز سواء کان القاری معینا اولا لانہ بمنزلۃ الاجرۃ ولا یجوز اخذ الاجرۃ علی طاعۃ اللہ وان کانوا استحسنوا جوازہ علی تعلیم القرآن فذلک للضرورۃ ولا ضرورۃ الی القول بجوازھا علی القراءۃ علی قبور الموتیٰ (انتہی)

اور بھی اس کتاب میں حاشیہ بحرالرائق سے منقول ہے المفتی بہ جواز اخذ الاجرۃ استحسانا علی تعلیم القرآن لا علی القراءۃ المجردۃ انتہی

اور عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں یمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی آثمان انتہی۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحیؒ

اہل بیت اور حضرت علی

سوال (۱۲۱-الف) سوال اوّل تفضیلیہ کسے کہتے ہیں اگر کوئی شخص حضرت علی رضؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور بنی ہاشم ہونے کی حیثیت سے حضرت صدیق اکبر رضؓ پر فضیلت دے تو وہ تفضیلی ہے یا نہیں؟

سوال دوم۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک شیخین کی فضیلت کلی ہے یا جزوی

سوال سوم۔ اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق کون لوگ ہیں اور حضرت علی اس کے مصداق ہیں یا نہیں۔

سوال چہارم۔ عوام الناس میں مشہور ہے۔ پنجتن پاک، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اور حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسنینؓ ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سوال پنجم ۔ حضرت امام حسن رضؓ کی خلافت کے بعد امیر معاویہؓ خلیفہ ہوئے یا نہیں۔
سوال ششم ۔ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ یزید خلیفۂ برحق تھا اور امام حسین رضؓ کا اس سے خروج کرنا ناحق ہے تو کیا وہ شخص گنہگار ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ جواب سوال اول :۔ شاہ عبدالعزیز تحفۂ اثنا عشریہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔
دوم فرقہ شیعہ تفضیلیہ کہ جناب مرتضوی را بر جمیع صحابہ تفضیل میدادند و ایں فرقہ از دانائے تلامذہ آں لعین شدند یعنی عبداللہ بن سبا دشمہ از وسوسۂ دی قبول کردند و جناب مرتضوی درحق انہا تہدید فرمودہ کہ اگر کسے را خواہم شنید کہ مرا بہ شیخین تفضیل میدہد او راحد افتراء کہ ہشتاد چابک است خواہم زد انتہی
اور جو شخص حضرت علی کو داماد رسول ہونے کی حیثیت سے تفضیل دے اور منشا یہ ہو کہ شیخین پہ تفضیل کثرت ثواب میں ہے یا ان فضائل کسبیہ میں سے ہے کہ جنکی وجہ سے اہل عقل کے نزدیک تفضیل ہوا کرتی ہے اور یا یہ غرض ہو کہ حضرت علی کے فضائل شیخین کے تمام فضائل پر غالب ہیں تو یہ شخص تفضیلی ہوگا۔ لیکن اگر منشا یہ ہو کہ یہ فضیلت خاصہ داماد ہونے کی شیخین میں نہیں ہے اگرچہ ان کے دوسرے فضائل اس فضیلت سے بڑھکر ہیں تو کوئی حرج نہیں۔
جواب سوال دوم :۔ شیخین کی فضیلت باعتبار کثرت ثواب اور اکرم عنداللہ ہونے کی حیثیت سے ہے نہ باعتبار ہر ہر جزئی کے کیونکہ بعض جزوی فضیلتیں حضرت علی میں ایسی ہیں کہ حضرت شیخین میں نہیں لیکن شیخین کے دوسرے فضائل ان فضائل جزئیہ پر تفوق رکھتے ہیں۔ محقق دوانی حاشیہ جدید شرح تجرید میں لکھتے ہیں۔ انہم انما اختلفوا فی الافضلیۃ من حیث کثرۃ الثواب کما ھو الشائع فی کتب العقائد اذ لا ینکر احد من اھل السنۃ رجحان علی فی کثیر من الفضائل انتہی
اور شرح مقاصد میں ہے الکلام فی الافضلیۃ بمعنی الکرامۃ عند اللہ و کثرۃ الثواب انتہی
اور شرح مواقف میں ہے :۔ مرجعہا ای مرجع الافضلیۃ التی نحن بصددھا الی کثرۃ الثواب والکرامۃ عند اللہ ذلک یعود الی الاکتساب للطاعات والاخلاص فیہا انتہی
جواب سوال سوم :۔ حضرت علی رضؓ ۔ فاطمہؓ اور حسنینؓ بھی اہل بیت نبوی کے مصداق میں داخل ہیں۔ ان کے حق میں آپ کا ارشاد ہے ھٰؤلاءِ اھل بیتی ۔
جواب سوال چہارم :۔ خاص اس شہرت کی معتبر اصل نہیں۔ البتہ اگر روایات ھٰؤلاءِ اھل بیتی اور اصحاب عبا سے استناد کیا جائے تو ممکن ہے مگر تخصیص کی کوئی وجہ معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ اگر طہارت بمعنی عصمت مراد ہے تو وہ انبیا کیساتھ مخصوص ہے اور اگر مطلق طہارت مراد ہو تو وہ عام ہے ان حضرات کے ساتھ اختصاص کی کوئی وجہ نہیں۔
جواب سوال پنجم ۔ وہ خلافت جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ اس کا اختتام تو امام حسین رضؓ تک ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت اس سے خارج

ہوئی۔ لیکن مطلق خلافت میں جس کے بارہ میں آپ نے فرمایا کہ میری امت میں بارہ خلیفہ ہونگے جو قیام بالعدل کریں گے داخل ہے
ابن حجر مکی منح مکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ میں امام حسن کے حالات میں لکھتے ہیں :۔ فکان الحسن اخر الخلفاء الراشدین بنص جدہ صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ فی الحدیث الصحیح الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ فمدۃ خلافتہ ھی السنۃ اشہر الباقیۃ منہا وعند مضیہا سار الی معاویۃ فی اربعین الفا فلما ترائ الجمعان علم الحسن انہ لن یغلب احدی الطائفتین حتی یذھب اکثر الاخری فرضی بالنزول لمعاویۃ عن الخلافۃ شفقۃ علی الامۃ بشروط قبلہا معاویۃ فنزل لہ ح صار ھو الامام الحق وقیل ذلک متغلبا لکن لاجتہادہ لم یکن آثما بل ماجورا انتہی

جواب سوال ششم ۔ ایسا کلمہ امیہ جو شخص کہیگا وہ گنہگار ہے اور اس پر توبہ واجب ہے منح مکیہ میں ہے نقل عن ای ابن العربی المالکی مایقشعر منہ الجلد انہ قال لم یقتل الحسین الا بسیف جدہ ای بحسب اعتقادہ الباطل ان یزید ھو الخلیفۃ والحسین باغ علیہ انتہی

اسی میں یہ بھی ہے :۔ قول بعضہم لایلام علی قتلہ الحسین وغیرہ لانہم انما قتلوہ بسیف جدہ الامر بسلہ علی البغاۃ لایعول علیہ لان یزید لم تنعقد بیعۃ عند الحسن وغیرہ من لم یبایعوہ والمبایعون لہ مکرھون علی البیعۃ کما ھو معروف وغایۃ امر یزید انہ جابر فاسق متغلب انتہی واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

خلفائے راشدین میں حضرت علی کا مقام

سوال (۱۲۱ - ب) اگر کوئی شخص اعتقاد رکھتا ہے کہ خلفائے اربعہ کے فضائل وکمالات بے شمار ہیں لیکن حضرت علی کو لحمک لحمی ودمک دمی کی وجہ سے جو فوقیت اور فضیلت حاصل ہوئی، وہ دیگر خلفا کے فضائل سے مافوق ہے اور اسی وجہ سے وہ شخص حضرت علی کو دوسرے خلفا پر فضیلت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تینوں حضرات کے بھی دوسرے بعض فضائل مخصوصہ ہیں مگر کوئی بھی فضیلت حضرت علی کی اس فضیلت کے برابر نہیں ہے۔ پس اس قول سے حضرت علی کی دوسرے خلفا پر فضیلت کلیہ لازم آتی ہے کیا یہ صحیح ہے۔ بینوا توجروا!

جواب :۔ اہل سنت والجماعۃ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی مطلق افضلیت کے قائل نہیں ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کو کثرت ثواب کے لحاظ سے فضیلت حاصل ہے۔ لہٰذا بعض فضائل کا حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ خاص کر دینا اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف نہ ہوگا۔ اور حضرت علی کی یہ جزوی فضیلت افضلیت صدیقیہ کے لئے مضر نہیں ہوسکتی۔ جلال الدین دوانی حواشی جدیدہ شرح تجرید میں فرماتے ہیں :۔ انما اختلفوا فی الافضلیۃ من حیث الثواب کما ھو الشائع فی کتب العقائد اذ لا ینکر احد من اہل السنۃ والجماعۃ رجحان علی رضی اللہ عنہ فی کثیر من الفضائل علی غیرہ انتہی اور یہی مذکور ہے

شرح عقائد عضدیہ وغیرہ میں ۔ واللہ اعلم ۔

فاتحہ سوئم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سوال (۱۲۲) سوالات مذکورہ ذیل کے بارہ میں کیا حکم ہے؟

سوال اول :- ملا علی قاری کی کتاب اورجندی میں روایت ہے ۔ فلما کان الیوم الثالث عن وفات ابراھیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم جاء ابوذر عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع تمرۃ یابسۃ ولبن الناقۃ وخبز الشعیر فوضعها عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ النبی علیہ السلام الفاتحہ مرۃ وسورۃ الاخلاص ثلث مرات وقرأ اللهم صل علی محمد انت لها اہل وھو لها اہل فرفع یدیہ ومسح وجهہ فامر ابی ذر ان یقسمها وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثواب ھذہ لابنی ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت نے تیسرے دن فاتحہ پڑھ کر کھانا تقسیم کرایا یہ حدیث اس کتاب میں ہے یا نہیں اور حدیث کا مرتبہ کیا ہے ۔

سوال دوم :- فتاوی مجمع البرکات میں مطالب المومنین کا حوالہ نقل کیا ہے ۔ ویقوم عند رجل المیت ویضع یدہ الیمنی علی تربتہ ویقول اللهم اغفر لہ فانہ قد افتقر الیک وان کان قبر عبد صالح ویمکنہ ان یطوف حولہ فعل ذلک ثلث مرات ۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا طواف کرنا جائز ہے ۔ یہ عبارت مجمع البرکات یا مطالب المومنین میں ہے یا کسی اور کتاب کی ہے

سوال سوم :- ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی حلفت ان اقبل عتبۃ الجنۃ والحور العین فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تقبل رجل الام ووجہ الاب فقال یا رسول اللہ لو لم یکن لی الوان فقال قبل قبرهما قال فان لم اعرف قبرهما قال خط خطین احدهما قبر الام والاخر قبر الاب فتقبلهما فلا تحنث فی یمینک ۔ یہ حدیث کس کتاب اور کون سے باب میں ہے ۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کو چومنا جائز ہے ۔

سوال چہارم :- سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیکھنے کے لحاظ سے روشنی اور تاریکی آگے اور پیچھے، قریب وبعید سب صورتیں برابر درجہ کی ہیں ۔ اگر یہ صحیح ہے تو کسی حدیث کا حوالہ کتاب اور باب وفصل کی وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں ۔

سوال پنجم :- سنا ہے کہ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد طواف کیا ۔ کیا یہ واقعہ حدیث سے ثابت ہے؟

اور یہ بھی سنا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن جعفر طیارؓ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف کیا ۔ اس کا حوالہ

مع باب وفصل اور کتاب کا نام تحریر فرمائیں۔

جواب:- جواب سوال اول:- اور جنری ملا علی قاری کی تصنیف ہے اور وہ روایت غیر صحیح اور غیر معتبر ہے بلکہ موضوع اور باطل۔ اس پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ حدیث کی کسی بھی کتاب میں ایسی روایت نہیں ملتی۔

جواب سوال دوم:- عبارت مذکورہ مجمع البرکات میں موجود ہے لیکن کتب معتبرہ کے خلاف ہے۔ ملا علی قاری کی شرح عین العلم میں لکھتے ہیں ولا یمس ای القبر لا التابوت ولا الجدار لورود النہی عن مثل ذلک بقبر النبی علیہ السلام فکیف بقبور سائر الانام ولا یقبل فانہ زیادۃ علی المس فہو اولیٰ فالتقبیل مختص بالحجر الاسود وبایدی الانبیاء والعلماء والصلحاء انتہی

اور شرح باب المناسک میں بھی لکھتے ہیں ولا یطوف حول البقعۃ الشریفۃ فان الطواف من مختصات الکعبۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء۔ ان عبارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قبر اور تابوت کا لمس اور تقبیل کرنا اور اسی طرح طواف کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ اور نور ایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمٰن میں تحریر ہے کہ مجمع البرکات کی مذکورہ عبارت ویمکنہ ان یطوف حولہ فعل ذلک ثلث مرات غیر معتبر ہے

جواب سوال سوم:- حدیث کی کسی معتبر کتاب میں اس روایت کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ مطالب المومنین میں کفایہ شعبی سے نقل کیا ہے لیکن یہ دونوں کتابیں خود غیر معتبر ہیں۔ اور احادیث کے معاملہ میں محدثین کی تصریحات پر اعتماد ہوتا ہے۔ فقہاء غیر معتبرین کی نقل پر نہیں۔ شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں در بوسہ دادن قبر روایت فقہی نقل می کنند وصحیح آنست کہ لا یجوز است انتہی

جواب سوال چہارم:- واقع میں یہ صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھی مگر دائماً اور ہمیشہ نہیں بلکہ بعض اوقات پائی جاتی تھی۔

شرح دلائل الخیرات میں ہے۔ قد ثبت رویتہ صلی اللہ علیہ وسلم من خلفہ فی حدیث ابی ہریرۃ وانس عند الشیخین وعند عبدالرزاق فی جامعہ وعند الحاکم عن ابی ہریرۃ رض انتہی

اور حافظ ابن حجر عسقلانی تلخیص الحبیر میں لکھتے ہیں:- کان یری من وراء ظہرہ کما یری من قدامہ ہو فی الصحیحین وغیرہما من حدیث انس وغیرہ والاحادیث الواردۃ فی ذلک مقیدۃ بحال الصلوٰۃ وبذلک یجمع بین ہذا وبین قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا اعلم ما وراء جداری ہذا انتہی

جواب سوال پنجم:- یہ قصہ بالکل موضوع اور باطل ہے کتب معتبرہ میں اس کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔

واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

قرآن مجید سے فال لینا

سوال (۱۲۳) مصحف قرآنی یا کسی اور کتاب سے فال لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس کے جواز کی کوئی دلیل صریح قرآن وحدیث میں نہیں ملتی جس کی وجہ سے علما میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے حرام اور بعض نے مکروہ اور بعض نے جائز بتایا۔ بشرطیکہ خلاف مقصود فال نکلنے کی صورت میں کوئی خیال دل میں نہ آئے۔ ابوعبداللہ محمد بن الحاج مالکی مدخل میں لکھتے ہیں۔ التفاول فی الشرع هو الذی لا یقصده الانسان حتی یسمعه ابتداء واما من یقصده فلیس من التفاول فی شئ واشد من ذلک التفاول فی فتح الشجمة والنظر فی اول سطر یخرج منها او غیرہ وذلک باطل وبیان ذلک انه قد یخرج له منها آیة عذاب ووعید فیقع له التشویش من ذالک فرفع عنه ذلک حتی ینقطع مادة التشویش بل یخشی علیه ان تقع له ما هو اشد من ذلک ویول امرہ الی الخطر العظیم ومن الذخیرة قال الطرسوسی ان اخذ الفال بالمصحف وضرب الرمل ونحوهما حرام وهو من باب الاستقسام بالازلام مع ان الفال حسن بالسنة تحریرہ ان الفال الحسن وهو ما یعزم من غیر کسب مثل قائل یقول ما مصلح ونحوہ والتفاول المکتسب حرام کما قاله الطرطوسی فی تعلیقه انتهی۔

اور ملا علی قاری مکی حنفی شرح نخبة الفکر میں تحریر فرماتے ہیں۔ الفال بالمصحف ما صدر عن السلف واختلف فیه المتاخرون ولا شک ان التشاؤم بما فیه مکروہ سواء بالحرف او بالمعنی واما التفاول بالمعنی او بالظهور کبسملة ونحوها فلا باس واما الحروف فلا دلالة لها علی الحسن والقبح ابدا انتهی

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:۔ ومن جملة علم الحروف الفال بالمصحف حیث یضمونه وینظرون فی اول صفحة ای حرف وافقه وکذا فی سابع الورقة السابعة فان جاء حرف من الحروف المرکبة من تسجلا کم حکموا بانه غیر مستحسن فی سائر الحروف بخلاف ذالک وقد قال ابن العجمی فی منسکه لا یوخذ الفال من المصحف فان العلماء اختلفوا فی ذلک فکرہ بعضهم واجازہ بعضهم ونص المالکیة علی تحریمه انتهی

ولعل من اجازہ او کرہ اعتمد علی المعنی ومن حرمه اعتبر حروف المعنی فانه فی معنی الاستقسام بالازلام انتهی اور سید عبدالباقی بغدادی رسالہ مناسک الحج میں لکھتے ہیں:۔ ومن الاستخارات الشائعة الاستخارة بالقرآن ولیسمونه تفاولا ولا نعلم منها کیفیات شئ والظاهر ان ذلک مما لا دلیل علی مشروعیته ومن البدع ما یستعمله الشیعة بالتفاول من السبحة ونحوها وکذا ما یفعله کثیر من الناس بالتفاول بدیوان حافظ الشیرازی انتهی واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

علم رمل سیکھنا

سوال (۱۲۴) علم رمل سیکھنا اور سکھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- علم رمل کی اصل حضرت ادریس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دور سے ہے۔ اور یہ انکے معجزات میں شمار کیا گیا۔ مگر شریعت محمدیہ میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ سر الذریعۃ طحطاوی حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں ھو علم بضروب اشکال من الخطوط والنقطۃ بقواعد معلومۃ تخرج حروفا تجمع وتستخرج جملۃ دالۃ علی عواقب الامور وقد علمت انہ حرام قطعا واصلہ لادریس علیہ السلام انتہی

صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد میں معاویہ ابن حکم سے روایت ہے قال قلت ومنا رجال یخطون قال ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطہ فذاک انتہی

جلال الدین سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد میں تحریر فرماتے ہیں:- قال النووی اختلف العلماء فی معناہ والصحیح ان معناہ من وافق خطہ فھو مباح ولا طریق لنا الی معرفۃ ذالک والعلم الیقینی بالموافقۃ فلا یباح وقال عیاض معناہ من وافق خطہ فذاک الذی تجدون اصابۃ مما یقول لا انہ اباح ذلک لفاعلہ قال ویحتمل ان ھذا انسخ من عناد وقال الخطابی ھذا الحدیث یحتمل النہی عن ھذا الخط وان کان علما لنبوۃ ذالک النبی وقد انقطعت فنہی عن تعاطی ذالک قال النووی محصل من مجموع کلام العلماء الاتفاق علی النہی عنہ الآن انتہی - واللہ اعلم　ابوالحسنات محمد عبدالحی

باب التقلید والاجتہاد

ائمہ اربعہ کے مذاہب

سوال (۱۲۵) سوال اول، درمختار میں ہے اذا سئلنا عن مذھبنا ومذھب مخالفنا قلنا وجوبا مذھبنا صواب یحتمل الخطاء ومذھب مخالفنا خطاء یحتمل الصواب واذا سئلنا عن معتقدنا ومعتقد خصومنا قلنا وجوبا الحق مانحن علیہ والباطل ماعلیہ خصومنا انتہی اس عبارت میں اشکال ہے اس مسئلہ میں کیا اعتقاد ہونا چاہیئے۔ کیا مذہب حنفیہ کے علاوہ تینوں مذاہب کے بطلان کا عقیدہ رکھنا واجب ہے یا نہیں؟

سوال دوم۔ درمختار میں ابن المبارک کے چند ابیات ہیں ؎

وقد قال ابن ادریس مقالا　　صحیح النقل فی حکم لطیفۃ
بان الناس فی فقہ عیال　　علی فقہ الامام ابی حنیفۃ
فلعنۃ ربنا اعداد رمل　　علی من رد قول ابی حنیفۃ　　انتہی

اس مسئلہ میں چند چیزیں قابل نظر ہیں
(۱) کیا واقعی یہ قول ابن ادریس امام شافعی کا ہے اور اس کی کوئی سند صحیح ہے
(۲) رد کے معنی منتخب اللغات میں لوٹ جانا اور لوٹا دینا اور واپس بلانے کے آتے ہیں تو اس جگہ رد کے کیا معنے ہوں گے
(۳) اسی طرح منتخب اللغات میں لعن کے معنی ہیں رحمت سے دور کر دینا اور نفرت کرنا تو اس جگہ کیا مطلب ہوگا
(۴) کیا کسی کے لئے اس قسم کی لعنت کرنا جائز ہے۔
(۵) کیا قول امام کے رد کرنے والے پر لعنت کا ثبوت کسی مستند دلیل سے ثابت ہے۔ بینوا توجروا

جواب:۔ جواب سوال اول:۔ امام نسفی نے آخر مصفی میں اس قول کو نقل کیا۔ اور عمل کرنے والوں نے اس پر عمل بھی کیا لیکن بظاہر یہ صحیح نہیں بلکہ یہ ایک قول ضعیف پر مبنی ہے اور صحیح مسلک واجب الاعتقاد یہ ہے کہ مسائل خلافیہ میں نفس الامر اور حق دائر ہوتا ہے۔ مجتہدین کے درمیان یعنی ان میں سے ایک لاعلی التعیین حق ہوتا ہے۔ البتہ ظاہری اعتبار سے ہر ایک حق ہوتا ہے ان میں سے کسی ایک پر عمل کرنے سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ محمد امین مشہور بابن عابدین شامی ردالمحتار حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں

اعلم انه ذكر في التحرير وشرحه ايضا انه يجوز تقليد المفضول مع وجود الافضل وبه قال الحنفية والمالكية واكثر الحنابلة والشافعية وفي رواية عن احمد وطائفة كثيرة من الفقهاء لا يجوز ثم ذكر انه لو التزم مذهبا معينا كابي حنيفة والشافعي فقيل يلزمه وقيل لا هو الاصح انتهى وقد شاع ان العامي لا مذهب له اذا علمت ذلك ظهر لك انما ذكر عن النسفي من وجوب اعتقاد ان مذهبه صواب يحتمل الخطاء مبني على انه لا يجوز تقليد المفضول وانه يلزمه التزام مذهبه وان ذلك لا يتأتى في العامي وقد رأيت في آخر فتاوى ابن حجر الفقيه التصريح ببعض ذلك فانه سئل عن عبارة النسفي المذكورة ثم حرر ان قول ائمة الشافعية كذلك ثم قال ان ذلك مبني على الضعيف من انه يجب تقليد الاعلم دون غيره والاصح انه يتخير تقليد اي شاء ولو مفضولا وان اعتقده كذلك وحينئذ فلا يمكن ان يقطع اويظن انه على الصواب بل على المقلد ان يعتقد ان ما ذهب اليه امامه يحتمل انه الحق قال ابن حجر ثم رأيت المحقق ابن الهمام صرح بما يؤيده حيث قال في شرح الهداية ان اخذ العامي بما يقع في قلبه انه اصوب اولى وعلى هذا اذا استفتى مجتهدين فاختلفا عليه الاولى ان ياخذ بما يميل اليه قلبه منهما وعندي انه مواخذ بقول الذي لا يميل عليه جاز لان ميله وعدمه سواء والواجب عليه تقليد مجتهد وقد فعل انتهى

السید احمد طحطاوی حواشی درمختار میں فرماتے ہیں قوله خطاء يحتمل الصواب هذا بناء على ان الحق واحد وهو المشهور وانما لم يجزم بخطاء المخالف في الفروع كما تقدم من ان المجتهد يخطي ويصيب والمراد ان ما ذهب اليه امامنا صواب عنده مع احتمال الخطاء اوكل مجتهد يصيب ويخطي في نفس الامر واما بالنظر الينا فكل واحد من الاربعة مصيب

فی اجتهاده فكل مقلد يقول هذه العبارة لو سئل عن مذهبه على لسان امامه الذي قلده وليس المراد انه يكلف كل مقلد اعتقاد خطاء المجتهد الآخر الذي لم يقلده لان تقليده واحد منهم لما يسوغ بقدر ضرورة التقليد في هي كون المقلد ليس من اهل النظر في الادلة لاستنباط الاحكام الظنية فيقلده في العمل فقط انتهى

جواب سوال دوم :- ابن المبارک کے مذکورہ اشعار میں امام شافعی کا قول منقول ہے اور لعنت امام شافعی رح کی جانب سے نہیں بلکہ ابن مبارک کی طرف سے ہی خطیب نووی اور ابن حجر جیسے محدثین حضرات کا اتفاق کہ امام شافعی رح فرماتے ہیں، من اراد ان یتبحر فی الفقہ فہو عیال ابی حنیفۃ امام شافعی کا یہ قول مشہور ہے اور کتب نقاد میں مکتوب۔ اور اسی قول کو ابن المبارک نے نظم کر دیا ہے ؎

وقد قال ابن ادریس مقالا صحیح النقل فی حکم لطیفہ

بان الناس فی فقہ عیال علی فقہ الامام ابی حنیفہ

اصل اشکال فلعنۃ ربنا میں ہے۔ کیونکہ کسی مسلمان متعین پر اس کے مرنے کے بعد بلکہ کافر متعین پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں اور ائمہ اربعہ میں فرق مراتب ناقابل انکار ہے۔ پس خاص امام ابوحنیفہ کے قول کو رد کرنے والا کیوں لعنت کا مستحق ہوگا ۔ ان اشکالات کا مفصل جواب عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ میں ہے جس کا اجمال یہ ہے لعنت کے ایک معنی لغوی تو یہ ہیں کہ اللہ کی مطلق رحمت سے محروم ہو جانا تو ایسی لعنت مسلمان پر جائز نہیں۔ البتہ ایک معنی یہ ہیں کہ اس رحمت خاصہ سے محروم ہونا جس کا تعلق صلحا اور اتقیا سے ہوتا ہے۔ اور اس معنی کے لحاظ سے فساق وفجار پر لعنت جائز ہوگی۔ اور احادیث صحیحہ میں شراب پینے اور پلانے والے، بنانے اور بنوانے والے، بیع وفروخت کرنے والے اور اٹھانے والے ۔ رشوت دینے اور لینے والے اور سود کا مال کھانے والے اور اس کے گواہ۔ سود کے معاملات لکھنے والے۔ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والے، مخلوق کو تکلیف دینے والے، بدن کو گودنے اور گدوانے والے مردوں کی صورت بنانے والی عورتوں اور عورتوں کی صورت بنانے والے مردوں پر لعنت کی گئی ہے۔ صحاح ستہ میں نظر کرنے سے حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔ اس لحاظ سے قول ابی حنیفہ کو رد کرنا موجب فسق ہونے کی وجہ سے لعنت کا سبب ہو سکتا ہے اور اس رد سے مطلق مراد نہیں بلکہ جس رد کا منشا امام کی تحقیر اور اس کے اصل رتبہ سے گرانا مقصود ہو اور طعنہ زنی پیش نظر ہو کہ جس سے اس امام کے مقلدین کو تکلیف پہنچے جیسا کہ آجکل العوام کالانعام بلکہ خواص کا لعوام کا حال یہی ہے اور ظاہر ہے کہ جس رد میں سب وشتم ہو تو اس کی وجہ سے رد کرنے والا فاسق وفاجر ہوگا۔ اور اس پر معنیٰ ثانی کے اعتبار سے لعنت کرنا جائز ہے اور ان اشعار مذکورہ میں کسی شخص معین پر لعن نہیں بلکہ غیر معین پر ہے جس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ اس تفصیل کے بعد حواشی درمختار میں قول حلبی کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

المراد من قوله ردا محتقرا له منكرا ان يكون فيه قوة الاجتهاد والا فلم تزل الائمة ترد اقوال بعضهم مع انهم مثابون على ذلك نظرة النصرة الحق بحسب ظنهم وكان الاسلم ان يقول على من حط قدر ابي حنيفه انتهى

اور امام طحاوی کا حواشی درمختار میں قول حلبی کے رد میں یہ قول وفیہ ان غایۃ من ردہ بھذہ الصفۃ المنقل متاًن یکون قد ارتکب محرماً وھولا یلعن بل لا یجوز لعن کافر بخصوصہ الخ بالکل باطل ہے۔

اور ابن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں: ای علی من رد ما قالہ من الاحکام الشرعیۃ محتقرا لھا فان ذلک موجب للطرد والابعاد لا مجرد الطعن فی الاستدلال لان الائمۃ لم تزل ترد بعضھم قول بعض والا مجرد الطعن فی الامام نفسہ لان غایۃ الحرمۃ فلا یوجب اللعن لکن لیس فیہ لعن شخص معین فھو کلعن الکاذبین ونحوھم من العصاۃ انتہی، واللہ اعلم وعلمہ احکم ابوالحسنات محمد عبدالحی

متبحر عالم اور تقلید

سوال (۱۲۶) اگر کسی عالم غیر مجتہد کا یہ نظریہ ہے کہ جو حکم کتاب اللہ میں ہوگا اس پر عمل کروں گا وہاں سے محرومی کی صورت میں احادیث پر اور اگر وہاں بھی کامیابی نہ ہو تو مجتہدین کے عمل کے مطابق عمل کرونگا اور اگر وہاں سے بھی ناامیدی ہو تو پھر فقہ حنفی یا فقہ شافعی میں جو حکم ہوگا اس پر عمل کروں گا۔ اب اگر یہ شخص اپنے آپ کو اس حیثیت سے حنفی یا شافعی کہتا ہے اور اپنی رائے سے کوئی مسئلہ بیان نہیں کرتا، نیز قرآن وحدیث کے سمجھنے میں اپنی رائے پر اعتماد نہیں رکھتا تو کیا ایسا شخص حق پر ہے یا نہیں۔

جواب:۔ ایسا عالم مسلک حق پر ہے بشرطیکہ ماہر کامل ہو۔ اور ناسخ ومنسوخ۔ صحیح اور موضوع اور ان کے تمام متعلقات سے پوری طرح واقف ہو۔ اور یہی مسلک علماء سابقین اور فضلاء ماہرین کا تھا۔ عارف ربانی عبدالوہاب شعرانی میزان میں تحریر فرماتے ہیں سمعت سیدی علیا الخواص یقول اعتقادنا فی جمیع الاکابر من العلماء انھم ما سلموا بعضھم لبعض الا لعلمھم بصحۃ اقوالھم ومستنداتھم لا بحسن الظن بھم من غیر ان یطلعوا علی صحتھا وقد تقدم ان بعض اتباع المجتھدین وصل الی شھود عین الشریعۃ وقال کل مجتھد مصیب کابن عبدالبر المالکی والشیخ ابی محمد الجوینی وقد صنف ابو محمد کتابا المسمی بالمحیط ولم یتقید فیہ بمذھب وکذلک الشیخ عبدالعزیز الف کتابا سماہ الدرر الملتقطۃ فی المسائل المختلطۃ افتی فیھا علی المذاھب الاربعۃ انتہی حاصل کلام یہ ہے کہ شریعت محمدی کے اصول مثل چشمۂ جاریہ کے اور مذاہب متفرقہ اس چشمہ سے نکلنے والی نہروں کے مانند ہیں۔ پس جس عالم کو مرتبہ اعلیٰ النصیب ہو اور ائمہ اربعہ کے اصول سے پوری طرح واقف ہو تو اس کو کسی ایک امام متعین کے اتباع کی حاجت نہیں ہے اور نہ کتب فقہ کے مطالعہ کی۔ لیکن جس عالم کو یہ مرتبہ حاصل نہیں تو ایسے شخص کے لئے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے اتباع کے بغیر چارہ کار نہیں ہے عناد وفساد کا دفعیہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ اہل حدیث .... پر نظر کرو۔ چونکہ یہ حضرات ائمہ اربعہ کے اصول سے پوری طرح واقف تھے۔ صحیح اور غیر صحیح کو اچھی طرح جاننے والے تھے اس لئے اس کی ضرورت ہی نہ سمجھتے تھے کہ کتب فقہ کا مطالعہ کریں بلکہ ان کی تو یہ حالت تھی کہ اگر فقہ حنفی یا شافعی کا کوئی مسئلہ حدیث صحیح کے خلاف پاتے تو اس پر عمل ہی نہ کرتے۔ بخلاف

ان کے بعد کے علماء کے کہاں حضرات کو یہ مرتبہ نصیب ہی نہیں ہوا۔ اس کے باوجود اگر کسی شخص کو شریعت غراء کے تمام اصول ضوابط کا علم ہو جائے تو پھر اسکو ان کتابوں ضرورت نہیں۔ اور اگر محض تعصب اور اس نظریہ کے ماتحت کہ یہ ائمۂ مجتہدین خلاف شرع مسائل کا اخراج واستنباط کرتے ہیں ان ائمہ کی تقلید نہیں کرتا تو گنہگار ہوگا۔

وانما لکل امرء ما نوی واللہ یعلم ما ظہر وما حوی ابوالحسنات محمد عبدالحی

رخصتوں کو تلاش کرنا

سوال (۱۲۷) جو شخص شرعی رخصتوں پر عمل کرنا اپنا طریقہ اور عادت بنالے کیا وہ مبتدع ہے یا نہیں۔

جواب: اگر یہ شخص لہو ولعب اور مذہب سے لاپرواہی کی وجہ سے رخصتوں کو تلاش کرتا ہے تو بالاجماع حرام ہے مثلاً ایک حنفی لہو کی وجہ سے شطرنج کھیلنے میں امام شافعی کے مذہب کو اختیار کرتا ہے اور اگر لہو کے خیال سے نہ ہو تو اس کا متلاشی مبتدع نہ ہوگا۔ مگر عوام کو اس سے منع کیا جائے گا۔ عالم متقی کے کر لینے میں مضائقہ نہیں۔

بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت میں اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں یہی فرمایا ہے مصابیح میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا وقاربوا وابشروا وذکر البغوی عن عمیر قال ادرکت من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من سبعین فما رأیت قوما اھون سیرۃ ولا اقل تشددا منھم وعن ابراھیم انہ قال اذا بلغک فی الاسلام امران فخذ ایسرھما وقال الشعبی اذا اختلف علیک فی الدین فخذ ایسرھما فان الیسر ھما اقربھما الی الحق ان اللہ تعالی یقول یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر الآیہ۔ ان آثار واخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ مذاہب اربعہ میں رخصتوں کو تلاش کرنا بشرطیکہ قرآن وسنت مشہورہ اور اجماع سلف وقیاس جلی کے مخالف نہ ہوں حسن ہے البتہ متاخرین فقہا اس کے مخالف ہیں بعض نے تو فسق کہدیا۔ انتہی

اور مسلم اور اس کی شرح میں مولانا ولی اللہ لکھنوی فرماتے ہیں:- ویتخرج ای تستنبط منہ ای من جواز اتباع غیر المقلد الاول کما ھو مختار ابن الہمام من ان تقلید مذھب معین لیس بواجب شرعا جواز اتباع رخص المذاھب ای اخذ ما ھو اھون علیہ من المذاھب فلا یمنع منہ مانع شرعی اذ للانسان ان یسلک مسلک الاخف علیہ اذا کان لہ ای للانسان الیہ ای الی الاخف سبیل ثم بین السبیل بقولہ بان لم یکن عمل فیہ ای فی ذلک المحل المختلف فیہ بآخر ای بقول آخر مخالف لھذا الاخف وکان علیہ الصلوۃ والسلام یحب ما خفف علیھم وما نقل عن ابن عبد البر انہ لا یجوز للعامی تتبع الرخص اجماعا فاجیب عنہ فی التیسیر شرح التحریر بالمنع ای بمنع صحۃ النقل عنہ ولو سلم فلا نسلم صحۃ دعوی الاجماع اذ فی تفسیق متتبع الرخص عن الامام احمد روایتان فکیف یتحقق الاجماع وحمل بعضھم روایۃ التفسیق بما اذا قصد التلھی انتہی اور یہی تفصیل تحریر الاصول کی شرح میں ہے۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

ائمہ اربعہ کے مذاہب کا انکار کرنا

سوال (۱۲۸) جو شخص مذہب کا انکار کرے اور کسی مذہب کے اختیار کرنے کو بُرا سمجھے اور کتب حدیث کے اتباع کا دعویٰ کرے تو کیا ایسا شخص مبتدع ہے یا نہیں؟

جواب: اصحاب مذاہب خواہ ابو حنیفہ ہوں یا شافعی، امام مالک یا احمد بن حنبل کسی نے بھی تدوین مذاہب اور استخراج مسائل خلاف شرع نہیں کئے۔ ہر ایک امام کے پاس مستند دلائل موجود ہیں۔ اور ان کے اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ آیاتِ قرآنی اور احادیث کے سمجھنے میں اختلاف ہو گیا۔ ورنہ کسی تعصب یا قیاس کو شریعت پر مقدم کرنے کی وجہ سے ایسا نہیں ہوا تمام آئمہ تقدیم قیاس علی الشرع سے منزہ و مبرا ہیں۔ اور اگر کوئی شخص اس کی نسبت کرتا ہے تو وہ کاذب اور افترا پرداز ہے بعض متعصبین اصحاب حنفیہ کو اصحاب الرائی کہتے ہیں۔ مگر ان کا قول سراسر غلط ہے اور اگر اصحاب الرای ہیں تو میرے خیال میں یہ تو حنفیہ کی تعریف ہوئی۔ کیونکہ یہاں پر رای سے خاص رای دقیق مراد ہے۔ فی الحقیقۃ اصحاب حنفیہ رائی دقیق رکھنے والے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی مجمع مؤسس فی المعجم المفہرس میں اقرار کرتے ہیں کہ مذہب حنفیہ میں اصول و قواعد جس طرح ضبط کئے گئے ہمارے مذہب شافعی میں نہیں ہیں پس حق جل شانہ نے متعصبین کی زبان سے اصحاب حنفیہ کی تعریف اس طرح ظاہر فرما دی کہ وہ لوگ اس کا مطلب بھی نہ سمجھ سکے۔ حاصل کلام یہ کہ مذاہب مدونہ مروجہ آیاتِ قرآنی سنت رسول اجماع وقیاس کے مخالف نہیں ہیں۔ ہر ایک مسئلہ کی اصل ان ادلۂ اربعہ میں ملجائے گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف میں فرماتے ہیں لما مہد وا الفقہ لم تکن مسئلۃ من المسائل التی تکلم فیہا من قبلہم والتی وقعت فی زمانہم الا وجد وافیہا حدیثا مرفوعاً متصلا او مرسلا او موقوفاً صحیحا او ضعیفا او حسنا او اثرا من آثار الشیخین او سائر الخلفاء فیسر اللہ لہم العمل بالسنۃ علی ہذا الوجہ انتہی

لہٰذا اگر کوئی شخص مذاہب اربعہ کا انکار اور ان کو بُرا صرف اس وجہ سے سمجھتا ہے کہ یہ مذاہب موافق شرع ہیں تو وہ یقیناً کافر ہے لانہ اہان الدین اور اسکو صرف اعتقاد ہے کہ یہ مذاہب خلاف شرع اور خلاف نصوص ہے۔ مگر انکار نہیں کرتا تو وہ مخطی ہے لما مہدنا۔ اب ذرا غور کرنا چاہیئے کہ اگر ائمہ مجتہدین مسائل موجودہ کی تحقیق اور تدوین نہ کرتے تو تمام عالم گمراہ ہو جاتا۔ اور کسی کو احکام شرع کی ہوا بھی نہ لگتی۔ کیونکہ بہت سے احکام ظاہر نصوص و آیات سے مستنبط نہیں ہوتے پس ان مذاہب کو بُرا سمجھنا درحقیقت احسان فراموشی ہے۔ اور کتب حدیث کے اتباع کا دعویٰ کرنے والا اگر فی الحقیقت حسن و صحیح۔ حسن و ضعیف، ناسخ و منسوخ میں امتیاز کر سکتا ہے۔ اور محدثین سابقین کی طرح آیات قرآن اور احادیث و روایات کی شرح پر قادر ہے اور قرآن و حدیث سے متعلقہ تمام ضروری علوم میں مہارت تامہ رکھتا ہو تو وہ یقیناً قابل مدح و ستائش ہے۔ مگر موجودہ زمانہ میں ایسے شخص کا وجود عنقا کے وجود کے برابر ہے۔ آٹھویں صدی میں بہت سے لوگ ان صفات کے ساتھ موصوف تھے اور اس کے بعد نویں صدی میں علامہ جلال الدین سیوطی خاتمۃ الحفاظ ہوئے ہیں۔ اور اس کے بعد دسویں

صدی ہیں بھی بعض... علماء مثلاً ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی محدثین سابقین کے مطابق تھے۔ مگر اس کے بعد سے دروازہ بالکل بند ہو گیا اور اس وقت سے لیکر آج تک کوئی ایسا شخص نہیں ہوا کہ جو حدیث صحیح اور ضعیف میں امتیاز کما حقہ کر سکے چہ جائیکہ اسمیں مہارت تامہ رکھتا ہو۔ ہمارے موجودہ زمانہ میں تو محدث اس کو کہتے ہیں کہ جو صحاح ستہ کا درس دے اور حدیث کے مطالب کو عام فہم کر دے۔ اناللہ،

صاحب کشف الظنون علامہ تاج الدین سبکی سے نقل فرماتے ہیں واعلم ان قصاری نظر ابناء زماننا فی علم الحدیث النظر فی مشارق الانوار فان ترفعت الی مصابیح البغوی ظننت انہا تصل الی درجۃ المحدثین وما ذالک الا لجہلہم بالحدیث بل لوحفظ احد عن ظہر قلب وضم الیہا من المتون مثلیہما لم یکن محدثا حتی یلج الجمل فی سم الخیاط وانما الذی یعدہ اہل الزمان بالغا الی النہایۃ دینا دونہ محدث المحدثین وبخاری العصر من اشتغل بجامع الاصول لابن الاثیر مع حفظ علوم الحدیث لابن الصلاح والتقریب للنووی مع انہ لیس فی شیٔ من رتبۃ المحدثین وانما المحدث من عرف المسانید والعلل واسماء الرجال والعالی والنازل وحفظ مع ذلک جملۃ مستکثرۃ من المتون وسمع الکتب الستہ ومسند احمد وسنن البیہقی ومعجم الطبرانی وضم الی ھذا القدر الف جزء من اجزاء الحدیث فہذا اقل درجاتہ انتہی ذرا غور کرو اور آنکھیں کھولو جب کہ دسویں صدی سے پہلے سبکی رح کے زمانہ کا یہ حال ہے تو آج ہماری کیا کیفیت ہوگی۔ اس زمانہ کے محدثین جو اپنے آپ کو مجددین سمجھ کر مذاہب حقہ کو باطل سمجھتے ہیں یہ لوگوں کو گمراہ کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اگر فقہ حنفی یا شافعی کے کسی مسئلہ کی سند صحاح میں نہیں پاتے تو فوراً کہنے لگتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے یا شافعی نے اس مسئلہ میں حدیث کی مخالفت کی اور ان بیچاروں کو یہ پتہ بھی نہیں کہ فن حدیث صحاح ستہ میں منحصر نہیں۔ کتب حدیث بے شمار تصنیف گئیں تو صحاح ستہ میں سند نہ ملنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ کتاب میں ہے ہی نہیں۔ واللہ اعلم۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

غیر معین مذہب کی تقلید کرنا

سوال (۱۲۹) اگر کوئی جاہل کسی معین امام کی تقلید کو لازم نہیں سمجھتا بلکہ ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک امام کو اپنا معتقد اور پیشوا خیال کرتا ہے اور اپنے زمانہ کے ہر دیندار اور متقی عالم کے کہنے کے مطابق عمل کرتا ہے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب:- مذہب معین کی تقلید کے وجوب کے بارے میں ہر زمانہ کے علماء میں اختلاف رہا ہے۔ بعض حضرات تو مذہب معین کی تقلید کو واجب کہتے ہیں۔ علامہ محلی شافعی شرح جمع الجوامع میں لکھتے ہیں: یجب علی العامی وغیرہ ممن لم یبلغ مرتبۃ الاجتہاد التزام مذہب معین من مذاہب المجتہدین یعتقدہ ارجح من غیرہ او مساویا لہ وان کان فی نفس الامر مرجوحا علی المختار انتہی۔

اور امام ہمام کمال الدین ابن الہمام تحریر الاصول میں لکھتے ہیں: نقل الامام الاجماع علی منع التقلید العوام لاعیان الصحابۃ ومن بعدھم الذین وضعوا ودونوا وعلی ھذا ما ذکرہ بعض للمتاخرین من منع تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ لانضباط مذاھبھم وتقلید مسائلھم ولم یدر مثلھم غیرھم الی الآن انتہی

اور بعض علماء کا مسلک مختار یہ ہے کہ مذہب معین کی تقلید ضروری نہیں ہر شخص کو مکمل اختیار ہے کہ جس مذہب پر چاہے عمل کرے مگر دوسرے مذہب کی تحقیر وتوہین اور تعصب کو اس میں دخل نہ ہو، ورنہ واجب التعزیر ہے۔

شیخ ابن حاجب مختصر اصول میں بیان کرتے ہیں: لا یرجع عن قول المجتھد بعد تقلیدہ اتفاقا وفی حکم آخر المختار جوازہ لنا القطع لوقوعہ ولم ینکر فلو التزم مذھبا معینا کمذھب مالک او الشافعی فثالثھا کالاول انتہی

اور مستند امام دین قاضی عضد الملۃ والدین اپنی شرح میں لکھتے ہیں اذا عمل العامی بقول المجتھد فی حکم مسألۃ فلیس له الرجوع عنه الی غیرہ اتفاقا فاما فی حکم مسألۃ اخری قیل یجوز ان یقلد غیر المختار جوازہ للقطع بوقوعہ فی زمان الصحابۃ وغیرہ فان الناس فی کل عصر کانوا یستفتون المفتین کیف ما اتفق ولا یلزمون سوال مذھب معین وقد شاع ھذا وتکرر فلو التزم مذھبا معینا وان کان لا یلزمہ ففیہ ثلثۃ اقوال - اولھا یلزمہ وثانیھا لا یلزمہ وثالثھا انہ کالاول وھو من لم یلزم فان وقعت واقعۃ فقلدہ فیھا فلیس له الرجوع عنہ واما فی غیرھا فیتبع فیھا ما شاء انتہی

مسلم الثبوت اور اس کی شرح میں ہے- یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل فی العلم عند الاکثر وقیل ھم اکثر الحنابلۃ واختارہ ابن الحاجب وتبعھم المصنف وحکی عن احمد انہ یجب النظر فی الارجح وھو المختار عند الامامیۃ وھل یقلد المقلد غیر من یقلد بہ اولا فی غیر ما عمل بہ اولا المختار نعم لما علم بالاستقراء من استفتائھم ای المستفتین فی کل عصر من زمن الصحابۃ مرۃ واحدۃ من المجتھدین ومرۃ واحدۃ من غیرھم ولو التزم مذھبا معینا فھل یلزم الاستمرار علیہ فقیل نعم حتی شدد بعض المتکلفین وقالوا الحنفی اذا ترک مذھب امامہ یعزر والحق انہ تعصب لا دلیل علیہ اصلا وانما ھو تشریع من عند نفسہ وقیل لا قال فی التیسیر شرح التحریر ھو الاصح اذ لا واجب الا ما اوجبہ اللہ تعالی وبالجملۃ لا یجب تقلید مذھب معین بل جاز الانتقال لکن لا بد ان لا یکون ذلک علی قصد التلہی وتوھین کبار المجتھدین - انتہی

بعینہ یہی چیز بحر العلوم مولانا عبد العلی نے شرح مسلم الثبوت اور شرح تحریر میں بیان فرمائی اور مذہب معین کی تقلید کے وجوب کے قائل نہیں ہوئے فی زماننا عوام کو اس مسئلہ سے روکا جائے اور مذہب معین کی تقلید کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ ان کے لئے نہیں ہے- کیونکہ اگر مسئلۂ مذکورہ میں اختیار دے دیا جائے تو مسائل دینیہ میں فتنہ پیدا ہو جائے گا اور آئمہ کبار پر خصوصا امام اعظم ابوحنیفہ پر طعن وتشنیع کا دروازہ کھل جائے گا اور ہر شخص یہی کہے گا کہ ان مذاہب سے ہم کو کیا واسطہ- ہمارے لئے تو

سنت رسول اللہ کافی ہے اور ان بیچاروں کو یہ پتہ نہیں کہ ان مذاہب کی تقلید درحقیقت کلام اللہ کی تقلید ہے۔ ارشاد باری فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اس بات پر شاہد و گواہ ہے کہ جس عالم کو جاہل لوگ اپنا مقتدا و پیشوا مقرر کرلیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا متقی کیوں نہ ہو۔ مگر ائمہ سابقین اس عالم سے بدرجہا افضل وارفع ہونگے اور اس عالم کی تقلید کے ان ائمہ کی تقلید کے مقابلہ میں غیر اولیٰ ہوگی۔ علامہ فخر الدین زیلعی شرح کنز میں اور شیخ الاسلام بدر الدین عینی وغیرہ تصریح کرتے ہیں الاحکام تتبدل بتبدل الازمنۃ۔ اور اس کی شاہد ابوداؤد کی ایک روایت ہے۔ حضرت عائشہ رضی سے لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعهن من المساجد کما منع نساء بنی اسرائیل۔ اسی وجہ سے صاحب ہدایہ اور شمس الائمہ سرخسی بلکہ تمام فقہاء حنفیہ و شافعیہ متعدد مقامات میں تنقیح مسئلہ کے بعد لکھتے ہیں لکن ھذا امر لا یفتی بہ الناس کتب فقہ کے مطالعہ کرنے والے اس سے غافل نہیں ہیں پس اگرچہ محققین کے نزدیک مختار و صحیح مسلک یہی ہے کہ مذہب معین کا اختیار کرنا واجب نہیں۔ لیکن ہمارے زمانہ کے عوام کے لئے مسلک مختار اور فتویٰ یہی ہے کہ مذہب معین کی تقلید کو واجب یا مستحسن کہا جائے جیساکہ بعض کا مسلک یہی ہے اور ان عوام کو اس اختیار کی اطلاع نہیں کرنی چاہیئے۔ البتہ اگر عالم ماہر متقی متدین غیر متعصب اگر اپنے اختیار کے مطابق عمل کرے تو اولیٰ و احسن ہے۔

عارف ربانی عبدالوہاب شعرانی میزان میں لکھتے ہیں۔ کان سیدی علی الخواص اذا سأله انسان عن التقلید بمذهب معین الآن هل هو واجب ام لا یقول له یجب علیك التقلید بمذهب مادمت لم تصل الی عین شهود الشریعة فهناك لا یجب علیك التقلید بمذهب لانك تری اتصال جمیع المذاهب بها انتهی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں وهذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة علی جواز تقلیدها الی یومنا هذا وفی ذلك من المصالح ما لا یخفی لاسیما فی هذه الایام التی قصرت الهمم جدا واشربت النفوس الهوی واعجب كل ذی رأی برأیه وما ذهب ابن حزم من ان التقلید حرام غلط انتهی

اور عقد الجید فی احکام التقلید میں تحریر فرماتے ہیں اعلم ان الاخذ بهذه المذاهب الاربعة فیه مصلحة عظیمة وفی الاعراض عنها مفسدة عظیمة ونحن نبین لك بوجوه احدها ان الامة اجتمعت علی ان یعتمدوا علی السلف فی معرفة الشریعة فالتابعون اعتمدوا علی الصحابة وتبع التابعین اعتمدوا علی التابعین وهكذا اعتمد العلماء فی كل طبقة من قبلهم والعقل یدل علی حسن ذلك واذا تعین الاعتماد علی اقاویل السلف فلا بد ان تكون اقاویلهم التی یعتمد علیها مرویة باسناد صحیح او مدونة فی كتب مشهورة ولیس مذهب من المذاهب لهذه الصفة الا هذه المذاهب الاربعة اللهم الا الامامية والزیدية وهم اهل البدعة لا یجوز الاعتماد علی اقاویلهم ثانیها قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اتبعوا السواد الاعظم انتهی

اور انصاف فی بیان سبب الاختلاف میں مذکور ہے اعلم ان الناس كانوا فی المائة الاولی والثانية غیر مجتمعين

علی التقلید بمذہب معین وبعد المأتین ظہر منہم التمذہب وقل من کان لا یعتمد علی مذہب مجتہد بعینہ وکان ہذا ہو الواجب فی ذلک الزمان فان قیل کیف یکون شئ واحد واجبا فی زمان وغیر واجب فی زمان مع ان الشرع واحد قلت الواجب الاصلی تقلید من یعرف الاحکام الفرعیۃ عن ادلتہا التفصیلیۃ اجمع علی ذلک اہل الحق فاذا کان للواجب طرق متعددۃ وجب تحصیل طریق من الطرق من غیر تعیین واذا کان طریق واحد تعیین ذالک الطریق بخصوصہ کما کان السلف لا یکتبون الحدیث ثم صار فی یومنا ہذا کتابۃ الحدیث واجبۃ لان روایۃ الحدیث لا سبیل لہا الا معرفۃ ہذہ الکتب وکان السلف لا یشتغلون بالنحو والصرف واللغۃ لان لسانہم کانت عربیۃ ثم صار فی یومنا ہذا معرفتہا واجبۃ فاذا کان انسان جاہل فی بلاد الہند وما وراء النہر ولیس ہناک شافعی ولا مالکی ولا حنبلی ولا کتب ہذہ المذاہب وجب علیہ ان یقلد بمذہب ابی حنیفۃ ویحرم علیہ ان یخرج من مذہبہ بخلاف ما اذا کان فی الحرمین لانہ تیسیر ہناک معرفۃ جمیع المذاہب ۔ انتہی

مقصد کلام اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جاہل آدمی جو کسی امام کی تقلید نہ کرے صرف عالم متدین کے قول پر عمل کرے اگر وہ غیر متعصب ہو اور کسی مذہب اور صاحب مذہب کی توہین نہ کرے اور وہ عالم جس کو مقتدا بنا رکھا ہے، مسائل شرعیہ کی تحقیق میں مہارت تامہ رکھتا ہو اور تعصب کے اثرات سے دور، نیز ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے بارہ میں بھی طعن وتشنیع نہ کرے تو ایسی صورت میں اس کو اجازت ہوگی لیکن اس موجودہ زمانہ میں نہ تو کوئی ایسا متدین عالم نظر پڑتا ہے اور نہ ہی کوئی جاہل جو اس قدر متدین ہو، الا ماشاء اللہ والله اعلم ابو الحسنات محمد عبدالحی

وجوب تقلید شخصی کے منکر کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال (۱۳۰) سوال اول :۔ اگر کوئی حنفی تقلید شخصی کو واجب نہیں کہتا صرف جواز کا قائل ہے اور نماز کے تمام ارکان حنفیوں کی طرح بجالاتا ہے اور آمین بالجہر پڑھنے والے کو بھی فعل مسنون کا عامل کہتا ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہوگی یا نہیں اور جو شخص ایسے آدمی کی اقتدا کو ناجائز کہے اس کا قول کہاں تک صحیح ہے

سوال دوم :۔ باواز بلند آمین پڑھنے والے کو مسجد سے نکلوا دینا کیسا ہے

جواب :۔ جواب سوال اول :۔ تقلید شخصی کے جواز کا عقیدہ رکھنا محققین حنفیہ کے موافق ہے۔ جیسا کہ بحر العلوم مولانا عبدالعلی حنفی شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں لا یجب الاستمرار ویصح الانتقال وہذا ہو الحق الذی ینبغی ان یؤمن ویعتقد بہ

اور علامہ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں لو التزم مذہبا معینا کابی حنیفۃ والشافعی فقیل یلزمہ وقیل لا وہو الاصح ۔

اور علامہ شرنبلالی عقد الفرید میں فرماتے ہیں:۔ لیس علی الالتزام من ھب معین اور یہی مسلک مختار ہے علامہ محمد عبدالعظیم حنفی مفتی مکہ۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب۔ امیر حاج۔ سید بادشاہ۔ قاضی ابو عاصم اور انکے ماسوا بہت سے مشائخ حنفیہ کا۔ پس جب کہ اس شخص کا عقیدہ حنفیہ کے مشائخ متقدمین و متاخرین کے عقیدہ کے مطابق ہے اور نماز کے تمام ارکان و شروط میں بھی وہ مذہب حنفی کی پوری پوری رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا بغیر کسی اختلاف کے جائز ہے

ملا علی قاری کے رسالہ الاہتداء فی الاقتداء میں ہے ذھب عامة مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاط فی موضع الخلاف والافلا والمعنی انه یجوز فی المراعی بلا کراھة وفی غیره معها ثم المواضع المتھمة للمراعاة ان یتوضأ من الفصد والحجامة والقئ والرعاف ونحو ذلک لا فیما سنة عنده مکروه عندنا کرفع الیدین فی الانتقالات وجهر البسملة وخفاتها فهذا وامثاله لا یمکن الخروج عن عهدة الخلاف وکلهم یتبع مذهبه ولا یمنع مشربه انتهی

اور خیر رملی کی اشباہ کے حاشیہ میں ہے الذی یمیل الیه خاطری القبول بعدم الکراهة اذا لم یتحقق منه مفسد کذا فی الشامی رباب الامامة ص۵۵۰ مطبوعہ مصر۔

اور قول سدید میں ہے: یجوز صلوٰة المسلمین بعضهم خلف بعض کما کان الصحابة والتابعون ومن بعدهم من الائمة الاربعة یصلی بعضهم خلف بعض مع تنازعهم فی هذه المسائل المذکورة وغیرها ولم ینقل احد من السلف انه لا یصلی بعضهم خلف بعض ومن انکر ذلک فهو مبتدع ضال مخالف للکتاب والسنة واجماع سلف الامة وائمتها وقد کان فی الصحابة والتابعین ومن بعدهم من یقرء البسملة ومنهم من لا یقرأها ومنهم من یجهر بها ومنهم من لا یجهر بها

آگے فرماتے ہیں:۔ ومع هذا فکان بعضهم یصلی خلف بعض مثل ما کان ابوحنیفة واصحاب الشافعی وغیرهم یصلون خلف ائمة المدینة من المالکیة وغیرهم وان کان لا یقرأون البسملة لا سرا ولا جهرا وهکذا فی حجة الله البالغة۔ اور ایسے شخص کی اقتدا کے عدم جواز کا قول عند محض ضلالت اور گمراہی ہے

امام ابوحنیفہ کی فقہ اکبر میں ہے۔ الصلوٰة خلف کل بر وفاجر من المؤمنین جائزة۔

اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں فمن ترک الجمعة والجماعة خلف الامام الفاجر فهو مبتدع عند اکثر العلماء الصحیح انه یصلیها ولا یعیدها۔

اور پھر منتقی سے نقل کیا سئل ابوحنیفة عن مذهب اهل السنة والجماعة فقال کذا وکذا وان نصلی خلف کل بر وفاجر۔

شرح عقائد میں ہے۔ یجوز الصلوٰة خلف کل بر وفاجر لقوله صلی الله علیه وسلم صلوا الخ ولان علماء الامة

کانوا یصلون خلف الفسقۃ واھل الاھواء والبدع من غیر نکیر

اور اسی کے حاشیہ میں ہے خلافا للشیعۃ فانہم قد اشترطوا العصمۃ فی الامامۃ الصغری کما فی الکبری والخوارج ایضا فان الفاجر عندھم کافر پس معلوم ہوا کہ امام اعظم اور تمام اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ کہ نماز ہر مومن کے پیچھے جائز ہے اور جو شخص محض امام کے فاجر ہونے کی وجہ سے جماعت اور جمعہ کو ترک کردے وہ گمراہ اور مبتدع ہے اور یہ عقیدہ شیعہ اور خارجیوں کا ہے اور یہ اختلاف شیعہ اور خارجی کا امام کے بد ہونے کی صورت میں ہے۔ لیکن جب وہ نیک ہو تو پھر کسی اہل قبلہ کا خلاف نہیں۔ پس جو شخص مسئول عنہ کے پیچھے نماز کے جائز نہ ہونے کا قائل ہو وہ گمراہ ہے اور اس کا عقیدہ فاسد ہے۔

جواب سوال دوم۔ کسی مومن کو مسجد سے روکنا خصوصاً کسی ایسے فعل کی وجہ سے جو مشروع اور جائز ہو بڑا گناہ ہے ارشاد باری ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعیٰ فی خرابہا اولئک ماکان لہم ان یدخلوھا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم (ترجمہ اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں جانے سے کہ لیا جاوے وہاں نام اس کا اور کوشش کی ان کے اجاڑنے میں ایسوں کو لائق نہیں کہ داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

المجیب ابو محی الدین محمد ابراہیم

واقعی ایسے شخص کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ اور جو شخص مذکور کی اقتداء کو ناجائز کہے وہ غلط کار ہے اور آمین زور سے کہنے والے کو صرف اس عمل کی وجہ سے مسجد سے نکال دینا درست نہیں۔ واللہ اعلم

کتبہ ابوالاحیاء محمد نعیم

یہ جواب صحیح ہے فی الواقع جو حنفی تقلید شخصی کو واجب نہ جانتا ہو اور ارکان وغیرہ موافق حنفیہ کے ادا کرتا ہو، اور آمین بالجہر کو بھی مسنون سمجھتا ہو اُس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ اور اس شخص کی امامت کو ناجائز کہنا ضلالت و گمراہی ہے۔

واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

بوقت مجبوری مذہب شافعی کی تقلید کرنا

سوال (۱۳۱) عمرو زید کو دھوکہ سے اپنے مکان میں لے گیا اور چند آدمیوں کو بلا کر ڈرا دھمکا کے بیوی کو تین طلاقیں دینے پر مجبور کیا۔ اور کہا کہ اگر طلاق نہ دی تو مار ڈالیں گے۔ مجبوراً اس نے تین طلاق دے دیں اس کے بعد رہا کر دیا۔ چونکہ زید کو اپنی بیوی سے نہایت الفت ہے اور مفارقت ناقابل برداشت۔ تو بدرجہ مجبوری مذہب شافعی کی تقلید کرتے ہوئے نکاح جائز ہوگا یا نہیں

جواب: ضرورت شدیدہ کے وقت مذہب شافعی کی تقلید کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

سوالات متفرقہ بسلسلۂ تقلید وغیرہ در مقد مسائرہ

سوال (۱۳۲) سوال اول: مسلمان ہونے کے لئے مذہبا حنفی یا شافعی ہونا خدا و رسول نے شرط قرار دیا ہے یا نہیں۔ اور کیا پیغمبر، صحابہ اور اماموں کے وقت میں بھی لوگ حنفی یا شافعی کہلاتے تھے۔ اور اماموں نے اپنی اپنی تقلید کرنے کو کہا یا نہیں۔ اور پیغمبر کے بعد ایک صدی تک تمام مسلمان کسی شخص معین اور امام معین کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ تو کیا اس دور کے غیر مقلد صحابہ و تابعین اچھے اور سچے مسلمان تھے یا ان کے بعد کے مقلدین حنفی یا شافعی کہلانے والے حدیث و قرآن کے عاملین ناراض ہونے والے اچھے ہیں اور اور پیغمبر نے غیر صحابہ اور تابعین کے زمانہ کو اچھا کہا ہے یا نہیں اور مابعد کے زمانہ میں جھوٹ اور گناہ پھیلنے کی خبر دی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

جواب سوال اول: حنفی وغیرہ ہونا مسلمانی میں شرط نہیں کیا گیا۔ اور پیغمبر اصحاب اور امام کے وقت میں مسلمان حنفی شافعی وغیرہ الفاظ کے ساتھ موسوم نہ تھے۔ اماموں نے اپنے قول کی تقلید کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ قول قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو اصحاب وتابعین کے دور کے مسلمان ظاہر ہے کہ اعلیٰ وافضل تھے۔ ان لوگوں سے جو متدین علماء اور قرآن وحدیث پر عمل کرنے والوں سے ناراض ہیں۔ اور پیغمبر صاحب نے صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے دور کو اچھا کہا ہے۔ اور مابعد کے زمانہ میں جھوٹ اور گناہ کے پھیلنے کی خبر دی ہے　　ابوالحسنات محمد عبدالحی

سوال دوم: اگر کسی خاص امام کے مقلد بادشاہ نے یا کسی دوسرے شخص نے مسجد بنوائی تو کیا وہ مسجد اس کی ملکیت میں رہیگی۔ اور دوسرے امام کا مقلد اپنے مشروع طریقہ پر اس مسجد میں بیک وقت اور بیک جماعت نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب سوال دوم: مسجد بنانیوالے کی ملکیت میں باقی نہیں رہتی۔ اور اسمیں تمام مسلمان اپنے مشروع طریقہ پر ہر وقت نماز ادا کر سکتے ہیں اور ایک ہی وقت میں ایک جماعت کے ساتھ بھی مگر ایک وقت میں دو جماعت کرنا جائز نہ ہوگا۔

سوال سوم: جو شخص قرآن وحدیث کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق نماز ادا کرے اور تمام مسائل میں صرف ایک امام خاص کا مقلد نہ ہو۔ بلکہ ایک ایک مسئلہ میں تمام ائمہ کو حق سمجھ کر جس کے نظریہ کو حدیث کے موافق سمجھے اسی پر عمل کرے تو ایسا شخص اہل سنت والجماعت میں سے ہوگا یا نہیں۔

جواب سوال سوم: یہ شخص مسئول عنہ اہل سنت والجماعۃ میں سے ہے۔ بشرطیکہ حدیث و قرآن سمجھنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہو اور تخریب دین پیش نظر نہ ہو۔

سوال چہارم: نماز میں آمین بالجہر کہنا پیغمبر کا قول و فعل ہے یا نہیں اور یہ اسلام کی بات ہے یا کفر کی اور حنفیہ کی کتابوں اور صحیح احادیث سے ثابت ہے یا نہیں اور مسلمانوں کا قدیم فعل ہے یا نہیں؟

جواب سوال چہارم :۔ آمین بالجہر کہنا پیغمبر کا فعل ہے اور یہ اسلام کی بات ہے اور صحیح حدیث سے ثابت بھی ہے اور حنفیہ بھی اسی مضمون کو لکھتے ہیں مگر اختلاف ہے اور بہت سے مسلمانوں کا قدیم فعل ہے

سوال پنجم :۔ حنفیوں کی کسی کتاب میں آمین بالجہر کہنے والے یا اس کی اقتدا کرنے والوں کی نماز کا باطل ہونا یا کسی قسم کے نقصان کا واقع ہونا مکتوب ہے یا نہیں۔ اور اس کے بارہ میں کسی حنفی امام کا بھی قول ہے یا نہیں

جواب سوال پنجم :۔ آمین بالجہر کہنے سے خود کہنے والے اور اقتدا کرنے والوں کی نماز میں کسی قسم کے نقصان کے آنے کو حنفی کی کسی معتبر کتاب میں نہیں لکھا اور نہ کسی امام کا قول ہے

سوال ششم :۔ آمین بالجہر سے ناراض ہونا مسلمانوں کا فعل ہے یا یہودیوں کا۔ حدیث سے کیا ثابت ہے۔ اور جو شخص کہ کسی امام یا عالم کے کہنے کی وجہ سے قرآن وحدیث پر عمل نہ کرے اور پیغمبر صاحب کے حکم کو معیوب سمجھ کر نہ تو خود عمل کرے اور عمل کرنے والے کو بُرا جانے تو قرآن وحدیث کی رو سے ایسے شخص کا کیا حکم ہے ؟

جواب سوال ششم :۔ آمین بالجہر کا فعل نبوی ہونا احادیث سے ثابت ہے باوجود معلوم ہونے کے پھر اس سے ناراض ہونا مسلمان کا کام نہیں۔ اسی طرح کسی امام یا عالم کا جو قول قرآن وحدیث کے مخالف ہو قرآن وحدیث کو چھوڑ کر اس پر عمل کرنا یہ بھی مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ اور جو شخص پیغمبر کے کسی حکم کو، پیغمبر کا حکم جانتے ہوئے بُرا سمجھے تو وہ مسلمان نہیں۔ اور اس حکم پر عمل کرنے والوں کو بُرا جاننا درست نہیں۔

سوال ھفتم :۔ مذہبی امور واحکام میں قدیم رسم ورواج کو دخل ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو زور سے آمین کہنے والا مسلمان آہستہ کہنے والے حنفیوں کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب سوال ھفتم : مذہبی احکام میں رسم ورواج کو قطعاً دخل نہیں ہے اور زور سے آمین کہنے والے کو اگر اتباع شریعت مقصود ہو فساد منظور نہیں تو حنفیوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے۔

سوال ھشتم :۔ اگر کوئی شخص کسی کو مسجد میں نماز پڑھنے یا کسی اور یاد الٰہی سے روکے اور منع کرے تو اللہ تعالیٰ نے روکنے والے کو قرآن میں بڑا ظالم کہا اور اس کے واسطے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب سخت کا حکم کیا ہے یا نہیں ؟

جواب سوال ھشتم : جو شخص کسی کو مسجد میں نماز پڑھنے یا یاد الٰہی سے بغیر وجہ شرعی کے روکے تو اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ظالم کہا ہے اور عذاب سخت کی وعید کی ہے

سوال نہم :۔ کسی حاکم کا یہ حکم لگا دینا کہ مسلمان مسجد کے اندر نماز میں آمین زور سے نہ کہیں۔ امور مذہبیہ میں دخل اندازی ہے یا نہیں اور آمین بالجہر کہنے والوں کو اس حکم امتناعی سے نقصان ہے یا نہیں

اور مسجد میں ہر مسلمان کو اپنے طور سے نماز پڑھنے کا اذن عام ہے یا نہیں؟

جواب سوال نہم:۔ آمین بالجہر سے منع کرنا امور مذہبی میں دست اندازی ہے اور آمین بالجہر کہنے والوں کو نقصان دیتی ہے اور مسجد میں ہر مسلمان کے لئے مشروعہ طریقہ پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے ابوالحسنات محمد عبدالحی

سوالات جرح بمقدمہ آرہ

سوال (۱۳۲) سوال اول:۔ آپ مقلد ہیں یا غیر مقلد۔ اور تقیہ کرنا جائز سمجھتے ہیں یا نہیں؟

جواب سوال اول:۔ ہم مقلد ہیں اور تقیہ کرنا جائز نہیں سمجھتے۔

سوال دوم:۔ اگر کوئی شخص اپنے کو مسلمان کہتا ہے۔ مگر اس کے افعال وحرکات طریقۂ مسلمانوں کے خلاف ہیں اور اس میں امت محمدیہ میں تفرقہ اندازی کے اثرات پائے جاتے ہوں۔ اور عام مسلمانوں کو گمراہ کرتا ہو تو کیا ایسے شخص کے مکر و فریب سے بچنے کے لئے اسکو اپنی جماعت سے نکالدینا جائز ہے یا نہیں۔

جواب سوال دوم:۔ جس شخص کے افعال تمام مسلمانوں کے خلاف ہوں اس کو جماعت سے باہر کردینا چاہیئے۔ اور جسکے کے افعال بعض مسلمانوں کے خلاف اور بعض کے موافق ہوں اور فعل موافق شریعت ہو اس کو جماعت سے باہر کرنا درست نہیں اور جو شخص دوسروں کو گمراہ کرنے والا معلوم ہوتا ہو اس کو مشروع طریقہ سے سمجھانا چاہیئے کہ وہ اس حرکت سے باز رہے اور جماعت میں تفرقہ ڈالنا جائز نہیں۔

سوال سوم:۔ مساجد کو فتنہ و فساد سے محفوظ رکھنا تمام مسلمانوں پر ضروری ہے یا نہیں۔ اگر کوئی مفسد لوگوں کی نماز کو خراب کرنے اور ان کی توجہ کو ہٹانے کے لئے نماز میں عام مسلمانوں کے خلاف طریقہ اختیار کرے تو کیا اس کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب سوال سوم:۔ تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ مساجد کو فتنہ و فساد سے محفوظ رکھیں۔ اور جس کا فعل عام نمازیوں کے طریقہ کے مخالف ہو۔ مگر موافق شرع ہے تو اس کی وجہ سے منغض اور آزردہ نہ ہوں۔ اور کسی شخص سے فساد کی ابتدا نہ کریں، اور جو مفسد بدنیتی سے فساد پر آمادہ ہو تو اس کے فساد کو حاکم وقت کی مدد سے دفع کریں۔

سوال چہارم:۔ مجتہدین نے مسائل کو قرآن وحدیث سے نکالا ہے یا اپنے دل سے لکھ لیا۔

جواب سوال چہارم:۔ تمام مجتہدین نے مسائل قرآن وحدیث سے نکالے ہیں صرف اپنی رائے سے حکم نہیں دیا۔

سوال پنجم:۔ آمین بالجہر کہنا حنفیوں کے طریقہ کے خلاف ہے یا نہیں۔

جواب سوال پنجم: حنفیہ نماز میں آہستہ سے آمین کہنے کو سنت کہتے ہیں اور آمین بالجہر کو بھی جائز کہتے ہیں

سوال ششم:۔ اگر کوئی نمازی آمین بالجہر نہ کہے صرف آہستہ کہے تو گنہگار ہوگا، یا نہیں۔ اور آمین بالجہر

کہنے کا ثواب زیادہ ہے یا فتنہ وفساد اور خونریزی سے بچنے کا۔

جواب سوال ششم: آمین آہستہ کہنے سے گنہگار نہ ہوگا۔ اور آمین بالجہر کہنے سے فتنہ وفساد اور خونریزی سے بچنے کا ثواب زیادہ ہے۔ کیونکہ آہستہ یا بلند آواز سے آمین کہنے کا سنت ہونا صحابہ اور مجتہدین میں مختلف فیہ ہے اور فتنہ وفساد کی حرمت اتفاقی۔

سوال ھفتم:۔ مسلمانوں کی دینداری کے اعتبار سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اسلام کا دیس ہے یا نہیں اور مکہ معظمہ ومدینہ منورہ میں تقلید جاری ہے یا نہیں۔

جواب سوال ھفتم:۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اسلام کے دیس ہیں اور وہاں تقلید جاری ہے۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

حنفیت اور کتمان حق

سوال (۱۳۴) ایک شخص کا عمل ہر ایک مسئلہ میں مذہب حنفیہ کے موافق ہے اگر وہ تحقیق مسائل میں ـــــ یہ عبارت لکھے کہ مسائل جزئیہ کے لئے صحابہ وتابعین اور تبع تابعین میں اختلاف ہوتا رہا اور باوجود اس اختلاف کے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے اور کسی کے عمل پر نکیر نہ فرماتے۔ اور کوئی شخص یہ التزام کرے کہ ایک ہی شخص کے قول وفعل کو صحیح مانے۔ اگرچہ حق بات اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو تو یہ بات ابتک ثابت نہ ہوئی۔ اور کسی اہل علم کا قول نہیں۔ تو کیا ایسا شخص اس عبارت کے لکھنے سے حنفیت سے خارج ہو جائے گا یا نہیں۔

جواب:۔ یہ شخص اس عبارت کے لکھنے کی وجہ سے حنفیت سے خارج نہ ہوگا۔ کیونکہ حنفیت کتمان حق کا نام نہیں کہ اس بات کا قائل حنفی ہی نہ رہے۔ بہت سے حنفیہ اپنی اپنی معتبر کتابوں میں یہی مضمون لکھ گئے ہیں۔ مفتی عظیم مفتی الحنفیۃ بمکۃ معظمۃ المتوفی سنہ ۱۰۵۰ھ کہ امام ہیں اپنے رسالہ القول فی مسائل التقلید میں لکھتے ہیں:۔

قد کان الصحابۃ یقتدی بعضھم ببعض وکذا التابعون وفیھم المجتھدون ولم ینقل احد من السلف انہ کان لایجری الاقتداء بمن یخالف قولہ فی بعض المسائل ولو فی خصوص الطھارۃ بل کان یقتدی بعضھم ببعض انتھی اور یہ بھی لکھتے ہیں لاعلینا ان لا ناخذ بما ظھر لنا صواب خلافہ اذا نعم اللہ علینا بحصول ضرب من النظر یمکن الوقوف بہ علی الصواب ھذا ونحن مع ذلک لانخرج عن درجۃ التقلید لامامنا الاعظم ابی حنیفۃ المقدم انتھی واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

اجماع اور مجتہدین کا اختلاف

سوال (۱۳۵) اگر کوئی مجتہد کسی مسئلہ میں خلاف کرے اور کہے کہ اس پر اجماع نہیں ہوا۔ کیونکہ اجماع

نام ہے ایک زمانہ کے تمام مجتہدین کا کسی مسئلہ میں اتفاق کرنے کا۔ اور میں بھی مجتہد ہوں اس زمانہ کا اور اس مسئلہ میں میری رائے دوسرے مجتہدین کے خلاف ہے۔ تو ایسی صورت میں یہ مسئلہ جس پر اکثر مجتہدین کا اتفاق ہے دوسرے مخالف مجتہد کے حق میں اجماعی ہوگا یا نہیں۔

جواب:۔ اس مجتہد کے حق میں جو اپنے اجتہاد کی وجہ سے مخالفت کر رہا ہے یہ مسئلہ اجماعی نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

مذہب خاص کی حقانیت

سوال (۱۳۶) زید اس بات کا قائل ہے کہ جتنے فرقے متمسک بالقرآن ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی فرقہ کسی مختلف فیہ غیر قطعی مسئلہ میں یہ دعوی کرے کہ ہمارا مذہب یقینی طور سے حق ہے اور علم باری میں بھی ہمارا ہی مذہب حق ہے تو اس کا دعوی صحیح نہیں کسی مذہب خاص کا یقینی ہونا تو کجا اگر ظنی ہونے کا بھی دعوی کرے تو بھی صحیح نہیں۔ اور کسی مختلف فیہ مسئلہ میں کسی فرقہ کا حق ہونا ہمکو معلوم کیونکر ہو سکتا ہے۔ صحیح علم تو باری تعالیٰ کو ہے کہ کونسا فرقہ حق پر ہے اور کون غیر حق پر کیونکہ حق تو دائر ہے تمام مذاہب کے درمیان۔ پس زید کا یہ قول صادق ہے یا کاذب اور امور قطعیہ کون کون ہیں

جواب:۔ زید اپنے قول مذکور میں صادق ہے۔ لیکن امور مختلف فیہا غیر قطعیہ کا ظنی ہونا دراصل دلائل پر موقوف ہے اگر دلائل ظنی ہیں تو یہ بھی ظنی ہونگے ورنہ نہیں۔ اور امور قطعیہ وہ امور ہیں جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہوں جیسے وہ آیات قرآنی جن میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہ کی گئی ہو اور وہ احادیث جو لفظاً و معناً متواترہ ہوں۔ اور اسی طرح امت محمدیہ کا اجماع۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

غوث اعظم کا مذہب

سوال (۱۳۷) غوث اعظم مذہباً حنفی تھے یا حنبلی اور مذہب حنبلی اختیار کرنے سے پہلے کونسا مذہب تھا۔ اور کیا ایک کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرنے سے لازم آتا ہے کہ ان میں سے پہلے کو بھی جانتے تھے اور دوسرے کو بھی یا لازم نہیں آتا۔ اس مسئلہ کی تحقیق بلا تعصب کے تحریر فرمائیں۔

جواب:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم پہلے شافعی تھے اور بعد میں حنبلی مذہب اختیار کیا اور ایسے شخص کے لئے ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا اختیار کرنا جائز ہے۔ اور کسی مذہب کو اختیار کرنے سے دوسرے مذہب کو جاننا لازم نہیں آتا۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

غیر مقلد کو مسجد سے نکالنا

سوال (۱۳۸) کچھ لوگ مذہب سے انکار کرتے ہیں اور تقلید سے منکر ہیں۔ اور اپنے مکانوں ہیں اور جابجا لامذہبی کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر ہم لوگوں کی مسجد میں خوف کی وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے اور نہ آمین بالجہر کرتے ہیں۔ مگر ہاتھ سینہ پر باندھتے ہیں تو لیا ایسے لوگوں کو مسجد سے نکالنا جائز ہے یا نہیں اور ان کی اقتدا درست ہے یا نہیں بالتفصیل بیان فرمائیں۔

جواب:۔ جو لوگ کسی امام کے نہ تو مقلد ہیں اور نہ خود رتبۂ اجتہاد رکھتے ہیں۔ اور عمل بالحدیث کا بہانہ لے کر خواہشات غیر شرعیہ کے متبع ہیں۔ لیکن مقلدین کے خوف یا کسی دوسری وجہ سے اہل سنت کی مساجد میں رفع یدین وغیرہ نہیں کرتے ایسے لوگوں کو دخول مسجد اور شرکت صلوٰۃ سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ وہ لوگ اس اعتقاد یا اس فعل کی وجہ سے کافر نہیں ہوئے البتہ تارک واجب ہیں اور جب وہ خود اس کو مخفی رکھتے ہیں تو ان کے مسجد میں آنے سے اس فعل کی اشاعت بھی نہ ہوگی تو مخالفت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ اور سینہ پر ہاتھ باندھنا بھی ایسا امر قبیح نہیں کہ جس کی وجہ سے مسجد سے ہی روک دیا جائے۔ ہاں البتہ ایسے لوگوں کی اقتدا حنفیہ کے یہاں مکروہ ہے۔ در مختار میں ہے وکذا نکرہ خلف امرد وسفیہ ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحران یتیقن المراعات لم یکرہ اوعدمہا لم یصح وان شک کرہ انتہی

محمد ارشاد حسین المصدق عنایت اللہ

جواب صحیح ہے بیشک جب تک یہ لوگ فساد لامذہبیت۔ اور تفریق جماعت وغیرہ کا نہ پھیلائیں تو مساجد سے ممانعت نہ کی جائے گی۔ محمد عبدالقادر خاں

الجواب صحیح۔ فی الواقع ایسے لوگوں کو مساجد سے روکنا درست نہیں اور ان کے پیچھے اقتدا درست ہے بعض حنفیہ کے نزدیک مطلقاً بعض کے نزدیک اس شرط کے ساتھ کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرے اور نماز میں کسی مبطل اور مفسد صلوٰۃ کا ارتکاب نہ کرے۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی

اجتہاد اور تقلید کا درجہ

سوال (۱۳۹) اجتہاد و تقلید کوئی اچھی چیز ہے یا بُری؟

جواب:۔ وہ اجتہاد کہ جو اپنی طاقت و کوشش کو احکام شرعیہ کے استنباط کرنے میں صرف کر دینے کا نام ہے اسکو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا، بخاری کی روایت ہے:۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اجتہد واصاب فلہ اجران ومن اجتہد واخطأ فلہ اجر واحد انتہی (یعنی جس شخص نے صحیح اجتہاد کیا اس کے لئے دو اجر ہیں اور جس شخص نے اجتہاد میں غلطی کی۔ اس کو ایک اجر ملیگا) اور اجلہ صحابہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عبداللہ بن مسعود۔ معاذ بن جبل جیسے حضرات بھی اجتہاد کرتے تھے اور تقلید نام ہے کسی دوسرے شخص کے افعال کی پیروی کرنا بغیر کسی دلیل اور نظر و تامل کے ان کو حق سمجھتے ہوئے۔ اور یہ ایسی چیز ہے

کہ خود اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اس کا حکم کیا ہے۔ ارشاد باری ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (یعنی حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں) اور تفسیر احمدی میں ہے:۔ والحق ان المراد کل اولی الحکم اما ما کان او امیرا سلطانا کان او حاکما عالما کان او مجتهدا قاضیا کان او مفتیا علی حسب مراتب التابع والمتبوع لان النص مطلق فلا یتقید من غیر دلیل الخصوص انتہی

ترمذی اور احمد نے روایت کیا انہ علیہ السلام قال اطیعوا امرکم وقال اللہ تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (یعنی ارشاد ہے حکم مانو اپنے حاکموں کا اور ارشاد ہے باری تعالیٰ کا سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں

ابوالحسنات محمد عبدالحی

ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی امام کی تقلید

سوال (۱۴۰) صاحب مذاہب ائمہ اربعہ تابعی تھے یا تبع تابعی تھے ان مذاہب اربعہ کے سوا کسی پانچویں مذہب پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ امام مالک، شافعی، احمد تینوں تبع تابعی تھے اور امام ابوحنیفہ کے بارہ میں اختلاف ہے بعض حضرات کے نزدیک ابوحنیفہ تابعی تھے۔ تجنیس اور مزید دونوں کتابوں میں ہے صح ان اباحنیفۃ کان من التابعین روی عن عدۃ من الصحابۃ انتہی اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم کے زمانہ میں چند صحابہ حیات تو تھے مگر امام صاحب کو ملاقات اور زیارت کا موقع نہ ملا۔ اس لئے تبع تابعی ہوئے۔ بہرحال ائمہ اربعہ نے انتہائی جدوجہد اور مشقت سے مسائل کا استخراج واستنباط قرآن وحدیث اور اجماع سے کیا۔ اور جس مسئلہ کے بارہ میں نص صریح نہ ملی تو شرائط کا لحاظ کرکے اجتہاد کیا اور کسی امام نے ایسا نہیں کیا کہ حدیث صریح کو چھوڑ کر اپنی رائے کے مطابق عمل کیا ہو۔ اب اس زمانہ میں ہم لوگوں کو مجتہد کی تقلید کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اور اس پر بھی اجماع ہو گیا کہ مذاہب اربعہ کے سوا کسی پانچویں مذہب کا اتباع نہ کرنا چاہیے

اور الاشباہ میں ہے وما خالف الائمۃ الاربعۃ مخالف للاجماع وان کان فیہ خلاف لغیرهم فقد صرح فی التحریر ان الاجماع انعقد علی منع العمل بمذهب مخالف للاربعۃ لانضباط مذاهبهم وانتشارها وکثرۃ اتباعهم انتہی

ائمہ اربعہ پر افترا

سوال (۱۴۱) مشہور ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک شطرنج کھیلنا بلکہ اس پر مداومت کرنا بھی حلال ہے اور امام احمد بن حنبلؒ کے یہاں بھنگ کا استعمال جائز ہے اور اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہؒ کے یہاں جوش دی ہوئی شراب جائز ہے۔ اور امام مالک کے یہاں لواطت جائز ہے۔ اس کا کیا جواب ہے معترضین یہ اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

بنگ دمی میخور وکون میکن دمی بار قمار کہ مسلمانی براین چار امام است تمام

جواب:۔ یہ اعتراضات اور اقوال بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں اور ائمہ اربعہ پر بہتان ہے۔ ان مسائل اربعہ کے بارہ میں

تفصیل یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اگرچہ شطرنج فی نفسہ حرام نہیں لیکن کراہت سے بھی خالی نہیں ہے اور اس پر مداومت کرنا گناہ صغیرہ ہے۔ بشرطیکہ اسمیں مال وغیرہ نہ ہو اور اسمیں مال اور قمار بھی ہو تو حرام ہے مطلقاً اس کے جواز کی نسبت کر دینا بالخصوص جبکہ اسمیں مال بھی ہو تو یہ امام شافعی پر بہتان ہے

علامہ کمال الدین اوسی دمیری شافعی کتاب حیوٰۃ الحیوان میں بچھو کی بحث میں لکھتے ہیں لعب الشطرنج مکروہ کراھۃ تنزیھیہ وقیل حرام وقیل مباح والاول اصح واما اذا انضم الیہ اشتغال عن صلوٰۃ اوغیرھا فالتحریم لاذالک لیس الشطرنج نفسہ وھو مکروہ اذا لم یواظب علیہ فان واظب علیہ فانہ یصلوصغیرۃ کما ذکرہ الغزالی فی کتاب التوبۃ من الاحیاء انتھی

اور ابن حجر مکی ہیثمی شافعی زواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں فی فتاوی النووی الشطرنج حرام عند اکثر العلماء وکذا عندنا ان فوت بہ صلوٰۃ اولعب بہ علی عوض فان انتفی ذلک کرہ عند الشافعی وحرم عند غیرہ۔ انتھی

اور اسی طرح امام احمد کی طرف بھنگ کی حلت کی نسبت کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ بھنگ جس کو عربی میں حشیشہ اور ورق القنب کہتے ہیں۔ ائمہ اربعہ کے زمانہ میں تھی ہی نہیں۔ مدت دراز کے بعد اس کا وجود ہوا اور مذاہب اربعہ کے تمام فقہا نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا۔ زواجر میں ہے وحکی القرافی وابن تیمیۃ الاجماع علی تحریم الحشیش قال ومن استحلھا فقد کفر وانما لم یتکلم فیھا الائمۃ الاربعۃ لانھا لم تکن فی زمنھم وانما ظھرت فی اٰخر المأتہ السادسۃ۔ واول المأتہ السابعۃ حین ظھرت دولۃ التتار انتھی

اور جوش دی ہوئی شراب کی حلت کے اگرچہ بعض اقوال ہیں مگر وہ مردود اور غیر مقبول ہیں اور اس کی نسبت امام صاحب کی طرف کرنا بہتان واتہام ہے۔ منح الغفار شرح تنویر الابصار میں ہے الطبخ لایوثر فیھا لانہ للمنع من ثبوت الحرمۃ لا لرفعھا بعد ثبوتھا الا انہ لایحد فیہ مالم یسکر منہ علی ما قالوا لان الحد فی اللتی خاصۃ لما ذکرنا فلا یتعدی الی المطبوخ ذکرہ فی تبیین الکنز من غیر ذکر خلاف وھذا ھو الظاھر الذی یجب ان یعول علیہ وبہ یظھر لک ضعف ما فی القنیۃ من قولہ خمر طبخت وزالت مرارتھا حلت انتھی

اور یہی درمختار میں ہے۔ نیز ردالمحتار میں ہے لعل ھذا الفرع متفرع علی ما قدمناہ عن بعض المعتزلۃ من ان الحرام من الخمر ھو المسکر یدل علیہ انہ فی القنیۃ نقلہ عن القاضی عبدالجبار احد مشائخ المعتزلۃ انتھی

اور امام مالکؒ کی طرف حلت لواطت کی نسبت کرنا بھی بہتان واتہام ہے۔ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے اتفق الائمۃ الاربعۃ علی تحریم اللواطۃ وانہ من الفواحش العظام وھل یوجب الحد قال الثلاثۃ یوجب الحد وقال ابوحنیفۃ یعزر فی اول مرۃ فان تکرر منہ قتل انتھی　واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

کتاب السلوک

نفس اور روح

سوال (۱۴۲) کہتے ہیں کہ نفس اور روح ایک ہی شے کے دو نام ہیں اور اہل تصوف اسی کو دل کہتے ہیں اگر یہ حقیقت ہے تو اب سوال یہ ہے کہ اکثر جگہ نفس کی برائی کی جاتی ہے۔ مثنوی معنوی کا بیت ہے:۔

دوزخ است این نفس و دوزخ اژدہاست ۔۔۔ کو بدریا نگردد کم و کاست

اور روح کو عالم بالا کی طرف منسوب کر کے اسکے حسن اور عمدگی کی داستانیں لکھی گئی ہیں۔ ایک بیت ہے

امر ربم روح کردہ نام ۔۔۔ کردہ پر ساقی وحدت جام

اسی طرح لوگ کہتے ہیں کہ فلاں انسان کا نفس زندہ ہے اور دل مردہ یا اس کا برعکس یعنی دل زندہ اور نفس مردہ ہے اور جبکہ نفس سے مراد روح ہے تو اس کے مرنیکے بعد سوائے جسم خاکی کے کیا باقی رہ جائے گا پس جبکہ نفس افعال قبیحہ کیساتھ اور روح خصائل حمیدہ کے ساتھ موصوف ہو تو پھر یہ دونوں شے واحد کیسے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک ذات میں حسن و قبح کا اجتماع محال ہے۔

جواب نفس و روح ایک چیز ہے اور اوصاف کا اختلاف ہمیشہ احوال کے اعتبار سے ہوتا ہے اور صوفیا جو نفس کی مذمت کرتے ہیں تو اس نفس سے دوسرے معنی مراد ہوتے ہیں جس کی تفصیل احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت وغیرہ کتب تصوف وسلوک میں موجود ہے۔ بقدر ضرورت احیاء العلوم کی عبارت دیکھ لینی چاہیئے۔ نفس و روح اور قلب و عقل کے معانی کی بحث میں لکھتے ہیں:۔

اللفظ الاول لفظ القلب وهو يطلق بمعنيين احدهما اللحم الصنوبري الشكل المودع في الجانب الايسر من الصدر والمعنى الثاني هو لطيفة ربانية روحانية لها بهذا القلب الجسماني تعلق وتلك اللطيفة هي حقيقة الانسان وهو المدرك العالم العارف من الانسان وهو المخاطب والمعاقب والمعاتب والمطالب اللفظ الثاني الروح وهو ايضا يطلق لمعنيين احدهما جسم لطيف منبعه تجويف القلب الجسماني فينشر بواسطة العروق الضوارب الى سائر اجزاء البدن والاطباء اذا اطلقوا لفظ الروح ارادوا به هذا المعنى الثاني هو اللطيفة العالمة المدركة من الانسان وهو الذي شرحناه في احد معاني القلب وهو الذي اراده الله بقوله قل الروح من امر ربي اللفظ الثالث النفس وهو ايضا مشترك بين معاني ويتعلق بغرضنا منه معنيان احدهما انه يراد به

المعنی الجامع لقوۃ الغضب والشھوۃ فی الانسان وھذا الاستعمال ھو الغالب علی اھل التصوف لانھم یریدون بالنفس الاصل الجامع للصفات المذمومۃ من الانسان فیقولون لابد من مجاھدۃ النفس وکسرھا والیہ الاشارۃ بقولہ علیہ السلام اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک المعنی الثانی ھی اللطیفۃ التی ذکرناھا التی ھی بالحقیقۃ وھی نفس الانسان وذاتہ ولکنھا توصف باوصاف مختلفۃ بحسب اختلاف احوالھا فاذا سکنت تحت الامر وزایلھا الاضطراب بسبب معارضۃ الشھوات سمیت النفس المطمئنۃ والنفس بالمعنی الاول لا یتصور رجوعھا الی اللہ فانھا مبعدۃ عن اللہ وھی من حزب الشیطان واذا لم یتم سکونھا ولکنھا صارت مدافعۃ للنفس الشھوانیۃ ومعترضۃ علیھا سمیت النفس اللوامۃ وان ترکت الاعتراض واذعنت واطاعت لمقتضی الشھوات ودواعی الشیطان سمیت النفس الامارۃ بالسوء انتھی ملخصًا

توحید وجودی کا قائل ہونا

سوال (۱۴۳) زید کہتا ہے کہ توحید وجودی کی حقیقت دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت ہے تفصیل کے لئے تو دفتر چاہیئے اب تو ایک دلیل عقلی اور ایک نقلی لکھتا ہوں۔ دلیل عقلی کہ کوئی شئے اللہ کے ماسوا موجود نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ حکمت میں ثابت ہوچکا ہے کہ وجود عین ذات واجب ہے اور غیر وجود نہیں۔ مگر عدم تو غیر واجب نہیں مگر عدم اور عدم موجود نہیں ہوسکتا۔ پس غیر واجب بمعنی غیر اللہ موجود نہیں ہوسکتا۔

اور دلیل نقلی کلمہ توحید ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر الٰہ عین اللہ یعنی ہر موجود عین اللہ ہے اسلئے کہ ہر موجود مصداق الٰہ ہے اس واسطے کہ الٰہ کہتے ہیں معبود کو اور معبود وہ ہے جس کی عبادت کی جائے اور عبادت نام ہے تابعداری کا، اسی واسطے تابعدار کو عبد اور بندہ کہتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے عبدالدنیا عبدالدراہم۔ اور پیٹ کا بندہ۔ روپیہ کا بندہ اور جس کی تابعداری کی جائے اس کو معبود اور الٰہ کہتے ہیں۔ جیسا کہ خدا کے لئے لفظ الٰہ بولا جاتا ہے۔ بالجملہ لفظ الٰہ کا اطلاق ہر اس شے پر آتا ہے جس کی تابعداری کی جائے اور موجودات میں سے کوئی بھی موجود ایسا نہیں جس کا کوئی تابع نہ ہو۔ پس غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر موجود الٰہ کا مصداق ہے اور لا الٰہ الا اللہ اس پر دال ہے کہ جو مصداق الٰہ کا ہے وہ عین اللہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ہر موجود عین اللہ ہے

کیا زید کا توحید وجودی کو ثابت کرنا صحیح ہے اور اس کی بیان کردہ عقلی و نقلی دلیلیں صحیح ہیں یا غلط۔ بینوا توجروا۔

جواب:۔ زید کا یہ کلام شروع سے آخر تک ایک مغالطہ اور سفسطہ ہے۔ اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو معقول و منقول

سے کوئی درک نہیں ہے ورنہ ایسی تقریر اس سے صادر نہ ہوتی۔ اس کی پوری تقریر غلط ہے جس کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) زید کی بیان کردہ دلیل عقلی کے اگر تمام مقدمات کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ کے ماسوا کوئی شے موجود نہیں بلکہ معدوم محض ہے۔ کبھی وجود کا حصہ اس کو نہیں مل سکتا اور دلیل نقلی کے مقدمات کو مان لینے کی صورت میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر چیز عین اللہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ اللہ موجود ہے۔ لہٰذا ہر شے بھی موجود ہوگی۔ کیونکہ جب وہ عین اللہ ہے تو وجود میں بھی اس کے ساتھ........ شریک ہوگی۔ ان دونوں دلیلوں سے مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایک دلیل سے اللہ کے ماسوا ہر شے کا وجود اور دوسری دلیل سے ہر شے کا عدم محض لازم آتا ہے لہٰذا دونوں دلیلیں ساقط اور ناقابل اعتبار ہیں۔

(۲) دلیل عقلی کے اس مقدمہ (وجود عین ذات واجب ہے) سے کیا مراد ہے اگر اس لفظ وجود سے معنی مصدری (ہونا) مراد لیتے ہیں تو یہ سراسر غلط ہے۔ کتب منطق و حکمت وغیرہ کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ فلاسفہ کے نزدیک وجود کا عین ذات واجب ہونا مابہ الموجودیۃ کے اعتبار سے ہے معنی مصدری کے لحاظ سے نہیں اور جس نے معنی مصدری کے لحاظ سے کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ واجب میں وجود مصدری کا منشا انتزاع نفس ذات واجب ہے۔ کسی وصف اور حیثیت کو اسمیں دخل نہیں بخلاف ممکنات کے کہ ذات ممکنات میں وجود مصدری کا مصداق استناد الی الجاعل وغیرہ کی حیثیت سے ہوا کرتا ہے لیکن وجود مصدری کو عین ذات واجب کہنا کسی عقلمند انسان کا تو کام ہے نہیں۔ کیونکہ معمولی عقل والا بھی جانتا ہے اس بات کو کہ وجود مصدری قبیل انتزاعیات سے ہے اور ذات واجب موجودات خارجیہ میں سے۔ اب اگر ان دونوں کو بالکلیہ متحد مان لیا جائے تو لازم آئیگا کہ معنی مصدری موجود خارجی ہو جائے اور یا موجود خارجی عین معنی مصدری ہو جائے۔ اور یہ چیز بالکل باطل ہے۔

ہاں البتہ اگر وجود مابہ الموجودیۃ کے معنی میں ہو تو اس اعتبار سے وجود کا عین ذات واجب ہونا صحیح ہوگا یا کہا جائے کہ وجود مصدری کا منشا انتزاع ذات واجب ہے تو بھی صحیح ہے مگر مطلب حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ اس سے زائد سے زائد یہ بات ثابت ہوگی کہ غیر واجب مابہ الموجودیۃ نہیں اور اس کی نفس ذات وجود مصدری کا منشا انتزاع نہیں اور یہ کبھی ثابت نہیں ہو سکتا کہ غیر واجب معدوم محض ہو جائے۔

(۳) دلیل عقلی کا یہ مقدمہ (کہ غیر وجود نہیں مگر عدم محض) غلط ہی کیونکہ غیر موجود مصدری تمام موجودات خارجیہ اور ذہنیہ میں صرف غیریت وجود عدم کے ساتھ خاص نہیں ہے ہر طفل مکتب جانتا ہے کہ زید و عمر و بکر وغیرہ شجر حجر ارض و سما جس قدر بھی موجود ہیں یہ سب غیر وجود مصدری ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ عین وجود مصدری ہوں یا عین مابہ الموجودیۃ اور اس کا بطلان ظاہر ہے کیونکہ وجود مصدری انتزاعی غیر موجود خارجی و غیر مشاہد ہے اور یہ اشیاء تمام کی تمام محسوس اور موجود ہیں۔

(۴) زید کا یہ کہنا کہ غیر واجب نہیں۔ مگر عدم محض، باطل ہے۔ کیونکہ دلیل کے جب دونوں مقدمہ باطل ہو گئے تو نتیجہ کا باطل ہونا لازمی اور ضروری ہے۔

(۵) دلیل عقلی کا یہ مقدمہ (عدم موجود نہیں ہو سکتا) کلی باطل ہے کیونکہ عدم موجودات ذہنیہ سے ہے اور حصر وجود اس کو

عارض ہے۔ جیساکہ حواشی میر زاہد میں جو شرح مواقف وغیرہ پر ہیں یہ تفصیل مذکور ہے اور عدم موجود نہ ہو تو معدوم ہوگا اور جب عدم معدوم ہوگیا تو وجود ثابت ہوگیا۔ کیونکہ عدم کا عدم نام ہے وجود کا۔

خلاصۂ کلام یہ نکلتا ہے کہ دلیل عقلی کا ہر ایک مقدمہ سراسر غلط ہے اور لغو ہے۔ بڑی کتابوں کو چھوڑیئے۔ اگر مروجہ چھوٹی کتابوں کا مطالعہ کر لیا جائے تو بھی ان مقدموں کے بطلان میں کوئی شک وشبہ نہ رہے گا۔

(۶) دلیل نقلی کا یہ مقدمہ (ہر موجود اللہ کا مصداق ہے۔ اس واسطے کہ اللہ کہتے ہیں معبود کو اور معبود اس کو کہتے ہیں جس کی کوئی عبادت کرے) سراسر غلط ہے کیونکہ الٰہ مستحق عبادت کا نام ہے نہ ہر ایسی چیز کا جس کی عبادت کی جانے لگے۔ خواہ حماقت اور جہالت ہی سے کیوں نہ ہو۔ لغت سے یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ لہٰذا موجودات میں الٰہ کا مصداق وہی ہوگا جو مستحق عبادت ہو نہ ہر وہ شے جس کی عبادت کی جانے لگے۔

(۷) یہ کہنا کہ عبادت نام ہے تابعداری کا خود اپنے بارہ میں علوم شرعیہ اور علوم لغویہ سے جہالت کا اقرار کرنا ہے۔ مطلق تابعداری کو عبادت نہیں کہتے بلکہ پرستش اور غایت خضوع کا نام عبادت ہے۔ ہر کس وناکس جانتا ہے کہ تابعداری اور پرستش میں کس قدر فرق ہے۔ البتہ بعض اوقات غیر پرستش پر عبودیت کا اطلاق مبالغۃً کردیا جاتا ہے

خلاصہ کلام یہ کہ اس دلیل نقلی کا ہر ایک مقدمہ شریعت اور لغت اور عرف عام کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ جب دونوں دلیلیں قابل استدلال وحجت نہ رہیں تو دعویٰ کیسے ثابت ہوگا۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

بلا تحقیق کسی مفتی پر لعن طعن کرنا

سوال (۱۴۴) زید نے کسی مفتی کا فتویٰ اپنی آنکھ سے دیکھا اور نہ سنا اور بغیر تحقیق کے الزام لگادیا کہ فلاں مفتی نے مسلمان عورت کے جھوٹے پانی پینے کو ناجائز اور مکروہ لکھا ہے اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ مفتی پر لعن وطعن کرتا ہے اور اس کو وہابی اور بے ایمان کہتا ہے ایسے شخص کا کیا حکم ہے

جواب :۔ زید اس حالت میں گنہگار ہوگا۔ توبہ کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ بغیر تحقیق واطلاع احوال کے الزام واتہام لگانا گناہ کبیرہ ہے۔ چہ جائیکہ کسی عالم اور مفتی پر اتہام لگائے۔ تمام آیات قرآنیہ اور احادیث میں اس کی ممانعت مذکور ہے

واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

ہر نماز کے بعد ذکر جہری کرنا

سوال (۱۴۵) آجکل ہر نماز کے بعد لوگ بآواز بلند تین چار مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے سر بھی دھنتے ہیں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا ان کے بعد امام اعظم اور ان کے شاگردوں کے دور میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں اور اگر کسی سے منقول ہے تو اس طریقہ کو رواج

دینا ہمارے لئے کیسا ہے اور اگر منقول نہیں تو اس طریقہ مروجہ کا کیا حکم ہوگا۔ اور لوگوں کو اس سے منع کرنا ضروری ہے یا خاموشی اختیار کی جائے۔ اور ہمارے حنفی مذہب میں اس ذکر کے علاوہ جو ذکر ثابت ہے اس کو بآواز بلند پڑھنا افضل ہے یا آہستہ۔

جواب:۔ اس قسم کا ذکر آنحضرت صلی علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ وغیرہم کسی سے بھی منقول نہیں اور علماء حنفیہ وغیرحنفیہ کی تصریح ہے کہ نماز کے بعد آہستہ ذکر کرنا مستحب ہے۔ البتہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض صحابہ نماز کے بعد جہر کے ساتھ تکبیر کہتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابن عباس سے روایت ہے فرماتے ہیں

کنت اعرف انقضاء صلوٰة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتکبیر انتہی

فتح الباری میں ہے۔ الظاہر انہ لم یکن یحضر الجماعة لانہ کان صغیرا لا یواظب علی ذلک فکان یعرف انقضاء الصلوٰة بما ذکر وقال غیرہ یحتمل ان یکون حاضرا فی اٰخر الصفوف فکان لا یعرف انقضاءھا بالتسلیم وانما کان یعرفہا بالتکبیر انتہی۔

لیکن شراح حدیث نے اس ذکر جہری کو حالت جہاد وغیرہ پر محمول کیا اور آہستہ پڑھنے کو بمقابلہ جہر کے افضل قرار دیا اور بعض دوسرے حضرات نے بعض اوقات پر محمول کیا اور التزام سے منع کیا ابن الحاج المالکی کی کتاب المدخل میں ہے اما ما رواہ ابن الزبیر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلاتہ یقول بصوتہ الاعلیٰ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر لا حول ولا قوة الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمة ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن الجمیل لا الٰہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون وما روی البخاری عن بن عباس ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فالجواب من وجہین احدھما ما ذکرہ الامام الشافعی فی الامام حیث قال واختار الامام والماموم ان یذکران اللہ بعد الانصراف من الصلوٰة ویخفیان الذکر الا ان یکون اماما یجب ان یتعلم منہ فیجہر حتیٰ یری انہ قد تعلم منہ ثم یسر فان اللہ یقول ولا تجہر بصلوٰتک ولا تخافت بہا یعنی بالدعاء لا تجہر ترفع ولا تخافت حتی لا تسمع نفسک واحب ما روی ابن الزبیر من تہلیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما روی ابن عباس من تکبیرہ کما رویناہ انما جہر قلیلا لیتعلم الناس منہ وذلک لان عامة الروایات التی کتبناھا لیس یذکر فیہا بعد التسلیم ولا تکبیر انتہی کلامہ بلفظہ فہذا الامام الشافعی حمل ذلک علی سبیل التعلیم فان حصل التعلیم امسک وہذا بخلاف ما یعہد الیوم من القراءة والذکر جہرا وجماعة فانہم لا یریدون التعلیم بل الثواب والجواب الثانی ما ذکرہ ابو الحسن ابن بطال فی شرح صحیح البخاری لما ان تکلم علی حدیث بن عباس قال یحتمل ان یکون ارادبہ المجاھدین فان کان کذلک فہو الی الآن وعلیہ العمل وھو ان المجاھدین اذا صلوا الخمس فیستحب لہم ان یکبروا

جهراً یرفعون اصواتهم لیرهبوا العدو فان لم یحمل علی ذلک فیکون منسوخاً بالاجماع لا یعلم احد من العلماء یقول به انتهی

اسی کتاب مدخل میں دوسری جگہ ہے ۔ ولیحذروا جمیعا من الجهر بالذکر والدعاء عند الفراغ من الصلوٰة ان کان فی جماعة فان ذلک من البدعة انتهی

اور علامہ شیخ الاسلام بدرالدین عینی حنفی نہایہ شرح ہدایہ میں تحریر فرماتے ہیں :- قال ابو بکر الرازی قال مشائخنا التکبیر جهراً فی غیر ایام التشریق الاضحیٰ لا یسن الا بازاء العدو واللصوص وقیل وکذا فی الحریق والمخاوف کلها انتهی

اور نصاب الاحتساب میں ہے اذا کبروا علی اثر الصلوٰة جهراً یکره وانه بدعة یعنی سوی ایام النحر والتشریق انتهی ۔ اس قسم کی بہت عبارتیں ہیں کہ جن سے چند مخصوص مواقع کے علاوہ ذکرِ جہری کی کراہت ثابت ہوتی ہے جس کی تفصیل میرے رسالہ سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر میں ہے ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ذکر جہری ایام تشریق کے علاوہ اگر اتفاقاً کبھی ہوجائے تو حرج نہیں بشرطیکہ جہر بہت زائد نہ ہو اور اگر اس جہر سے مقصود تعلیم ہو تو بھی جائز ہے لیکن بغیر ان اغراض مذکورہ کے اس کا التزام و اہتمام کرنا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے ۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے طریقہ کے خلاف ہے ۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

وجودیہ اور شہودیہ کا مصداق

سوال (۱۴۶) ایک شاعر نے اپنے شعر میں فرقہ وجودیہ اور شہودیہ کی برائی بیان کی ۔ اس پر ایک مفتی نے کفر کا فتوی لگا دیا اور کہا کہ وجودیہ اور شہودیہ یا تو انبیا علیہم السلام ہوتے ہیں اور یا اولیاء اور کوئی بھی عارف باللہ ان دو فرقوں سے علیحدہ نہیں ہوتا ۔ لیکن دوسرے مفتی نے پہلے مفتی کے فتوی کو غلط بتا کر دوسرا فتوی دیا اور کہا کہ وجودیہ اور شہودیہ تو اہل بدعت کے فرقوں کا نام ہے ۔ انبیاً و اولیاء سے اس کا کوئی تعلق نہیں ——— اس مسئلہ کی اصل تحقیق کیا ہے ۔

جواب :- امت محمدیہ کے اکابر کی دو جماعتیں ہیں بعض تو توحید وجودی کے قائل ہیں ۔ انہیں شیخ محب اللہ الہ آبادی ہیں اور انہوں نے اسی سلسلہ میں ایک رسالہ تسویہ بھی لکھا ہے ۔ اور ملا محمود جونپوری نے اس کے رد میں ایک رسالہ حرز الایمان لکھا جس میں بہت تحقیقات عجیبہ ہیں ۔ اور اسی جماعت میں سے مولانا عبدالرحمن لکھنوی بھی ہیں ۔ جنہوں نے رسالہ کلمۃ الحق لکھ کر اپنے خیال کے مطابق توحید وجودی کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کیا ہے ۔ اور اس کے شارح نے جا بجا ان کے اقوال کو مخدوش بتایا ۔ اور اسی جماعت کے ایک فرد سید الطائفہ محی الدین ابن عربی بھی ہیں جو مؤلف ہیں فتوحات اور فصوص کے

اور بعض دوسرے لوگوں نے توحید شہودی کے قائل ہو کر اکابرین کے اقوال کو صحیح محمل پر محمول کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی ح اپنی مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں:۔

آنچہ لابدست توحید شہودی ست، کہ فنا بآں مربوط است و بعقل و شرح مخالف ندارد بخلاف توحید وجودی و اقوال مشائخ را بتوحید شہودی باید فرود آورد انتہی

اور اس بحث کی پوری تحقیق مکتوبات اور رسالہ تشحید فی مبانی کلمۃ التوحید میں موجود ہے۔ پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ وجودیہ اور شہودیہ اہل بدعت سے ہیں اس کا قول قابلِ اعتبار نہیں۔ اور یہ کہنا محض اولیا کے احوال اور توحید وجودی و شہودی کے معنے سے ناواقفیت کیوجہ سے ہے اور ان دونوں فرقوں کی مذمت کرنے والا شاعر خود قابلِ ملامت ہے۔

واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

کسی صحابی کو سابقہ کفر کے ساتھ یاد کرنا

سوال (۱۴۷) اگر کوئی شخص کسی صحابی کو جو قبل اسلام نصرانی تھے مگر ان کا اسلام اور صحبت رسول متواتر سے ثابت ہے نصرانیت کے ساتھ طعنہ دیتا ہے اور عار دلاتا ہے اور ان کو نصرانی کے لفظ سے یاد کرتا اور ان کی روایات کے لیے کہتا ہے کہ عدی نصرانی کی روایت ان کے لئے مخصوص تھی۔ ان کو دوسرے مومنین پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ اور عدی بن حاتم نصرانی کی خبر احاد قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔ انتہی کلامہ اور یہ شخص جابجا نصرانی اور عدی نصرانی لکھتا اور اس کی اشاعت کرتا ہے۔ تو کیا شخص مذکور کا تعلل شرعاً قابل قبول ہے یا نہیں اور یہ شخص مومن کامل ہے یا فاسق۔

جواب:۔ ایسا شخص فاسق اور واجب التعزیر ہے۔ کسی شخص کے مسلمان ہو جانے کے بعد کفر سابق سے اس کو یاد کرنا اور اس قسم کے الفاظ استعمال کرنا حرام ہے۔ لقولہ تعالیٰ:۔

ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک ھم الظالمون	اور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے برا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف۔

چہ جائیکہ جلیل القدر صحابی کے بارہ میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا کہ تمام ائمہ نے ان کی روایت کا بالاتفاق اعتبار کر کے دیگر حضرات صحابہ کے ساتھ ان کو شمار کیا ہے۔ واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

تارک صوم وصلوٰۃ کے ہاتھ پر بیعت کرنا

سوال (۱۴۸) اگر کوئی شخص فرائض ونوافل نمازوں میں سے کوئی بھی نماز ظاہراً ادا نہیں کرتا، اور محرمات شرعیہ رقص طوائف۔ گانے باجے اور دوسرے لہو ولعب میں مشغول رہتا ہے۔ اور اجنبی

عورتوں کے ہمراہ خلوت کرتا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اکثر لوگ اس کو ولی کامل اور غوث وقت سمجھتے ہیں اور ہزاروں آدمی مرید بھی ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ تصوف کی تمام شرائط مفقود ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب کو نماز ظاہری کی حاجت نہیں وہ تو باطنی نماز پڑھتے ہیں۔ اور اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت ان کے لئے مضر نہیں۔ تو کیا ایسا شخص شرعاً ولی کامل اور غوث وقت ہو سکتا ہے اور اس کا مرید ہونا صحیح ہے یا نہیں۔

جواب:۔ دینی اور دنیوی تمام کمالات صرف شریعت محمدی کے اتباع میں منحصر ہیں۔ اور جو شخص شریعت کے جادۂ مستقیم سے منحرف ہوگا وہ نہ ولی ہو سکتا ہے اور نہ غوث وقت۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم تو اہل باطن ہیں۔ اور عبادت ظاہر کی ہم کو ضرورت نہیں وہ زندیق ہے اور ایسے شخص کے بارہ میں ولی کامل ہونے کا اعتقاد رکھنا اور تمام شرائط کے معدوم ہونے کے باوجود اس کا مرید ہونا کسی طرح درست نہیں۔

علامہ محمد برکلی رومی طریقہ محمدیہ میں لکھتے ہیں:۔ ما یدعیہ بعض المتصوفۃ فی زماننا اذا انکر علیہم بعض امورھم المخالف للشرع ان حرمۃ ذلک فی العلم الظاہر وانا من اصحاب العلم الباطن وانہ حلال فیہ وانکم تاخذون من الکتاب وانا ناخذ من صاحبہ یعنی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کلہ الحاد واضلال اذ فیہ اذدراء بالشریعۃ المحمدیۃ فالواجب علی کل من سمع ھذا المقال الانکار علی قائلہ والجزم ببطلان مقالہ بلا شک ولا تردد ولا توقف والا فہو من جملتہم ویحکم بالزندقۃ علیہم وقد قال سید الطائفۃ الصوفیۃ جنید البغدادی الطرق کلہا مسدودۃ الا علی من اقتفی اثر الرسول وقال ابو یزید البسطامی لبعض اصحابہ قم بنا حتی ننظر الی ھذا الرجل الذی قد شہر نفسہ بالولایۃ وکان رجلا مشہورًا بالزھد فمضینا الیہ فلما خرج رمی بزاقہ الی جہۃ القبلۃ فانصرف ابو یزید ولم یسلم علیہ و قال ھذا الرجل غیر مامون علی ادب من آداب رسول اللہ فکیف یکون ماموناً علی ما یدعیہ من الکرامات و قال لو نظرتم الی رجل اعطی من الکرامات حتی یطیر فی الھواء فلا تغتروا بہ حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنہی وحفظ الحدود وانظر ایہا العاقل المطالب للحق ان ھؤلاء عظماء المشائخ وعلماء الطریقۃ وکبراء ارباب السلوک والحقیقۃ کلہم یعظمون الشریعۃ الشریفۃ ویبنون علومہم الباطنۃ علی السیرۃ الاحمدیۃ والملۃ الحنفیۃ فلا یغرنک ظلمات الجہال المتنسکین وشکلہم الفاسدین المفسدین الضالین المضلین بعد ان کانوا زائغین عن الشرع القویم ومائلین عن الصراط المستقیم خارجین عن مناہج علماء الشریعۃ قالوا ویل کل الویل لہم ولمن تبعہم وحسن امرہم فہم قطاع طریق اللہ سبحانہ وتعالیٰ عن العابدین یلبسون الحق بالباطل ویکتمون الحق وھم یعلمون انتہی

اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ جو شخص بھی جادۂ شرع پر مستقیم نہیں وہ قابل بیعت اور قابل اعتقاد نہیں بلکہ خود گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔ واللہ اعلم

ابو الحسنات محمد عبدالحی

تسبیح پڑھنا

سوال (۱۴۹) اگر کوئی شخص ہمیشہ سبحان اللہ۔ الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور استغفار، درود وغیرہ تسبیح کے دانوں پر پڑھتا ہے۔ یا کوئی شخص نوافل کی پابندی کرتا ہے مثلاً سنت عصر اور صلوٰۃ الاوابین اور سنت عشا وغیرہ۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ سب بدعت ہے اور ان کا کرنے والا مبتدع تو کیا ایسے شخص سے الجہاد مع المبتدع افضل من جہاد الکفار کے ماتحت قتال کرنا لازم ہے یا نہیں۔ اور اسی طرح فرض نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے سے بھی منع کرتا ہے اور بدعت کہتا ہے۔ اس شخص کا قول کہاں تک صحیح ہے؟

جواب:۔ تسبیح پر وظیفہ پڑھنا فی نفسہ جائز ہے بشرطیکہ ریاء سے خالی ہو اور مروجہ تسبیح کا ثبوت آنحضرت کے زمانہ میں نہ تھا البتہ صحابہ کرام کے زمانہ سے ملتا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے بعض رسالوں میں اس کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا اس کو بدعت کہنا صحیح نہیں اور صلوٰۃ الاوابین وغیرہ نوافل کے بارہ میں تو خود شریعت میں ترغیب موجود ہے۔ ہر شخص کو اپنے اوقات ایسی عبادت میں صرف کرنے چاہئیں اور علماء سلف نے مجلس مولود شریف کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔ پس ایسی مجالس میں شرکت کرنا بشرطیکہ اس میں کوئی مانع شرعی قیام وغیرہ نہ ہو امر مستحسن ہے۔ اکابر محدثین اور فقہا نے اس کو امر مستحسن سمجھا اور دعا کے لئے رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ اور شرح حصن حصین میں اس کی پوری تحقیق فرمائی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اگر ایسے کاموں کے کرنے والے کی نیت میں اخلاص ہو تو اس کو ثواب ملیگا۔ واللہ اعلم

ابو الحسنات محمد عبدالحی

بیعت ثانیہ کا حکم

سوال (۱۵۰) زید نے بالغ ہونے سے پہلے اپنے دوستوں کے کہنے کی وجہ سے کسی سے بیعت کر لی بالغ ہونے اور مرشد سے ملاقات کے بعد مرشد کی بہت سی باتیں خلاف شرع معلوم ہوئیں نیز کوئی فائدہ بھی محسوس نہیں ہوا اور اب اس کو اعتقاد نہ رہا تو ایسی صورت میں کسی دوسرے بزرگ سے بیعت کر سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: صورت مذکورہ میں بیعت ثانیہ جائز ہے۔ اور بیعت اولی اس کے لئے مانع نہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث قول جمیل میں تحریر فرماتے ہیں ان تکرار البیعۃ من رسول اللہ علیہ وسلم ماثور ولکن لک عن الصوفیۃ اما من الشخصین فان کان لظہور خلل فی من بایعہ فلا باس وکذلک بعد موتہ او غیبتہ المنقطعۃ واما بلا عذر فانہ یشبہ المتلاعب ویذہب بالبرکۃ ویصرف قلب الشیوخ عن تعھدہ۔ واللہ اعلم

ابو الحسنات محمد عبدالحی

بارہ اماموں کا ثبوت قرآن وحدیث سے

سوال (۱۵۱) ایک شخص مذہب اثنا عشری کا متبع امامت کے بارہ میں بحث کرتا ہے کہ بارہ امام کی قید کلام مجید اور حدیث نبوی سے ثابت ہے اور اہل سنت والجماعت کا مذہب قرآن وحدیث کے مخالف ہے سائل یہ معلوم کرتا ہے کہ کیا اہل سنت والجماعت کے مذہب میں بارہ امام کی قید ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس وجہ سے بارہ کی تخصیص کیگئی دوسری اولاد کس وجہ سے امام قرار نہیں دی گئی اور جو سورۂ مائدہ کے دوسرے رکوع میں آیت ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل و بعثنا منہم اثنی عشر نقیباً الآیہ (اور لے چکا ہے اللہ عہد بنی اسرائیل سے اور مقرر کئے ہم نے ان میں بارہ سردار) اور اس کے فائدہ میں لکھا ہے کہ یہ عہد حضرت موسیٰؑ کی آخر عمر میں بنی اسرائیل سے لئے گئے اور یہ سورت حضرت کی آخر عمر میں نازل ہوئی اور ہم کو شاید اس واسطے سنایا کہ ہم کو بھی یہی امید ہے ایک عہد اس امت سے لینا کہ رسول جو بعد ہو ان کی مدد کرو۔ اس کے بدل معنی یہ ہیں کہ خلفاء کی اطاعت کرو یہ مذکورہ بارہ سرداروں کا بیان فرمایا ہے۔ اسی اشارہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میری امت میں بارہ خلیفہ ہوں گے قوم قریش سے اور فرمایا جو خرابی ہوئی پہلی امتوں میں تو ہو گی یہاں سے جیسا کہ وہ خراب ہوئے پیغمبروں کی مخالفت سے یہ امت خراب ہوگی خلیفہ کے خلاف خروج کر کے پس یہ بارہ خلیفہ کون ہیں اور ان کے نام کیا ہیں۔ اور کوئی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اہل قریش کے بارہ اماموں کی قید کے ساتھ موجود ہے یا نہیں، اگر موجود ہے تو جواب کے ساتھ وہ حدیث بھی تحریر فرمائیں۔

جواب:۔ بارہ اماموں کے بارہ میں شیعہ حضرات کے جو اقوال ہیں ان کا پتہ کہیں قرآن وحدیث میں نہیں۔ البتہ احادیث سے اتنا ضرور ثابت ہے کہ اس امت میں بارہ خلیفہ ہوں گے کہ ان کی خلافت پر اکثر لوگ اتفاق کریں گے اور وہ اہل قریش میں سے اشاعت دین و ہدایت میں سرگرم ہوں گے اور ان کی تخصیص نبی کے اہل بیت کے ساتھ نہیں ہے کہ اس سے خواہ مخواہ دوازدہ امام مراد لئے جائیں بلکہ بعض روایات میں اس طرح آیا ہے کہ بارہ خلیفہ میری امت میں ہوں گے جن میں سے دو میرے اہل بیت ہوں گے اور علماء نے ان خلفا کی تعیین کی ہے۔ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں

قد وجد من اثنا عشر خلیفۃ الخلفاء الاربعۃ والحسن ومعاویۃ وعبداللہ بن الزبیر وعمر بن عبدالعزیز ھولاء ثمانیۃ ویحتمل ان یضم الیھم المھدی من العباسیین لانہ فیھم کعمر بن عبدالعزیز فی بنی امیۃ وکذلک الظاھر بما اتاہ من العدل ویبقی اثنان احدھما المھدی لانہ من اھل بیت محمد

اس قول کے مطابق بارہ خلفا میں سے دس متعین ہو گئے۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ حسنؓ۔ معاویہ۔ عبداللہؓ بن الزبیر۔ عمر بن عبدالعزیزؒ۔ مہدیؒ۔ طاہرؒ اور بارھویں امام مہدی آخر الزماں ہوں۔ اور بعضوں نے انہی خلفا میں معاویہ بن یزید

بن معاویہ کو بھی شمار کیا ہے پس اس کے مطابق گیارہ متعین ہو گئے۔ اور بارھویں یعنی مہدی کا انتظار ہے۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

خلافت اور سجادہ نشینی

سوال (۱۵۲) شاہ محمد یوسف صاحب کا انتقال ہو جانے کے بعد ان کے بھائی اور خلیفہ شاہ محمد عاشق صاحب باتفاق قوم سجادہ نشین ہو گئے اور ان کے انتقال کے بعد باتفاق جمیع خاندان شاہ محمد اسمٰعیل صاحب سجادہ مقرر کئے گئے جو شاہ محمد یوسف صاحب کے خلیفہ اور شاہ کریم الدین صاحب کے نواسے ہیں۔ جو شاہ محمد یوسف صاحب کے جد اعلیٰ کے پوتے ہیں اور شاہ محمد یوسف صاحب کی لڑکی مسماۃ خدیجہ بی بی ان سے منسوب ہیں۔ اور شاہ محمد یوسف صاحب نے خرقہ خلافت بھی ان کو دیا ہے اور اسی وقت سے آجتک چھ سال کے عرصہ میں کسی شخص نے کوئی تعرض نہیں کیا اور ان سے تعلیم وارشاد کا سلسلہ بھی اچھی طرح جاری ہے اور تمام عوام وخواص خصوصاً امراء ورؤسا۔ ان کے معتقد اور ان کے حالات سے مطمئن اور خوش ہیں۔ اب شاہ محمد محسن صاحب جو شاہ غلام جیلانی صاحب کے لڑکے ہیں، اور یہ شاہ غلام جیلانی شاہ محمد یوسف صاحب کے جد اعلیٰ شاہ غلام اعلیٰ کے پوتے ہیں دعوی کرتے ہیں کہ شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شاہ غلام عالم کی اولاد دختری ہیں اور میں اولاد پسری۔ اس لئے شاہ محمد اسمعیل کو سجادہ نشینی کے منصب سے علیحدہ کر کے مجھ کو یہ منصب دیا جائے اور میں سجادہ نشین بنوں تو کیا ان کا یہ دعوی شاہ محمد اسماعیل صاحب کے مقابلہ میں کہ جو شاہ محمد یوسف صاحب کے داماد اور خلیفہ ہیں اور خرقہ بھی ان سے پاچکے ہیں صحیح ہے یا نہیں اور شرعی حیثیت سے سجادہ نشینی میں ان کو کوئی وجہ ترجیح حاصل ہے یا نہیں۔۔

جواب۔ اہل تصوف کے یہاں خلافت وسجادہ نشینی کے تمام احکام خلافت کبریٰ کے احکام سے مستنبط ہیں اور خلافت کبریٰ کے بارہ میں متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ حق کسی کے لئے وراثت کی وجہ سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا مدار خلافت کی قابلیت اور شرائط کے وجود پر ہے اور اس کا تحقق چند طریقوں سے ہو سکتا ہے

(۱) امام سابق خود کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دے۔

(۲) امام سابق انتخاب کا حق کسی جماعت کو دیدے اور وہ مشورہ سے انتخاب کریں۔

(۳) امام کے انتقال کے بعد ارباب حل وعقد جمع ہو کر کسی کو خلیفہ بنالیں۔

اور اگر یہ تینوں صورتیں نہ ہوں بلکہ ایک آدمی خود بخود جبراً وقہراً خلیفہ بن بیٹھے اور لوگ اس کی اطاعت کرلیں بشرطیکہ وہ اس کا اہل بھی ہو تو اس صورت میں خلافت کا تحقق ہو جائے گا۔

نیز یہ مسئلہ بھی علم کلام کا ہے خلیفہ کے متعین ہوجانے کے بعد اس کا معزول کرنا بھی جائز نہیں مگر یہ کہ وہ امور خلافت کا انتظام ہی نہ کرسکے تو جائز ہوگا۔ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں تحریر کرتے ہیں:۔

وینعقد الامامۃ بطرق احدھا بیعۃ اھل الحل والعقد من العلماء والرؤساء والثانی استخلاف الامام و عھدہ وجعلہ الامر شوریٰ بینھم بمنزلۃ الاستخلاف الا ان المستخلف غیر متعین فیتشاورون ویتفقون علی احدھم والثالث القھر والاستیلاء فاذا مات الامام وتصدی للامام من یتجمع شرائطھا من غیر بیعۃ واستخلاف وقھر الناس بشوکتہ انعقد الخلافۃ لہ ولایجوز خلع الامام بلا سبب ولو خلعوالم ینفذ وان عزل نفسہ فان کان لعجزہ عن القیام بالامر انعزل والا فلا انتھی

اس تفصیل کے معلوم ہوجانے کے بعد سوال مذکورہ میں جب کہ شاہ محمد سمٰعیل کو جملہ اہل خاندان نے خلیفہ بنادیا اور خود شاہ محمد یوسف صاحب نے خرقۂ خلافت بھی دیا۔ نیز خلافت سے متعلقہ امور کے انتظام میں بھی کوئی نقصان نہیں پایا گیا تو ان کی خلافت صحیح ہے اور مدعی کا دعویٰ باوجودیکہ وہ شاہ محمد یوسف کے جد اعلیٰ کی اولاد پسری سے ہے صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ خلافت کا معاملہ ہے وراثت نہیں ہے کہ تعلق پسری کو تعلق دختری پر ترجیح دیجائے اور تحقق خلافت کے جو طریقے ذکر کئے ہیں انہیں میں سے کسی ایک طریقہ سے ان کی خلافت ثابت ہوئی ہے اور کوئی سبب معزول کرنے کا موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ان کی خلافت صحیح اور باقی رہے گی۔ واللہ اعلم۔ ابوالحسنات محمد عبدالحئی

سادات کی نجات

سوال (۱۵۳) قیامت کے دن صحیح النسب سادات کا منتفع بالنسب ہونا ادلۂ شرعیہ سے ثابت ہے یا نہیں اور پہلی صورت میں انتفاع سے کیا مراد ہے آیا مراد یہ ہے کہ وہ لوگ باوجود بے علم وعمل ہونے اور بحالت فسق وفجور بغیر توبہ کے مرجانے کی صورت میں بھی تعلق نبوی کی وجہ سے دخول نار اور مواخذہ اخرویہ سے بالکلیہ محفوظ و مامون ہونگے یا گناہ گار ہونے کی وجہ سے دخول نار کی سزا پانے کے بعد شفاعت رسول کی بنا پر دوسرے عام مسلمانوں کی طرح بہشت میں داخل ہوں گے اور اس صورت میں سادات اور دیگر مومنین میں کیا فرق ہوگا۔ کیونکہ قول نبی شفاعتی لاھل الکبائر من اُمتی کے لحاظ سے تو تمام مومنین وعدۂ شفاعت میں داخل ہیں۔

(۲) کیا سادات میں سے کسی شخص کا غیر ایمان کی حالت میں مرنا ادلۂ شرعیہ ونصوص احادیث کے لحاظ سے محال ہے یا جائز اور اگر جائز ہے تو دلیل کیا ہے۔

(۳) سادات کے علاوہ دوسری اقوام جو شرفا کہلاتی ہیں اور کسی مرد صالح کی طرف منسوب ہیں جیسے شیخ صدیقی وفاروقی وعثمانی وعلوی غیر فاطمی۔ کیا وہ لوگ باوجود علم وعمل کی دولت سے محروم رہنے اور مبتلائے فسق وفجور

ہونے اور بغیر توبہ کے مرجانے کی صورت میں محض ان صلحا کی نسبت کی وجہ سے دخول نار اور جملہ اخروی مواخذوں سے محفوظ رہیں گے یا فسق و فجور کی وجہ سے سزا پائیں گے اور یہ نسبت ان کے کام نہ آئیگی اور ان اقوام مذکورہ کے علاوہ دوسری قومیں جو بظاہر کسی مرد صالح کی طرف منسوب نہیں جیسے افغان اور مغل اور دیگر اقوام جو عرفاً رذیل کہلاتی ہیں ان کے آبائی سلسلہ میں اگر کوئی مرد صالح اور ولی گذرا ہو تو کیا یہ قومیں بھی صدیقی اور عثمانی وغیرہ پر قیاس کر کے بحالت کفر یا باوجود فسق و فجور بغیر توبہ کے مرجانے کی صورت میں محض صالح باپ کی برکت کے مواخذات اخرویہ سے مامون رہیں گے یا نہیں؟

جواب: سادات کا انتساب الی النبی کی وجہ سے بحالت فسق و فجور بغیر توبہ کے مرجانے کی صورت میں دخول نار اور عذاب سے محفوظ رہنا آثار و اخبار سے ثابت نہیں ہے بلکہ آثار سے تو اس کے برخلاف ثابت ہے نور الدین سمہودی جواہر العقدین فی فضل الشرفین ذکر ما ینبغی لاہل البیت میں لکھتے ہیں:۔

الثالث اجتناب کل قبیح شرعا فان القبیح من اہل ھذا البیت اقبح منہ من غیرھم ولھذا قال العباس لابنہ عبد اللہ کما فی تاریخ دمشق یا بنی ان الکذب لیس باحد من ھذہ الامۃ اقبح منہ بی و بک وباھل بیتک یا بنی لا یکون شی مما خلق احب الیک من طاعتہ ولا اکرہ الیک من معصیتہ فان اللہ ینفعک بذالک فی الدنیا والآخرۃ قلت اجماع ذالک کلہ ما جاء انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصی باھل بیتہ بتقوی اللہ ولزوم طاعتہ کما سبق فی الذکر الرابع وسبق فی اواخر التنبیہ الاول من الذکر السادس قول الحسن بن المثنی وانی اخاف ان یضاعف العاصی منا العذاب ضعفین واللہ انی لارجو ان یوتی المحسن منا اجرہ مرتین انتہی

اور قرآن کی یہ آیت یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین وکان ذلک علی اللہ یسیرا ومن یقنت منکن للہ ورسولہ وتعمل صالحا نوتھا اجرھا مرتین واعتدنا لھا رزقا کریما۔ اس امر پر شاہد عدل ہے کہ کسی مرد صالح سے انتساب تعلق اعمال صالحہ کے اجر اور اعمال سیئہ کے عذاب کے دوچند ہونے کا سبب ہوتا ہے نہ یہ کہ اعمال سئیہ کی سزا ہی نہ ملے۔ اور محض تعلق کی وجہ سے بھی اعمال سئیہ سبب نجات ہوجائیں اسی وجہ سے حق تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو خبردار کر دیا کہ ارتکاب فحش کی صورت میں تم پر دوچند عذاب ہوگا اگر محض تعلق نبی کافی ہوتا تو یہ حکم نہ دیا جاتا۔

اور نبی یا غیر نبی مثلاً صدیق و عمر یا کسی رجل صالح کی طرف انتساب کی وجہ سے یوم قیامت میں منتفع ہونا اس اعتبار سے کہ ان حضرات کے تعلق کی وجہ سے اعمال صالحہ پر اصل اجر سے مزید اجر ملے گا۔ یہ صحیح ہے۔ یا یہ مراد لینا کہ وہ رجل صالح بہ نسبت دوسرے عوام کے اس منسوب شخص کی طرف زیادہ توجہ اور خصوصی سفارش کریں گے یہ بھی صحیح ہے لیکن یہ مراد لینا کہ شخص منسوب محض اس نسبت کی وجہ سے باوجود اعمال سیئہ اور قبیحہ کے اللہ کے نزدیک مغفور ہو معزز و مکرم

ہوگا اور عذاب سے بالکلیہ نجات پا جائے گا سراسر غلط ہے آیت قرآنی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اس کے غلط ہونے پر شاہد عدل ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

فان قیل هذا مبنی علی عدم اعتبار النسب ولیس کذلک فان للنسب اعتبارا عرفا وشرعا حتی لا یجوز تزویج الشریفة بالنبطی قلنا اذا جاء الامر العظیم لا یبقی الامر الحقیر معتبرا وذلک فی الحس والشرع والعرف اما الحس فلان الکواکب لا تری عند طلوع الشمس ولجناح الذباب دوی ولا یسمع عند ما یکون رعد قوی واما العرف فلان من جاء مع الملک ما یبقی له اعتبار ولا التفات اذا عرفت هذا ففی الشرع کذلک اذا جاء الشرف الدینی الالٰہی لا یبقی لما هناک اعتبار للنسب ولا للنسب الا تری ان الکافر وان کان من اعلی الناس نسبا والمومن وان کان دونهم نسبا لا یقاس احدهما بالآخر ولهذا یصلح للمناصب الدینیة کالقضاء والشهادة کل شریف ووضیع اذا کان دینا صالحا عالما ولا یصلح لشیء منها فاسق وان کان قرشی النسب وفاروقی النسب ولکن اذا اجتمع فی اثنین الدین المتین واحدهما نسیب ترجح بالنسب عند الناس لا عند اللہ ان اللہ یقول وان لیس للانسان الا ما سعی وشرف النسب لیس مکتسبا ولا یحصل بسعی انتہی

اور محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں: انما ینظر للاصل والعنصر عند التحلی بالفضائل والتخلی عن الرذائل انتہی

اور مسند احمد میں ابو بصر سے مروی ہے۔ حدثنی من شهد خطبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمنی وهو علی بعیر یقول یا ایها الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد لا فضل لعربی علی عجمی ولا لاسود علی الاحمر الا بالتقوی خیرکم عند اللہ اتقاکم انتہی

صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بطأ به عمله لم یسرع به نسبه۔

ابن جریر وغیرہ نے روایت کیا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یسألکم عن احسابکم ولا عن انسابکم یوم القیامة الا عن اعمالکم اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

اور امام بخاری کی الادب المفرد میں ابو ہریرہ سے روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اولیائی یوم القیامة المتقون وان کان نسب ابعد من نسب۔

معجم طبرانی میں حدیث معاذ مروی ہے لما بعثه رسول اللہ صلی اللہ الی الیمن خرج معه یوصیه ثم التفت الی المدینة فقال ان هولاء اهل بیتی یزعمون انهم اولی الناس بی ولیس کذلک ان اولیائی المتقون من کانوا وحیث کانوا۔

صحیح بخاری میں عمرو بن العاص سے مروی ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول جھارا غیر سرّ ان آل ابی فلان لیسوالی باولیاء انما ولی اللہ وصالح المومنین یہ الفاظ تو مسلم کے تھے اس میں بخاری نے اضافہ کیا لکن لہم رحم سابلہا ببلالہا۔

اربعین طائی میں فضیل بن مرزوق سے مروی ہے سمعت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب یقول لرجل یغلوا فیہم ویحکم احبونا اللہ فان اطعنا اللہ فاحبونا وان عصینا اللہ فابغضونا فقال الرجل انکم لذو قرابۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واہل بیتہ فقال ویحکم لوکان اللہ نافعا بقرابۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر عمل بطاعتہ لنفع بذلک من ھو اقرب الیہ منا اباہ وامہ انی اخاف ان یضاعف العاصی منا العذاب ضعفین

اس کے علاوہ بھی علامہ سمہودی نے متفرق جگہ آثار واخبار بیان فرمائی ہیں۔ ان سب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض انتساب الی الرسول مغفرت وکرامت کا سبب نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ تقوی نہ ہو۔ جبکہ تعلق نبی کا یہ حال ہے تو غیر نبی کا تعلق کیسے نجات ومغفرت کا سبب بن سکتا ہے۔ ہاں البتہ انتساب الی النبی سے اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولًا اپنی اولاد کے لئے شفاعت فرمائیں گے اور اس وقت زائد توجہ ان کی طرف ہوگی۔ اگرچہ بعد میں سب کے لئے شفاعت ہوگی۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمر کی اس روایت سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من اشفع من امتی اہل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش والانصار ثم من آمن بی واتبعنی من اہل الیمن ثم سائر العرب ثم الاعاجم واول من اشفع لہ اولو الفضل او کما قال۔ ثابت ہے جو روایت طبرانی نے بیان کی جیسا کہ سیوطی بدور السافرۃ فی احوال الآخرۃ میں بیان کرتے ہیں۔ پس یہی فرق ہے سادات اور عام مسلمانوں کے درمیان شفاعت کے لحاظ سے۔ یہ مطلب نہیں کہ سادات کی مطلقاً نجات ہو جائیگی خواہ فاسق وفاجر ہی کیوں نہ ہوں۔ اور ملا علی قاری آیت قرآنی فلا انساب بینہم یومئذ (پس نہ قرابتیں ہوں گی ان میں اس دن) کی تفسیر کرتے ہوئے رسالہ تحقیق الاحتساب فی تدقیق الانتساب میں لکھتے ہیں۔

لم یرد ان الانساب تنقطع بل المراد ان احدا بمجرد النسب لا ینتفع لان مدار الدین یوم الجزاء علی التقوی انتہی

اور بھی لکھتے ہیں ثم اعلم ان مجرد النسب بل ودن کسب الحسب وتعلم العلم والادب غیر معتبر فی المذہب انتہی

اور بھی لکھتے ہیں فالمدار علی العلم والتقوی لا علی مجرد النسب المعتبر فی الدنیا دون العقبی انتہی

اور یوم قیامت میں نسب نبوی کے باقی رہنے کے معنی یہی ہیں جو مفہوم ہے اس حدیث کا کل نسب وسبب منقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی۔ بزار۔ بیہقی۔ طبرانی۔ ابونعیم۔ حاکم سب نے اس کو روایت کیا۔ اور دوسری حدیث ان الانساب تنقطع یوم القیامۃ غیر نسبی وسببی وصہری احمد طبرانی۔ حاکم وغیرہ نے روایت کی۔ چنانچہ اس کی تفسیر دوسری حدیث میں مذکور ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بال اقوام یزعمون ان قرابتی لا تنفع ان کل سبب ونسب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی وسببی وان رحمی موصولۃ فی الدنیا والآخرۃ۔ اخرجہ البزار وغیرہ۔

ایسی ہی دوسری روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بال رجال یزعمون ان رحم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینفع قومہ یوم القیامۃ بلی وان رحمی موصولۃ فی الدنیا والآخرۃ وانی ایہا الناس فرطلکم علی الحوض اخرجہ احمد والبیہقی والحاکم وغیرہم

حاصل کلام یہ کہ قرابت نبوی کو مطلقاً غیر نافع کہنا اور سادات وعامۂ مومنین کو من کل الوجوہ مساوی سمجھنا تفریط ہے اور ایسا نافع سمجھنا کہ باوجود فسق وفجور کے یہ تعلق سبب نجات بن جائے گا افراط ہے وخیر الامور اوساطہا۔ اس تفصیل سے تیسرے اور چوتھے سوال کا جواب بھی معلوم ہوگیا۔ پس جب کہ محض تعلق اور قرابت نبوی جس کا نافع ہونا اخبار سے ثابت ہے وہ نجات کے لئے کافی نہیں بغیر تقویٰ کے البتہ شفاعت محمدیہ کے ازدیاد کا سبب ہوتا ہے تو صدیقی یا علوی وغیرہ ہونا کیسے سبب نجات بن سکتا ہے۔ اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کسی سید کا غیر ایمان کی حالت میں مرنے کا استحالہ عقلاً وشرعاً ثابت نہیں ہے نیز ہر سید کا عذاب جہنم سے مطلقاً نجات پاجانا اور جنت میں ابتداءً داخل ہوجانا بھی نصوص معتبرہ سے ثابت نہیں بلکہ قرآن واحادیث عام مفہوم کے اعتبار سے اس کے خلاف پر دال ہیں۔ باقی اسعاف الراغبین اور جواہر العقدین میں ذکر کردہ احادیث جن کا مفہوم یہ ہے کہ اہل بیت اور سادات کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا نجات فرمائی اور اللہ نے وعدہ فرمایا کہ نار جہنم اولاد فاطمہؓ پر حرام ہے اور اہل بیت پر عذاب نہ ہوگا۔ وہ سب احادیث عام مخصوص البعض ہیں یعنی ان سے صرف صلحا اور متقین مراد ہیں یا حضرت فاطمہ کی صرف اولاد صلبی فقط

کتاب تنزیہ الشریعۃ عن الاخبار الموضوعۃ میں اس حدیث ان فاطمۃ احسنت فرجہا فحرمہا اللہ ذریتہا علی النار کے بعد ابن عراق لکھتے ہیں مما یدل علی ان الحدیث لیس موضوعا جزما عند ابن الجوزی انہ قال ان ثبت الحدیث فہو محمول علی ذریتہا الذین ہم اولادہا خاصۃ فان الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ وعلی ذلک حملہ محمد بن علی بن موسی الرضا فقال ہو خاص للحسن والحسین واللہ اعلم وروی العقیلی عن ابی کریب انہ قال ہذا للحسن والحسین ولمن اطاع اللہ منہم انتہی۔ اور اسی قسم کی بہت سی احادیث صحاح ستہ وغیرہا میں موجود ہیں کہ جن میں خاص خاص عمل صالح کرنے والوں کے لئے وجبت لہ الجنۃ یا حرمت علیہ النار یا فقد دخل الجنۃ یا فقد نجا من العذاب کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ علم حدیث سے شغف رکھنے والے اور مطالعہ کرنے والے حضرات پر مخفی نہیں جن سے لازم آتا ہے کہ ان اعمال صالحہ کے کرنے والے خواہ سینکڑوں گناہ کبیرہ کریں کبھی جہنم میں داخل نہ ہوں گے یا وہ لوگ سوء خاتمہ سے مامون ہوجائیں اور اپنے اعمال صالحہ کی برکت کی وجہ سے یہ سمجھیں کہ ہمارا خاتمہ بالخیر ہی ہوگا ہمکو کوئی خوف نہیں۔ اور باقتضاء حدیث ہماری مغفرت ونجات ضرور ہوگی۔ حاشا وکلا یہ مذہب کسی فقیہ یا محدث اور عالم کا نہیں ہے۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

طریقہ عطاء نبوت

سوال (۱۵۴) اگر ایک نبی کسی شخص کو اپنا خرقہ عطا کرے۔ یا وہ نبی دوسرے شخص سے یہ کہے کہ میں نے تم کو منصب نبوت عطا کیا۔ یا یہ کہے کہ میرے بعد میری نبوت کے حامل تم ہو۔ یا ایک شخص خواب میں کسی کو دیکھے جو ــــــــ اس سے کہہ رہا ہے کہ آج سے تمکو منصب نبوت عطا کیا گیا۔ اور یا کسی شخص کو عطاء منصب نبوت کا القا کیا گیا ہو۔ تو کیا ان صورتوں میں وہ شخص آخر نبی ہو جائے گا۔ اور یہ طریقے منصب نبوت کے عطا کرنے کے کسی زمانہ میں رہے ہیں یا نہیں۔ اگر رہے ہیں تو فبہا ورنہ عطاء منصب نبوت کی تمام شرائط تحریر فرمائیں۔

جواب :۔ مرتبہ نبوت کے حصول کے یہ طریقے نہیں ہیں۔ اور نہ ان طریقوں سے کسی نبی کو نبوت ملی ہے۔ پس ایک ہی طریقہ ہے کہ باری تعالیٰ کی طرف سے کوئی فرشتہ حامل وحی آئے اور نبوت و رسالت کی خبر دے۔ واللہ اعلم

ابو الحسنات محمد عبدالحی

بآواز بلند ذکر کرنا

سوال (۱۵۵) بعض لوگ ہر وقت کھڑے اور بیٹھے انتہائی بلند آواز یا گانے کے انداز میں ذکر اللہ کرتے ہیں اور لفظ اللہ کے ہمزہ و لام کے درمیان مد کا اضافہ کرتے ہیں اور ہ کو مد کے ساتھ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں ہو، ہا، ہی۔ اور حلق سے نکالکر کہتے ہیں حی اور کبھی وجد میں ناچنے اور کودنے لگتے ہیں اور کبھی تالیاں بجاتے ہوئے زمین پر گر پڑتے ہیں اور ایسے اشعار پڑھتے ہیں جو نفس میں ہیجان اور نشاط وغیرہ پیدا کر دیتے ہیں۔ اور ایسے تمام امور کرتے ہیں جو اس زمانہ کے مریدین کیا کرتے ہیں پس ان افعال کا کرنا اور چھوڑنا کیسا ہے اور جواز کی صورت میں سنت ہے یا غیر سنت اور ایسے لوگوں پر انکار کرنا کیسا ہے، اور ان امور کی کتاب و سنت میں کوئی اصل ہے یا نہیں؟

اور مشائخ طریق کو سب و شتم کرنا جائز ہے یا نہیں اور قطب الاقطاب غوث الثقلین سید عبدالقادر محی الدین الجیلانی قدس سرہٗ اور قطب الوقت شیخ ابو الحسن الشاذلی قدس سرہٗ میں کون افضل ہے دوسرے سے

جواب :۔ مندرجہ ذیل امور کے ارتکاب کرنے والوں پر انکار کرنا ضروری ہے

(۱) انتہائی بلند آواز سے ذکر کرنا ممنوع ہے جیساکہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، احمد بن شیبہ نے روایت کیا۔ موسےٰ اشعری سے۔ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزاۃ فجعلنا لا نصعد شرفاً ولا نعلو شرفاً ولا نھبط وادیاً الا رفعنا اصواتنا بالتکبیر فدنا منا وقال ایھا الناس اربعوا علیٰ انفسکم فانکم لا تدعون اصم ولا غائبا انما تدعون سمیعاً بصیرا ان الذی تدعونہ اقرب الیکم من عنق راحلۃ احدکم اور اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ ایک حدیث ذکر

جہر کی بر دلالت کرتی ہے۔ ارشاد ہے اذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون۔ جواب یہ ہے کہ نفس جہر کو ہم بھی جائز کہتے ہیں اختلاف جہر مفرط میں ہے اور حدیث کی مراد یہ ہے اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ لمجنون پس حدیث کی دلالت جہر پر ہے ہی نہیں اور آیات دلالت کرتی ہیں ذکر سری کے مستحب ہونے پر اور یا ایسا درمیانہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ جہر جہر و سر کے درمیان ہو قول باری ہے ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین (پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔ اس کو خوش نہیں آتے حد سے بڑھنے والے)

دوسری جگہ ارشاد باری ہے واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ ودون الجہر من القول بالغدو والآصال ولا تکن من الغافلین (اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو پکار کر بولنے سے کم ہو۔ صبح کے وقت اور شام کے وقت اور مت رہ بے خبر۔

امام رازی قول باری واذکر ربک فی نفسک کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اذکر ربک فی نفسک، اذکر خفیۃ وسرا ومعنی قولہ ودون الجہر، دون الجہر المفرط والمراد منہ ان یقع الذکر بحیث یکون بین المخافتۃ والجہر انتہی

دوسری آیت ہے ولا تجہر بصلاتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلا۔ بیہقی شعب الایمان میں سعد بن مالک سے مرفوعا روایت کرتے ہیں خیر الذکر خفی وخیر الرزق ما یکفی نہایۃ شرح ہدایۃ میں ہے المستحب عندنا فی اذکار الحنفیۃ الا فی ما تعلق باعلانہ مقصود کالاذان والتلبیۃ انتہی

اور بہت سے حنفیہ نے اسکی صراحت کی صاحب ہدایہ بھی فرماتے ہیں ان الجہر بالذکر بدعۃ والاصل فیہ الاخفاء والحاصل ان الجہر وان کان جائزا لکن المفرط منہ منہی عنہ والسر افضل من الجہر الغیر المفرط ایضا کیف الجہر المفرط یستلزم مفاسد منہا ایقاظ النیام ومنہا شغل قلوب المصلین وھو یقضی الی سہوھم ومنہا ترک الخشوع عما ینبغی الی غیر ذلک من المفاسد التی لا تحصی اگر تفصیل دیکھنی ہو تو میرے رسالہ سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر مطالعہ کیجئے۔

(۲) ذکر کے وقت تالیاں بجانا جاہلیت کی عادات سے اس لئے اسلام میں اسکو منع کیا گیا ہے۔ ابن القیم اغاثۃ اللہفان فی مصائد الشیطان میں فرماتے ہیں۔ قال بن عباس کانت قریش یطوفون بالبیت عراۃ ویصفرون ویصفقون وقال مجاھد وکانوا یعترضون النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الطواف ویصفقون فالمصفقون والصفارون فیہم متشبہ من ھولاء فلہم قسط من اللوم بحسب متشبہم قلنا لم یشرع اللہ التصفیق للرجال عند الحاجۃ فی الصلوۃ بل امروا بالعدول الی التسبیح فلیف اذا فعلوہ لا لحاجۃ وتربوا بہ انواعا اذا عاص المعاصی انتہی

اور فقہ اکبر کے شراح نے تصریح کی یان الذکر عند التصفیق حرام یفضی الی السوء وذلک لان التصفیق

امر من قبیل اللهو واللعب ولهذا ابرتکبه الصبیان والنسوان اکثر ولذا کر لیس بمحل اللهو فما معنی اجتماعه معه وامر الثالث الرقص عند الذکر فانه ایضا حرام والربع الغناء والخامس التواجد والوقوع علی الارض فان کل ذلک ان کان باضطرار فهو خارج عن الکلام والا فهو ممنوع انتهی

خطیب بغدادی اور طبرانی حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں، ان رسول الله صلی الله علیه نهی عن الغناء والاستماع الی الغناء

ابن الدنیا اور ابن مردویه ابو امامه سے روایت کرتے ہیں: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما رفع احد صوته بغناء الا بعث الله الیه شیطانین یجلسانه علی منکبیه ویضربان باعقابهما علی صدره حتی یمسک

اور ابن ابی دنیا یزید بن ولید سے روایت کرتے ہیں: قال ایاکم والغناء فانه ینقص الحیا ویزید فی الشهوة وفی کتاب الردع علی اخوان للمناهی والبدع تمسک البطالون من المبتدعة المتیشخین بما غنت الجاریتان فی بیت عائشة مع انها صرحت انهما لم تکون مغنیتین کما روی البخاری قالت دخل ابوبکر وعندی جاریتان تغنیان بما تقالت به الانصار یوم بعاث ولیستا بمغنیتین فقال مزامیر الشیطان فی بیت رسول الله وذلک یوم عید فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم دعهما یا ابابکر ان لکل قوم عیدا ولقد صرح بذلک شارح السنة حیث قال استدل جماعة من الصوفیة بحدیث الباب علی اباحة الغناء وکفی فی رد ذلک تصریح عائشة بقولها ولیستا بمغنیتین فنفت عنهما من طریق المعنی ما اثبت لهما باللفظ لان الغناء یطلق علی رفع الصوت ولا یسمی فاعله الا مغنیا فاذا تقرر هذا ابطل احتجاجهم انتهی

فان قالوا لاثبات تواجدهم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم تواجد ورقص اصحابه کما ذکر المشائخ فی کتبهم قلنا لهم القصة فی ذلک موضوعة مخترعة لا اصل لها صرح به المحدثون قال علی القاری فی تذکرة الموضوعات قال ابن تیمیة ما اشتهر ان ابا محذورة انشد لسعت حیة الهوی کبدی بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم وانه تواجد حتی وقعت البردة عن کتفیه فتقاسمها اصحاب الصفة کذب باتفاق اهل العلم

وقال السیوطی اخرجه الدیلمی عن انس وقال تفرد به ابوبکر عمار بن اسحاق وقال رواه ابو طاهر المقدسی من حدیث صاحب العوارف انه علیه السلام انشد بحضرته الجیتان فتواجد وتواجد اصحابه وقد سقط رداءه من منکبه فلما فرغوا آوی کل احد الی مکانه فقال علیه الصلوة والسلام لیس بکریم من لم یهتز عند السماع ثم قسم الرداء علی من حضر والعمامة تطعه هذا الحدیث موضوع واضعه عمار بن اسحاق فان باقی الاسناد ثقة هکذا قال الذهبی وغیره وهذا الحدیث مما یقطع بکذبه انتهی

حافظ برہان الدین حلبی کی کتاب کشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث میں مذکور ہے: عمار بن اسحاق کانه وضع

هٰذه الخرافة التي فيها السعت حبة الهوىٰ انتهى

اکثر فتاویٰ حنفیہ اور فتاویٰ شافعیہ والے مثلاً صاحب درمنیفہ اور صاحب درمختار اور صاحب بزازیہ تحریر کرتے ہیں ان الرقص والغناء الذی یفعلہ متصوفة اهل زماننا عند الله کرحرام یجب الزجر عنہ وفی نصاب الاحتساب لا یجوز الرقص والسماع ذکرہ فی الذخیرة انہ کبیرة ومن اباحہ من المشائخ فذلک الذین صارت حرکاتہ حرکات الارتعاش وانہ لیس لہ ایضاً فی الشرع رخصة وذکر فی العوارض انہ لا یلیق بمنصب المشائخ الذین یقتدی بہم لانہ یشبہ اللہو ولو قیل هل یجوز السماع لہم فالجواب انہ ان کان سماع قرآن وموعظة یجوز و ان سماع غناء لا یجوز انتہی

یہ بحث بہت طویل ہے۔ اگر مزید تفصیل مطلوب ہو تو ابن القیم کی کتاب اغاثة اللهفان میں دیکھ لیں۔ اور مشائخ طرق کو سب وشتم کرنا حرام ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامات بیان فرمائیں کہ اس امت کے آخری لوگ اولین پر طعن کریں گے۔ ترمذی نے بیان کیا اور اصحاب سنن نے ایک روایت کی ارشاد نبی ہے اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساواتهم۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور ابن حجر مکی نے زواجر میں تصریح کی کہ کسی مردہ کی تحقیر کرنا اور اس کو سب وشتم کرنا ناجائز ہے خواہ وہ بوقت حیات فساق ہی کیوں نہ ہوں جب کہ عوام الناس کے بارہ میں یہ حکم ہے تو مشائخ کے بارہ میں کیا اشکال ہو سکتا ہے۔ رہا قطب جیلانی اور ابو الحسن شاذلی میں فضیلت کا معاملہ تو ہمارے نزدیک ہر ایک کو فضیلت ہے مگر یافعی وغیرہ تصریح کرتے ہیں کہ قطب الاقطاب کی کرامات حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ اور یہ مرتبہ ان کے ماسوا کسی کو حاصل نہیں لہٰذا اس اعتبار سے وہ افضل ہو گئے۔ واللہ اعلم

ابو الحسنات محمد عبدالحی

تصدیق:۔ تمام عبارات مذکورہ صحیح ہیں۔ محمد ابراہیم جامع الرموز میں تحریر فرماتے ہیں وحرم الغناء فهو من انواع اللعب وکبیرة فی جامع الادیان حتی یمنع المشرکون عن ذلک کذا فی الاختیار وغیرہ وفی المضمرات من اباح یکون فاسقا۔

اور امام سرخسی کی سیر کبیر میں ہے۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یکرہ رفع الصوت عند قراءة القرآن والوعظ و ما فعلہ الذین یدعون الوجد والمحبة مکروہ لا اصل لہ فی الدین ویمنع الصوفیة مما یعتادونہ من رفع الصوت فان ذلک مکروہ فی الدین عند قراءة القرآن والوعظ فما ظنک عند سماع الغناء وفی الجواهر ان الغناء والرقص الذی یفعلہ المتصوفة فی زماننا حرام لا یجوز الجلوس والقصد الیہ وهو والغناء سواء ومشائخ من قبلهم فعلوا غیر ما فعلوا۔ وفی العوارف سماع الغناء من الکبائر والذنوب وما ابلحہ الا نفر قلیل من الفقهاء ومن اباحہ لم یام باعلانہ فی المجالس وابتغی الشریعة وقال صلی اللہ علیہ وسلم وکان ابلیس اول من تغنی وما نقل عنہ انہ سمع الشعر لا یدل علی اباحة الغناء وکان النصیرابادی کثیر الولوع بالسماع فعوتب فی ذلک فقال هو خیر من ان تعقد

وفحتاب الناس فقال ابوعمر وغیرہ من اخوانہ ھیہات یا اباالقاسم زلۃ السماع شر من کذا وقال السری شرط التواجد فی زعمہ ان یبلغ الی حد لو ضرب وجہہ بالسیف لا یشعر بہ بموجع وما روی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدیث التواجد فقد تکلم اصحاب الحدیث فی صحتہ وتخالج سری انہ غیر صحیح وفی الحقائق ان مجرد الغناء والاستماع الیہ معصیۃ انتہی

اور مشکوٰۃ المصابیح میں ہے عبداللہ بن مسعود مرفوعاً سباب المسلم فسوق متفق علیہ انتہی

بحرالرائق میں ہے ان العدالۃ تسقط بسب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی النہایۃ انتہی

کتاب نشر المحاسن الغالیۃ میں ہے کہ شیخ عبدالقادر کے مناقب میں مشائخ اکابرین سے طرق کثیرہ کے ساتھ روایت مشہور ہے روی فی کتاب مناقب الشیخ عبدالقادر من طرق کثیرۃ بروایات شہیرۃ عن جماعۃ من المشائخ الاکابر العلماء الافاضل انہ قال فی مجلسہ وھو علی الکرسی یتکلم الناس قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ وکان فی مجلسہ عامۃ مشائخ العراق وروی انہم کانوا نحو خمسین ببغداد خمسین ولم یبق احد من الاولیاء فی ذلک الوقت من جمیع آفاق الارض الا رحلۃ عن رؤیۃ الازل باصبہان فانہ لم یفعل فسلب حالہ انتہی واللہ اعلم

ابوالاحیاء محمد نعیم

کتاب الطہارۃ

حوض دہ دردہ کی پیمائش

سوال (۱۵۶) حوض کے دہ دردہ ہونے میں ذرع کرباس معتبر ہے یا ذراع مساحت؟

جواب:- مفتی بہ قول کے مطابق ذراع کرباس معتبر ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے ذراع مساحت کا بھی اعتبار کیا فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ وعامۃ المشائخ قالوا ان کان عشرا فی عشر فہو کبیر یعتبر فیہ ذراع المساحۃ لا ذراع الکرباس ھو الصحیح لان ذراع المساحۃ بالممسوحات الیق وفی العالمگیریۃ والمعتبر ذراع الکرباس کذا فی الظہیریۃ وعلیہ الفتویٰ کذا فی الہدایۃ۔ انتہی

اور ہدایہ میں ہے قد روا بالمساحۃ عشرا فی عشر بذراع الکرباس توسعۃ للامر علی الناس وعلیہ الفتویٰ

درمختار میں ہے بذراع الکرباس انتہی۔ واللہ اعلم   ابوالحسنات محمد عبدالحی

ذراع کی مقدار

سوال (۱۵۷) ذراع کرباس اور ذراع مساحت میں کیا فرق ہے

التنجس اخذ مشائخ بخارا ذکرہ فی الذخیرۃ ۔ انتہی

اور مجمع البرکات میں ہے ۔ حوض عشر فی عشر قل ماؤہ فوقعت فیہ نجاسۃ ثم دخل الماء حتی امتلأ الحوض ولم یخرج منہ شئ لایجوز التوضی منہ لانہ کلما دخل الماء یتنجس کذا فی کنز العباد انتہی

حوض کے پانی کا بدبودار ہونا

سوال (۱۶۰) اگر دہ دردہ حوض کا پانی بدبودار ہوگیا مگر نجاست کا علم نہیں تو کیا اس سے وضو جائز ہے یا نہیں؟

جواب :۔ اس سے وضو کرنا درست ہے عالمگیریہ میں ہے یجوز التوضی فی الحوض الکبیر المنتن اذا لم یعلم نجاسۃ۔ کذا فی فتاوی قاضی خان

غسل جنابت کے وقت قطرات کا کنویں میں گرنا

سوال (۱۶۱) اگر کوئی جنبی کنویں سے پانی نکال کر اسی جگہ غسل کرتا ہے اور اس کے چند قطرے کنویں میں گر جاتے ہیں تو کیا وہ کنواں پاک رہیگا یا نہیں ۔

جواب :۔ کنویں کا پانی ناپاک نہ ہوگا ۔ شرح المنیۃ میں ذخیرہ کے حوالے سے مذکور ہے جنب نزح من البیر دلوا نصب راسہ ثم استقی دلوا آخر فتقاطر من جسدہ فی البیر لا یتنجس ای علی تقدیر نجاسۃ الماء المستعمل ایضا للضرورۃ لان التحرز عن مثلہ متعذر او متعسر انتہی

کنویں کا تمام پانی نکالنا

سوال (۱۶۲) کنویں کے تمام پانی نکالنے کا کیا مطلب ہے

جواب : کنویں کا اتنا پانی نکالا جائے کہ اب ڈول نصف سے زائد بھر کر نہ آئے ۔ اس وقت میں پاک کہا جائیگا اور تمام پانی نکالنے کا یہی مطلب ہے قنیۃ میں ہے ونزح البیران نیزح حتی لا یمتلئ من دلوھا الا نصفہ فتطہر ۔ انتہی

باب الغسل

بدن پر تیل ملنے کے بعد غسل جنابت کا حکم

سوال (۱۶۳) حضرت علی رض کا فرمان ہے کہ بال بال میں جنابت کا اثر پہنچتا ہے ۔ اس ارشاد کے مطابق ایک جنبی انسان کے لئے غسل کے وقت تمام بالوں کا دھونا اور جڑوں میں پانی کا پہنچا

ضروری ہے لیکن اگر بدن پر تیل ملا ہوا ہو تو کیا بیسن وغیرہ سے اولاً اس کا ازالہ ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:۔ تحت کل شعرۃ جنابۃ یہ حضرت علیؓ کا قول نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا

تحت کل شعرۃ جنابۃ فاغسلوا الشعر وانقوا البشرۃ ۔ البتہ حضرت علی رضؓ نے اس حدیث کو سن کر حلق راس کو عادت بنا لیا اسی کو بیان کرتے ہیں۔ فمن ثم عادیت راسی فمن ثم عادیت راسی فمن ثم عادیت راسی ۔ ابوداؤد

مرد کے لئے ضروری ہے کہ تمام بالوں پر پانی بہائے اور جڑوں تک پہنچائے خواہ کسی حصۂ بدن کے بال ہوں ورنہ غسل جنابت ادا نہ ہوگا۔

رسائل الارکان میں ہے ۔ ویفترض علی الرجل نقض الضفیرۃ ان کان لہ ضفیرۃ وایصال الماء الی البشرۃ تحت الشعر ایضا بحیث لا یبقی شعر لم یمر علیہ الماء وھذا عام فی کل شعر شعر الراس کان اوشعر اللحیۃ او غیرھما ولا یجزی غسل بدون ذلک انتہی

البتہ اگر بدن یا بالوں پر تیل لگا ہوا ہو تو اس کا ازالہ ضروری نہیں اگر اسی تیل لگے ہوئے پر پانی بہا لے تو کافی ہوگا

درمختار میں ہے لا یمنع الطھارۃ دھن ودسومۃ انتہی ملخصًا

شرح وقایہ میں ہے المعتبر فی ھذا الحرج فاذا ادھن نام الماء فلم یصل یجزی انتہی

اور اشباہ میں ہے المشقۃ تجلب التیسیر انتہی۔

ابوالمکارم فرماتے ہیں فسر المشقۃ ۔ بالاحتیاج الی شیئ آخر کالصابون انتہی

دانتوں پر مسی لگانا

سوال (۱۶۴) عام طور سے عورتیں دانتوں پر مسی لگاتی ہیں یہ جائز ہے یا نہیں اور جواز کی صورت میں وضو یا غسل کے وقت دانتوں میں خلال کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں

جواب:۔ مسی لگانا جائز ہے اور بوقت وضو خلال کرنا بھی ضروری نہیں ہے کیونکہ وضو میں کلی فرض نہیں ہے اور بوقت غسل کچھ تفصیل ہے ۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے ولو بقی العجین فی الظفر فاغتسل لا یکفی فی الدرن والطین یکفی لان الماء ینفذ وکذا الصبغ والحناء انتہی اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز پانی کو بدن تک پہنچنے سے مانع ہو تو اس کا ازالہ ضروری ہے ورنہ ضروری نہیں خزانۃ الروایۃ میں بھی مذکور ہے ۔

اور ذخیرہ میں ہے قال الفقیہ ابی اللیث قد قیل فی القروی یکون فی ظفرہ شیئ انہ لا یجوز وضوءہ وغسلہ وفی المدنی لا یجوز لان القروی یکون فی الحفارۃ الطین ولا یمنع وصول الماء فاما المدنی یکون فی الحفارۃ دسومۃ وانہا تمنعہ وصول الماء انتہی

اور تنویر الابصار۔ درمختار۔ ردالمحتار میں ہے ولا یمنع الطہارة ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحته لان الاحتراز عنه غیر ممکن حلیة وحناء ولو جرمه به یفتی صرح به فی المنیة عن الذخیرة فی مسئلة الحناء والطین والدرن معللا بالضرورة قال فی شرحها ولان الماء ینفذ لتخلله وعدم لزوجته وصلابته والمعتبر فی جمیع ذلک نفوذ الماء ووصول الماء ودرنی وو سخ عطف تفسیر وکذا دهن ودسومة وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقا ای قرویا اومدنیا علی الاصح بخلاف نحو عجین ای کعلک وشمع وقشر سمک وخبز ممضوغ متلبد جوهرة لکن فی النهر ولو فی الحفارة طین او عجین فالفتویٰ علی انه مغتفر قرویا کان او مدنیا انتهی نعم ذکر الخلاف فی شرح المنیة فی العجین واستظهر المنع لان فیه لزوجة وصلابة تمنع وصول الماء ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین اسنانه او فی سنه المجوف به یفتی

وقیل ان کان صلبا منع وهو الاصح صرح به فی شرح المنیة وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج انتهی اور مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے ولابد من زوال ما یمنع دخول الماء للجسد کشمع وعجین انتهی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسی اس قدر لگائی کہ دانتوں کے درمیان جم کر رہ گئی اور پانی کا اثر جسم تک نہیں پہنچ سکتا تو اس مسی کو اتارے بغیر غسل صحیح نہ ہوگا۔

احتلام کو بھول جانا۔

سوال (۱۶۵) اگر کسی شخص کو احتلام ہوا مگر وہ بھول گیا اور چند دن بعد یاد آیا تو ان ایام کی ادا کردہ نمازوں کی قضا لازم ہوگی یا نہیں۔

جواب:۔ اگر اس کو یقین ہو جائے کہ فلاں روز احتلام ہوا تھا تو اس روز سے قضا لازمی ہے اور اگر دن کا تعین نہ کر سکے تو یاد آنے سے پہلے جس وقت سو کر اٹھا تھا اس وقت سے قضا لازمی ہوگی اور اسی نیند میں احتلام کا حکم دیا جائیگا۔

بوقت غسل عورت کے لئے بالوں کا کھولنا

سوال (۱۶۶) اگر عورت کے بال بندھے ہوئے ہیں تو غسل کے وقت کیا کرے

جواب:۔ اگر بغیر کھولے ہوئے بالوں کی جڑیں بھیگ جائیں تو بس یہی کافی ہے۔

کھڑے ہو کر غسل کرنا

سوال (۱۶۷) مرد و عورت کے لئے کھڑے ہو کر غسل کرنا سنت ہے یا بیٹھ کر

جواب:۔ معتبر کتابوں میں غسل کی دوسری سنتوں کے ساتھ اس طریقہ کو کسی نے ذکر نہیں کیا کہ ان میں سے کونسا طریقہ سنت ہے اور نہ کسی ایک کے بارے میں ممانعت ہے۔

لہٰذا دونوں طریقے جائز ہیں۔

برہنہ ہوکر غسل کرنا

سوال (۱۶۸) تنہائی میں برہنہ ہوکر غسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- جائز ہے شرح المنیۃ میں ہے کشف العورۃ لا یجوز عند احد فی الصحیح وفی خلوۃ قیل یاثم وقیل لا باس بہ وقیل یجوز ان یتجرد الغسل ویجرد زوجتہ للجماع انتہی۔

باب الاستنجا

پیشاب کے بعد صرف پانی سے استنجاء کرنا

سوال (۱۶۹) پیشاب کرنے کے بعد اگر کسی نے ڈھیلہ استعمال کئے بغیر صرف پانی سے استنجا کرلیا تو کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی۔

جواب:- پیشاب کے بعد ڈھیلہ سے استنجا کرنا نہ فرض ہے اور نہ واجب بلکہ سنت ہے رسائل الارکان میں ہے ولیس ان یستنجی البول والغائط بالحجر انتہی۔ البتہ ڈھیلہ کے استعمال کے بعد پانی سے استنجا کرنا افضل واولی ہے لہٰذا اگر کسی کو محض پانی سے استنجا کرلینے کے بعد اطمینان قلب حاصل ہوجائے تو طہارت حاصل ہوجائے گی فان الماء قالع للنجاسۃ۔ جیسا کہ بحرالرائق میں مذکور ہے۔ لہٰذا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

قضاء حاجت کے بعد صرف پانی سے استنجا کرنا

سوال (۱۷۰) اگر کسی نے پاخانہ سے فارغ ہونے کے بعد ڈھیلوں سے استنجا کئے بغیر صرف پانی پر اکتفا کیا تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب:- اس کی نماز صحیح ہے کفایہ میں ہے ثم الاستنجاء بالاحجار سنۃ موکدۃ عندنا حتی لو ترکہ وصلی بغیر استنجاء اجزاتہ صلاتہ۔ وقال الشافعی بانہا فریضۃ۔ لو ترک بالاحجار وما یقوم لم تجز صلاتہ۔ والمسألۃ فرع لمسألۃ اخری وھو ان النجاسۃ اذا کانت علی قدر الدرھم او اقل ھل تفرض ازالتہا لجواز الصلوۃ او لا فعندنا لا تفرض وعندہ تفرض کما لو کانت ھذہ النجاسۃ علی موضع آخر الا ان فی ھذا الموضع یطھر بالحجر والمدر وفی سائر المواضع لا یطھر الا بالماء انتہی

اور درمختار میں ہے ثم اعلم ان الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیہ فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیہ الاقتصار علی الحجر وتحصل السنۃ بالکل وان تفاوت الفضل کما افادہ فی الامداد وغیرہ۔ انتہی

ڈھیلا استعمال نہ کرنا

سوال (۱۷۱) بول وبراز کے وقت ڈھیلا کو چھوڑ کر صرف پانی پر اکتفا روافض کا خاصہ ہے۔ اگر مسلمان ایسا کرے تو ان کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے تو مسلمان کو کیا کرنا چاہیئے۔

جواب: کسی فعل مذموم میں مخالف دین کے ساتھ مشابہت کا پایا جانا یا بالقصد مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے۔ اور اگر یہ صورت نہ ہو تو حرج نہیں۔ طحطاوی فرماتے ہیں قال فی البحر اعلم ان التشبہ باھل الکتاب لا یکرہ فی کل شئی فانا ناکل ونشرب کما یفعلون فالحرام التشبہ فیما کان مذموما وفیما یقصد بہ التشبہ

قضاء حاجت کے بعد ڈھیلہ اور پانی سے استنجا کرنا

سوال (۱۷۲) قضاء حاجت کے بعد ڈھیلہ سے استنجا کرنے کے بعد پانی استعمال کرنے کا کیا حکم ہے

جواب:۔ فراغت کے بعد ڈھیلہ یا ایسی چیز سے استنجا کرنا جو نجاست کو جذب کرے سنت موکدہ ہے۔ نقایہ میں ہے:۔ الاستنجاء من کل حدث غیر النوم والریح بنحو حجر حتی ینقیہ سنۃ انتہی اور اس کے بعد پانی کا استعمال کرنا بعض کے نزدیک تو سنت ہے لیکن قول اصح یہ ہے کہ مستحب ہے اور اہل مسجد قبا کی یہی عادت تھی جو باری تعالیٰ کو پسند آئی اور اس نے تعریف فرمائی۔ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا اور ان حضرات کے بارہ میں پیشاب کے بعد استنجا کی کیفیت کا صحیح علم نہ ہوسکا جیسا کہ روایت سے واضح ہوجائے گا۔ تفسیر احمدی میں ہے:۔

لما انزل اللہ ھذہ الآیۃ وبالغ فی وصفھم بالطھارۃ بصیغۃ المبالغۃ مشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ المھاجرون حتی وقفوا علی باب مسجد قباء فاذا الانصار جلوس فقال رسول اللہ علیہ وسلم امؤمنون انتم فسکت القوم ثم اعادھا ثانیا فقال عمرؓ انھم لمؤمنون وانا معھم فقال علیہ السلام اترضون بالقضاء فقالوا نعم فقال علیہ السلام اتصبرون علی البلاء قالوا نعم قال علیہ السلام تشکرون علی الرضاء قالوا نعم قال علیہ السلام انتم مؤمنون ورب الکعبۃ فجلس ثم قال یا معشر الانصار ان اللہ تعالیٰ قد اثنی علیکم فما الذی تصنعون عند الوضوء وعند الغائط فقالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نتبع الغائط الاحجار الثلث ثم نتبع الاحجار فتلا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ رجال یحبون ان یتطھروا ہکذا ذکر المفسرون انتہی

اور تفسیر قاضی بیضاوی میں ہے وروی ابن ماجہ والدارمی عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما انا لکم مثل الوالد اعلمکم اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ ولا تستدبروھا وامر بثلثۃ احجار انتہی۔ ابوداؤد اور نسائی حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذھب احدکم الی الغائط فلیذھب معہ بثلثۃ احجار انتہی۔۔

لہ یعنی اس مسجد قبا میں ایسے لوگ ہیں جو دوست رکھتے ہیں پاک رہنے کو۔

ہدایہ میں ہے والاستنجاء سنۃ لان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام واظب علیہ ویجوز فیہ الحجر وماقام مقامہ وغسلہ بالماء افضل لقولہ تعالیٰ فیہ رجالٌ یحبون ان یتطھروا نزلت فی اقوام یتبعون الحجارۃ الماءثم ھوادب وقیل ھوسنۃ فی زماننا

اور کفایہ میں ہے والاستنجاء بالماء ادب لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یستنجی بالماء مرۃ و یترکہ اخریٰ وھذا ھوالادب انتہی

اور فتاویٰ قاضیخان میں ہے والاستنجاء بالماء بعد الاستنجاء بالحجر ادب عندنا انتہی

پیشاب کے بعد ڈھیلہ اور پانی ہر دو کا استعمال کرنا

سوال (۱۷۳) پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلہ سے استنجا کرکے پانی سے استنجا کرنے کا کیا حکم ہے

جواب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتہ ثابت نہیں ہوتا کہ پیشاب کرنے کے بعد حجر یا اس کے مانند کسی اور چیز سے استنجا فرماتے ہوں بلکہ ابوداؤد اور نسائی ایک روایت حکم بن سفیان سے نقل کرتے ہیں قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بال توضا ونضح فرجہ یعنی پیشاب کرنے کے بعد وضو کرلیتے اور فراغت کے بعد ازار مبارک کے اوپر سے فرج کو دھوتے تاکہ استنجا کے پانی سے بھی طہارت حاصل ہوجائے یا ازار کے اس حصہ کو دھوتے جو فرج سے متصل رہتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب کے بعد پانی سے استنجا کرتے اور وضو فرمالیتے (کذا قال الشیخ الدہلوی)۔ اگرچہ احادیث میں جابجا استنجا بالحجر کا ذکر مطلقاً آتا ہے اور قید نہ ہونے کی وجہ سے بول وبراز دونوں کے بعد کا استنجا مراد ہوسکتا ہے مگر میرا خیال یہ ہے کہ قضاء حاجت کے بعد کا استنجا مراد ہے۔ کیونکہ پیشاب کرنے کے بعد جو طہارت ہوتی ہے اس کو استنجا نہیں کہا جاتا بلکہ اس کو تو استبراء کہتے ہیں جیسا کہ شہاب الملۃ والدین کی بعض تصنیفات سے مترشح ہوتا ہے۔ اور اس کو صاحب تفسیر احمدی نے نقل بھی کیا۔ اور اکثر فقہاء حدیث کی وجہ سے استنجاء بالحجر کو سنت مؤکدہ قرار دیتے ہوئے قضاء حاجت کے بعد استنجا کی باعتبار موسم گرما وسرما تفصیل بیان کرتے ہیں۔

المرأۃ تدبر بالحجر الاول وتقبل بالثانی وتدبر بالثالث فی کل حال وہکذا یفعل الرجل ان کان الزمان صیفا ویعکس ان کان شتاءً انتہی۔

اس تحریر سے بھی تائید ہوتی ہے کہ استنجاء سے مراد صرف قضائے حاجت کے بعد طلب طہارت ہے۔ اگرچہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ براز کے بعد کا استنجا محتاج بیان تھا اس لئے اس کی تفصیل بیان کردی اور استنجا بعد البول محتاج بیان نہ تھا۔ اس لئے اس کو چھوڑ دیا۔ تفسیر احمدی میں ہے۔

وما ذکر اھل الاصول یدل علےٰ انہ یعم التطھیر الذی بعد البول والتطھیر الذی بعد الغائط والحق ان مراد الفقہاء ایضا اعم کما یدل علیہ قولہم والاستنجاء من کل حدث ای خارج من السبیلین

سنۃ غایۃ. ما فی الباب ان الاستنجا بعد الغائط لما احتاج الی زیادۃ تفصیل عقبوہ بقولہم یدبر بالحجر الاول ویقبل بالثانی من غیر اظہار ان ھذا طریق الاستنجاء المخصوص انتہی

لیکن بیہقی نے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیشاب کے بعد استنجا، بالحجر وغیرہ کیا کرتے تھے۔

مولانا عبدالعلی رح رسائل الارکان میں فرماتے ہیں:- ویسن ان یستنجی للبول والغائط بالحجر اذا لم یخف تجاوز انجاسۃ عن قدر الدرھم لو لم یستنج واذا خاف ذلک یفترض الاستنجا بعد الحجر بالماء وقد روی البیہقی عن مولی امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان عمر اذا بال قال ناولنی شیئًا استنجی بہ فانا ولہ العود او الحجر او یاتی حائطا یمسح بہ او یمسہ الارض قال البیہقی ھذا اصح ما فی الباب کذا نقل الشیخ عبد الحق ویفہم منہ جواز الاستنجاء بالعود ولعلہ یکون بعض الاعواد بحیث یکون جاذبا انتہی ملخصہ

اور طبرانی نے اوسط میں۔ ابونعیم نے حلیہ میں اسی قسم کی روایات بیان کی ہیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب فتح المنان فی تائید مذہب النعمان میں بھی یہی مذکور ہے۔

موضع نجاست کو دھونا

سوال (۱۷۴) پیشاب اور پاخانہ کے بعد موضع نجاست کو دھونے کے لئے کوئی تعداد مسنون ہے یا نہیں۔

جواب:- کوئی عدد مسنون نہیں ہے۔ استنجا کرنے والے کو پورا اختیار ہے۔ اس قدر دھونا ضروری ہے کہ زوال نجاست کا اطمینان ہو جائے بشرطیکہ وہمی نہ ہو۔ کیونکہ وہمی کے لئے تین بار دھونا ضروری ہے۔ علامہ حلبی شرح منیۃ میں فرماتے ہیں ولیس فیہ ای فی الغسل عدد من التلث او السبع او غیر ذلک ومنہم من شرط الثلث ومنہم من شرط السبع ومنہم من شرط العشر ومنہم من عین فی الاحلیل الثلث وفی المقعد الخمس والصحیح انہ مفوض الی رایہ فیغسلہ حتی یقع فی قلبہ انہ قد طہر الا ان یکون موسوسا فیقدر فی حقہ بالتلث کما فی کل نجاسۃ غیر مرئیۃ وقیل بسبع انتہی

صرف ڈھیلہ پر اکتفا کرنا

سوال (۱۷۵) پیشاب اور پاخانہ کے بعد صرف ڈھیلہ پر اکتفا کرتے ہوئے پانی کا استعمال نہ کرنا کیسا ہے؟

جواب:- صرف ڈھیلہ پر اکتفا کرنا کافی ہے البتہ خلاف ادب ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں:-

اکثر اھل العلم من اصحاب النبیؐ ومن بعدھم رأوا ان الاستنجاء بالحجارۃ یجزی وان لم یستنج بالماء اذا انقی اثر الغائط والبول انتہی

اور بحرالرائق میں ہے: وھو رای علام کفایتہ کلوخ وغیرہ القیاس فی محل الاستنجاء الا انہ ترک فیہ لورود النص علی خلاف القیاس فلا یتعدا اہ انتہی

ایک دوسری جگہ ہے: اذا اقتصر علی الحجر کان مقیما للسنۃ واذا اقتصر علی الماء کان مقیما لہا ایضا وھو افضل من الاول واذا جمع بینہما کان افضل من الکل انتہی

قطرات پیشاب کا خشک کرنا

سوال (۱۷۶) استبراء یعنی قطرات پیشاب کے انقطاع کو معلوم کرنے کے لئے چند قدم چلنا۔ باآواز بلند کھانسنا یا اپنے عضو کو پکڑنا اور تین مرتبہ جذب کرنے کا کیا حکم ہے۔

جواب:۔ اولیٰ اور مستحب ہے بلکہ بعض فقہا نے واجب کہدیا۔ لوگوں کی طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ اکثر لوگ انقطاع قطرات سے اطمینان قلب حاصل ہو جانے کے بعد استنجا کر لیتے ہیں۔ البتہ وہمی آدمی کو اعتماد نہیں ہوتا۔ شرح منیۃ میں ہے: وینبغی ان یستنجی بعد ما خطا خطوات وھو الذی یسمی استبراء انتہی

اور شرح غرر میں ہے یجب الاستبراء بالمشی اوالتنحنح اوالنوم الاضطجاع علی شقہ الایسر حتی یستقر قلبہ علی انقطاع العود کذا فی الظہیریۃ وقیل یکتفی بمسح الذکر واجتذابہ ثلث مرات والصحیح ان طباع الناس وعاداتہم مختلفۃ فمن فی قلبہ انہ صار طاہر اجاز لہ ان یستنجی لان کل احد اعلم بحالہ کذا فی التاتارخانیۃ انتہی

پانی اور ڈھیلہ ہر دو کو ترک کر دینا

سوال (۱۷۷) اگر کسی شخص نے نہ ڈھیلہ اور نہ پانی سے استنجا کیا اور اس کی مقعد اور سوراخ ذکر پر اتنی نجاست بھی نہیں لگی ہوئی ہے جو نماز سے مانع ہو تو کیا ایسے شخص کے لئے بغیر استنجا کئے ہوئے وضو کر کے نماز پڑھ لینا جائز ہے

جواب:۔ اس کی نماز تو صحیح ہو جائے گی۔ مگر سنت مؤکدہ کے بلا عذر چھوڑنے کی وجہ سے مستحق ملامت ہوگا۔ بحرالرائق میں ہے ولو ترکہ صحت صلوتہ قال فی الخلاصۃ بناء علی ان النجاسۃ القلیلۃ عفو عندنا وعلما ونا فصلوا بین النجاسۃ التی علی موضع الحدث والتی علی غیر موضع الحدث اذ ترکہا یکرہ وفی موضع اذا ترکہا لا یکرہ انتہی

اطراف مقعد کی نجاست کا ازالہ کرنا

سوال (۱۷۸) اگر بول و براز کے بعد کچھ نجاست مخرج سے تجاوز کر جائے تو کیا پانی سے دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر متجاوز نجاست کی مقرر مقدار قدر درہم سے زائد ہے تو ازالہ ڈھیلہ سے کافی نہ ہو بلکہ پانی سے دھونا فرض ہے اور اس کے بغیر نماز جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ مقدار مانع صلوٰۃ ہے اور اگر اس کی مقدار درہم سے کم ہو تو پانی سے دھونا

سنت ہے لیکن پانی سے دھوئے بغیر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور وقت باقی رہنے کی صورت میں اس کا اعادہ لازمی ہے رسائل الارکان میں ہے، الحاصل ان لم یجاوز المخرج فالماء بعد الحجر سنۃ مندوبۃ وان جاوز وکان اقل من قدر الدرھم فالماء بعد الحجر سنۃ واجبۃ لکن لو لم ینبع الماء یجوز الصلوٰۃ معہ ویعاد ان بقی الوقت کما ھو الحکم فی النجاسۃ القلیلۃ من المقدار الدرھم وان جاوز البول والغائط اکثر من قدر الدرھم فلا یجزی الاحجار بل لابد من الغسل فلا یجوز الصلوٰۃ بدونہ انتہی۔

اور دوسری جگہ ہے واذا جاوز البول والبراز المخرج ولم یجاوز الدراھم لیسن استعمال الماء بعد الحجر ثم الظاھر عندنا ھذا ان تعدد ان مرادھم بالسنۃ الطریقۃ المسلوکۃ الواجبۃ لما قد عرفت ان النجاسۃ ان کانت اقل من قدر الدرھم یکرہ الصلوٰۃ معہا ویجب الاعادۃ فی الوقت وھذا یوذون بان الکراھۃ کراھۃ التحریم فان النجاسۃ القلیلۃ یجب ازالتہا انتہی

اور بحر الرائق میں ہے ویجب غسل المحل بالماء ان تعدت النجاسۃ المخرج لان للبدن حرارۃ جاذبۃ لاجزاء النجاسۃ فلا یزیلہا المسح بالحجر وھو القیاس فی محل الاستنجاء الا انہ ترک فیہ لورود النص علی خلاف القیاس فلا یتعداہ واراد بالمجاوزۃ ان یکون اکثر من قدر الدرھم ح فالمراد بالوجوب الفرض انتہی

استنجا کے بعد انگلیوں میں بدبو کا رہنا

سوال (۱۷۹) اگر استنجا کرنے کے بعد انگلیوں میں بدبو باقی ہو تو کیا اس کا بدن پاک ہوگا یا ناپاک؟

جواب:۔ عین نجاست کے زائل ہوجانے سے بدن پاک ہوجاتا ہے اگر اس کا رنگ یا بدبو باقی رہ گئی تو پانی سے دھو لینا چاہیئے۔ اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استنجا کے بعد دست مبارک کو دھوتے اور دیوار پر ملتے تاکہ اثر باقی نہ رہے اور اگر اس کا ازالہ دشوار ہو تو اس کے باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ شرح نقایہ میں ابوالمکارم فرماتے ہیں،۔

یطہر الشیٔ بدنا کان او ثوبا او مکانا او غیرھا عن نجس بالفتح مرئی وھو ما للجرم وغیرہ بزوال عینہ وان بقی اثر یشق زوالہ یدل علی ان الاثر ان لم یشق زوالہ یزال انتہی۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں وفسر الآخر باللون والریح والمشقۃ بالاحتیاج الی شیٔ آخر کالصابون انتہی

پیشاب کے قطرات کا گرنا

سوال (۱۸۰) اگر پیشاب کے باریک باریک قطرے بدن پر یا کپڑے پر گر جائیں تو کیا کرنا چاہیئے

جواب: باریک قطرے معاف ہیں۔ بخاری کی شروح میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ شدت احتیاط کی وجہ سے شیشی کے اندر پیشاب کیا کرتے تھے تاکہ اس کی چھینٹوں سے محفوظ رہیں یہ دیکھ کر حضرت حذیفہ نے ابوموسیٰ پر انکار فرمایا، اور

کہا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا اور ظاہر ہے کہ اس حالت میں چھینٹوں کے آنیکا امکان ہے۔

استنجا کے ضروری متعلقات

سوال (۱۸۱) استنجا کی سنیت پتھر اور ڈھیلہ کے ساتھ مخصوص ہے یا پانی کے استعمال سے بھی ادا ہوجاتی ہے۔ نیز استنجا میں عدد اور استبراء کا کیا حکم ہے۔

جواب:- پتھر یا ڈھیلہ اور ہر ایسی چیز سے استنجا کرنا جو جاذب ہو اور تنقیہ کردے سنت مؤکدہ ہے۔ کنز میں ہے وسن الاستنجاء بنحو حجر منق انتہی نقایہ میں ہے الاستنجا من کل حدث غیر النوم والریح بنحو حجر حتی ینقیہ سنۃ انتہی

علامہ ابن نجیم بحر الرائق میں فرماتے ہیں واراد المصنف بالسنۃ السنۃ المؤکدۃ کما ھو مذکور فی الاصل انتہی درمختار میں ہے وھو سنۃ مؤکدۃ مطلقا ای سواء کان بالماء او بالحجر کذا فی ردالمحتار

اور کتب فقہیہ کے بعض متون میں قضاء حاجت کے بعد ڈھیلہ سے استنجا کرنے کی تمام تفصیل حتی کہ موسم گرما و سرما کا فرق بھی مذکور ہے لیکن پیشاب کے بعد استنجا کے طریقہ سے سکوت و اغماض برتا گیا جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ ڈھیلہ کا استعمال صرف قضائے حاجت کی صورت میں ہے لیکن فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں کے مطالعہ سے اس کے برخلاف ثابت ہوتا ہے یعنی استنجا بالاحجار کا حکم عام معلوم ہوتا ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے ما ذکر اھل الاصول یدل محلی انہ یعم التطھیر الذی بعد البول والتطھیر الذی بعد الغائط والحق ان مراد الفقھاء ایضا اعم کما یدل علیہ قولھم والاستنجاء من کل حدث ای خارج من السبیلین سنۃ غایۃ ما فی الباب ان الاستنجا بعد الغائط لما احتاج الی زیادہ تفصیل عقبوہ بقولھم یدبر بالحجر الاول ویقبل بالثانی من غیر اظھار ان ھذا طریق الاستنجاء المخصوص انتہی

اور ملا علی قاری کی شرح نقایہ میں ہے من کل حدث ای خارج من السبیلین کالبول والغائط فی رسائل الارکان ولیس ان یستنجی للبول والغائط بالحجر انتہی

قضاء حاجت کے بعد ڈھیلہ سے استنجا کرنا صحاح میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی اور اس پر آپ نے مواظبت فرمائی۔ لیکن پیشاب کے بعد پتھر سے استنجا کرنا یہ ثابت نہیں لیکن بیہقی نے روایت کی کہ خلیفہ ثانی حضرت امیر المومنین عمر فاروق رض ڈھیلہ یا اس کے مانند پتھر وغیرہ سے استنجا کرتے تھے۔ لہٰذا قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی کے بموجب اس کی سنیت بھی ثابت ہوگی۔ ملا علی قاری کی شرح نقایہ میں بیہقی کی روایت ہے وقال انہ اصح ما فی الباب واعلاہ ای سنداً عن مولیٰ عمر قال کان عمر اذا بال قال ناولنی شیئاً استنجی بہ فاناولہ العود او الحجر او یاتی حائطا یتمسح بہ او یمسہ الارض انتہی

اور رسائل الارکان میں ہے وفی البول احتمال الخروج فلابد من الاستنجاء بالحجر الیٰ ان یغلب علیٰ ظن المستنجی انقطاع ذلک الاحتمال ففی البول الاستنجاء بالحجر الزم وقد روی البیہقی عن مولیٰ امیر المومنین عمر قال کان عمر اذا بال قال ناولنی شیئاً استنجی بہ فاناولہ العود او الحجر او یاتی حائطاً یمسح بہ او یمسہ الارض قال البیہقی ھذا اصح ما فی الباب انتہی۔

اور طبرانی میں اوسط نے، ابونعیم نے حلیہ میں بھی اسی قسم کی روایات کی ہیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب فتح المنان فی تائید مذہب النعمان میں ہے کہ ڈھیلہ سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے دھونا افضل و مستحب ہے۔ در شرح غرر میں ہے والغسل بعدہ ای الحجر اولیٰ انتہی

فتاویٰ قاضی خان میں ہے والاستنجاء بالماء بعد الاستنجاء بالحجر ادب عندنا انتہی اور موضع استنجا کو دھونے میں کوئی عدد مسنون نہیں ہے بلکہ اس شخص کو اختیار ہے اس قدر دھونا چاہیے کہ کمال طہارت کا یقین ہو جائے اور اطمینان قلب حاصل ہو جائے البتہ وہمی کے لئے تین مرتبہ دھونا ضروری ہے۔

علامہ حلبی شرح منیۃ میں فرماتے ہیں:۔ ولیس فیہ ای فی الغسل عدد مسنون من الثلث او سبع او غیر ذلک ومنہم من شرط الثلث ومنہم من شرط السبع ومنہم من شرط العشر ومنہم من عین فی الاحلیل الثلث وفی المقعد الخمس والصحیح انہ مفوض الیٰ رایہ فیغسلہ حتی یقع فی قلبہ انہ قد طہر الا ان یکون موسوسا فیقدر حقہ بالثلث کما فی کل نجاسۃ غیر مرئیۃ وقیل بسبع انتہی

اور بحر الرائق میں ہے۔ المراد بالاشتراط الاشتراط فی حصول السنۃ والا فترک الکل لا یضر عندھم اور جو شخص محض ڈھیلہ کے استنجا پر اکتفا کر کے پانی استعمال نہ کرے جائز ہے مگر یہ تارک ادب اور تارک مستحب کہلائے گا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدھم راؤا ان الاستنجاء بالحجارۃ یجزی وان لم یستنج بالماء اذا نقی اثر الغائط والبول انتہی

اور بحر الرائق میں ہے: وھو ای عدم کفایۃ الکلوخ وغیرہ القیاس فی محل الاستنجاء الا انہ ترک فیہ لورود النص علیٰ خلاف القیاس فلا یتعداہ انتہی اور اگر ڈھیلوں سے استنجا نہ کرے محض پانی پر اکتفا کر لے تو سنت ادا ہو جائے گی۔

علامہ حلبی شرح منیۃ میں آداب وضو کے تحت بیان فرماتے ہیں وان یغسل مخرج النجاسۃ بعد الاحجار او دونہا مبالغۃ فی التنظیف والغسل بالماء وان کان ادبا لکن قد ایتی بہ السنۃ الاستنجاء انتہی اور بعض محققین صرف ڈھیلہ پر اکتفا کے مقابلہ میں محض پانی کے استعمال پر اکتفا کرنے کو افضل قرار دیتے ہیں۔ اور دونوں کو جمع کرنا تو متفق طور پر ہر صورت میں افضل ہے۔

کنز میں ہے وغسلہ بالماء واجب انتہی

بحر الرائق میں ہے: ای غسل المحل بالماء افضل لانہ قالع للنجاسۃ والحجر مجفف لہا فکان الماء اولی کذا ذکرہ الشارح الزیلعی وظاہر ما فی الکتاب یدل علی ان الماء مندوب سواء کان قبلہ الحجر ام لا فالحاصل انہ اذا اقتصر علی الحجر کان مقیما للسنۃ واذا اقتصر علی الماء کان مقیما لہا ایضا وھو افضل من الاول واذا جمع بینہما کان افضل من الکل انتہی ملخصا فی رد المحتار ثم اعلم ان الجمع بین الماء والحجر افضل دیلیہ فی الفضل الاقتصار علی الماء دیلیہ الاقتصار علی الحجر وتحصل السنۃ بالکل وان تفاوت الفضل کما افادہ فی الامداد وغیرہ انتہی

اور چونکہ پیشاب کے بعد ڈھیلہ سے استنجا کا ترک کرنا روافض کا خاصہ ہے اس لئے اگر اہل سنت والجماعت بھی ترک کرنے لگیں تو ان کے ساتھ مشابہت تامہ لازم آتی ہے حالانکہ آپ کا ارشاد ہے من تشبہ بقوم فہو منہم تو اس اشکال کا دفعیہ ایسے طریقہ پر کیا جائے گا کہ آپ نے مطلق مشابہت کو ممنوع قرار نہیں دیا بلکہ مخالف دین کے ساتھ کسی فعل مذموم میں مشابہ بن جانا یا کسی چیز میں قصداً مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے ورنہ اس کے بغیر کوئی مضائقہ نہیں۔

طحطاوی فرماتے ہیں قال فی البحر اعلم ان التشبہ باھل الکتاب لا یکرہ فی کل شی فانا ناکل ونشرب کما یفعلون انما الحرام التشبہ فیما کان مذموماً اوفیما یقصد بہ التشبیہ انتہی۔ استبراء کے لئے چند قدم چلنا۔ کھانسنا یا عضو کو پکڑنا اور تین مرتبہ جذب کرنا اولی و مستحب ہے۔ اور بعض فقہانے واجب قرار دیا لیکن مدار طبائع پر ہے جس وقت انقطاع قطرات کا علم اور اطمینان قلب ہو جائے تو استنجا کر لینا چاہیئے۔ مگر وہمی آدمی کو اپنے نفس پر اعتماد ہی نہیں ہوتا۔ شرح منیۃ میں ہے وینبغی ان یستنجی بعد ما خطا خطوات وھو الذی یسمی استبراء انتہی

در شرح غرر میں ہے ویجب الاستبراء بالمشی او التنحنح او النوم او الاضطجاع علی شقہ الایسر حتی یستقر قلبہ علی انقطاع العود کذا فی الظہیریۃ وقیل یکتفی بمسح الذکر واجتذابہ ثلث مرات والصحیح ان طباع الناس وعاداتہم مختلفۃ فمن فی قلبہ انہ صار طاہر جاز لہ ان یستنجی لان کل واحد اعلم بحالہ کذا فی التاتارخانیۃ

اور فتاوی قاضی خاں میں ہے وینبغی ان یمشی خطوات ثم یستنجی انتہی

اور بعض فقہا کا مسلک ہے کہ جب تک زوال تقاطر کا یقین نہ ہو جائے نفس استبرا فرض ہے لیکن کھانسنے یا چلنے کے ساتھ استبرا کرنے میں اختلاف ہے وجوب اور استحباب کے اعتبار سے درمختار میں ہے یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقہ الایسر ویختلف طبائع الناس انتہی

اور رد المحتار میں ہے قولہ یختلف الخ ھذا ھو الصحیح فمن وقع فی قلبہ انہ صار طاہرا جاز لہ ان یستنجی لان کل احد اعلم بحالہ انتہی

پس جبکہ نفس استنجا سنت موکدہ اور اس کے بعد پانی سے دھونا افضل و مستحب اور کسی ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے پس

جو شخص کسی ایک پر اکتفا کرے تو اس کی نماز جائز ہے اور امامت بھی بلکہ اگر کوئی شخص بالکل استنجا نہ کرے اور موضع حدث کے اطراف میں مانع صلوٰۃ نجاست بھی لگی ہوئی نہ ہو تو اس کی بھی نماز جائز ہو جائے گی۔ اگرچہ ترک سنت کی وجہ سے ملامت کا مستحق ہوگا اور فقہائے اس کی تفصیل بیان کی کہ اگر موضع حدث پر نجاست قلیل ہے تو بغیر زائل کئے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ فان ما علی المخرج ساقط وان کثر فلا یکرہ ترکہ کذا قال الچلپی فی حاشیۃ شرح الوقایۃ اور اگر وہ نجاست قلیلہ موضع حدث کے علاوہ ہے تو اس کو زائل نہ کرنے سے نماز میں کراہت آجائے گی۔

بحرالرائق میں ہے ولو ترکہ صحت صلوتہ قال فی الخلاصۃ بناء علی ان النجاسۃ قلیلۃ عفو عندنا وعلماءنا فصلوا بین النجاسۃ التی علی موضع الحدث والتی علی غیر موضع الحدث اذا ترکہا یکرہ وفی موضعہا اذا ترکہا لا یکرہ انتہی

یہ تفصیل مذکورہ اس وقت بھی جبکہ نجاست اپنے مخرج سے پھیل کر اطراف میں تجاوز نہ کرے اور اگر وہ متجاوز ہو جائے تو پھر مقدار کو دیکھا جائے گا۔ اگر مقدار درہم سے زائد ہے تو صرف ڈھیلہ کافی نہ ہوگا بلکہ پانی سے دھونا ضروری ہے ورنہ بقائے نجاست کی وجہ سے نماز جائز نہ ہوگی اور اگر وہ مقدار درہم سے کم ہے تو ڈھیلہ سے صاف کرنے کے بعد پانی سے دھونا سنت ہے اور اس کے بغیر نماز جائز ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر وقت باقی ہے تو اس کا اعادہ کرنا چاہئے

رسائل الارکان میں ہے والحاصل انہ لم یجاوز المخرج فالماء بعد الحجر سنۃ مندوبۃ وان جاوز اقل من قدر الدرہم فالماء بعد الحجر سنۃ واجبۃ لکن لو لم یتبع الماء یجوز الصلوٰۃ معہا و یعاد ان بقی الوقت کما ھو الحکم فی النجاسۃ القلیلۃ من مقدار الدرہم وان جاوز البول والغائط اکثر من قدر الدرہم فلا یجزی الاحجار بل لابد من الغسل فلا یجوز الصلوٰۃ بدونہ انتہی۔ وفی موضع آخر واذا جاوز البول والبراز المخرج ولم یجاوز الدرہم لیسن استعمال الماء بعد الحجر ثم الظاہر عند ھذا العبد ان مرادھم بالسنۃ الطریقۃ المسلوکۃ الواجبۃ لما قد عرف ان النجاسۃ ان کانت اقل من الدرہم یکرہ الصلوٰۃ معہا ویجب الاعادۃ فی الوقت وھذا یوذن بان الکراہۃ کراہۃ التحریم فان النجاسۃ القلیلۃ یجب ازالتہا انتہی

اور بحرالرائق میں ہے ویجب غسل المحل بالماء ان تعدت النجاسۃ المخرج لان للبدن حرارۃ جاذبۃ لاجزاء النجاسۃ فلا یزیلہا المسح بالحجر وھو القیاس فی محل الاستنجاء الا انہ ترک فیہ لورود النص علی خلاف القیاس فلا یتعداہ وارادہ بالمجاوزان یکون اکثر من قدر الدرہم وحینئذ فالمراد بالوجوب الفرض انتہی ملخصا

اور خلاصہ میں ہے ولو اصاب طرف الاحلیل من البول اکثر من قدر الدرہم لا یجوز الصلوٰۃ ھو الصحیح انتہی

درمختار میں ہے ویجب ای یفرض غسلہ ان جاوز المخرج نجس مانع ویعتبر القدر المانع لصلوٰۃ فیما وراء موضع الاستنجاء لان ما علی المخرج ساقط شرعا وان کثر ولہذا لا تکرہ الصلوٰۃ معہ انتہی

اور ذخیرہ میں ہے ثم الاستنجاء بالاحجار انما یجوز اذا اقتصر النجاسۃ علی موضع الحدث واما اذا تعدی عن موضعہا

بان جاوزت للمخرج اجمعوا علی ان ما جاوز المخرج من النجاسة اذا کان اکثر من قدر الدرهم انه یفرض غسلها بالماء فلا یکفیه الازالة بالاحجار وکذا اذا اصاب طرف الاحلیل من البول اکثر من قدر الدرهم یجب غسله وان کان ما جاوز موضع الشرج اقل من قدر الدرهم او قدر الدرهم الا انه اذا ضم ما فی موضع الشرج کان اکثر من قدرها فازالها بالحجر ولم یغسلها فعلی قول ابی حنیفة وابی یوسف یجوز ولا یکره وعلی قول محمدؒ لا یجوز الا ان یغسله بالماء وهکذا روی عن ابی یوسف ایضا واذا کانت النجاسة علی موضع الاستنجاء اکثر من قدر الدرهم واستنجی بثلثة احجار وانقاها ولم یغسلها بالماء کان الفقیه ابوبکر یقول لا یجوز وعن ابی شجاع انه یجوز وهکذا احکی عن الطحاویؒ قال الفقیه فی الفتاوی وبه ناخذ انتهی

باب التیمم

غسل کے لئے تیمم کرنا

سوال (۱۸۲) اگر غسل واجب ہونے کی صورت میں عذر شرعی کی وجہ سے تیمم کرلیا تو کیا ہر نماز کے لئے مستقل تیمم کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔

جواب:۔ اس کا یہ تیمم کافی ہوگا جب تک کہ موجب غسل کوئی امر پیش نہ آئے اور ہر نماز کے وقت ضرورت نہیں ہے

مسجد کی دیوار یا چھت پر تیمم کرنا

سوال (۱۸۳) مسجد کی دیوار یا چھت پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز ہے لیکن اس میں سوء ادبی ہے کیونکہ جس مٹی سے نجاست کا ازالہ کیا وہ مٹی قابل تعظیم ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے منہا منع اخذ شی من اجزائہ قالوا فی ترابہ ان کان مجتمعا جاز الاخذ منہ ومسح الرجل علیہ والا لا انتہی

تیمم کے جواز کے لئے مسافت کی تعیین

سوال (۱۸۴) مسافر یا مقیم کے تیمم کے جواز کے لئے کتنی مسافت اور دوری معتبر ہے

جواب:۔ اگر اسکو ظن غالب ہو کہ پانی ایک میل دور ہے تو تیمم کرلینا جائز ہے ورنہ نہیں بحر الرائق میں ہے قال فی البدائع ولم یذکر حد البعد فی ظاہر الروایات وعن محمدؒ التقدیر بالمیل فان تحقق کونہ میلا جاز لہ التیمم وان تحقق کونہ اقل او ظن انہ میل او اقل لا یجوز قال فی الہدایة والمیل ہو المختار فی المقدار لانہ یلحقہ الحرج بدخول المصر والماء معدوم حقیقة انتہی

مقدار میل

سوال (۱۸۵) میل کتنی مسافت کا نام ہے۔

جواب: میل کی مقدار چار ہزار خطوۃ ہے اور ایک خطوۃ عام ذراع کے لحاظ سے جو چوبیس انگشت کا ہوتا ہے ڈیڑھ ذراع کا ہوتا ہے۔ بحر الرائق میں ہے والمیل فی کلام العرب منتہی مد البصر وقیل الاعلام المبنیۃ فی طریق مکۃ امیال لانہا بنیت علی مقادیر منتہی البصر کذا فی الصحاح والمغرب والمراد ھہنا ثلث الفرسخ والفرسخ اثنا عشر الف خطوۃ کل خطوۃ ذراع ونصف بذراع العامۃ۔ وھو اربع وعشرون اصبعا کذا فی الینابیع وعن الکرخی ان کان فی موضع یسمع صوت اھل الماء فھو قریب فان کان لا یسمع فھو بعید وبہ اخذ اکثر مشائخنا کذا فی الخانیۃ وعن ابی یوسف اذا کان بحیث لو ذھب الیہ وتوضأ فذھب القافلۃ ویغیب عن بصرہ فھو بعید ویجوز لہ التیمم واستحسن المشائخ ھذہ الروایۃ کذا فی التجنیس وغیرہ الا ان ظاھرہ انہ فی حق المسافر لا المقیم وھو جائز لہما ولو فی المصر لان الشرط ھو العدم فاینما تحقق جاز التیمم نص علیہ فی الاسرار۔ انتہی

ہاتھوں کا گٹوں تک مسح کرنا

سوال (۱۸۶) تیمم میں دونوں ہاتھوں کا گٹوں تک مسح کرنا کسی امام کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

جواب: گٹوں تک مسح کرنا امام مالک کے نزدیک فرض ہے اور اس سے زائد میں اختیار ہے۔ عینی شرح ہدایہ میں ہے:۔

قال الاوزاعی التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ لليدين الى الكوعين والفرض عنہ مالك الى الكوعين والاختيار الى المرفقين انتہی۔

باب نواقض الوضو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کا ناقض وضو نہ ہونا۔

سوال (۱۸۷) مشہور ہے کہ آپؐ کی نیند ناقض وضو نہ تھی۔ کیا یہ حکم آپ ہی کے لئے مخصوص تھا یا دوسرے انبیا کی نیند کا بھی یہی حکم ہے اور امت محمدیہ میں سے کسی عارف باللہ اور ولی اللہ کی نیند کا بھی یہی حکم ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نیند کے ناقض نہ ہونے کی خصوصیت محض امت محمدیہ کے اعتبار سے ہے ورنہ دیگر انبیاء کی نیند کا بھی یہی حکم ہے کہ ناقض نہیں مگر امت محمدیہ میں سے کوئی اس حکم میں شریک نہیں ہوسکتا۔ علامہ

جلال الدین سیوطی انموذج اللبیب فی فصل الحبیب کے باب ثانی کی فصل ثالث میں آپ کی خصوصیات کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وانه لا ینتقض وضوءه بالنوم انتہی

اور علامہ قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں وما اختص به ایضا انه لا ینتقض وضوءه بالنوم مضطجعا انتہی

علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں والانبیاء مثله فی ذلک لان تلوبهم لا تنام فهو خصوصیة له علی الامم لا الانبیاء انتہی

اور درمختار میں ہے والعته لا ینقض کنوم الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام انتہی

آنکھ یا کان وغیرہ سے نکلنے والی اشیاء کا ناقض ہونا

سوال (۱۸۸) کان۔ ناک۔ ناف۔ آنکھ پستان وغیرہ سے نکلنے والی اشیاء سے نقض وضو ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ اگر ان جگہوں میں درد ہے تو ایسی صورت میں مرض کی وجہ سے جو کچھ نکلے گا تو وضو باقی نہ رہے گا اور اگر درد نہیں ہے تو ناقض وضو نہیں۔

شرح منیہ میں حلبی بیان فرماتے ہیں:۔ روی عن محمد انه قال الشیخ اذا کان فی عینیه رمد ویسیل الدموع منها ای من عینیه آمره فعل مضارع عن مقول محمد بالوضوء لوقت کل صلوٰة ای کسائر اصحاب الاعذار لانه اخاف ان یکون ما یسیل صدیدا فیکون صاحب عذر ولا فرق فی ذلک بین الشیخ والشاب الا انه ذکر الشیخ باعتبار الاکثر ولا فرق بین الرمد وغیرہ من الالم وجلع بل کل مایخرج من العلة مع وجع سواء کان من العین او الاذن او السرة او الثدی او نحوها فانه ناقض علی الاصح لانه صدید بخلاف ما اذا کان بلا وجع انتہی

باب المسح علی الجوربین

جراب پر مسح کرنا

سوال (۱۸۹) جراب پر مسح کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اگر جرابیں پتلی ہوں تو اس پر مسح جائز نہیں اور اگر اس قدر موٹی اور سخت ہوں کہ پنڈلی پر کھڑی رہیں۔ اور بغیر باندھے چلنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ نیز اوپر سے بدن کا حصہ بھی نہ جھلکے اور پانی کا اثر قدم تک نہ پہنچے خواہ سوتی ہوں یا ریشمی۔ چمڑے کی ہوں یا بالوں کی ہر صورت میں ان پر مسح کرنا صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور موزہ کے حکم میں ہیں۔ لیکن امام صاحب کے نزدیک جب تک وہ مجلد یا منعل نہ ہوں تو مسح جائز نہیں۔ مجلد وہ جراب کہلاتی ہے کہ جس کے اوپر اور نیچے چمڑا ہو اور منعل وہ کہلاتی ہے جس کے نیچے چمڑا لگا ہو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آخر میں امام اعظم رحمہ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا

تھا۔ درمختار میں ہے اوجوربیہ ولو من غزل اوشعر الثخینین بحیث یمشی فرسخا ویثبت علی الساق بنفسہ لایری ما تحتہ ولا یشف الماء انتہی

اور قاضی خاں میں ہے وان مسح علی الجوربین فہو علی وجوہ ان کان رقیقین غیر منعلین لایجوز المسح علیہما فی قولہم وان کانا ثخینین منعلین جاز المسح علیہما فی قولہم والثخین ان یقوم علی الساق من غیر شد ولایسقط بنشف وقال بعضہم لایشف ومعنی قولہ ولا ینشف ای لایجاوز الماء الی القدم ومعنی قولہ لایشف ای لاینشف الجورب الماء الی نفسہ کالادیم وان کان ثخینین غیر منعلین لایجوز المسح علیہما فی قول ابی حنیفہ رح وفی قول صاحبین یجوز وعن ابی حنیفۃ رح انہ ارجع الی قولہما قبل موتہ انتہی۔

مسئلہ:۔ جرابیں کسی قسم کی ہوں اگر وہ اس قدر موٹی ہیں کہ بغیر باندھے پنڈلی پر کھڑی رہیں اور چلنے میں کوئی دشواری نہ ہو اور قدم نہ جھلکے نیز پانی بھی اس میں اثر نہ کرے خواہ وہ منعل ہوں (نیچے کی جانب چمڑا ہو) یا مجلد (جس کے اوپر اور نیچے چمڑا لگا ہوا ہو جو پورے قدم کو چھپالے یا اوپر کی جانب صرف اتنا چمڑا ہو جو محل مسح کو چھپائے تو مسح جائز ہے لیکن اگر اوپر کی جانب صرف انگلیوں پر لگا ہوا ہو۔ باوجودیکہ نیچے موجود ہو مگر مسح جائز نہ ہوگا۔ اور اگر وہ غیر منعل اور غیر مجلد ہوں تو اس صورت میں بھی صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ کا قول اول یہ ہے کہ جرابوں پر مسح کرنے کے واسطے علاوہ موٹی ہونے مجلد یا منعل ہونا شرط ہے۔ مگر بعد میں وفات سے تین دن یا چھ دن قبل صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا (کذا فی المضمرات) صدر الشریفہ۔ فرماتے ہیں کہ صاحبین کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔

اور درر شرح غرر میں ہے کان الامام لایجوز اولا ویجوز صاحباہ ثم رجع الی قولہما وبہ یفتی

ہدایہ میں ہے وعنہ انہ رجع الی قولہما وعلیہ الفتویٰ

اور شرح حمید الدین میں۔ ہے انہ صح انہ مسح علی جوربیہ فی مرضہ وقال فعلت ماکنت امنع الناس عنہ وھذا رجوع الی قولہما

اور شمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں ھذا الکلام یحتمل ان یکون رجوعا الی قولہما ویحتمل ان لایکون رجوعا ویکون اعتذارا بما اخذ بقول المخالف للضرورۃ فلا یثبت الرجوع بالشک

کتاب الصّلوٰۃ

باب مواقیت الصّلوٰۃ

نماز کے اوقات

مسئلہ (۱۹۰) ظہر کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اور جب تک کہ ہر شے کا سایہ اس کے اپنے سایۂ اصلی کے علاوہ اس شے سے دوگنا نہ ہو جائے اس وقت تک باقی رہتا ہے اور دوگنا ہو جانے کے بعد غروب شمس تک عصر کا وقت ہوتا ہے اور امام صاحب سے ظاہر روایت یہی ہے (نہایہ) بدائع - محیط - ینابیع میں ہے انہ ھو الصحیح اور غیاثیہ میں ہے ھو المختار اور اسی کو امام محبوبی نے اختیار و پسند کیا اور تمام اصحاب متون مثلاً صاحب کنز و قدوری و وقایہ نے بھی اسی کو اختیار کیا - اور صاحبین فرماتے ہیں کہ ظہر کا آخری وقت صرف مثل واحد تک ہے اور مثل واحد پورا ہونے پر وقت عصر شروع ہو جاتا ہے - امام اعظم کی ایک روایت یہی ہے - نیز امام زفر اور آئمہ ثلاثہ کا بھی یہی قول ہے اور امام طحاوی فرماتے ہیں وبہ ناخذ اور غرر الاذکار میں ہے ھو الماخوذ بہ - برہان میں ہے وھو الاظہر لبیان جبرئیل وھو نص فی الباب اور فیض میں ہے وعلیہ عمل الناس الیوم ای فی کثیر من البلاد اور خزانۃ الروایات میں ہے ان الامام رجع آخر الی قولہما وہکذا فی الفتاوی الظہیریہ اور امام صاحب کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ مثل واحد پر ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور وقت عصر شروع ہوتا ہے مثلین کے بعد - (زیلعی) اس قول کے مطابق ظہر و عصر کے درمیان ایک وقت مہمل ہوگا اور سراج میں شیخ الاسلام سے منقول ہے ان الاحتیاط ان لا یوخر الظہر الی المثل وان لا یصلی العصر حتی یبلغ المثلین لیکون مودیا للصلوتین فی وقتہما بالاجماع -

اور مغرب کا وقت غروب شمس سے غروب شفق تک ہے اور اسی کے فوراً بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے - اور شفق سے شفق احمر مراد ہے جیسا کہ ائمہ ثلاث کا مسلک اور امام صاحب کا قول آخر یہی ہے (کما فی شرح المجمع وغیرہا) پس یہی مسلک مختار ہوگا - جیسا کہ درمختار میں ہے البتہ امام صاحب کا قول سابق یہ تھا کہ شفق سے شفق ابیض مراد ہے جو شفق احمر کے بعد نمودار ہوا کرتی ہے مگر اس قول سے قول صاحبین کی طرف رجوع فرمایا - اہل لسان کے متفق ہونے اور اکثر صحابہ کے شفق احمر مراد لینے کی وجہ سے (کذا فی الدرر شرح الغرر) اور صاحبین کا قول ہی مفتی بہ ہے (کذا فی الوقایہ والنقایہ - والغرر والمواہب - وشرح البرہان) لیکن علامہ قاسم قدوری میں فرماتے ہیں :- رجوع الامام لم یثبت لما نقلہ الکافۃ من لدن الائمۃ الثلثۃ الی الیوم من حکایۃ القولین ودعوی حمل الصحابۃ بخلافہ خلاف

المنقول ۔اختیار میں ہے ۔الشفق البیاض وھو مذھب الصدیق ومعاذ ابن جبل وعائشہ رض ورواہ عبدالرزاق عن ابی ھریرۃ وعن عمر بن عبدالعزیز ولم یرو البیھقی الشفق الاحمر الا عن ابن عمر کذا قال فی ردالمحتار وفی السراج ان قولھما اوسع وقولہ احوط وھکذا فی المبسوط۔

اوقات نماز کی ابتدا وانتہا

سوال (۱۹۱) ظہرین (ظہر وعصر) اور عشائین (مغرب وعشا) کے اوقات کی ابتداء اور انتہا کیا ہے اور ان میں وقت مکروہ کونسا ہے ۔

جواب:۔ نصف النہار زوال آفتاب کے بعد ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے ۔جب کہ سایہ اصلی کے علاوہ ہر شی کا سایہ اس سے دوچند نہ ہو جائے اور یہ قول امام اعظم ابو حنیفہ کا ہے ۔

اور صاحبین امام مالک ۔امام شافعی ۔امام احمد بن حنبل ۔امام زفر ان تمام حضرات کے نزدیک آخری وقت یہ ہے کہ ہر شی کا سایہ اس کے سایہ اصلی کے علاوہ ایک مثل ہو جائے ۔ایک روایت امام صاحب سے بھی یہی ملتی ہے ۔صاحب بدائع نے امام صاحب کے مذہب اول کو صحیح قرار دیا ۔اور صاحب غیاثیہ نے مختار کہا ۔اور برہان میں مذہب صاحبین کو اظہر بتایا ۔اور امام طحاوی نے اس کو ماخوذ بہ فرمایا ۔

درمختار میں ہے وقت الظھر من زوالہ ای میل ذکاء عن کبد السماء الی بلوغ الظل مثلیہ وعنہ مثلہ وھو قولھما وزفر والائمۃ الثلثۃ قال الامام الطحاوی وبہ ناخذ وفی غرر الاذکار وھو الماخوذ بہ وفی البرھان وھو الاظھر لبیان جبرئیل وھو نص فی الباب ولفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی سوای فیئ یکون للاشیاء قبیل الزوال انتھی

دونوں قول کے مطابق ظہر کا وقت ختم ہوتے ہی عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور غروب اس کی انتہا ہے ۔ اور غروب سے قبل جب اسمیں تغیر آجائے اور نگاہ اس پر ٹھیرنے لگے تو نماز عصر اس وقت مکروہ ہوتی ہے ۔

خلاصہ میں ہے اول وقت العصر حین یخرج وقت الظھر واٰخر وقتھا حین تغرب الشمس ویکرہ التاخیر الی تغیر الشمس واختلفوا فی التغیر قال بعضھم التغیر فی ضوء الشمس الذی یکون علی راس الحیطان وقال بعضھم التغیر فی قرصھا وانما یعرف التغیر بان ینظر الناظر الی القرص ولم تحر عیناہ علم ان الشمس قد تغیرت وان لم یمکنہ علم ان الشمس لم تتغیر انتھی

اور بحرالرائق میں ہے والخلاف فی آخر وقت الظھر جار فی اول وقت العصر انتھی

اور ایک روایت امام اعظم سے یہ بھی ہے کہ سایہ اصلی کے علاوہ ہر شی کا سایہ ایک مثل ہو جانے پر ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے ۔مگر عصر کا وقت شروع نہیں ہوتا بلکہ جب وہ سایہ دوچند ہو جاتا ہے تو اب عصر کا وقت شروع ہوتا ہے ۔اس صورت

میں آخر ظہر اور ابتداء عصر کے درمیان ایک وقت مہمل ہوگا۔

انہیں اختلافات کے پیشِ نظر بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز ظہر ایک مثل سایہ سے پہلے اور نماز عصر دو مثل سایہ ہونے کے بعد ادا کرنی چاہیئے تاکہ دونوں نمازیں بالاتفاق اپنے اپنے وقت میں ادا ہو جائیں۔ المضمرات شرح القدوری میں ہے

وروی اسد عن ابی حنیفۃ انہ قال اذا صار ظل کل شئ مثلہ فقد خرج وقت الظھر ولا یدخل وقت العصر حتی یصیر الظل مثلیہ۔ وبینھما وقت مھمل لیس بوقت الفرض کالوقت الذی بین طلوع الشمس وبین الزوال انتھی

بحر الرائق میں ہے وذکر شیخ الاسلام ان الاحتیاط ان لا یؤخر الظھر الی المثل وان لا یصلی العصر حتی یبلغ المثلین لیکون مؤدیا للصلوتین فی وقتیھما بالاجماع کذا فی السراج انتھی۔ قولہ اما احادیث تھجیر محض فعلی اند۔ کتب احادیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعجیل صلوٰۃ اور مطلقا اول وقت ادا کرنیکے بارہ میں احادیث قولی بھی موجود ہیں مثلاً:۔

اول ترمذی کی حدیث جوام فروہ سے مروی ہے۔ قالت سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل قال الصلوٰۃ لاول وقتھا او کما قال ؑ اس حدیث کے راویوں میں عبداللہ بن عمر ہیں جو عابد و زاہد ہیں۔ اگرچہ یحیٰی بن سعید نے ان کے حفظ و ضبط میں کلام کیا اور امام ترمذی ان کے بارہ میں لکھتے ہیں ولیس ھو بالقوی عند اھل الحدیث لیکن یہ متروک الحدیث نہیں ان کی روایات صحیح بخاری کے علاوہ دوسری صحاح میں مذکور ہیں اور اسی حدیث کو احمد اور ابوداؤد نے بھی روایت کیا۔ اور ابن مبارک فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے (کذا فی المرقاۃ)

دوسری حدیث ترمذی ابن عمر سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوقت الاول من الصلوٰۃ رضوان اللہ والوقت الاخر عفو اللہ اس حدیث کے منجملہ روایات میں سے ایک راوی یعقوب بن ولید مدنی ہیں جنکی امام احمد بن حنبل اور دیگر حفاظ نے تکذیب کی ہے۔ تقریب التہذیب شرح نقایہ میں یہی مذکور ہے۔ لیکن یہ حدیث حسن لغیرہ کے درجہ کی ہے اور ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تمام طریقوں کے لحاظ سے ضعیف ہے اور جن لوگوں نے اس کو حسن کہا ان کی مراد یہ ہے کہ یہ حسن لغیرہ ہے (کذا فی المرقاۃ)

تیسری ترمذی کی حدیث ہے جو حضرت علی رض سے مروی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا علی ثلث لا تؤخرھا الصلوٰۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا

اور ملا علی مرقاۃ میں فرماتے ہیں رواہ الترمذی بسند رجالہ ثقات قالہ میرک انتھی

قولہ وھو المنصوص من الشافعیؒ الخ یہ معارض ومخالف ہے اس کے جو کچھ امام ترمذی نے باب ماجآ فی تاخیر الظھر فی شدۃ الحر الخ امام شافعی کا قول نقل کیا ہے کہ حدیث ابراد رخصت پر محمول ہے یعنی جو لوگ مسافت بعیدہ طے کرکے مسجد میں آئیں اور شدت گرمی کی وجہ سے ان کو تکلیف ہو تو وہ ابراد کرلیں۔ نیز امام ترمذی باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل کے تحت بیان کرتے ہیں۔

قال الشافعیؒ الوقت الاول من الصلوٰۃ افضل ومما یدل علیٰ فضل اول الوقت علیٰ آخرہ اختیار النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فلم یکونوا یختارون الا ماھو افضل ولم یکونوا یدعون الفضل وکانوا یصلون فی اول الوقت حدثنا بذالک ابوالولید المکی عن الشافعیؒ قولہ فی المشکوٰۃ عن انس الخ

بخاری نے اسی کے مثل حدیث روایت کرکے اس کو نماز جمعہ کے ساتھ مقید کیا، مشکوٰۃ کے باب خطبۃ الجمعہ والصلوٰۃ میں حضرت انس سے روایت ہے۔ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد البرد بکر بالصلوٰۃ واذا اشتد الحر ابرد بالصلوٰۃ یعنی الجمعۃ۔ رواہ البخاری انتہی

روایت مذکورہ کہ مشکوٰۃ کے تعجیل صلوٰۃ کے باب میں مذکور ہے اگرچہ شامل ہے زوال کے بعد کی ہر نماز کو خواہ جمعہ ہو یا ظہر جیسا کہ مرقاۃ میں ہے لیکن پھر بھی قابل غور ہے کہ زمانہ برکت نشان میں جمعہ کس قدر ابراد سے ہوا کرتا تھا شیخین روایت کرتے ہیں سہل بن ساعدہ سے قال ماکنا نقیل ولا نتغدی الا بعد الجمعۃ۔ انتہی

بہجۃ النفوس شرح مختصر البخاری میں ہے اما التاخیر فشئ یسیر کما جاء عن الصحابۃ انھم کانوا اذا رجعوا من صلوٰۃ الجمعۃ یقیلون قائلۃ الضحیٰ فدل ذالک علی انہ لا یکون تاخیر کثیرا انتہی

اور اسی طرح نماز ظہر میں بھی ابراد کی کوئی حد متعین ومقرر ہوگی۔ نصف وقت یا النصف سے کچھ دیر بعد تک اور اس قول ثانی کی صورت میں یہ التزام کرنا پڑے گا کہ وقت مختلف فیہ داخل نہ ہو اس سے پہلے پہلے ادا کرلی جائے

نوٹ:۔ ان تمام تفصیلات کو محض اس لئے ذکر کیا گیا تاکہ لوگ غلطی میں مبتلا ہو کر ابراد کامل کی خاطر ایک مثل ہونے کے بعد نماز ظہر ادا کرنے لگیں۔ واللہ اعلم

اور حسن بن زیاد کے قول کے مطابق آفتاب کے زرد ہوجانے پر عصر کا وقت ختم ہوجاتا ہے بحر الرائق میں ہے وفی آخرہ ایضا خلاف فان الحسن بن زیاد یقول اذا اصفرت الشمس خرج وقت العصر ولنا روایۃ الصحیحین من ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر انتہی۔

اور امام شافعی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ سایہ دوچند ہوجانے کی صورت میں عصر کا وقت ختم ہوجاتا ہے اور ایک دوسری روایت ہے کہ عصر کا اصل وقت ختم ہوجاتا ہے بغروب آفتاب کے لیکن وقت مستحب سایہ کے دوچند ہوجانے سے ختم ہوجاتا ہے المعتمر شرح القدوری میں ہے وللشافعی فیہ قولان فی قول اذا صار ظل کل شئ مثلیہ یخرج وقت العصر ولا یدخل

وقت المغرب حتی تغرب الشمس فیکون بینهما وقت مهمل عنده علی هذا القول وفی قول اذا صار ظل کل شئ مثلیه یخرج وقت المستحب ویبقی اصل الوقت الی غروب الشمس انتهی

نماز کا تمام برائیوں سے روکنے کا بیان

سوال (۱۹۲) باری تعالیٰ فرماتے ہیں ان الصلوٰۃ تنهیٰ عن الفحشاءِ والمنکر (بے شک نماز روکتی ہے بےحیائی اور بری بات سے) باوجودیکہ بہت سے مسلمان نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی فحشا اور فسق وفجور کے مرتکب ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں اس آیت کے کیا معنے ہوں گے۔

جواب: ابن عون فرماتے ہیں اس آیت کا منشا یہ ہے کہ جب تک وہ شخص نماز پڑھتا رہے تو نماز کی حالت میں تمام فحشا یعنی بُرے اعمال اور ناجائز حرکتوں سے محفوظ رہے گا اور بعض حضرات نے یہ کہا کہ جو نماز انتہائی خشوع وخضوع اور اطمینان قلب اور صفت احسان (جس کی حدیث جبرئیل میں صراحت ہے) کے ساتھ ادا کی جائے گی وہ تمام برائیوں سے روکنے والی ہوگی۔ لیکن وہ نماز کہ جس میں ظاہری ارکان تو ادا ہو رہے ہوں اور باطنی توجہ اور خشوع وخضوع اس میں نہ ہو اگر شرائط شرعیہ کے مطابق ہے تو فریضہ تو ادا ہو جائے گا۔ مگر وہ فحشا اور منکرات سے مانع نہ ہوگی اور ایسی نماز باعث ثمرات، علو درجات اور عنداللہ قرب کا سبب نہ بن سکے گی (کذا قال ابن مسعود وابن سعود رض)

باب الاذان

بوقت اذان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر ناخنوں کو آنکھوں سے لگانا

سوال (۱۹۳) اذان کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر دونوں ہاتھوں کے ناخنوں آنکھوں سے لگانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بعض فقہا نے اسکو مستحب قرار دیا اور اس سلسلہ میں حدیث بھی نقل کردی۔ مگر وہ صحیح نہیں۔ اور امر مستحب میں کرنے والا اور چھوڑنے والا کوئی بھی مستحق ملامت نہیں ہوا کرتا۔

جامع الرموز میں ہے:—

اعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشهادة صلی الله علیك یا رسول الله وعند سماع الثانیة قرة عینی بك یا رسول الله یقال اللهم متعنی بالسمع والبصر وبعده وضع ظفر الیدین علی العینین فانه صلی الله علیه وسلم یکون قائداً له الی الجنة کذا فی کنز العباد انتهی۔

باب شروط الصلوٰۃ

بحالت مجبوری ناپاک دوا کا موجود رہنا

سوال (۱۹۴) اگر کسی شخص نے ایسا طلا استعمال کیا جس کا ایک جزو شراب بھی ہے اور اس عضو کا دھونا سخت مضر ہے تو ایسی صورت میں نماز کے لئے کیا کرنا چاہیئے

جواب:- اگر دھونے سے اس عضو کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں بغیر دھوئے نماز جائز ہوگی۔ کیونکہ ضرورت میں سب جائز ہوتا ہے قاعدہ ہے (الضرورۃ تبیح المحظورات) الاشباہ والنظائر میں ہے

وقد تراعی المصلحۃ بغلبتها علی المفسدۃ فمن ذالک الصلوٰۃ مع اختلال شرط من شروطها من الطهارۃ او الستر او الاستقبال فان فی کل ذلک مفسدۃ لما فیہ من الاخلال بجلال اللہ تعالیٰ فی ان لا یناجی الا علی اکمل الاحوال ومتی تعذر علیہ شی من ذلک جازت الصلوٰۃ بدونہ تقدیما للمصلحۃ الصلوٰۃ علی ہذہ المفسدۃ انتہی۔

بلا وضو نماز پڑھنا

سوال (۱۹۵) بغیر وضو نماز پڑھنے اور اسی طرح سجدۂ تلاوت یا سجدۂ سہو اور سجدۂ شکر کرنے کا کیا حکم ہے

جواب:- جائز نہیں بلکہ بعض کے نزدیک بغیر طہارت نماز ادا کرنا کفر ہے۔

عالمگیریہ میں ہے:- من صلی بغیر طہارۃ فقد کفر انتہی

اور کشف میں سجدۂ تلاوت کے بارہ میں ہے:- وھو سجدۃ بین تکبیرتین بشروط الصلوٰۃ من الطہارۃ وغیرھا انتہی۔

تاتارخانیہ میں ہے قال الاکثرون انها لیست بقربۃ عندہ بل ھو مکروہ لا یثاب علیہ وترکہا اولی وقال ھو قربۃ یثاب علیہ وثمرۃ الخلاف تظہر فی انتقاض الطہارۃ اذا نام فی سجود الشکر انتہی

تعداد رکعات کی نیت کرنا

سوال (۱۹۶) نماز میں تعداد رکعات کی نیت کرنا شرط ہے یا نہیں؟

جواب:- نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے ولا یشترط نیۃ عدد الرکعات ھکذا فی شرح الوقایۃ انتہی

باب سنن الصلوٰۃ

مرد و عورت کے لئے نماز میں ہاتھ باندھنا

سوال (۱۹۷) مردوں کے لئے زیر ناف اور عورتوں کے لئے زیر سینہ ہاتھ رکھنے کا کیا ثبوت ہے۔

جواب: عورتوں کے لئے زیر ثدیین ہاتھ رکھنے کے سلسلے میں کوئی حدیث نظر سے نہیں گذری۔ اور فقہا نے عورتوں کے لئے اس طریقہ کو ستر کے لئے تجویز کیا۔ شرح منیہ میں ہے:۔ واما المرأة فانہا تضعہا تحت ثدییہا بالاتفاق لانہ استر لہا انتہی

اور مردوں کے لئے زیر ناف ہاتھ رکھنا فقہا کے یہاں مسنون ہے اس سلسلہ میں ابوداؤد حضرت علی سے روایت کرتے ہیں السنۃ وضع الکف ویضعہا تحت السرۃ

یہی حدیث دوسری جگہ آتی ہے السنۃ وضع الکف علی الکف ویضعہا تحت السرۃ انتہی

لیکن امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے شرح منیہ میں ہے قال النووی اتفقوا علی تضعیفہ لانہ من روایۃ عن الرحمن بن اسحٰق الواسطی وھو مجمع علی ضعفہ انتہی

اور بحر العلوم مولانا عبدالعلی رسائل الارکان میں فرماتے ہیں شیخ ابن الہمام کا قول ہے لم یثبت حدیث صحیح یوجب العمل فی کون الوضع تحت الصدر وفی کونہ تحت السرۃ فیحال علی حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود ھو کونہ تحت السرۃ انتہی

تشہد کے وقت انگلی اٹھانا

سوال (۱۹۸) تشہد میں شہادت کی انگلی اٹھانا سنت ہے یا نہیں؟

جواب: بعض نے اسکو مکروہ لکھا۔ مثلاً صاحب منیۃ المفتی۔ اور بعض نے حرام جیسا کہ خلاصہ کیدانی میں صراحت ہے۔ اور بعض حضرات نے مستحب۔ چنانچہ تحفہ کے رمز الحقائق میں ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ اشارہ نہ کرنا ہی مختار ہے چنانچہ عالمگیریہ میں خلاصہ کے حوالہ سے نقل کیا۔ لیکن یہ سب اقوال تحقیقی نہیں ہیں۔ صحیح مسلک یہ ہے کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت۔ اور امام محمد نے اپنے مؤطا میں لکھا کہ یہی میرا اور امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ صحابہ کرام اور ائمہ سلف کا اس بارہ میں کوئی خلاف منقول نہیں اور جو شخص کہ اس کو حرام یا مکروہ کہتا ہے وہ گنہگار ہے۔ اور ملا علی قاری نے اسی مسئلہ پر ایک رسالہ لکھا اور خلاصہ کیدانی والے کی خوب خبر لی۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں:۔

لو یعلم من الصحابۃ ولا من علماء السلف خلاف فی ھٰذہ المسألۃ ولا فی جواز ھٰذہ الاشارۃ بل قال امامنا

الاعظم وصاحباه وکذا الامام مالک والشافعی واحمد وسائر علماء الامصار والاعصار اجمعین علی ما ورد بہ صحاح الاخبار والآثار وقد نص علیہ مشائخنا المتقدمون والمتأخرون فلا اعتد ادلما علیہ المخالفون ولا عبرۃ لما ترک ھذہ السنۃ الاکثرون من سکان ما وراء النہر واھل خراسان والعراق والروم وبلاد الھند انتہی

اور بحر الرائق میں ہے ورجح فی فتح القدیر القول بالاشارۃ وانہ مروی عن ابی حنیفۃ کما قال محمد فالقول بعدمہا مخالف الروایۃ والدرایۃ ورواھا فی صحیح مسلم فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی المجتبی لما اتفقت الروایات وعلم من اصحابنا جمیعا کونہا سنۃ وکذا عن الکوفیین والمدنیین وکثرت الاخبار والآثار کان العمل بہا اولی انتہی

سبابہ سے کب اشارہ کرے

سوال (۱۹۹) کس وقت سبابہ یعنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا چاہیئے۔

جواب:۔ نفی یعنی لا الہ کہنے کے وقت انگلی کو اٹھائے اور اثبات یعنی الا اللہ کے وقت رکھدے ملا علی قاری فرماتے ہیں:۔ قالوا یرفع المسبحۃ عند قولہ لا الہ ویضعھا عند قولہ الا اللہ لمناسبۃ الرفع للنفی وملائمۃ الوضع للاثبات حتی تطابق القول الفعل فی التوحید والتفرید انتہی وہکذا فی البرھان والکفایۃ وغیرھما

اشارہ کے وقت انگلی کو حرکت دینا

سوال (۲۰۰) سبابہ سے اشارہ کرتے وقت اس کو حرکت دینی چاہیئے یا نہیں؟

جواب:۔ ابوداؤد حضرت عبداللہ ابن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انگلی کو حرکت نہ دیتے تھے اور جن روایات سے حرکت کا ثبوت ملتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ انگلی کو اشارہ کرنے کے لئے اٹھاتے تھے اور ظاہر ہے کہ اس میں حرکت بھی ہو جاتی تھی۔

اشارہ کے وقت نظر کس جگہ رکھے

سوال (۲۰۱) اشارہ کرتے وقت نظر انگلی پر رکھے یا کسی دوسری جگہ۔

جواب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انگلی اٹھانے اور اشارہ کرنے کے وقت نظر مبارک انگشت پر رکھتے اور کسی دوسری جانب نہیں دیکھتے تھے۔ عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشیر باصبعہ اذا دعا ولا یحرکھا ولا یجاوز بصرہ اشارتہ انتہی

سبابہ سے اشارہ کرنے کا طریقہ

سوال (۲۰۲) سبابہ سے اشارہ کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:۔ اس کے متعلق چند طریقے مذکور ہیں:۔

(۱) انگوٹھا اور درمیانی انگلی کے کناروں کو ملا کر حلقہ بنائے، خنصر و بنصر کو بند کرے اور انگشت مسبحہ کو کھول کر اشارہ کرے۔ کفایہ میں ابو جعفر سے یہی طریقہ مذکور ہے اور رسائل الارکان میں اس کو مختار کہا گیا؛ وقال التمنی فی شرح النقایۃ ذکر ابو یوسف فی الامالی انہ یعقد الخنصر والاصبع التی تلیہا ویحلق الوسطی والابہام ویشیر بالسبابۃ انتہی وقال البرجندی فی شرح النقایہ وقد جاء عن علمائنا فی بعض الروایات انہ یفعل کما تفعل الشافعی وھو ان یعقد الخنصر والبنصر ویحلق بین الوسطی والابہام براسہما ویشیر بالمسبابۃ عند التلفظ بالشہادتین انتہی (۲) دست راست کو اپنی ران پر سیدھا رکھ کر انگلیوں کو قبلہ کی جانب رکھے اور سبابہ سے اشارہ کرے۔ نہ حلقہ بنانے کی ضرورت ہے اور نہ خنصر و بنصر کو بند کرنے کی۔ صاحب برہان نے اسی طریقہ کو پسند کیا ہے اور درمختار میں درر البحار اور اس کی شرح غرر الاذکار کے حوالہ سے منقول ہے المفتی بہ عندنا انہ یشیر باسطا اصابعہ کلہا انتہی

(۳) خنصر و بنصر اور درمیانی انگلی کو بند کرے اور انگوٹھے کو سبابہ کی جڑ میں رکھ کر سبابہ کو کھول کر اشارہ کرے اور امام شافعی کا مذہب یہی ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے (کذا فی شرح المشکوٰۃ وفی الکفایہ) وفی قول المدنیین یجب ان یعقد الثلث والخمیس ویشیر بالسبابۃ انتہی

(۴) انگشت شہادت کے علاوہ چاروں انگلیوں کو بند کرکے سبابہ سے اشارہ کرے۔ امام مالک نے مؤطا میں یہی طریقہ ذکر کیا۔

اشارہ کے بعد انگلیوں کو کھولنا

سوال (۲۰۳) اشارہ کے طریقوں میں جو کھولنا اور بند کرنا مذکور ہے کیا اشارہ کے بعد بھی اسی کو باقی رکھے یا تمام انگلیوں کو کھول دے؟

جواب: اسی طریقہ کو باقی رکھے ملا علی قاری فرماتے ہیں:- والصحیح المختار عند جمہور اصحابنا انہ یضع کفیہ علی فخذیہ ثم عند وصولہ الی کلمۃ التوحید یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی والابہام ویشیر بالمسبحۃ رافعا لہا عند النفی وواضعا لہا عند الاثبات ثم یستمر علی ذلک لانہ ثبت العقد عند الاشارۃ بلاخلاف ولم یوجد غیرہ فالاصل ابقاء الشی علی ما ھو علیہ واستصحابہ الی آخرہ انتہی

بوقت تشہد ہاتھ رکھنے کی جگہ

سوال (۲۰۴) قعود کی حالت میں دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھے یا نہیں

جواب:- دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے۔ عالمگیریہ میں ہے ووضع یدیہ علی فخذیہ ویبسط اصابعہ کذا فی الھدایۃ ولا یاخذ الرکبۃ فی الاصح کذا فی الخلاصۃ انتہی

مقتدی کے لئے آمین باآواز بلند کہنا

سوال (۲۰۵) مقتدی آمین باآواز بلند کہے یا آہستہ

جواب:- نفس آمین کہنا سنت ہے، امام شافعی رح کے نزدیک اس کا جہر سنت ہے اور امام ابوحنیفہ آہستہ کہنے کا حکم فرماتے ہیں۔

باب مایکرہ فی الصلوٰۃ

ایک سورۃ دو رکعات میں پڑھنا

سوال (۲۰۶) اگر سورۃ کے بعض حصہ کو ایک رکعت میں اور بعض حصہ کو دوسری رکعات میں پڑھا جائے تو مکروہ ہوگا یا نہیں؟

جواب:- بعض حضرات کے نزدیک مکروہ ہے لیکن مکروہ نہ ہونا صحیح ہے۔ البتہ ایسا نہ کرنا اولیٰ ہے۔ عالمگیریہ میں ہے لو قرء بعض السورۃ فی کعۃ والبعض فی قیل یکرہ وقیل لا یکرہ وھو الصحیح کذا فی الظھیریۃ ولکن لا ینبغی ان یفعل ولو فعل لا باس بہ کذا فی الخلاصۃ۔

مقتدی کے لئے تکبیرات انتقالیہ کا آہستہ کہنا

سوال (۲۰۷) مقتدی کو ربنا لک الحمد اور تکبیرات انتقالیہ باآواز بلند کہنا چاہیئے یا آہستہ؟

جواب:- اگر مقتدی مبلغ ہے تو ایسی صورت میں بقدر ضرورت جہر کرنا جائز ہے بلکہ مستحب ورنہ مکروہ۔ درمختار کے حاشیہ طحطاوی میں ہے:

اما التسمیع من الامام والتحمید من المبلغ وتکبیرات الانتقال منھما اذا قصد بما ذکر الاعلام فقط فلا فساد فی الصلوٰۃ انتہی

اسی میں دوسری جگہ ہے:- اعلم ان التبلیغ عند عدم الحاجۃ الیہ مکروہ وھو بدعۃ منکرۃ فی ھٰذہ الحالۃ اتفق علی ذلک الائمۃ الاربعۃ واما عند الاحتیاج الیہ فمستحب انتہی

اور بحر الرائق میں ہے قید المصنف بالقراءۃ لان ما عداھا من الاذکار فضیہ تفصیل ان کان ذکرا اوجب للصلوٰۃ فانہ یجھر کتکبیرۃ الافتتاح وما لیس بفرض فما وضع للعلامۃ فانہ یجھر بہ کتکبیرات الانتقال عند کل خفض ورفع اذا کان اماما اما المنفرد والمقتدی فلا یجھر لنا بہ وھکذا فی السراج الوھاج شرح القدوری۔

مغصوبہ زمین پر نماز پڑھنا

سوال (۲۰۸) کسی سے غصب کی ہوئی زمین پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

جواب: مکروہ ہے مگر فریضہ ادا ہو جائے گا۔ کذا فی شرح المسلم لمولانا نظام الملۃ والدین

سورۂ فاتحہ سے قبل بسم اللہ پڑھنا

سوال (۲۰۹) جہری نماز میں امام یا منفرد کے لئے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے باآواز بلند بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: امام شافعی کے نزدیک سنت اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خلاف سنت اور مکروہ ہے بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہیئے۔ شرح منیہ میں ہے ویکرہ للمصلی ان یجھر بالتسمیۃ والتامین وکذا بالثناء والتعوذ لمخالفۃ السنۃ انتہی

نماز میں کپڑے سے ہوا لینا

سوال (۲۱۰) نماز کی حالت میں پنکھے یا آستین وغیرہ سے ہوا لینا کیسا ہے؟

جواب: عمل کثیر نہ ہونے کی صورت میں مکروہ ہے اور اگر عمل کثیر ہو جائے گا تو نماز فاسد ہو گی۔ کذا فی عالمگیریۃ وغیرہ۔

عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا

سوال (۲۱۱) اگر امام عمامہ باندھے ہوئے ہے اور مقتدیوں کے سر پر صرف کلاہ ہے تو ایسی صورت میں نماز مکروہ ہو گی یا نہیں؟

جواب: نہیں۔ کیونکہ عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔ تاتارخانیہ میں ہے والمستحب للرجل ان یصلی فی ثلثۃ اثواب قمیص وازار وعمامۃ انتہی

اس صورت میں مقتدیوں نے ترک مستحب کیا اور امام نے نہیں کیا۔ اور امام و مقتدی میں عمامہ کے اختلاف سے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔

بت خانہ میں نماز پڑھنا

سوال (۲۱۲) شرک و بت پرستی کی جگہ جہاں بت اور تصاویر ہوں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے

جواب: تمام روئے زمین پر بشرطیکہ پاک ہو نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور تصویر اگر مصلی کے سر پر یا دائیں، بائیں ہو تو نماز مکروہ ہو گی (کذا فی الدر المختار) اسی طرح اگر مصلی کے سامنے آگ روشن ہو تو آتش پرستوں کی مشابہت کی وجہ سے نماز میں کراہت آجائے گی۔ (کذا فی السراج المنیر) اور کسی مکان کا محض مقام شرک ہونا نماز سے مانع نہیں۔

مصلی کے پس پشت تصویر کا ہونا

سوال (۲۱۳) اگر مصلی کے سر پر یا پس پشت تصویر ہو تو نماز مکروہ ہو گی یا نہیں؟

جواب: مکروہ ہوگی۔ رسائل الارکان میں ہے قال فی الہدایۃ اشد ها کراهۃ ان یکون امام المصلی ثم من فوق راسہ ثم بمینہ ثم شمالہ ثم خلفہ انتہی

سر بریدہ تصویر کا حکم

سوال (۲۱۵) اگر مصلی کے سامنے سر کٹی ہوئی یا اس قدر چھوٹی تصویر ہو کہ کھڑے ہو کر نظر نہیں آتی تو اس سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

جواب: نہیں۔ رسائل الارکان میں ہے: وان کانت اسورۃ صغیرۃ بحیث لا تبدو او محوۃ الرأس او علی وسادۃ او بساط مفروش لا یکرہ

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما لا یفسد

قرآن دیکھ کر اپنے امام کو لقمہ دینا

سوال (۲۱۶) اگر کوئی غیر حافظ کسی امام کی سماعت قرآن دیکھ کر کرتا ہے اور اسی کو دیکھ کر لقمہ دیتا ہے تو ایسی صورت میں نماز صحیح ہوگی یا فاسد؟

جواب: امام اعظم کے نزدیک مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ بحالت نماز قرآن سے مدد لی۔ اور اگر امام نے اس لقمہ کو لے لیا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ علامہ زیلعی شرح کنز میں قول مصنف وقراءتہ من مصحف کے ذیل میں لکھتے ہیں یعنی تفسد الصلوٰۃ عند ابی حنیفۃ وقالا لا تفسد بل یکرہ لما روی ان ذکوان مولی عائشۃ فی رمضان کان یقرأ من مصحف الا انہ یکرہ الصلوٰۃ لما فیہ من التشبہ بفعل اہل الکتاب ولابی حنیفۃ ان حمل المصحف ووضعہ عند الرکوع والسجود ورفعہ عند القیام وتقلیب الاوراق والنظر الیہ وفہمہ عمل کثیر ویتقن من رآہ انہ لیس فی الصلوٰۃ ولانہ تلقی من المصحف فاشبہ التلقی من غیرہ واثر ذکوان محمول ان کان یقرء قبل شروعہ فی الصلوٰۃ انتہی

اور بحر الرائق میں ہے وصحح المصنف الثانی وقال انہا تفسد بکل حال تبعا للسرخسی انتہی

نمازی کو غیر نمازی کا پنکھا کرنا

سوال (۲۱۷) اگر کوئی غیر نمازی ایک نمازی کو پنکھا جھلتا ہے اور وہ نمازی اس فعل پر راضی ہے تو اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔

جواب: بعض فتاوی میں نماز کا فاسد ہونا مذکور ہے۔ مجمع البرکات میں ہے ولو روح غیر المصلی مصلیا ورضی بالترویح یفسد صلوتہ عند مشائخنا وهو الاحوط لانہ یصیر وهو فی الصلوٰۃ کذا فی الخزانۃ الجلالیۃ۔ انتہی

لیکن یہ قول عقل کے خلاف ہے اور دلیل بھی دعوی کے مطابق نہیں ورنہ غیر مصلی کے ہر فعل پر مصلی کے راضی ہو جانے

سے نماز فاسد ہوجائے گی حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔

سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھالینا

سوال (۲۱۸) سجدہ میں زمین دونوں پاؤں پر رکھنے کے بجائے دونوں پاؤں اوپر اٹھالینے سے نماز فاسد ہوجائے گی یا نہیں

جواب :۔ اگر دونوں پاؤں زمین سے اوپر اٹھالئے تو نماز فاسد ہوجائے گی اور ایک اٹھانے کی صورت میں مکروہ عالمگیریہ میں ہے لو سجد ولم یضع قدمیہ علی الارض لایجوز ولو وضع احدھما جاز مع الکراھۃ ان کان بغیر عذر کذا فی شرح منیۃ المصلی لامیر الحاج انتہی

مقتدی کا خارج صلوٰۃ سے لقمہ لینا

سوال (۲۱۹) اگر کوئی مقتدی کسی خارج صلوٰۃ شخص سے لقمہ لیکر اپنے امام کو دے اور امام لقمہ لے کر آگے نکل جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں ؟

جواب :۔ امام اور مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہوجائے گی ۔ قنیہ میں ہے :۔ لو سمع المؤتم ممن لیس فی الصلوٰۃ ففتحہ علی امامہ یجب ان تبطل صلوٰۃ الکل لان التلقین من الخارج انتہی

باب القراءۃ فی الصلوٰۃ

سورۂ ضحیٰ کے ختم پر تکبیر کہنا

سوال (۲۲۰) سورۂ ضحیٰ سے سورۂ ناس تک ہر سورۃ کے آخر میں تکبیر کہنا جنت سے متعلق آیات کی تلاوت کے وقت اس کی تمنا کرنا یا دوزخ سے متعلق آیات کی قرأت کے وقت اس سے پناہ مانگنا اور اسی طرح سبح اسم ربک الاعلیٰ کی تلاوت کے وقت سبحان ربی الاعلیٰ کہنا یا اسی طرح اور دوسری آیات وغیرہ ، کیا یہ تمام صورتیں فرائض اور نفل نماز میں یا خارج صلوٰۃ تلاوت کے وقت حنفی اور شافعی مذہب میں جائز ہیں اور ان کا کیا مرتبہ ہے ۔

جواب :۔ احمد وابوداؤد نے ابن عباس سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربک الاعلیٰ کی تلاوت کے وقت سبحان ربی الاعلیٰ فرماتے ۔ اور علامہ جلال الدین محلی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سورۂ ضحیٰ کے نازل ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور دوسرے لوگوں کو سورۂ ضحیٰ اور اس کے بعد کی تمام سورتوں کے آخر میں تکبیر کے لئے حکم فرمایا ۔ علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان میں احادیث جمع کیں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ نے ایک رکعت میں سورۂ بقرہ ، سورۂ آل عمران اور سورہ نسا پڑھی اور جب ایسی آیت تلاوت کرتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو خود تسبیح پڑھتے ۔ اور اگر سوال کا ذکر ہوتا تو خود سوال فرماتے اور تعوذ

کی صورت میں تعوذ فرماتے۔ اور کتب احادیث وتفاسیر میں اس قسم کی بے شمار مثالیں ملیں گی۔ اس بارہ میں تفصیل یہ ہے۔

بعض شافعیہ اس کو مستحب اور بعض کو مسنون مانتے ہیں۔ نماز اور خارج نماز دونوں حالتوں میں حکم یہی ہے۔ علامہ سیوطی تفسیر اتقان میں فرماتے ہیں یستحب التکبیر من الضحیٰ الی آخر القرآن وھی قراءۃ المکیین وسواء فیہ الصلوٰۃ وخارجہا صرح بہ السخاوی وابوشامہ انتہی ملخصًا

اور علامہ سلیمان جمل حاشیہ جلالین میں ذکر کرتے ہیں فالتکبیر لیس بعد ھٰذہ السور سواء قرأ القاری فی الصلوٰۃ او فی خارجہا انتہی۔

اور امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں ومذھبنا استحباب ھٰذہ الامور لکل قاری فی صلوٰۃ او غیرھا للامام والماموم والمنفرد۔ انتہی ملخصًا۔

اور حنفیہ کے نزدیک فرائض واجبات اور تراویح میں بھی ان کلمات کا کہنا امام ومقتدی دونوں کے لئے مکروہ اور خلاف سنت ہے۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے۔ البتہ تراویح کے علاوہ دوسری نوافل مثلا نوافل شب میں کہ اس وقت ایک دو مقتدی ہوتے ہیں اگر ان کلمات سے مقتدی کو ناگواری ہوتی ہو تو امام کے لئے ان کلمات کا کہنا مناسب نہیں لیکن اگر ان کو ناگوار نہ ہو تو ان کا ترک بھی اولیٰ نہیں اور اگر وہ منفرد ہے تو فرائض اور تراویح میں نہ کہے۔ کیونکہ ان دونوں کے بارہ میں ثبوت نہیں۔ دوسری نوافل کے بارہ میں اس کو اختیار ہے۔

درمختار میں ہے وکذا الامام لایشتغل بغیر القرآن وما ورد حمل علی النفل منفردًا انتہی

اور علامہ شامی درمختار میں فرماتے ہیں وقولہ حمل علی النفل منفردًا افاد ان کلا من الامام والمقتدی فی الفرض والنفل سواء قال فی الحلیۃ اما الامام فی الفرائض فلما ذکرنا من انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یفعلہ فیہا وکذا الائمۃ من بعدہ الی یومنا ھذا فکان من المحدثات ولانہ تثقیل علی القوم فیکرہ واما فی التطوع فان کان فی التراویح فکذلک وان کان فی غیرھا من نوافل اللیل التی اقتدیٰ بہ فیہا واحد او اثنان فلانسلم ترجح الترک علی الفعل لما روی عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ انہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ الی ان قال وما مر بآیۃ رحمۃ الا وقف عندھا فسأل ولا بآیۃ عذاب الا وقف عندھا وتعوذ اللھم اذا کان فی ذلک تثقیل علی المقتدی وامام الماموم فلان وظیفۃ الاستماع والانصات، فلا یشتغل بما یخلہ لکن قد یقال انما یتم ذلک فی المقتدی فی الفرائض والتراویح اما المقتدی فی النافلۃ المذکورۃ اذا کان امامہ یفعلہ فلا لعدم الاخلال بما ذکر فلیحمل علی ما عدا ھٰذہ الحالۃ انتہی

اور طحطاوی حاشیہ درمختار میں بیان کرتے ہیں: قولہ وکذا الامام الخ اما المنفرد ففی الفرض کذلک وفی النفل یسأل الجنۃ ویتعوذ من النار عند ذکرھما انتہی

اور علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں بیان کرتے ہیں وکذ الامام لایشتغل بغیر القراءۃ سواء ام فی الفرض او النفل اما المنفرد ففی الفرض کذلک وفی النفل یسأل الجنۃ ویتعوذ من النار عند ذکرهما ویتفکر فی آیۃ المثل بذ ذکر وقید حدیث حذیفۃ صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل فما مر آیۃ فیہا ذکر الجنۃ الا وقف وسأل اللہ تعالی الجنۃ وما یمر بآیۃ فیہا ذکر النار الا وقف وتعوذ من النار وهذا یقتضی ان الامام یفعله فی النافلۃ وهم صرحوا بالمنع الا انهم علّلوه بالتطویل علی المقتدی فعلی هذا الوامر من یعلم منہ طلب ذلک یفعله انتہی

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ماثبت من السنۃ میں یہ جزفرمایا والمسنون المعمول علیہ فی الحرمین وسائر دیار العرب التکبیر عند الختم من والضحیٰ الی آخر القرآن والمختار فیہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولو اکتفی باللہ اکبر صح انتہی تو یہ قول محمول ہے خارج صلوٰۃ پر اور فقہائے حنفیہ کی سابقہ تصریحات اس کا قرینہ ہیں۔ واللہ اعلم

راقم الحروف سنہ ۱۲۷۹ھ کو مکہ معظمہ میں موجود تھا اور میں نے مصلی حنفی پر تراویح میں اس بات کو نہیں پایا البتہ مولد شریف کی متبرک مجالس میں شرکت کا موقع ملا جس میں عادۃ سورۃ ضحیٰ سے آخر قرآن تک تمام سورتوں کی تلاوت کی جاتی ہے اور ہر سورۃ کے ختم پر تکبیر پڑھنے کا دستور ہے۔ اور یہ طریقہ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ اور جدہ تینوں جگہ دیکھا۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا

سوال (۲۲۱) مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:۔ امام شافعی کے نزدیک فرض ہے مگر حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ دلیل ہے من کان لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امام کی قراءۃ پوری جماعت کے لئے کافی ہے اور سورۃ کی قرأت قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ اور حدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب بھی قراءۃ امام کے بارہ میں معمول بہ ہے اور آیت کریمہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا قرأت مقتدی سے مانع ہے خواہ جہری نماز ہو یا سری۔ واللہ اعلم

نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا

سوال (۲۲۲) نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے یا واجب ہے؟

جواب: امام شافعی کے نزدیک فرض ہے۔ حدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب ان کی دلیل ہے اور حنفیہ واجب کہتے ہیں اور یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر اسمیں مطلق صلوٰۃ کی نفی نہیں بلکہ صلوٰۃ کامل کی نفی ہے اور آیت کریمہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن عام ہونے کی وجہ سے اس حدیث سے معارض ہے۔ اور دلالت کے وقت اس حدیث کی دلالت ظنی رہ جائے گی اور جس سے فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وجوب ثابت ہوتا ہے۔

قرأت میں تغیر کا واقع ہونا

سوال (۲۲۳) بعض کا مسلک ہے کہ قرأت میں لغزش سے اگر معنی بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ اگر معنی بدل جائیں اور وہ کفر تک پہنچا دیں تو نماز فاسد ہوگی۔ اس بارہ میں حکم شرعی کیا ہے؟

جواب:۔ منیۃ المصلی میں ہے الاصل فیہ انہ لم یکن مثلہ فی القرآن والمعنی بعید یتغیر بہ تغیرا فاحشا یفسد الصلوۃ انتہی اکثر کتب فقہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مطلق تغیر معنے سے نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اعراب کی غلطی ہو جائے اگرچہ معنی کا تغیر اس صورت میں بھی ہوگا۔ مگر عوام پر شفقت کے خیال سے بعض فقہا مفسد صلوۃ نہیں کہتے۔ کذا فی العالمگیریہ انتہی

عورتوں کا نماز میں جہر کرنا

سوال (۲۲۴) فجر، مغرب اور عشا میں عورتوں پر بھی جہر واجب ہے یا نہیں؟

جواب:۔ واجب نہیں ہے رسائل الارکان میں ہے ثم الجہر فی الصلوۃ الجہریۃ للرجال والاحناء فی صلوۃ المخافۃ واجب واما المرأۃ فیجب علیہا الاخفاء فی الصلوات کلہا لان صوتہا عورۃ انتہی

باب الامامۃ والجماعۃ

غیر عالم کا عالم بننا

سوال (۲۲۵) ایک شخص علم صرف ونحو سے ناواقف محض کتب فقہ کے تراجم کی مدد سے چند مسائل کی خبر رکھتا ہے۔ مگر کم علمی اور جہل کی وجہ سے اصل مطالب کی خبر نہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیکر اپنا اتباع کرانے اور عالم کہلانے کی غرض سے مسجد میں وعظ کہتا ہے جس میں قرآن وحدیث کے خلاف مسائل ہوتے ہیں۔ اور بغیر کسی پیر کی اجازت کے بہت سے لوگوں کو مرید بھی کرلیا ہے۔ اور محض اپنے فائدہ کی وجہ سے ایک صحیح عالم کو امامت عیدین وجمعہ اور وعظ سے منع کرکے خود امامت کرتا ہے اور اتحاد روافض کی وجہ سے میلاد شریف کی مجالس میں قصداً خلفاء کی تعریف بیان نہیں کرتا۔ اور روافض کے کہنے کی وجہ سے اہلسنت والجماعت سے بالکل قطع تعلق کرلیا کہ شادی بیاہ اور مرنے جینے میں بھی شریک نہیں۔ کیا ایسا شخص عنداللہ گنہگار ہوگا یا نہیں۔ اس کے وعظ ونصیحت اور عیدین وجمعہ کی امامت۔ ایک عالم کی موجودگی میں درست وصحیح ہے یا نہیں اور بغیر کسی پیر کی اجازت کے مرید کرنا کیسا ہے جبکہ لوگوں کی زمین جائداد۔ مال اور مکانوں کو غصب کرکے ان کے دلوں کو دکھاتا ہے اور طہارت بھی صحیح نہیں

جواب:۔ ایسا شخص گنہگار ہوگا اور ایک صحیح عالم کی موجودگی میں اس کو وعظ وامامت کا استحقاق نہیں اور جبکہ وہ ناجائز امور

کا ارتکاب کرتا ہے تو ایسی صورت میں اس کا مرید بننے سے احتراز کرنا چاہیئے ۔ واللہ اعلم

امام و مقتدی کے درمیان کا فاصلہ

سوال (۲۲۶) گھر یا جنگل اور مسجد میں امام اور مقتدی کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیئے ۔

جواب :۔ اگر امام محراب میں ہو اور مقتدی اطراف مسجد میں تو نماز جائز ہے ۔ کیونکہ مسجد بمنزلہ مکان واحد کے ہے ۔ باوجودیکہ اطراف بعید ہی کیوں نہ ہوں ، اور کمرہ کا بھی حکم یہی ہے ۔ اور جنگل میں دو صفوں کے فاصلہ کی اجازت ہے ۔ سراج المنیر میں ہے قدر ما ینبغی ان یکون بین الامام والقوم فی الصحراء ما یسع فیہ الصفان وعلیہ الفتوی کما فی الغائیۃ والبیت کالمسجد مع تباعد اطرافہ کبقعۃ الواحدۃ فی حق الاقتداء وھو الاصح کما فی القنیۃ وخزانۃ المفتین انتہی اور قنیہ میں ہے ، قیل المسافۃ التی تمنع الاقتداء فی الصحراء تمنعہ فی البیت والاصح انہ یجوز فی البیت کالمسجد انتہی اور سراجیہ میں ہے لو اقتدی من اقصی المسجد بالامام وھو عند المحراب جاز انتہی

صفوں کے درمیان کا فاصلہ

سوال (۲۲۷) صفوں کے درمیان کس قدر فاصلہ ہونا چاہیئے ۔

جواب : صفوں کے قریب اور متصل ہونے کے بارہ میں احادیث میں بہت تاکید ہے ۔ جیسا کہ ایک حدیث ابوداؤد میں حضرت انس سے مروی ہے ۔ آپ نے فرمایا رصوا صفوفکم یعنی صفیں سیدھی کرو ، وقاربوا بینھا ، اور صفیں قریب قریب قائم کرو ۔ شارح حدیث نے اس قرب کی مقدار بیان کی کہ دو صفوں کے درمیان تیسری صف کی گنجائش نہ رہے ۔ شرح مشکوٰۃ میں ہے قاربوا بین الصفوف بحیث لا یسع بینھما صف آخر حتی لا یقدر الشیطان ان یمر بین یدیہ انتہی

حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے

سوال (۲۲۸) حنفی کے لئے شافعی کی اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں ۔

جواب :۔ ایک جماعت کے نزدیک مقتدی کی رائے کا اعتبار ہے اور اسی کو شامی نے صحیح کہا ہے اور اسی نظریہ کے تحت بحرالرائق میں ہے اگر مقتدی کو یقین ہے کہ امام محتاط ہے اور شرائط و ارکان میں مسائل اختلافیہ کی پوری رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتدا مکروہ نہیں ۔ اور اگر شک ہو تو پھر مکروہ ہے اور اگر کوئی علم نہیں تو جائز ہے ۔ ایک دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اس میں امام کا اعتبار ہے اور صاحب نہایہ نے اس کو اقیس کہا ہے جس کو شامی نے نقل کیا ۔ اور اس لحاظ سے اگر شافعی امام محتاط بھی نہ ہو تب بھی اس کی اقتدا درست ہے ۔ جبتک کوئی شے مفسد صلوٰۃ ہر کو معلوم نہ ہو جائے جسکی تائید واقعہ نادر سے ہوتی ہے کہ امام ابو یوسف رح نے ہارون رشید کی اقتدا کی جبکہ وہ فصد کرا کر آئے تھے اور وضو نہیں کیا تھا ۔ اور علامہ عینی اسی طرف مائل ہیں ۔ شرح کنز میں فرماتے ہیں ۔ والطریق فی ھذا ان یقال یجوز اقتداء الحنفی بالشافعی والشافعی بالحنفی وکذا المالکی بالحنبلی ما لم یتحقق من امامہ ما یفسد الصلوٰۃ فی اعتقادہ انتہی

عورت کی نماز شوہر کے پیچھے

سوال (۲۲۹) اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی اقتدا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- اگر عورت کے دونوں قدم شوہر کے قدموں کی ایڑیوں سے پیچھے ہوں تو اقتداء جائز ہے۔ ورنہ اگر محاذاۃ ہو جائے تو دونوں کی نماز فاسد ہو جائے گی بحر الرائق میں ہے والمراۃ اذا صلت مع زوجہا فی البیت ان کان قدمہا بحذاء قدم الزوج لا یجوز صلوتہما انتہی

دوسری جگہ مذکور ہے وفی الخانیۃ والظہیریۃ المراۃ اذا صلت فی بیتہا مع زوجہا ان کانت قدماہا خلف قدم الزوج الا انہا طویلۃ یقع راسہا فی السجود قبل راس الامام جازت صلوتہما لان العبرۃ للقدم انتہی

قل ھو اللہ کو گل ھو اللہ پڑھنا

سوال (۲۳۰) ایک شخص قل ھو اللہ کو گل ھو اللہ پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ اہل ہند جسکو ق پڑھتے ہیں وہ درحقیقت ترکی زبان کا حرف ہے عربی نہیں۔ اور لغت عرب میں یہ شکل گاف کی ہے اور تمام عرب گاف ہی پڑھتے ہیں کیا اس کا مقولہ صحیح ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے

جواب:- اس کا مقولہ صحیح نہیں۔ اور نہ اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ کیونکہ تمام ادباء اور اہل لغت نیز قراء اور ماہرین نحو کا اتفاق ہے کہ حرف قاف عربی ہے۔ قاری ابو محمد مکی نفیہ کتاب الرعایۃ تجوید القراۃ میں بیان کرتے ہیں القاف تخرج من المخرج الاول من مخارج الفم مما یلی الحلق من اقصی اللسان وما فوقہ من الحنک والقاف حرف متمکن قوی لانہ من الحروف المجہورۃ الشدیدۃ المستعلیۃ ومن حروف القلقلۃ قریبہ من مخرج الکاف فیجب علی القاری ان یفخم القاف تفخیما بالغا اذا اتت بعدہا الف کما یفعل بہا اذا حکاہا فی الحروف فقال فالقاف وذلک نحو قولہ تعالی قالوا وقاموا ولکن لک بینہما بیانا خالصا تفخیما اذا انفردت مفتوحۃ او مضمومۃ نحو قلیلا وقل منا وقد ورد قولہ او شبہہ فاذا وقعت الکاف بعدہا او قبلہا وجب بیانہا لئلا یشوبہا شئ من لفظ الکاف نقربہا منہا او یشوب الکاف شئ من لفظ القاف نحو خالق کل شئ وخلقکم ورزقکم انتہی

اور ظاہر ہے کہ صفات مذکورہ گاف فارسی میں نہیں پائی جاتیں لیکن موجودہ زمانہ میں اہل عرب کے یہاں قاف کی جگہ گاف فارسی کا استعمال ان عجمیوں کے اختلاط کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے کبھی وہ لوگ قرآن و حدیث میں قاف کی جگہ گاف فارسی نہیں پڑھتے اور بادیہ نشین جاہلوں کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ وہ حروف کو مخارج سے ادا نہیں کرتے اور قرآن کے ایسے حروف کہ ان کا تلفظ اور دوسرے حروف سے تمیز آسان ہو ان کو بدل دینا ایسے طریقہ پر کہ معنی بھی متغیر ہو جائیں یہ مفسد صلوٰۃ ہے۔

عالمگیریہ میں ہے: ان غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالصاد مع الطاء فقرأ

التحیات مکان الصلوات تفسد صلوتہ عند الکل انتہی

سابقہ نیت سے نماز کا اعادہ کرنا

سوال (۲۳۱) اگر کسی وجہ سے اقتداء صحیح نہیں ہوئی۔ اب مقتدی اسی سابقہ نیت سے اپنی نماز پوری کرتا ہے تو کیا اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔

جواب:۔ امام محمد کے نزدیک ادا نہ ہوگی۔ اور امام صاحب و امام یوسف کے نزدیک ادا ہو جائے گی۔ برجندی شرح نقایہ میں بیان کرتے ہیں۔ واعلم ان فی کل موضع لا یصح الاقتداء لا یصیر المقتدی شارعا فی صلوۃ نفسہ فی روایۃ باب الحدث حتی لو قہقہ لا ینتقض طہارتہ فی روایۃ باب الاذان یصیر شارعا فقیل ما ذکر فی الحدیث قول محمد وما ذکر فی باب الاذان قولہما کذا فی الظہیریۃ۔ انتہی

ادائے فرض کے بعد امامت کرنا

سوال (۲۳۲) اگر ایک شخص اپنی فرض یا واجب نماز ادا کرنے کے بعد دوسری مسجد میں جا کر اسی ادا کردہ نماز کے لئے امام بن جاتا ہے تو اس کے پیچھے دوسرے لوگوں کی فرض یا واجب نماز ادا ہو جائے گی

جواب: نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے الاصل فی ہذہ المسائل ان حال الامام ان کان مثل حال المقتدی او فوقہ جازت صلوۃ الکل وان کان دون حال المقتدی صحت صلوۃ الامام ولا یصح صلوۃ المقتدی کذا فی المحیط انتہی

شیعہ کی اقتداء کرنا

سوال (۲۳۳) شیعہ کے پیچھے اقتداء کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر وہ شیعہ اصحاب کبار اور ام المومنین کی تکفیر اور دیگر امور موجب تکفیر نہ کرے بلکہ محض ظلم و غصب کے ذکر پر اکتفا کرے تو ضرورت کے وقت اس کی اقتداء کرنے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ وضو اور نماز کے ارکان میں کوئی تغیر و تبدل نہ کرے۔ ورنہ اقتداء صحیح نہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضرت عثمان غنی کے محصور ہونے کی حالت میں .... لوگوں نے عرض کیا کہ امامت تو آپ کا حق ہے اور آپ اس مصیبت میں مبتلا ہیں اور نماز کی امامت فقط امام ہی کیا کرتا ہے۔ اس پر حضرت عثمان نے فرمایا کہ جس وقت نیکوکاری میں مصروف ہوں تو ان کے ساتھ بھی بھلائی کرنی چاہیئے۔ اور جس وقت کہ وہ بدکار ہو جائیں تو ایسے لوگوں سے احتراز کر کے ان کی بدکاری میں شریک نہ ہونا چاہیئے۔

باب المسبوق

مسبوق کا امام سے پہلے تشہد پڑھ لینا

سوال (۲۳۴) اگر مسبوق قعدۂ آخیر میں امام سے پہلے تشہد سے فارغ ہو جائے تو کیا کرے؟

جواب:- مسبوق کے لئے مستحب ہے کہ التحیات اس قدر آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے تک پوری ہو۔ اور اگر سلام امام سے پہلے فارغ ہو گیا تو خاموش بیٹھا رہے اور بعض کا قول ہے کہ مکرر پڑھے اور بعض کے نزدیک درود و دعا وغیرہ میں مشغول ہو جائے۔ حلبی شرح منیہ میں بیان کرتے ہیں: اذا فرغ المسبوق من التشهد قبل سلام الامام یکرره من اوله وقیل یکرر کلمة الشهادة وقیل یسکت وقیل یاتی بالصلوة والدعاء والصحیح انه یترسل حتی یفرغ عند سلام الامام۔

مسبوق کا دوسرے کے کہنے سے اپنی نماز کو پورا کرنا

سوال (۲۳۵) اگر مسبوق بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے اور کچھ دیر توقف کے بعد دوسرے کے کہنے پر بقیہ نماز کو پوری کرتا ہے تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں

جواب:- اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ اس نے نماز کی حالت میں غیر سے مدد حاصل کی کذا یفہم من الدر المختار

مسبوق کا امام کیساتھ سلام پھیرنا

سوال (۲۳۶) اگر مسبوق سہواً یا عمداً امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں

جواب:- سہواً کرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ البتہ عمداً کرنے سے فاسد ہو جائے گی۔ مجمع البرکات میں ہے وسلام المسبوق لا تفسد صلاته لانه سلام الساهی فلا یخرجه عن حرمة الصلوة کذا فی فتاوی عالمگیریة ناقلا عن شرح الطحاوی وان سلم مع الامام علی ظن ان سلامه مع الامام فهو سلام عمدا فتفسد کذا فی الظهیریة انتهی

باب سجود السہو

قعدۂ آخیرہ کے بعد کھڑا ہونا

سوال (۲۳۷) زید قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد کھڑا ہو گیا اور رکعت پوری ہونے سے پہلے یاد آ گیا تو کھڑے کھڑے سلام پھیر دیا کیا اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب:- اس کے لئے لازم تھا کہ کھڑے ہو کر سلام نہ پھیرتا کیونکہ یہ طریقہ مشروع نہیں بلکہ بدعت ہے (بحر الرائق) اور اگر کھڑے ہو کر سلام پھیر دیا تو نماز صحیح ہوگئی۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

درمختار میں ہے وان قعد فی الرابعة مثلا قدر التشهد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائما صح انتهی

اور برجندی شارح مختصر فرماتے ہیں وسلم قائما کما هو جاز لکن لا ینبغی ان یسلم قائما انتهی

قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود پڑھنا

سوال (۲۳۸) قعدہ اولیٰ میں تشہد کے درود پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:- سجدۂ سہو لازم آئے گا۔ حاشیہ طحطاوی میں ہے ذکر فی البدائع انہ یجب علیہ السہو عندہ وعندھما لا یجب لانہ لو وجب لجبر النقصان ولا یعقل نقصان فی الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووجہ قول الامام انہ لا یجب الخ وبالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بل بتاخیر الفرض وھو القیام الا ان التاخیر حصل بالصلوٰۃ وفی القہستانی عن الروضۃ وبقول الصاحبین افتی اہل زماننا وفی المحیط استقبح محمد السہو لاجل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونعم ما قال روح اللہ روحہ لکن فی المضمرات ان الفتوی علی قول الامام انتہی

تکبیرات عیدین کو ترک کردینا

سوال (۲۳۹) تکبیرات عیدین کو سہواً ترک کرنے سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:- لازم ہوجاتا ہے مختصر قدوری میں ہے، وسجود السہو تلزم اذا زاد فی صلوتہ فعلاً من جنسھا لیس منھا او ترک قراءۃ الفاتحۃ الکتاب او القنوت او التشہد او تکبیرات العیدین انتہی

اور عالمگیری میں ہے۔ ومنھا تکبیرات العیدین قال فی البدائع اذا ترکھا او نقص منھا او زاد علیھا او اتی فی غیر موضعھا فانہ یجب علیہ سجود السہو کذا فی بحر الرائق ویستوی فیہ الزیادۃ والنقصان القلیل والکثیر فقد روی عن الحسن عن ابی حنیفۃ ان اسہی الامام عن تکبیرۃ واحدۃ فی صلوٰۃ العید سجد للسہو کذا فی الذخیرۃ انتہی

اور فتاوی قاضی خاں میں ہے ولو سھی عن تکبیرات العید یلزمہ السھو انتہی

اور تنویر الابصار میں ہے والسھو فی صلوٰۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء انتہی

تکبیر قنوت چھوڑ دینا

سوال (۲۴۰) تکبیر قنوت ترک کردینے سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے یا نہیں۔

جواب:- نہیں۔ بحر الرائق میں ہے:- ذکر فی الظہیریۃ انہ لو ترک تکبیرۃ القنوت فانہ لا روایۃ لھذا وقیل یجب السجود للسہو اعتباراً بتکبیرات العید وقیل لا تجب انتہی وینبغی ترجیح عدم الوجوب لانہ لا اصل ولا دلیل علیہ بخلاف تکبیرات العید فان دلیل الوجوب المواظبۃ مع قولہ تعالیٰ اذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات

سجدۂ سہو سے قبل سلام پھیرنا

سوال (۲۴۱) سجدہ سہو سلام کے بعد کرنا چاہیے یا سلام پھیرنا ضروری نہیں۔

جواب: سجدہ سہو سے پہلے سلام پھیرنا مسنون ہے اور اگر بغیر سلام کے سجدہ کرلیا تو بھی جائز ہے مختصر قدوری میں ہے سجود السہو سنۃ فی روایۃ الحسن واجب عند غیرہ وھو ملزم فی الزیادۃ والنقصان بعد السلام عندنا ولو سجد قبل السلام یجزئ عندنا ولا اعادۃ علیہ انتہی

باب صلوٰۃ المسافر

مسافر کا قصداً چار رکعت پڑھنا

سوال (۲۴۲) اگر مسافر قصداً چار رکعت نماز پڑھے اور ہر دو رکعت پر قعدہ بھی کرے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے اور ایسا شخص گنہگار تو نہیں ہوگا۔

جواب: پہلی دو رکعت فرض اور مابعد کی نفل ہوگئیں اور یہ فعل حسن نہیں ہے۔ ابوالمکارم شرح نقایہ میں فرماتے ہیں لو اتم مسافر اربعًا وقعد القعدۃ الاولی قدر التشہد تم فرضہ وھو الرکعتان واساء لتاخیر السلام قصدا وما زاد علی فرضہ نفل انتھی

مسافر کا ایک جگہ سے دوسری جگہ کوچ کرنا

سوال (۲۴۳) مسافر نے ایک جگہ اقامت کی نیت کرلی۔ پھر وہاں سے کوچ کرتا ہے تو احکام سفر نافذ کرنے کے واسطے اب بھی تین روز کی مسافت ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: تین روز کی مسافت معتبر ہے۔ رسائل کل میں ہے الحد الشرعی للسفر عندنا ثلثۃ ایام فاذا اراد ان یسیر من موضع اقامتہ الی موضع آخر بینہ وبین موضع الاقامۃ میرۃ ثلثۃ ایام یصیر مسافرا انتھی

مسافر مقیم کی اقتدا کیسے کرے

سوال (۲۴۴) مسافر اگر مقیم کی اقتدا کرتا ہے تو دو رکعت کی نیت کرے یا چار کی۔

جواب: بہتر یہ ہے کہ بغیر تعیین رکعات مطلق فرض کی نیت کرے (برجندی) اور اگر کرے تو دو رکعت کی کرے جامع الرموز میں ہے لو اراد نیۃ العدد نوی رکعتین انتھی

نوٹ: صحیح مسلک یہ ہے کہ ایسے مسافر کو چار ہی رکعات کی نیت کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم

مسافر کا حکم سفر سے خارج ہونا

سوال (۲۴۵) مسافر کا سفر کب پورا ہوتا ہے؟

جواب: کسی شہر یا دیہہ میں پندرہ دن یا اس سے زائد کی نیت کرنے سے حکم سفر سے نکل جاتا ہے۔ ہدایہ میں ہے ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامۃ فی بلدۃ او قریۃ خمسۃ عشر یوما واکثر انتھی

ریل کی مسافت کا حکم

سوال (۲۴۶) بعض علماء ریل کی مسافت کو اونٹ کی رفتار پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ دونوں خشکی میں چلتے ہیں اور بعض علماء اسی مسافت کو اگنبوٹ کی مسافت پر محمول کرتے ہیں۔ کیونکہ دونوں

آگ سے چلتی ہیں۔ ان دونوں میں صحیح قول کونسا ہے اور حکم شرعی کیا ہے ؟

جواب:۔ سفر بحری ہو یا بری ہر ایک سفر میں سیر متوسط (درمیانی چال) کا اعتبار کیا جائیگا۔ دوسری اور رفتار معتبر نہ ہوگی۔ نیز تیز رفتاری اور سست رفتاری کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔ اور ریل چونکہ خشکی کی سواری ہے۔ اس لئے اس میں سیر بری کا اعتبار ہوگا سیر بحری کا نہیں۔

بحرالرائق میں ہے: فی السراج الوهاج اذا كانت المسافة ثلثة ايام ولياليها بالسير المعتاد فسار اليها سيرا مسرعا او على الفرس جريا حثيثا فوصل فی يومين قصر انتهى والمراد بسير الابل والجبل ان يكون بالابل ومشى الاقدام والمراد بالابل القافلة دون البريد واما السير فی البحر فيعتبر فی البحر ما يليق به حال بان تكون ثلثة ايام فيه اذا كانت الرياح معتدلة وان كانت تلك المسافة بحيث تقطع فی البر في يوم كما في الجبل يعتبر كونها من الجبل بالسير الوسط ثلثة ايام وان كانت تقطع من طريق السهل بيوم والحاصل انه تعتبر المدة من اى طريق اخذ فيه انتهى

باب صلوۃ المریض

کوئی شے اوپر اٹھاکر سجدہ کرنا

سوال (۲۴۷) مریض اگر رکوع وسجود پر قادر نہیں۔ اور دوسرے لوگ کوئی چیز اٹھا کر اس کی پیشانی کے قریب لے جائیں تاکہ وہ مریض اس پر اپنا سر رکھدے۔ کیا اس صورت میں سجدہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب:۔ اگر مریض نے اپنے سر کو معمولی سی بھی جنبش اور حرکت دے لی اور قدرے انحناء (جھکنا) پایا گیا تو سجدہ ادا ہو جائیگا ورنہ نہیں۔ محمود بن الیاس شرح نقایہ میں فرماتے ہیں: ولا يرفع اليه شئ للسجود عليه فان فعل ذلك هو يخفض راسه للركوع والسجود جاز بالايماء لا بوضع الراس على ذلك الشئ وان لم يخفض راسه لكن يوضع شئ على جبهته لم يجز انتهى

تکیہ پر سجدہ کرنا

سوال (۲۴۸) اگر کسی عذر کی وجہ سے مقام سجدہ کو بلند کرنے کی غرض سے تکیہ رکھ کر سجدہ کرے تو جائز ہے یا نہیں

جواب: جائز ہے کفایہ میں ہے ولو وضع بين يديه وسائد فالصق جبهته عليها ووجد ادنى الانحناء جاز عن ذلك الايماء والانحناء انتهى

اور محمود بن الیاس کی شرح نقایہ میں ہے فان كانت الوسادة موضوعة على الارض وهو يسجد عليها جاز انتهى

مجنون کی نماز

سوال (۲۴۹) مجنون کے ذمہ سے نماز ساقط ہو جاتی ہے یا نہیں۔

جواب: اگر جنون طویل ہو اور ایک دن و رات سے زیادہ وقت اسی جنون کی حالت میں گزر جائے تو اس کے ذمہ سے نماز ساقط ہو جاتی ہے عنایہ میں ہے وحد الامتداد فی الصلوٰۃ ان یزید علی یوم ولیلۃ وفی الصوم باستغراق الشھر وفی الزکوٰۃ باستغراق الحول انتہی

باب التراویح

ایک ختم کے بعد تراویح پڑھنا

سوال (۲۵۰) تراویح میں ایک قرآن ختم کر لینے کے بعد بقیہ ایام میں تراویح پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: نفس تراویح کے مسنون ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نفس تراویح کو بغیر قرآن کے مسنون نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ تراویح کا مسنون ہونا ختم قرآن کی وجہ سے ہے اور بعض علماء نفس تراویح کو مستقل سنت اور قرأت قرآن۔ سماع قرآن کو سنت مستقلہ کہتے ہیں۔ لہٰذا پہلے قول کے مطابق ختم قرآن کے بعد تراویح کی سنت باقی نہیں رہی۔ اور دوسری جماعت کے نزدیک ختم قرآن سے ایک سنت ادا ہو گئی۔ اور ایک سنت تراویح کی آخر رمضان تک باقی ہے۔ صاحب فتاویٰ عالمگیریہ اور دوسرے فقہائے قول ثانی کو اصح قرار دیا۔

ختم قرآن کے وقت سورۂ اخلاص تین بار پڑھنا

سوال (۲۵۱) تراویح میں ختم قرآن کے وقت سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھنا مستحب ہے یا نہیں؟

جواب: مستحب ہے۔ شرح منیۃ میں ہے:۔ قراءۃ قل ھو اللہ احد ثلث مرات عند ختم القرآن لم یستحسنہ بعض المشائخ وقال الفقیہ ابو اللیث ھذا شئی استحسنہ اھل القرآن وائمۃ الامصار فلا باس بہ الا ان یکون الختم فی المکتوبۃ فلا یزید علی مرۃ انتہی اور اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے یکرہ تکرار قراءۃ السورۃ فی الفرض ولا یکرہ تکرار السورۃ فی التطوع لان باب النفل اوسع انتہی ملخصا

تسمیۂ سورۂ نمل کے علاوہ بسم اللہ پڑھنا

سوال (۲۵۲) اگر کوئی حافظ تراویح میں پورے قرآن میں سورۂ نمل کی بسم اللہ کے علاوہ جو کہ جزو قرآن ہے کسی جگہ بھی بسم اللہ نہ پڑھے تو ختم قرآن کامل ہوگا یا ناقص

جواب: کامل نہیں ہوگا۔ کیونکہ بسم اللہ قرآن کی ایک آیت ہے اور سورتوں میں فصل کرنے کی غرض سے اس کو قرآن میں مکرر لایا گیا ہے۔ لہٰذا تراویح میں ختم قرآن کے وقت کسی ایک سورۃ کے شروع میں اس کو پڑھنا ضروری ہے اور چھوڑنے کی صورت میں ختم قرآن ناقص رہے گا۔

تنویر المنار میں ہے: حنفیہ برآنند کہ بسم اللہ آیت واحدہ است مکرر شدہ برائے فصل میان سورپس قرآن عبارات ست

ازمائة وچاردہ سورویک آیت پس درختم قرآن یکبار بسم اللہ ضرور یست بر سر ہر سورہ کہ خواہد ولیست جزو ہر سورہ چنانچہ مذہب امام شافعی است کہ بسم اللہ مائة وسیزدہ آیت است و در قرآن بر ہر سورۃ سوائے برأت واگر در یک جا ترک کرد ترک کرد ختم را

ترویحہ کی مقدار

سوال (۲۵۳) تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد کس قدر بیٹھنا چاہیے جس کا نام ترویحہ ہے۔

جواب: ایک ترویحہ کی مقدار آرام لینا مستحب ہے اور اختیار ہے کہ اس وقت خاموش بیٹھا رہے یا تسبیح پڑھے، قرأت قرآن کرے درود بھیجے، نفل نماز پڑھے۔ کوئی خاص دعا منقول نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنۃ میں تحریر فرماتے ہیں: المستحب ان یجلس بین کل ترویحتین مقدار ترویحۃ وکذا بین الخامسۃ والوتر وھو المروی عن ابی حنیفۃ وھو المروی عن السلف واھل الحرمین وکانوا مجمعین علی ذلک اما اھل مکۃ فانھم یطوفون اسبوعا واھل المدینۃ یصلون اربعا وکذا اھل کل بلد من بلاد المسلمین ثم ھو بالخیار ان شاء سبح او هلل او صلی او قرأ القرآن او سکت ولو ترک الاستراحۃ بین کل ترویحتین فقیل لا باس بہ وقیل لا یستحب لانہ یخالف اھل الحرمین الشریفین زادھما اللہ شرفا ولو استراح مقدار اربع رکعات بقرأۃ معتدلہ دون قدر ما صلی الترویحۃ یکفی انشاء اللہ تعالیٰ ونرجوا من اللہ القبول انتہی

بیس رکعت تراویح کا ثبوت

سوال (۲۵۴) حنفیہ وتر کے علاوہ تراویح کی بیس رکعت پڑھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عائشہ سے روایت صحیحہ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہ پڑھتے تھے تو بیس رکعت کی دلیل کیا ہے؟

جواب:۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث نماز تہجد کے بارہ میں ہے کہ رمضان اور غیر رمضان اس لحاظ سے مساوی تھے۔ اور یہ گیارہ رکعت کی مقدار وتر کو ملاکر ہوتی تھی۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اس روایت کے راوی ابوسلمہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ سے سوال کیا کہ آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں اس پر آپ نے جواب دیا کہ اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں۔ اور قلب نہیں سوتا (بخاری ومسلم) اور اس وقت کا عرف عام یہ تھا کہ تراویح کو قیام رمضان سے تعبیر کیا جاتا تھا اور صحاح ستہ میں روایات صحیحہ مرفوعہ سے قیام رمضان کی تعداد کا تعین معلوم نہیں ہوتا صرف یہ الفاظ ملتے ہیں:۔

قال عائشۃ کان رسول اللہ علیہ وسلم یجتھد فی رمضان مالا یجتھد فی غیرہ رواہ مسلم

لیکن مصنف ابن ابی شیبۃ اور سنن بیہقی میں ابن عباس کی روایت ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان وغیرہ جماعۃ بعشرین رکعۃ۔ والوتر وروی البیھقی فی سننہ باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عھد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ۔

باب القنوت

دعا قنوت اور رفع یدین

سوال (۲۵۵) شارح حموی اشباہ کے قول وقنت الامام فی صلوٰۃ الفجر کے تحت لکھتے ہیں مناسب ہے کہ یہ قنوت رکعت ثانیہ میں رکوع سے پہلے ہو اور اس کے لئے تکبیر کہی جائے انتہی کلامہ۔ اب اس جگہ تکبیر رفع یدین کے ساتھ ہوگی یا بغیر رفع یدین۔

جواب:۔ تکبیر قنوت میں رفع یدین فقہا سنت کہتے ہیں جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے ولا یسن رفع ید یہ الا فی تکبیرۃ افتتاح وقنوت وعید الخ لیکن کسی مصیبت کے پیش آجانے کی صورت میں جو قنوت نازلہ صبح کے وقت پڑھی جاتی ہے اگرچہ بعض فقہائے اس کی تکبیر کو جائز قرار دیا مگر اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ اس قنوت نازلہ کی تکبیر کے وقت بھی رفع یدین ہوا ہو بلکہ اکثر احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے بعد تسمیع وتحمید سے فارغ ہو کر قنوت پڑھتے تھے اور ان کی تکبیر کا ذکر نہیں آیا۔ امام بخاری ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یدعو علی احد او یدعو لاحد قنت بعد الرکوع فربما اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اللہم انج الولید بن الولید

ابوداؤد نے ابن عباس سے روایت کیا۔ قال قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہراً متتابعا فی الظہر والعصر والمغرب والعشاء وصلوٰۃ الصبح اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فی الرکعۃ الآخرۃ یدعوا علی احیاء من بنی سلیم الخ دوسری روایتوں میں بھی یہی مضمون ہے

باب النوافل

بیٹھ کر نماز نفل پڑھنا

سوال (۲۵۶) مغرب اور وتر کے مابعد کی نفلیں کھڑے ہو کر پڑھنی چاہییں یا بیٹھ کر؟

جواب:۔ نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھنے میں زائد ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنا بھی بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنی چاہیئے۔ کذا جاء فی الحدیث۔

بابُ قضاء الفوائت

نماز اور روزہ کا کفارہ

سوال (۲۵۷) اگر کسی میت پر نماز اور روزے واجب ہیں تو انکے کفارہ کی مقدار کیا ہے؟

جواب:- ایک روزہ کا کفارہ نصف صاع گندم ہے اور ایک نماز کا کفارہ بھی نصف صاع گندم ہی ہوگا بس اگر میت نے ادا، کفارہ کی وصیت کی تھی تو اس کے مال کا تہائی حصہ لے کر اسمیں سے کفارہ ادا کرنا واجب ہے اور اگر وصیت نہیں کی اور ورثہ تبرع اور احسان کے طور پر اس کو ادا کردیں تو جائز ہوگا

حمادیہ میں ہے اذا مات وعلیہ صلوات فائتة واوصیٰ بان یعطی کفارۃ صلوٰۃ یعطی بکل صلوٰۃ نصف صاع من بر وللوتر نصف نصف صاع ولصوم یوم نصف صاع وانما یعطی من ثلث مالہ انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے وان لم یوص لورثتہ وتبرع بعض الورثہ یجوز انتہی

صوم وصلوٰۃ کا کفارہ تعمیر مسجد پر صرف کرنا

سوال (۲۵۸) صوم وصلوٰۃ کے کفارہ کو مسجد کی تعمیر، سڑک اور پل کی تیاری میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں جبکہ کسی کی تملیک نہ ہو؟

جواب:- ابو المکارم کی تحریر سے جواز معلوم ہوتا ہے اور صاحب برہان کی تحریر سے عدم جواز۔ امام شافعی کے نزدیک تمام صدقات اور کفاروں میں غریب کی تملیک شرط ہے

ابو المکارم لکھتے ہیں اجازلہ اباحة فی الکفارات کلھا والضابطة ان کل ما ورد بلفظ الایتاء والاداء شرط فیہ التملیک وما ورد بلفظ الاطعام یشترط فیہ الاباحة وعند الشافعی یشترط التملیک فی الکل، انتہی

اور صاحب برہان انما الصدقات للفقراء کی شرح میں لکھتے ہیں۔ انما للحصر فیقتضی قصر جنس الصدقات علی الاصناف المعدودۃ واختصاصہا بہم کانہ قیل انماھی لھم لا لغیرھم انتہی

تفسیر احمدی میں ہے ھذہ الآیة فی بیان مصارف الزکوٰۃ لان المراد من الصدقات المفروضة منہا وھی الزکوٰۃ وقد جعلہا اللہ فی الآیة ثمانیة مذکورۃ مع الترتیب وحصرہا بکلمة انما انتہی

باب الجمعة والعیدین

شہر کی تعریف

سوال:- (۲۵۹) ادائے نماز جمعہ کے لئے شہر ہونا شرط ہے۔ تو شہر کی تعریف کیا ہوگی؟

جواب :- شہر کی تعریف میں اختلاف ہے

(۱) جس جگہ ہر پیشہ کے آدمی موجود ہوں اور اسی پیشہ سے اپنی گذر اوقات کرتے رہیں کسی دوسرے پیشہ کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑے وہ شہر ہے برجندی مضمرات میں بیان کرتے ہیں۔ قال بعضہم ھو ان یعیش کل محترف بحرفتہ فیہ من سنتہ الی من غیر ان یحتاج الی حرفۃ اخری انتہی ابوالمکارم اپنی شرح میں فرماتے ہیں وقال بعض ھو من یعیش فیہ کل صانع بصنعہ انتہی

(۲) شہر وہ جگہ کہلاتی ہے کہ وہاں ہر دن ایک بچہ پیدا ہوتا ہو اور ایک آدمی مرجاتا ہو۔

(۳) شہر وہ جگہ ہے کہ جس کی آبادی کا شمار مشکل ہو۔ برجندی بیان کرتے ہیں وفی کنز العباد وقال بعضہم ھو ان یولد فیہ کل یوم ولد ویموت فیہ انسان وقال بعضہم ھو ان لا یعرف اہلہ الا بکلفۃ ومشقۃ انتہی

(۴) جس کی آبادی دس ہزار انسانوں پر مشتمل ہو (شرح ابی مکارم)

(۵) شہر وہ آبادی ہے کہ اس میں قاضی اور مفتی ہوں اور احکام نافذ کرسکتے ہوں۔ شرح ابی المکارم میں ہے وقال قاضی خان لا یکون الموضع مصراً الا ان یکون فیہ مفتی وقاض ینفذ الاحکام انتہی

(۶) بلخی کا مسلک مختار ہے کہ بڑی سے بڑی مسجد میں اگر پوری آبادی نہ آسکے تو وہ شہر ہوگا (کذا فی الہدایۃ)

(۷) بحر العلوم مولانا عبدالعلی ارکان میں فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار مولانا نظام الدین کے نزدیک شہر وہ آبادی ہے کہ جہاں انسان کی تمام ضروریات مہیا ہوں یعنی کھانے پینے اور پہننے وغیرہ کی اشیاء کی بیع وفروخت ہوتی ہے اور بقدر ضرورت ہر قسم کے اہل صنعت وحرفت بھی موجود ہوں چونکہ شہر کی تعریف میں اختلاف کثیر ہے اگر کسی آبادی کے شہر ہونے میں شبہ ہو تو احتیاط کا تقاضہ ہے کہ نماز جمعہ کے بعد چار رکعت اس نیت کے ساتھ پڑھے نویت ان اصلی آخر الظہر الذی ادرکت وقتہ ولم یسقط بعد عنی اور ہر ایک رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ بھی پڑھے۔ صغیری میں ہے۔

وعن الاختلاف فی المصر قالوا فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعۃ ینبغی ان یصلی اربع رکعات بنیۃ آخر الظہر ادرکت وقتہ ولم یسقط بعد عنی انتہی

اور دوسری جگہ ہے : ینبغی ان یقرأ السورۃ مع الفاتحۃ فی الاربع التی بنیۃ آخر الظہر فان وقع فرضا فالسورۃ لا تضر وان کان نفلاً فقراءۃ السورۃ واجبۃ انتہی ملخصاً وھکذا فی العالمگیریۃ

عیدین اور جمعہ کا حکم بالکل یکساں ہے کیونکہ دونوں میں مصر اور شہر کا ہونا شرط ہے۔

اقامت جمعہ کے لئے قاضی کی ضرورت

سوال (۲۶۰) موجودہ دور میں خلیفہ مسلم نہ ہونے کی وجہ سے عالم متقی کہ مقبول خاص وعام ہو۔ اقامت جمعہ وخطبہ کے لئے قاضی اور خلیفہ کے قائم مقام ہوسکتا ہے یا نہیں۔

جواب:۔ ایسا عالم متقی۔ قاضی کا قائم مقام ہوسکتا ہے۔ بحرالرائق میں خلاصہ کے حوالہ سے نقل کیا۔ والی مصر مات ولم یبلغ الخلیفۃ موتہ حتی مضت بہم جمع فان صلی بہم خلیفۃ المیت او صاحب الشرط او القاضی اجزأہم ولو اجتمعت العامۃ علی تقدیم رجل لم یأمرہ القاضی ولا خلیفۃ المیت لم یجز ولم یکن جمعۃ ولو لم یکن ثمہ قاضی ولا خلیفۃ المیت فاجتمع العامۃ علی تقدیم رجل جاز للضرورۃ انتہی

اور درمختار میں ہے: نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر علی وجود من ذکر اما مع عدمہم فیجوز للضرورۃ انتہی

اور عالمگیری میں ہے: ولو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعۃ جاز کذا فی التہذیب

جمعہ میں اسقاط ظہر کی نیت

سوال (۲۶۱) مفتاح الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ جمعہ کے لئے فرض ظہر کے ساقط کرنے کی نیت کرے ورنہ فرض ادا نہ ہوگا۔ یہ روایت درست ہے یا نہیں۔

جواب:۔ یہ روایت کتب معتبرہ کے مخالف ہے۔ صاحب درمختار نے نماز جمعہ کے وجوب کی نو شرطیں اور صحت ادا کی سات شرطیں ذکر فرمائیں مگر ان میں اسقاط ظہر کا تذکرہ نہیں اور نہ کسی معتبر متن میں اس شرط سے تعرض کیا گیا۔ واللہ اعلم

ایک شہر میں نماز جمعہ کا تعدد

سوال (۲۶۲) ایک شہر میں چند جگہ نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رح اور صاحبین سے مختلف روایات منقول ہیں:۔

(۱) ایک جگہ کے علاوہ جمعہ درست نہیں شمنی بیان کرتے ہیں شرح نقایہ میں ہے وثانیہا عن ابی حنیفۃ لا یجوز فی اکثر من موضع واحد لان الجمعۃ من اعلام الدین لا یجوز تقلیل جماعتہا وفی جوازہا فی مکانین تقلیلہا انتہی

(۲) صرف دو جگہ پڑھنا جائز ہے بغیر کسی شرط کے۔ شمنی شرح نقایہ میں بیان کرتے ہیں وثالثہا عن ابی حنیفۃ و صاحبیہ یجوز فی موضعین لا غیر انتہی

(۳) دو جگہ پڑھنا درست ہے بشرطیکہ اس شہر کے درمیان نہر فاصل ہو جیسے بغداد شمنی فرماتے ہیں ورابعہا عن ابی یوسف انہ یجوز فی موضعین اذا کان المصر کبیرًا او حال بین الخطتین نہر کبغداد انتہی

(۴) امام محمد سے ایک روایت منقول ہے کہ صرف تین جگہ تک پڑھنا درست ہے (شرح وقایہ)

(۵) بغیر کسی تعیین کے متعدد جگہ پڑھنا درست ہے۔ اس قول کو امام سرخسی اور دیگر ائمہ دین نے امام اعظم اور امام محمد سے نقل کیا اور اسی پر فتویٰ ہے اور فقہا نے اسی قول کو صحیح اور اصح لکھا ہے۔

درر الحکام شرح غرر الاحکام میں ہے جازت الجمعۃ فی مواضع من المصر وھو قول ابی حنیفۃ ومحمدؒ وھو الاصح لان فی الاجتماع فی موضع واحد فی مدینۃ کبیرۃ حرجا بینا انتہی۔

اور ذخیرۃ العقبیٰ میں ہے والصحیح من قول الاعظم والربانی ان یؤدی فی مصر واحد فی مواضع کثیرۃ انتہی

اور برہان شرح مواہب الرحمان میں ہے وتعددہا ای الجمعۃ فی مواضع کثیرۃ فی مصر واحد جائز عند ابی حنیفۃ قال السرخسی فی الصحیح من مذہبہ وبہ قال محمد انتہی

اور بحر الرائق میں ہے وذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذہب ابی حنیفۃ جواز اقامتہا فی مصر واحد فی مسجدین واکثر وبہ ناخذ لاطلاق لاجمعۃ الا فی مصر شرط المصر فقط

اور درمختار میں ہے وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا علی المذہب وعلیہ الفتویٰ شرح المجمع للعینی انتہی اور طحطاوی نے قولہ مطلقا پر حاشیہ لکھا سواء کان ہناک ضرورۃ اولا فصل بین جانبی البلد نہر ام لا انتہی

غیر عربی میں خطبہ دینا

سوال (۲۶۳) عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں خطبہ دینا اور خطبہ میں اشعار پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور ایسے خطبہ سے نماز جمعہ میں تو کوئی نقصان نہیں آئے گا۔

جواب:۔ عربی کے علاوہ ہر ایک زبان میں خطبہ دینا خواہ فارسی ہو یا غیر فارسی بغیر عذر و عجز کے امام اعظم کے نزدیک جائز ہے البتہ خلاف افضل ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں۔ اور درمختار میں ہے وشرطا عجزہ انتہی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی سفر السعادت میں فرماتے ہیں: افضل آنست کہ خطبہ بزبان عربی باشد ونزد امام ابوحنیفہؒ بغیر عربی نیز جائز است بہر زبانے کہ باشد وبعضے گفتہ انداز غیر عربی جز بفارسی روا نباشد انتہی

عینی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں والخطبۃ یوم الجمعۃ والتشہد ای قراءۃ التحیات فی العقدات علی ہذا الاختلاف یعنی یجوز عند ابی حنیفۃ خلافا لہما انتہی

اور منظوم خطبہ اگر کذب و مبالغہ اور سرود و غنا سے خالی ہو تو مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اشعار فی نفسہ قبیح نہیں بلکہ حسن و قبح کا مدار ان کے مضامین پر ہے۔

دارقطنی حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح انتہی۔

مگر چونکہ منظوم خطبہ سنت جاریہ کے خلاف ہے اس لئے کراہۃ تنزیہی سے خالی نہیں بلکہ صاحب نصاب الاحتساب نے تو حرام ہی کہہ دیا ہل للمذکر ان یقرا علی المنبر دو بیتی کما اعتادہ مذکر زماننا ام لا الجواب فی الحدیث من اشراط الساعۃ ان توضع الاخیار وترفع الاشرار وان تقرا المثناۃ ہی اللتی بالفارسیۃ دو بیتی من الصحاح انتہی۔ بہر حال اگر مذکورہ شرائط کے مطابق منظوم خطبہ پڑھ لیا جائے تو نماز میں کوئی نقصان نہ آئے گا۔

نوٹ متعلقہ سوال نمبر ۲۶۳:۔ غیر عربی میں خطبہ دینے کے بارہ میں امام ابوحنیفہ کا قول اول یہ تھا کہ عذر کی وجہ

سے صرف فارسی میں جائز ہے۔ مگر صاحبین کے نزدیک جائز نہیں اور یہی قول مفتی بہ ہے اور امام صاحب کا رجوع بھی اسی قول کی طرف ثابت ہے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں ویروی رجوعہ فی اصل المسئلة الی قولہما وعلیہ الاعتماد والخطبة والتشہد علی ہذا الاختلاف انتہی اور درمختار میں ہے وعلیہ الفتوی انتہی

لہٰذا بغیر عذر شرعی غیر عربی میں خطبہ دینا جائز نہیں، واللہ اعلم محمد خورشید عالم

خطبۂ اولیٰ میں خلفائے راشدین کا ذکر

سوال (۲۶۴) اگر خطبۂ اولیٰ میں خلفائے راشدین کا ذکر ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ خطبۂ اولیٰ میں تسبیح وتہلیل اور تحمید وقراءۃ قرآن اور درود بر نبی علیہ السلام ہو اور خطبۂ ثانیہ میں خلفائے راشدین اور آپ کے دونوں چچا ودیگر صحابہ کرام اور مومنین صالحین کا ذکر کیا جائے جیسا کہ دیار مشرق ومغرب کے علماء کا معمول اور طریقہ ہے وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما رآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن لیکن اگر خلفائے اربعہ کا ذکر پہلے خطبہ میں آجائے تو نماز جمعہ میں کوئی نقصان نہ آئے گا۔

رسائل الارکان میں ہے ینبغی ان یدعو للمسلمین ویدعو بذکر الخلفاء الراشدین ومدحہم والدعاء لہم لان الرحمة تنزل بذکر الصالحین ویرجی قبول الدعاء للمسلمین ببرکة ذکرہم وھو المتوارث من وقت التابعین الی الآن ولم ینکر ذلک احد فہو امر مندوب قریب الی السنة للاجماع الفعلی علی ذلک وھو من شعار الدین فلا یترک انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے وذکر الخلفاء الراشدین وتابعین رضی اللہ عنہم مستحسن بذلک جری التوارث کذا فی التجنیس انتہی

اذان خطبہ کے وقت منبر پر بیٹھنا

سوال (۲۶۵) اذان خطبہ کے دوران خطیب منبر پر بیٹھتا ہے اگر خطیب اس جلسہ کو ختم کردے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ اذان کے وقت منبر پر بیٹھنا مسنون ہے ابوداؤد ابن عمر سے روایت کرتے ہیں: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب خطبتین کان یجلس اذا صعد المنبر حتی یفرغ انتہی اور سنت موکدہ کو چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے (درمختار)

خطبتین کے درمیان دعا مانگنا

سوال (۲۶۶) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت رفع یدین کے ساتھ یا بغیر رفع یدین کے زبان سے ہو یا قلب سے دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر دعا قلب کے ساتھ ہو اور زبان کو حرکت نہ ہو تو جائز ہے۔ ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں بیان کرتے ہیں کیف

یدعون ھو ما ھو ما مور بالانصات اجیب لیس من شرط الدعا التلفظ بہ استحضارہ بقلبہ کاف انتہی

اور حموی شرح اشباہ میں بھی یہی مذکور ہے۔ لیکن زبان سے دعا مانگنا رفع یدین کے ساتھ یا بغیر رفع یدین کے جائز نہیں اور حدیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبتین کے درمیان صرف ایک لحظہ کی مقدار جلسہ فرماتے لیکن اس جلسہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کا ثبوت نہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سفر السعادت میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جلسہ میں سکوت فرماتے اور کسی کلمہ کا زبان مبارک سے تکلم نہ فرماتے اور اس جلسہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دعا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی انتہی کلامہ

اور مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب ثم یجلس ولا یتکلم ثم یقوم فیخطب انتہی امام اعظم اور امام محمد کا مسلک یہی ہے کہ خطبتین کے درمیان ہر قسم کا ذکر مکروہ ہے۔ امام حافظ الدین ابو البرکات نسفی کی کتاب الکافی شرح الوافی میں ہے کراھۃ الکلام غیر مقصود حال الخطبۃ عند ابی حنیفۃ حتی یکرہ الکلام عندہ فی حال الجلسۃ بین الخطبتین لاطلاق الحدیث انتہی

اور برجندی شرح مختصر میں ہے والمراد بالکلام مطلق الکلام سواء کان امرا بالمعروف او غیرہ وسواء کان ذکرا او قرآنا او غیرھما انتہی

زیلعی شرح کنز میں فرماتے ہیں وعند محمد لا یباح لہ اصلا وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں بھی یہی مذکور ہے۔

اور ابن ہمام فرماتے ہیں کہ ابوبکر بن شیبہ اپنے مصنف میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ۔ ابن عباسؓ۔ ابن عمرؓ صلوٰۃ و کلام کو مکروہ سمجھتے ہیں جب کہ امام خطبہ کے لئے نکل آئے۔ اور فرماتے ہیں کہ قول صحابی حجت ہے اور اس کی واجب تقلید ضروری انتہی کلامہ اور یوم جمعہ میں قبولیت دعا کے وقت کے بارہ میں ابوموسی اشعری سے مسلم میں روایت ہے کہ وہ مخصوص وقت امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز سے فارغ ہونے کے درمیان ہے۔ مگر بعض لوگوں نے اس روایت کے بارہ میں کلام کیا اور اکثر محدثین کی یہ رائے ہے کہ اس بارہ میں عبداللہ بن سلام کی روایت اولی اور راجح ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جمعہ کی آخری ساعت قبولیت کی ہے اور ساعت قبولیت کی تعیین کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً پچاس روایتیں مروی ہیں۔ انتہی

منبر پر چڑھتے اترتے دعا مانگنا

سوال (۲۶۷) منبر پر چڑھتے ہوئے اللھم انصر الخ اور اترتے ہوئے اللھم اعز الاسلام الخ کے الفاظ کے ساتھ دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔ کتب فقہیہ میں خاص موقع مذکورہ کے بارہ میں اس قسم کی دعائیں اور کلمات نظر سے نہیں گذرے اور ظاہر ہے کہ اس وقت دعا کی ضرورت بھی نہیں۔

خطبہ میں حاکم وقت کے لئے دعا کرنا

سوال (۲۶۸) حاکم وقت کے حق میں عدل واحسان کی دعا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- جائز ہے (کذا فی القہستانی)

عید کی نماز عیدگاہ میں

سوال (۲۶۹) عیدگاہ کہ عام طور سے جنگل میں ہوتی ہے وہاں عیدین کی نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے

جواب :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ آپ عیدگاہ تشریف لے جاتے اور یہ عیدگاہ مدینہ سے باہر مسجد شریف کے مغرب میں تھی اور عیدگاہ اور مسجد کے درمیان کا فاصلہ ایک ہزار ذراع کا تھا (کذا قال ابن حجر) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بجز ایک مرتبہ کے بارش کی وجہ سے ہمیشہ عیدگاہ میں نماز ادا کی (کذا روی ابوداؤد وابن ماجہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود مسجد نبوی کی شرافت وکرامت کے عیدین کی نمازیں عیدگاہ میں ادا فرمائیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسجدوں میں ادا کرنے کے بجائے نماز عید کے لئے جنگل کی طرف جانا افضل ہے اور بعض لوگوں نے یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت اور مسجد کے ناکافی ہونے کی وجہ سے ایسا کیا اور اب چونکہ مسجد کافی وافی ہے لہٰذا اہل مدینہ مسجد کو چھوڑ کر باہر نہ جائیں بلکہ مسجد ہی میں ادا کریں اور اہل مکہ ابتدا ہی سے مسجد میں نماز پڑھنے کے عادی ہیں اور اسی پر ثابت قدم ہیں ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اپنی بعض تصانیف میں یہی فرمایا اور شارح ابن ہمام فرماتے ہیں کہ امام کے لئے شہر سے باہر جانا سنت ہے اور شارح صراط مستقیم کہتے ہیں کہ ایک شہر میں متعدد جگہ پھر بھی نماز عید پڑھ لینا جائز ہے ۔ انتہی

امیر کا اپنے گھر میں نماز عید پڑھ لینا

سوال (۲۷۰) حاکم کے لئے نماز عید اپنے گھر میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں

جواب :- شرائط ادا کے پائے جانے کی صورت میں نماز عید گھر میں پڑھنے کے بارہ میں تو کوئی شک وشبہ نہیں اور شرائط ادا کے لئے ضروری ہے شہر ہونا ۔ امام کے علاوہ تین آدمیوں کے ساتھ جماعت کا ہونا ۔ تمام مسلمانوں کے لئے اذن عام ہونا تاکہ ہر ایک مسلمان نماز میں شریک ہو سکے اور کوئی نہ روکے کذا فی البرجندی شرح المختصر ۔ اور مسجد کا ہونا نماز عید کی شروط ادا میں سے نہیں ہے ۔ البتہ مسجد میں جماعت کی جو فضیلت ہے وہ گھر میں جماعت کرنے سے حاصل نہیں ہوگی ۔ (کفایہ شرح ہدایہ) اور برجندی شرح مختصر میں ہے فلو اغلق السلطان اونائبہ ابواب منزلہ ولم یاذن بالدخول فیہ وصلی فیہ باھلہ وعسکرہ لایجوز انتہی

بحر العلوم مولانا عبدالعلی رسائل الارکان میں تحریر فرماتے ہیں لو اغلق الامام باب ماحصنہ وصلی مع رفقائہ لم یجز

کتاب الجنائز

چارپائی پر نعش رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا

سوال (۲۷۱) میت کو چارپائی پر رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں

جواب:۔ جائز ہے اور کوئی وجہ عدم جواز کی نہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک کو سریر پر رکھ نماز جنازہ صحابہ کرام نے ادا کی۔ اور اہل عرب تخت اور چارپائی کو سریر کہتے ہیں۔ قاموس میں ہے الشریط خوص مفتول یشترط السریر ونحوہ والخواص بالضم ورق النحل انتہی یعنی شرط کھجور کے پتوں کو کہتے ہیں جس سے رسیاں بٹ کر چارپائی بنی جاتی ہے۔

ناپاک چارپائی پر نعش رکھنا

سوال (۲۷۲) ناپاک چارپائی پر میت کو رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں۔ قنیہ میں ہے۔ والطہارۃ من النجاسۃ فی الثواب والبدن والمکان وستر العورۃ شرط فی حق الامام والمیت جمیعًا انتہی

نماز جنازہ کے لئے اعلان کرنا

سوال (۲۷۳) بازار میں نماز جنازہ کے لئے لوگوں کو بلانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر میت عالم یا زاہد ہو یا کوئی ایسا شخص ہو کہ لوگوں کو اس کی نماز جنازہ کی رغبت ہے تو اعلان کرنا مکروہ نہیں جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔ کفایہ حاشیہ ہدایہ میں ہے وقد استحسن بعض المتاخرین النداء فی الاسواق للجنازۃ التی یرغب الناس فی الصلوۃ علیہا وکرہ ذلک بعضہم والاصح ھو الاول کذا فی الجامع الصغیر لقاضی خان وقال الامام الھندوانی لاینادی فی السوق لانہ عادۃ الجاھلیۃ الا ان یکون المیت عالمًا او زاھدًا وقال الامام الحلوانی وانما اوردھذہ المسئلۃ لان البعض کرھوا ذلک لانہ اعلام بالمعصیۃ کذا ذکرہ التمرتاشی رح

باب التکفین

ناتمام بچہ کی ولادت کی صورت میں عورت کی تجہیز و تکفین

سوال (۲۷۴) اگر حاملہ عورت دردزہ کی وجہ سے مرگئی اور بچہ بھی اندر مرگیا لیکن دایہ کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے بچہ کا ایک ہاتھ باہر نکل آیا تو اس عورت کی تکفین کیسے کی جائے۔

جواب:۔ بچہ کو نکالنے کے لئے اس مردہ کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔ دوسری مردہ عورتوں کی طرح اس کی تکفین کی جائے البتہ اگر بچہ زندہ ہو تو ایسی صورت میں مردہ کا پیٹ بائیں جانب سے شق کرکے بچہ کو نکالا جائے اور اگر عورت زندہ ہے مگر بچہ مرگیا تو ایسی صورت میں کوئی ماہر فن دایہ اپنا ہاتھ اندر ڈال کر بچہ کے اعضا کو علیحدہ علیحدہ کرکے نکال دے۔ کذا فی کتب الفقہ۔

میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا

سوال (۲۷۵) میت کی پیشانی پر انگلی سے بسم اللہ لکھنا جائز ہے یا نہیں

جواب:۔ جائز ہے (کذا فی الدر المختار) اور بعض اہل اللہ نے بسم اللہ لکھا مگر وصیت کی کہ ان کے کفن میں رکھ دی جائے۔ (کذا فی فتح العزیز)

باب الدفن

عورت کو قبر میں کون اتارے

سوال (۲۷۶) اگر عورت مرجائے تو اس کی نعش کو قبر میں کون شخص اتارے

جواب:۔ ذی رحم محرم اس کو قبر میں اتارے گا اور ذی رحم محرم کے موجود نہ ہونے کی صورت میں اجنبی لوگ بھی اتار سکتے ہیں۔ نصاب احتساب میں ہے ذکر فی شرح الطحاوی وذوالرحم المحرم اولی با دخال المرأۃ فی القبر من غیرھم وکل ذی رحم محرم اقرب منہا فھو اولی من الاجانب ولو لم یکن لہا ذورحم محرم فلا باس للاجانب فی وضعہا فی قبرھا ولا یحتاج الی اتیان النساء للوضع۔ انتہی

باب ما یتعلق بالقبور

والدین کی قبر کو بوسہ دینا

سوال (۲۷۷) والدین کی قبر کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ حرام ہے (کذا صرح علی القاری وغیرہ)

پختہ قبر بنانا

سوال (۲۷۸) قبر کو پکی اینٹ اور لکڑی سے تعمیر کرنے کا کیا حکم ہے

جواب:۔ بہتر یہ ہے کہ قبر کچی ہو۔ پختہ اینٹ اور لکڑی قبر میں لگانا مکروہ ہے۔ البتہ نشان کے لئے اوپر رکھدینے میں کوئی حرج نہیں۔ وقایہ میں ہے ویکرہ الآجر والخشب انتہی اور ذخیرۃ العقبی میں ہے یعنی فی داخل اللحد بدلیل ما ذکرہ فخر الاسلام فی الجامع الصغیر ولا یکرہ الآجر علی الظاھر لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع علی قبر ابی دجانۃ حجرا فقال لاعرف بہ قبر اخی انتہی۔

قبر پر کتبہ لگانا

سوال (۲۷۹) نشان اور علامت کے لئے قبر پر لکھنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔کوئی حرج نہیں۔ ذخیرۃ العقبیٰ میں ہے وقال فخر الاسلام فان احتیج الی الکتابۃ حتی لا یذھب الاثر فلا باس بہ ایضاً کذا فی البیانیۃ انتہی

قبر کھودتے ہوئے ہڈیوں کا نکل آنا

سوال (۲۸۰) اگر قبر کھودتے ہوئے مردہ کی ہڈیاں نکل آئیں تو کیا کرنا چاہیئے

جواب: اسی جگہ رکھدی جائیں۔ غرائب میں ہے اذا حفر فوجد فیہ عظام الموتی لا یحرک العظام انتہی

قبر پر سبز شاخ وغیرہ رکھنا

سوال (۲۸۱) قبر پر سبز پتے یا پھول اور شاخ وغیرہ رکھنا سنت ہے یا مستحب

جواب:۔بعض فقہا نے اس کو مستحب لکھا اور دلیل میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں کے قریب سے گذرتے ہوئے فرمایا کہ ان دونوں کو ایک معمولی چیز پر عذاب دیا جا رہا ہے اور اس کے بعد آپ نے کھجور کی ایک ٹہنی منگا کر اس کو درمیان سے چیرا اور دونوں کی قبر پر رکھنے کے بعد فرمایا یخفف عنھما العذاب مالم ییبسا یعنی ان ٹہنیوں کے خشک ہونے تک ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ کیونکہ یہ ٹہنیاں تسبیح کرتی رہیں گی۔

قبر سے گھاس وغیرہ کاٹنا

سوال (۲۸۲) قبر پر اُگے ہوئے درخت اور گھاس کو کاٹنا جائز ہے یا نہیں

جواب:۔جب تک وہ تر رہے تو اس کی تسبیح تخفیف عذاب اور انس میت کا سبب ہوگی۔ لہٰذا اس کا کاٹنا مکروہ ہے۔ اور خشک ہو جانے کے بعد جائز ہے۔

کتاب الزکوٰۃ

ادار زکوٰۃ کے وقت نیت کرنا

سوال (۲۸۳) ادار زکوٰۃ کے وقت یہ ظاہر کرنا کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے ضروری ہے یا نہیں

جواب:۔ادار زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے کہ ادا کرنے یا مال علیحدہ کرنے کے وقت زکوٰۃ کی نیت کرے جس کا تعلق قلب سے ہے اس وقت اتنا خیال ضروری ہے کہ کسی کے پوچھنے پر فوراً جواب دے سکے کہ یہ زکوٰۃ کا مال دے رہا ہوں لیکن اعلان و اظہار ضروری نہیں۔ کنز میں ہے وشرط ادائھا نیۃ مقارنۃ للاداء او العزل ماوجب انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے اذا کان بوقت التصدق بحال لو سئل عما ذا تؤدی یمکنہ ان یجیب من غیر فکرۃ فذلک یکون

نلینہ منہ انتہی

اور بحرالرائق میں ہے فی فتح القدیر والافضل فی الن کوۃ الاعلان انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے اذا اراد الرجل الزکوۃ الواجبۃ قالوا الافضل الاعلان والاظہار وفی التطوعات ھوالاخفاء والاسرار کذا فی فتاوی قاضی خاں۔

گوٹہ کی زکوٰۃ

سوال (۲۸۴) عورتوں کے ملبوسات گوٹہ، ٹھپہ، بنت وغیرہ میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔

جواب:- یہ اشیاء عروض اور سامان کی فہرست میں داخل ہیں اور عروض میں بہ نیت تجارت زکوٰۃ واجب ہوتی ہے (بحرالرائق)

نوٹ:- بظاہر مسئلہ مذکورہ میں تسامح ہوگیا۔ کیونکہ سچا گوٹہ اور ٹھپہ وغیرہ میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ خورشید عالم امدادالفتاویٰ مبوب جلد۲ صفحہ ۵ ملاحظہ فرمائیں۔

زکوٰۃ میں سسرالی رشتہ داروں کو مقدم سمجھنا

سوال (۲۸۵) زکوٰۃ دینے کے لئے سسرالی رشتہ دار مقدم ہیں یا یہ رشتہ دار اجنبی لوگوں کے مساوی ہوں گے۔

جواب:- ادار زکوٰۃ کے لئے یہ رشتہ دار اجنبی لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں اور ان کا حق مقدم ہے۔ بحرالرائق میں ہے قال فی الفتاوی الظہیریۃ ویبدأ فی الصدقات بالاقارب ثم الموالی ثم الجیران وذکر فی موضع آخر معزیا الی ابی حفص الکبیر لاتقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج یبدء حاجتہم انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے۔ والافضل فی الزکوٰۃ والفطر والنذر الصرف اولا الی الاخوۃ والاخوات ثم الی اولادھم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادھم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادھم ثم الی ذوی الارحام ثم الی الجیران ثم الی اھل حرفتہ ثم الی اھل مصرہ او قریتہ کذا فی السراج الوھاج انتہی

اشیا منقولہ وغیر منقولہ کے کرایہ میں زکوٰۃ

سوال (۲۸۶) اگر کوئی شخص مکان ودوکان اور اشیاء منقولہ سے کرایہ حاصل کرتا ہے یا مکان وغیرہ اسکے قبضہ اور ملکیت میں ہوں۔ مگر کرایہ پر نہیں دیتا۔ تجارت کی نیت ہو یا نہ ہو تو ایسی صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں

جواب:- اگر مکان ودوکان یا اشیاء منقولہ دیگ وٹب وغیرہ کرایہ پر چلاتا ہے مگر تجارت کی نیت نہیں یا بوقت خرید تجارت کی نیت تھی۔ مگر بعد میں کرایہ پر دینا شروع کردیا تو ان صورتوں میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ مجمع البرکات میں ہے رجل اشتری اعیانا منقولۃ یواجرھا میاومۃ ومشاھرۃ ومسانہۃ ویحصل لہ من المنقولات مال عظیم لایجب الزکوٰۃ فیہا لانہا لیست

بمال التجارۃ فانہا یمسکہا وینتفع بہا نوع انتفاع فصار کالاستعمال فلم یجب فی ذلک شئ کذا فی خزانۃ الروایات

دوسری جگہ مذکور ہے لواشتری لرجل دارًا او عبدًا للتجارۃ ثم آجرہ یخرج من ان یکون للتجارۃ ولواشتری قدورًا من الصفر یمسکہا و یواجرہا لایجب فیہا الزکوٰۃ کما لایجب فی بیوت الغلۃ کذا فی فتاوی قاضی خان انتہی

اور اگر ان مملوکہ مکانات اور دوکانوں اور اشیاء منقولہ کو نہ کرایہ پر دے اور نہ تجارت کی نیت کرے تب بھی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ مجمع البرکات میں ہے ولوکان لہ عبید الا للتجارۃ او دارًا لا للسکنی ولم ینو التجارۃ لایجب فیہا الزکوٰۃ وان حال علیہا الحول کذا فی شرح الوقایہ انتہی

زمین مزروعہ میں زکوٰۃ

سوال (۲۸۷) اگر کوئی شخص اپنی زمین میں کاشت کرتا ہے تو اس زمین اور پیداوار کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ زمین کے بارہ میں جب تک تجارت کی نیت نہ کرے اس وقت اسمیں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ کنز میں ہے و فی عروض تجارۃ بلغت نصاب ورق او ذہب انتہی۔

اور مولانا عبدالعلی بحرالعلوم رسالہ ارکان میں تحریر کرتے ہیں واما العروض فانما یجب فیہ الزکوٰۃ اذا کانت للتجارۃ اذا بلغ قیمتہا نصابا من الفضۃ او الذہب ویجب فیہا ربع العشر من قیمتہا ویشترط فیہ التجارۃ لما عن سمرۃ بن جندب قال اما بعد فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامرنا ان نخرج من الصدقۃ من الذین نعدہ للبیع رواہ ابوداؤد انتہی

اور زمین کی پیداوار جب تک نقد مال کی صورت میں متغیر نہ ہو اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی خواہ سال گذر جائے مجمع البرکات میں ہے اذا حصل من ارضہ حنطۃ مثلا یبلغ قیمتہا نصابا ونوی ان یمسکہا او یبیعہا وحال علیہا الحول فانہ لایجب فیہا الزکوٰۃ کذا فی البرجندی و فی الحجۃ حتی ینقد ثمنہا ویحول الحول کذا فی فتاوی قاضی خان انتہی

مال زکوٰۃ کے بدلہ غلہ وغیرہ خرید کر دینا۔

سوال (۲۸۸) اگر زکوٰۃ کے روپیہ سے کپڑا یا غلہ خرید کر مساکین کو دیدیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں۔

جواب:۔ ادا ہو جائے گی کیونکہ ادا ء زکوٰۃ میں اصل رکن تملیک ہے جو یہاں موجود ہے

لباس کی زکوٰۃ

سوال (۲۸۹) پہننے کے کپڑے سوتی ہوں یا اونی۔ انمیں زکوٰۃ ہے یا نہیں

جواب:۔ زکوٰۃ نہیں۔ ہدایہ میں ہے ولیس فی دور السکنی وثیاب البدن واثاث المنزل ودواب الرکوب وعبید الخدمۃ وسلاح الاستعمال زکوٰۃ انتہی

بیوی کی طرف سے شوہر کا زکوٰۃ ادا کرنا

سوال (۲۹۰) عورت اپنے مملوکہ زیورات وغیرہ کی زکوٰۃ خود ادا کرے یا اس کا شوہر؟

جواب: ہرایک مال کی زکوٰۃ مالک پرواجب ہوتی ہے اس لئے خود ہی ادا کرے لیکن اگر شوہراپنی بیوی کی طرف سے ادا کردے تو عورت ہی کے حساب میں شمار کی جائے گی اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (کذا فی کشف الحقائق)

ایک نصاب کے مالک کے لئے چند سال کی زکوٰۃ ادا کرنا

سوال (۲۹۱) اگر ایک نصاب کے مالک نے سال پورا ہو جانے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کی۔ دوسرا سال بھی پورا ہوگیا تو اب ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرے یا دو سال کی۔

جواب: صرف سال اول کی زکوٰۃ واجب ہے۔ دوسرے سال کی نہیں۔ رسائل الارکان میں ہے اذا ملک مأتی درھم وحال علیہ الحول ولم یؤد زکوٰتہ حتی حال علیہ حول آخر لا یجب الا زکوٰۃ الحول الاول دون الثانی لانہ کان علیہ اداء جزء المال فاذا کان جزء منہ مشغولاً بالزکوٰۃ لم یبق الباقی نصابا انتہی اور شارح وقایہ نے دین زکوٰۃ کو مانع قرار نہیں دیا مگر یہ اس کی غلطی ہے (کذا فی شرح ابی المکارم)

مقروض پر زکوٰۃ

سوال (۲۹۲) مقروض پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اس کا قرضہ مال موجودہ کے برابر ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر قرضہ اس کے مال سے کم ہے تو اگر زائد مال ضروریات سے زائد اور بقدر نصاب ہو تو اسی مقدار میں زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

ہدایہ میں ہے ومن کان علیہ دین محیط بمالہ فلا زکوٰۃ علیہ وان کان مالہ اکثر من دینہ زکی الفاضل اذا بلغ نصابا انتہی

مال حرام کی زکوٰۃ

سوال (۲۹۳) مال حرام مثلاً غنا اور زنا کی کمائی میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

جواب: نہیں۔ قنیہ میں ہے لو کان الخبیث نصابا لا یلزمہ الزکوٰۃ لان الکل واجب التصدق علیہ فلا یفید ایجاب التصدق ببعضہ انتہی

سونا اور چاندی کے زیور وغیرہ کی زکوٰۃ

سوال (۲۹۴) سونا اور چاندی کے زیورات اور برتنوں میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔

جواب: واجب ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ وفی تبر الذھب والفضۃ وحلیھما واوانیھما الزکوٰۃ انتہی

باب الخراج

الشام والمصر خراجیہ کی تحقیق

سوال (۲۹۵) درمختار کی ایک عبارت ہے الشام والمصر خراجیۃ وفی الفتح المأخوذ الآن من اراضی مصر اجرۃ لا خراج الا تری انہا لیست مملوکۃ للزراع انتہی اس کا کیا مطلب ہے۔ خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ شام اور مصر دونوں ملکوں کی زمینیں خراجی ہیں۔ اور فتح کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر کی زمینیں خراجی نہیں۔

جواب:۔ جو ملک صلح سے لیا جائے یا اپنی قوت سے غلبہ کیا جائے۔ مگر لشکر اسلام پر تقسیم کرنے کے بجائے خود کفار باشندوں کو ان کی املاک پر باقی رکھا جائے یا دوسرے کافروں کو اس کی زمینیں دیدی جائیں تو یہ زمینیں خراجی ہوں گی۔ اور مصر کے خراجی ہونے پر علماء کا اتفاق ہے اگر اس بارہ میں اختلاف ہو گیا کہ اس پر صلح کے ساتھ قبضہ ہوا یا قوت وغلبہ کے ساتھ۔ بہر صورت مصر خراجی ہوگا لیکن جب زمین کے اصل مالک لاوارث مر گئے اور تمام آراضی بیت المال میں آگئیں۔ اور حاکم نے دراہم لے کر کاشتکاروں کے حوالے کردیں۔ تو اب کاشت کاروں سے صرف اجرت لی جائے گی۔ عشر یا خراج نہ ہوگا تو یہ زمین نہ عشری کہلائے گی اور نہ خراجی بلکہ ایک تیسری قسم ہوگی جس کو ارض المملکۃ اور اراضی الحوز کہتے ہیں۔ (کذا فی ردالمحتار)

کتاب الصوم

صوم وافطار کا تعلق ہلال کے ساتھ

سوال (۲۹۶) رمضان کے روزے اور عید الفطر کا مدار کس چیز پر ہے۔

جواب:۔ دونوں کا مدار رویت ہلال پر ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا رأیتم الہلال فصوموا واذا رأیتموہ فافطروا انتہی

ہلال کی رؤیت عامہ

سوال (۲۹۷) ہر شخص کا اپنے لئے چاند دیکھنا ضروری ہے یا نہیں

جواب:۔ نہیں کیونکہ اگر ہر ایک انسان کا دیکھنا ضروری ہو تو نابینا پر روزہ فرض ہی نہ ہوگا۔ رسائل الارکان میں ہے رویۃ الکل غیر مشروط انتہی

مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں ایک شخص کی شہادت

سوال (۲۹۸) اگر مطلع ابر آلود ہو تو ایک شخص کی شہادت کافی ہوگی یا نہیں؟

جواب :- کافی ہے۔ رسائل الارکان میں ہے ثم یکفی فی الصوم رویۃ واحد اذا کان فی السماء علۃ فشہادۃ تلزم الصیام علی المکلفین لما روی عن ابن عمر قال تراای الناس الہلال فاخبرت رسول اللہ انی رأیتہ فصام وامرالناس بصیامہ رواہ ابوداؤد انتہی

ہلال رمضان کی شہادت کے لئے عادل ہونا

سوال (۲۹۹) ہلال رمضان کے ثبوت میں اگر ایک شاہد ہو تو اس کا عادل ہونا ضروری ہے یا نہیں

جواب :- ظاہر الروایۃ میں عادل ہونا شرط ہے اور حسن روایت کرتے ہیں امام صاحب سے کہ عدالت شرط نہیں ہے ایک مجہول اور نامعلوم الحال انسان کی شہادت بھی مقبول ہوجائے گی۔ طحاوی اور شمس الائمہ حلوانی کا بھی یہی مذہب ہے اور متاخرین نے بھی اسی کو صحیح مانا۔ درمختار ہے۔ وقبل بلا دعوی ولفظ اشہد للصوم مع علۃ کغیم وغبار وخبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ لا فاسق اتفاقا انتہی ملخصا

اور حمادیہ میں ہے واما ان کان مستور الحال فالظاہر ان لا تقبل شہادتہ۔ وروی الحسن عن ابی حنیفۃ یقبل شہادتہ وھو الصحیح انتہی

ابوالمکارم شرح نقایہ میں بیان کرتے ہیں ولم یشترط الطحاوی العدالۃ قیل مرادہ ان العدالۃ الحقیقۃ لیست بشرط بل یکتفی بالظاہریۃ فی النوادر ان شہادۃ المستور مقبولۃ فی ذالک وبہ اخذ الحلوانی انتہی

اور رسائل الارکان میں ہے ونحن نقول ان شروط العدالۃ فی امثال ھذا فی زماننا یخل باکثر الاعمال لاسیما فی الصیام فالاحری ان یفتی عن الامام ابی یوسف ان کان الشاہد ذا مروۃ بحیث یغلب علی الظن صدقہ یقبل قولہ لئلا یخل امر الصائم انتہی

کسی شخص کی شہادت پر بغیر حکم قاضی روزہ رکھنا

سوال (۳۰۰) اگر گاؤں میں کسی شخص نے رمضان کا چاند دیکھا اور شہادت دینے شہر نہ گیا اور نہ اس جگہ کوئی حاکم اور قاضی ہے تو بستی والوں کو اس شخص کی شہادت پر روزہ رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب :- بستی والوں کو روزہ رکھنا چاہیئے سراجیہ میں ہے :- رجل رأی ھلال رمضان برستاق لیس ھناک قاضی ولا والی ولم یأت المصر لیشہد فعلیہم ان یصوموا بقول ھذا الرجل ان کان ثقۃ انتہی

ایک شہادت سے رمضان کا ثبوت اور تیس رمضان کو چاند کا نظر نہ آنا

سوال (۳۰۱) ابر کی وجہ سے قاضی نے ثبوت رمضان کے لئے ایک شہادت کو تسلیم کر کے رمضان کا اعلان کردیا اور لوگوں نے تیس روزے رکھ لئے مگر عید کا چاند نظر نہ آیا اب اکتیسواں روزہ رکھنا چاہیئے یا عید کرنی چاہیئے۔

جواب:۔ اگر تیس رمضان کو بھی گرد وغبار اور ابر ہو تو افطار کر کے عید کر لینی چاہیے ۔ لیکن اگر مطلع صاف ہو اور رویت ہلال نہ ہو امام محمد فرماتے ہیں کہ اب روزہ نہ رکھے لیکن امام صاحب اور ابو یوسف کا مسلک ہے کہ اکتیسواں روزہ بھی رکھا جائے گا حموی شارح اشباہ ذخیرہ میں فرماتے ہیں الواحد اذا شهد علی هلال رمضان عند القاضی وقبل شهادته وامر الناس بالصوم فلما اتموا ثلثين يوما غم هلال شوال قال ابوحنيفة وابو يوسف يصومون من الغد وان كان يوم الحادی والثلثين يعنی لكونه خروجا عن العبادة فيحتاط فيه وقال محمد يفطرون قال شمس الائمة الحلوانی هذا الاختلاف فيما اذا لم يروا هلال شوال والسماء مصحية فاما اذا كانت متغيمة فانهم يفطرون بلا خلاف انتهى

دو شہادتوں سے رمضان کا ثبوت اور تیس کو چاند کا نظر نہ آنا

سوال (۳۰۲) اگر دو شخصوں نے بحالت ابر وغبار گواہی دی اور سب نے تیس روزے رکھ لئے مگر شوال کا چاند نہیں ہوا تو اب کیا کرنا چاہیئے

جواب:۔ افطار کر کے صبح کے وقت عید کے مناسک وافعال کرنے چاہئیں خواہ تیس تاریخ کو ابر ہو یا مطلع صاف ہو حموی شارح اشباہ بیان کرتے ہیں واما اذا شهد هلال رمضان شاهدان والسماء متغيمة وقبل القاضی شهادتهما وصاموا ثلثين يوما فلم يروا الهلال ان كانت السماء متغيمة يفطرون من الغد بالاتفاق وان كان مصحية فكذلك يفطرون اليه اشارة فی القدوری والملتقى وقيل فی فوائد القاضی الامام ركن الدين علی السعدی انهم لا يفطرون والاول اصح انتهى

اختلاف مطالع کا اعتبار

سوال (۳۰۳) ایک جگہ چاند دیکھنے سے دوسری جگہ بھی ثبوت ہو جائے گا یا اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا

جواب:۔ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے ۔ اور اگر ایک جگہ چاند دیکھنے کی خبر مشہور ہو جائے تو دوسری جگہ بھی حکم ثابت ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے اختلاف المطالع غير معتبر علی ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتوی بحر عن الخلاصة اور مجمع البرکات میں ہے لو صام اهل بلدة ثلثين يوما للروية . واهل بلدة اخرى تسعا وعشرين يوما للروية فعليهم من صام تسعا وعشرين يوما فعليهم قضاء يوم انتهى ۔

اور درمختار میں ہے لو استفاض الخبر فی البلدة الاخرى لزمهم على الصحيح من المذهب مجتبى وغيره انتهى

اور جامع الرموز میں ہے وحكم احد البلدتين بالروية لا يلزم الاخرى وعن محمد انه يلزم والصحيح من مذهب اصحابنا انه يلزم اذا استفاض الخبر فی البلدة الاخرى انتهى

انتیس رمضان کو تیس تاریخ بتانا

سوال (۳۰۴) انتیس رمضان کو چند اشخاص نے گواہی دی کہ ہم نے رمضان کا چاند موجودہ حساب سے

ایک روز قبل دیکھا تھا اور ہمارے حساب سے آج تیس رمضان ہے کیا ان کی گواہی معتبر ہوگی یا نہیں۔

جواب :- اگر یہ گواہ اسی شہر میں موجود رہتے ہوئے پورے رمضان خاموش بیٹھے رہے اور انتیس رمضان کو گواہی دینے بیٹھ گئے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر سفر طویل سے آرہے ہیں تو پھر مقبول ہوگی۔

مجمع البرکات میں ہے اذا شہد الشہود علی ہلال رمضان فی الیوم التاسع والعشرین انہم رأوا الہلال قبل صومکم بیوم ان کانوا فی ھذا المصر ینبغی ان لا یقبل شہادتہم لانہم ترکوا الحسبۃ وان جاؤا من مکان بعید جازت شہادتہم لانتفاء التہمۃ کذا فی الخلاصۃ

عید کا چاند دیکھ کر روزہ افطار کرلینا

سوال (۳۰۵) اگر تیس رمضان کو غروب آفتاب سے پہلے چاند نکل آئے تو روزہ فوراً افطار کرلینا چاہیئے یا غروب آفتاب تک انتظار کرنا ضروری ہے۔

جواب :- یہ چاند آنے والی رات کا شمار ہوگا۔ روزہ غروب آفتاب پر ہی افطار کرنا چاہیئے اور آنے والی صبح عید ہوگی

رسائل الارکان میں ہے وان رای الہلال فی نہار ثلثین ولم یرقبلہ فالہلال للیلۃ الاٰتیۃ وتیموا صوم یوم رأی فیہ الہلال سواء رأی قبل الزوال اوبعدہ انتہی

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

روزہ کی حالت میں حقہ پینا

سوال (۳۰۶) روزہ دار کے حقہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا باقی رہتا ہے اور پہلی صورت میں قضا لازم ہوگی یا کفارہ۔

جواب :- روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا لازم ہوگی۔ سراج منیر میں ہے ان ادخل الدخان علی استطاع فیفسد کما فی التنباکو ویلزمہ القضاء لا الکفارۃ لانہ محالا یتغذی بہ عادۃ فاشبہ الحصاۃ والنواۃ انتہی

روزہ میں جونک لگانا

سوال (۳۰۷) روزہ کی حالت میں جونک لگانا مفسد صوم ہے یا نہیں

جواب :- بدن پر جونک لگانے سے روزہ پر کوئی اثر نہ پڑیگا۔ جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بحالت صوم فصد کرائی ہے۔ جیساکہ عبداللہ بن عباس سے صحیحین میں نقل کردہ روایت سے مفہوم بھی ہوتا ہے اور قیاس بھی اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ فصد کرانے سے کچھ باہر ہی نکلتا ہے اندر کچھ داخل نہیں ہوتا۔ وکذا فی اشعۃ اللمعات

روزہ میں قے کا آجانا

سوال (۳۰۸) خود بخود قے آنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے یا باقی رہتا ہے؟

جواب:- فاسد نہیں ہوتا۔ (کذا فی رسائل الارکان)

طبیب کے مشورہ پر روزہ نہ رکھنا

سوال (۳۰۹) گرم مزاج آدمی کو موسم گرما کی وجہ سے طبیب نے یہ مشورہ دیا کہ روزہ رکھنے کی صورت میں مرض مت بڑھ جائے گا اور صحت مشکل ہوگی تو اس صورت میں روزہ قضا کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب:- افطار کرنا جائز ہے۔ (کذا فی الدر المختار)

زیادتی مرض کے خوف سے افطار کرنا

سوال (۳۱۰) روزہ رکھنے کے بعد کوئی شخص بیمار ہوگیا، اور شام تک روزہ پورا کرنے میں مرض کی زیادتی کا ظن غالب ہے تو ایسی صورت میں افطار جائز ہے یا نہیں۔

جواب:- جائز ہے۔ رسائل الارکان میں ہے۔ اذا حدث المرض فی نهار رمضان وظن بالصوم الزیادۃ علی المرض یباح له الافطار انتهی

باب مایوجب الکفارۃ ومالایوجبہ

مرض کی وجہ سے روزہ قضا کرنا

سوال (۳۱۱) اگر مریض زیادتی مرض کی وجہ سے روزہ افطار کرے تو اس پر قضا لازم ہوگی یا کفارہ

جواب:- صرف قضا لازم ہے۔ کفارہ نہ ہوگا۔ عالمگیریہ میں اعذار مبیحۃ للافطار کی بحث میں ہے۔ ومنها المریض اذا خاف علی نفسه التلف اوذهاب عضو یفطر بالاجماع وان خاف زیادۃ العلۃ وامتدادہ فکذلک عندنا وعلیه القضاء اذا افطر کذا فی المحیط انتهی

دوا یا غذا کے علاوہ دوسری چیز کھانا

سوال (۳۱۲) غذا اور دوا کے علاوہ اگر مٹی یا کنکری ڈھیلہ یا روئی اور کاغذ وغیرہ حلق سے نیچے اتر جائیں تو قضا لازم ہوگی یا کفارہ

جواب:- قضا لازم آئے گی کفارہ نہ ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:- اذا ابتلع مالا یتغذی به ولا یتداوی به عادۃ کالحجر والتراب لا یوجب الکفارۃ کذا فی التبیین انتهی

اور خلاصہ میں ہے:- لو ابتلع حصاۃ اونواۃ او حجرا او مدرا او قطنا او خشبا او کاغذۃ فعلیه القضاء ولا کفارۃ

کفارہ میں مساکین کو طعام دینا

سوال (۳۱۳) اگر روزہ کے کفارہ میں غلام آزاد کرنا اور روزہ رکھنا ناممکن ہوجائے تو ساٹھ مسکینوں کو طعام کس طرح دینا چاہیئے۔

جواب:۔ اگر عمر کی زیادتی یا کسی مرض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا تو اس کو اختیار ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو اگر خام غلہ دے تو گندم اور اس کا آٹا نصف صاع اور جو۔ انگور۔ چھوہارہ ہر ایک مسکین کو ایک صاع دے اور اگر چاہے تو اس غلہ کی قیمت دیدے یا کھانا پکا کر ساٹھ مسکینوں کو دو وقت شکم سیر کھلائے یا ایک وقت کھانا کھلادے اور ایک وقت کے کھانے کی قیمت دیدے اور یا ایک ہی مسکین کو ساٹھ روز تک دونوں وقت کھلائے۔ لیکن اگر ساٹھ آدمیوں کا کھانا پکا کر ایک ہی مسکین کو دیدیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔ بلکہ ایک ہی مسکین کا کھانا شمار کیا جائے گا۔ (کذا فی الدر المختار)

اور اگر ساٹھ مسکینوں کے حصہ کا خام غلہ ایک مسکین کو ایک ہی دن میں متفرق طور پر دے اس صورت میں بھی بعض کے نزدیک کفارہ ادا نہ ہوگا۔ اور ایک ہی مسکین کا حقہ شمار ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک کفارہ ادا ہوجائیگا (کذا قال البرجندی)

باب صدقۃ الفطر

فطرہ میں گندم یا قیمت دینا

سوال (۳۱۴) فطرہ میں گندم دینا مستحب ہے یا قیمت ؟

جواب:۔ امام ابویوسف کے نزدیک گندم کی قیمت دینا مستحب ہے۔ کیونکہ روپیہ سے فقراء کی مطلب برآری ان کی مرضی کے مطابق سہل اور آسان ہوگی۔

صدقۂ فطر اور تملیک

سوال (۳۱۵) مال زکوٰۃ کی طرح صدقۂ فطر میں تملیک شرط ہے یا نہیں؟

جواب:۔ شرط ہے۔ ابوالمکارم لکھتے ہیں وشرط التملیک فی الفطرۃ والعشر ایضاً انتہی

باب الاعتکاف

معتکف کے لیئے روزہ کی شرط

سوال (۳۱۶) زید نے عشرۂ اخیرہ رمضان میں بحالت اعتکاف سحری کھائی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس وقت صبح ہوچکی تھی تو قضا لازم ہوگی اور تمام دن کھانے پینے سے امساک کرے جن لوگوں نے اعتکاف کے لئے روزہ کو شرط قرار دیا ہے تو کیا یہ امساک۔ کافی ہوگا یا نہیں اور کافی نہ ہونے کی صورت میں ایک مکمل عشرہ کے اعتکاف کا کیا حکم ہوگا۔

جواب:۔ جب کہ یہ امساک روزہ کے حکم میں نہیں اور قضا واجب ہے تو یہ امساک اعتکاف کے لئے کافی نہ ہوگا اور یہ اعتکاف مکمل عشرہ کا اگر نذری ہے تو قضا کرے اور نفلی ہے تو قضا نہیں۔

درمختار میں ہے فلو نذر اعتکاف شهر رمضان لزمه اجزاء صوم رمضان عن صوم الاعتكاف وان لم يعتكف رمضان المعين قضى شهرا غيره بصوم مقصود واقله قضاء ساعة ولو شرع في نفله ثم قطعه لا يلزمه قضاؤه على الظاهر انتهى ملخصا (وكذا في جامع الرموز) اور یہ حکم روزہ کے شرط نہ ہونے کی صورت میں ہے اور اگر روزہ شرط ہو تو اس کی کم از کم مدت ایک دن کی ہوگی۔ اور قطع و فساد کی صورت میں قضا لازم ہوگی۔ (کذا فی جامع الرموز)

باب الحج

یوم جمعہ کا حج

سوال (۳۱۷) اگر ذی الحجہ کی ۹ تاریخ جمعہ کی ہو تو حجاج کو ثواب مزید ملیگا یا نہیں؟

جواب: فقہاء اس مسئلہ میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ یہ حج ستر حج سے زیادہ بہتر ہے

بحرالرائق میں ہے وقد قيل اذا وافق يوم عرفة يوم جمعة غفر لاهل كل الموقف وانه افضل من سبعين حجة في غير يوم الجمعة كما ورد في الحديث الشريف انتهى۔

قرآن کا ترک حج کو کفر سے تعبیر کرنا

سوال (۳۱۸) باری تعالیٰ نے فرضیت حج بیان کرنے کے بعد فرمایا ومن كفر فان الله غني عن العالمين یعنی ترک حج کو کفر سے تعبیر کیا اور یہ چیز اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے تو اب آیت کی کیا مراد ہوگی

جواب: بغوی معالم التنزیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس حسن بصری اور عطاری نے آیت کی تفسیر میں فرمایا ومن کفر سے فرضیت حج کا منکر مراد ہے۔ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ ومن کفر میں اللہ اور یوم آخرت سے کفر انکا مراد ہے اور سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہودیوں کے بارہ میں نازل ہوئی۔ کیونکہ وہ وجوب حج کے منکر تھے تینوں تفسیروں سے معلوم ہوگیا کہ آیت اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف نہیں۔

کتاب النکاح

گونگے کا نکاح

سوال (۳۱۹) جو گونگا بولنے پر بالکل قادر نہ ہو اس کا نکاح کس طرح ہوگا۔

جواب:۔ اگر اپنی حاجت کے اظہار اور دوسرے کے مطلب کو سمجھنے کے لئے اشارہ سے کام چلاتا ہے اور اس کا اشارہ متعین ہو تو اشارہ سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ عالمگیریہ میں ہے كما ينعقد بالعبارة ينعقد بالاشارة من الاخرس ان كانت

اشارتہ معلومۃ انتہی

غلام اور باندی کا نکاح

سوال (۳۲۰) اگر غلام اور باندی اپنا نکاح خود کرلیں یا مالک کے علاوہ کوئی دوسرا کردے تو کیا حکم ہوگا

جواب :- یہ نکاح مولی کی اجازت پر موقوف رہیگا اب اس کو اختیار رہے کہ اجازت دے یا نہ دے۔

عالمگیریہ میں ہے :- ونکاح القن والمدبر وام الولد والمکاتب بلا اذن السید موقوف ان اجازہ المولیٰ نفذ وان ابطل بطل کذا فی الوقایۃ۔

درمختار میں ہے :- واطلق النکاح لیشتمل مالو زوج بنفسہ وزوجہ غیرہ انتہی

نکاح کے لئے کسی پیر سے مرید ہونا

سوال (۳۲۱) کسی انسان کو طائفہ سے محبت تھی دونوں توبہ کے بعد نکاح کا ارادہ کرتے ہیں تو کیا نکاح کے جواز کے لئے کسی پیر سے مرید ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں۔

جواب :- جواز نکاح کے لئے مرید ہونا ضروری نہیں دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہوجانا کافی ہے

زوجہ کا زنا کرنا

سوال (۳۲۲) زوجہ کے زنا کرنے سے نکاح باطل ہوجاتا ہے یا نہیں۔

جواب :- باطل نہیں ہوتا ۔ کذا فی رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ

نکاح میں خدا کو گواہ بنانا

سوال (۳۲۳) بوقت نکاح گواہ موجود نہ تھے ۔ مرد نے یہ کہدیا کہ خدا اور رسول اور اس کے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں ؟

جواب :- صحیح نہ ہوگا ۔ تاتارخانیہ میں ہے رجل تزوج امرأۃ ولم یحضرہ شہود فقال خدا ورسول را یا فرشتگان را گواہ کردم بطل النکاح وکفر الناکح لاعتقادات الرسول والملائکۃ تعلم الغیب وتسمع النداء بلا ریب انتہی

نکاح متعہ

سوال (۳۲۴) نکاح متعہ کی حقیقت کیا ہے اور وہ حلال ہے یا حرام ؟

جواب :- متعہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مرد کسی عورت سے کہتا ہے کہ میں ایک معین زمانہ تک اتنے روپیہ کے بدلہ میں تمتع اور نفع حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔ یہ نکاح متعہ ابتداً اسلام میں جائز تھا ۔ مگر غزوۂ خیبر ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام قرار دیا اور امت کو منع فرمایا ۔ بخاری ومسلم ترمذی نے حضرت علی مرتضیٰ ؓ سے اس مضمون کی روایت بیان کی ۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد غزوہ اوطاس میں تین روز کے لئے اجازت دے کر ہمیشہ کے لئے ممانعت فرمادی

مسلم واحمد وغیرہ نے اس کو روایت کیا۔ قرآن مجید میں فرمایا:۔

والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم اوما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون

اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں مگر اپنی جوروؤں سے یا اپنے ہاتھ کے مال سے سو ان پر نہیں کچھ الزام۔ پھر جو کوئی ڈھونڈے اسکے سوا سو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے

ترمذی عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت آیت کریمہ الا علی ازواجھم اوما ملکت ایمانھم نازل ہوئی تو منکوحہ بیوی اور باندی کی فرج کے علاوہ تمام حرام ہوگئیں۔

اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ عن ابن ابی ملیکۃ قال سئلت عائشۃ عن متعۃ النساء فقالت بلینی وبینکم کتاب اللہ فقرأت والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم اوما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون

امام مالک اور متعہ کا جواز

سوال (۳۲۵) ہدایہ میں صراحۃً مذکور ہے کہ متعہ امام مالک کے نزدیک جائز ہے۔ کیا یہ چیز صحیح ہے یا غلط؟

جواب:۔ غلط ہے۔ ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں کہ متعہ کی حرمت میں کسی امام مجتہد کا خلاف نہیں اور علامہ علی شیعی احقاق الحق میں لکھتے ہیں کہ متعہ کے حرام ہونے میں ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور خود امام مالک مؤطا میں حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن اکل لحوم الحمر الانسیۃ۔ انتہی

اور صاحب ہدایہ نے جو کچھ لکھا وہ شمس الائمہ سے اخذ کردہ ہے اور بہت سے محققین نے اس سلسلہ میں غلطی کی ہے معراج الدرایۃ میں ہے والمذکور فی الھدایۃ والمبسوط سھو والمذکور فی کتب المالکیۃ ھو حرمۃ نکاح المتعۃ وھو الصحیح اور ہدایہ کی شرح عینی میں ہے وقال السکاکی ھذا سھو فان المذکور فی کتب المالکیۃ ھو حرمۃ نکاح المتعۃ وقال فی المدونۃ ولا یجوز النکاح الی اجل قریب او بعید وان سمی صداقا وھذہ المتعۃ

حرمت متعہ کتب شیعہ میں

سوال (۳۲۶) شیعہ امامیہ کی کتابوں میں حرمت متعہ کی روایات موجود ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ فرقۂ امامیہ کی ایک معتبر کتاب استبصار میں حضرت علیؓ سے ایک روایت منقول ہے قال حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم لحوم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ اور تہذیب میں بھی حرمت کی روایت ہے۔

ابن عباس سے حلت متعہ کی روایت

سوال (۳۲۷) عبداللہ ابن عباس ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان سے حلت متعہ کی روایت منقول ہے

اس کی کیا وجہ ہے ۔

جواب :۔ عبداللہ بن عباس کی ولادت ہجرت مدینہ سے ایک دو سال قبل ہے اور آٹھ یا نو سال مکہ ہی میں مقیم رہے جہاں کسی کو احکام شرعیہ معلوم ہی نہ تھے ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ ۸ھ کے موقعہ پر مکہ تشریف لائے تو ابن عباس کو مع اہل و عیال مدینہ روانہ فرما دیا ۔ اور غزوۂ خیبر یہاں آنے سے چند سال قبل ہو چکا تھا اور غزوۂ اوطاس فتح مکہ سے متصلاً انکی عدم موجودگی میں ہی ہو گیا ۔ تو دونوں غزوات کے حالات ابن عباس کے خود دیکھے ہوئے نہ تھے ۔ بلکہ دیگر صحابہ سے سنے سنائے تھے اور دو سال جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذرے اس عرصہ میں کوئی ایسی صورت پیش نہیں آئی کہ حرمت متعہ کے حکم کا اعادہ کیا جاتا ۔ اس لئے ابن عباس کو براہ راست اس مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حکم معلوم نہیں ہوا ۔ حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں اس پر بحث ومباحثے ہوئے ۔ اکثر صحابہ نے آیت حرمت متعہ کو پالیا اور غزوۂ اوطاس کے موقع پر اجازت کو ضرورت وحاجت پر محمول کر کے تین روز کے بعد والی تحریم ثانی کو تحریم موبد قرار نہیں دیا ۔ بلکہ کہا گیا کہ ضرورت کے رفع ہو جانے کی وجہ سے وہ عارضی رخصت بھی ختم ہو گئی ۔

نکاح کے الفاظ مخصوصہ کے معانی کا جاننا

سوال (۳۲۸) مرد و عورت کے درمیان ایجاب وقبول ہو گیا ۔ عورت نے قبلت یا قبول کردم کہا تھا ۔ اور گواہوں نے دونوں کا کلام ایک ساتھ سنا ۔ مگر وہ عورت نہ اس لفظ کے معنی جانتی ہے اور نہ یہ جانتی ہے کہ اس لفظ سے نکاح ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو گا یا نہیں ۔

جواب :۔ نکاح منعقد ہو جائے گا ۔ نقایہ اور اس کی شرح للقہستانی میں ہے ینعقد بایجاب وقبول لفظہما ماض کزوجت وتزوجت اوامر وماض کزوجنی فقال زوجت وان لم یعلما معناہ ای معنی لفظہما سواء کان عربیا او عجمیا وسواء علما انہ مما ینعقد بہ النکاح اولا وھذا فی الحکم واما فیما بینہ وبین اللہ تعالی فلا ینعقد ان لم یعلما انہ مما ینعقد بہ کما فی قاضی خان لکنہ مما اختلف فیہ المشائخ کما فی الخزانۃ وذکر فی العمادی انہ لم یصح عقد من العقود اذا لم یعلم معناہ وقیل یصح للجمیع وقیل ان کان مما یستوی جدہ وھزلہ یصح کالنکاح والا فلا کالبیع انتہی

سامان جہیز کی ملکیت

سوال (۳۲۹) زید نے اپنی لڑکی کے ساتھ اسباب جہیز بھی شوہر کے مکان بھیجا ۔ کچھ عرصہ بعد لڑکی کا انتقال ہو گیا ۔ اب زید کہتا ہے کہ میں نے وہ سامان عاریتاً دیا تھا ۔ شوہر کہتا ہے کہ تو نے ہبہ کیا تھا ۔ اب کس کا قول معتبر ہو گا

جواب :۔ اگر زید شریف خاندان سے ہے تو اس کا قول معتبر نہ ہو گا ۔ اور اگر عوام الناس میں سے ہے تو پھر معتبر ہو گا ۔ بشرطیکہ شوہر ہبہ کو ثابت نہ کر سکے ۔ عالمگیریہ میں ہے رجل جہز ابنتہ بمالہ وزوجہا الابنۃ مع الجہاز الی زوجہا فماتت الابنۃ

فادعی الاب انہ کان عاریۃ وزوجہا یدعی الملک اختلفوا فیہ قال بعضہم القول قول الزوج والبینۃ علی الاب وبہ قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رح وقال بعضہم القول قول الاب لانہ ھوالدافع والمملک قال رضی اللہ عنہ وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان کان الاب من الکرام والاشراف لا یقبل قول الاب لان مثلہ یانف عن الاعارۃ وان کان من اوساط الناس یکون القول قول الاب لانہ ھوالدافع ولیس بکذب فیما قال من حیث الظاہر کذا فی فتاوی قاضی خان انتہی

ناناکی زوجہ سے نکاح کرنا

سوال (۳۳۰) ناناکی ایسی زوجہ جس کا تعلق نانی اور ماں سے کچھ نہو وہ حرام ہوگی یا حلال

جواب:۔ حنفیہ کے نزدیک ناناکی زوجہ حرام ہے خزانۃ الروایات میں خزانۃ الفقہ کے حوالہ سے مذکور ہے امرأۃ الجد ابی الام حرام انتہی اور بھی مذکور ہے المنکوحۃ للجد وابی الجد وجد الجد واب جد الجد من قبل الاب والام حرام انتہی اور ناناکی زوجہ کی حرمت امہات نساء۔ یا امہات کی آیت میں داخل ہونے کی وجہ نہیں بلکہ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم اس صورت کو شامل ہے۔ ھدایہ میں ہے ولا بامرأۃ ابیہ واجدادہ لقولہ تعالیٰ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم انتہی

اقرار زوجیت کا حکم

سوال (۳۳۱) اگر زید نے اقرار کیا کہ ہندہ میری منکوحہ اور زوجہ ہے تو یہ اقرار ثبوت زوجیت کے لئے معتبر ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ معتبر ہوگا۔ ہدایہ میں ہے ویجوز اقرار الرجل بالوالدین والولد والزوجۃ والمولی لانہ اقر بما یلزمہ ولیس فیہ تحمیل النسب علی الغیر انتہی

باب الولی

ماں کے حق میں ولایت نکاح

سوال (۳۳۲) نابالغ لڑکی کے نکاح کے لئے ماں کو حق ولایت ہے یا نہیں

جواب:۔ عصبات کے موجود نہ ہونے کی صورت میں ماں کو حق ہوگا تنویر الابصار میں ہے وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ ولو ثیبا انتہی دوسری جگہ ہے۔ الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام انتہی

ماں کی موجودگی میں دادا کو حق ولایت

سوال (۳۳۳) اگر نابالغ لڑکی کی ماں اور دادا دونوں موجود ہوں تو ولایت نکاح کا حق کس کو حاصل ہوگا۔

جواب:۔ حق ولایت دادا کو ہوگا۔ وقایہ میں ہے والولی العصبۃ علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریتہ وتکلیفہ

واسلام فی ولد مسلم دون کافر ثم الام

دادا کی موجودگی میں ماں کا نکاح کر دینا

سوال (۳۳۴) اگر دادا کے موجود ہوتے ہوئے ماں نے نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا تو دادا کو فسخ کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب:۔ حق فسخ حاصل ہے۔ سراج منیر میں ہے واذا زوجت الام بنتها الصغیرة والعصبة رد نکاحها یرد النکاح انتہی

ولی اقرب کا صبی یا مجنون ہونا

سوال (۳۳۵) اگر ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد نے صغیر یا صغیرہ کا نکاح کر دیا مگر ولی اقرب صبی یا مجنون تھا تو نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ جائز ہے عالمگیریہ میں ہے: وان زوج الصغیرة او الصغیر ابعد الاولیاء فان کان الاقرب حاضراً وهو من اهل الولایة توقف نکاح الابعد علی اجازته وان لم یکن من اهل الولایة بان کان صغیراً او کان کبیراً مجنوناً جاز انتہی

بہن کے مقابلہ میں نانا کا ولی ہونا

سوال (۳۳۶) نابالغہ لڑکی کی بہن اور نانا دونوں موجود ہیں اور عصبات میں سے کوئی زندہ نہیں تو اس کے نکاح کی ولایت بہن کو ہوگی یا نانا کو اس مسئلہ میں فقہا کے دونوں قسم کے قول ہیں ان میں سے راجح کون سا ہے؟

جواب:۔ نکاح کے مسائل میں فقہا ہر جگہ عصبات سے عصبہ بنفسہ مراد لیا کرتے ہیں جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے الولایة للعصبات فان لم تکن عصبة فللام الخ اور اسی طرح قول فقہا ثم لذی الارحام میں ذوا رحم سے علم فرائض کا اصطلاحی ذی رحم مراد نہیں ہوا کرتا بلکہ مطلق رشتہ دار مراد ہوا کرتا ہے

شرح وقایہ میں ہے والولی العصبة المراد العصبة بنفسه ای ذکر یتصل بالمیت بلا توسط انثی اما العصبة بغیره کالبنت اذا صارت عصبة بالابن فلا ولایة لها علی امها المجنونة وکذا العصبة مع الغیر کالاخت مع البنت لا ولایة لها علی اختها المجنونة انتہی

برجندی مختصر وقایہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں المراد ههنا العصبة بنفسه ۔ اور قول مصنف ثم ذوا الرحم کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں لم یرد به ما هو المتعارف عند اصحاب الفرائض انتہی اسی طرح ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر اور تنویر الابصار نیز اس کی شرح منح الغفار اور بحر الرائق وغیرہ میں ہے ۔ اس تفصیل کے بعد صغیرہ کے نکاح کا حق بہن کو عصبہ ہونے کی وجہ سے دینا اور نانا کو ذوی الارحام میں ہونے کی وجہ سے حق نہ دینا غلط ہوگا ۔ کیونکہ بہن عصبہ بنفسہ نہیں ہے اور نانا اگرچہ علم فرائض کی اصطلاحی اعتبار سے ذوالرحم ہے اور بہن نہیں ہے ۔ لیکن ولایت نکاح کی بحث کے اعتبار سے

بہن بھی ذوی الارحام میں ہوگی ۔ اگرچہ عصبہ کے معدوم ہونے کی صورت میں بعض فقہانے نانا کو ولی قرار دیا اور بعض نے بہن کو مگر دلائل کی حیثیت سے نانا کی ولایت راجح اور مقدم ہے ۔

بحر الرائق شرح کنز میں ہے ظاہر کلام المصنف ان الجد الفاسد مؤخر عن الاخت لانہ من ذوی الارحام وذکر المصنف فی المستصفی انہ اولی منہا عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف الولایۃ لہما کما فی المیراث وفی فتح القدیر قیاس ما صحح فی الجد والاخ من تقدم الجد الفاسد علی الاخت فثبت بہذا ان المذہب ان الجد الفاسد بعد الام قبل الاخت انتہی ۔

اور رد المحتار میں ہے ۔ قلت وجہ القیاس انہم ذکروا ان الاصح ان الجد اب الاب مقدم علی الاخ عند الکل وان اشترک مع الاخ فی الارث عندہما لان الولایۃ تبتنی علی الشفقۃ وشفقۃ الجد فوق شفقۃ الاخ وح یقاس علیہ الجد الفاسد مع الاخت فان اشفقتہ اقوی منہا انتہی

اور فتح القدیر میں بحث ولایۃ عصبات میں ہے ذکر الکرخی ان الاخ والجد یشترکان فی الولایۃ عندہما وعندہ یقدم الجد کما ھو الخلاف فی المیراث والاصح ان الجد اولی بالتزویج اتفاقا انتہی اور بحث ولایت غیر عصبات میں ہے ۔ قیاس ما صحح فی الجد والاخ من تقدم الجد الفاسد علی الاخت انتہی

باپ کی موجودگی میں وکیل کا نکاح کرنا

سوال (۳۳۷) زید نے کسی شخص کو اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کردینے کا وکیل بنا دیا ۔ اب وہ وکیل اس لڑکی کے باپ کی موجودگی میں اور اسی کے مکان میں لڑکی کا نکاح کر دیتا ہے تو اس صورت میں لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا یا نہیں ۔

جواب :۔ خیار بلوغ حاصل نہ ہوگا کیونکہ باپ کی موجودگی میں وکیل کا نکاح کرنا ایسا ہی ہے کہ خود باپ نے نکاح کیا

باب ثبوت النسب

نطفۂ زنا سے نسب کا ثبوت

سوال (۳۳۸) اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرے نطفۂ زنا سے پیدا ہوا ہے تو نسب ثابت ہوگا یا نہیں ؟

جواب :۔ ثابت نہیں ہوگا ۔ عالمگیریہ میں ہے : من قال انہ منی من الزنا لا یثبت نسبہ ولا یرث منہ کذا فی الینابیع ۔

اور خزانۃ الروایات میں ذخیرہ کے حوالہ سے ہے اذا اقر انہ زنی بہذہ الحرۃ وان ھذا الولد منہا من الزنا

وصدقة المرأة فی ذلک لا یثبت الولد من الرجل انتہی

طلاق معلق بالنکاح کے بعد نسب کا ثبوت

سوال (۳۳۹) زید نے کہا کہ اگر میں نے صالحہ سے نکاح کیا تو اس کو طلاق ہے اب وہ صالحہ سے نکاح کرتا ہے اور اب وقت نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا نسب زید سے ثابت ہوگا یا نہیں۔

جواب:۔ ثابت ہو جائے گا۔ مواہب الرحمٰن میں ہے لو قال رجل ان نکحت امرأة فہی طالق فنکحہ فولدت ولداً بستة اشہر منذ نکحہا الزمناہ نسبہ خلافاً لزفر انتہی

محرمات سے نکاح کرنے کے بعد نسب کا ثبوت

سوال (۳۴۰) اگر کسی نے اپنی محارم میں سے کسی ایک کے ساتھ نکاح کرلیا اور اولاد بھی ہوگئی تو اولاد کا نسب ثابت ہوگا یا نہیں۔

جواب:۔ امام اعظم کے نزدیک ثابت ہو جائے گا لیکن صاحبین کے نزدیک ثابت نہ ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:۔ رجل مسلم تزوج بمحارمہ فجئن باولاد یثبت نسب الاولاد عند ابی حنیفة خلافاً لہما بناء علی ان النکاح فاسد عند ابی حنیفة باطل عندہما کذا فی الظہیریة انتہی

نسب کا تعلق ماں سے

سوال (۳۴۱) ایک شخص کی والدہ سیدزادی اور والد شیخ تھے اور یہ صاحبزادے سید ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں بلکہ دستخط کرتے وقت نام کے ساتھ قریشی الحسنی لکھا کرتے ہیں تو کیا ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا اصل نسب کو چھوڑ کر غیر کے نسب میں داخل ہونا ہے اور یہ شخص فی الحقیقت سید ہوگا یا شیخ؟

جواب:۔ نسب کا تعلق ہمیشہ باپ کے ساتھ ہوا کرتا ہے ماں سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا تو جس کی والدہ سیدزادی اور والد سادات سے نہ ہوں تو ایسے شخص کو دوسرے ان لوگوں سے جن کے والدین میں سے کوئی بھی سید نہ ہو۔ شرافت اور فوقیت ہوگی مگر اس کے باوجود وہ اپنے کو سید نہیں کہہ سکتا۔ البتہ قریشی حسنی لکھ سکتا ہے۔ اپنے آبائی سلسلہ کو ترک کرنا اور غیر قبیلہ میں داخل ہونا سخت گناہ ہے اور بعض روایات میں ایسے شخص پر لعنت کی گئی ہے اور بعض میں فقد کفر کا اطلاق بمعنی کفر عملی کیا گیا ہے اس کی تفصیل ابن حجر مکی کی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر میں ہے۔ شرح غرر میں ہے الولد یتبع الاب فی النسب لانہ للتعریف والام لا تشتہر ویتبع خیرہما فی الدین رعایة لجانب الولد انتہی

اور صاحب کنز کے قول میں الولد یتبع الام فی الملک والحریة والرق والتدبیر والاستیلاد والکتابة کی شرح میں بحرالرائق میں ہے قید بالتبعیة فیما ذکر للاحتراز عن النسب فانہ للاب لان النسب للتعریف وحال الرجال

مکشوف دون النساء حتی لو تزوج ہاشمی امۃ انسان فاتت بولد فھو ہاشمی تبعا لابیہ رقیق تبعا لامہ کما فی فتح القدیر وھذا احتراز عن الدین فانہ یتبع خیر الابوین دینا لانہ انظر لہ انتہی

اور طحطاوی حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں قولہ وا فی نسب ای لا یتبع امہ فی نسب ھذا نص صریح فی ان الشریفۃ لیس بشریف وان کان لہ شرف حموی انتہی

اور ابن عابدین شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں من کان ولد امہا علویۃ وابوہ عجمی یکون العجمی کفوا لہا وان کان لہا شرف ما لان النسب للآباء ولذا جاز دفع الزکوۃ الیہا انتہی

اور ہدایہ میں ہے لو اوصی لاھل نسبہ او بجنسہ فالنسب عبارۃ عمن ینسب الیہ والنسب یکون من جہۃ الآباء وجنسہ اھل بیت ابیہ دون امہ لان الانسان یتجنس بابیہ انتہی

باب الحضانۃ

ماں سے حق تربیت ساقط ہونا

سوال (۳۴۲) تربیت کا حق ماں سے کب ساقط ہوتا ہے

جواب:۔ ماں اگر مرتد ہو جائے یا زنا، غنا، سرقہ، نوحہ اور ماتم وغیرہ کرنے کی وجہ سے فاجرہ ہو جائے۔ یا بچہ کو گھر میں تنہا چھوڑ کر اکثر اوقات باہر رہے یا اس چھوٹی بچی کے غیر محرم کے ساتھ شادی کرلے تو ان تمام صورتوں میں اس کو تربیت کا حق نہ رہے گا۔ درمختار میں ہے: الحضانۃ تثبت للام ولو بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ او فاجرۃ فجورا یضیع الولد بہ کزنا وغناء وسرقۃ ونیاحۃ کما فی البحر والنھر او غیر مامونۃ ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعا او متزوجۃ بغیر محرم الصغیرۃ

عصبات کے لئے تربیت کا حق

سوال (۳۴۳) بچہ کی تربیت کا حق عصبات کو ہے یا نہیں۔

جواب:۔ جبکہ بچہ کی ماں یا خالہ اور نانی وغیرہ موجود نہ ہوں۔ یا موجود ہوتے ہوئے کسی عذر کی وجہ سے ان کا حق ساقط ہو گیا ہو تو پھر ایسی صورت میں عصبات کو حق تربیت دیا جائیگا۔ عالمگیریہ میں ہے واذا وجب الانتزاع من النساء اولم یکن للصبی امرأۃ من اھلہ یدفع الی العصبۃ انتہی

شادی شدہ بچی کی تربیت کا حق

سوال (۳۴۴) نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دینے کے بعد اسکی تربیت کا حق ماں سے ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ساقط نہیں ہوتا۔ قنیہ میں ہے الصغیرۃ اذا لم تکن مشتہاۃ ولہا زوج لا یسقط حق الام فی حضانتہا ما دام

لا تصلح للرجال الا فی روایۃ عن ابی یوسف اذا کانت تصلح للاستیناس بہا انتہی

لڑکی کے لئے حق تربیت کی مدت

سوال (٣٤٥) صغیرہ لڑکی کی تربیت کا حق ماں اور دادی کو کتنی عمر تک ہوتا ہے۔

جواب:۔ نو سال کی عمر تک حق رہتا ہے۔ برجندی شرح نقایہ میں بیان کرتے ہیں وعن محمد ان للام والجدۃ حق بہا حتی تشتہی ای تبلغ حد الشہوۃ وھو المعتمد لفساد الزمان انتہی اور درمختار میں ہے وقدر بتسع انتہی

ماں کی موجودگی میں دادی کو حق تربیت

سوال (٣٤٦) ماں اور بہن کے ہوتے ہوئے دادی کو تربیت کا حق ہوتا ہے یا نہیں۔

جواب: نہیں۔ درمختار میں ہے: ثم ای بعد الام بان ماتت اولم تقبل او اسقطت حقہا او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اہلیۃ القربی ثم ام الاب وان علت انتہی

لڑکے کے لئے حق تربیت کی مدت

سوال (٣٤٧) لڑکے کے لئے حق تربیت کی مدت کتنی عمر تک ہے۔

جواب: سات سال کی عمر تک حق تربیت ہوتا ہے۔

مدت تربیت پوری ہونے کے بعد بچہ کا خود مختار ہونا

سوال (٣٤٨) لڑکا سات سال کے بعد اور لڑکی نو سال کے بعد اپنے اختیار سے والدین میں سے جس کے پاس چاہیں رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب بالغ ہونے تک اختیار نہیں ہے بلکہ باپ یا دادا اپنے پاس رکھے البتہ بالغ ہونے کے بعد بچہ کو اختیار ہوگا

سن بلوغ

سوال (٣٤٩) اگر بلوغ کے آثار مثلاً احتلام یا حیض یا حمل ظاہر نہ ہوں تو کتنی عمر میں بلوغ کا حکم لگایا جائے گا۔

جواب:۔ پندرہ سال پورا ہونے کے بعد بلوغ کا حکم لگایا جائے گا۔ درمختار میں ہے فان لم یوجد شئی منہا فحتی یتم لکل منہما خمسۃ عشرۃ سنۃ یفتی لقصر اعمار اہل زماننا انتہی

اور درر شرح غرر میں ہے وقال فیہما بتمام خمس عشرۃ سنۃ وھو روایۃ عن الامام وبہ یفتی انتہی

کتاب الرضاع

رضاعی بھانجی سے نکاح

سوال (٣٥٠) زینب نے ایک لڑکی خالدہ کو دودھ پلایا۔ اور پھر کافی زمانہ کے بعد ایک لڑکے زید کو پلایا

اب زید خالدہ کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ نکاح جائز ہوگا یا نہیں

جواب :- جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ خالدہ کی لڑکی اس کی رضاعی بھانجی ہوگی۔ اور یہ رضاعی بھانجی ایسی ہی حرام ہوتی ہے۔ جیساکہ حقیقی بھانجی۔ کیونکہ ضابطہ ہے لانہ یحرم من الرضاع مایحرم من النسب۔ کذا روی الشیخان

اور درمختار میں ہے ولاحل بین الرضیعۃ وولد مرضعتہا وولد ولدھا لانہ ولد الاخ انتہی

رضاعت کا مشکوک ہونا

سوال (۳۵۱) اگر کسی عورت نے بچہ کے منہ میں اپنی چھاتی دیدی اور بچہ کا چوسنا اور کھینچنا بھی معلوم ہوگیا مگر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ حلق سے نیچے اترا یا نہیں اور اترا تو شکم سیر ہونے کی مقدار میں تھا یا کم تو ایسی صورت میں رضاعت کا حکم ثابت ہوگا یا نہیں۔

جواب :- ثابت نہیں ہوگا۔ برجندی مختصر وقایہ کی شرح میں لکھتے ہیں :- یثبت بمصۃ واحدۃ ولوقطرۃ بشرطان یصل الی الجوف والیہ ذھب ابن عمر وابن عباس من الصحابۃ انتہی

اور بحرالرائق میں ہے وخرج بالوصول مالو ادخلت امرأۃ حلمۃ ثدیہا فی فم رضیع ولایدری ادخل اللبن فی حلقہ ام لایحرم النکاح لان فی المانع شکا کذا فی الولوالجیۃ انتہی

اثبات حرمت کے لئے دودھ کی مقدار

سوال (۳۵۲) حکم رضاعت کے ثبوت کے لئے دودھ کی کتنی مقدار بچہ کے پیٹ میں داخل ہونا ضروری ہے۔

جواب :- کوئی مقدار متعین نہیں قلیل وکثیر ثبوت رضاعت کے لئے برابر ہے۔ مختصر قدوری میں ہے قلیل الرضاع وکثیرہ سواء اذا حصل فی مدۃ الرضاع یتعلق بہ التحریم انتہی۔

مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد دودھ پینا۔

سوال (۳۵۳) مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں

جواب :- نہیں۔ مختصر قدوری میں ہے : ومدۃ للرضاع عند ابی حنیفۃ ثلثون شہراً وقالا سنتان فاذا مضت مدۃ الرضاع لم یتعلق بہ التحریم انتہی

بہن کا دودھ پینے سے رضاعت کا ثبوت

سوال (۳۵۴) زید نے مدت رضاعت میں اپنی بہن ہندہ کا دودھ پی لیا۔ اب زید کے لڑکے کا نکاح ہندہ کی لڑکی سے درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- درست نہیں۔ کیونکہ ہندہ کی لڑکی زید کے لڑکے کی رضاعی پھوپھی بن گئی اور پھوپی سے نکاح

جائز نہیں حقیقی ہو یا رضاعی۔ مختصر قدوری میں ہے ویحرم من الرضاع مایحرم من النسب انتہی

باب الظہار

سوال (۳۵۵) ظہار کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: اپنی زوجہ کے پورے بدن یا کسی ایسے عضو کو جس سے عرف عام میں کل بدن مراد ہوتا ہو (مثلاً راس۔ وجہ، رقبہ وغیرہ) اپنی محرمات کے اعضاء میں سے کسی ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دینا جس طرف دیکھنا حرام ہو۔ اس کا نام ظہار ہے (کذا فی الوقایۃ والنقایۃ)

اور عالمگیریہ میں ہے: رکن الظہار ہو قولہ لامرأتہ انت علی کظہر امی او مایقوم مقامہ فی افادۃ معناہ کذا فی النہایۃ اذا قال لہا راسک علی کظہر امی او وجہک او رقبتک او فرجک یصیر مظاہراً وکذا اذا قال لہا بدنک علی کظہر امی او ربعک او نصفک ونحو ذالک من الاجزاء الشائعۃ کذا فی البدائع اذا ذکر جزء لا یعبر بہ عن جمیع البدن کالید والرجل لم یثبت الظہار کذا فی محیط السرخی انتہی

اپنی زوجہ کو مثل مادر سمجھنا

سوال (۳۵۶) اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا تو میری ماں کے مثل ہے تو یہ قول ظہار ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر ظہار کی نیت سے کہا تو ظہار ہوگا ورنہ ظہار نہ ہوگا۔ ابوالمکارم شرح نقایہ میں بیان کرتے ہیں من قال انت مثل امی بدون علی فان لم ینو شیئاً لایلزم شی فی قولہم وان نوی ظہاراً فظہار انتہی

زوجہ کو ماں کہنا

سوال (۳۵۷) اگر کسی نے زوجہ سے کہا کہ تو میری ماں یا میری بہن یا میری لڑکی ہے تو ظہار ہوگا یا نہیں

جواب: ظہار نہ ہوگا باوجودیکہ ظہار کی نیت سے کہے۔ ابوالمکارم شرح نقایہ میں بیان فرماتے ہیں ولو قال انت امی بدون اداۃ التشبیہ فالظاہر انہ مثل کانی علی ما عرف فی زید اسد لکن فی فتاوی صدر الاسلام انہ لو نوی بہ الظہار فہو باطل لانہ کذب وہکذا یروی عن محمدؒ انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے انت امی قال لایکون مظاہراً وینبغی ان یکون مکروہا ومثلہ ان یقول یا ابنتی ویا اختی ونحوہ انتہی

اور شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے اپنے ترجمہ میں تحریر فرمایا، ہیں ماں بہن کہنے کو ظہار کہتے ہیں انتہی۔ یہ قول روایات سابقہ کے خلاف ہے۔ اور سورۂ مجادلہ کی آیت الذین یظاہرون الآیہ کے شان نزول میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اپنی زوجہ کو ماں کہہ بیٹھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ مضمون

تفاسیر رائجہ کے مخالف ہے۔ عام مفسرین اس آیت کے شان نزول کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کے زمانہ میں اپنی زوجہ سے انت علی کظہر امی کہہ کر ظہار کیا تھا تو اس کا حکم بیان کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

باب التفریق

عمر قید مجرم کی زوجہ کا حکم

سوال (۳۵۸) اگر حاکم نے کسی شخص کو عمر قید کر کے یا چودہ سال کے لئے ضلع سے باہر نکال دیا تو اس کی زوجہ کی تفریق کر دینی چاہیئے یا نہیں؟

جواب: تفریق جائز نہیں۔ درمختار میں ہے ولا یفرق بینہما بعجزہ عنہا ولا بعدم ایفائہ لو غائبا حقہا ولو موسرا وجوزالشافعی ؒ باعسار الزوج وبتضررہا بغیبتہ ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لوامر شافعیا فقضی بہ نفذ اذا لم یرتش الآمر والمامور انتہی

زوجۂ مجنون کا حکم

سوال (۳۵۹) اگر شوہر مجنون ہو تو زوجہ کے درخواست دینے پر تفریق کی جائے گی یا نہیں؟

جواب: اگر جنون عارضی ہے تو عنین کی طرح ایک سال کی مہلت دی جائے گی اور اس کے بعد صحت نہ ہونے کی صورت میں عورت کو اختیار ہوگا لیکن اگر جنون کامل درجہ کا ہے تو فوراً نکاح فسخ کر دیا جائے مہلت کی ضرورت نہیں۔ مجمع البرکات میں ہے ان کان بالزوج جنون اوجذام اوبرص فلا خیار لہا وقال محمد لہا الخیار دفعا للضرر عنہا کما فی الجب والعنۃ کذا فی الکافی قال محمد ان کان الجنون حادثا یوجلہ سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المراۃ بعد الحول اذا لم یبراء وان کان مطبقا فہو کالجب وبہ ناخذ کذا فی فتاوی العالمگیریۃ ناقلا من الحاوی انتہی

باب حقوق الزوجین

نافرمان زوجہ کا حکم

سوال (۳۶۰) اگر شوہر کسی امر مشروع کا اپنی بیوی کو حکم دیتا ہے اور وہ نافرمانی کر کے اپنے شوہر کو ناراض کرتی ہے تو ایسی عورت کا کیا حکم ہے۔

جواب: ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی بیوی اپنے شوہر کو رنجیدہ کرتی ہے تو اس کی جنتی بیوی یعنی حور عین اس زوجہ کو بددعا دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ تجھ کو قتل کرے یہ شوہر تیرے پاس چند روز کے لئے ہے۔ پھر تجھ سے جدا ہو کر میرے پاس پہنچ جائے گا تو اس کو کیوں ناراض کرتی ہے اور طیبی شرح مشکوٰۃ میں بیان کرتے ہیں وسخط الزوج

یوجب سخط الرب ورضاہ یوجب رضاہ فی قضاء الشھوۃ فکیف اذا کان فی امر الدین انتہی

بیوی کا جماع سے انکار کرنا

سوال (۳۶۱) شوہر نے زوجہ کو جماع کے لئے بلایا مگر اس نے انکار کردیا تو ایسی عورت کا کیا حکم ہے۔

جواب:۔ شوہر کے ناراض رہنے تک اس کے اوپر ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی رہتی ہے۔ بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ ما من رجل یدعو امرأتہ الی فراشہ فتابی علیہ الا کان الذی فی السماء ساخطا علیہا حتی یرضی عنہا انتہی

اور نصاب الاحتساب میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من النساء السلتاء والمرھاء فالسلتاء التی لا تختضب والمرھاء التی لا تکتحل ولعن المسوفۃ والمغسلۃ فالمسوفۃ التی اذا دعاھا زوجھا الی المباشرۃ فقالت سوف افعل والمغسلۃ التی اذا دعا زوجھا الی المباشرۃ فقالت انی حائض ولیست کذالک انتہی

بلا اذن شوہر گھر سے نکلنا

سوال (۳۶۲) جو عورت کہ غیروں سے ملنے اور ان کی عیادت کرنے یا دعوت ولیمہ میں شرکت کرنے کے لئے بغیر شوہر کی اجازت کے گھر سے باہر جائے تو ایسی عورت کا کیا حکم ہے۔

جواب:۔ گنہگار ہے۔ اور اگر شوہر اجازت دے تو دونوں گنہگار رہیں گے۔ درمختار میں ہے ویمنعھا من زیارۃ الاجانب وعیادتھم والولیمۃ وان اذن کانا عاصیین انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے وما عدا ذلک من زیارۃ الاجانب وعیادتھم والولیمۃ لا یاذن لھا ولا تخرج ولو اذن وخرجت کانا عاصیین انتہی۔

زوجہ کا فاحشہ عورتوں کو گھر میں بلانا

سوال (۳۶۳) زوجہ شوہر کے مکان میں فاحشہ عورتوں کو بلاتی ہے تو شوہر کو منع کرنے اور اس پر زوجہ کو تنبیہ کرنے کا حق ہے یا نہیں۔

جواب:۔ شوہر کو حق ہے کہ اپنے گھر میں فاحشہ عورتوں کو آنے سے منع کرے۔ برجندی تحریر فرماتے ہیں المنزل ملکہ فلہ حق المنع انتہی اور جو عورت کہ برے کام کی عادی ہو شوہر کو چاہیئے کہ اولا وعظ و نصیحت اور پھر زجر و توبیخ کرے اور بدرجۂ مجبوری مار بھی سکتا ہے۔ مگر اس طرح نہیں کہ ہاتھ یا پاؤں ٹوٹ جائے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔ اگر کسی فحش کام کے ظاہر ہونے یا فرض کے ترک کرنے یا کسی اور مصلحت کی وجہ سے چہرہ کے ماسوا دوسرے اعضا پر مارے تو جائز ہوگا۔ چہرہ پر مارنا جائز نہیں۔

باب الرقیق

خریدے یا پکڑے ہوئے کافر کو غلام بنانا

سوال (۳۶۴) ——— (۱) اگر کافر اپنی ذات یا اپنی چھوٹی اولاد کو مسلمان کے ہاتھ فروخت کرتا ہے تو مسلمان کے لئے ان کا خریدنا شرعاً درست ہے یا نہیں اور خریدنے کے بعد غلام بن جائیں گے یا آزاد رہیں گے۔

(۲) اگر کافر کے بچوں کو کوئی کافر یا مسلمان بہکا کر یا زبردستی پکڑ لائے اور بیع کرے تو ان کا خریدنا اور غلام بنانا مسلمان کے لئے جائز ہے یا نہیں۔

(۳) جہاد میں جو مرد و عورت اور بچے پکڑے جاتے ہیں وہ شرعاً غلام ہیں یا نہیں۔

جواب: (۱) خریدنا جائز نہیں ہے اور وہ آزاد رہے گا۔ قنیہ میں ہے کافر جاء بالولد الصغیر الی دار الاسلام وباعه فیها لم یجز ولو رجع الی دار الحرب وترک ولده فیها فولده حر انتہی

اور بزازیہ میں ہے مسلم دخل دار الحرب فجاء الحربی بابنه او بنته او امه او عمته او خالته قد قهرها یرید بیعها من المسلم المستامن لا یجوز بیعه عند اکثر المشائخ والصحیح ان البائع ان کان یری جواز بیعه ملکه مطلقا وان کان لا یری ان اشتراه وذهب به مکرها ملکه بالقهر انتہی ملخصا

(۲) اگر دار الحرب سے پکڑ کر لائے اور دار الاسلام میں لاکر فروخت کرے تو خریدنا جائز ہے۔ بزازیہ میں ہے عن الثانی فیمن دخل دار الحرب بامان فسرق عنهم انسانا حرا وخرج به اقول لا یسعک ما صنعت وان باعه یجوز بعه لانه ملکه انتہی

(۳) جہاد میں اگر مال غنیمت کی تقسیم موافق شرع کی گئی ہو تو وہ کفار غلام اور لونڈی بن جائیں گے۔ جیسا کہ طبرانی ابن ابی شیبہ اور بخاری نے روایات بیان کی ہیں۔ اور در مختار میں ہے فی معروضات المفتی ابی السعود بل یحل وطی الاماء المشتراة من الغزاة الآن حیث وقع الاشتباه فی قسمتهم بالوجه المشروع فاجاب لا توجد فی زماننا قسمة شرعیة انتہی

کتاب الایمان

قرآن مجید کی قسم کھانا

سوال (۳۶۵) قرآن کی قسم کھانا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:۔ قرآن کی قسم اگرچہ بعض کے نزدیک معتبر ہے جیساکہ درمختار میں ہے لیکن اصحاب متون نے اس قسم کو شرعاً معتبر نہیں مانا۔ وقایہ میں ہے لا بغیر اللہ کالنبی والقرآن والکعبۃ انتہی وقال محمد فی الاصل لو قال والقرآن لا یکون یمینا ذکرہ مطلقاً۔ کذا فی العالمگیریۃ

حرمت جنت کی قسم کھانا

سوال (۳۶۶) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں نے فلاں کام نہ کیا تو خدا مجھ پر جنت حرام کردے یا دوزخ کا عذاب دے۔ کیا اس کا یہ قول یمین ہوگا یا نہیں۔

جواب:۔ نہیں۔ (مبسوط)

کسی معصیت پر قسم کھانا

سوال (۳۶۷) اگر کسی نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ فلاں کو سبق نہیں دوں گا اور اچھی بات کی تعلیم نہ کرونگا تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب: اپنی قسم توڑے اور اس کے خلاف کرے یعنی اچھی بات کی تعلیم دے اور کفارہ ادا کرے۔ بخاری و مسلم میں حدیث ہے اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرھا خیراً منھا فکفر عن یمینک وأت بالذی ھو خیر انتہی

گھر میں قدم نہ رکھنے کی قسم کھانا

سوال (۳۶۸) اگر کسی نے قسم کھائی تھی کہ زید کے گھر میں قدم نہ رکھوں گا اب وہ لیٹ کر اس کے گھر میں قدم رکھتا ہے تو حانث ہوگا یا نہیں

جواب:۔ اگر داخل ہوجائے تو حانث ہوگا۔ محض قدم رکھنے سے حانث نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:۔ لا یضع قدمہ فی دار فلان حنث بدخولھا مطلقاً ولو حافیا او راکبا لما تقرران الحقیقۃ متی کانت متعذرۃ او مھجورۃ صیر الی المجاز حتی لو اضطجع ووضع قدمیہ لم یحنث۔ انتہی

غیر اللہ کی قسم کھانا

سوال (۳۶۹) غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے فالیمین باللہ دون غیرہ انتہی

قسم کو صفات الٰہی سے مؤکد کرنا

سوال (۳۷۰) اپنی قسم کو اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً معذب الکاذبین۔ عالم الغیب والشہادہ۔ کے ساتھ مؤکد کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔ جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ یؤکد بذکر اوصافہ وھو التغلیظ۔ انتہی

قسم کے وقت توراۃ و انجیل کی طرف اشارہ کرنا

سوال (۳۷۱) قسم کو پختہ کرانے کے وقت توراۃ خاص یہود کے ہاتھ میں دیکر اور انجیل خاص نصاریٰ کے ہاتھ میں دیکر اس کی طرف اشارہ کرنا چاہیئے یا نہیں۔

جواب:۔ نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے۔ لا یحلف بالاشارۃ الی مصحف معین بان یقول باللہ الذی انزل ھٰذا الانجیل اوھٰذہ التوراۃ لانہ مثبت تحریف بعضہا فلا یومن ان الاشارۃ الی المحرف فیکون التحلیف بہ تغلیظاً مالیس بکلام اللہ عزوجل ھکذا فی البدائع۔

شہادت کے بعد مدعا علیہ سے حلف کا مطالبہ کرنا

سوال (۳۷۲) اگر مدعی نے گواہ پیش کردیئے۔ مگر کسی وجہ سے دعویٰ ثابت نہ ہو سکا اور دوسرے گواہ پیش کرنے سے بھی عاجز ہے اب مدعا علیہ سے حلف لینا چاہتا ہے، کیا اس کو حلف لینے کا حق ہے یا نہیں۔

جواب:۔ حق ہے۔ ہدایہ میں ہے ان عجز عن ذالک وطلب یمین خصمہ استحلفہ علیہا انتہی

باب کفارۃ الیمین

سوال (۳۷۳) قسم کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:۔ ایک غلام کو آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ یا دس میں سے ہر ایک مسکین کو اتنا کپڑا دینا کہ وہ اکثر بدن کو چھپا سکے اور اگر یہ تینوں صورتیں ناممکن ہوں تو پھر مسلسل تین دن تک روزے رکھے۔ کذا فی النقایہ

کتاب الحدود والقصاص

قطاع الطریق اور ان کی حد

سوال (۳۷۴) تین عاقل و بالغ مسلمان باہم مشورہ کرکے رہزنی اور غارتگری کے لئے شہر سے باہر چلے گئے۔ ان میں سے ایک کے پاس تلوار اور دو کے پاس لاٹھیاں تھیں۔ اور اول شب میں رامپور کے ایک ہندو بزاز پر جو بازار سے آبادی میں آرہا تھا۔ حملہ کرکے دارالاسلام یعنی ملک رامپور کے جنگل میں قتل کردیا اور اس کے ساتھی مزدور کو زخمی کرکے تجارتی کپڑے کی گانٹھ جس میں سوسی کے ترلیسٹھ تھان تھے لوٹ لئے۔ تو یہ لوگ قطاع الطریق کہلائیں گے یا نہیں اور حاکم وقت کو قتل کرنے اور مال لوٹنے کے جرم میں ان لوگوں کو بطریق حد قتل کرنے کا حق ہے یا نہیں۔

جواب:۔ یہ لوگ قطاع الطریق کہلائیں گے اور حاکم وقت کو جرم کی پاداش میں قتل کرنے کا حق پہونچتا ہی کیونکہ

قطاع الطریق ایسے ہی لوگ کہلاتے ہیں جو دارالاسلام کے شہروں اور چھوٹی آبادیوں سے دور رہ کر راہ چلتے مسلمان یا ذمی مسافروں پر قتل و غارت گری کریں، ڈرائیں اور دھمکائیں اور ان کے مقابلہ میں بیچارے مسافروں میں مقابلہ کی طاقت وہمت نہ ہو۔ لہٰذا اگر شخص واحد بھی طاقت و قوت کے ساتھ مسافروں کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو وہ بھی قاطع طریق کہلائے گا۔ اور اس سلسلہ میں لاٹھی اور پتھر سب شمشیر ہی کے حکم میں ہیں۔

صاحب ہدایہ باب قطع الطریق میں فرماتے ہیں:۔ اذا خرج جماعة ممتنعين او واحد يقدر على الامتناع فقصد وا قطع الطريق آہ۔ کلام مذکورہ میں امتناع کا مطلب یہ ہے کہ قاطع طریق اپنی قوت وشجاعت سے مدافعت اور مقابلہ کر سکتا ہے۔ صاحب عنایہ فرماتے ہیں:۔ اراد بالامتناع ان كون قاطع الطريق بحيث يمكن له ان يدافع تعرض الغير عن نفسه بقوته وشجاعته انتهى

اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے خرج ذو منعة. وقوة ولو واحد القطع الطريق الخ

بحر الرائق میں ہے اما قطع الطريق حقيقة فبالقتل او اخذ المال وانما يكون بالاخافة وان يكون من قوم لهم احكام قوة وشوكة او واحد كذلك انتهى مختصراً

اور فتاوی عالمگیری میں ہے اعلم ان لقطاع الطريق الذين لهم احكام مخصوصة شرائط احدها ان يكون لهم شوكة ومنعة بحيث لم يمكن للمارة المقاومة معهم وقطعوا عليهم الطريق سواء كان بالسلاح او بالعصاء الكبير او الحجر او غيرها والثانية ان يكون خارج المصر بعيدا عنها والثالثة ان يكون ذلك في دار الاسلام انتهى مختصرا۔ ظاہر ہے کہ الاثنتان فما فوقهما جماعة کے مطابق ایسے تین مردوں پر قطاع الطریق کی پوری پوری تعریف صادق آتی ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے جن مسافروں کے مال کو بزور شمشیر لوٹا اور پھر ان کو قتل کیا ان کے مقابلہ میں مدافعت کی قوت و طاقت ان تینوں کو حاصل تھی اور جو قاطع طریق اخذ مال کے ساتھ قتل بھی کرے اس کا حکم یہ ہے کہ امام وقت اور بادشاہ کے لئے ان کا قتل کرنا جائز ہے۔

فتاوی عالمگیری میں مذکور ہے ان قتلوا واخذ والمال ان شاء الامام قطع ايديهم وارجلهم من خلاف ثم قتلهم وصلبهم وان شاء قتلهم من غير قطع وان شاء صلبهم انتهى

اور کنز میں ہے ان قتل قتل حداً وان عفا الولی انتهى

اور ملتقی الابحر میں ہے ولو باشر الفعل بعضهم حد كلهم اور فقہائے کے قول لا يمكن للمارة المقاومة معهم میں مارۃ یعنی مسافرین سے صرف وہی لوگ مراد ہیں جن سے قطاع الطریق نے تعرض کیا تمام مسافرین مراد نہیں جیسا کہ صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں اذا خرج جماعة ممتنعين بقوله عمن يقصد مقاتلتهم اور قطع الطریق کے معنی یہ نہیں ہیں کہ مسافروں کا راستہ بند کر دیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ مسافروں کو راستہ میں قتل کر دینا اور اسی لئے

فقہا قطع طریق کی تفسیر میں فرماتے ہیں الاضافۃ لادنی ملابسہ والمعنی قتل المارۃ بالطریق واطلق الطریق علی المارۃ من اطلاق اسم المحل علی الحال کذا فی الحاشیۃ الطحطاوتیہ والشامیۃ۔ ھذا، واللہ اعلم محمد سعد اللہ

مصدقین ومصححین: محمد ریاض الدین مفتی عدالت دیوانی۔ محمد عبدالکریم مدرس رامپور۔ محمد حبیب اللہ مدرس رامپور ظہور الحق مدرس۔ اکبر علی خاں ولد رحیم یار خاں مدرس۔ لطف اللہ ولد مفتی سعد اللہ مدرس۔ محمد بشارت اللہ مدرس۔ سید حسن شاہ مدرس۔ محمد عالم علی محدث مراد آبادی۔ محمد قطب عالم مدرس

الجواب صواب حق صحیح والمرتکبون او الاثنان او الواحد منہم قتلوا وصلبوا مع قطع الایدی والارجل او بلا قطعہم۔ ظہور الحسن عفی عنہ

اس کی تصدیق عینی شرح ہدایہ سے ہوتی ہے اذا خرج جماعۃ من الممتنعین او واحد یقدر علی الامتناع فقصدوا قطع الطریق الخ المراد بالامتناع ان یکون بحیث یمکن لہم ان یدفعوا عن انفسہم بقوتہم وشجاعتہم تعرض الغیر انتہی اور امام ابویوسف کی کتاب الخروج میں ہے قال ابویوسف من اخذ المال فالامام بالخیار ان شاء قتلہ ولم یقطعہ وان شاء قطعہ ثم صلبہ انتہی واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

اصاب من اجاب اعلم ان قطاع الطریق لو ان قتلوا النفس او اخذوا المال خیر الامام بین ستۃ احوال ان شاء قطع ایدیہم وارجلہم من خلاف ثم قتلوا وصلبوا وفعل الثلثۃ او قتلہم وصلبہم او قتلہم وصلبہم فقط کذا فصلہ الزیلعی۔ صورت مسئولہ میں چونکہ ان لوگوں سے قتل اور اخذ مال دونوں جرم ہوئے ہیں لہذا ان کے بارہ میں حکم شرعی قتل ہے حداً۔ واللہ اعلم بالصواب۔ سید یدنی الدین رشید بالیقین دہلوی۔

واقعی یہ لوگ قطاع الطریق ہیں اور حاکم وقت کو قتل نفس اور اخذ مال کی وجہ سے ان کو بطریق حد قتل کرنے کا حق حاصل ہے۔ جامع الرموز میں ہے:۔ ومعصوم بالعصمۃ المؤبدۃ وھو مسلم او ذمی حر او عبد قطع الطریق علی معصوم ای زاحم المارۃ من مسلم او ذمی فی صحراء دارنا علی مسافۃ السفر فصاعداً دون القری والامصار وما بینہما وھذا ظاہر الروایۃ وعن ابی یوسف ان من قطع الطریق زاحم علی اقل مسیر السفر وفی المصر لیلا وعلیہ الفتوی ونعالشر المتغلبۃ المفسدین کما فی الاختیار وغیرہ وقال بعض المتاخرین ان ھذا فی زمانہم واما فی زماننا فتحقق قطع الطریق فی القری والامصار عن ابی یوسف رح من زاحم فی المصر او بین القری فان کان بالسلاح یحد وان کان بغیرہ فلا الا اذا کان باللیل حداً انتہی مختصراً۔ اور صاحب ایضاح بیان فرماتے ہیں: وعن ابی یوسف ان ان قصد واتی المصر بالسلاح یجری علیہم احکام قطاع الطریق وان قصد وا بالحجر والخشب فان کانوا خارج المصر فکذلک ایضاً وان کان بالنہار لا یجری علیہم احکام قطاع الطریق واستحسن المشائخ ھذہ الروایۃ وبہ یفتی فی التبیین انتہی

اور شیخ نصیح الدین شرح وقایہ میں تحریر فرماتے ہیں وحجر وعصا لہم کسیف فی القتل لان قطع الطریق یحصل بہا

علی السواء انتہی ابوالاحیا محمد نعیم عفی عنہ

اجرائے حدود کے لئے قاضی کا ہونا

سوال (۳۷۵) زنا کی تحقیق بغیر قاضی کے ممکن ہے یا نہیں۔ اور زانی بغیر قاضی کے سزا کا مستحق ہوگا یا نہ ہوگا اور اس میں تحکیم جائز ہے یا نا جائز۔

جواب: زنا کی تحقیق کہ جس پر اجرائے حد مرتب ہوتی ہے اور اسی طرح اجرائے حد بغیر قاضی و حاکم کے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں اور اجرائے حد کے واسطے تحکیم بھی صحیح نہیں۔

سیاستاً قتل کرنا

سوال (۳۷۶) فقہا کے نزدیک سیاست کا کیا مفہوم ہے۔ اور سیاستاً قتل ہر ایک جرم کے بدلہ میں ہو سکتا ہے یا صرف ایسے شخص کے ساتھ مخصوص ہے جو گلا گھونٹنے کا عادی ہو۔

جواب: بحر الرائق کے رسالہ جامع التعزیرات میں منقول ہے السیاسۃ فعل یفعلہ من الحاکم لمصلحۃ یراھا وان لم یرد بذلک دلیل جزئی۔ انتہی یعنی سیاست ہر وہ کام کہلاتا ہے کہ حاکم کسی خاص مصلحت کی وجہ سے اسکو اختیار کرے یا تجویز کرے گو کوئی خاص دلیل اس کام کے بارہ میں نہ ہو۔ اور تعزیرات میں جو سیاست جاری ہوتی ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے مثلاً سخت سزاؤں میں قتل کر دینا۔ زمانہ دراز کے لئے قید کرنا اور شہر بدر کر دینا وغیرہ۔ اور سیاستاً قتل کرنا کسی جرم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حاکم وقت مصالح کے پیش نظر جس جرم کی سزا میں چاہے جاری کر سکتا ہے۔ ہاں البتہ بعض جرائم میں تکرار فعل شرط ہے۔ مثلاً گلا گھونٹنا، چوری کرنا، لواطت کرنا۔

جامع الرموز میں ہے: السیاسۃ لا یختص بالزنا بل یجوز فی کل جنایۃ والرای فیہ للامام علی ما فی الکافی کقتل مبتدع یتوھم منہ انتشار بدعۃ وان لم یحکم بکفرہ کما فی التمھید

اور صاحب در مختار منتقی شرح ملتقی میں فرماتے ہیں السیاسۃ لا یختص بالزنا بل یجوز فی کل جنایۃ رأی الامام المصلحۃ فی النفی والقتل کقتل مبتدع یتوھم انتشار بدعتہ وان لم یحکم بکفرہ

اور منح الغفار شرح تنویر الابصار میں ہے للامام قتل السارق سیاستاً لسعیہ فی الارض بالفساد

اور در مختار میں ہے للامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد وھذا ان عاد اور اسی میں ہے لو اعتاد اللواطۃ قتلہ الامام سیاستاً۔

اور فتاوی سراج المنیر میں بحر الرائق کے حوالہ سے منقول ہے یجوز التعزیر بالقتل

حمادیہ میں تہذیب کے حوالہ سے ہے۔ ان التعزیر یکون بالقتل والضرب والحبس والاخراج عن الدار واخذ المال وغیرھا والقتل یکون سیاسۃ درخصۃ واباحۃ وزجراً۔

اور شرح ملتقی الابحر میں ہے من خنق فی المصر غیر مرۃ ای صار عادۃ قتل بہ ای سیاسۃ لسعیہ بالفساد وکل من کان کذلک یدفع شرہ بالقتل

اور فتاوی عالمگیری میں ہے الخناق والساحر یقتلان لانہما یسعیان فی الارض بالفساد وان تابا لم یقبل ذلک منہما وان اخذ ثم تابا لم یقبل منہما ویقتلان وکذا الزندیق المعروف بالداعی وبہ یفتی کذا فی خزانۃ المفتین

اور دستور القضاۃ میں مذکور ہے قال رحمہ اللہ والاباحی یقتل ایضا ولا یقبل توبتہ کذا افتی الشیخ الامام الزاہد ——— الاستاذ علاء الدین السمرقندی من الفتاوی الناصری الساحر یقتل اذا علم انہ ساحر بان اقر بسحرہ او اقام البینۃ علی سحرہ فانہ یحل دمہ من الکنز فی الکراہۃ الساحرۃ تقتل یرید بہ اذا کانت تعتقد ذلک لتصیر مرتدۃ وان کانت المرتدۃ لا تقتل

اور صاحب درمختار منتقی میں فرماتے ہیں۔ قد تغی عمر نصر الحجاج من المدینۃ الی البصرۃ وھو غلام صبیح الوجہ افتتن بہ النساء والحسن لا یوجب النفی الا انہ فعلہ سیاسۃ فانہ قال ما ذنبی یا امیر المومنین قال لا ذنب لک وانا الذنب لی حیث لا اطہر دار الھجرۃ عنک کما فی الکشف وغیرہ

قاضی القضاہ نے رسالہ تعزیرات میں فرمایا کہ جب حاکم کے پاس کسی کے قتل کا ثبوت بہم پہنچ جائے اور تمام شرائط کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے قصاص نہ لیا جا سکے تو ایسے وقت میں حاکم کو اختیار ہوگا جس قسم کی چاہے سزا تجویز کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم محمد سعد اللہ

درحقیقت فقہا کے نزدیک سیاست ایک ایسا فعل ہے کہ حاکم وقت خلق خدا کی اصلاح کے سبب اسکو کرتا ہے اور اس کا تعلق کسی خاص جرم کے ساتھ نہیں ہوا کرتا۔ محمد عالم علی۔ ظہور الحق۔ رضی الدین محمد حبیب اللہ۔ محمد عبد العلی۔ عبد الکریم۔ محمد اکبر خان عبد القادر۔ لطف اللہ۔ مفتی سعد اللہ۔ محمد سعد اللہ۔

ان ہذا الجواب قریب بالحق والصواب۔ الجواب صحیح۔ سیاسۃً قتل کرنا صرف ایسے آدمی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جو گلا گھونٹنے کا عادی ہو بلکہ ہر ایک جرم میں ہوتا ہے اس کا مؤید درمختار میں ہے کہ شبہ قتل کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں والثانی شبہہ وھو ان یقصد ضربہ بغیر ما ذکر ای بما لا یفرق الاجزاء ولو بحجر وخشب کبیرین عندہ خلافا لغیرہ وموجبہ الاثم والکفارۃ ودیۃ مغلظۃ علی العاقلۃ سیجئ تفسیر ذلک لا القود لشبہۃ بالخطاء نظرا الی الآلۃ الا ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاسۃ انتہی محمد نور النبی عفی عنہ

صاحب بحر الرائق رسالہ رشوت میں تحریر فرماتے ہیں: قد استفید ان السیاسۃ ما یفعلہ الحاکم لمصلحۃ العام من غیر ورود الشرع انتہی

اور علامہ ابراہیم خیر الدین اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں: یسمع الاخبار بکونہ شریرا بیدہ ولسانہ سواء کان حاضراً اوغائباً لان الامور الموجبۃ للتعزیر ولو بالقتل المحضۃ حقاللہ تعالیٰ الذی لم یقصد شخص معین لایحتاج الی الدعوی المحتاجۃ الی حضور المدعی وھذا من حق اللہ تعالیٰ وھذا انص علمائنا بان المخبرین لہم الاجر والثواب حیث کانوا مخلصین لقصدھم بدفع ظلمۃ المتعدی وللحاکم طلبہ وتعزیرہ ولو بالقتل حیث تقرر فیہ انہ لایرجع الا بالقتل انتہی ملخصاً واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

اصاب من اجاب ھکذا فی ردالمحتار ویہ یشیر کلام الفتح ایضاان السیاسۃ لایختص بالزنا وھو ماعزاہ الشارح الی النھر وفی القھستانی السیاسۃ لاتختص بالزنا بل تجوز فی کل جنایۃ والرأی فیہا الی الامام علی ما فی الکافی کقتل مبتدع یتوھم منہ انتشار بدعتہ وان لم یحکم بکفرہ کما فی التمہید وھی مصدر ساس الوالی الرعیۃ امرھم ونہاھم کما فی القاموس فالسیاسۃ استصلاح الخلق بارشادھم الی الطریق المنجی فی الدنیا والاخرۃ فہی من الانبیاء علی الخاصۃ والعامۃ فی ظاھرھم وباطنہم ومن السلاطین الملوک علی کل منہم فی ظاھرہ لاغیر ومن العلماء ورثۃ الانبیاء علی الخاصۃ فی باطنہم لاغیر کما فی المضمرات وغیرھا کذا فی جامع الرموز واللہ اعلم بالصواب محمد ابراہیم ابن مولوی علی محمد

قصاص کے بعد گناہ سے بری ہو جانا

سوال (۳۷۷) جو شخص قصاص میں قتل کر دیا گیا تو قتل کے گناہ سے بری ہو گا یا نہیں؟

جواب: بری ہو گیا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا اولی الالباب (اور تمہارے لئے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقلمندو!)

اور فتح العزیز میں مذکور ہے کہ جب قاتل فرمانِ خداوندی کا اتباع کرتے ہوئے اپنی جان وارثان مقتول کے حوالے کر دے اور قصاص میں قتل کر دیا جائے تو آخرت میں گناہ سے پاک وصاف ہو گا۔ اور عذاب دوزخ سے نجات پاکر حیات ابدی پائے گا بلکہ اس کے ساتھ قبر اور برزخ میں بھی عفو ورحمت کا معاملہ ہو گا۔ اور روح وریحان بھی نصیب ہوں گے۔ لہٰذا اس کا قصاص میں مارا جانا محض اس دار آلام سے دار راحت کیطرف منتقل ہونا ہے

کتاب الجہاد

جہاد کی فرضیت

سوال (۳۷۸) جبکہ مسلمان کفار کی سلطنت میں محفوظ ومامون ہوں اور کفار مسلمانوں کے دینی امور میں کوئی دخل نہ دیتے ہوں اور مسلمانوں میں مقابلہ اور جہاد کی طاقت بھی نہ ہو جیسا کہ آجکل

ہندوستان میں ہے تو ایسی صورت میں جہاد واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب: چونکہ جہاد کا مقصود اصلی رسوم و قواعد کفریہ کو محو کر کے اعزاز اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔ اسلام و مومنین کی ذلت اور دین کی حقارت کو کسی طرح برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے فقہا نے وجوب جہاد کی چند شرطیں بیان کیں:۔

(۱) مسلمانوں کی تعداد کثیر ہو جس سے شان و شوکت پیدا ہو

(۲) پوری جماعت کے مصارف بھی مہیا ہوں

(۳) کوئی ایسی مامون و محفوظ جگہ بھی ہو کہ کفار کے شر سے نجات حاصل ہو جائے اور بوقت ضرورت کام آئے اور اگر یہ خیال ہو کہ کفار کا غلبہ ہو جائے گا تو پھر جہاد فرض نہیں۔ جامع الرموز میں ہے: الجہاد فرض عین بشرط القدرۃ علی القتال والسلاح والزاد والراحلۃ وغیرہا انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے والثانی ان یرجوا الشوکۃ والقوۃ لاھل الاسلام وان کان لا یرجوا لشوکۃ للمسلمین فی القتال فانہ لا یحل لہ القتال لما فیہ من القاء نفسہ فی التھلکۃ انتہی

اور درمختار میں ہے: شرط لوجوبہ القدرۃ علی السلاح لا امن الطریق انتہی

اور ردالمحتار میں ہے قولہ شرط لوجوبہ الخ ای وعلی القتال وملک الزاد والراحلۃ کما فی قاضی خان وغیرہ قہستانی۔ انتہی

اور فتح القدیر میں ہے:۔ من توابع الجہاد والرباط وھو الاقامۃ فی مکان یتوقع ھجوم العدو فیہ بقصد دفعہ واختلف المشائخ فی الذی یتحقق بہ الرباط فانہ لا یتحقق فی کل مکان ففی النوازل ان یکون فی مواضع لا یکون وراءہ اسلام لان مادونہ لو کان رباط فکل المسلمون فی بلادھم مرابطون وقال اذا اغار العدو بعضھم علی علو وھم مرۃ یکون ذلک المواضع رباطا الی اربعین سنۃ واذا اغار مرتین یکون رباطا الی مأتہ وعشرین سنۃ واذا اغار ثلث مرات یکون رباطا الی یوم القیامۃ قال فی فتاوی الکبریٰ والمختار ھو الاول واللہ اعلم (علی محمد)

واقعی جب کہ مسلمانوں میں مقابلہ کی طاقت نہ ہو اور زاد و راحلہ بھی نہ ہو تو جہاد فرض نہیں ہوتا ۔ محمد عبدالحی

باب اہل الذمۃ والمستامن

ذمی کے حق میں مسلمان حاکم کا فیصلہ

سوال (۲۷۶)، ذمی اپنے متبنی لڑکے کو حقیقی لڑکے کے برابر حصہ دیتے ہیں اگر ان کا مقدمہ مسلمان حاکم کے یہاں آئے تو وہ کیا فیصلہ کرے۔

جواب خمر وخنزیر کی بیع وفروخت کے علاوہ تمام معاملات وعقوبات میں ذمی مسلمانوں کے تابع ہوں گے مسلمان حاکم شریعت محمدیہ کے مطابق ذمی کے ترکہ کو تقسیم کرے گا۔ مسلم میں ہے:۔

واما بالعقوبات والمعاملات فاتفاق لعقد الذمۃ وقال مولانا محمد مبین فی شرحہ فان عقد الذمۃ وکون الکافر ذمیا ومطیعا للاسلام انما یقتضی ان یقام علیھم العقوبات کما یقام علینا ویعمل معھم فی العقود والفسوخ کما یعمل معنا فحالھم کحالنا انتہی

اور نصاب الاحتساب میں ہے ان فیما سوی الخمر والخنزیر ونکاح المحارم وعبادۃ غیر اللہ تعالی حال اھل الذمۃ کحال المسلمین ما یمنع عنہ المسلم یمنع عنہ اھل الذمۃ انتہی

مسلم مستامن کے فرائض

سوال (۳۸۰) اگر کوئی مسلمان امن لے کر دار الحرب میں جاتا ہے تو حربیوں کے جان ومال سے تعرض کرنا جائز ہوگا یا نہیں۔

جواب: حرام ہے کیونکہ اس میں غدر ہے۔ ہاں البتہ اگر دار الحرب کا حاکم اس مسلم مستامن کا مال چھین لے یا قید کرے یا کوئی حربی اس قسم کا معاملہ کرے اور حاکم باوجود علم رکھنے کے اسکو منع نہ کرے تو چونکہ اس صورت میں نقض عہد کی ابتدا خود حربیوں کی جانب سے ہی تو مسلمان کے لئے بھی ان کے جان ومال سے تعرض کرنا جائز ہوگا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔ دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضہ بشئ من دم ومال خرج منھم انتہی وقال الطحطاوی فی حاشیۃ لانہ ضمن بالاستیمان ان لا یتعرض لھم فالتعرض بعد ذلک یکون غدرا والغدر حرام الا اذا غدر بہ ملکھم فاخذ مالہ اوحبسہ اوفعل ذلک غیرہ بعلمہ ولم یمنعہ لانھم الذین نقضوا العھد انتہی

دار الحرب میں جاکر چوری کرنا

سوال (۳۸۱) اگر مسلم مستامن نے کسی حربی کا مال چوری کیا یا زبردستی چھین لیا یا لوٹ لیا تو ایسی صورت میں مالک ہوگا یا نہیں۔

جواب:۔ دار الحرب میں رہتے ہوئے مسلم مستامن پر فرض ہے کہ اس مال کو واپس کرے لیکن جب کہ مال دار الحرب سے باہر آگیا تو اس کی ملکیت ثابت ہو جائے گی مگر استعمال جائز نہ ہوگا۔ بلکہ صدقہ کردے۔

درمختار میں ہے فلو اخرج الینا شیئا ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا قید بالاخراج لانہ لو غصب منھم شیئا ردہ علیھم وجوبا انتہی

طحطاوی فرماتے ہیں: قولہ ملکہ ای لانہ ظفر بمال مباح وانما کان حراما للغدر وانما یتصدق بہ لما فیہ من الخبث قولہ لانہ لو غصب منھم شیئا الخ الغصب لیس بقید اذ لو سرق او اغار کان الحکم کذلک کما فی

یعنی قولہ ردہ علیہم ای مادام فی دارھم انتہی ملخصًا

کتاب المفقود

مفقود الخبر کی زوجہ کا نکاح

سوال (۳۸۲) مفقود الخبر زوجہ کا نکاح امام مالک رح کے مذہب کے مطابق چار سال انتظار کرنے کے بعد کردیا جائے یا نہیں؟

جواب:- کردیا جائے۔ جامع الرموز میں ہے وقال مالک والاوزاعی الی اربع سنین فینکح عرسہ بعد کما فی النظم فلوافتی بہ موضع الضرورۃ ینبغی ان لاباس بہ کما ظن انتہی

اور تعالیق الانوار علی الدر المختار میں ہے: نعم مذہب مالک والقدیم من مذہب الشافعی تقدیرہ باربع سنین لکن فی حق عرسہ لاغیر فتنکح بعدھا کما فی النظم فلوافتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لاباس بہ علی ماظن کما فی القہستانی انتہی

اور حسب المفتین میں ہے۔ قول مالک معمول بہ فی ھذہ المسئلۃ وھواحد قولی الشافعی ولوافتی الحنفی بہ لک یجوز فتواہ لان عمرؓ قضی ھکذا فی الذی استہوتہ الجن بالمدینۃ وکفی بہ اماما ولانہ منع حقہا بالغیبۃ فیفرق القاضی بینہما بمضی ھذہ المدۃ اعتبارًا بالایلاء فی العدد وبالغۃ فی السنۃ عملاً بالشبہین انتہی

نکاح کے بعد زوج مفقود کا واپس آجانا

سوال (۳۸۳) اگر مفقود کی زوجہ نے مدت شرعی پوری ہونے سے پہلے ہی نکاح کرلیا اور بعد میں زوج مفقود آجاتا ہے تو یہ عورت کون سے زوج کی منکوحہ ہوگی۔

جواب۔ دوسرا نکاح باطل ہوگا اور یہ عورت زوج اول یعنی مفقود کو مل جائے گی۔ (کذا فی رحمۃ الامۃ)

مدت مفقود کا بیان

سوال (۳۸۴) ائمہ اربعہ کے نزدیک کتنی مدت انتظار کرنیکے بعد مفقود کی زوجہ نکاح کرسکتی ہے

جواب: حسن بن زیاد امام ابوحنیفہ کا مسلک بیان کرتے ہیں کہ یوم ولادت سے ایک سو بیس سال تک انتظار کرنا چاہیئے۔ امام محمد کے نزدیک ایکسو دس سال اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک روایت کے لحاظ سے ایک سو پانچسال اور ایک قول کے اعتبار سے سو سال اور بعض کے نزدیک نوسال ہے۔ امام تمرتاشی نے آخری قول کو مختار قرار دیا۔ ظاہر الروایت میں ہے کہ جب اس بستی میں اس کا کوئی ہمعصر باقی نہ رہے تو وہ بھی میت ہی سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ الفرائض الشریفیہ میں ہے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ستر سال ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مفقود اور لاپتہ ہونے کے

دن سے چارسال چارماہ دس روز تک انتظار کیاجائے اور اس کے بعد اس کی زوجہ کو نکاح کرنے کی اجازت ہوگی۔ (کذا فی رحمۃ الامۃ) اور عبدالرزاق روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کا قول ہے کہ زوجہ مفقود انتظار کرتی رہے جب تک کہ اس کی موت یا طلاق دینے کی خبر نہ آجائے۔ اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ زوجہ مفقود چارسال چارماہ اور دس روز انتظار کرے۔ صاحب برہان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس قول سے رجوع فرماکر حضرت علیؓ کے قول کی موافقت کی (کذا فی محلی شرح الموطا)

باب الوقف

وقف میں متولی کا تصرف کرنا

سوال (۳۸۵) وقف کی مرمت کے لئے کوئی اعانت اور انتظام نہ ہونے کی صورت میں بقیہ حصہ کی ترمیم اور درستگی کے لئے بعض وقف کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اسی طرح بعض وقف کو فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت میں دوسری چیز خرید کر وقف میں شامل کرنا یا وقف کی اصل شے کے بدلے دوسری چیز لے کر وقف کردینا درست ہے یا نہیں؟

جواب:- وقف کے متولی کو بعض وقف کو فروخت کرنے اور تبادلہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ عالمگیریہ میں ہے: متولی الوقف باع شیئا منہ او رھن فھو خیانۃ فیعزل او یضم الیہ ثقۃ انتہی اسی میں دوسرے موقع پر ہے: ولو باع القیم دارا اشتراھا بمال الوقف فلہ ان یقبل البیع من المشتری اذا لم یکن البیع باکثر من ثمن المثل وکذا اذا عزل و نصب غیرہ فللمنصوب اقالتہ بلاخلاف کذا فی بحر الرائق۔ دوسری جگہ ہے اذا خرب ارض الوقف واراد القیم ان یبیع بعضا منھا لیرم الباقی بثمن ما باع لیس لہ ذلک فان باع القیم شیئا من البناء لم یھدم لیھدم او نخلۃ حیۃ لیقطع فالبیع باطل انتہی ایک اور جگہ مذکور ہے: ارض وقف خاف القیم من وارث الوقف او من ظالم ان یبیعہ ویتصدق بالثمن کذا ذکرہ فی النوازل والفتوی علی انہ لا یجوز کذا فی السراجیۃ انتہی جامع الرموز میں ہے: لا یملک الواقف بالبیع ونحوہ ولو لاحیاء الباقی انتہی

البتہ وقف کے غلہ اور آمدنی سے وقف میں ترمیم و اصلاح کا حق متولی کو حاصل ہے۔ جیسا کہ فقہ کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے اور درمختار میں ہے واما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکہ الا القاضی انتہی

وقف کی تفصیل بیان کرنا

سوال (۳۸۶) ایک شخص نے لکھ کر دیا کہ میرے تمام مملوکہ دیہات وغیرہ وقف ہیں۔ مگر تفصیل بیان نہیں کی اور اس کے منافع کے بارہ میں لکھتا ہے کہ اس میں سے اتنی مقدار میری باندیوں کی

اور اتنی مقدار غلاموں کی ہے اور اس قدر صرفہ اس کے متعلقین کا ہوگا تو یہ وقف صحیح ہے یا نہیں

جواب:- صحیح ہے۔ مجمع برکات میں ہے: ومن الشرائط عدم الجہالۃ فلو وقف من ارضہ شیئاً ولم یسمہ کان باطلا ولو وقف جمیع حصتہ من ھذہ الدار ولم یسم السھام جاز استحسانا کذا فی بحر الرائق انتہی

دوسری جگہ ہے اذا وقف ارضا او شیئاً آخر وشرط کل الغلۃ لنفسہ او شرط البعض ما دام حیا وبعدہ للفقراء قال ابو یوسفؒ الوقف صحیح ومشائخ بلخ اخذ والقول ابی یوسف وعلیہ الفتوی ترغیبا للناس فی الوقف کذا فی المضمرات ولو شرط تمام الغلۃ او بعضہا لامائہ وعبیدہ فھو علی الخلاف بین ابی یوسف ومحمدؒ

نسل میں دختر کا شامل ہونا

سوال (۳۸۷) بادشاہ وقت نے خانقاہ کے مصارف کے لئے کچھ زمین زید کے لئے نسل در نسل وقف کردی تو دختر زید کی اولاد نسل میں شامل ہوگی یا نہیں اور حق تولیت کہ آج زید کو حاصل ہے اس کے بعد یہ حق نسل میں کس کو ملے گا۔ اور اگر اتفاق سے زید کی اولاد میں صرف ایک لڑکی صغیر سن رہ جاتی ہے تو حاکم نے اس کے بچپن کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کو متولی بنا دیا تو لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد خود اس کو یا مر جانے کے بعد اس کی اولاد کو حق تولیت حاصل ہوگا یا نہیں اور بادشاہ کو حق تولیت دینے کا اختیار ہے یا نہیں۔

جواب: وقف مذکور میں دختر کی اولاد بھی نسل میں داخل ہے۔ اور کسی غیر کے متولی بن جانے سے ان کا حق باطل نہیں ہوتا۔ درمختار میں ہے لو قال علی ذریۃ زید او قال علی نسلہ ابدا اما تناسلوا یدخل فیہ ولدہ وولد ولدہ وولد البنین وولد البنات فی ذلک سواء۔ انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے ولو وقف علی نسلہ او ذریتہ دخل فیہ اولاد البنین واولاد البنات قربوا او بعدوا۔

لفظ اولاد میں لڑکیوں کی اولاد کا داخل ہونا

سوال (۳۸۸) لفظ اولاد یا اولاد الاولاد اور نسل اولاد اور عقب اولاد کے اندر لڑکیوں کی اولاد داخل ہے یا نہیں۔

جواب: داخل ہے علامہ ابن شلبی فرماتے ہیں ذکرے ذلک لقاضی القضاۃ الطرابلسی فجنح الی ما اختارہ الخصاف فینبغی الافتاء بما اختارہ مع التنصیص علی ما اختارہ انتہی

اور تعالیق الانوار علی الدر المختار میں ہے قال فی اغاثۃ السائل واما الذریۃ والنسل فذکر الخصاف قال نسلہ وولدہ وولد ولدہ ابدا ما تناسلوا وولد البنین والبنات سواء ثم قال لو وقف علی ذریۃ زید فالذریۃ والنسل سواء والحکم فیہما واحد ثم قال والنسل ولد الذکور والاناث ثم قال فاذا

انقرضوا الاولاد البنت ايعطيها الغلة قال نعم ونقل عن بعضهم ان فی دخول البنات روايتين ونقله ايضًا عن الخانية وجزم الامام الناصحی بدخول اولاد البنات ولم يحك خلافا ولم يذكره روايته قال عبد البر فتنبه لذلك انتہی

متولی ہونے کے لئے عقل و بلوغ شرط ہے۔ عالمگیریہ میں ہے ويشترط للصحة بلوغه وعقله كذا فی البحر الرائق۔ لہٰذا بچے اور مجنون کو متولی بنانا صحیح نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے والوصی ای فی وقفه لو اوصی الی صبی بتطل فی القياس مطلقا وفی الاستحسان هی باطلة ما دام صغيرا فاذا كبر يكون الولاية له انتہی

اور زید کی نسل میں دختر صغیرہ ہونے کی صورت میں اگر حاکم نے کوئی متولی مقرر کر دیا تو صحیح ہے۔ درمختار میں ہے: فی الفتح الوسائل عن وقف هلال لو قال ولايتها الی ولدی وفيهم الصغير والكبير جعل القاضی مكان الصغير رجلا وان شاء اقام الكبار مقامه انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے۔ فی الحاوی وفی نوادر ابن سماعة عن محمد رح اذا اوصی الی ابنه الصغير جعل القاضی له وصيا فاذا بلغ لم يكن ان يخرج الوصی الا بامر القاضی كذا فی التاتارخانية انتہی

چونکہ وقف کرنے والے نے اس کی تولیت کا حق نسل زید کے لئے متعین کیا تھا باوجودیکہ اس کی نسل میں اولاد دختری ہے۔ مگر وہ متولی بننے کا حق رکھتی ہے۔ لہٰذا حاکم کو چاہیئے کہ تولیت کا حق انہیں کے سپرد کرے۔ درمختار میں ہے قال فی شرح الملتقی معزيا الی الاشباه لا يجوز للقاضی عزل الناظر المشروط له النظر بلا خيانة ولو عزله لا يصير الثانی متوليا انتہی۔

تاحیات منافع وقف کا واقف کے لئے ہونا

سوال (۳۸۹) اگر واقف نے کہا کہ مرتے دم تک وقف کے منافع میرے صرفہ میں آئیں گے اور مرنے کے بعد فقراء کو دیئے جائیں تو ایسا وقف صحیح ہے یا نہیں۔

جواب:۔ صحیح ہے۔ مجمع البرکات میں ہے:۔ اذا وقف ارضا او شيئا آخر وشرط كل الغلة لنفسه او شرط البعض ما دام حيا وبعده للفقراء قال ابو يوسف الوقف صحيح ومشائخ بلخ اخذوا بقول ابی يوسف رح وعليه الفتوی ترغيبا للناس فی الوقف كذا فی المضمرات

غیر مساکین کے لئے وقف کرنا

سوال (۳۹۰) وقف کے منافع کا غیر مساکین پر صرف کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: روایت راجح کے مطابق شے موقوف کے منافع کا غیر مسکین پر صرف کرنا جائز ہے اور یہ وقف کے منافی نہیں (درمختار)

وقف میں تبدیلی کرنا

سوال (۳۹۱) شئ موقوف کو فروخت کر کے اسی قیمت میں دوسری چیز خرید کر وقف کر دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر قاضی مصلحت سمجھے تو ایسا کر سکتا ہے۔ اشباہ میں ہے۔ شرط الوقف عدم الاستبدال فللقاضی الاستبدال اذا کان اصلح انتہی

اور قاضی خاں تحریر فرماتے ہیں: اما بدون الشرط اشار فی السیر انہ لا یملک الاستبدال الا القاضی لو رأی المصلحۃ فی ذلک انتہی

اور اشباہ میں ہے استبدال الوقف العامر لا یجوز الا فی مسائل الاولی لو شرط الواقف الثانیۃ اذا غصبہ غاصب او اجری الماء علیہ حتی صار بحراً لا یصلح الزراعۃ فیضمنہ القیمۃ القیمۃ ویشتری بہا ارضا بدلا الثالثۃ ان یجحدہ الغاصب ولا بینۃ وھی فی الخانیۃ الرابعۃ ان یرغب انسان فیہ ببدل اکثر غلۃ واحسن وصفا فیجوز علی قول ابی یوسف وعلیہ الفتوی کما فی فتاوی قاری الھدایۃ

مال منقول کا وقف کرنا

سوال (۳۹۲) شئ منقول مثلاً مصحف وکتب وغیرہ کا وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قول مفتی بہ یہی ہے کہ جائز ہے۔ نقایہ میں ہے وصح عند محمد وقف منقول فیہ تعامل کالمصحف ونحوہ وعلیہ الفتوی۔

مخصوص مسجد کے لئے مصحف کو وقف کر دینا

سوال (۳۹۳) اگر کسی شخص نے قرآن مجید کسی مسجد کے لئے وقف کر دیا تو اس مسجد کے لئے مخصوص ہو گا یا نہیں؟

جواب: نہیں۔ درمختار میں ہے: وقف مصحفا علی اھل مسجد للقرأۃ ان یحصون جاز وان وقف علی المسجد جاز ویقرأ فیہ ولا یکون محصوراً علی ھذا المسجد

باب احکام المساجد

مغنیہ کی کمائی سے مسجد بنانا

سوال (۳۹۴) زانیہ نے اپنی کمائی سے یا مغنیہ نے اپنی کمائی سے مسجد تعمیر کرائی تو وہ عمارت مسجد کے حکم میں ہو گی یا نہیں؟

جواب:- نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسلم روایت کرتے ہیں۔ ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا

زانیہ کے مال سے تعمیر کردہ مسجد

سوال (۳۹۵) زانیہ عورت اپنے مال حرام یعنی اجرت زنا سے مسجد تعمیر کرانیکے بعد فوت ہوگئی اور ترکہ ورثاء کو مل گیا۔ اور مال حرام کے وقف کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے یہ مسجد بھی دیگر مکانات کی طرح ورثاء کی ملکیت ہوگی۔ تو محض قبضہ بدل جانے کی وجہ سے اس مال حرام کی حرمت اور خباثت زائل ہوجائے گی یا نہیں۔ اور زائل ہونے کی صورت میں اگر وارث اسی عمارت کو مستقل طور سے مسجد کے لئے وقف کرتا ہے تو صحیح ہوگا یا نہیں۔ اور یا وارث اسی عمارت کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرتا ہے تو وہ مال حلال سے خریدنے کے بعد اس عمارت کو مسجد کے لئے وقف کردیتا ہے تو یہ وقف مقبول ہوگا یا نہیں

جواب:- جو مال زانیہ نے اپنے کسب زنا سے معاملہ طے کرکے حاصل کیا امام اعظم کے نزدیک حلال ہے اگرچہ طریقہ حرام تھا اور صاحبین کے نزدیک حاصل کردہ مال بھی حرام ہے حسن چلپی ذخیرۃ العقبیٰ میں فرماتے ہیں ما اخذتہ الزانیۃ ان کان بعقد الاجارۃ فحلال عند الامام اعظم لان اجر المثل طیب وان کان السبب حراما وحرام عندھما وان کان بغیر عقد فحرام اتفاقا لانھا اخذتہ بغیر حق کذا فی المحیط انتہی

احادیث صحاح وغیرہ کہ جو حرمت پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں صاحبین کے مسلک کی مؤید ہیں۔ بخاری اور ترمذی ابی مسعود الانصاری سے روایت کرتے ہیں: قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ثمن الکلب ومھر البغی و روی مسلم والترمذی عن رافع بن خدیج رض ان رسول اللہ علیہ وسلم قال مھر البغی خبیث انتہی

اور سید جمال الدین محدث مہر البغی خبیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ای حرام

اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔ مھر البغی خبیث ای حرام اجماعا لانھا تاخذہ عوضا عن الزنا المحرم ووسیلۃ الحرام حرام وسماہ مھرا مجازا لانہ فی مقابلۃ البضع انتہی

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں انہ حرام قطعا لہٰذا جو مسجد کہ زانیہ نے مال زنا سے بنواکر وقف کردی امام اعظم کے نزدیک شرعاً مسجد ہوگی اور وقف صحیح ہوگا۔ کیوں کہ مال حلال سے بنائی ہوئی ہے اب اس میں وراثت جاری نہ ہوگی اور نہ بیع صحیح ہوگی۔ لیکن صاحبین کے قوی مسلک کے مطابق مسجد شرعی نہ ہوگی۔ کیونکہ مال حرام کا وقف کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ وقف میں منافع کا صدقہ ثواب اُخروی حاصل کرنیکے لئے ہوتا ہے اور مال حرام کا صدقہ عنداللہ مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے، وھو حبس العین علی ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ وعندھما ھو حبسھا علی حکم ملک اللہ تعالیٰ وصرف منفعتھا علی کل من احب وسببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب و فی الآخرۃ بالثواب انتہی مختصراً

امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا اوکما قال ؐ۔

اور شیخ عبدالحق محدث شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں معنی حدیث آنست کہ وی تعالیٰ پاک است ورزق حلال را بسبب پاک بودن او از چرک حرمت چوں بجناب اقدس او نسبتے ست قابل آں است کہ بوے تقریب بجناب عزت اوتواں کرد وحرام کہ ضد اوست قابل آں نبود انتہی ۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں از مال حرام تصدق کردن چیزے نیست وثوابے ندارد انتہی

اور موطا امام مالک میں سعید بن یسار رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ من تصدق بصدقۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا طیبا کان انما یضعھا فی کف الرحمٰن انتہی

اور محلی شرح مؤطا میں ہے وفیہ نص عن غیر الحلال غیر مقبول انتہی

اور شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی اپنی بعض تحریرات میں فرماتے ہیں معلوم است کہ در زمین مغصوبہ پیش حنفیہ نماز ساقط از ذمہ می شود پس در مسجد فاحشہ خواہد شد لیکن نقصان ثواب برائے مصلی ومحرومی از ثواب برائے زانیہ مقرر است فی الحدیث لا یصل الی اللہ الا الطیب انتہی

جب کہ یہ عمارت صاحبین کے نزدیک مسجد شرعی نہ ہوئی تو زانیہ کے مرنے کے بعد دیگر مکانات کی طرح ورثاء کی ملکیت بن جائے گی اور وہ جو مال حرام سے تعمیر کرنے کی وجہ سے اسمیں آگیا تھا وہ زائل ہوجائے گا ۔ الاشباہ والنظائر میں ہے :۔ والحرمۃ تتعدی فی الاموال مع العلم بہا الا فی حق الوارث فان مال مورثہ حلال وان علم بحرمتہ منہ من الخانیۃ وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال انتہی

لہٰذا اس قول کے مطابق اگر وارث اس عمارت کو مسجد بنا کر وقف کرنا چاہیں تو یہ مسجد شرعی بن جائے گی ۔ مگر بعض فقہا کہتے ہیں کہ مورث کا حرام مال وارث کے لئے بھی حرام ہی رہے گا حلال نہ ہوگا ۔ جیسا کہ درمختار میں ہے لکن فی المجتبیٰ مات وکسبہ حرام فی المیراث حلال ثم رمز وقال لا ناخذ بہذہ الروایۃ وھو حرام مطلقا علی الورثۃ قنیۃ انتہی

لہٰذا اگر خود وارث نے اس عمارت کو مسجد کے لئے وقف کیا تو مسجد نہ بنے گی بلکہ اس کو چاہیئے کہ یہ عمارت ایسے آدمی کے ہاتھ فروخت کردے جو خرید کر اسکو وقف کردے تو پھر مسجد شرعی ہو جائے گی ۔

زانیہ کا قرض کے مال سے مسجد بنانا

سوال (۲۹۶) اگر زانیہ یا مغنیہ عورت قرض لے کر مسجد بنوائے اور پھر قرضہ اپنی حرام کمائی سے ادا کرتی ہے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب :۔ یہ مسجد شرعی نقطہ نظر سے مسجد ہوگی اور اس کا قرضہ بھی ادا ہوجائے گا ۔ سراجیہ میں ہے المغنیۃ اذا قضت

دینہا من کسبہا اجبر الطالب علی الاعطاء انتہی

غیر معتکف کے لئے مسجد میں سونا

سوال (۳۹۷) غیر معتکف کے لئے مسجد میں سونے اور دنیوی باتیں کرنے کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- مکروہ ہے ۔ درمختار میں ہے ویکرہ فی المسجد اکل ونوم الا للمعتکف والکلام المباح قیدہ فی الظہیریۃ بان یجلس لاجلہ لکن فی النہر الاطلاق اوجہ انتہی

دوبارہ تعمیر کے لئے مسجد کو منہدم کرنا

سوال (۳۹۸) مسجد کی تعمیر کو مستحکم اور مضبوط بنانے کے لئے مسجد کا گرانا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب : تعمیر نہ کرنے کی صورت میں اگر منہدم ہو جانے کا خوف ہو تو صرف اہل محلہ کے لئے گرانے کی اجازت ہے دوسروں کو نہیں ۔ السراج المنیر میں ہے ولا یجوز ان یہدم المسجد لیبنیہ احکم الا ان یخاف ان ینہدم یجوز لاھل ھذہ المحلۃ لا لغیرھم اذا بنوا من مال انفسہم لا من مال الوقف الا بامر القاضی کما فی ابراہیم شاہ انتہی

مسجد کی جگہ بدلنا

سوال (۳۹۹) چھوٹی ہونے کی وجہ سے مسجد اہل محلہ کے لئے تنگ ہے اور ان لوگوں میں وسیع کرنے کی گنجائش نہیں اگر پڑوسی یہ چاہے کہ مسجد کو اپنے گھر میں شامل کرکے دوسری بڑی جگہ مسجد کے لئے اہل محلہ کو دیدے تو اہل محلہ کے لئے ایسا کر لینا جائز ہے یا نہیں ۔

جواب :- جائز نہیں ۔ عالمگیریہ میں ہے لو کان مسجد فی محلۃ ضاق علی اھلہ لا یسعھم فیہ فسالہم بعض الجیران ان یجعل ذلک المسجد لہ لیدخل ھو فی دارہ و یعطیھم مکانا عوضا ما ھو خیر لہم فیتسع فیہ اھل المحلۃ قال محمد لا یسعھم ذلک کذا فی الذخیرۃ انتہی

سڑک کو مسجد بنا لینا

سوال (۴۰۰) اگر اہل محلہ نے کشادہ اور وسیع سڑک کے بعض حصہ کو مسجد بنا لیا اور راہ گیروں کو اس سے کوئی تکلیف بھی نہیں تو ایسا کر لینا جائز ہے یا نہیں ۔

جواب :- جائز ہے ۔ فتاوی حمادیہ میں ہے فی فتاوی ابی اللیث الطریق اذا کان واسعا فبنی اھل المحلۃ مسجدا ولا یضر ذلک بالطریق فلا باس بہ انتہی

اور طحطاوی بیان کرتے ہیں اطلق فی الطریق نعم النافذ وغیرہ وفی عبارتہم ما یؤید ذلک انتہی

مسجد کا حصہ سڑک میں شامل کرنا

سوال (۴۰۱) سڑک کے تنگ ہونے کی صورت میں وسیع اور کشادہ مسجد کی کچھ زمین سڑک میں

شامل کر لینا جائز ہے یا نہیں ۔
جواب: جائز ہے اشباہ میں ہے لو ضاق الطریق علی المارۃ والمسجد واسع فلھم ان یوسعوا الطریق من المسجد انتہی

مسجد کو ویران کرنا

سوال (۴۰۲) جو مسلمان مسجد کو ویران اور غیر آباد کرنے کے فکر میں رہے اس کا کیا حکم ہے ۔
جواب: قاعدہ کلیہ ہے اگر معبود کی تعظیم دل میں ہوگی تو اس کی عبادت کی بھی تعظیم ہوگی اور عبادت کی تعظیم کے لئے عبادت خانہ اور عبادت گاہ کی تعظیم لازمی و ضروری ہے ۔ لہٰذا عبادت گاہ کو ویران کرنا انکار عبادت کی دلیل ہے جس سے انکار معبود لازم آتا ہے ۔ اس صورت میں اس کا یہ عمل اس گفتار اور قول کے مخالف ہو گیا جو نفاق کی علامت ہے ۔ باری تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں: ومن اظلم ممن منع مسجد اللّٰہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا انتہی

مسجد کو آباد کرنا

سوال (۴۰۳) جو مسلمان مسجد کو آباد کرنے کی فکر میں رہتا ہے اس کا کیا حکم ہے ؟
جواب: ایسا شخص مومن کامل اور عادل متقی ہے ترمذی اور ابن ماجہ ابو سعید خدری رض سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا رأیتم الرجل یتعاھد المسجد فاشھدوا لہ بالایمان فان اللّٰہ یقول، انما یعمر مساجد اللّٰہ من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر (جو آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی، جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر) حدیث مذکور میں تعاہد سے مراد یہ ہے کہ مسجد کی تعمیر و مرمت کی درستگی اور ٹوٹ پھوٹ، صفائی اور حفاظت وغیرہ کا خیال رکھے اور پابندی کے ساتھ حاضر ہو کر نماز کے علاوہ ذکر و اوراد میں مشغول رہے اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی ہو ۔ وغیر ذلک جیسا کہ شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بیان فرمایا ۔

غیر آباد مسجد کا مملوک ہونا

سوال (۴۰۴) اگر کوئی مسجد لوگوں کی بے پرواہی اور بے حرمتی کی وجہ سے ویران ہو گئی اور قابل نماز نہ رہی یا وہ پورا محلہ ہی ویران ہو گیا اور مسجد کی ضرورت نہ رہی تو وہ مسجد مملوک ہوگی یا نہیں
جواب: شیخین کے نزدیک مسجد ہی رہے گی ۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک بانی مسجد یا اس کے ورثا کی ملکیت میں منتقل ہو جائیگی اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قاضی کی اجازت سے دوسری مسجد کی طرف منتقل کر دی جائے ۔
درمختار میں ہے ۔ ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعۃ وبہ یفتی حاوی القدسی وعاد الی الملک ای ملک الباقی او ورثتہ عند محمد وعن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی انتہی
اور طحطاوی تحریر فرماتے ہیں ولو خرب ما حولہ او خرب بنفسہ حاوی انتہی

مساجد کے صحیح آباد کرنے والے

سوال (۴۰۵) باری تعالیٰ فرماتے ہیں انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ (وہی آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور قائم کیا نماز کو اور دیتا رہا زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوائے اللہ کے کسی سے) الآیہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ صحیح آباد کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے سوا کسی چیز سے نہیں ڈرتے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص آج کی دنیا میں کوئی موجود نہیں جو اللہ کے ماسوا کسی سے نہ ڈرتا ہو۔ کیونکہ اکثر اوقات انسان درندوں اور زہریلی اشیاء سے ڈرتے ہیں تو اس آیت کا کیا مطلب ہوگا۔

جواب:۔ غیر اللہ سے نہ ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ دینی معاملات اور احکام میں غیر اللہ سے نہیں ڈرتے یا کہا جائے کہ غیر اللہ کے خوف کی وجہ سے وہ کسی بھی حکم الٰہی کو نہیں چھوڑتے۔ بہرحال درندوں اور زہریلی اشیاء سے ڈرنے اور خوف کرنے کا کوئی ذکر نہیں اور نہ وہ مضر ہے۔

تاڑی پی کر مسجد میں داخل ہونا

سوال (۴۰۶) تاڑی اگرچہ فی نفسہ نشہ آور ہے مگر تھوڑی پینے سے نشہ نہیں ہوتا صرف منہ میں بو آنے لگتی ہے۔ لہٰذا نشہ ہونے سے پہلے پہلے وضو یا کلی کر کے نماز پڑھ لینا کیسا ہے اور پی کر مسجد میں مسلمانوں کی صفوں میں جانا جن کو یہ بو بری معلوم ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں اور اگر آیہ کریمہ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ کے مطابق عدم جواز کے لئے نشہ ہونا شرط ہے تو نشہ کس قدر مشروط ہوگا۔ خمر اور تاڑی میں نجاست وحرمت اور حدود وغیرہ کے احکام کے لحاظ سے کوئی فرق ہے یا نہیں۔

جواب:۔ نشہ کی حالت میں نماز کا صحیح نہ ہونا قرآن میں صراحۃً مذکور ہے لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون (نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو) لہٰذا جب تک ایسی حالت رہے کہ یہ بھی پتہ نہ ہو کہ ہماری زبان سے کیا نکلا اور ہم نے کیا پڑھا تو نماز جائز نہ ہوگی اور تاڑی پینے کے بعد نشہ ہونے سے پہلے پہلے کلی کر کے نماز پڑھ لینا درست ہے۔ مگر مسجد میں جانا ممنوع ہے بلکہ ایسے شخص کو مسجد سے نکال دینا درست ہے وسیلہ احمدیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے قال الفقہا کل من وجد فیہ رائحۃ کریھۃ یتاذی بہ الانسان یلزم اخراجہ ولو بجبر من مد ید ہ او رجلیہ دون لحیۃ وشعر راسہ انتہی

اور عینی شرح بخاری میں ہے:۔ ما وقع فی الاحادیث من تخصیص النھی عن دخول المسجد بالثوم والبصل من جھۃ حکمھا فی ذلک الزمان والا فنفی حکمھا کل شئی لہ رائحۃ کریھۃ من الماکولات وغیرھا لان الحدیث معلل بایذاء المومنین والملائکۃ انتہی۔

فتح الباری شرح بخاری اور ملا علی قاری ملی کی شرح مؤطا میں بھی یہی مذکور ہے تاڑی تھوڑی یا بہت مطلقاً اس کا پینا حرام ہے۔ کیونکہ ہر ایک نشہ آور چیز کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ اور تاڑی نجس بھی ہے

عینی شرح کنز میں ہے قال محمد رح وائمۃ ثلثۃ کل ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام من ای نوع کان لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل مسکر خمر وکل مسکر حرام رواہ مسلم من روایۃ بن عمر وعن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ احمد وابن ماجہ والدارقطنی والفتویٰ علی قول محمد رح انتہی

اور ہدایہ میں ہے: نجاستہا ای سائر الاشربۃ خفیفۃ فی روایۃ، وغلیظۃ فی روایۃ ونجاسۃ الخمر غلیظۃ فی روایۃ واحدۃ انتہی ابوالحسنات محمد عبدالحی

کتاب البیوع

بقاء ملک کی مصلحت سے کم قیمت پر بیع کرنا

سوال (۴۰۷) اگر زید اپنی مملوکہ شئی کو بقاء ملک کی مصلحت کی وجہ سے اصل مالیت سے کم قیمت پر بیع کرتا ہے تو نافذ ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ اگر کسی خفیہ مصلحت کی وجہ حقیقۃً بیع نہ ہو صرف ظاہری طور سے بیع کا اظہار ہو تو ایسی بیع صحیح نہیں کیونکہ یہ بیع از قسم بیع تلجیہ ہے جس کا بیان نورالانوار میں بایں الفاظ ہے ان یلجی شی الی ان یأتی امر باطنہ بخلاف ظاہرہ فیظہر بحضور الخلق انہما یعقد ان البیع بینہما لاجل مصلحۃ دعت الیہ ولم یکن فی الواقع بینہما بیع انتہی اور اس کے بعد اس کا حکم بیان کرتے ہیں:۔ یفسد البیع ولا یوجب الملک وان اتصل بہ القبض لعدم الرضاء اور اگر مصلحت مذکورہ کی وجہ سے واقعۃً بیع ہوئی ہے تو نافذ ہوگی۔

حاملہ بھینس کو خریدنا

سوال (۴۰۸) اگر دودھ کے لئے حاملہ بھینس خریدی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز ہے کیونکہ بیع کے ارکان ولوازمات پائے گئے

ناپاک روغن کی بیع

سوال (۴۰۹) قند سیاہ کے شیرہ اور روغن نجس کی بیع کرنا جائز ہے یا نہیں

جواب:۔ بیع جائز ہے۔ درمختار میں ہے ویجوز بیع الدھن المتنجس والانتفاع بہ فی غیر الاکل انتہی

درخت پر آم کو فروخت کرنا

سوال (۴۱۰) درخت پر لگے ہوئے چھوٹے چھوٹے آموں کی بیع جائز ہے یا نہیں اور فصل آنے تک بائع کی اجازت

سے آموں کا درخت پر چھوڑے رکھنا مشتری کے لئے صحیح ہے یا نہیں۔

جواب:۔ آموں کا پکنے سے پہلے بھی فروخت کرنا جائز ہے اور بیع ہو جانے کے بعد بائع کی اجازت سے ان کا درخت پر چھوڑے رکھنا بھی جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے ومن باع ثمرۃ لم یبدا صلاحھا او قد بدا جاز البیع لانہ مال متقوم اما لکونہ منتفعا بہ فی الحال او فی المال وقد قیل لایجوز قبل ان یبدو صلاحھا والاول اصح وعلی المشتری قطعھا فی الحال تفریغا لملک البائع ھذا اذا اشتراھا مطلقا او ترکھا باذن البائع طاب لہ الفضل انتھی ملخصا

بیع تعاطی کی حقیقت

سوال (۴۱۱) بیع تعاطی کہ جس میں لین دین ہوتا ہے زبان سے الفاظ نکالے بغیر۔ اس بیع میں لینا اور قبضہ کرنا دونوں طرف سے ضروری ہے یا ایک طرف سے کافی ہے۔

جواب:۔ اکثر علماء کے نزدیک بیع تعاطی میں مجلس واحد میں دونوں جانب سے اعطاء کا ہونا ضروری ہے اور ابوالفضل کرمانی نے صرف تسلیم مبیع کو ثمن کے بیان کر دینے کے ساتھ ضروری قرار دیا اور بعض فقہا نے مبیع اور ثمن میں سے لاعلی التعیین کسی ایک پر قبضہ کرنے کو کافی سمجھا۔ عالمگیریہ میں ہے والشرط فی بیع التعاطی الاعطاء من الجانبین عند شمس الائمۃ الحلوانی کذا فی الکفایۃ وعلیہ اکثر المشائخ وفی البزازیۃ ھو المختار کذا فی البحر الرائق والصحیح ان قبض احدھما کاف لنص محمد ؒ ان بیع التعاطی احد البدلین وھذا ینتظم الثمن والمبیع کذا فی النھر الفائق انتھی

اور درمختار میں ہے واکتفی الکرمانی بتسلیم المبیع مع بیان الثمن انتھی

گندم کی بیع گندم سے

سوال (۴۱۲) دس سیر گندم یا آٹے کی بیع کرنا اسی مقدار کے مطابق دوسرے گندم یا آٹے سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ یہ بیع امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔ درمختار میں ہے وما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذھب وفضۃ فھو کذلک لایتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطۃ بحنطۃ وزنا کما لو باع ذھبا بذھب او فضۃ بفضۃ کیلا ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی وما لم ینص علیہ حمل علی العرف وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال وخرج علیہ سعدی آفندی استقراض الدراھم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر واقرہ المصنف

غلام کی بیع بغیر رضا،

سوال (۴۱۳) اگر مالک نے غلام کو فروخت کردیا اور جانبین سے ایجاب قبول ہوگیا۔ مگر غلام اس بیع پر راضی نہیں تو یہ بیع نافذ ہوگی یا نہیں ؟

جواب: نافذ ہوجائے گی۔ کیونکہ غلام کا راضی ہونا بیع کے شرائط یا ارکان میں سے نہیں ہے۔

ادھار بیع کرنا

سوال (۴۱۴) اگر ثمن کے ادا کرنے کے لئے کوئی مدت متعین کرلی جائے تو بیع جائز ہوگی یا نہیں

جواب: اگر مدت معلوم ہو تو جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے یجوز البیع بثمن حال ومؤجل اذا کان الاجل معلوما۔ انتہی

سامان کی بیع دراہم ودنانیر کے بدلے

سوال (۴۱۵) اگر سامان کو دراہم ودنانیر کے بدلے فروخت کیا تو پہلے ثمن کی تسلیم ضروری ہے یا بیع کی ؟

جواب: پہلے ثمن یعنی قیمت کی تسلیم ضروری ہے شرح وقایہ میں ہے فی بیع السلعۃ بالثمن ای الدراھم والدنانیر یسلم الثمن اولا لان السلعۃ تیعین بالبیع والدراھم والدنانیر لا تیعین الا بالتسلیم فلابد من تعینہ لئلا یلزم الربوا انتہی

ثمن اور قیمت کا فرق

سوال (۴۱۶) ثمن اور قیمت میں باہم کیا فرق ہے

جواب: ثمن وہ مقدار ہے کہ جو بیع کی وجہ سے لازم ہو اور قیمت وہ مقدار ہے جو قیمت لگانے والے تجویز کریں اور ثمن کبھی قیمت مساوی ہوتا ہے اور کبھی کم وزائد بھی ہوتا ہے۔ جامع الرموز میں ہے والثمن ھوما یلزم بالبیع وان لم یقوم بہ انتہی

اور برجندی تحریر فرماتے ہیں القیمۃ ما قوم بہ مقوم والثمن قد یکون مساویا للقیمۃ وقد یکون زائدا وقد یکون ناقصا عنہ انتہی

باب البیع الفاسد والباطل والمکروہ

تالاب میں مچھلیوں کی بیع

سوال (۴۱۷) اکثر بلاد میں طریقہ ہے کہ تالاب کے اندر کی مچھلیوں کو فروخت کردیتے ہیں۔ کیا یہ بیع جائز ہے اور تالاب سے مچھلی نکالنے کے بعد خریدار کے لئے اس کا کھانا حرام ہے یا مکروہ اور اگر کسی شخص نے مشتری کی اجازت سے اس تالاب میں مچھلیوں کا شکار کیا اور مشتری نے

لبطور اجرت اس کو کچھ مچھلیاں دے دیں تو شکاری کے لئے ان کا لینا اور کھانا جائز ہوگا یا نہیں
اور اگر پہلے خریدار نے تالاب سے مچھلیاں نکالنے کے بعد کسی کے ہاتھ فروخت کردیں تو اس خریدنے والے
کے لئے ان کے کھانے میں کوئی قباحت تو نہیں۔

جواب:۔ شکار کرنے سے پہلے مچھلی کو فروخت کرنا جائز نہیں۔ لیکن اگر کسی نے شکار کرنے سے پہلے ہی ان کو کسی سامان کے عوض فروخت کردیا تو وہ بیع فاسد ہے اور اگر دراہم و دنانیر کے بدلے فروخت کیا تو بیع باطل ہے کذا فی الدر المختار وفی البرجندی ذکرہ المصنف ان بیع السمک قبل ان یصطاد باطل ان کان بالدراھم والدنانیر وفاسد ان کان بالعرض انتھی۔ اور اگر مچھلی کو شکار کر کے ایسی جگہ چھوڑ دیا کہ وہاں سے حیلہ و تدبیر سے پکڑنا ممکن نہیں تو بھی بیع فاسد ہوگی اور اگر حیلہ سے پکڑنا ممکن ہو تو صحیح ہو جائے گی۔ اور بیع باطل میں خریدار کے قبضہ کر لینے کے باوجود ملکیت ثابت نہیں ہوتی اور بیع فاسد کو ختم کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر بائع کی اجازت سے خریدار نے قبضہ کرلیا تو مالک ہو جائے گا اور پھر مشتری کے تصرفات ہبہ وغیرہ اس شے میں نافذ ہو جائیں گے اور دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کردینا بھی مشتری کے لئے جائز ہوگا۔ مگر بیع فاسد کی صورت میں مشتری کے لئے خریدی ہوئی شے کا کھانا درست نہیں کذا فی النہایۃ والہدایۃ ولا یجوز بیع السمک فی الماء قبل ان یصطاد لانہ باع مالا یملکہ ولا فی حظیرۃ اذا کان لا یوخذ الا بصید لانہ غیر مقدور التسلیم ومعناہ اذا اخذہ ثم القاہ فیھا ولو کان یوخذ من غیر حیلۃ جاز الا اذا اجتمعت فیھا بانفسھا ولم یسد علیھا المدخل لعدم الملک انتھی

دوسری جگہ مذکور ہے واذا قبض المشتری المبیع با البیع الفاسد بامر البائع وفی العقد عوضان کل واحد منھما مال ملک المبیع ولزمتہ قیمتہ انتھی

ایک اور جگہ منقول ہے۔ ولکل واحد من المتعاقدین فسخہ رفعا للفساد فان باعہ المشتری نفذ بیعہ لانہ ملکہ فیملک التصرف فیہ ویسقط حق الاسترداد انتھی

اور درمختار میں ہے واذا ملکہ یثبت کل احکام الملک الا خمسۃ لا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ ولا وطیھا ولا ان یتزوجھا عند البائع ولا شفعۃ بجارہ لو عقارا اشباہ وفی الجوھرۃ وشرح المجمع ولا شفعۃ بھا فھی سادسۃ انتھی

ثمن میں مدت کو مجہول رکھنا

سوال (۴۱۸) کسی شے کے فروخت کرنے کے وقت بائع کی جانب سے مبیع کے لئے یا مشتری کی طرف سے ثمن کی ادائیگی کے لئے مجہول مدت مقرر کی گئی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ یہ بیع فاسد ہے۔ محیط میں ہے اذا شرط الاجل فی المبیع العین فسد العقد وان شرط الاجل

فی الثمن والثمن دین فان کان الاجل معلوما جاز البیع وان کان مجہولا فسد البیع انتہی

ایک شئی کی بیع ثمن مؤجل اور معجل کے ساتھ

سوال (۴۱۹) بائع کہتا ہے کہ یہ کتاب نقد ایک ہزار میں دیتا ہوں اور ایک سال کے ادھار پر دو ہزار میں۔ اس پر مشتری نے کہا مجھ کو منظور ہے۔ اب خریدار پر کتنا ثمن لازم آئے گا۔

جواب:۔ یہ بیع باطل ہے۔ علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں واما البطلان فیما اذا قال بعتک بالف حالا وبالفین الی سنۃ فلجہالۃ الثمن انتہی

دار الحرب میں جاکر بیع فاسد کرنا

سوال (۴۲۰) اگر کوئی مسلم مستامن دار الحرب میں جاکر حربیوں کے ساتھ بیع فاسد کرتا ہے یا جوا کھیل کر ان کا مال لے لیتا ہے تو یہ مال مسلمان کے لئے حلال ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ حلال ہے، درمختار میں ہے ولا بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ لان مالہ ثمۃ مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا غدر خلافا للثانی والثلاثۃ انتہی

اور طحطاوی قولہ ولو بعقد فاسد کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کما اذا باع منہم خمرا او خنزیرا او میتۃ او قامرہم واخذ المال منہ انتہی

دار الاسلام میں آزاد کی بیع

سوال (۴۲۱ الف) دار الاسلام میں آزاد انسان کو فروخت کرنا بیع فاسد ہے یا باطل ہے

جواب:۔ آزاد انسان چونکہ مال نہیں ہے اس لئے اس کی بیع باطل ہوگی۔ کیونکہ بیع کا رکن تبادلۃ المال بالمال معدوم ہے لیکن امام محمدؒ سے ایک روایت ہے کہ قحط اور شدید مجبوری کی حالت میں درست ہے یا کوئی شخص مقروض ہے۔ اور قرض ادا کرنے کی کوئی صورت نہیں تو اس کی ادائیگی کے لئے اپنے نفس کو فروخت کرتا ہے تو جائز ہوگا۔

شیخ الہداد شرح البزدوی میں محیط کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں لا یجوز بیع الحر الا ان یعجز عن اداء مال وجب فی ذمتہ او ہو مضطر وقع فی مہلکۃ ولا یری بقاء حیوتہ الا ببیع نفسہ او فی مخمصۃ یحل لہ الجیفۃ انتہی

جبکہ بیع جائز ہوگئی تو اگر آزاد عورت نے اپنے نفس کو فروخت کردیا تو اب اس سے وطی کرنا بھی جائز ہوگا۔ کیونکہ بیع کے ثبوت کے بعد تمام لوازمات بھی ثابت ہوں گے۔ مشہور ہے اذا ثبت الشئ ثبت بلوازم اور مولی کے دعوی کرنیکے بعد اس عورت سے ہونے والی اولاد بھی ثابت النسب ہوگی۔

دار الحرب میں حربی کو خریدنا

سوال (۴۲۱ ب) کفار دار الحرب اگر اپنی اولاد یا اقرباء کو دار الحرب یا دار الاسلام میں کسی مسلمان

یا کافر کے ہاتھوں فروخت کردیں اور وہ مشتری ان کو خرید کر اپنے شہر میں لاتا ہے تو اس بیع کا کیا حکم ہوگا

جواب:۔ دار الحرب کے کفار اگر اپنے نفس یا اپنی اولاد کو خوشی کے ساتھ دار الحرب میں گئے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کردیں تو اس میں اختلافات روایات ہے۔ حسن روایت کرتے ہیں کہ امام اعظمؒ کے نزدیک یہ بیع باطل ہے واقعات حسامیہ میں ہے دخل دار الحرب بامان فاشتری من احدھم ابنا او ابنة بطوع تکلموا فیہ قال اکثر المشائخ البیع باطل مطلقاً انتہی

برجندی میں ہے ولو باع الحربی ابنہ او اباہ فی دار الحرب من المسلم یبطل سواء یری البیع جواز البیع اولا دھو روایة الحسن عن ابی حنیفة ورواية ھشام عن محمد وھو اختیار الامام ابی بکر محمد بن الفضل انتہی

اور امام کرخی فرماتے ہیں کہ اگر یہ بیع حربی کے دین میں جائز ہے تو مسلمان کے حق میں بھی جائز ہوگی ورنہ نہیں۔

برجندی میں ہے قال ابو الحسن الکرخی ان رأی الحربی جواز ھذا البیع جاز والا فلا انتہی

اور امام ابو نصر دبوسی سے منقول ہے کہ حربی کو اپنی اولاد اور اقربا کو مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کرنا جائز ہے لیکن حربی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

اور برجندی میں ہے عن ابی نصر الدبوسی ان باعہ من مسلم لا یجوز وان باعہ من حربی ملکہ المشتری انتہی

اور ابن سماعہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیع مطلقاً جائز ہے خواہ مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کرے یا حربی کے

برجندی میں ہے وروی ابن سماعة عن ابی یوسف انہ اذا باع ولدہ من حربی اخر او من مسلم جاز عند ابی حنیفةؒ انتہی۔ اور اگر دار الحرب میں حربیوں کی اولاد اور انکے اقربا کو خرید کر وہاں سے باہر لے جائے تو مالک ہو جائے گا۔ غلبہ قبضہ اور حفاظت کی وجہ سے۔ اور اگر وہ مملوک اپنی رغبت کی وجہ سے مشتری کے ساتھ باہر نکل جائے تو ملکیت ثابت نہ ہوگی۔ ان لوگوں کے نزدیک جو اس بیع کو ناجائز کہتے ہیں۔

واقعات میں ہے ان اشتراہ وذھب بہ کرھا ملکہ لانہ ابتدا قھرا علی الحربی فی دار الحرب فیملکہ انتہی

اور سراجیہ میں ہے وان اخرجہ مکرھا ملکہ بالقھر انتہی

اور برجندی میں ہے وان اشتراہ فی دار الحرب واخرجہ منھا ملکہ کذا فی فتاوی قاضی خان انتہی

اور واقعات میں ہے فان ذھب بہ وھو طائع لا یملکہ بہ لانہ لم یوجد منہ القھر فی دار الحرب انتہی اور اگر حربی دار الاسلام میں آکر اپنی اولاد مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کرتا ہے تو اس بیع سے ملکیت ثابت نہ ہوگی۔

برجندی میں ہے قال بعضھم ان اشتراہ المسلم فی دار الاسلام لا یملکہ انتہی

اور واقعات میں ہے الحربی اذا دخل دارنا بامان فباع الولد لا یجوز انتہی

اور قنیہ میں ہے کافر جاء بولدہ الصغیر الی دار الاسلام وباعہ فیھا لم یجز انتہی

اور اس مسئلہ میں قول فیصل حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کا قول ہے جو اپنی بعض تحریرات میں فرماتے ہیں: کافر حربی اپنی اولاد یا اقربا کو مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کرتے ہیں اور مسلمان خریدنے کے بعد ان کو اپنی جائے اقامت پر لے آتے ہیں خواہ دارالحرب ہو یا دارالاسلام، تو اس میں اختلاف روایات ہے کہ ایسی خریدی ہوئی عورتیں شرعاً باندیاں ہوں گی یا نہیں۔ تمام اقوال میں اصح اور اقوی یہی قول ہے کہ یہ عورتیں شرعاً باندیاں ہو جائیں گی۔ اب ان کی بیع، ہبہ اور رہن کرنا اور بغیر نکاح وطی کرنا جائز ہے جیساکہ روایات سے واضح ہے اور بعض لوگوں نے جواز بیع کے لئے یہ شرط لگائی کہ اس قسم کی بیع کرنے کا انمیں رواج ہونا چاہیئے اور بعض نے شرط نہیں لگائی۔ بہرحال اگر وہ شرط متحقق ہے تو فبہا سبحان اللہ۔ ورنہ ان کے رقیق وغلام ہونے کے لئے دلائل قویہ اور روایات ارجح کی وجہ سے رواج کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ تمام حربی دارالحرب میں جلانے کی لکڑی اور شکار کے حکم میں ہیں۔ پس جو شخص ان حربیوں کو پکڑے گا شکار کی طرح وہی شخص ان کا مالک بن جائے گا لیکن قبضہ اور غلبہ اور دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف منتقل کرنا ضروری ہے انتہی کلامہ اذا ثبت الشی ثبت بلوازمہ کے قاعدہ سے جبکہ یہ کفار غلام اور باندیاں بن گئے تو کفارات میں ان کا آزاد کرنا اور عورتوں سے بغیر نکاح وطی کرنا بھی جائز ہوگا۔ اور اولاد ہونے کی صورت میں مولیٰ کے دعویٰ کرنے پر نسب بھی ثابت ہوگا۔ اور بچہ آزاد ہوگا۔ اور باپ کے مال کا وارث بنے گا۔ اور اس کا حصہ دوسرے لڑکوں سے کم نہ ہوگا۔ کیونکہ آزاد عورتوں اور باندیوں سے ہونے والی اولاد باپ کی وراثت میں مساوی حقوق رکھتی ہے۔ اور اس بچہ کی ماں ام ولد بن جائے گی۔ اور اگر باندی مشترکہ تھی۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد دونوں نے دعوئے نسب کیا تو اس کا نسب دونوں سے ثابت ہو جائے گا اور دونوں کا لڑکا ہونے کی وجہ سے دونوں کے مال سے پورا پورا حصہ وراثت میں وصول کرے گا۔ وقایہ اور اس کی شرح میں مذکور ہے۔

وان ادعیاہ معا فہو منہما ویرث من کل ارث ابن لان المقر یواخذ باقرارہ وورثا منہ ارث اب لان الاب احدھما لکنہ غیر معلوم فیوضع میراث الاب علیہما انتہی ملخصا

اور عالمگیری میں ہے۔ ویرث الابن من کل واحد منہما میراث ابن کامل ویرثان منہ میراث اب واحد کذا فی الھدایۃ انتہی

مال مغصوب کی بیع

سوال (۴۲۲) اصل مالک ایسے مال کی بیع کرتا ہے جو کسی شخص نے غصب کر رکھا ہے اور غاصب ہی کے قبضہ میں ہے تو یہ بیع صحیح ہو گی یا نہیں۔

جواب:۔ یہ بیع موقوف ہو گی۔ اگر غاصب اقرار کرلے یا غاصب تو انکار کرتا ہے۔ مگر مالک کے پاس گواہ ہیں کہ فلاں نے غصب کر رکھا ہے تو یہ بیع تام اور لازم ہو جائے گی۔ اور اگر غاصب کے انکار کی صورت میں مالک کے پاس گواہ نہیں ہیں اور نہ غاصب نے مال دیا تو ایسی صورت میں جب تک مال مغصوبہ ہلاک نہ ہو جائے بیع ختم نہ ہو گی موقوف رہے گی اور

مال کے ہلاک ہونے کے بعد ختم ہو جائے گی۔

عالمگیریہ میں ہے اذا باع المغصوب من غیر الغاصب فهو موقوف هو الصحیح فان اقر الغاصب ثم البیع ولزمه وان جحد للمغصوب منه بینة فکذلک کذا فی الغیاثیة وان لم یکن له بینة ولم یسلمه حتی هلک انتقض البیع کذا فی الذخیرة انتهی

مالک کے لئے حق تصرف

سوال (۴۲۳) شامی صفحہ ۷، اجلد رابع کی عبارت مذکورہ ذیل ملک مشترک کے بارہ میں ہے یا شخص واحد کی ملک خاص کے بارہ میں۔ اور اگر ملک مشترک کے بارہ میں ہے تو اس روایت سے ملک خاص میں بھی منع تصرف کا ثبوت ہوتا ہے یا نہیں اور یہ قول ظاہر الروایۃ ہے یا نادر الروایۃ۔ اور یہ قول مفتی بہ ہے یا غیر مفتی بہ۔ شامی کی عبارت درج ذیل ہے

وفی الشرنبلالیة عن الخانیة لا یصح ومن قسمة الوهبانیة ولیس لهم ما قال الامام تقاسم بداب ولم ینفذ کذا البیع بذکر قال ابن الشحنة والمسألة من التتمة عن نوادر ابن رستم قال ابو حنیفة فی سکة غیر نافذة لیس لاصحابها ان یبیعوها ولو اجتمعوا علی ذلک ولا ان یقسموها فیما بینهم لان الطریق الاعظم اذا اکثر الناس فیه کان لهم ان یدخلوا هذه السکة حتی یخف الزحام قال الناطفی وقال شداد فی دور بین خمسة باع احدهما نصیبه من الطریق فالبیع جائز ولیس للمشتری المرور فیه الا ان یشتری دار البائع واذا ارادوا ان ینصبوا علی راس سکتهم دابا ویسد وا راس السکة لیس لهم ذلک لانها وان کانت ملکا لهم لکن للعامة فیها نوع حق انتهی ملخصا ثم افاد ان ما توهمه الناظم فی شرحه من اختلاف الروایتین مدفوع فان ما ذکره ابن رستم فی بیع الکل وما ذکره شداد فی بیع البعض والفرق ان الثانی لا یفضی الی ابطال حق العامة بخلاف الاول هذا وقد علمت مما قررنا سابقا ان ما فی الوهبانیة غیر ما ذکره المصنف لان مراد المصنف الطریق الخاص المملوک لواحد وهذا طریق مشترک فی سکة مشترکة انتهی

جواب:۔ یہ روایت نوادر کی اور ملک مشترک کے بارہ میں ہے اور ملک خاص میں مفتی بہ یہی ہے کہ مالک اپنی ملک میں ہر طرح کا تصرف کر سکتا ہے بشرطیکہ اسمیں دوسروں کا ضرر بین نہ ہو اور اگر دوسروں کا ضرر ہو بین تو پھر ایسے تصرف سے مالک کو منع کیا جائے گا۔ تنقیح فتاویٰ حامدیہ میں ہے۔

قال فی التنویر وشرحه الدر المختار لا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکه الا اذا کان الضرر بینا فیمنع

من ذلک وعلیه الفتوی بزازیة واختاره فی العمادیة وافتی به قاری الهدایة وافتی بذلک ایضا الشیخ برهان الائمة وبه یفتی کما فی شرح الوهبانیة لابن الشحنة نقلا عن کتاب الحیطان للصدر الشهید وفی حواشی الاشباه لبیری زاده لنا التصرف فی ملکه وان تضرر جاره فی ظاهر الروایة والذی استقر علیه رای المتاخرین ان الانسان یتصرف فی ملکه وان اضر بغیره مالم یکن ضررا بینا وهو ما یکون سببا للهدم وما یوهن البناء بسببه او یخرج عن الانتفاع بالکلیة وهو ما یمنع عن الحوائج الاصلیة کسد الضوء بالکلیة والفتوی علیه انتهی

جامع الفصولین میں ہے الحاصل ان القیاس فی جنس هذه المسائل ان من تصرف فی خالص ملکه لا یمنع ولو اضر بغیره لکن ترک القیاس فی محل یضر بغیره ضررا بینا وقیل بالمنع وبه اخذ کثیر من المشائخ انتهی

اور سکۂ غیر نافذہ میں چونکہ ملک مشترک اور راستہ چلنے والے سب کا حق مساوی ہوتا ہے کسی شخص کو بھی دوسروں کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں خواہ کسی کا اسمیں ضرر نہ ہو۔

تعالیق الانوار علی الدر المختار میں ہے وغیر النافذ لا یتصرف مطلقا ای باحداث شئ کالبناء او اطفر اما الانتفاع فجائز قال فی منیة المفتی اهل السکة ارادوا ان ینصبوا علی راس سکتهم دابا اولیسدوا راس السکة لیس لهم ذلک انها وان کانت ملکا لها لکن للعامة فیها نوع حق وهو انه اذا ازدحم فی الطریق کان لهم ان یدخلوها حتی یخف الزحام وهذا فی المملوک فکیف کان بغیر المملوک فلا یجوز سده ومنع الناس منه وفیها سکة غیر نافذة احدث رجل فی اخر السکة شیئا لم یملک الا باذن جمیع اهل السکة الاعلی والاسفل انتهی

اور مجمع البرکات میں ہے لو احدث ذلک فی طریق غیر نافذ لا یسعه ذلک بلا اذن الشرکاء فی ذلک الطریق وان لم یضربهم انتهی

اور برجندی شرح مختصر وقایہ میں ہے وفی غیر نافذ لا یسعه احداث ذلک الا باذن الشرکاء اضرهم اولا لانه مملوک للجمیع انتهی

اور تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے فی غیر النافذ لا یجوز ان یتصرف باحداث مطلقا اضرهم او لا الا باذنهم لانه کالملک الخاص لهم شرح التنویر للعلائی انتهی والله اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

بیع میں دخلیابی کی شرط لگانا

سوال (۴۲۴) اگر مشتری نے بوقت بیع اپنے بیع میں دخلیابی کی شرط لگالی تو اس شرط سے بیع فاسد ہوگی یا نہیں۔ اور کونسی شرط مفسد بیع ہوگی۔

جواب: چونکہ یہ شرط عقد بیع کے مخالف نہیں اس لئے مفسد بیع نہ ہوگی۔ اور جو شرط کہ تقاضائے عقد کے خلاف ہو اور اسمیں بائع یا مشتری یا خود مبیع میں سے کسی ایک کا نفع ہو تو وہ مفسد بیع ہوا کرتی ہے۔ مثلاً کسی شخص نے کپڑا

خریدتے وقت یہ شرط کرلی کہ سلوا کردینا ہوگا۔ یا اپنے مکان کو فروخت کرنے وقت شرط لگاتا ہے کہ ایک مہینہ تک اس مکان میں میں رہوں گا۔ یا غلام فروخت کرتا ہے اور مشتری سے شرط کرتا ہے کہ کبھی اس غلام کو فروخت نہ کرنا۔
ہدایہ میں ہے المذھب فیہ ان یقال کل شرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری لا یفسد العقد لثبوتہ بدون الشرط وکل شرط لا یقتضیہ العقد وفیہ منفعۃ لاحد المتعاقدین او للمعقود علیہ وھو من اھل الاستحقاق یفسد

باب الربٰو

ربٰو کی حقیقت

سوال (۴۲۵) ربٰو کس کو کہتے ہیں

جواب:۔ دو ہمجنس اشیاء کے تبادلہ اور معاوضۂ مالیہ میں بغیر کسی عوض کے کیل یا وزن میں کمی وزیادتی کرنے کا نام ربٰو ہے بحرالرائق میں ہے ولیس المراد مطلق الفضل بالاجماع فان فتح الاسواق فی سائر بلاد المسلمین للاستفضال والاسترباح وانما المراد فضل مخصوص وھو فضل مال بلا عوض فی معاوضۃ مال بمال ای فضل احد المتجانسین علی الآخر بالمعیار الشرعی ای الکیل والوزن انتھی

حرمت ربٰو کی علت

سوال (۴۲۶) ربٰو کے حرام ہونے کا سبب کیا ہے۔

جواب: کیل[1] یا وزن اتحاد جنس[2] کے ساتھ۔ دونوں چیزوں کی موجودگی میں (مثلاً گندم کی بیع گندم سے ہو) فضل یعنی ربٰو حرام ہوگا۔ اور نسیئہ یعنی عوضین میں سے کسی ایک کا قرض کرنا بھی حرام ہے اور اگر دونوں چیزیں معدوم ہوں مثلاً کپڑے کے ایک تھان کی بیع دوسرے قسم کے دو تھان کے بدلہ میں ہو تو ایسی صورت میں تفاضل بھی جائز ہے اور نسیئہ بھی۔ درمختار میں ہے۔ وعلتہ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر المعھود بکیل او وزن مع الجنس فان وجد احرام الفضل ای الزیادۃ والنساء بالمد التاخیر فلم یجز بیع قفیز بر بقفیز منہ متساویا واحدھما نساء وان عدما بکسر الدال من باب علم ای ھلک حل کہ دی فی مرویین لعدم العلۃ فبقی علی اصل الاباحۃ انتھی

گندم کیلی ہے یا وزنی

سوال (۴۲۷) ربٰو میں گندم کیلی کہا جائے گا یا وزنی؟

جواب:۔ گندم کیلی ہے۔ درمختار میں ہے وما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذھب وفضۃ فھو کذلک لا یتغیر ابداً انتھی

ایک مشت گندم کی بیع دومشت کے بدلے

سوال (۴۲۸) ایک سیب کی بیع دوسیب کے عوض اور ایک مشت گندم کی بیع دومشت گندم کے عوض جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ کیونکہ معیار شرعی کم ازکم نصف صاع ہے۔ لہٰذا نصف صاع سے کم میں تفاضل جائز ہے۔ عالمگیریہ میں ہے ویجوز بیع الحفنۃ بالحفنتین والتفاحۃ بالتفاحتین ومادون نصف صاع فی حکم انتہی

کفار سے سود لینا

سوال (۴۲۹) ہندوں سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز نہیں۔ کیونکہ دارالاسلام میں سود لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ باری تعالےٰ کا ارشاد ہے احل اللہ البیع وحرم الربٰو اور تمام ذمی معاملات میں مسلمانوں کے مانند ہیں۔ نصاب الاحتساب میں ہے ان فیماسوی الخمر والخنزیر ونکاح المحارم وعبدۃ غیراللہ تعالیٰ حال اھل الذمۃ کحال المسلمین مایمنع عنہ المسلم یمنع عنہ اھل الذمۃ انتہی

نصاریٰ سے سود لینا

سوال (۴۳۰) نصاریٰ کی عملداری اور حکومت میں جو مسلمان اپنی آمدنی ان کے پاس رکھ کر ان سے سود وصول کرتے ہیں ان کو دستاویز لکھ کر دیدیتے ہیں۔ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:۔ دارالحرب میں مسلمان اور کافر حربی کے درمیان سود کے لین دین کا معاملہ بلاشک وشبہ جائز ہے۔ چنانچہ نقایہ میں ہے ولاربٰو بین مسلم وحربی فی دارہ انتہی اور نصاریٰ کی عملداری میں بھی اسمیں شعائر کفر علی الاعلان رواج پا جانے کی وجہ سے صاحبین کے نزدیک دارالحرب ہی ہے۔ اس لئے دستاویز لکھنا درست ہے۔ اور امام اعظم کے کے نزدیک دارالاسلام کے دارالحرب بننے کے لئے تین شرطوں کا ثبوت ضروری ہے۔ اگر نصاریٰ کی عملداری میں وہ تین شرطیں پائی جائیں تو یقیناً اس کو بھی دارالحرب کہا جائے گا اور وثیقہ جائز ہوگا۔

(۱) وہ عملداری دارالحرب سے متصل ہو

(۲) مذہب کفر کے احکام جاری ہوجائیں

(۳) کوئی مسلمان وذمی مامون نہ رہے

شرح نقایہ اور عالمگیریہ میں یہی تفصیل الفاظ کے قدرے تغیر کے ساتھ مذکور ہے۔ عالمگیریہ کے الفاظ یہ ہیں قال محمد فی الزیادات انما یصیر دارالاسلام دارالحرب عند ابی حنیفۃ بشرائط ثلث احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتہار وان لایحکم فیہا بحکم الاسلام والثانی ان تکون متصلۃ بدارالحرب لایتخلل بینہما بلدۃ من بلاد دارالاسلام والثالث ان لایبقی فیہا مومن ولاذمی آمنا بامانہ الاول الذی کان ثابتا قبل استیلاء

الکفار للمسلم باسلام۔ وللذمی بعقد الذمۃ انتہی

مسلم مستامن کے لئے دار الحرب میں سود کا معاملہ کرنا

سوال (۴۳۱) مسلم مستامن کے لئے دار الحرب میں جانے کے بعد حربی سے سود لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے مگر امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں، ہدایہ میں ہے:۔ ولا بین المسلم والحربی فی دار الحرب خلافا لابی یوسف والشافعی لہما الاعتبار بالمستأمن منہم فی دارنا ولنا قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب ولان مالہم مباح فی دارھم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدر بخلاف المستأمن منہم لان مالہ صار محظورا بعقد الامان انتہی اور برجندی شرح نقایہ میں فرماتے ہیں وفی المبسوط ولا فرق بین ان یاخذ المسلم الدرھمین بالدرھم اوالدرھم بالدرھمین فی دار الحرب لانہ طیب نفس الکافر بما اعطاہ واخذ مالہ بطریق الاباحۃ انتہی

دار الاسلام میں حربی سے سود کا معاملہ کرنا

سوال (۴۳۲) حربی مستامن دار الاسلام میں آتا ہے کیا مسلمان کے لئے اس سے سود کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز نہیں ہے (کذا فی الہدایۃ)

دار الحرب میں سود کی وصولیابی کے لئے وکیل مقرر کرنا

سوال (۴۳۳) اگر کوئی شخص حربیوں کو کچھ روپیہ سودی قرضہ پر دیتا ہے اور وصولیابی کے لئے اپنا وکیل دار الحرب میں مقرر کرتا ہے تو دار الحرب سے وکیل کی معرفت سود حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ دار الحرب میں حربیوں سے سود لینا جائز ہے خواہ وکیل ہو یا مؤکل۔ کیونکہ نائب اصل مالک کے حکم میں ہے درمختار میں ہے لا ربو بین حربی ومسلم مستأمن ولو بعقد فاسد او قمار ثم لان مالہ ثمۃ مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا غدر خلافا للثانی والثلاثۃ انتہی

اور ردالمحتار میں ہے:۔ قولہ لان مالہ ثمہ مباح الخ قال فی فتح القدیر لا یخفی ان ھذا التعلیل انما یقتضی حل مباشرۃ العقد اذا کانت الزیادۃ ینالہا المسلم والربوا اعم من ذلک اذ یشمل ما اذا کان الدرھمان فی بیع درھم بدرھمین من جہۃ المسلم والکافر وفی السیر الکبیر وشرحہ اذا دخل مسلم دار الحرب بامان فلا باس بان یاخذ منہم اموالہم بطیب انفسہم بای وجہ کان لانہ انما اخذ المباح علی وجہ عری عن الغدر فیکون ذلک طیبا لہم والاسیر والمستأمن سواء حتی لو باعہم درھما بدرھمین او باعہم میتۃ

بلا راهم او اخذ مالاً منهم بطریق القمار فذلک کله طیب له انتهی   علی محمد

اگر مسلمان نے دارالاسلام میں حربی سے سود کا معاملہ کیا اور بعد میں وصولیابی کے لئے وکیل کو دارالحرب بھیجتا ہو تو جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ دارالاسلام میں سود کا معاملہ کرنا ممنوع ہے اور اگر اصل معاملہ دارالحرب میں ہوا ہے تو جائز ہوگا اشباہ میں ہے الربوٰ حرام الا فی ست مسائل بین المسلم والحربی ثمۃ وبین مسلمین لم یہاجرا الینا الخ

ابوالحسنات محمد عبدالحی

اصل رقم اور سود میں وکیل و مؤکل کا اختلاف

سوال (۴۳۴) اگر زید بکر کو وکیل بنا کر ہندہ کے نام دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر میری کچھ رقم واجب ہے، جس میں سے اکثر اصل رقم ہے اور کچھ سود ہے اب یہ وکیل قاضی کے سامنے جا کر یہ کہتا ہے کہ یہ مقدمہ اور تنازع سود کی رقم کے سلسلہ میں ہے آیا وکیل کے اس بیان سے اصل رقم کی وصولیابی اور سود کا باقی رہنا مفہوم ہوتا ہے یا نہیں۔ اور اگر قاضی وکیل کے بیان سے اصل رقم کی وصولیابی اور سود کی رقم کا نزاع سمجھ کر اور دعویٰ کو خلاف شرع تصور کر کے خارج کر دیتا ہے تو صحیح ہوگا یا نہیں اور وکیل کا اس رقم کو رقم سود کہنا مدعی کے قول (کہ بعض اصل رقم اور بعض سود ہے) کے متناقص و مخالف ہو سکتا ہے یا نہیں یا قول وکیل کو بمنزلہ قول مؤکل قرار دیکر یہ پوری رقم سود کی سمجھی جائے گی۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ بیان میں قول اخیر معتبر ہوتا ہے چنانچہ حاشیہ فتاویٰ شامیہ میں صول کا قاعدہ بیان کیا گیا فان التعین اذا تعارضا عمل بالتاخر منہا اور وصح اقرار الوکیل کے مضمون کے بیش نظر قول وکیل قول مؤکل کے حکم میں ہو سکتا ہے اور علامہ شامی اس کی تصریح اس طرح فرماتے ہیں اذا ثبت وکالۃ الوکیل بالخصومۃ دافر علی موکلہ سواء کان موکلہ المدعی فاقر بانتفاع للحق او المدعا علیہ فاقر بثبوتہ علیہ - بینوا توجروا۔

جواب: مذکورہ صورت میں وکیل نے کوئی ایسا کلمہ نہیں کہا جس سے اصل رقم سے برأت یا اقرار وصول وغیرہ سمجھا جائے اور اس کے قول کو بعینہ قول مؤکل سمجھ کر تناقص وغیرہ ثابت کیا جائے بلکہ قول وکیل کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ اصل نزاع رقم سود میں ہے اسمیں یہ بھی احتمال ہے کہ اصل رقم کو عورت تسلیم کرتی ہے۔ مگر رقم سود میں نزاع ہو رہا ہے تو اس صورت میں نہ تناقص ہے اور نہ اصل رقم کے وصول کر لینے کا اقرار وغیرہ۔

عموم کی وجہ سے سود کا جائز ہونا

سوال (۴۳۵) جس جگہ ہزاروں مسلمان سود لیتے ہوں تو ایسی جگہ عموم بلویٰ کی وجہ سے سود کی حلت کا حکم کیا جائے گا یا نہیں؟

جواب:۔ احادیث میں سود کی حرمت مطلقاً وارد ہے سوائے چند مستثنیات کے۔ اور عموم بلویٰ طہارت و نجاست میں تو موثر ہوتا ہے حلت و حرمت میں اس کی کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔

شراب بنانے والے کے ہاتھ قند سیاہ فروخت کرنا

سوال (۴۳۶) شراب بنانے والے کے ہاتھ قند سیاہ فروخت کرنا جبکہ یہ یقین ہو کہ وہ اس سے شراب بنائے گا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بیع جائز ہے مگر صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے عالمگیریہ میں ہے بیع العصیر ممن یتخذ خمراً لا یکرہ عند ابی حنیفة وعندھما یکرہ ویجوز البیع وبیع العنب ممن یتخذ الخمر علی ھذا الخلاف کذا فی الخلاصة انتہی

بت کے نام ذبح کرنے والے کے ہاتھ بکری فروخت کرنا

سوال (۴۳۷) ایسے کافر کے ہاتھ بکری فروخت کرنا جس کے بارہ میں معلوم ہے کہ بت کے نام پر ذبح کرے گا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بیع جائز ہے مگر اسمیں کراہت ہے۔ کیونکہ یہ بیع سبب معصیت بنے گی اور ظاہر ہے ایسی بیع مکروہ ہوتی ہے کذا فی الھدایة

قرض کی وجہ سے گراں فروخت کرنا

سوال (۴۳۸) اگر بازار میں گندم کا نرخ فی روپیہ بلیس سیر ہے اور کوئی شخص قیمت کے قرض ہونے کی وجہ سے روپیہ کے اٹھارہ سیر کے حساب سے فروخت کرتا ہے تو یہ بیع جائز ہوگی یا نہیں

جواب:۔ بیع مذکور نافذ تو ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ قنیہ میں ہے شری الشئ الیسیر بثمن غال اذا کان له حاجة الی القرض یجوز ویکرہ انتہی

افیون اور بھنگ کی بیع

سوال (۴۳۹) افیون اور بھنگ کی بیع جائز ہے یا نہیں اور جواز کی صورت میں حلال ہے یا حرام

جواب:۔ یہ بیع صحیح ہے اور نافذ ہوگی۔ مگر دونوں چیزیں حلال نہیں ہیں۔ درمختار میں ہے وصح بیع الخمر مما مر ومفادہ صحة بیع الحشیشة والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیش ھل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل علی ان مرادھم بعدم الجواز عدم الحل قاله المصنف انتہی

گرانی کے انتظار میں ذخیرہ کرنا

سوال (۴۴۰) اگر کوئی شخص غلہ کے علاوہ قند سیاہ۔ لکڑی۔ لوہا وغیرہ ذخیرہ کر کے رکھتا ہے تاکہ گرانی کے زمانہ میں فروخت کرے۔ اب وقت آنے پر گراں فروخت کرتا ہے تو یہ فروخت کرنا جائز

ہو گا یا نہیں اور یہ صورت احتکار میں داخل ہوگی یا نہیں ۔

جواب :- یہ بیع جائز ہے کیونکہ طرفین کی رضامندی کے ساتھ تبادلۂ مال بالمال ہو رہا ہے اور اس ذخیرہ اندوزی کے احتکار ہونے میں اختلاف ہے ۔ عالمگیریہ میں ہے والاحتکار فی کل مایضر بالعامۃ فی قول ابی یوسف رح وقال محمدؒ الاحتکار بما یتقوت بہ الناس والبہائم کذا فی الحاوی انتہی

دیہات سے غلہ خرید کر شہر میں گراں فروخت کرنا

سوال (۴۴۱) اگر کسی شخص نے شہر کے قریب دیہات سے ارزاں غلہ خرید کر چند دن شہر میں رکھا اور پھر بازار کے نرخ پر فروخت کر دیا تو اس قسم کی خرید و فروخت اور اس کا نفع جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- بیع فی نفسہ جائز ہے کیونکہ رکن اور شرائط موجود ہیں ۔ لیکن اگر چند دن روکنے سے اہل شہر کو نقصان ہو تو پھر مکروہ ہے ۔ عالمگیریہ میں ہے واذا اشتری من مکان قریب من المصر فحمل طعاما الی المصر وحبسہ وذلک یضر باھلہ فھو مکروہ وھذا قول محمد رح وھو احدی الروایتین عن ابی یوسف وھو المختار کذا فی الغیاثیۃ وھو الصحیح انتہی

باب السلم

بیع سلم میں مسلم فیہ کی تعیین

سوال (۴۴۲) اگر بیع سلم میں راس المال ایک درہم مقرر ہونے کے بعد بائع کے حوالے کر دیا گیا اور بائع اقرار کرتا ہے کہ اس درہم کے بدلے مسلم فیہ یعنی گندم فصل ربیع پر بازار کے نرخ کے لحاظ سے جس قدر بھی آئیں گے دیدوں گا تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں ۔

جواب :مسلم فیہ کی مقدار کا معلوم ہونا کیلی میں کیل کے ساتھ ۔ وزنی میں وزن کے ساتھ ۔ عددی میں عدد کے ساتھ اور پیمائش کی چیزوں میں پیمائش کے ساتھ بیع سلم کے صحیح ہونے کے لئے شرط ضروری ہے ۔

عالمگیریہ میں ہے والرابع ان یکون معلوم القدر بالکیل او الوزن او العدد او الذراع کذا فی البدائع انتہی دوسری کتب فقہ میں بھی یہی ہے اور صورت مذکورہ میں مسلم فیہ کی مقدار معلوم نہیں جس کی وجہ سے نزاع کا احتمال ہے اور جس جہالت کی وجہ سے نزاع پیدا ہو وہ مفسد ہوا کرتی ہے

گندم میں وزن کے لحاظ سے بیع سلم کرنا

سوال (۴۴۳) بیع سلم میں بیس سیر گندم راس المال مقرر کر کے بائع کے حوالے کر دیئے گئے ۔ اب بائع کہتا ہے کہ مقررہ عرصہ کے بعد اتنے گندم پہنچا دوں گا ۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ گندم اگرچہ ہمارے اطراف میں وزنی ہے مگر شریعت کی نظر میں کیلی ہے۔ کیونکہ شارع علیہ السلام نے اس کو کیلی فرمایا اور جو شے ایک مرتبہ کیلی یا وزنی بن گئی بعد میں کسی عرف میں تبدیلی کی وجہ سے اس میں کوئی تغیر نہ آئے گا۔ البتہ بعض آئمہ اشیا کے کیلی یا وزنی ہونے کا مدار ہر ایک ملک کے عرف کو قرار دیتے ہیں۔ ہر جگہ نص شارع کا اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ نص شارع بھی عرف عام پر مبنی تھی۔ مگر اکثر کا مسلک یہی ہے کہ کیلی اور وزنی دونوں کے اندر عرف کا اعتبار کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ کیلی میں کیلی کا حوالہ کرنا اور وزنی میں وزنی کا حوالہ کرنا بشرطیکہ دونوں متعین ہوں جائز نہیں ہے۔ عالمگیری میں ہے

ولا یسلم مایوزن فیما یوزن اذا کانا مما یتعینان فی العقد کالحدید فی الزعفران واما اذا اسلم الدراھم والدنانیر فی الوزنیات یجوز انتہی وقال بعید ھذا ولا یجوز اسلام المکیل فی المکیل انتہی

اور تاتارخانیہ میں ہے ولا یصح سلم الماذون فی المازون والمکیل فی المکیل انتہی

بیع سلم میں نرخ کا تعین

سوال (۴۴۴) بیع سلم میں طے ہوگیا کہ فلاں مہینہ فی روپیہ ایک من کے حساب سے گندم دیدیا جائیگا اور اس وقت بازار کا نرخ فی روپیہ بیس سیر ہے تو یہ بیع جائز ہوگی یا نہیں۔

جواب :۔ جائز ہے کیونکہ بیع سلم میں مسلم فیہ کی مقدار کا معلوم ہونا تو ضروری ہے۔ خواہ کیلی ہو یا وزنی لیکن مقرر کردہ نرخ کا بازار کے نرخ کے مساوی ہونا بیع سلم کی صحت کے لئے ضروری نہیں۔

کتاب الشفعہ

ثبوت شفعہ کے لئے اشہاد کا ضروری ہونا

سوال (۴۴۵) کوئی شخص حق شفعہ طلب کرنے کے بعد بائع یا مشتری یا زمین کے قریب دو عادل شاہدوں سے شہادت اور گواہی کا مطالبہ کا کرتا ہے مگر فاشھدوا علی ذلک یا اس کا قائم مقام کوئی دوسرا لفظ نہیں بولتا تو یہ طلب معتبر ہوگی یا نہیں۔

جواب :۔ اکثر کتب فقہ سے بظاہر اشہاد کا شرط ہونا مستفاد ہوتا ہے لیکن خانیہ میں اسکے برخلاف صراحتہً مذکور ہے فی ردالمحتار اقول ظاھر عباراتھم لزوم الاشھاد فیہ لکن رأیت فی الخانیۃ ان سمی الثانی طلب لا لان الاشہاد مشروط فیہ بل لیمکنہ اثبات الطلب عند جحود الخصم انتہی تامل انتہی

اور ظہیریہ وقنیہ میں طلب ثانی میں اشہاد مذکور نہیں ہے۔ عبارت ظہیریہ یہ ہے والثانی ان یقول اطلب الشفعۃ فی الدار التی اشتراھا من فلان انتہی

اور عبارت قنیہ یہ ہے طلب الاشہاد انہ اذا القی المشتری یقول اطلب الشفعۃ فی التی اشتریتھا من فلان

ویذکر حلا ودھا فسلمھا انتہی

بھائیوں کا مشترکہ طور پر دعوئے شفعہ کرنا

سوال (۴۴۶) زید عمرو و بکر تینوں حقیقی بھائی شفیع تھے زید نے شریعت کے مطابق طلب مواثبت واشہاد کی تمام شرائط پوری کردیں اور بکر پوری نہ کرسکا لیکن مقدمہ کے وقت تینوں بھائیوں کے مشترک ہونے کی وجہ سے مبیعہ کے لوٹانے کا تینوں کی جانب سے بالاجماع دعویٰ کیا گیا تو یہ پورا دعویٰ شرعاً صحیح اور قابل مسموع ہوگا یا نہیں اور عمرو و بکر کا نام شامل نہ ہونے کی وجہ سے زید کا دعویٰ تو باطل نہ ہوگا۔

جواب:۔ اس صورت میں دعوئے زید حق شفعہ میں باطل نہ ہوگا جیسا کہ اکثر کتب سے مفہوم ہوتا ہے۔ محمد عبدالحی

درحقیقت زید کا دعویٰ مسموع اور دوسرے بھائیوں کا غیر مسموع ہوگا۔ محمد نعیم

الجواب صحیح: بالآخر حاکم بکر وعمرو کا دعویٰ خارج کریگا اور زید کا دعویٰ مسموع ہوگا محمد انور علی

اصاب من اجاب: ابوالحبیش محمد مہدی صح الجواب علی محمد، صح الجواب، محمد رحمت اللہ

اصاب من اجاب، محمد فضل اللہ

بعض مستحقین کا شفعہ سے رجوع کرلینا

سوال (۴۴۷) زید وعمرو وبکر نے شامل ہوکر حاکم کے پاس مبیع کو لوٹانے کیلئے مقدمہ دائر کیا اور پھر زید وعمرو نے اپنے حق شفعہ کو ساقط کرکے برأت کا اظہار کردیا۔ اس صورت میں بکر کے حق میں تو خلل نہ آئے گا۔

جواب:۔ بکر کے حق میں کوئی خلل نہیں۔ عنایہ میں ہے اذا اجتمع الشفعاء واسقط بعضھم حقہ فان کان ذلک قبل القضاء فالشفعۃ للباقین فی الکل انتہی ملخصاً

صح الجواب ویؤیدہ ما فی الدر المختار فلو قبلہ فلمن بقی اخذ الکل لزوال المزاحمۃ انتہی محمد نعیم

الجواب صحیح فی العالمگیریۃ اذا کان للدار شفیعان سلم احدھما الشفعۃ قبل الاخذ وقبل القضاء کان للآخر ان یاخذ الکل وبعد الاستیفاء بعد القضاء یبطل حق کل واحد منھما عما قضی لصاحبہ حتی اذا کان للدار شفیعان وقضی القاضی للدار بینھما ثم سلم احدھما بما نصیبہ لم یکن للآخر ان یاخذ الجمیع انتہی انور علی

الجواب صحیح علی محمد اصاب من اجاب محمد فضل اللہ

شفعہ کے متعلق چند سوالات

سوال (۴۴۸) ـــ (۱) شفعہ میں طلب مواثبت یا نائب وکیل واشہاد کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے یا نہیں

(۲) ایک زمیندار ہمیشہ باہر رہتا ہے اور اپنی طرف سے کسی وکیل کو مقرر کرکے مختار عام بنادیا۔

کہ جملہ حقوق میں اپنے مؤکل کی طرف سے طلب خصومت اور طلب مواثبت کیا کرے کسی معاملہ حتیٰ کہ حق شفعہ میں بھی دوبارہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ تو ایسا وکیل اور مختار عام اپنے مؤکل کی طرف سے شفعہ میں طلب مواثبت اور طلب خصومت کرسکتا ہے یا نہیں۔

(۳) ایک زمین کے معاملہ میں چند اشخاص مشترکہ طور پر درخواست دیکر حاکم سے دعوئے شفعہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) وکیل بنانے کے لئے وکالت نامہ لکھنا ضروری ہے یا نہیں

(۵) ایک ہی زمین میں اپنی طرف سے اصیل ہونے اور دوسری طرف سے وکیل ہونے کی حیثیت سے طلب مواثبت واشہاد یا طلب خصومت شفعہ کرسکتا ہے یا نہیں اور اگر وکالت کی حیثیت سے اس کا دعویٰ باطل ہوگا تو اصیل ہونے کی حیثیت سے کیا حکم ہوگا۔

(۶) ایک زمین میں ایک ہی وکیل چند اشخاص کی جانب سے ایک جملہ میں طلب مواثبت واشہاد کرے تو یہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

جوابات:۔ (۱) طلب صحیح ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے یجوز التوکیل بطلب الشفعۃ کذا فی البدائع انتہی اور خزانۃ المفتین میں ہے الشفیع اذا علم بالشراء فی طریق فطلب طلب المواثبۃ وعجز عن الاشہاد بنفسہ وکیلا یطلب لہ الشفعۃ انتہی

ہدایہ میں ہے کل عقد جاز ان یعقدہ الانسان بنفسہ جاز ان یوکل بہ غیرہ انتہی

(۲) کرسکتا ہے۔ اشباہ میں ہے الوکیل اذا کانت وکالتہ عامۃ مطلقۃ ملک کل شئی الا الطلاق الزوجۃ وعتق العبد ووقف البیت انتہی اور رسالۃ المسألۃ الخاصۃ فی الوکالۃ العامۃ میں ہے الوکیل بوکالۃ عامۃ یملک کل شئی الا الطلاق والعتاق والوقف والھبۃ علی المفتی انتہی

(۳) رجوع کرسکتے ہیں

(۴) وکالت نامہ شرط نہیں کما یفہم من کتب العامۃ

(۵) وکیل کہ خود بھی شفیع ہے اگر مؤکل کی طرف سے طلب شفعہ کرے گا اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ عالمگیریہ میں مبسوط سے منقول ہے۔ اذا وکل رجل الشفیع ان یاخذ الدار لہ بالشفعۃ فاظہر الشفیع ذلک فلیس لہ ان یاخذ لان طلبہ بغیر تسلیم منہ للشفعۃ فانما یطلب البیع من المؤکل ولو طلب البیع بنفسہ کان مسلما للشفعۃ فاذا طلبہا لغیرہ کان اولیٰ انتہی۔

(۶) صحیح ہوگی بشرطیکہ وہ تمام لوگوں کا وکیل ہو۔ محمد عبدالحی۔ اصاب المجیب محمد مہدی صح الجواب محمد رحمت اللہ

الاجوبۃ صحیحۃ:۔ اور عبارات مندرجہ استفتا منقول عنہا کے مطابق ہیں۔ وکالت نامہ کی تحریر اور ایک شخص کا چند شفیعوں کی طرف سے وکیل ہونا صحیح ہے۔ جیساکہ عالمگیریہ اور تفاسیر احمدیہ سے مفہوم ہے

انور علی ؍ اصاب المجیب محمد فضل اللہ

دعوئے شفعہ میں بلاعذر تاخیر کرنا

سوال (۴۴۹) اگر شفیع نے بغیر کسی عذر کے طلب تملیک میں ایک ماہ کی تاخیر کردی تو اس کا شفعہ باطل ہوگا یا باقی رہے گا؟

جواب:۔ مذکورہ صورت میں محققین کے نزدیک شفعہ باطل ہوگیا۔ اگرچہ امام صاحب کے قول کے مطابق شفعہ باطل نہیں ہوتا۔ لیکن محققین نے ضرر واضرار کو رفع کرنے کے لئے امام محمدؒ اور امام زفر کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے وعن محمدؒ وزفر وھو روایۃ عن ابی یوسف ان اشھد وترک المخاصمۃ شھرا من غیر عذر تبطل شفعتہ والفتوی علی قولھما کذا فی محیط السرخسی

اور زیلعی فرماتے ہیں الفتوی الیوم علی ھذا لتغیر احوال الناس فی الاضرار بالغیر انتہی

اور رد المحتار میں ہے قائلہ شیخ الاسلام وقاضی خان فی فتاواہ وشرحہ علی الجامع ومشی علیہ فی الوقایۃ والنقایۃ والذخیرۃ والمغنی وفی الشرنبلالیۃ عن البرھان انہ اصح ما یفتی بہ قال یعنی انہ اصح من تصحیح الہدایۃ والکافی وتمامہ فیھا وعزاہ القہستانی الی المشاھیر کالمحیط والخلاصۃ والمضمرات وغیرھا انتہی

واللہ اعلم محمد بشیر السہسوانی

اس مسئلہ میں موافق ظاہر الروایۃ اگرچہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک شفعہ باطل نہ ہوگا اور ہدایہ وکافی میں اسی کو مفتی بہ لکھا ہے لیکن محققین حنفیہ کی جماعت کثیرہ قول امام محمد کی قائل ہے۔ نہایہ شرح ہدایہ میں ہے ان ترک ھذا الطلب بغیر عذر لا تبطل شفعتہ وان طالت المدۃ وعلی قولھما تبطل اذا طالت المدۃ واختلف الروایات عنھما فی طول المدۃ ففی روایۃ عن محمد ثلثۃ ایام واخری بشھر وھو احدی الروایات عن ابی یوسف قال شیخ الاسلام الفتوی الیوم علی ھذا وھکذا ذکر ایضا فی الجامع الصغیر لقاضی خان فکان ما اختارہ فی الکتاب ان الفتوی علی قول ابی حنیفۃ مخالفا للروایات ــــــ انتہی

اور تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے قال فی شرح المجمع وفی الجامع الخانی الفتوی الیوم علی قول محمد لتغیر احوال الناس فی قصد الاضرار انتہی وبہ ظہر ان افتائہم بخلاف ظاہر الروایۃ لتغیر الزمان ونظائرہ کثیرۃ فقصد الاضرار فی زماننا کثیر انتہی

ابوالحسنات محمد عبدالحی

متاخرین علماء کے فتوی کے مطابق شفعہ باطل ہوگیا۔ کمال الدرایۃ شرح نقایہ میں ہے وبتاخیرہ شھرا

من غیر عذر مرض او حبس یبطل عند محمد وھو قول زفر واختیار الکرخی وبہ ای بقول محمد یفتی الیوم تفصد اھل الزمان الی الاضرار بغیرھم انتہی

اور برجندی شرح مختصر وقایہ میں ہے وبہ ای بقول محمد یفتی کذا فی مبسوط الامام خواھر زادہ والمحیط والروضۃ والتتمۃ وفتاوی قاضی خان والخلاصۃ انتہی ابوالاحیاء محمد نعیم

اشہاد کے ثبوت میں اختلاف

سوال (۴۵۰) ایک عورت نے چند حصہ داروں کے مشترکہ مکانات میں سے کسی ایک کا حصہ خرید لیا جس پر دیگر شرکاء کی طرف سے دعوئے شفعۃ دائر کیا گیا جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ شفیع کے چند رشتہ داروں نے آکر شفیع کو بیع کی اطلاع دی۔ یہ خبر سنتے ہی نو بجے صبح شفیع نے خبر دینے والے اشخاص سے کہا کہ یہ حق ہمارا ہے ہم اس حصہ کو لیں گے اور انہیں کے ذریعہ گھر سے روپیہ منگایا۔ اور دوپہر کے قریب گاؤں میں رہنے والے بائع کے پاس گئے۔ حالانکہ وہ مکانات شہر ہی میں تھے اور یہ بائع ان پر قابض نہیں تھا۔ اور وہ گاؤں شہر سے ایک کوس کے فاصلہ پر تھا۔ درمیان میں دریا بھی حائل تھا۔ اور مشتریہ عورت شہر میں شفیع کے مکان کے متصل انہی مکانات مشترکہ میں سے .... کسی ایک مکان میں بہت پہلے سے رہتی تھی۔ اب جاکر ان اشخاص نے بائع سے کہا کہ مکان کے متعلق شفیع یہ کہتا ہے حق ہمارا ہے ہمکو دو۔ بائع نے کہا میں تو بیع کر چکا تم مشتریہ عورت کے پاس روپیہ لے جاؤ۔ اب یہ بیچارے شام کے قریب عورت کے شوہر کے پاس آئے اور کہا کہ شفیع اپنا حق لینے کے لئے تیار ہے اور روپیہ بھیجا ہے۔ شوہر گھر میں معلوم کرنے بعد آکر جواب دیتا ہے کہ ہم نے مکان رہنے کے لئے لیا ہے۔ فروخت کرنے کے لئے نہیں۔ اور شفیع بوقت علم منجملہ مکانات مشفوعہ کے کسی ایک میں موجود تھا۔ اب شفیع استدلال کرتا ہے کہ طلب مواثبت واستشہاد شریعت کے مطابق ہوگئی۔ اور وہ مشتریہ کہتی ہے کہ موافق شرع ثابت نہیں ہوئی۔ کیونکہ شفیع نے خبر دینے والوں کو چھوڑ کر شہر سے دور اور قبضہ نہ رکھنے والے بائع سے طلب اشہاد کیا۔ اور پھر اس طلب مواثبت واشہاد میں مکانات مشفوعہ کا حدود اربعہ بھی بیان نہیں کیا۔ لہذا قریب کو چھوڑ کر بعید استشہاد کرنا اور گواہوں .... کے ہوتے ہوئے اپنی طلب پر گواہ نہ کرنا اور مکانات مشفوعہ کا حدود اربعہ بیان نہ کرنا فتاویٰ عالمگیری شامی اور ہدایہ کے مطابق شفعہ کے لئے مبطل ہیں۔ دوسرا اعتراض عورت کی جانب سے یہ بھی ہے کہ خود بقول شفیع طلب اشہاد میں توقف ہوا اور وہ بھی مبطل شفعہ ہے۔

صورت مذکورہ مذہب حنفیہ کے اعتبار سے شفیع کی جانب سے طلب مواثبت واستشہاد شرعی

اعتبار سے ہوگیا یا نہیں اور مشتریہ عورت کے بیان کردہ اعتراضات صحیح اور وارد ہوسکتے ہیں یا نہیں۔

جواب:۔ پہلا اعتراض کہ شفیع نے دونوں طلب کے وقت حاضرین کو گواہ نہیں بنایا غیر معتبر ہے کیونکہ مواثبت میں گواہ بنانا لازمی نہیں۔ ہدایہ میں ہے والاشہاد فیہ لیس بلازم وانما ھو لنفی التجاحد انتہی

اور نہایہ شرح ہدایہ میں ہے وذلک لان طلب المواثبۃ لیس لاثبات الحق وانما شرط ھذا الطلب لیعلم انہ غیر معرض عن الشفعۃ وغیر راض بجواز ید الدخیل والاشہاد ولیس بشرط فیہ انتہی

اور عنایہ شرح ہدایہ میں ہے الاشہاد فی ذلک لیس بشرط انتہی

اور درمختار کے باب طلب الشفعۃ میں ہے الاشہاد فیہ لیس بلازم بل لمخافۃ الجحود انتہی

اور طلب مواثبت کے بعد بائع یا مشتری یا مبیعہ کے قریب طلب اشہاد کرنا اگرچہ ہدایہ اور دیگر کتب فقہ سے بظاہر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مگر معتبر یہ ہے کہ اس طلب میں اشہاد ضروری نہیں ہے۔ ردالمحتار میں ہے اقول ظاہر عباراتہم لزوم الاشہاد فیہ لکن رأیت فی الخانیۃ انما سمی الثانی طلب الاشہاد لا لان الاشہاد شرط لیمکنہ اثبات الطلب عند جحود الخصم انتہی

اور نتائج الافکار حاشیہ ہدایہ میں مذکور ہے یمکن ان یمنع لزوم الاشہاد فی طلب التقریر یعنی طلب الاشہاد ایضا بناءً علی ما ذکرہ قاضی خان فی فتاواہ حیث قال وانما سمی الثانی طلب الاشہاد لا لان الاشہاد شرط بل لیمکنہ اثبات الطلب عند جحود الخصم انتہی فانہ یدل علی ان الاشہاد فی طلب التقریر لیس بلازم بل انما ھو لنفی التجاحد کما فی طلب المواثبۃ وبناءً علی ما ذکرہ صاحب الہدایۃ حیث قال واما الاشہاد وعلی ہذا الطلب فلیس بشرط وانما ھو لتوثقہ علی تقدیر الانکار کما فی طلب الاول انتہی

اور دوسرا اعتراض بھی غیر معتبر ہے۔ کیونکہ طلب اشہاد بائع یا مشتری یا مبیع سے کسی ایک کے پاس ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ بائع یا مشتری قابض ہو یا غیر قابض۔ اور قابض کو چھوڑ کر غیر قابض کے پاس طلب کرنا مبطل شفعہ نہیں ہے ردالمحتار ما یبطل الشفعۃ میں ہے لتقدم انہ یصح الاشہاد علی المشتری وان لم یکن العقار فی یدہ وکذا علی البائع وان لم تکن الدار فی یدہ استحسانا کما ذکرہ شیخ الاسلام انتہی

اور فتاوی عالمگیری میں ہے ان کان المبیع فی ید المشتری ذکر الکرخی فی النوادر انہ لا یصح الاشہاد علی البائع ونص محمد فی الجامع الکبیر یصح الاشہاد علیہ بعد تسلیم المبیع استحسانا لا قیاسا کذا فی محیط السرخسی انتہی

نیز مکان کے حدود اربعہ کے بیان نہ کرنے کا عذر بھی غیر معتبر ہے اگرچہ ہدایہ وغیرہ کی ظاہر عبارات سے ضروری معلوم ہوتا ہے مگر قول معتبر یہ ہے کہ یہ شرط لزوم نہیں بلکہ شرط اولویت ہے۔ جامع الرموز میں ہے لا بد ان یبین حدود الدارین مع کل واحد من مراتب الثبوت کما فی قاضی خان لکن فی الکافی وغیرہ ان تبیین ھذہ الامور

لیس مما لابد منہ انتہی

اور طلب اشہاد کے بارہ میں توقف کرنے کا عذر بھی غیر معتبر ہے کہ فی الفور ہونا ضروری نہیں۔ اور نہ اسکی کوئی مدت خاص مقرر ہے کہ تاخیر کرنا مبطل شفعہ ہے بلکہ مدار تمکن پر ہے۔ جیسا کہ جامع الرموز میں ہے انما ذکر کلمۃ ثم اشارۃ الی ان مدۃ ھذا الطلب لیست علی فور المجلس بل مقدرۃ بمدۃ التمکن من اشہاد کما فی النہایۃ وغیرہ انتہی

اور یہ عذر کہ قریب کو چھوڑ کر بعید کے پاس طلب اشہاد کیا خصوصاً جبکہ بعید یعنی بائع شہر میں بھی نہیں اور مشتری اور مکان مشفوعہ شہر میں ہے۔ اگرچہ اس میں بھی اختلاف ہے کہ قریب کو چھوڑ کر بعید کے پاس اشہاد کرنا باطل شفعہ ہے یا نہیں مگر اکثر کتب معتبرہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مبطل شفعہ ہے۔ جامع الرموز میں ہے فیہ اشارۃ الی ان لہ الاشہاد عند ابعد ھولاء مع الاقرب علی ما قال بعض المشائخ وذھب آخرون الی انہ انما یشہد عند الاقرب کما فی المحیط وغیرہ انتہی

اور تعالیق الانوار حاشیہ درمختار میں شرنبلالیہ سے منقول ہے لو قصد الابعد من ھولاء الثلثۃ وترک الاقرب فان کانوا جمیعا فی المصر جاز استحسانا وان کان بعضہم فیہ والبعض فی مصر آخر او فی الرستاق فقصد الابعد وترک الذی ھو فیہ بطلت شفعتہ قیاسا واستحسانا کما فی التبیین انتہی

اور ردالمحتار میں خانیہ سے منقول ہے ان کان المتبایعان والشفیع والدار فی مصر والدار فی ید البائع فالی ایہم ذھب الشفیع وطلب صح ولا یعتبر فیہ الاقرب والابعد لان المصر مع تباعد الاطراف کمکان واحد الا ان یختار علی الاقرب ولم یطلب فتبطل وان کان الشفیع وحدہ فی مصر آخر فالی ایہم ذھب صح وان لم یکن المتبایعین فی مصر الشفیع یطلب من الابعد بطلب انتہی

اور اسی طرح فتاوی عالمگیری میں مذکور ہے مگر یہ حکم صرف اسی صورت میں ہے جبکہ اقرب کو بالکل ترک کر کے بعد سے طلب شفعہ کرے اور مسئول عنہا صورت میں اقرب کو بالکلیہ ترک نہیں کیا گیا بلکہ شفیع نے دونوں سے طلب اشہاد کیا زائد سے زائد یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے بائع کی طرف کسی خاص مصلحت کی وجہ سے سبقت کی جس کی وجہ سے مشتری کے پاس طلب اشہاد کرنے میں قدرے تاخیر ہوگئی مگر وہ مبطل شفعہ نہیں کیونکہ قرائن حالیہ اس بات پر موجود ہیں کہ یہ تاخیر بغرض اعراض نہ تھی۔ ہاں اگر بغرض اعراض ہوتی تو مبطل شفعہ ہوتی۔

علامہ عینی نہایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں اما اذا کان ھناک مانع والظاہر انہ ترک الاشہاد لا للاعراض فلا یسقط حقہ انتہی

اور پھر لکھتے ہیں ثم اذا تاخر بعین زمان کما اذا علمہ فی اللیل فاخر الی الصبح او اقیمت الصلوۃ یخاف فوت الصلوۃ فاخرہ لا یسقط شفعتہ انتہی

اس کے علاوہ شفیع نے دو گواہوں کے سامنے طلب مواثبت کرنے کے وقت مطلوبہ مکانوں میں سے ایک مکان میں موجود تھا۔ لہٰذا یہ طلب مواثبت دو طلبوں کے قائم مقام ہوگئی نیز تاخیر اقرب اور تقدیم ابعد لازم نہیں آتی۔

عینی شرح ہدایہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔ فی مبسوط شیخ الاسلام الشفیع انما یحتاج الی طلب الاشہاد وبعد طلب المواثبۃ اذا لم یمکنہ الاشہاد عند طلب المواثبۃ بان سمع الخبر حال غیبۃ البائع والمشتری والدار اما اذا سمع المشتری عند حضرۃ ھولاء وطلب المواثبۃ واشہد علی ذلک فذلک یکفیہ ویقوم مقام الطلبین انتہی

نیز اسی میں ہے حتی لو سمع الشفیع عند حضرۃ احد من البائع والمشتری اوعند الدار ووجد عند طلب المواثبۃ واشہد علی ذلک یکفیہ ویقوم ذلک مقام الطلبین کذا فی الفتاوی الظہیریۃ۔

خلاصہ کلام۔ مذکورہ صورت میں طلب مواثبت واستشہاد کا تحقق وثبوت قواعد شرعیہ کے مطابق ہوگیا اور حق شفعہ بھی ثابت ہوگیا اور مشتریہ کے اعتراضات قابل اعتبار نہیں۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

طلب خصومت میں تاخیر ہو جانا

سوال (۴۵۱) طلب خصومت میں تاخیر ہو جانے سے حق شفعہ باطل ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک موافق ظاہر الروایۃ شفعہ باطل نہ ہوگا۔ جیسا کہ ہدایہ اور کافی میں اسی کو مفتی بہ قرار دیا لیکن محققین حنفیہ کی جماعت کثیرہ نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ عینی بنایہ شرح ہدایہ میں تحریر فرماتے ہیں

ان ترک ھذا الطلب بغیر عذر لا تبطل شفعۃ وان طالت المدۃ وعلی قولھما تبطل اذا طالت المدۃ واختلفت الروایۃ عنھما فی طول المدۃ ففی روایۃ عن محمد ثلثۃ ایام وفی اخری الشھر وھو احدی الروایات عن ابی یوسف قال شیخ الاسلام الفتوی الیوم علی قول محمدؒ وبکذا ذکر ایضا فی الجامع الصغیر لقاضی خان فکان ما اختارہ فی الکتاب ان الفتوی علی قول ابی حنیفہ مخالفا لروایات ھذہ الکتب انتہی

اور تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے قال فی شرح المجمع فی الجامع الخانی الفتوی علی قول محمد لتغیر احوال الناس فی قصد الاضرار وبہ ظہر ان افتائہم بخلاف ظاہر الروایۃ لتغیر الزمان ونظائرہ کثیرۃ وقصد الاضرار فی زماننا کثیر انتہی۔

بیع کا علم ہونے پر طلب شفعہ نہ کرنا

سوال (۴۵۲) اگر شفیع نے بیع کا علم ہونے پر اسی مجلس میں طلب شفعہ نہ کیا اور طلب مواثبت فوت ہوگئی تو اب اس کا شفعہ باقی ہے یا باطل ہوگیا۔

جواب: باطل ہوگیا۔ جامع الرموز میں ہے فان اخر الشفیع احدھما ای الطلبین طلب مواثبۃ عن المجلس

وطلب الاشہاد عن مدۃ التمکن عند بطل الشفعۃ الابعذر مثل غیبۃ مدۃ السفر انتہی ملخصًا

اور عالمگیریہ میں ہے اما طلب المواثبۃ فہو انہ اذا علم الشفیع بالبیع ینبغی ان یطلب الشفعۃ علی الفور واذا سکت ولم یطلب بطلت شفعتہ وھذہ الروایۃ الاصل والمشہور من اصحابنا وروی ھشام عن محمدؒ ان طلب فی مجلس العلم فلہ الشفعۃ والا فلا بمنزلۃ الخیار المخیرۃ وخیار القبول انتہی

شفیع کا طلب اشہاد نہ کرنا

سوال (۴۵۳) اگر شفیع نے بائع یا مشتری یا بیع کے پاس باوجود قدرت کے طلب اشہاد نہ کیا تو اس کا شفعہ باقی رہے گا یا باطل ہو جائے گا۔

جواب:- باطل ہو گیا۔ عالمگیریہ میں ہے ثم طلب الاشہاد مقدر بالتمکن من الاشہاد فمتی تمکن من الاشہاد عند حضرۃ واحد من البائع والمشتری والمبیع ولم یطلب الاشہاد بطلت شفعتہ للضرر عن المشتری انتہی

مختلف فیہ زمین میں شفعہ کا حکم

سوال (۴۵۴) زید نے عمرو پر کسی زمین کا دعویٰ کیا اور عمرو نے انکار کر دیا۔ بعد میں زید نے صلح کر کے تھوڑی سی زمین لے کر بقیہ زمین سے برأت ظاہر کر دی۔ اب شفیع عمرو کے پاس باقیماندہ یا زید کی حاصل کی ہوئی زمین میں شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ دعویٰ صحیح ہو گا یا نہیں؟

جواب:- دعویٰ صحیح نہیں۔ کیونکہ مذکورہ صورت میں معاوضہ اور بیع کی صورت نہیں ہے کیونکہ زید نے اپنے خیال کے مطابق اپنا حق لیا اور باقی حصہ کسی طریقہ پر عمرو کے قبضہ میں چھوڑ کر برأت کا اظہار کر دیا۔ تنویر الابصار میں ہے وھی تملیک البقعۃ جبرًا علی المشتری بما قام علیہ انتہی

اور درمختار میں ہے صالح من بعض ما یدعیہ ای عین یدعیہا لم یصح لان ما قبضہ عین حقہ الا بزیادۃ شیء آخر کثوب ودرھم فی البدل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی او یلحق بہ الابراء عن دعوی الباقی انتہی

عرضی استغاثہ میں طلب اشہاد کا ذکر کرنا

سوال (۴۵۵) اولاً جو عرضی استغاثہ دی جاتی ہے اگر اسمیں شفیع کے طلب اشہاد کا ذکر نہیں کیا گیا تو اب اس کا دعویٰ قابل سماعت ہوگا یا نہیں۔

جواب:- سب سے پہلی عرضی استغاثہ میں طلب اشہاد کا ذکر کرنا ضروری نہیں البتہ قاضی وقت کے سامنے طلب اشہاد کے دعویٰ بیان کی تصحیح لازمی وضروری ہے۔ زیلعی تحریر فرماتے ہیں فاذا قال الشفیع انا شفیعہا وبین سببا صالحا ولم یکن محجوبا بغیرہ سألہ القاضی انہ متی علم وکیف صنع حین علم لانہا تبطل بطول الزمان

وبالاعراض وبما یدل علیہ فلابد من کیفیۃ ذلک فاذا بین سألہ عن طلب التقریر کیف کان وعند من اشھد واھل کان الذی اشھد علیہ اقرب من غیرہ ام لاعلی الوجہ الذی بیناہ فاذا بین ذلک کلہ ولم یخل بشیٔ من شروطہ تم دعواہ واقبل علی المدعی علیہ انتہی

گھر کے ایک کمرہ میں حق شفعہ

سوال (۴۵۶) بند کوچہ میں ایک بڑا مکان چند اشخاص کا مشترک ہے اور اس میں ایک کمرہ دو آدمیوں کا مشترکہ ہے۔ اب ان دو میں سے ایک شخص نے اپنا حصہ فروخت کردیا تو حق شفعہ کس کو ہوگا؟

جواب:۔ کمرہ میں شریک آدمی مقدم اور شفعہ کا حقدار ہوگا۔ اگر وہ اپنا حق چھوڑ دے تو پھر بڑے مکان کے شرکاء کو حق ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:۔ بیت فی دار فی سکۃ غیرنافذۃ والبیت لاثنین والدار لقوم فباع احد الشریکین نصیبہ من البیت الشفعۃ للشریک فی البیت والا فان سلم فلشریک الدار انتہی

شفیع کی طرف سے خریداری کا معاملہ

سوال (۴۵۷) اگر شفیع نے فروختگی کی اطلاع ملنے کے بعد مشتری سے خریداری یا اجارہ وغیرہ کا معاملہ کیا جس سے تسلیم شفعہ پر دلالت ہوتی ہے تو ایسی صورت میں اس کا شفعہ باطل ہوجائیگا یا نہیں؟

جواب:۔ باطل ہوجائے گا۔ عالمگیریہ میں ہے مایبطل بہ حق الشفعۃ بعد ثبوتہ نوعان اختیاری وضروری والاختیاری نوعان صریح ودلالۃ اما الدلالۃ فھو ان یوجد من الشفیع مایدل علی رضاہ بالعقد وحکمہ للمشتری کما اذا علم بالشراء فترک الطلب علی الفور من غیر علم او قام عن المجلس او تشاغل عن الطلب بعمل آخر علی اختلاف الروایتین وکذا اذا ساوم الشفیع الدار من المشتری او سألہ ان یولیہ ایاہ او استاجرھا الشفیع من المشتری او اخذھا مزارعۃ او معاملۃ وذلک کلہ بعد العلم ھکذا فی البدائع انتہی

باوجود اقرب کے ابعد سے طلب اشہاد کرنا

سوال (۴۵۸) شفیع نے اطلاع پانے کے بعد اور ارض مبیعہ کے قریب ہونے کے باوجود دوسرے گاؤں میں جاکر بائع کے پاس طلب اشہاد کیا تو اس کا شفعہ باطل ہوگا یا نہیں۔

جواب۔ باطل ہوجائے گا۔ عالمگیریہ میں ہے فان ترک الاقرب من ھذہ الثلاثۃ وذھب الی الابعد ان کان الکل فی مصر واحد لاتبطل شفعتہ استحسانا وان کان الابعد فی مصر آخر او فی قریۃ

من قری ہذا المصر بطلت شفعتہ انتہی

شفعہ میں قیمت کا اعتبار

سوال (۴۵۹) شفعہ میں بیعنامہ کی تحریر کردہ قیمت معتبر ہوتی ہے یا ثالث جو قیمت مقرر کردے وہ دینی پڑیگی

جواب:- اصل قیمت کہ بائع ومشتری کے درمیان طے ہوئی وہی معتبر ہے۔ بیعنامہ یا ثالث کی تجویز کردہ قیمت کا کوئی اعتبار نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے۔ ہی تملیک البقعۃ جبرا علی المشتری بما قام علیہ انتہی

شفیع کا خود وکیل بنجانا

سوال (۴۶۰) ایک شفیع نے دوسرے شفیع کو اپنے شفعہ کو طلب کرنے کا وکیل بنادیا اگر یہ شفیع اپنے موکل کی طرف سے بحثیت وکیل طلب شفعہ کرتاہے تو خود اس کا شفعہ باقی رہے گا یا باطل ہوجائے گا۔

جواب:- باطل ہوجائے گا۔ عالمگیریہ میں ہے ان وکل رجل الشفیع ان یاخذ الدار لہ بالشفعۃ فاظہر الشفیع ذلک فلیس لہ ان یاخذہا لان طلبہ لغیرہ تسلیم منہ للشفعۃ فانما یطلب البیع من الموکل ولو طلب البیع لنفسہ کان بہ مسلما لشفعۃ فاذا طلبہا لغیرہ کان اولی انتہی

شفعہ میں سامان کی قیمت دینا

سوال (۴۶۱) اگر بیع اسباب کے عوض میں ہو تو شفیع کس چیز کے عوض مبیع کو حاصل کریگا۔

جواب: اسباب کی قیمت ادا کرکے مبیع کو لے لے۔ ہدایہ میں ہے۔ ومن اشتری دارا بعرض اخذہا الشفیع بقیمتہ لانہ من ذوات القیم انتہی

ہبہ بالعوض میں حق شفعہ

سوال (۴۶۲) اگر زید نے اپنا مکان عمرو کے نام ہبہ بالعوض کردیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا یا نہیں۔

جواب: حاصل ہوگا۔ کیونکہ ہبہ بالعوض ابتداءً اور انتہاءً بیع کے حکم میں ہے واذا ملک العقار بعوض ہو مال وجبت فیہ الشفعۃ انتہی

زمین کا ہبہ بشرط عوض کرنے کی صورت میں حق شفعہ

سوال (۴۶۳) اگر زید اپنے حصہ کی زمین کا ہبہ بشرط عوض کردیا اور جانبین سے قبضہ بھی ہوگیا تو شفیع کو دعوئے شفعہ کا حق ہوگا یا نہیں۔

جواب: حق ہوگا۔ کیونکہ ہبہ بشرط عوض قبضہ کے بعد بیع کے حکم میں ہوجاتاہے۔ برجندی تحریر فرماتے ہیں: فاذا

تقابضا وتم العقد صح وصار فی حکم البیع فیردھا بعیب وخیار الرؤیۃ ویثبت الشفعۃ ان کان احد العوضین عقارا انتہی

حق شفعہ ساقط کرنے کے لئے ہبہ کر دینا

سوال (۴۶۴) حق شفعہ ساقط کرنے کے لئے ہبہ بشرط عوض کر دینا اسقاط شفعہ کا حیلہ بن سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نہیں۔ حموی شرح اشباہ میں فرماتے ہیں اما اذا کانت الہبۃ بشرط العوض ففیہ اختلاف الروایتین ففی ظاہر الروایۃ انہا بمعنی البیع ویثبت للشفیع فیہا حق الشفعۃ وفی النوادر انہا لیست فی معنی البیع وفی بعض المواضع ذکر الخلاف بین ابی یوسف ومحمد واذا کان فی المسألۃ اختلاف او خلاف لا تصح حیلۃ لا بطال الشفعۃ کذا فی التاتارخانیۃ

جار ملاصق کی تعریف

سوال (۴۶۵) جار ملاصق کس کو کہتے ہیں۔

جواب: جار ملاصق وہ شخص کہلاتا ہے جس کی مملوکہ زمین مبیع سے حقیقتاً یا حکماً متصل ہو۔ خواہ دونوں کے دروازے ایک کوچہ میں ہوں یا علٰحدہ علٰحدہ۔ مثلاً کسی زمین کی پشت دوسرے مکان کی پشت کی طرف ہو۔ اب اگر ایسی صورت میں مکان کا ایک کمرہ فروخت ہوتا ہے تو اس کمرہ سے متصل رہنے والا شخص اور منتہائے مکان سے متصل رہنے والا دونوں حق شفعہ میں برابر ہوں گے۔ اگرچہ پہلا جار ملاصق حقیقی اور دوسرا جار ملاصق حکمی ہے۔

بعض مبیع میں حق شفعہ

سوال (۴۶۶) اگر زید نے سکہ غیر نافذہ میں واقع مملوکہ مکانات کے پانچ قطعے بیک وقت فروخت کئے۔ اب اگر اس کا جار شفیع اپنے مکان سے متصل قطعہ مکان میں شفعہ کرتا ہے تو اس کو حق ہے یا نہیں۔

جواب:۔ حق شفعہ حاصل ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: رجل خمس منازل فی سکۃ غیر نافذۃ فباع ھذہ المنازل فطلب الشفیع الشفعۃ فی منزل واحد فہذا ان طلب الشفعۃ بحق الشرکۃ فی الطریق لم یکن لہ ان یاخذ البعض لما فیہ من تفریق الصفقۃ من غیر ضرورۃ وان طلب الشفعۃ بالجوار فی ھذا المنزل لا غیر کان لہ ذلک لانہ جار لہذا الواحد خاصۃ انتہی

زمین کے بعض حصہ میں حق شفعہ

سوال (۴۶۷) اگر زید نے دس قطعہ آراضی یا چھ دیہات بیک عقد فروخت کر دیئے۔ اور شفیع کا جوار صرف ایک قطعہ یا ایک دیہہ کے ساتھ ہے تو شفیع کو صرف اس ایک قطعہ یا دیہہ میں حق شفعہ

حاصل ہوگا یا نہیں؟

جواب: حاصل ہوگا۔ قنیہ میں ہے: اشتری عشرۃ اقرحۃ متلازقۃ والشفیع انما یلازق بعضها فلا شفعۃ له الا فیما یلازقه وکذا الکت القریۃ وکذا تلک الاراضی لان السبب یخصه وان کان فیه تفریق الصفقۃ علی المشتری انتہی

بعض شفعہ کا ساقط کرنا

سوال (۴۶۸) اگر زید نے دو مختلف شہروں میں واقع دو مکانوں کو بیک معاملہ فروخت کر دیا اور ان دونوں مکانوں کا جار بھی شخص واحد ہے۔ اب شفیع صرف ایک مکان کے بارہ میں دعوئے شفعہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: شفیع اگر چاہے تو دونوں مکان شفعہ میں لے سکتا ہے لیکن صرف ایک کو نہیں لے سکتا۔ قنیہ میں ہے۔ اذا اشتری دارین احداهما بالشام والاخری بالعراق وشفیعهما واحد یاخذهما او یترکهما لان فیه تفریق الصفقۃ علی المشتری مع شمول السبب لهما انتہی

شفیع شریک فی المبیع

سوال (۴۶۹) زید وعمرو نے مشترکہ زمین میں دیوار قائم کرکے ایک جانب زید نے اور دوسری جانب عمرو نے قبضہ کرلیا اور دیوار میں شامل ہونے والی زمین مشترک رہی۔ اب زید نے اپنی مملوکہ زمین فروخت کردی تو عمرو کونسا شفیع ہوگا؟

جواب: عمرو شفیع شریک فی المبیع ہے۔ عالمگیریہ میں ہے تکون ارض بین اثنین غیر مقسومۃ بنیا فی وسطها حائطا ثم اقتسما ابا فی غیرکن الحائط وما تحت الحائط من الارض مشترکا بینهما وکان هذا الجار شریکا فی بعض المبیع انتہی

شفیع جار

سوال (۴۷۰) زید وعمرو نے مشترکہ زمین کو تقسیم کرکے حد فاصل پر ایک خط کشید کر دیا تو اب ہر ایک شریک دوسرے کے لئے کونسا شفیع ہوگا۔

جواب: شفیع جار ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:۔ اما اذا اقتسما الارض وخطا خطاً فی وسطها ثم اعطی کل منهما شیئاً حتی بنیا حائطا فکل منهما جار لصاحبه فی الارض شریک فی البناء لا غیر انتہی

صرف تعمیر میں شریک کے لئے حق شفعہ

سوال (۴۷۱) اگر سرکاری زمین میں دو شخصوں نے شریک ہوکر تعمیر کرلی اور ایک شریک نے

اپنا حصہ فروخت کردیا تو دوسرے شریک کو حق شفعہ حاصل ہوگا یا نہیں ؟

جواب :- نہیں - عالمگیریہ میں ہے - والشرکۃ فی البناء لاتوجب الشفعۃ انتہی

غلط فہمی کی وجہ سے سکوت کے بعد شفعہ کرنا

سوال (۴۷۲) شفیع کو اطلاع ملی کہ مشتری زید ہے اس پر وہ خاموش ہوگیا - بعد میں معلوم ہوا کہ مشتری بکر ہے اب اس کو دعوئے شفعہ کا حق حاصل ہوگا یا نہیں ؟

جواب :- حاصل ہے - عالمگیریہ میں ہے اذا قیل لہ ان المشتری فلان فسلم الشفعۃ ثم اعلم انہ غیرہ فلہ الشفعۃ

چند شفعا میں سے ایک شفیع کا اپنے حق کو ترک کردینا

سوال (۴۷۳) اگر برابر درجہ کے چند شفعا میں سے ایک شفیع نے اپنا حق چھوڑ دیا تو اس کا حق کس کو پہنچے گا ؟

جواب :- کل مبیع میں تمام شفعا کو علی التساوی حق شفعہ پہنچے گا - ہدایہ میں ہے او اذا اجتمع الشفعاء والشفعۃ بینہم علی عدد رؤسہم ولو اسقط بعضہم حقہ فہی للباقین فی الکل علی عددہم انتہی

وکالت عامہ میں حق شفعہ کا داخل ہونا

سوال (۴۷۴) اگر زید نے اپنے تمام حقوق کے طلب کرنے کے لئے کسی شخص کو وکیل خصومت بنا دیا تو وکیل کو زید کی جانب سے طلب شفعہ کا حق حاصل ہوگا یا نہیں -

جواب : حاصل نہ ہوگا - عالمگیریہ میں ہے ولو وکل رجلا بطلب کل حق لہ بالخصومۃ والقبض لیس لہ ان یطلب الشفعۃ انتہی

شفعہ کے دو وکیلوں میں سے ایک کو حق مخاصمۃ

سوال (۴۷۵) اگر کسی شخص نے دو وکیل بالشفعہ بنائے تو ان میں سے ہر ایک کو حق مخاصمۃ حاصل ہوگا یا نہیں ؟

جواب :- ہر ایک کو حق مخاصمۃ حاصل ہے - مگر بیع کو بالشفعہ لینے کا اختیار نہیں جب تک دونوں جمع نہ ہوں - عالمگیریہ میں ہے - واذا وکل رجلین بالشفعۃ فلاحدہما ان یخاصم الاٰخر ولا یاخذ احدہما بدون الاٰخر انتہی

کتاب الرّہن

مرہون کا نفقہ

سوال (۴۷۶) شئ مرہون کا نفقہ راہن کے ذمہ ہے یا مرتہن کے ؟

جواب: بذمۂ راہن ہے۔ ہدایہ میں ہے ونفقۃ الرھن علی الراھن انتہی

منافع رہن کا حق

سوال (۴۷۷) شئی مرہون کے منافع کا حق دار کون ہے

جواب:۔ منافع کا مالک راہن ہے لیکن اگر راہن بخوشی اجازت دیدے تو مرتہن بھی انتفاع کرسکتا ہے لیکن اسکی شرط کرنا ربوٰ میں داخل ہے۔ ہدایہ میں ہے ولیس للمرتھن ان ینتفع بالرھن لا بالاستخدام ولا سکنی ولا لبس الا ان یأذن لہ المالک انتہی۔

اور سراج المنیر میں ہے ولو اباح للمرتھن اکل ثمار البستان او لبن الشاۃ فلا بأس بہ ان لم یکن مشروطا والا صار قرضا فیہ منفعۃ فیکون ربوٰ کما فی الجوھرۃ انتہی

بعد اذن انتفاع مرہون سے منع کرنا

سوال (۴۷۸) شئی مرہون سے انتفاع کی اجازت دینے کے بعد راہن کو ممانعت کا حق ہوگا یا نہیں

جواب:۔ حق ہے السراج المنیر میں ہے ولو اذن الراھن لہ بالانتفاع ثم نہی عنہ فلہ ذلک لانہ متبرع وللمتبرع ان یمنع عن التبرع انتہی

رہن مشاع

سوال (۴۷۹) رہن مشاع صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:۔ صحیح نہیں۔ درمختار میں ہے لا یصح رھن المشاع مطلقا مقارنا او طاریا انتہی

اور مجمع البرکات میں ہے ولو استحق بعض الرھن مشاعا بطل الرھن فی الباقی اتفاقا لانہ شیوع مقارن کذا ذکرہ الامام خواھر زادہ فی المبسوط انتہی

ارض مرہونہ کا خراج

سوال (۴۸۰) آراضی مرہونہ کا خراج بذمۂ راہن ہوگا یا بذمۂ مرتہن۔

جواب:۔ بذمۂ راہن ہے۔ ہدایہ میں ہے والخراج علی الراھن خاصۃ لانہ من مؤن الملک انتہی

مرتہن کے لئے نفع حاصل کرنا

سوال (۴۸۱) راہن کے اجازت دینے کے بعد مرتہن کے لئے شئی مرہونہ سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مکروہ ہے۔ اشباہ میں ہے ویکرہ للمرتھن الانتفاع بالرھن باذن الراھن انتہی

اور قنیہ میں ہے، عن ابی یوسف المرتھن سکن الدار المرھونۃ باذن الراھن یکرہ واطلق فی الصرف انہ یکرہ

والاحتیاط فی الاجتناب عنہ لما فیہ من شبہۃ الربا انتہی

اور حموی حاشیہ اشباہ میں تحریر فرماتے ہیں فی الجامع المسجد الائمۃ عن عبداللہ بن محمد ابن اسلم انہ لا ینتفع بشئی منہ وان اذن لہ الراھن لانہ اذن فی الربا لانہ یستوفی دینہ فتکون المنفعۃ ربا انتہی

باغ مرہونہ سے مرتہن کا نفع حاصل کرنا

سوال (۴۸۲) اخال اپنی زمین یا قطعہ باغ ولید کے پاس گروی رکھ کر اس کی پیداوار درفصل کو اس کے لئے مباح اور حلال کرتا ہے تو مرتہن کے لئے یہ نفع جائز ہوگا اور اگر نہیں تو کیوں؟

جواب:۔ جائز نہیں۔ درمختار کے حاشیہ للطحطاوی میں ہے فی شرح الملتقی انہ یحرم الانتفاع بلا اذن وبہ یکرہ کما فی المضمرات وغیرھا انتہی

اسی میں اور مذکور ہے والغالب من احوال الناس انہم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع انتہی

اس سے معلوم ہوا کہ انتفاع بغیر اذن حرام اور مع الاذن مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ شرط لگائی جائے جیسا کہ بعض لوگ رہن نامہ میں لکھا لیتے ہیں اور بعض محتاط اگرچہ شرط نہیں لگاتے مگر مقصود انتفاع ہوتا ہے جیسا کہ موجودہ زمانہ کا دستور ہے۔ اگر مرتہن کو یہ معلوم ہو جائے کہ راہن انتفاع کی اجازت نہ دیگا تو کبھی رہن قبول نہ کریں گے یہ صورت بھی حکماً شرط ہی کی ہے اور مکروہ تحریمی ہے۔ اور حدیث میں بھی ایسی صورت سے ممانعت وارد ہے۔ تاریخ بخاری میں حضرت انس سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقرض احدکم فلا یاخذ ھدیۃ۔ کذا فی اغاثۃ اللھفان انتہی

اسی میں دوسری جگہ ہے فی صحیح البخاری عن ابی ھریرۃ رض عن ابی موسی قال قدمت المدینۃ فلقیت عبداللہ بن سلام فقال لی انک بارض الربا فیہ فاش فاذا کان لک علی رجل حق فاھدی الیک محمل شعیر فلا تاخذہ فانہ ربا وجاء ھذا المعنی عن ابن مسعود وابن عباس وابن عمر انتہی

اور مصنف ابن ابی شیبہ میں عطاء سے روایت ہے کانوا ای الصحابۃ یکرھون کل قرض جر بہ منفعۃ انتہی

اور مسند ابن اسامۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کل قرض جر بہ نفعا فھو ربا انتہی

ان احادیث اور اقوال صحابہ سے معلوم ہوا کہ قرض دینے والے کو مقروض سے ہدیہ لینا یا کسی قسم کی منفعت حاصل کرنا باوجود اس کی رضا ورغبت کے مکروہ تحریمی ہے۔ اور فقہ کی بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ با جازت راہن مرتہن کے لئے نفع حاصل کرنا جائز ہے تو یہ جواز صرف اس صورت میں ہے جبکہ اذن خالص ہو اور شرط کا ظاہری و باطنی اعتبار سے شائبہ تک نہ ہو اور اگر زمانہ کے دستور کے موافق دلمیں خیال بھی آگیا تو ربا ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں اگرچہ ایک جماعت فقہا نے اذن کی صورت میں جائز قرار دیدیا لیکن فقہا کا ایک جم غفیر منع کرتا ہے طحطاوی کی عبارت اس پر شاہد ہے اور

تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے لیس للمرتھن ولا للراھن ان یزرع الارض ولا یواجرھا لانہ لیس لھما الانتفاع بالرھن انتہی
اور قنیہ میں جامع التفاریق سے منقول ہے عن ابی یوسف المرتھن بسکن الدار باذن الراھن یکرہ انتہی
اور مجمع البرکات میں ہے الحاصل ان المرتھن لاینتفع بالرھن سواء اذن لہ الراھن اولم یاذن وفی التھذیب یکرہ للمرتھن الانتفاع بالرھن وان اذن لہ الراھن کذا فی المعدن انتہی
اور حواشی اشباہ میں ہے فی الجامع یلحد الائمۃ عن عبداللہ بن محمد بن اسلم ان لایحل لہ ان ینتفع بشئی منہ وان اذن لہ الراھن لانہ اذن فی الربا لانہ یستوفی دینہ فیکون المنفعۃ ربا انتہی
اور اشباہ میں ہے یکرہ للمرتھن الانتفاع بالرھن باذن الراھن انتہی
اور اس مسئلہ کی مزید تحقیق میرے رسالے الفلک المشحون فیما یتعلق بانتفاع المرتھن بالمرھون میں موجود ہے ۔ واللہ اعلم

رہن شدہ نوٹ سے نفع حاصل کرنا

سوال (۴۸۳) زید نے اپنا ایک نوٹ عمرو کے پاس اس شرط پر رکھا کہ عمرو اس کا منافع زید کو دیتا رہے گا تو اب نوٹ سے حاصل شدہ نفع زید کے لئے جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں ۔ کیا یہ بھی سود ہے ؟

جواب :۔ یہ نفع صراحتہً سود اور حرام ہے ۔ کیونکہ نوٹ اگرچہ بظاہر کاغذ ہے مگر فی الحقیقت اور بحسب الاستعمال روپیہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کا نوٹ ہلاک کردے تو اس پر نوٹ (کاغذ) کی قیمت واجب نہیں ہوتی بلکہ دس روپیہ واجب ہوتے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے پاس نوٹ کا رکھنا بعینہ روپیہ کا رکھنا ہے اور اس سے نفع حاصل کرنا قطعی حرام ہے ۔

مکان مرہون کو کرایہ پر دینا

سوال (۴۸۴) ہندہ نے نابالغ زید سے (جبکہ اس کی عمر آٹھ سال تھی) ڈیڑھ ہزار روپیہ قرض لے کر اپنا مکان دو ماہ کے لئے گروی کردیا ۔ اور خود اس مکان میں رہتی رہی زید کا قبضہ ابھی تک نہ ہوا تھا اس نے یہی مکان ہندہ کے لڑکے عمرو کو سوا گیارہ روپیہ ماہانہ کرایہ پر دیدیا اور عمرو نے لیتے وقت یہ الفاظ کہے تھے ۔ میں فلاں مکان زید سے اتنے کرایہ ماہانہ پر لیتا ہوں اور رہن کے ختم ہونے تک مقررہ کرایہ ہر ماہ ادا کروں گا اور ایک اقرار نامہ لکھدیا کہ رہن کی مقررہ میعاد دو ماہ کے عرصہ میں اس مکان کے بدلہ میں مرتہن کے پاس فلاں جگہ رہن کردوں گا ۔ ورنہ مکمل ایک سال کا کرایہ بحساب مذکورہ ایک سو پینتیس روپیہ اپنے پاس سے مرتہن کو دوں گا لیکن عمرو کرایہ کے مکان میں رہنے کے بجائے اسی محلہ میں واقع اپنے مملوکہ مکان میں رہتا ہے اور وہ مکان ہندہ کے رہنے کی جگہ

سے خالی بھی نہ تھا غرضیکہ عمرو نہ اس مکان میں رہا اور نہ اقرار پورا کیا کہ رہن چھڑانے تک دوسری جگہ گروی رکھتا۔ اور گیارہ ماہ گذرنے کے بعد اس کے بدلہ میں کوئی جگہ دیتا ہے۔ لیکن ایام گذشتہ اور آنے والے کافی عرصہ تک کرایہ کا ایک پیسہ بھی نہیں دیا! ورنہ زید نے ہی مطالبہ کیا۔ اب ساڑھے چار سال بعد زید نالش کرتا ہے کہ میرا مکان عمرو کے پاس کرایہ پر ہے اور اس نے آجتک مجھ کو کچھ نہیں دیا۔ لہٰذا اس مدت کا کرایہ (چھ سو سات روپیہ آٹھ آنہ) دلایا جائے۔ عمرو جواب میں کہتا ہے کہ زید کے صغیر اور نابالغ ہونے کی بنا پر رہن ہی صحیح نہ ہوا تھا اور جب کہ دوسری جگہ مکان کے بدلہ میں گروی رکھدی گئی تو مکان رہن نہ رہا۔ لہٰذا کرایہ اور کرایہ نامہ جو رہن کی صحت و بقا پر متفرع تھے خود بخود باطل ہو گئے اس پر زید کہتا ہے کہ بے شک میں اس وقت نابالغ ضرور تھا۔ مگر میرے باپ بکر نے میرے ولی کی حیثیت سے میرے نفع کی خاطر میری طرف سے مکان گروی رکھ لیا۔ اور پھر میری ہی جانب سے عمرو کو کرایہ پر دیا۔ دونوں کے اقوال سننے کے بعد حاکم دیوانی نے اقرار نامہ اور کرایہ نامہ کی اس تحریر کو دیکھ کر رہن ختم ہونے تک کرایہ ہر ماہ ادا کروں گا۔ فیصلہ کر دیا کہ جب تک مکان کو رہن سے چھڑا کر دوسری جگہ اس کے بدلہ میں گروی نہیں رکھی گئی تھی اس وقت تک کا کرایہ عمرو کو دینا ہوگا اور اس کے بعد رہن اور اجارہ دونوں ختم ہو جائیں گے۔ اور چونکہ فک رہن اور تبدیلی گیارہ ماہ کے بعد ہوئی تھی۔ اس لئے گیارہ ماہ کا کرایہ ایک سو تیئس روپے بارہ آنے عمرو کے ذمہ واجب الادا ہے باقی کا دعویٰ غیر مسموع ہوگا۔

اب عمرو قاضی شرع کے پاس اپنا مقدمہ لیکر گیا۔ چونکہ تمام معاملات شرعیہ کے لئے عقل و بلوغ شرط ہے اور زید اس وقت نابالغ تھا اور باپ کے تصرف کرنیکا ثبوت بھی نہیں ملتا۔ کیونکہ تحریر میں صرف زید کا نام مکتوب ہے۔ اس لئے رہن مذکور باطل تھا۔ اور پھر اس مکان میں خود رہن رکھنے والی ہندہ کی سکونت کے باعث مرتہن کو قبضہ بھی نہیں ملا اور رہن مرتہن کے قبضہ کے زائل ہو جانے کے بعد باطل ہو جایا کرتا ہے اب کرایہ اور کرایہ نامہ بھی صحت رہن پر متفرع ہونے کی وجہ سے لغو اور بیکار ہو گئے لہٰذا زید ایک حبہ کا بھی حق نہیں رکھتا۔ گویا کہ قاضی نے حاکم دیوانی کے فیصلہ کو منسوخ اور عمرو کو دعویٰ سے بالکلیہ بری کر دیا۔ اب زید مستغیث بن کر صدر مرافعہ کی عدالت چیف کورٹ میں آیا اور حاکم نے تیسرے مفتی سے فتویٰ معلوم کیا جس کا خلاصہ یہ تھا۔ روئداد مثل اور گواہوں کے اظہار سے رہن و قبض دخل مرتہن اور عمرو کو گیارہ روپیہ چار آنہ ماہانہ کرایہ پر دینے کا جواز بخوبی ثابت ہو گیا۔ اور اجارہ کی صحت کے لئے مواجر کے لئے کوئی شرط نہیں۔ بلکہ مرتہن اگر شی مرہونہ مقبوضہ کو بلا اجازت راہن اجارہ پر دیدے تو اجارہ صحیح اور نافذ ہوگا۔ اور مرتہن اجرت کا مستحق۔ اور قاضی شرع کہ مرتہن کے نابالغ

ہونے کی وجہ سے رہن کو غیر صحیح اور معاملات شرعیہ کو عرف بالغوں کے درمیان منحصر سمجھتا ہے۔ غلط ہے اور نہ دستاویز میں باپ کی ولایت کا ذکر شرعاً ضروری ہے۔ لہذا ہمارے نزدیک مدعی (زید) تمام مدعا علیہا (چھ سو سات روپیہ آٹھ آنہ) کا مستحق ہے۔ مذکورہ بالا فتووں کو دیکھ کر حاکم نے مدعی (زید) کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

یہ ہے صورت واقعہ اور خلاصہ۔ اس مسئلہ میں حکم شرعی کیا ہے۔ اور تینوں میں سے کونسا حکم شریعت کے مطابق ہے اور رہن مذکور صحیح ہوا یا نہیں اور عمرو کے ذمہ کتنا کرایہ واجب ہوگا۔

جواب:۔ صورت مذکورہ میں زید و ہندہ کے درمیان جو رہن کا معاملہ ہوا قبض مرتہن کے مفقود ہونے کی وجہ سے باطل ہے کیونکہ قبض مرتہن جواز رہن کے لئے شرط ہے۔ عالمگیریہ میں ہے قال محمد فی کتاب الرهن لا یجوز الرهن الا مقبوضا فقد اشار الی ان القبض شرط جواز الرهن وقال الشیخ المعروف بخواهر زاده الرهن قبل القبض جائز الا انه غیر لازم وانما یصیر لازما فی حق الراهن بالقبض وکان القبض شرط اللزوم لا شرط الجواز کالقبض فی الهبة والاول اصح کذا فی المحیط انتهی

اور کرایہ نامہ بھی صحت رہن پر متفرع ہونے کی وجہ سے لغو اور غیر معتبر ہوگا۔ زید اس کا حق دار نہ ہوگا۔ نیز کرایہ نامہ لکھنے والے نے معقود علیہ (مکان) پر قبضہ نہیں کیا۔ اس لئے زید کو کرایہ لینے کا حق ہے ہی نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے ومنها ای شرائط انعقاد الاجارة تسلیم المستاجر فی اجارة المنازل ونحوها اذا کان العقد مطلقا عن شرط التعجیل حتی لو انقضت المدة من غیر تسلیم المستاجر لا یستحق شیئاً من الاجر انتهی

اسی میں یہ بھی ہے ثم الاجرة تستحق باحد من الثلاثة اما بشرط التعجیل او بالتعجیل او باستیفاء المعقود علیه انتهی اس کو دیکھتے ہوئے قاضی شرع کا حکم صحیح ہے اور حاکم دیوانی اور مفتی ثالث کا حکم قابل التفات نہیں۔

ارض مرہونہ کے منافع واپس کرنا

سوال (۴۸۵) زید نے اپنا ایک قطعہ زمین دس روپیہ کے عوض بکر کے پاس گروی کر دی اور اس زمین سے حاصل ہونے والے منافع بھی اس کے واسطے حلال کر دیئے۔ دس سال کے بعد زید نے رقم ادا کر کے زمین واپس لے لی۔ اس عرصہ میں بکر نے جو منافع حاصل کئے وہ اس کے لئے جائز تھے یا نہیں۔ اور عدم جواز کی صورت میں اگر بکر کے پاس اس زمین کے منافع مثلاً پانچ روپیہ موجود ہیں۔ اگر زید ان کو ایک روپیہ میں بکر کے ہاتھوں فروخت کر دے تو اس کے بعد بکر ناجائز فعل کے ارتکاب سے بری ہو سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو تمام منافع دینے کے بعد بھی اس کی برأت ممکن ہے یا غیر ممکن۔

جواب:۔ بکر کے لئے ان منافع کا لینا جائز نہ تھا اور نہ زید اس کو بعوض ایک روپیہ فروخت کر سکتا ہے بلکہ تمام محاصل و

منافع کو واپس کرنا لازم وضروری ہے اور اسی صورت میں نجات ممکن ہے۔

کتاب الاجارۃ

زمین کو ٹھیکہ پر دے کر کچھ محصول معاف کردینا

سوال (۴۸۶) زید اپنے مملوکہ موضع قاسم پور جس کی آمدنی تین سو روپیہ سالانہ تھی۔ خالد سے ایک ہزار روپیہ پیشگی لیکر اس کے نام سو روپیہ کا پٹہ لکھدیا۔ اور اصل آمدنی کے دو سو روپیہ محض پیشگی روپیہ لینے کیوجہ سے معاف کردیئے۔ تو خالد کے لئے دو سو روپیہ کا لینا جائز ہے یا نہیں

جواب:۔ زید اپنے مملوک موضع کے بارہ میں خودمختار ہے جس قدر چاہے ٹھیکہ دے البتہ اگر یہ شرط کی گئی کہ ایک ہزار روپیہ پیشگی لینے کے عوض دو سو روپیہ چھوڑتا ہوں تو بے شک یہ ربا اور سود ہوگا جس کا لینا حرام ہے۔ واللہ اعلم

علی محمد ۔ صح الجواب محمد عبدالحی

کھجور کے درختوں کو اجارہ پر دینا

سوال (۴۸۷) اکثر بلاد میں کھجور کے درختوں کو اجارہ پر دینے کے لئے بویا جاتا ہے اور کرایہ دار اس کا شرکم اور نیرا (درخت کا پانی) فروخت کرتے ہیں۔ اور پیتے بھی ہیں۔ اور بعض علما اس میں سکر نہ ہونے کی وجہ سے حلت اور جواز کا فتوی دیتے ہیں۔ نیرے میں دو تین پہر کے بعد آفتاب کی گرمی سے سکر پیدا ہوجاتا ہے اور چونکہ لوگ اس سے سرکہ بھی بناتے ہیں اور شراب بھی تو اس صورت میں درختوں کا بونا خرید و فروخت کرنا یا اجارہ پر دے کر نفع حاصل کرنا درست ہے یا نہیں۔ اور جبکہ درخت کھجور اور تاڑ کے پانی اور رس میں سکر قطعاً نہ ہو تو اس کا پینا کیسا ہے؟

جواب:۔ حدیث صحیح میں مذکور ہے ما اسکر فقلیلہ حرام رواہ احمد والدارقطنی وغیرہما۔ یعنی جس شے کی کثیر مقدار مسکر (نشہ پیدا کرنے والی) ہو تو اسکی قلیل مقدار بھی حرام ہے لہذا اگر نیرا کثیر مقدار میں بھی مسکر نہیں تو حلال ہوگا۔ ورنہ پھر قلیل مقدار بھی حرام ہوگی۔ اور صورت مذکورہ میں محض نیرے کی منفعت کے لیے کھجور کا بونا خرید و فروخت کرنا اور اجارہ پر دینا درست نہوگا

اجیر مشترک سے ضمان لینا

سوال (۴۸۸) ایک دریا سے کسی متعین جگہ لٹھے پہنچانے کے لئے گاڑیاں کرایہ پر لی گئیں۔ گاڑی بانوں نے مالک سے کہا کہ لٹھے ہماری گاڑیوں کے متصل کھولدو ہم اپنی گاڑیوں میں بھرلیں گے اس پر مالک نے کہا کہ اس جگہ لٹھوں کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اس لئے دوسری محفوظ جگہ پر کھولدیتے ہیں۔ وہاں سے تم بھرلینا۔ گاڑی بانوں نے پھر کہا کہ ہم کو سہولت اسی جگہ رہے گی اور اگر یہاں سے کوئی لٹھا

ضائع ہو گیا تو ہم ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ ان کے کہنے پر لٹھے کھولکر ان کے سامنے شمار کرا دئے گئے۔ رات گذر گئی صبح جب گاڑیاں بھری گئیں تو ان میں سے دو لٹھے گم تھے جو دریا میں بہہ گئے۔ تلاش کرنے کے بعد ایک تو مل گیا۔ مگر دوسرا نہیں ملا۔ اس صورت میں گمشدہ لٹھے کی قیمت کا تاوان اور تلاش کے مصارف گاڑی بانوں سے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں اور جواز کی صورت میں قیمت کس قدر لی جائے گی۔

جواب:۔۔۔۔۔ اگرچہ بقول امام اعظم رح تاوان لینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ گاڑی بان اجیر مشترک ہے جس کے بارہ میں حکم یہ ہے۔ اگر اجیر مشترک کے قبضہ سے غیر اختیاری طور پر شئی ہلاک ہو جائے تو ضمان اور تاوان نہیں آتا۔ خواہ ضمان کی شرط بھی کر لی گئی ہو کیونکہ وہ مال اس کے قبضہ میں امانت ہے اور امانت میں ضمان کی شرط لگانا باطل اور لغو ہے۔ اور اسی قول امام پر فتویٰ ہے۔ اصحاب متون اور اکثر کتب معتبرہ میں اسی کو مذہب ٹھرایا گیا بخلاف روایت اشباہ کے۔

درمختار میں ہے ولا یضمن ماهلك فی یده وان شرط علیه الضمان لان شرط الضمان فی الامانة باطل کالمودع وبه یفتی کما فی عامة المعتبرات وبه جزم اصحاب المتون فکان هو المذهب خلافا لما فی الاشباہ

اور عالمگیریہ میں ہے وحکم الاجیر المشترک ان هلك فی یده من غیر صنعه فلا ضمان علیه فی قول ابی حنیفه وهو قول زفر والحسن والقیاس سواء هلك بامر یمکن التحرز عنه کالسرقة والغصب او بامر لا یمکن التحرز عنه کالحرق الغالب والغارة الغالبة انتهی

لیکن اس زمانہ میں قول صاحبین پر فتویٰ ہے یعنی ضمان لینا جائز ہے جیسا عالمگیریہ میں ہے وبقولهما یفتی الیوم لتغیر احوال الناس وبه یحصل صیانة اموالهم کذا فی التبیین انتهی

اس صورت میں گاڑی بانوں سے گمشدہ لٹھے کی قیمت اور تلاش کرانے کے مصارف اسی جگہ کے حساب سے لئے جائینگے جس جگہ گم ہوا۔ لیکن جبر نہ کرنا اولیٰ و افضل ہے جیسا کہ عالمگیریہ میں ہے

وبعضهم افتوا بالصلح عملا بالقولین والشیخ الامام ظهیر المرغینانی یفتی بقول ابی حنیفة قال صاحب العهی فقلت له یوما من قال منهم یفتی بالصلح هل یجبر الخصم لو امتنع قال کنت افتی بالصلح فی الابتداء فرجعت لهذا انتهی واللہ اعلم۔ شجاعت علی

فی الواقع اجیر مشترک پر باوجود شرط ضمان امام صاحب کے نزدیک ضمان واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بشرطیکہ وہ اجیر اس مال کو ہلاکت سے محفوظ رکھنے پر قادر ہو۔ ردالمحتار میں ہے حاصل ما فی فتاوی الطوری عن المحیط ان ضمان المشترك ما تلف مقید بثلثة شروط ان یکون فی قدرته رفع ذلك فلو غرقت بموج او ریح او صدمة جبل لا یضمن انتهی

ابوالحسنات محمد عبدالحی

عوض اجارہ کی مقدار

سوال (۴۸۹) زمیندار اپنی طرف سے رعایا اور اسامیوں پر بطور اجارہ جو کچھ مقرر کرتے ہیں اس کی کوئی مقدار شرعاً متعین ہے یا دونوں کی رضامندی اور خوشنودی پر موقوف ہے۔

جواب: اس کی کوئی حد متعین نہیں بلکہ اس کا مدار طرفین کی رضامندی پر ہے ملتقی الابحر مع شرح مجمع الانہر میں ہے ھی ای الاجارۃ بیع منفعۃ معلومۃ بعوض معلوم دین ای مثلی او عین ای قیمتی انتہی

اجارہ میں مدت کا ذکر کرنا

سوال (۴۹۰) زمیندار اپنی زمین کاشتکاری کے لئے کسی شخص کو مقررہ اجرت پر دیتا ہے مگر مدت کا ذکر نہیں کرتا تو یہ اجارہ صحیح ہوگا یا فاسد۔

جواب: فاسد ہے۔ درمختار میں ہے کل ما افسد البیع یفسدھا کجھالۃ ماجور او اجرۃ او مدۃ او عمل انتہی اور عالمگیریہ میں ہے الفساد قد یکون بجھالۃ قدر العمل بان لا یعین محل العمل وقد یکون بجھالۃ قدر المنفعۃ بان لا یبین المدۃ وقد یکون بشرط فاسد مخالف لمقتضی العقد انتہی

فعل معصیت پر اجارہ کا حکم

سوال (۴۹۱) کسی فعل معصیت مثلاً غناء ونوحہ پر اجارہ کا کیا حکم ہے۔

جواب: صحیح نہیں۔ ہدایہ میں ہے ولا یجوز الاستیجار علی الغناء والنوح انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے لا یجوز الاستیجار علی المعاصی لانہ استیجار علی منفعۃ غیر مقدور الاستیفاء شرعاً

کنواں وغیرہ کھودنے کے لئے اجارہ

سوال (۴۹۲) کنواں یا تہ خانہ کھودنے کے لئے جو اجارہ ہوتا ہے اس میں طول وعرض اور عمق کا بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں

جواب: ضروری ہے۔ عالمگیریہ میں ہے۔ لو استاجرہ لیحفر لہ بئراً او سرداباً لا بد ان یبین الموضع و طول البئر وعمقہ ودورہ وفی السرداب یبین طولہ وعرضہ وعمقہ کذا فی الغیاثیہ انتہی

کنواں کھودنے کے اجارہ میں پانی کی شرط لگانا

سوال (۴۹۳) اگر کنواں کھودنے کے اجارہ میں یہ شرط لگائی کہ دو سال تک پانی کم نہ ہونا چاہیئے تو شرط صحیح ہے یا فاسد۔

جواب: فاسد ہے۔ کیونکہ یہ شرط مقتضائے عقد خلاف اور طاقت بشری سے خارج ہے۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

کنواں پختہ کرانے کے مصارف بذمہ اجیر

سوال (۴۹۴) اگر کنواں کھودنے کا اجارہ اس شرط پر ہوا کہ پختہ کرنے کے لئے اینٹ اور چونہ کے مصارف بذمہ اجیر ہوں گے تو یہ صحیح ہے یا فاسد۔

جواب:۔ فاسد ہے عالمگیریہ میں ہے لو استاجرہ لیکری لہ نہراً اوقناۃ فاراہ مفتحها ومصبها وعرضها وسمی لہ فهو جائز وان اشترطها بالآجر والجص من عند الاجیر فهو فاسد انتہی

اجارۂ فاسد کا حکم

سوال (۴۹۵) اجارۂ فاسد کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اگر بوقت اجارہ اجرت متعین کردی گئی تھی تو اس صورت میں اجرت مثل دلائی جائے گی بشرطیکہ مقررہ اجرت سے زائد نہ ہو اور اگر پہلے کوئی اجرت ہی متعین نہیں ہوئی تو پھر اجرت مثل جس قدر بھی ہو دلائی جائے گی۔ عالمگیریہ میں ہے۔

فالفاسد یجب فیہ اجر المثل ولا یزاد علی المسمی ان سمی فی العقد مالاً معلوماً وان لم یسم یجب اجر المثل بالغاً ما بلغ انتہی

بلا تعیین اجرت کام کرنا

سوال (۴۹۶) اگر کسی صاحب حرفہ نے بلا تعیین اجرت کسی شخص کا کوئی کام کر دیا تو اب کتنی اجرت لازم ہوگی۔

جواب: اجرت مثل لازم ہوگی۔ اشباہ میں ہے لو عمل لہ شیئاً ولم یستاجرہ وکان الصانع معروفاً بتلک الصنعۃ وجب اجر المثل علی قول محمد وبہ یفتی انتہی۔

معقود علیہ سے اجرت دینا

سوال (۴۹۷) اگر کوئی شخص مزدور یا چوپایہ پر اپنا غلہ مکان پر لاتا ہے یا بھوننے کے لئے بھاڑ پر لے جاتا ہے اور اس کی اجرت اسی غلہ میں سے مقرر کرتا ہے تو یہ اجارہ صحیح ہوگا یا فاسد۔

جواب:۔ مکان پر غلہ لانے اور بھوننے کی صورت میں اسی غلہ سے اجرت مقرر کرنا صحیح نہیں اور یہ اجارہ فاسد ہوگا۔ اور اس وقت اجرت مثل دینی چاہئے۔ لیکن اگر مذکورہ صورتوں میں نقدی یا مطلقاً غلہ کو اجرت قرار دیا گیا تھا لیکن بعد میں اس کے بجائے مذکورہ غلہ سے ادا کرتا ہے تو صحیح ہوگا۔ اشباہ میں ہے استاجرہ لیحمل طعامہ بقفیز منہ فالاجارۃ فاسدۃ ویجب اجر المثل لایجاوز بہ المسمی انتہی۔

اور درمختار میں ہے لو دفع غزلا لآخر لینسجہ بنصفہ او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثوراً لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت فی الکل لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عن قفیز الطحان والحیلۃ ان یفرز الاجر اولاً او یسمی قفیزاً بلا تعیین ثم یعطیہ قفیزاً منہ فیجوز انتہی

مقدار معین پر اجارہ کرنا

سوال (۴۹۸) زمین کو مدت متعینہ اور مقررہ اجرت پر بطور اجارہ لینا جائز ہے یا نہیں اور اس کا نفع مستاجر کے لئے حلال ہے یا نہیں۔

جواب:- مدت معلومہ اور اجرت متعینہ پر اجارہ کرنا کافر و مسلم سب سے جائز ہے۔ عالمگیریہ میں بھی یہی مذکور ہے اور نفع حاصل کرنا بھی جائز ہے لان الاجارۃ ھی تملیک المنافع بعوض کذا فی الھدایۃ انتہی۔

غلام کو اجارہ پر دینا

سوال (۴۹۹) اپنے غلام کو متعینہ مدت کے لئے اجرت مقررہ پر کسی کی خدمت کے لئے اجارہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- جائز ہے عالمگیریہ میں ہے۔ عن محمد اعطیتک ھذا العبد سنۃ بخدمک بھذا اجاز ویکون اجارۃ کذا فی الخلاصۃ انتہی۔

مرضعہ کو اجارہ پر رکھنا

سوال (۵۰۰) مرضعہ کو دودھ پلانے کے لئے اجارہ پر رکھنا جائز ہے یا نہیں

جواب:- جائز ہے۔ عالمگیریہ میں ہے یجوز استیجار الظئر باجرۃ معلومۃ کذا فی الھدایۃ انتہی

اولاد کافر کی رضاعت کے لئے مسلمان عورت کا اجارہ

سوال (۵۰۱) کافر کے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے مسلمان عورت کا نوکری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- جائز ہے۔ عالمگیریہ میں ہے، لا باس للمسلمۃ بان ترضع ولد الکافر باجر کذا فی فتاوی قاضی خان انتہی

کافرہ عورت کو ملازم رکھنا

سوال (۵۰۲) کافرہ یا ایسی زانیہ عورت کو جس سے ولد الزنا ہو چکا ملازم رکھنا مسلمان کے لئے جائز ہے یا نہیں

جواب:- جائز ہے ولا باس بان یستاجر المسلم الظئر الکافرۃ او التی ولدت من الفجور کذا فی المبسوط انتہی

کتابت قرآن پر اجرت دینا

سوال (۵۰۳) اگر کسی کاتب سے قرآن یا اشعار لکھا کر اس کو اجرت مقررہ دی جائے تو جائز ہے یا نہیں

جواب:- جائز ہے۔ عالمگیریہ میں ہے لو استاجر رجلا لیکتب لہ مصحفا او شعرا وبین الخط جاز وذکر شیخ الامام المعروف بخواھر زادہ انہ لا یکرہ ذلک کذا فی فتاوی قاضی خان انتہی۔

مزدور کو ادائے نماز کے لئے اجازت کی ضرورت

سوال (۵۰۴) مزدور جو یومیہ مزدوری پر کام کرتا ہے اسکو ادائے نماز کے لئے اجازت لینا ضروری

ہے یا نہیں؟

جواب:۔ فرائض و واجبات اور سنن موکدہ کے ادا کرنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں اور نوافل بلا اجازت نہ پڑھے سراج منیر میں ہے لو استاجر یوما کان للاجیر ان یعمل کل الیوم ولا یشتغل بشئی سوی الصلوۃ المکتوبۃ انتہی

اور نصاب الاحتساب میں اجارات المحیط کے حوالہ سے مذکور ہے اذا استاجر رجلا یوما یعمل کذا فعلیہ ان یعمل ذلک العمل الی تمام المدۃ ولا یشتغل بشئی آخر سوی المکتوبۃ انتہی۔

اور فتاوی اہل سمرقند میں ہے وقد قال بعض مشائخنا لہ ان یؤدی السنۃ ایضا واجمعوا علی انہ لا یؤدی نفلا وعلیہ الفتوی انتہی

کنواں بنانے والے اجیر کا کنویں میں گر جانا

سوال (۵۰۵) اگر کنواں کھودنے اور اینٹ وچونہ سے پختہ کرنے کے لئے اجارہ کیا گیا اور اجیر کھودنے یا پختہ کرنے کے بعد اس میں گر گیا تو اجرت کا مستحق ہوگا یا نہیں۔

جواب:۔ اگر پختہ کرنے کے بعد گرا تو پوری اجرت کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ اجیر کا کام پورا ہوگیا۔ اور اگر پختہ کرنے سے پہلے گر گیا تو اپنے عمل کے مطابق اجرت کا مستحق ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے۔ لو کان بئرماء فشرط علیہ مع حفرہ وطیہا بالآجر والجص ففعل منہا ثم انہارت فلہ الاجر کاملا وان انہارت قبل ان یطویہا بالآجر فلہ الاجر بحساب ذلک کذا فی المبسوط انتہی

کپڑے خشک کرنے کے لئے درخت کرایہ پر لینا

سوال (۵۰۶) کپڑے خشک کرنے کے لئے درخت کرایہ پر لینا جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔ جائز نہیں۔ کیونکہ عقد اجارہ کی صحت کی منجملہ شرائط کے ایک شرط یہ ہے کہ منفعت مقصود ہو اور یہ عقد اجارہ سے اس نفع کی تحصیل معتاد و متعارف ہو۔ عالمگیریہ میں ہے ومنہا ان تکون المنفعۃ مقصودۃ معتادا استیفاؤھا بعقد الاجارۃ ویجری بہا التعامل بین الناس فلا یجوز استیجار الاشجار لتجفیف الثیاب علیہا انتہی

کفار کی ملازمت کرنا

سوال (۵۰۷) کفار کی ملازمت کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ کفار کی ملازمت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) جائز ہے بلا کراہت مثلا حقوق کے ثابت کرنے۔ شر و فساد کو دفع کرنے چوروں اور ڈاکوؤں سے حفاظت کرنے پل اور مہمان سرائے اور دیگر مفید عمارتوں کے بنانے کے لئے ملازمت کی جائے۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ وقت سے جو کافر تھا خزائن مصر کے وارد غہ بننے کی درخواست کی تھی۔ تاکہ عدل و انصاف قائم کرسکیں اور موسی علیہ السلام

کی والدہ نے حضرت موسیٰؑ کو دودھ پلانے کے لئے فرعون کی ملازمت کی تھی۔

(۲) جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔ مثلاً ایسی نوکری کرنا جس میں کفار کے سامنے کھڑے رہنا اور تعظیم کرنا لازمی وضروری ہو کہ جس سے مسلمان کی بے عزتی اور ہتک شان متصور ہوتی ہے جیسے سررشتہ داری وغیرہ۔

(۳) حرام ہے۔ مثلاً معاصی منہیات وممنوعات شرعیہ پر ملازمت کرنا۔ جیسا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں جانے والی فوج اور پولیس میں ملازمت کرنا۔

کافر کی حفاظت کے لئے ملازمت کرنا

سوال (۵۰۸) ساہوکار پر خطر راستوں میں مسلمانوں کی جماعت کو بطور بدرقہ ملازم رکھتے ہیں یہ ملازمت مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا نہیں۔

جواب: جائز ہے اور اس صورت میں اگر مسلمان ان کے ہمراہ مارا جائے تو اس کو نہ شہادت کا ثواب ملیگا اور نہ مستحق عقاب ہوگا لا لہ ولا علیہ بلکہ من مات علی الفراش کے مانند ہوگا۔

طاعات پر اجرت لینا

سوال (۵۰۹) ـــــ تعلیم قرآن اور اذان واقامت جیسی طاعات پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ متقدمین نے طاعات پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا لیکن متاخرین نے امور دین کی ادائیگی میں کسل وسستی کی بنا پر جواز کا فتویٰ دیا۔ اور بعض متاخرین نے دونوں میں اس طرح تطبیق دی کہ بغیر تعیین زمان ومکان محض نفس تعلیم قرآن اور اقامت پر اجرت لینا درست نہیں اور کسی کے گھر پہ جاکر صبح سے شام تک اس کے بچوں کو تعلیم دینا یہ ایسا کام ہے جس پر اجارہ منعقد ہوسکتا ہے۔ اسی طرح مسجد کی تعیین اور پنجوقتہ نماز کی حاضری کی پابندی اگر ہو تو پھر اذان وامامت پر بھی اجارہ صحیح ہوسکتا ہے۔

تعویذات پر اجرت لینا

سوال (۵۱۰) تعویذات قرآنی پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں

جواب: جائز ہے۔

غبن فاحش کے ساتھ اجارہ کرنا

سوال (۵۱۱) اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ اجارہ غبن فاحش کیساتھ ہوا ہے تو کیا حکم ہے۔

جواب:۔ اگر اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہو تو حکم اصلی یہ ہے کہ اجرت مثل واجب کی جائے۔ مگر جب کہ دعویٰ قاضی کے یہاں پہنچ گیا تو قاضی ماہرین سے پوچھے کہ مدعی کا دعویٰ صحیح ہے یا غلط۔ اگر مدعی کی تصدیق کردیں تو اجارہ کو فسخ کردے۔ درمختار میں ہے: ولو ادعی رجل انہا بغبن فاحش فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انہا کذٰلک فسخہا انتہی۔

اور حاشیہ طحطاوی میں ہے ولو ادعی رجل انہا بغبن فاحش فالاصل صحتہا باجر المثل الا اذا اخبر القاضی یعنی لا یحکم بعدم صحتہا بمجرد دعواہ انہا بغبن فاحش نظراً للاصل المذکور بل یرجع الی قول اهل البصرۃ والامانۃ انتہی۔

اجرت مثل کی حقیقت

سوال (۵۱۲) اجرت مثل کس کو کہتے ہیں۔

جواب:۔ ہر ایک اجارہ میں یہ دیکھا جائے کہ اس اجیر جیسا دوسرا شخص بعینہٖ یہی کام کس اجرت پر کرتا ہے۔ پس جو اجرت دوسرا لیتا ہے وہی اجرت مثل ہے۔ حاشیہ طحطاوی میں ہے والمراد باجر المثل اجر شخص مماثل لہ فی ذلک العمل ولو اختلف اجر المثل بین الناس فالوسط

گمشدہ جانور کا ضمان راعی پر

سوال (۵۱۳) اگر کوئی جانور راعی کی بے خیالی کی وجہ سے گم ہو گیا یا اس نے فروخت کر دیا تو اس صورت میں اس پر ضمان آئے گا یا نہیں اور پہلی صورت میں ضمان قیمت کے ساتھ آئے گا یا مثل کے ساتھ اور اس حرکت کی وجہ سے مستحق تعزیر تو نہیں ہو گا۔

جواب:۔ راعی بھی اجیر ہے اور جانور اس کے قبضہ میں امانت ہیں قصداً تلف کرنے کی صورت میں ضمان لازم ہو گا۔ اور چونکہ جانور ذوات القیم میں سے ہی لہٰذا اس کی قیمت دلائی جائے گی۔ اگر امام کی رائے ہو تو سیاسۃً تعزیر بھی کر سکتا ہے

کتاب الہبۃ

وظیفۂ یومیہ کا ہبہ کرنا

سوال (۵۱۴) بادشاہ کی طرف سے زید اور اس کے جملہ لڑکوں کے لئے کچھ یومیہ مقرر ہے اور زید نے وہ تمام کا تمام یومیہ صرف ایک لڑکے کے نام ہبہ کر دیا تو ہبہ جائز اور نافذ ہو گا یا نہیں؟

جواب:۔ ہبہ مذکور جائز و نافذ نہیں۔ کیونکہ شی موہوب (یومیہ) معدوم ہے آناً فاناً حادث ہوتا ہے اور موہوب معدوم پر قبضہ نہ ہو سکنے کی وجہ سے ہبہ صحیح نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ قبضہ ضروری ہے اور پھر جبکہ اس تحریر میں مع فرزندان موجود ہے تو اس یومیہ کے مستحق تمام لڑکے ہو گئے نہ صرف زید۔ لہٰذا اگر اپنے ایک لڑکے کے نام ہبہ کر کے دوسروں کا حق باطل کرتا ہے تو ہبہ جائز اور نافذ نہ ہو گا۔ اور زید کے مرنے کے بعد تمام لڑکے اس یومیہ میں برابر کے حق دار ہوں گے

ہبہ میں قبضہ کی ضرورت

سوال (۵۱۵) مسماۃ ہندہ کو باپ کے ترکہ سے کسی شے کے سات عدد ملے جس میں سے اس نے چار عدد اپنی

عدد اپنی حیات وصحت کی حالت میں اپنے بھائی عمرو کے نام ہبہ بالعوض کر کے اپنے ہی سامنے قابض بنادیا اور کچھ عرصہ کے بعد مریض ہوگئی اور بحالت مرض ترکہ کے بقیہ تلین عدد اپنی بھانجی خدیجہ اور بھانجہ بکر کے نام ہبہ کردیئے مگر قبضہ دینے سے پہلے ہی فوت ہوگئی تو اس صورت میں اول وثانی ہبہ کا کیا حکم ہوگا۔

جواب:۔ ہبہ اول نافذ ہوگا اور ہبہ ثانی موہوب لہما کا قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے نافذ نہ ہوگا۔ ہدایہ میں ہے ولابد فی الہبۃ لاثبات الملک من القبض

صرف ایک لڑکے کے نام تمام املاک ہبہ کرنا

سوال (۵۱۶) زید کے ایک بیوی سے دو لڑکے ہیں۔ بلا وجہ ناراضگی کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کو محروم کر کے اپنی تمام املاک دوسرے لڑکے کے نام ہبہ کرتا ہے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ہبہ بالقبض کردیا تو جائز ہے مگر کراہت سے خالی نہیں۔ علی محمد

درحقیقت ایسا ہبہ شی موہوب پر قبضہ کامل ہو جانے کی صورت میں نافذ ہوگا۔ درمختار میں ہے ولو وھب فی صحۃ کل المال الولد جاز واثم ۔ محمد نعیم ۔ الجواب صحیح محمد عبدالحی ۔ صح الجواب محمد رحمۃ اللہ۔ اصاب المجیب محمد فضل اللہ

غیر وارث کے نام ہبہ کرنا

سوال (۵۱۷) ہندہ لاولد تھی جس نے اپنے بھانجہ زید کو متبنٰی بنالیا اور تمام جائداد اسی کو ہبہ کردی حالانکہ ہندہ کا بھتیجہ بکر بھی موجود تھا۔ اس ہبہ میں ہندہ ماخوذ عنداللہ ہوگی یا نہیں۔

جواب:۔ اس ہبہ سے ہندہ گنہگار ہوگی۔ کتب فقہ وحدیث میں تصریح موجود ہے کہ اگر بغیر کسی عذر شرعی کے بعض اولاد کو ہبہ میں فضیلت دی تو گناہ لازم آتا ہے جیسا کہ سراج منیر میں ہے لو اعطی بعض ولدہ شیئًا دون البعض لزیادۃ رشدہ لاباس بہ ولو کانا سواء یجوز فی القضاء ولکن ھو اثم کما فی الدر المختار۔ جبکہ اولاد کے بارہ میں یہ حکم ہے تو غیر وارث کے نام ہبہ کرنے کی صورت میں کس قدر گناہ ہوگا۔

مرض الموت میں وارث کے نام ہبہ کرنا

سوال (۵۱۸) فقہا کے نزدیک مرض الموت کی تعریف کیا ہے۔ اگر زید نے مرض الموت میں چند لڑکوں میں سے صرف ایک لڑکے کے نام پوری جائداد ہبہ کر کے قبضہ دیدی تو ہبہ جائز ہوگا یا نہیں۔ اور اگر ثلث مال میں جائز ہوگا تو حکم وصیت میں ہوگا یا نہیں۔

جواب:۔ مرض الموت کی تعریف نزدیک فقہا کے مختلف ہے۔ بعض کے نزدیک مرض الموت وہ مرض ہے جس میں مریض حوائج ضروریہ کے واسطے آمد و رفت نہ کرسکے اور بعضوں نے صاحب فراش ہونا معتبر کیا ہے اور مختار و مفتی بہ یہ ہے کہ جس مرض میں ظن غالب موت کا ہو وہ مرض الموت ہے۔ صاحب فراش ہو یا نہ ہو۔ فتاوی بزازیہ میں ہے :۔

المریض الذی یکون تصرفہ من الثلث من یکون ذا فراش لا یطیق القیام بحاجتہ ویجوز لہ الصلوٰۃ قاعدا ویخاف علیہ الموت ولو طال المرض وصار بحال لا یخاف علیہ الموت کالفالج اوصار مرضا او یابس السل لا یکون لہ حکم المرض اذا تغیر حالہ عن ذلک ومات من ذلک التغیر فما فعل فی حال التغیر فمن الثلث قال الفضلی لا یخرج الی حوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید وقال الفقیہ کونہ صاحب فراش لا یعتبر بل العبرۃ للغلبۃ لو کانت من ہذا الموت فہو مرض الموت وان خرج من البیت وبہ اخذ الصدر الشہید

اور جامع الرموز میں ہے۔ قال اذا اضناہ المرض وصار صاحب فراش وعجز عن القیام بمصلحۃ وازداد کل یوم فہو مرض الموت فالمسلول الذی طال ولم یبطل الموت کالصحیح وقال المریض ان لا یخرج الی حوائج نفسہ و علیہ الاعتماد کما فی الخلاصۃ والمختار انہ ان کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب الفراش کما فی ہبۃ الذخیرۃ انتہی اور مرض الموت میں ہبہ کرنا حکم وصیت میں ہے۔ زائد از ثلث نافذ نہیں ہوسکتی ہے۔ شمنی کی شرح مختصر وقایہ میں ہے۔ واعتاقہ ای المریض مرض الموت ومحاباتہ ہبتہ وضمانہ وصیتہ ای کالوصیۃ فی انہا تعتبر من الثلث ویضرب بہا معہ اصحاب الوصایا اور فصول عمادیہ میں ہے۔ امام المریض یعتبر احکامہ فی وصیتہ وصدقتہ وہبتہ وعتقہ ومحاباتہ فی بیع او اجارۃ او کتابۃ او عتق علی مال من الثلث ولا یجوز الا من الثلث انتہی۔

اور وصیت کرنا کسی وارث کو مرض الموت میں اور ایسی ہبہ کرنا کہ حکم وصیت ہے مطلقاً ناجائز ہے۔ اگر کم از ثلث ہو مگر باجازت بقیہ ورثہ۔ تنقیح الفتاویٰ حامدیہ میں ہے۔ ووہب شیئاً لوارثہ لا یجوز لانہا وصیۃ انتہی

اور خزانۃ المفتین میں ہے لو اوصی الواحد من الورثۃ فانہ لا یجوز الا باجازۃ سائر الورثۃ وہم اصحاء بالغون انتہی

اور جامع الرموز میں ہے ولا تصح الوصیۃ فی کثیر منہ ای من الثلث ولا یصح شئ لوارثہ الا باجازۃ ورثۃ الموصی الوصیۃ باکثر من الثلث لاجنبی او بشئ للوارث فانہا تصح لاسقاطہم حقہم انتہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

سامان جہیز کا مستحق

سوال (۵۱۹) لڑکی کو سامان جہیز میں دیا جاتا ہے۔ اس کے مرجانیکے بعد سامان کا مستحق شوہر ہوتا ہے یا لڑکی کے والدین۔

جواب: جس ملک کا رواج اور عرف عام یہ ہے کہ لڑکی کو جہیز عاریتاً نہیں بلکہ ملک بنا کر دیا جاتا ہے۔ جیساکہ ہندوستان میں ہے تو وہ جہیز لڑکی کی ملک ہوں گی۔ درمختار میں ہے جہز ابنتہ ثم ادعی ان ما دفعہ لہا عاریۃ وقالت ہو تملیک او قال الزوج ذلک بعد موتہا لیرث منہ وقال الاب وورثتہ بعد موتہا عاریتا فالمعتمد ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمراً ان الاب یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ انتہی

پس ان تمام اشیاء کی مستحق لڑکی ہوگی اور وفات کے بعد تمام ورثاء پر تقسیم ہو جائے گی،

قرض کا ہبہ کرنا،

سوال (۵۲۰) مساۃ ہندہ نے زید وغیرہ پر واجب تمام قرضہ جس کا اندراج دستاویز میں ہے اپنے بیٹے بکر کے نام ہبہ بغیر عوض مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا "میں مندرجہ دستاویز تمام قرضہ ہبہ کرتی ہوں اور قبضہ دیتی ہوں" اور اس کے بعد اپنے تمام حقوق مالکانہ ختم کر دیئے، اور ایک ہندو کو بچہ کا والی بنا کر اسی دستاویز ہبہ نامہ میں ولی کو قرض وصول کرنے اور اس نابالغ بچہ کی پرورش اور تعلیم کا انتظام کرنے کا اختیار دیدیا، اور اسی دستاویز مذکور میں یہ بھی لکھا کہ اگر یہ لڑکا فوت ہو جائے تو تمام قرضہ میری اس وقت موجودہ چار لڑکیوں کو مساوی تقسیم کر دیا جائے، اب ایسی صورت میں دستاویز مذکور ہبہ نامہ ہوگی یا وصیت نامہ، اگر وصیت نامہ ہو تو وصیت بمقابلہ وارث کے جائز ہے یا ناجائز اور اگر ہبہ نامہ ہو تو ایسے ہبہ والے کو حق رجوع حاصل ہوگا یا نہیں؟

جواب: جواب سے پہلے ایک امر کا گذارش کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ چونکہ ہبہ شرعی عبارت ہے تملیک عین سے یعنی عین کا مالک کر دینا جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے۔ ہی تملیک العین مجانا اور جیسا کہ درمختار میں ہے الہبۃ ہی تملیک العین بلاعوض علی مانقد مولانا محمد عبدالحی اللکھنوی رحمہ اللہ القوی فی حاشیۃ الہدایۃ اور عین غیر دین ہے بناء علیہ تملیک دین قیاساً باطل اور ناجائز ہوگی، لیکن اگر واہب دین موہوب لہ کو دین موہوب کے قبضہ کرنے پر مسلط کر دیوے اور موہوب لہ اس دین پر قبضہ کر لیوے تو اس نظر سے کہ اب دین مذکور بعد قبضہ کے عین ہو جائیگا اور تملیک عین متحقق ہو جائے گی، تملیک مذکور استحساناً صحیح اور جائز ہو جائے گی اور ایسا تصور کیا جائے گا کہ گویا جب موہوب لہ نے دین مذکور پر قبضہ کر لیا اس وقت واہب نے ہبہ کیا، چنانچہ درمختار میں ہے واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعہا الی ہبۃ العین الخ اور ردالمحتار میں ہے قولہ (واما تملیک الدین الخ) جواب عن سوال مقدر وہو ان تقییدہ بالعین مخرج تملیک الدین من غیر من علیہ الدین مع انہ ہبۃ فیخرج عن التعریف فاجاب بانہ کان عیناً مآلاً فالمراد بالعین فی التعریف ما کان عیناً حالاً او مآلاً الخ، اور غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار میں ہے واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعہا الی ہبۃ العین اور دین کی تملیک غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اس دین کو قبض کرنے کا امر کیا ہو تو ہبہ صحیح ہے، بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کی طرف، یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ ہبہ کی تعریف میں تو تملیک عین داخل ہے تو چاہیئے کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نہ کہیئے، اس کا جواب شارح نے یوں دیا کہ جب صاحب دین نے اس کو قبض دین کا امر کیا اور اس نے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہو گیا تو تملیک عین متحقق ہو گئی، آہ، اور جب یہ بات معلوم ہوئی تو اب اصل سوال کا جواب لکھا جاتا ہے وہو ہذا، ہبہ مذکورہ صورت مسئولہ میں باطل اور ناجائز ہے اور دستاویز مذکورہ ہبہ نامہ نہیں ہے، اس لئے کہ

ہبہ مذکورہ تملیک دَین ہی غیر مدیون کو اس واسطے کہ ہندہ واہبہ نے زرِ قرضہ مندرجۂ دستاویز جو ذمگی مدیون کے ہی اپنے بیٹے نابالغ کو ہبہ کیا ہے اور ایسے ہبہ کے صحیح اور جائز ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ واہب موہوب لہ کو دین موہوبہ کے قبض کرنے پر صراحۃً مسلّط کرے اور یہ شرط صورتِ مسئولہ میں مفقود ہے، بناءً علیہ ہبہ مذکورہ باطل اور ناجائز ہے، چنانچہ ایک عبارت درمختار کی اسی مضمون کی گذر چکی اور نیز درمختار میں ہے تملیک الدین من لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالۃ ووصیۃ واذا سلطہ ای المملک غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ الخ اور ردالمحتار میں ہے (قولہ ولا یجوز من غیرہ) ای لا یجوز تملیک الدین من غیر من علیہ الدین الا اذا سلطہ علیہ والاستثناء فی الاشباہ من ذلک ثلث صور الاولیٰ اذا سلطہ علی قبضہ فیکون وکیلاً قابضاً للموکل ثم لنفسہ الثانیۃ الحوالۃ الثالثۃ الوصیۃ الخ. اور نیز درمختار میں ہے ومنہ مالو وہبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط وفی ردالمحتار (قولہ وما علی ابیہ) ای وامرتہ بالقبض بزازیۃ مدنی (قولہ للتسلیط) ای اذا سلط علی القبض کما یشیر الیہ قولہ ومنہ الخ وفیہ ایضاً فقول الشارح للتسلیط ای للتسلط صریحاً لا حکماً کما فی الساکانی وغیرہ الخ. اور نیز درمختار میں ہے فی الخانیۃ وہبت المہر لابنہا الصغیر الذی من ہذا الزوج الصحیح انہ لا تصح الہبۃ الا اذا سلطت ولدہا علی القبض فیجوز ویصیر ملکاً للولد اذا قبض الخ اور نیز درمختار میں ہے قال فی البحر عن المحیط ولو وہب دیناً لہ علی رجل وامرہ ان یقبضہ فقبضہ جازت الہبۃ استحساناً وان لم یاذن بالقبض لم یجز الخ، اور محیط میں ہے واما ہبۃ ما علی الناس فہو ہبۃ الدین من غیر من علیہ الدین وہبۃ الدین من غیر من علیہ الدین اذا سلطہ علی القبض وقبض صحیحۃ استحساناً اور فصول عمادیہ میں ہے ذکر فی الصغریٰ فی کتاب الہبۃ ہبۃ الدین من علیہ الدین لا یصح الا اذا وہبہ واذن لہ بقبض فقبضہ جاز وذکر فی العدۃ وان لم یامر بالقبض لا یجوز والبنت لو وہبت مہرہا من ابیہا ان امرتہ بالقبض جاز الخ، اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے امرأۃ لہا مہر علی زوجہا ووہبت المہر لابنہا الصغیر للذی من ہذا الزوج الصحیح انہ لا یصح ہذہ الہبۃ لان ہبۃ الدین من غیر من علیہ الدین لا یجوز الا اذا وہبت وسلطت ولدہا علی القبض فیجوز ویصیر ملکاً للولد اذا قبض الخ اگر یہ کہا جاوے کہ واہبہ نے ایک شخص کو موہوب لہ یعنی بکر نابالغ کا ولی اپنی جانب سے مقرر کرکے اس ولی کو دَین موہوبہ کے قبضہ کرنے پر صراحتاً مسلط کیا اور حکم دیا ہے، اور ولی مذکور کو قبضہ کرنے پر صراحتاً مسلط کرنا اور حکم دینا عین موہوب لہ یعنی نابالغ مذکور کو مسلط کرنا اور حکم دینا ہے، پس شرط صحت وجواز ہبہ مذکور کو واہب کا موہوب لہ کو دَین موہوب کے قبضہ کرنے پر مسلط کرنا ہے صورت مسئولہ میں متحقق ہوئی، پس چاہئے کہ ہبہ مذکورہ صحیح اور جائز ہو تو جواب اس کا اوّلاً یہ ہے کہ واہبہ نے جس شخص کو جن امور میں ولی نابالغ مذکور کا مقرر کیا ہے ان امور میں خود ہی ولایت نہیں رکھتی ہے، جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا تو ان امور میں دوسرے کو اپنی جانب سے کیونکر ولی مقرر کرسکتی ہے، اور ثانیاً یہ کہ واہبہ نے جس شخص کو ولی موہوب لہ یعنی نابالغ مذکور کا مقرر کیا ہے وہ شخص اس کا ولی نہیں ہوسکتا، دو وجہ سے، ایک یہ کہ وہ شخص قوم ہنود سے ہے اور ہندو شخص مسلمان لڑکے کا ولی نہیں ہوسکتا اسلئے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں، چنانچہ ہدایہ میں ہے ولا ولایۃ للکافر علی مسلم لقولہ تعالیٰ وَلَن يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى

الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ، ولہذا لاتقبل شہادتہ ولایتوارثان الخ اور نیز ہدایہ میں ہے لانہ لاشہادۃ للکافر علی المسلم الخ اور حاشیہ مولانا الہداد میں ہے قولہ لاشہادۃ للکافر الخ اذلاولایۃ لہ علیہ قال اللہ تعالیٰ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً الخ اور نیز ہدایہ میں ہے وبخلاف شہادۃ الذمی علی المسلم لانہ لاولایۃ لہ بالاضافۃ الیہ الخ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولا ولایۃ لصغیر ولا مجنون ولا کافر علی مسلم ومسلمۃ کذافی الحاوی الخ اور قاضی خاں میں ہے لا ولایۃ للصبی والمجنون ولا المملوک ولا الکافر علی المسلم الخ اور مستخلص شرح کنز میں ہے لاولایۃ لعبد وصغیر ومجنون وکافر علی مسلمۃ اما العبد فلانہ لاولایۃ لہ علی نفسہ والولایۃ علی الغیر بناء علی الولایۃ لنفسہ وکذلک لصغیر والمجنون لعدم الولایۃ علی النفس واما الکافر فلقولہ تعالیٰ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً، اور نیز شرح کنز میں مذکور ہے لاشہادۃ للکافر علی المسلم لقولہ تعالیٰ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا، فاللہ تعالیٰ نفی الولایۃ عن المسلمین والشہادۃ من باب الولایۃ الخ اور رد المحتار میں ہے (قولہ لعدم الولایۃ) تعلیل للمفہوم یعنی ان الکافر لایلی علی المسلمۃ وولدہا المسلم لقولہ تعالیٰ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا الخ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولایصح ولایۃ القاضی حتیٰ یجتمع فی المولی شرائط الشہادۃ کذافی الہدایۃ من الاسلام والحریۃ والتکلف کذافی النہر الفائق الخ اور ہدایہ میں ہے لان حکم القضاء یستفیٰ من حکم الشہادۃ لان کل واحد منہما من باب الولایۃ فکل من کان من اہل الشہادۃ یکون اہلاً للقضاء ومایشترط لاہلیۃ الشہادۃ ویشترط لاہلیۃ القضاء الخ اور درمختار میں ہے واہل الشہادۃ ای اداءہا علی المسلمین الی قولہ وشرط اہلیتہا شرط اہلیۃ فان کلامنہما من باب الولایۃ الخ۔ اگر یہ سوال کیا جاوے کہ گو ولایۃ اجبار بمعنی تنفیذ القول علی الغیر شاء اوابی کافر کی مسلمان پر نہیں، لیکن صورت مسئولہ میں واہبہ نے جس شخص کو ولی مقرر کیا ہے اس کو ولی بمعنی سربراہ کار مقرر کیا ہے نہ ولی بمعنی مذکور پس ولی بمعنی مذکور میں اسلام کی شرط ہونے سے لازم نہیں آتا کہ ولی بمعنی سربراہ کار میں بھی اسلام شرط ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں واہبہ نے جس شخص کو ولی مقرر کیا ہے، اس پر تعریف ولی بولایت اجبار کے صادق ہے، اس لئے کہ واہبہ نے جو اختیارات شخص مذکور کو نسبت نابالغ مذکور کے دیئے ہیں جیسے وصول کرنا زرقرضہ مندرجہ دستاویز کا مدیون سے اور اس میں تصرف کرنا اور اس کے محصل سے پرورش وتعلیم نابالغ کی کرنا وہ سب اختیارات شخص مذکور کو واہبہ کے اختیار دینے سے نابالغ مذکور کے حق میں نافذ ہوں گے، خواہ نابالغ مذکور منظور کرے یا نہ کرے اور یہی معنی تنفیذ القول علی الغیر شاء اوابی کے ہیں، پس تعریف ولی بولایت اجبار کے شخص مذکور پر بے شبہ صادق ہے، اب چاہو اس کا نام سربراہ کار رکھو یا اور کچھ رکھو، نام بدل دینے سے حکم نہیں بدل جاتا، اور جب تعریف ولی مذکور کی شخص مذکور پر صادق آئی تو اس میں اسلام کا پایا جانا بھی شرط ہوا اور ہرگاہ اسلام اس میں مفقود ہے تو ولی نابالغ مذکور کا نہیں ہوسکتا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ واہبہ نے شخص مذکور کو ولی فی المال ہی قرار دیا ہے اس لئے کہ زرقرضہ مندرجہ دستاویز مدیون سے وصول کرکے اس میں تصرف کرنے اور اس کے محصل سے پرورش نابالغ کی کرنے کا بھی اس کو اختیار دیا ہے اور ولی مال چھ ہی شخص ہوسکتے ہیں، ان کے سوا اور کسیکو ولایت مال

ین نہیں ہو سکتی، ایک باپ دوسرے اس کا وصی تیسرے دادا چوتھے اس کا وصی پانچویں قاضی، چھٹے اس کا نائب اور شخص مذکور ان چھٹوں سے نہیں ہے، پس شخص مذکور ولی نابالغ مذکور کا نہیں ہو سکتا، اور اسی سے معلوم ہوا کہ واہبہ بھی کہ ماں نابالغ مذکور کی ہے ولی مال میں نہیں ہو سکتی، درمختار میں ہے الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ الخ اور ردالمحتار میں ہے قولہ ولا المال، فان الولی فیہ الاب ووصیہ والجد ووصیہ والقاضی ونائبہ فقطرح الخ، اور فصول عمادیہ میں ہے ذکر فی باب المصراۃ من بیوع شرح الطحاوی عن الولایۃ فی مال الصغیر الی الاب ووصیہ ثم الی وصی وصیہ فان مات الاب ولم یوص الی احد فالولایۃ الی اب الاب ثم الی وصیہ ثم الی وصی وصیہ فان لم یکن فالقاضی ومن ینصب القاضی الخ اور نیز فصول عمادیہ میں ہے لیس لغیر الاب والجد ووصیہما ولایۃ التصرف فی مال الصغیر الخ۔ اور نیز اسی میں ہے وللاب والجد ووصیہما اجارۃ عبد الصغیر وسائر املاکہ واموالہ فاما غیر ہؤلاء من الصغیر فی حجرہ لایملک اجارۃ مال الصغیر لانہ لیس لغیر ہؤلاء ولایۃ التصرف فی مال الصغیر الخ اور نیز اس میں ہے وذکر فی اذون شرح الطحاوی ویجوز اذن الاب والجد ووصیہما واذن القاضی ووصیہ للصغیر فی التجارۃ وعبد الصغیر ولا یجوز اذن الام للصغیر واخیہ وامہ لان ہؤلاء لیس لہم ولایۃ التصرف فی مالہ فلا یکون لہم ولایۃ الاذن الخ اور ثالثاً یہ کہ واہبہ کا ولی مذکور کو تسلیط صریحی کرنا عین موہوب لہ کی نسبت تسلیط صریحی ہونا ممنوع ہے اور غیر مسلم، اور غایۃ الامر یہ ہے کہ تسلیط موہوب لہ کی نسبت تسلیط حکمی ہوگی اور تسلیط حکمی اس باب میں کافی نہیں تسلیط صریحی درکار ہے، جیسا کہ عبارت مرقومۃ الصدر منقولہ ردالمحتار سے معلوم ہوا اور تسلیط صریحی یہاں مفقود ہے. پس شرط صحت وجواز ہبہ مذکور صورت مسئولہ میں مفقود ہے. پس ہبہ مذکورہ باطل اور ناجائز ہے. اگر یہ کہا جاوے کہ صورت مسئولہ میں، واہبہ کہ ماں موہوب لہ کی ہے اگرچہ ولی فی المال نہیں ہو سکتی لیکن جب کہ موہوب لہ نابالغ اور ماں کے عیال میں ہو اور باپ یا دادا یا ان کے وصی میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ماں ایسی صورت میں درباب قبضۂ ہبہ کے ولی ہو سکتی ہے. جیسا کہ ردالمحتار میں ہے والوصی کالاب والام کذلک لو کان الصبی فی عیالہا ان وہبت لہ او وہب لہ تملک الام القبض وہذا اذا لم یکن للصبی اب ولا جد ولا وصیہما اور یہاں بھی یہی صورت واقع ہے کہ جب موہوب لہ نابالغ ہے اور ماں کی عیال میں ہے. اور باپ اور دادا اور ان کے وصی میں سے کوئی موجود نہیں ہے پس ماں درباب قبضہ ہبہ کے ولی ہوگی، اور ایسے ولی کا ہبہ نابالغ کو مجرد عقد ہبہ کے تام اور کامل ہو جاتا ہے، پس ہبہ مذکور بھی تام اور کامل ہوگی اور حاجت شرط مذکور کی نہ ہوگی تو جواب اس کا یہ ہے کہ ولی کا ہبہ نابالغ کو اس صورت میں تام اور کامل ہوتا ہے جب کہ شئ موہوب واہب کے یا امین واہب کے قبضہ میں ہو اور صورت مسئولہ میں یہ شرط مفقود ہے، اس لئے کہ دین موہوب نہ واہبہ کے قبضہ میں ہے اور نہ اس کے امین کے قبضہ میں بلکہ اس کے مدیونوں کے ذمہ ہے جو اس کے امین نہیں ہیں پس اس صورت میں ماں کی ولایت کافی نہیں ہوئی اور حاجت شرط مذکور کی باقی رہی اور ہبہ مذکورہ باطل اور ناجائز رہی درمختار میں ہے وہبۃ من لہ الولایۃ علی الطفل فی الجملۃ الی قولہ تتم بالعقد لو کان الموہوب معلوما وکان فی یدہ او فی ید مودعہ لان قبض

الولی ینوب عنہ الخ آور ہدایہ میں ہے واذا وہب الاب لابنہ الصغیرۃ ہبۃ ملکہا الابن بالعقد لانہ فی قبض الاب فینوب عن بعض الہبۃ ولا فرق بین ما اذا کان فی یدہ اوفی ید مودعہ لان یدہ کیدہ بخلاف ما اذا کان مرہونًا او مغصوبًا او مبیعًا بیعًا فاسدًا لانہ فی ید غیرہ او فی ملک غیرہ الی قولہ وکذا اذا وہبت لہ امہ وہو فی عیالہا والاب میت ولا وصی لہ وکذلک کل من یعولہ الخ آلحاصل جب صورت مسئولہ میں ہبہ مذکورہ ہبہ دین کا غیر مدیون کو ہے، اور ایسے ہبہ کے صحیح اور جائز ہونے کے لئے واہب کا موہوب لہ کو دین موہوب کے قبضہ کرنے کا صراحۃً حکم دینا شرط ہے، اور یہ شرط مانحن فیہ میں مفقود ہے۔ اور ولایت ولی مذکور کی متصور نہیں اور نہ تولیت واہبہ کی صحیح اور نہ خود واہبہ کی ولایت قبضِ ہبہ میں کافی ہے، جیسا کہ یہ سب امور وجوہ مذکورہ بالا سے معلوم ہوئے تو بے شبہ ہبہ مذکورہ باطل اور ناجائز ہے، اور جب ہبہ مذکورہ خود ہی باطل اور ناجائز ہے، تو حاجت اس کے رجوع وعود کی نہیں اور اگر بالفرض ہبہ مذکورہ صحیح اور جائز بھی ہو جب بھی اس ہبہ سے بدیں وجہ کہ ہنوز قبضہ دین موہوب پر نہیں ہوا ہے، واہبہ کو اختیار رجوع اور عود کا حاصل ہے، اور بدون حکمِ حاکم اور رضامندی یکدگیر کے رجوع اور عود کر سکتی ہے، اس لئے کہ ایسی ہبہ میں بلکہ عام ہبہ میں بھی جبتک موہوب لہ شئے موہوب پر قبضہ نہ کرلیوے شئے موہوب نہ اس کی ملک ہوتی ہے اور نہ ہبہ لازم اور مستحکم ہوتا ہے، اور جب تک ہبہ لازم اور مستحکم نہ ہو واہب کو اس سے اختیار رجوع وعود کا بدون حکمِ حاکم اور رضامندی یکدگیر کے حاصل رہتا ہے، گو ہبہ دین ذی رحم محرم بلکہ ہبہ دین غیر مدیون میں واہب کو یہ بھی اختیار حاصل رہتا ہے، کہ موہوب لہ کو دین موہوب پر قبضہ کرنے سے منع کردیوے، قاضی خاں میں ہے ویصیر ملکا للولد اذا قبض الخ اور اسی طرح ردالمحتار میں ہے نقلاً عن الخانیۃ نقلنا سابقا آور فصول عمادیہ میں ہے وفی بعض الکتب الفقۃ الموثوق علیہ ہبۃ الدین من غیر من علیہ الدین لایجوز الا اذا سلط علی قبضہ ویصیر کانہ وہبہ قبضہ ولایستحکم الا بالقبض الخ آور ردالمحتار میں ہے قال بعض الفضلاء ولہذا لایلزم الا اذا قبض ولہ الرجوع قبلہ فلا منعہ حیث کان بحکم النیابۃ القبض الخ آور نیز ردالمحتار میں ہے قال فی الاشباہ صحت ویکون وکیلا قابضا للموکل ثم لنفسہ ومقتضاہ عزلہ عن التسلیط قبل القبض الخ آور محیط میں ہے الہبۃ انواع ہبۃ لاجنبی وہبۃ لذی رحم محرم وہبۃ لذی رحم لیس بمحرم وہبۃ لمحرم لیس بذی رحم وفی جمیع ذلک للواہب حق الرجوع قبل التسلیم لانہ بالرجوع قبل التسلیم یمتنع عن تمام القبض الخ آور درمختار میں ہے صح رجوع المتصدق فیہا بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الہبۃ الخ آور قاضی خاں میں ہے وصدقۃ اذا تمت بالقبض لایرجع فیہا کانت للقریب او للاجنبی وللواہب ان یرجع فی ہبتہ قبل ان یقبضہ الموہوب لہ کان الموہوب لہ حاضرًا او غائبًا اذن لہ فی قبضہ اولم یاذن یتفرد الواہب فی الرجوع قبل القبض وبعد القبض لایرجع الا بالقضاء او رضاء الخ

اور یہ قول سائل کا کہ واہبہ نے ہبہ کرکے قبضہ اور استحقاق مالکانہ اپنا اس جائداد سے اٹھا لیا، قبضہ ہبہ کے لئے کچھ مفید نہیں، بلکہ یہ قول بے معنی ہے، اس واسطے کہ مراد سائل کی اس جائداد سے کیا ہے؟

اگر زرقرضہ مندرجہ دستاویز ذمگی مدیونان ہے، تو ہنوز واہبہ کے قبضہ میں نہیں کہ ہبہ کرکے اس سے اپنا قبضہ اٹھالیتی اور اگر مراد اس سے جائداد مستغرقہ ہے تو وہ موہوب نہیں اور نہ واہبہ کی ملک ہے، کہ اس کو ہبہ کرسکتی اور نہ استحقاق مالکانہ اپنا اس پر رکھتی ہے کہ اس کو اٹھالیتی، پس یہ قول بے معنی اور لغو ہے، اگر یہ کہا جاوے کہ جس دستاویز میں زرقرضہ مندرج ہے، یعنی جسکو مدیونوں نے دائنہ کو لکھ کر دیا ہے، وہ دستاویز یا تو خود دائنہ کے قبضہ میں ہوگی، یا دائنہ کے موہوب لہٗ کے یا اس کے ولی کے قبضہ میں دیدیا ہوگا، اور ان سب صورتوں میں قبضہ ہبہ متحقق ہوتا ہے، اس لئے کہ اگر خود دائنہ کے قبضہ میں ہوگا، تو اس واسطے کہ دائنہ درباب قبضہ ہبہ نابالغ کے ولایت رکھتی ہے، جیساکہ اوپر گذرچکا اور قبضہ ولی کا بجائے قبضہ موہوب لہٗ کے ہے جیساکہ یہ بھی معلوم ہوا، پس قبضہ ہبہ کا متحقق ہوا اور اگر موہوب لہٗ کے قبضہ میں دیدیا ہے، تو اس صورت میں تحقق قبضۂ ہبہ ظاہر ہے اور اگر ولی کے قبضہ میں دیدیا ہو، تو اس واسطے کہ وہ امین واہبہ کا قبضہ بجائے واہبہ کے قبضہ کے ہے، اور واہبہ کا قبضہ بجائے موہوب لہٗ کے قبضہ کے ہے، جیساکہ اوپر معلوم ہوا، پس ان سب صورتوں میں قبضۂ ہبہ متحقق ہوا، اور جب قبضۂ ہبہ متحقق ہوا تو اب ہبہ مذکور تام اور کامل ہوگا اور اس سے رجوع اور عود ناجائز ہوگا. اور اگر جائز بھی ہو تو بدون حکمِ حاکم یا رضامندی یک دیگر کے ناجائز ہوگا، تو جواب اس کا یہ ہے کہ کسی صورت میں صورتِ مذکورہ سے قبضۂ ہبہ متحقق نہیں ہوتا، اس لئے کہ دستاویز مذکور موہوب نہیں ہے، کہ اس کا قبضہ قبضۂ ہبہ ٹھہرے، بلکہ موہوب زرقرضہ مندرجۂ دستاویز ہے جو ذمگی مدیونان ہے، اور زرقرضہ مذکورہ نہ واہبہ کے قبضہ میں ہے نہ موہوب لہٗ کے قبضہ میں، اور نہ اس شخص کے قبضہ میں جسکو واہبہ نے ولی اس کا مقرر کیا ہے بلکہ اگر زید مذکور پر بھی شخص مذکور کا قبضہ ہوگیا ہوتا جب بھی قبضہ ہبہ کے لئے کافی نہیں ہوتا، اس واسطے کہ شخص مذکور موہوب لہٗ کا ولی نہیں جیساکہ سابقاً معلوم ہوا اور اگر مجرد دستاویز مذکور کا قبضہ واہبہ میں ہونا یا موہوب لہٗ کا اس پر قبضہ کرادینا قبضۂ زرمندرجہ دستاویز کے لئے کفایت کرتا تو جس وقت مدیون نے دستاویز مذکور لکھکر دائنہ کو دیدی تھی اور اس پر اس کا قبضہ کرادیا تھا، تو یہی دستاویز مذکور کا دائنہ کو دیدینا اور اس پر اس کو قبضہ کرادینا ادائے زرقرضہ دائنہ مندرجۂ دستاویز کے لئے کفایت کرجاتا، اور یہی ادائے زرقرضہ دائنہ سمجھا جاتا اور پھر مطالبہ ادائے زرقرضہ مذکور کا ان سے ساقط ہوجاتا، کما ترٰی، اور جب ثابت ہوا کہ کسی صورت میں صورتِ مذکورہ سے قبضۂ ہبہ متحقق نہیں ہے تو ہبہ مذکورہ ناتمام اور ناکمل رہا، پس واہبہ کو اختیار رجوع اور عود کا ہبہ مذکورہ سے بلاحکم حاکم اور رضامندی یک دیگر کے باقی رہا، اگر یہ کہا جاوے کہ گو دستاویز مذکور پر موہوب لہٗ یا اس کے ولی کا قبضہ کرادینا قبضہ ہبہ کے لئے مفید نہیں، لیکن حصولِ شرط صحت وجواز ہبہ مذکورہ کے لئے تو ضرور مفید ہوگا، پس ہبہ مذکورہ صحیح اور جائز ہوگا تو جواب اس کا یہ ہے کہ شرط صحت وجواز ہبہ مذکورہ تسلیط صریحی ہے نہ حکمی اور دستاویز مذکور پر قبضہ کرادینے سے اگر تسلیط متحقق بھی ہو تو تسلیط حکمی متحقق ہوگی نہ تسلیط صریحی اور تسلیط حکمی کافی نہیں، اور باایں ہمہ

تسلیط مانع رجوع نہیں کما سلف مفصلاً بلکہ ایسی ہبہ سے کہ واہبہ نے اسمیں بے انصافی کی ہے کہ صرف بیٹے کو ہبہ کیا اور بیٹیاں بھی موجود ہیں انکو محروم کیا، رجوع کر لینا اولیٰ اور بہتر ہے، چنانچہ صحیحین اور دیگر صحاح میں نعمان بن بشیر سے روایت ہو کہ ان کے باپ نے ان کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اور اپنی اور اولاد کو محروم کیا تھا، تب ان کی ماں نے ان کے باپ سے کہا میں راضی نہ ہوں گی یہاں تک کہ گواہ کرو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تب ان کے باپ ان کو لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس لڑکے کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اور اس کی ماں نے مجھ کو حکم کیا ہے کہ میں آپ کو گواہ کروں سو آپ گواہ رہیں، آپ نے پوچھا اسی طرح تو نے اپنی اور اولاد کو بھی کیا ہے؟ کہا نہیں فرمایا کیا خوش آتا ہے تجھ کو تیری سب اولاد تیرے ساتھ بھلائی کرنے میں برابر ہوں، کہا کیوں نہیں، فرمایا سو ایسا مت کر، اور پھیر لے اس غلام کو اور مت گواہ کر مجھکو میں ظلم پر گواہی نہیں کرتا اور فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو، تب ان کے باپ نے اس ہبہ سے رجوع کیا، یعنی اس غلام کو پھیر لیا، فی المشکوۃ عن نعمان بن بشیر ان اباہ اتی بہٖ الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی نحلت ابنی ہذا غلاماً فقال اکل ولدک نحلت مثلہ قال لا قال فارجعہ وفی روایۃ انہ قال ایسرک ان یکونوا الیک فی البر سواء قال بلیٰ قال فلا اذا وفی روایۃ انہ قال اعطانی ابی عطیۃ فقالت عمرۃ بنت رواحۃ لا ارضی حتے تشہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی اعطیت ابنی من عمرۃ بنت رواحۃ عطیۃ فامرتنی ان اشہدک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اعطیت سائر ولدک مثل ہذا، قال لا قال فاتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم قال فرجع فرد عطیۃ وفی روایۃ انہ قال لا اشہد علی جور...... متفق علیہ الخ اور دستاویز مذکور وصیت نامہ بھی نہیں ہو اس لئے کہ وصیت اس تملیک کو کہتے ہیں جو مضاف بما بعد موت ہو، تنویر الابصار میں ہے ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت اور تملیک مذکور دستاویز میں مضاف بما بعد موت نہیں ہو، پس دستاویز مذکور وصیت نامہ نہیں ہو اور وصیت بمقابلہ وارث کے یعنی وصیت واسطے وارث کے ناجائز ہے، ہدایہ میں ہے لا یجوز لوارثہ لقولہ علیہ السلام ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ الا لا وصیۃ لوارث، خلاصہ جواب اصل سوال کا یہ ہے کہ ہبۂ مذکورہ بوجہ فوت ہونے شرط صحت وجواز اس کی کے باطل اور ناجائز ہے، اور دستاویز مذکور ہبہ نامہ نہیں ہے، اور بالغرض صحت وجواز بوجہ عدم لزوم واستحکام اس کے بجہت عدم قبضہ کے واہبہ کو اختیار رجوع اور عود کا بلا حکم حاکم و رضامندی یک دیگر کے حاصل ہے، اور بجہت وقوع بے انصافی کے رجوع اولیٰ اور بہتر ہے، اور دستاویز مذکور وصیت نامہ بھی نہیں ہے، اور وصیت بمقابلہ وارث کے ناجائز ہے، واللہ اعلم بالصواب، حررہ محمد عبد اللہ عفی عنہ۔

فی الواقع صورت مذکورہ میں ہبہ غیر نافذ ہے اور واہبہ کو اختیار رجوع کا ہے، بلکہ رجوع بہتر ہے، اور ولایت کافر کی مسلمان پر غیر معتبر ہے، واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

ہبہ کرنے کے بعد مرض میں تخفیف ہو جانا ،

سوال (۵۲۱) ایک مریض نے شدتِ مرض میں ہبہ کیا اور بعد میں افاقہ ہوگیا، اور خطرہ کی صورت نہیں رہی مگر مرض کا اثر باقی تھا، اور اسی حالت میں مرض جدید کا حملہ ہوا، اور فوت ہوگیا، تو یہ شخص بوقت ہبہ مریض بمرض الموت سمجھا جائے گا، یا نہیں، اور مرض سابق کے اثر باقی رہنے کی وجہ سے ہبہ میں خلل تو نہیں آئے گا؟

جواب ، امراض ممتدہ میں ایک سال گذرنے سے قبل موت کا واقع ہونا نفاذ ہبہ سے مانع نہیں ہوگا، بلکہ صرف خوف ہلاکت کی صورت میں ہے، پس صورتِ مذکورہ میں وہ شخص واہب مریض بمرض الموت متصور نہ ہوگا، اور مرض سابق کے اثر کے باقی رہتے ہوئے ایک سال کے اندر اندر مرض جدید کے حملہ سے موت کا آجانا ہبہ میں مخل نہ ہوگا،

وقایہ اور اس کی شرح ہروی میں ہے وھبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول یجوز من کل مالہ کھبۃ الصحیح ان طالت مدتہ الی مدۃ کل واحد من ھذہ الامراض وقد روہ بسنتہ کما فی الھدایۃ وغیرھا فانہ اذا طالت المدۃ صار بمنزلۃ طبع من طبائعہ ولم یخف موتہ منہ غالبا بان لایحس ازدیادہ شیئاً فشیئاً کالعمی مکان صاحبہ فی التصرف بمنزلۃ الصحیح وان لا ای وان لم یطل مدتہ وکان بحیث یزداد حالا فحالا ویخاف فیہ الھلاک غالباً فمن ثلثہ انتھی ملخصا۔

اور برجندی شرح مختصر وقایہ میں ہے مرض الموت مایکون سببًا للموت وذلک اذا کان یزداد حالا فحالا الی ان یکون آخرہ الموت فاذا استحکم ولا یزداد لعدۃ لم یکن سببا للموت وصار صاحبہ فی التصرف بمنزلۃ الصحیح آور عینی رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں وان لا فمن ثلثہ ای ان لم یتطاول علیہ ذلک بحیث قد خاف منہ یکون کالمریض لانہ ح یکون سببا للموت غالبًا انتھی،

اور زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں ای ان لم یتطاول یعتبر تصرفہ من الثلث اذا کان صاحب فراش ومات منہ فی ایامہ لانہ فی ابتدائہ یخاف منہ الموت ولھذا یتداوی فیکون مرض الموت انتھی، اور منح الغفار شرح تنویر الابصار میں ہے وھبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف موتہ منہ والا ای وان لم تطل المدۃ وخیف موتہ منہ فمن ثلثہ انتھی۔

اور شمنی شرح مختصر وقایہ میں ہے والا ای وان لم یطل مدتہ وخیف موتہ منہا ومات فمن ثلثہ لانہا فی ابتدائہا یخاف منہا الموت ولھذا یتداوی منہا فتکون مرض الموت انتھی،

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ سال کے اندر فوت ہو جانے سے ہبہ ساقط نہ ہوگا، مگر جب کہ خوف و ہلاکت غالب ہو اور موت مرض سابق سے واقع ہو،

شاہی وظیفہ کے حقدار

سوال (۵۲۲) بادشاہ کی طرف سے زید کا وظیفہ مقرر ہے، مگر اس کے لڑکا کوئی نہیں، اب زید چاہتا ہے کہ وظیفہ میرے داماد کے نام سے جاری رہے، یا زید خود اس کو ہبہ یا رہن یا بخشش کرنا چاہتا ہے اور زید کے حقیقی یا چچازاد بھائی دعوی کرتے ہیں کہ زید کا وظیفہ بھائی کو ملنا چاہیے، موجودہ صورت میں زید کو اپنے داماد کے نام ہبہ یا بیع وغیرہ کرنے کا حق حاصل ہے، یا بادشاہ کو اختیار ہے، اور اس وظیفہ میں بھائی زیادہ مستحق ہوں گے یا داماد،

جواب۔ جو وظیفہ تمام حقوق سے مجرد اور خالی ہے اس کا رہن، بیع یا ہبہ جائز نہیں، بلکہ اس میں بادشاہ کو اختیار کامل ہو کسی بھی مستحق کے نام جاری کردے، الاشباہ والنظائر میں ہے، فی صلح البزازیۃ رجل لہ عطاء فی الدیوان مات عن ابنین فاصطلح علی ان یکتب فی الدیوان اسم احدھما ویاخذ العطاء والاخر لاشئ لہ من العطاء ویبذل لمن کان العطاء لہ مالاً معلوما فالصلح باطل ویرد بدل الصلح والعطاء الذی جعل الامام عطاء لہ لان الاستحقاق للعطاء باثبات الامام لادخل فیہ لرضاء الغیر وجعلہ غیران السلطان ان منع المستحق فقد ظلم مرتین فی قضیۃ حرمان المستحق واثبات غیر المستحق مقامہ انتھی،

اسی میں دوسری جگہ مذکور ہے الحقوق المجردۃ لایصح الاعتیاض عنھا لحق الشفعۃ فلو صالح عنہ بمال بطلت ورجع بہ وعلیٰ ھذا لایجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقات انتھیٰ،

ہبہ بالمشاع یا اقرار نامہ

سوال (۵۲۳) حامد فوت ہوا اور دو لڑکے احمد و محمود اور ایک مکان خاص پیدا کردہ اپنا ورثا اور متروکہ چھوڑا، اور اس کے بعد مابین احمد اور محمود برادران حقیقی کے متروکہ پدری انصافاً تقسیم ہو گیا، محمود نے بوجہ لاولدی کے مسعود برادر عم زاد حقیقی اور احمد نے محمود امجد وغیرہ نواسوں کو متروکہ اپنا اپنا دیکر ایک ایک اقرار نامہ حسب ضابطۂ شرعی بدیں مضمون کہ یہ مکان نصف مشاع وملک فلاں شخص و نصف مشاع حق وملک فلاں فلاں اشخاص کا ہے ہم مقران عاریتاً اس میں قیام پذیر ہیں، مالکان مکان جب چاہیں ہم سے تخلیہ مکان کا کرالیویں ہم کو کچھ عذر نہ ہوگا ۱۲۷۵ھ ہجری میں لکھ دیا، اور وہ اقرار نامہ بگواہی ومہر مکمل ہو گیا، اور اقرار نامہ میں مقران نے بہ نسبت مکان مذکورہ ملکیت اپنی اپنی نہ بروئے ارث ونہ بروئے خرید اور نہ کچھ اور ذکر مذکور دینے یا نہ دینے مکان کا بہ نسبت ورثۂ مذکورین کے لکھا، پس اس سے صاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملکیت مقرلہم کی اس مکان پر کسی طریق دیگر سے ہے، کہ وہ مقران عاریۃً واجارۃً اس میں قیام پذیر ہیں، چنانچہ وہ دونوں مقران اقرار نامہ اسی

مکان میں رہے اور مرے اور انہی کا قبضہ رہا، مگر چونکہ بیعنامہ مکان مذکور موسومہ حامد مورث اعلیٰ تقسیم نہیں ہو سکتا تھا، پس بوجہ دور اندیشی و دفع مناقشۂ آئندہ کے ہر دو مقران اقرار نامہ نے یہ اقرار نامہ بمہر و دستخط اپنے اپنے کے لکھ دیا، اور اصل بیعنامہ مکان موسومہ حامد پاس ورثہ مذکور کے اور اقرار نامہ مذکور پاس ورثہ محمد و امجد وغیرہ کے موجود ہے ہر ایک فریق کے پاس دوسرے کا وثیقہ موجود نہیں ہے دوم یہ کہ ابتدائے اقرار نامہ مذکور سے اب تک ورثائے محمود و امجد وغیرہ کا بوجہ اتفاق و یکجہتی باہمی وخصوصاً بنظر عدم بدنیتی و عدم بے ایمانی وغیرہ طرفین کے کسی طرح کا قبض و تصرف مکان مذکور پر نہیں ہوا، بدستور علی ترتیب النسل ورثہ مسعود کا قبض و تصرف ہے، اب ورثہ محمود و امجد وغیرہ۔۔۔، بعد چندیں مدت مدیدہ و عرصۂ بعید کے بموجب اقرار نامۂ موجودہ ورثہ مسعود سے (کہ شرعاً کوئی میعاد دعوے کی مقرر نہیں ہے، اور ہر وقت مدعی کو اپنے دعوے کا اختیار ہے) نصف مکان کے مدعی ہوئے، تو ورثہ مسعود بہ نیت حق تلفی و نادہندی و عدم پابندی شریعت و ایمان داری کے اقرار نامہ کو ہبہ بالمشاع قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بحالت موجودگی پوتوں کے نواسگان کو کیونکر حق مل سکتا ہے، اگر کچھ حق بھی تمھارا ہوتا تو وارثان تمھارے اب تک کیوں خاموش بیٹھے رہے، ورثہ محمود وغیرہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہبہ نامہ نہیں بلکہ اقرار نامہ ہے اور اس کی کسی عبارت سے ہبہ بالمشاع نہیں پایا جاتا ہے، اور اگرچہ ابتدا سے اب تک بوجہ اتفاق باہمی اور عدم بدنیتی اور بے ایمانی طرفین کے کوئی کسی طرح کا قبض و تصرف ہمارا نہیں ہوا، لیکن عندالشرع کوئی میعاد دعویٰ مقرر نہیں، ہے اور نہ بطلان حق حقدار ہو سکتا ہے، اور ہم بموجب اقرار نامہ موجودہ نہ بموجب حق نواسگی یا عصوبت وغیرہ کے حصہ اپنا طلب کرتے ہیں، اور یہ اقرار نامہ ایسا تصور کرنا چاہیے جیسا کہ محمد امین تمھارے جد نے باوجود موجودگی عصبہ یعنی اپنے برادر زادہ حقیقی کے اپنا نصفی متروکہ صحرائی و سکنائی اپنے برادر زادہ حقیقی کو اور نصفی متروکہ صحرائی و سکنائی اپنا مساۃ ہندہ نواسی حقیقی محروم الارث کو بنظر دور اندیشی دین مہر زوجہ اپنی کے جو جدۂ صحیحہ مساۃ ہندہ کی ہوتی ہے اور مساۃ ہندہ باولاد برادر زادگان زوجہ کے کتخدا ہوئی ہے، ایسا نہ ہو کہ نواسی کا خسر یا خاوند اپنی عمہ جو میری عصبہ ہے کا مدعی ہو جائے لکھ دیا ویسا اس اقرار نامہ کو بھی تصور کرنا چاہیے کہ واسطے دفع مناقشۂ آئندہ کے احمد نے بدین مہر زوجہ اپنے کے بنام محمود و امجد وغیرہ کے یہ اقرار نامہ لکھ دیا، ورنہ احمد بموجودگی دختر کے نواسگان کو کیوں لکھ دیتا، علاوہ اس کے وہ لوگ عالم و فاضل و قاضی و پابند شریعت منجانب سلاطین اہل اسلام مقرر تھے، ایسی بے ضابطگی برخلاف شریعت ان سے نہیں ہو سکتی تھی، اور تقسیم ہونا متروکہ پدری کا باہم ہر دو برادران مذکوران کے اور پہلے

مرزا محمود کا اور بعد اس کے مرزا احمد کا اور دیدینا اپنا اپنا متروکہ مسعود و محمد وغیرہ کو کتاب اغصان الانساب مصنفہ جد تمہارے سے بخوبی ثابت اور مؤید ہے تو ایسی صورت میں کل متروکہ حامد کا بوجہ تقدیم و تاخیر اموات کے احمد کی طرف شرعاً عود کرتا ہے، پس علمائے دین کے نزدیک آیا اقرار نامہ یا ہبہ نامہ بالمشاع متصور ہوگا اور یہ اقرار نامہ اور یہ کارروائی بعینہ کارروائی محمد امین جد ورثہ مسعود کے پائی جاتی ہے یا نہیں، اور یہ اقرار نامہ جائداد اور نیز قابضان جائداد پر شرعاً بعد چندیں مدت مدیدہ نافذ ہو سکتا ہے یا نہیں، اور ورثہ محمود و امجد وغیرہ بروئے اس اقرار نامہ کے دعویٰ ورثہ مسعود سے کرسکتے ہیں یا نہیں، اور جو کہ زوجہ محمد امین کے چار یا پانچ برادر زادگان حقیقی ہیں، اور محمد امین بدین مہر زوجہ اپنے کے تحریر جائداد صحرائی و سکنائی موسومہ نواسی محروم الارث اپنے کو باوجودگی برادر زادہ حقیقی اپنے کو دے چکا ہے، تو دیگر برادر زادگان حق دین مہر عمہ حقیقی اپنے کا بہ تعداد بائیس ہزار کے مقرر ہے، کس متروکہ محمد امین سے آیا متروکہ مقبوضہ مساۃ ہندہ یا متروکہ مقبوضہ برادر زادہ حقیقی محمد امین یا دونوں کے مقبوضہ میں سے پا دیں گے، جو کچھ کہ از روئے شرع شریف کتب فقہ سے ثابت ہو، بقید عبارت و نام کتاب جواب ہر ایک امورات مستفسرہ کا ارقام فرمادیں،

بینوا توجروا،

جواب ۔ تحریر دوست محمد و نورالحق اگرچہ بحسب ظاہر اقرار ملک للغیر ہے، نہ ہبہ ولیکن بیان مستفتی سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس الامر میں مکان مقر بہ ملک مقرین تھا، نہ ملک مقرلہم نورالحق ایک مقر نے اپنا حصہ نصف مشاع محمد احمد اپنے برادر عم زاد حقیقی کو اور دوست محمد دوسرے مقر نے اپنا نصف مشاع اپنے چار نواسوں محمد حفیظ اللہ وغیرہ کو دے کر بنظر دور اندیشی و رفع مناقشہ آئندہ کے اقرار ملک ان کے لئے لکھدیا اور باوجود اس اقرار کے تمام عمر خود وہ دونوں مقر اس پر قابض و متصرف رہے، اور مقرلہم کو تسلیم نہیں کیا، اور ورثہ محمد حفیظ اللہ وغیرہ بھی خود اس امر کے معترف ہیں اور معاملہ محمد امین الدین کو بطور نظیر اور کتاب اغصان الانساب مؤلفہ رضی الدین محمود جد ورثہ محمد احمد کو بطور تائید اور شہادت کے پیش کرتے ہیں، اور اس خاندان میں ایک کتاب کے موجود ہونے کے سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر لوگ اس قوم کے اس امر پر مطلع ہیں اسوجہ سے یہ اقرار تملیک عین بلاعوض یعنی ہبہ ٹھہرایا جاویگا اور شرائط ہبہ اس میں مرعی ہونگے اور ہبہ مشاع اور ہبہ بغیر قبض نافذ نہیں ہوتے، پس ورثہ مقرلہم اس اقرار کی بناء پر دعویٰ مکان مقر بہ کا نہیں کرسکتے، اور جبراً ان کو ورثہ مقرین سے لینا حرام ہے ہاں اگر وہ دونوں مقر بعد اقرار کے اس مکان مقر بہ کو تقسیم کرکے ہر ایک مقرلہ کو موافق اقرار کے تسلیم کردیتے تو اس صورت میں یہ اقرار ابتدائے ہبہ ٹھہرایا جاتا اور مقرلہم مالک ہوجاتے، فی الدر المختار اقر الآخر بعین ولم یضفہ لکن من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فہل یکون اقرارا وتملیکا ینبغی الثانی فیراعی فیہ شرائط التملیک

قراجو انتہی وایضاً فیہ عن البزازیۃ حتی اقرکاذ بالم یحل لہ لان الاقرار لیس سبباً للملک نعم لو سلمہ برضاہ کان ابتداء ہبۃ وہو الاوجہ انتہی وفی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ عن الخانیۃ رجل اقر فی صحتہ وکمال عقلہ ان جمیع ما ہو داخل منزلہ لامرأتہ ثم مات الرجل وترک ابنا فادعی الابن ان ذلک ترکۃ ابیہ قال ابوالقاسم الصفار ان علمت المرأۃ ان جمیع ما اقر بہ الزوج کان بدلہا ببیع او ہبۃ کان لہا ان تمنع ذلک من الابن بحکم اقرار الزوج وان علمت انہ لم یکن بدلہا ببیع ولا ہبۃ لایصیر ملکاً لہا بہذا الاقرار انتہی،

اور چونکہ ورثہ محمد حفیظ اللہ وغیرہ نواسگان دوست محمد مالک اس مکان مقربہ کے بحکم اس اقرار کے نہیں ہوسکتے پس اگر محمد امین الدین وارث محمد احمد تنہا اس مکان کا مالک وراثۃً ہو تو سب تصرفات اسکے اس مکان میں شرعاً جائز ہیں اپنے بھتیجے اور نواسی کو اس کا دینا بھی صحیح ہے، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حررہ محمد المدعو بعابد حسین عفا اللہ عنہ وعن شیخہ روز جمعہ دوازدہم شوال ۱۳۰۰ھ

تحریر محمود اور احمد کی اقرار نامہ متصور ہوگی نہ ہبہ نامہ جیسا کہ اس عبارت سے واضح ہے قال فی الخانیۃ رجل قال جمیع ما یعرف لی او ینسب الیّ فہو لفلان قال ابوبکر الاسکاف ہذا اقرار ولو قال جمیع مالی او جمیع ما املکہ فہو لفلان فہو ہبۃ ملکہ کان ہبۃ لان قضیۃ الاضافۃ تنافی حملہ علی اقرار الذی ہو اخبار الانشاء۔ تنقیح الفتاوی الحامدیہ اور ایسے ہی منح الغفار اور درمختار وغیرہ میں موجود ہے، پس صورت مذکورہ میں ہرگاہ مقران نے مقربہ کی نسبت اپنی ملکیت ذکر نہیں کی، بلکہ اس کو دوسروں کے واسطے اقرار کردیا بربناء علیہ شیوع وغیرہ اس میں مضر نہ ہوگا۔ اور دعویٰ محمود وامجد وغیرہ کا اس اقرار نامہ کی بنا پر ورثہ مسعود پر نافذ ہوسکتا ہے، اور دعویٰ برادر زادگان زوجہ محمد امین متروکہ مقبوضہ ہندہ پر نہیں ہوسکتا، واللہ اعلم،

حررہ الراجی عفو ربہ القوی...... ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی،

(حاشیہ: ولو قال جمیع مالی بحق لفلان فہو اقرار انتہی والاصل فی ذلک انہ ان اضاف المقربہ الخ ۱۲)

وصولیابی سے قبل وظیفہ کی ملکیت

سوال (۴۵۲) مساۃ فاطمہ زوجۂ شاہ مراد علی مرحوم نے ایک نوشتہ بایں مضمون لکھا کہ پہلے میں نے ایک ہبہ نامہ بنام مساۃ بدورن بی بی زوجۂ شاہ قدرت اللہ کے لکھا تھا تو اس میں لفظ نسلاً بعد نسلٍ کے لکھے گئے تھے، اور یہ زرِ پنشن ہے کہ جس کی عذر داری ہمارے وارثان شوہر نے کی، لہٰذا اس ہبہ نامہ کو فسخ کرکے اس ہبہ نامہ ثانی میں مقررہ جو مبلغ ایک سو نو روپیہ چودہ آنہ سکہ چہرہ دار جو سالانہ بابت باقی تصفیہ محلہ مقران کے مقرر ہے، بقیدِ حین حیات بنام مساۃ بدورن بی بی زوجۂ قدرت اللہ مذکور کے لکھے دیتی ہوں کہ بعد فوت میرے مساۃ مذکور تاحیات اپنے قابض و دخیل زرِ پنشن مذکور کے ہو سال بسال یا جیسا کہ قاعدۂ سرکار ہو مقرر کرکے وصول کرکے اپنے تصرف میں لایا کرے اور بعد فوت اس کے وارثان کریم الدین پسر و مساۃ علیم النساء بی بی دختر اور اپنی بی بی بحصص مساوی ورثائے شوہری بھی پایا کریں لکھ دیا اور یہ زرِ پنشن عطائے سلطانی ایک شخص شاہ مراد علی کے نام سے ہے، اور مسمی کریم الدین

پسر اور مسماۃ علیم النسا بی بی دختران شاہ مراد علی زوج اور زوجۂ فاطمہ بی بی متوفی سے ہیں اور وارث متوفی کے بھی ہیں، پس ایسی صورتِ مذکور میں تملیک مضاف بعد الموت یعنی وصیت جائز ہوئی یا نہیں، اور یہ وصیت باشرط ہی یا نہیں، یا یہ کہ وصیت قرار نہ پائے گی بسبب لکھنے عبارت بالا کے اور نوشتۂ مذکور کی نقل ہمراہ استفتائے ہٰذا ہے، ملاحظہ فرما کر جواب جلد قلمبند فرمانے سے ثواب ہوگا،

جواب - درمختار میں بحث مصارف بیت المال میں ہے، العطاء صلة فلا تملک الا بالقبض انتہی، اور بھی اس میں کتاب الوصایا میں ہے اثناء ذکر شرط جواز وصیت میں و کون الموصی بہ قابلا للتملیک بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا انتہی، اور اشباہ میں قاعدۂ خامسہ میں ہے العطاء الذی جعل الامام العطاء لہ لان لا استحقاق للعطاء باثبات الامام لا دخل فیہ لرضاء الغیر وجعلہ انتہی،

اور ردالمحتار حاشیۂ درمختار میں کتاب البیوع میں ہے قال فی البدائع الحقوق المفردۃ لا تحتمل التملیک ولا یجوز الصلح عنہا انتہی، ان عبارات سے یہ امر ثابت ہوا کہ وظیفہ مقررہ قبل وصول ہونے کے مملوک نہیں ہے، صرف حق صاحبِ وظیفہ متعلق ہے اور حق کی تملیک باطل ہی، بناءً علیہ صورتِ مذکورہ میں وصیت مذکورہ کہ اس میں تملیک ہوتی ہی، باطل ہوگی، واللہ اعلم، حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی،

رسید اور حقوق کا ہبہ

سوال (۵۲۵) اگر کوئی شخص بعد چھ مہینہ کے کچھ روپیہ گورنمنٹ سے پایا کرتا ہے وہ قبل وصول کرنے کے اس روپیہ کو ہبہ کر سکتا ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص کسی چٹھی کو ہبہ کرے جس کے ذریعہ سے وہ روپیہ ایک میعاد معین پر وصول کیا کرتا ہے، کیا اس کا اثر یہ ہو سکتا ہے کہ وہ روپیہ جسے وہ اس میعاد پر وصول کرے گا ہبہ ہو جاوے، اگر کوئی صرف استحقاق کسی شے کا بلا بخشش کے ہبہ کرے تو یہ جائز تصور کیا جائے گا یا نہیں ؟

جواب - چٹھی کا ہبہ اور بیع اور ایسے ہی صرف حق واستحقاق کے ہبہ و بیع شرعاً لغو ہی، استحقاق اور چٹھی کے ہبہ سے یہ اثر نہیں ہو سکتا کہ موہوب لہ وہ روپیہ وصول کر سکے اور ایسی ماہانہ یا سالانہ یا ششماہی کا ہبہ و بیع نادرست ہے کیونکہ ایسی تنخواہ قبل قبض وصول کے ملک میں داخل نہیں ہوتی ہے، اور بیع و ہبہ غیر مملوک و معدوم کی باطل ہی۔ خزانۃ الروایات میں ہی فی التجنیس من لہ وظیفۃ فی بیت المال اذا قسمتہ فی حال حیاتہ فقسمتہ باطلۃ لانہ بعد الموت یرد الی بیت المال وفی جواہر الفتاویٰ علوی لہ مشاہرۃ من مال الخروج یوصل الیہ کل سنۃ فوہبہا لغیرہ ووکلہ لقبضہا لا یجوز لان العلوی لا یملکہا قبل القبض ولا یصح جعلہا ہبۃ لغیرہ لانہ لم یملکہا وفی القنیۃ قال نجم الائمۃ شری المبرات التی یکتبہا الدیوان علی العمال لا یصح انتہی، اور رسالہ احکام الاراضی میں ہی الاصل ان المعدوم لا یصح تملیکہ ولا التصرفات فیہ انتہی، اور بھی اس میں ہے

لا یعلم لذلک ای للقول بالتملک فی غیر المقبوض من الوظیفۃ اصل من الکتب المشہورۃ المعتبرۃ واللہ اعلم،

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی،

بھتیجہ کی موجودگی میں کل جائداد زوجہ کے نام ہبہ کر دینا،

سوال (۵۲۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو وارث ہیں، بھتیجا مسمیٰ بکر اور ایک زوجہ غیر ذات الولد، زید نے اپنے کل مملوکات منقولہ وغیر منقولہ بعوض دین مہر کے اپنی زوجہ کو ہبہ کر دیا وہنوز نوبت بتحریر وتکمیل ہبہ نامہ نہیں آئی کہ دفعۃً زید بیمار ہو کر مر گیا، بعد مرنے زید کے فیما بین بکر اور اس کی چچی یعنی زوجۂ زید کے یہ قرار داد ہوا کہ اگر زوجۂ زید وبکر سے کسی قسم کی نزاع وپرخاش پیش نہ آوے تو اس وقت کل مملوکات جدی وموروثی زید پر زوجۂ زید تاحین حیات خود قابض ومالک ہے از لیس ہذا فلیس ذلک اس صورت میں یہ قرار داد مبطل اس ہبہ بالعوض کا جو زید نے اپنی زوجہ کو بعوض دین مہر کے کر دیا تھا ہے یا نہیں ؟

جواب۔ مبطل اس ہبہ بالعوض کا نہ ہوگا، واللہ اعلم،

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

ہبہ بغیر قبضہ

سوال (۵۲۷) موہوب لہ کے قبضہ کے بغیر ہبہ تمام ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

جواب۔ نہیں، جیسا کہ متون میں تصریح ہے،

قبضہ دینے سے پہلے واہب کا مرجانا،

سوال (۵۲۸) اگر تسلیم موہوب سے پہلے واہب کا انتقال ہو جائے تو ہبہ باطل ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

جواب۔ باطل ہو جاتا ہے، عالمگیریہ میں ہے ؔ اذا مات الواہب قبل التسلیم بطلت، انتہیٰ،

مریض کا ہبہ کرنا

سوال (۵۲۹)۔ اگر زید نے مرض الموت میں ہبہ کیا اور قبضہ بھی کرا دیا تو اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب:۔ یہ ہبہ بمنزلہ وصیت کے ثلث مال سے نافذ ہوگا، عالمگیریہ میں ہے لا یجوز ہبۃ المریض ولا صدقتہ الا مقبوضۃ فاذا قبضت جازت من الثلث انتہیٰ

ہبہ بلا ایجاب وقبول،

سوال (۵۳۰) ہبہ بہ تعاطی یعنی بغیر ایجاب کے صحیح ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

جواب، بعض کے نزدیک صحیح ہو جاتا ہے، جامع الرموز میں ہو وفیہ اشارۃ الی انہا تصح بالتعاطی کما فی اوّل

النساء من شرح التاویلات فان التسلیك اعطاء الملك كما فی المقل مته لكنه یوهم ان الایجاب لیس بركن وهو ركن بلاخلاف انتهی،

ہبہ بالعوض کا حکم

سوال (۵۳۱) ہبہ بالعوض بیع کے حکم میں ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ابتداءً اور انتہاءً بیع کے حکم میں ہوتا ہے، درمختار میں ہے لو قال وهبتك بكذا فهو بیع ابتداءً و انتهاءً انتهی اور عالمگیریہ میں ہے لو قال الرجل لآخر وهبت منك هذا العبد بالف درهم وقال الآخر قبلت صح البیع كذا فی الخلاصة انتهی،

قابل تقسیم مشترک چیز کا ہبہ بالعوض

سوال (۵۳۲) تقسیم کے بعد قابل انتفاع رہنے والی چیز مثلاً زمین مشترک میں سے اپنا حصہ ہبہ بالعوض کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ جائز ہے، لیکن موہوب لہٗ کی ملکیت اسی وقت ثابت ہوگی جب کہ واہب ہبہ کرنے کے بعد تقسیم کرکے شئ موہوب پر موہوب لہٗ کا قبضہ کرادے اور خود واہب عوض پر قابض ہو جائے، اس سے پہلے نہیں، عنایہ میں ہے اذا وهب مشاعاً فیما یقسم ثم افرزه وسلمه صحت ووقعت مثبتة للملك فعلم بهذا ان هبة المشاع فیما یقسم وقعت جائزة فی نفسها ولكن توقفت اثباتها للملك علی الافراز والتسلیم انتهی،

مالک کہنے سے ہبہ کا انعقاد

سوال (۵۳۳) اگر زید نے خالد سے کہا میں نے تجھ کو اس گھر کا مالک بنادیا، تو اس کہنے سے ہبہ ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب، بعض کے نزدیک ہبہ ہو جائے گا اور بعض فقہاء کہتے ہیں اگر ہبہ پر کوئی قرینہ موجود ہو تو ہبہ صحیح ہوگا، ردالمحتار میں ہے بقی مالو قال ملكتك هذا الثواب مثلا فان قامت قرینة علی الهبة صحت والا فلا لان التملیك اعم منها الصدقة علی البیع والوصیة والاجارة وغیرها وفی الكاذرونی انها هبة انتهی،

ملکیت کی خبر دینے سے ہبہ کا انعقاد

سوال (۵۳۴) عمرو نے کہا یہ مال زید کا ہے، اس کہنے سے ہبہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ہبہ نہیں ہوتا، ہاں البتہ اگر عمرو یہ کہے کہ میرا یہ مال فلاں شخص کا ہے تو ہبہ ہو جائے گا، فتاویٰ قاضی خاں میں ہے قالوا اذا اضاف المال الی نفسه اولا بان قال عبدی هذا لفلان یكون هبة علی كل حال وان لم یضف الی نفسه بان قال هذا المال لفلان یكون اقراراً انتهی،

ایک کو ہبہ کر کے دوسرے کو محروم کر دینا

سوال (۵۳۵) اگر زید نے اپنا تمام مال اولاد میں سے کسی ایک کے نام ہبہ کر کے باقی کو محروم کر دیا یا بوقت تقسیم کسی ایک کو حصہ سے زائد دیدیا تو دونوں صورتوں میں ہبہ نافذ ہوگا یا نہیں؟

جواب۔ ہبہ بہر دو صورت نافذ ہو جائے گا، مگر پہلی صورت میں واہب گنہگار رہوگا اور ثانی صورت میں تارک اولیٰ، مشکوٰۃ میں ہے عن النعمان بن بشیران اباہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی نحلت ابنی ھذا غلاماً فقال لکل ولدك نحلت مثلہ قال لا قال فارجعہ وقال الطیبی فیہ استحباب التسویۃ بین الاولاد فی الھبۃ فلا یفضل بعضھم علی بعض سواء کانوا ذکوراً او اناثاً قال بعض اصحابنا ینبغی ان یکون للذکر مثل حظ الانثیین والصحیح الاول ولو وھب بعضھم دون بعض فمذھب الشافعیؒ ومالكؒ وابی حنیفۃؒ انہ مکروہ ولیس بحرام والھبۃ صحیحۃ وقال احمد والثوری واسحٰق ھو حرام انتھیٰ،

اور بزازیہ میں ہے الافضل فی ھبۃ للابن التثلیث کالمیراث وعند الثانی التنصف وھو المختار ولو وھب جمیع مال ابنہ جاز قضاءً وھو اثم نص علیہ محمدؒ ولو خص بعض اولادہ لزیادۃ رشدہ لاباس بہ وان کانوا سواءً لا یفضلہ انتھیٰ،

مکان کا حصہ ہبہ کرنا

سوال (۵۳۶) اگر کسی نے مکان کا کوئی حصہ ہبہ کر دیا تو صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب۔ ہبہ فاسد ہے، البتہ اگر تقسیم کر کے موہوب لہ کو سپرد کر دے تو صحیح ہو جائے گا، ہدایہ میں ہے وھب شقصاً مشاعاً فالھبۃ فاسدۃ لما ذکرنا فان قسمہ وسلمہ جاز لان تمامہ بالقبض وعندہ لاشیوع انتھیٰ،

باب القرض

سود کی رقم اور اصل قرض

سوال (۵۳۷) اگر کسی شخص نے سودی قرض لے کر سود کے حساب سے بقدر اصل رقم ادا کر دی تو یہ شخص پورے قرض سے بری الذمہ ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب:۔ دارالاسلام میں سود دینا حرام ہے، جو رقم اس نے دی وہ اصل قرض سے محسوب ہوگی،

کافر مقروض کا مر جانا

سوال (۵۳۸) اگر مسلمان کا قرضہ کافر پر ہے اور مدیون بغیر ادا کئے مر گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ بوقت محاسبہ مدیون کے اعمال حسنہ دائن کو دلا دیئے جائیں گے،

مسلمان مقروض کی موت

سوال (۵۳۹) مسلمان مقروض کہ بغیر ادائے قرض مرگیا معذب ہوگا یانہیں

جواب:- مدیون اپنے دین میں مقید رہتا ہے اور منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور پروردگار سے وحشت وتنہائی قید وبند اور صلحاء وشفعا کی صحبت سے بعد کی شکایات کرتا ہے۔ جیسا کہ براء بن عازب کی روایت کردہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے

گندم یا آٹے کا قرض

سوال (۵۴۰) زید نے عمرو سے دس سیر گندم یا آٹا لیکر صرف کرلیا اب اسی قدر واپس کرتا ہے تو یہ معاملہ جائز ہے یانہیں

جواب:- یہ معاملہ قرض کا ہے اور استحساناً جائز ہے۔ تنویر الابصار میں ہے القرض عقد مخصوص یرد علی دفع مال مثلی لآخر لیرد مثلہ وصح فی مثلی لا غیر انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے وفی نوادر ھشام عن ابی یوسف انہ قال لا خیر فی قرض الحنطۃ والدقیق بالوزن وذکر فی الاصل اذا استقرض الدقیق وزنا لا یردہ وزنا ولکن یصطلحان علی القیمۃ وعن ابی یوسف رح فی روایۃ یجوز استقراضہ وزنا استحسانا اذا تعارف الناس ذلک وعلیہ الفتوی کذا فی الغیاثیۃ

بمقابلۂ مدت مال کی زیادتی

سوال (۵۴۱) زید نے عمرو سے مدت متعینہ کے لئے ایک روپیہ قرض لیا اور طے کیا اگر مدت گذر گئی تو مدت کے عوض چار آنے زائد دئے جائیں گے۔ تو یہ صورت جائز ہے یانہیں

جواب:- حرام ہے۔ کفایہ میں ہے ان الشرع حرم ربوا النسئۃ ولیس فیہ الا مقابلۃ المال بالاجل فلا یکون مقابلۃ المال بالاجل حقیقۃ حراما اولی انتہی

مدت مقررہ سے قبل اداء دین کا مطالبہ

سوال (۵۴۲) قرض دینے والا مدت مقررہ پر راضی ہوچکا تھا۔ اب اسکو مدت سے پہلے ادا ء دین کے مطالبہ کرنے کا حق ہوگا یانہیں؟

جواب:- حق ہے۔ سراج منیر میں ہے وصح تاجیل کل دین عند العقد اولعدہ الا القرض ولا ثبت الاجل فیہ وللمقرض ان یطالب حالا کما فی المعدن انتہی

دین اور قرض کا فرق

سوال (۵۴۳) دین اور قرض میں کیا فرق ہے۔

جواب:۔ دین وہ کہلاتا ہے کہ بغیر کسی سے روپیہ لئے مدیون کے ذمہ واجب ہو جائے جیسے مہر اور مبیع کا ثمن وغیرہ اور قرض متعارف و مشہور ہے۔ سراج المنیر میں ہے۔ الفرق بین القرض والدین ان الدین ما وجب فی الذمۃ کالمہر وثمن المبیع والقرض ھو العین الذی یقرضہا انسان کما فی النہایۃ انتہی

وفات دائن کے بعد دین کی ادائیگی

سوال (۵۴۴) زید نے عمرو سے قرض لیا اور ادائیگی سے پہلے عمرو مرگیا اور اس کا کوئی وارث بھی نہیں تو ادا دین کی کیا صورت ہو گی۔

جواب: مدیون کو چاہیئے کہ وہ تمام رقم فقراء اور مساکین کو دیکر عمرو کی روح کو ایصال ثواب کر دے۔

باب الحوالۃ

حوالہ میں محیل اور محتال علیہ کی موجودگی

سوال (۵۴۵) ہندہ اور مریم دائنان ہیں اور زید مدیون زید نے بکر پر حوالہ کیا۔ ونیز عمرو باپ زید نے برضائے زید مدیون بحضور ہندہ اور مریم دائنان بنوشتن رقعہ بنام بکر یہ تحریر کیا کہ اس قدر روپیہ ہندہ اور مریم کو دے دینا۔ زر مندرجہ رقعہ درحساب ذمگی زید مدیون ہندہ اور مریم دائنان مجرا کیا جائیگا چنانچہ حسب تحریر رقعہ مذکورہ بکر نے کل دین مریم بمقدار مندرجہ رقعہ بدفعات منجانب زید مدیون مریم کو ادا کر دیا اور جو مقدار دین ہندہ مندرجہ رقعہ تھی بعض اس کا بدفعات ہندہ کو ادا کیا اور بعض اس اس کا باقی ہے جس کا دعویٰ ہندہ کو بربنائے حوالہ بنام بکر ہے اور اقرار بکر نسبت ادائے بقیہ دین ہندہ بشہادت شہود ثابت ہے اب ہنگام مطالبہ ہندہ نسبت بقیہ دین خود بکر بعد ادائے کل دین مریم و بعض دین ہندہ نسبت ادائے دین ہندہ منکر حوالہ ہے بعد اظہار صورت نزاعی بخدمت مفتیان شرع متین یہ التماس ہے کہ از روئے روایات فقہ اور مسائل شرعیہ حضور محیل و محتال لہ و محتال علیہ ہنگام حوالہ شرط صحت حوالہ ہے یا نہیں اور اگر یہ صورت فرض کی جائے کہ جس وقت عمرو نے بحضور ہندہ اور مریم دائنان زید مدیون بہ مضمون دینے روپیہ مندرجہ رقعہ منجانب زید مدیون بنام بکر تحریر کیا تھا تو بلا رضا اور امر زید مدیون لکھا تھا اور نہ کچھ دین زید مذکور ذمہ بکر تھا اور نہ کوئی شے زید کی بطور ودیعت عند البکر تھی الا بکر نے موافق مضمون رقعہ نوشتہ پدر زید مدیون زر مندرجہ رقعہ بدفعات ہندہ اور مریم اس طرح کہ کل دین مریم کا مریم کو اور بعض دین ہندہ کا ہندہ کو ادا کیا۔ من حیث الشرع عقد حوالہ منعقد ہے یا نہیں اور اگر محتال لہ بھی مجلس حوالہ میں موجود نہ ہو مگر اس کی

جانب سے کوئی شخص فضولی حوالہ کو قبول کرے تو بصورت ہذا حسب الشرع حوالہ منعقد ہوا یا نہیں
بینوا توجروا

جواب :۔ درباب صحت حوالہ حضور محیل و محتال علیہ بہ مجلس حوالہ شرط نہیں فقط حضور محتال لہ بہ مجلس حوالہ شرط ہے مگر جب کہ کوئی شخص از جانب محتال لہ حوالہ کو قبول کرے گا تو اس وقت میں بلا حضور محتال لہ بھی حوالہ صحیح ہے۔ چنانچہ فتاوی حمادیہ میں مرقوم ہے۔ وشرط حضور الثانی الا ان یقبل ای الحوالۃ فضولی ای لاجل الغائب لا حضور الباقین۔
و نیز فتاوی عالمگیری میں دربارۂ عدم حضور محتال علیہ تصریح ہے وعبارتہ ہکذا ولا یشترط حضرتہ لصحۃ الحوالۃ حتی لو احالہ علی رجل غائب ثم علم الغائب فقبل صحت الحوالۃ اور حوالہ بلا رضا و بلا علم محیل بھی صحیح ہے۔ چنانچہ روایت در مختار بہذہ العبارۃ شرط لصحتہا رضی الکل بلا خلاف الا الاول وہو المحیل فلا یشترط علی المختار شرنبلالیہ عن المواہب۔ در روایت فتاوی حمادیہ بہذہ العبارۃ واما رضا المحیل وہو المدیون فلیس بشرط ذکرہ فی الزیادات و نیز روایت فتاوی احمدی مثبت اس کی ہے۔ و نیز بحالت عدم لزوم دین محیل بذمہ محتال علیہ و عدم وجود شے محیل عند المحتال علیہ بھی حوالہ صحیح ہے چنانچہ کافی میں مصرح ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ و مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محتال علیہ پر محیل کا دین ہو یا اس کے پاس کوئی عین ہو محیل کا بطریق غصب یا بطریق ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ برخلاف اس کے ہے اور قول بعض فقہا درباب تعریف حوالہ مطلقہ مفید اس کا ہے کہ محیل حوالہ کو مقید بدین یا عین نہ کرے۔ چنانچہ بفتاوی عالمگیری درباب تقسیم حوالہ مرقوم ہے وہی نوعان مطلقۃ ومقیدۃ فالمطلقۃ ان یرسل الحوالۃ ولا یقیدہا بشئ مما عندہ من ودیعۃ او غصب او دین او محیلۃ علی رجل لیس ای علیہ شئ مما ذکرنا کذا فی التبیین باعتبار تعریف ثانی حوالہ مطلقہ محیل اپنا دین یا وہ شے جو پاس محتال علیہ کے ہے۔ محتال علیہ سے طلب کر سکتا ہے کما یفہم ہذا من روایۃ الوقایۃ و روایات اکثر الکتب الفقہیہ اور جب یا دائے بعض ہندہ و نیز بشہادت شہود و رضامندی بکر محتال علیہ و قبول حوالہ ثابت ہے تو اب انکار بکر محتال علیہ نسبت عدم قبول حوالہ غیر مقبول ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

فی الواقع حضور محتال علیہ شرط صحت حوالہ نہیں جیسا کہ در شرح غرر میں ہے الشرط قبول المحتال او نائبہ و رضی الباقین لا حضورہما انتہی بلکہ رضائے محیل بھی بمذہب مختار شرط نہیں رد المحتار میں ہے :۔
لا یخفی ان اشتراط رضاء المحیل بلتی علی روایۃ القدوری وہی خلاف المختار انتہی بنا علیہ صورت المسئول عنہا میں محتال علیہ پر ادائی بقیہ دین بھی واجب ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

کتاب الدعویٰ

فاسق گواہوں کی موجودگی میں مدعیٰ علیہ پر یمین

سوال (۵۴۶) مدعی کے دو گواہوں نے دعوی کے مطابق گواہی دی مگر شرعی وجہ کی بناء پر قاضی نے ان کی گواہی قبول نہیں کی اس صورت میں مدعیٰ علیہ پر قسم واجب ہوگی یا نہیں۔

جواب:۔ صورت مذکورہ میں اگر دعوئے مدعی صحیح ہے تو گواہوں کے مردود ہو جانے کی وجہ سے قسم لینے کا حق ساقط نہیں ہوگا کیونکہ حدیث مشہورہ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر میں بینۃ سے مطلق مراد نہیں بلکہ ایسے بینۃ اور گواہ مراد ہیں جو شرعاً گواہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور جب تک مدعی ایسے گواہ پیش نہ کردے الیمین علی من انکر کا حکم باقی رہیگا اور چونکہ یہ بدیہی امر ہے اس لئے فقہا نے جزئیات بیان نہیں کئے اور تمام بلاد اسلام عرب وعجم میں معمول بہا ہے۔

محمد سعد اللہ ۔ صح الجواب واللہ علیم بالصواب ۔ محمد نعیم

جب کہ قاضی کا تقرر و تعیین صرف ایصال اور ادائے حقوق کے لئے ہوتا ہے۔ خواہ بینہ کے ذریعہ ہو یا یمین کے اور جبکہ گواہ کسی وجہ سے قابل قبول نہیں اور اگر قسم لیجائے تو مدعی کا حق بغیر کسی وجہ شرعی کے باطل ہوتا ہے لہٰذا مدعی علیہ سے قسم لینا لازم و ضروری ہوگا۔ اور اگر مختصر قدوری کی عبارت مذکورہ اذا صحت الدعوی سأل القاضی المدعی علیہ عنہا فان اعترف قضی بہا فان انکر سأل المدعی البینۃ وان احضرہا قضی بہا وان عجز عن ذلک وطلب الیمین خصمہ استحلفہ انتہی اور جمہور فقہا کی عبارتوں سے یہ خیال ہو کہ مدعی علیہ پر قسم کا وجوب صرف اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ مدعی احضار بینہ سے عاجز ہو جائے اور صورت مسئولہ میں جب کہ احضار بینۃ پایا گیا تو پھر مدعیٰ علیہ پر حلف کس طرح واجب ہوگا تو اس کا دفعیہ اس طرح کیا جائے کہ احضار بینۃ سے عجز کا مطلب یہ نہیں کہ مطلق بینۃ کے پیش کرنے سے عاجز ہو بلکہ مقصد یہ ہے کہ مثبت دعوی گواہوں کے پیش کرنے سے عاجز ہو جائے۔

اس کے علاوہ یہ مسلم ہے کہ فقہا گواہوں کے لئے جرح اور عدم قبولیت کے اسباب سے حفاظت کو شرط قرار دیتے ہیں لہٰذا اذا فات الشرط فات المشروط کے قاعدہ سے مجروح اور غیر مقبول بینۃ کو پیش کرنا بمنزلہ نہ پیش کرنے کے ہے اس قسم کا حق باقی رہے گا۔ نیز نظر دقیق سے معلوم ہوتا ہے البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر میں البینۃ اور الیمین پر الف ولام عہد کا ہے۔ جو اس کی اصلی حالت ہے۔ لہٰذا حدیث کا مفہوم یہ ہوگیا البینۃ المثبتۃ للدعوی علی المدعی فان لم یقم بینۃ کذلک فالیمین الشرعی علی من انکر واللہ اعلم محمد عبدالحی

مقدمہ کا خرچہ لینا

سوال (۵۴۷) زید نے بسلسلۂ قرض عدالت میں بکر کے نام سو روپے کا دعوی کیا اور مقدمہ

میں اسٹامپ اور وکیل کی فیس وغیرہ میں زید کے پچیس روپیہ مزید صرف ہوگئے اور ایک سو پچیس روپے کی ڈگری ہوگئی۔ اب زید کے لئے اصل رقم سے زائد پچیس روپیہ صرفہ کے لینا جائز ہیں یا نہیں

جواب:۔ زرِخرچہ لینا شرعاً جائز نہیں۔

بھائی کے مال میں حق دعویٰ

سوال (۵۴۸) شیخ بشارت اللہ چار لڑکے منور، پیر محمد، امان علی، زورآور چھوڑ کر انتقال کرگئے اور ورثہ جدی یا کسبی بالکل نہیں چھوڑا۔ اور چار لڑکوں نے علحدہ علحدہ بود و باش اختیار کرلی۔ منور نے اپنے زور بازو سے روپیہ کماکر کاشتکاری اور ٹھیکہ داری کا سامان مہیا کرکے سب بھائیوں کو اپنے ساتھ کھانے پینے میں شریک کرلیا۔ کچھ عرصہ بعد پیر محمد اور زورآور علحدہ ہوگئے اور امان علی شروع سے ابتک منور علی کے لڑکوں کے ساتھ مل کر زراعت و کاشتکاری کرتا رہا۔ اور اس مدت میں حاصل شدہ فائدہ سے شیخ منور نے بھائی کی شادی اور اپنے لڑکوں کی تقریبات میں کچھ روپے صرف کرے۔ اب نااتفاقی کی وجہ سے امان علی علیحدہ ہوکر نقد وجنس اثاث البیت اور منور کے لڑکوں کی بیویوں کے سامان جہیز اور زیور سب کے بارہ میں تقسیم کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیا اس کا دعویٰ شرعاً جائز ہے یا نہیں! اور اگر جائز ہے تو امان علی کو کتنا حصہ ملیگا۔

جواب:۔ صورت مذکورہ میں چونکہ مال منور علی کا حاصل کردہ ہے۔ امان علی کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ البتہ امان علی نے زراعت و کاشتکاری میں جس قدر محنت کی اس کی اجرتِ مثل دی جائے گی۔

مدعیٰ علیہ کا مدعی سے خراج لینا

سوال (۵۴۹) کیا ارشاد ہے اس باب میں کہ زید مدعی نے ایک دعویٰ عمرو مدعا علیہ پر کیا عمرو نے اس نالش کی جواب دہی کے واسطے مجبوراً کچھ روپیہ مہاجن سے قرض لیا چونکہ قرضہ بلا سود میسر نہ ہوا۔ لہٰذا اس کو اپنے قرضہ کا سود بھی ادا کرنا پڑا۔ چنانچہ اصل روپیہ عمرو نے مدعی کی جواب دہی میں صرف کیا اور اس کا سود مہاجن نے عمرو کے دوسرے مال خالص سے وصول کیا الغرض زید کی نالش نے عمر کو ایک سو دس روپیہ کا زیر بار کیا۔ سو روپیہ صرف نالش کی جواب دہی میں ہوا اور دس روپیہ سود مہاجن کو دینا پڑا۔ اب اس زیر باری کے بعد زید نے عمر کے ساتھ جز مدعا بہا پر اس طور سے مصالحت کی کہ کل مصارف جس کا عمرو زیر بار بوجہ نالش زید مدعی کے ہوا۔ اس کا معاوضہ زید نے اپنے ذمہ قبول کیا اور اس کو درج مصالحت کیا کہ کل مصارف ضروری اس نالش کے جس کا عمرو زیر بار ہوا اس کو زید ادا کرے گا۔ اس وقت میں قاضی کو عند المخاصمة دس

دس روپیہ کا تاوان یا معاوضہ جو عمرو کو سود میں دینا پڑا زید سے دلانا جائز ہے یا نہیں اور عمرو کو اس کا لینا مباح ہے یا نہیں اور نیز سود دینا قرض بلا سود کے نہ ملنے وقت عند الحوائج جائز ہے یا نہیں

جواب:- خرچہ متعلقہ عدالت جو بحسب قوانین حکام لازم ہوتا ہے مدعی علیہ کو مدعی سے لینا درست نہیں درست ہے ہاں اگر مدعی بطیب خاطر دیوے وہ مختار ہے مگر معاوضہ سود کا جو عمرو کو دینا پڑا مدعی سے دلانا حاکم نہیں جائز ہے اور نہ عمرو کو لینا درست ہے اور سود دینا کسی حالت میں درست نہیں۔ واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

مقدمہ کے خرچ میں سود کی رقم شامل کرنا

سوال (۵۵۰) کیا فرماتے ہیں علمائے شرع شریف اس مسئلہ میں زید نے جو مدعی ہے ایک دعوی بیجا بکر مدعا علیہ پر کیا۔ بکر نے اس جواب دہی کے واسطے مجبوراً کچھ مہاجن سے لیا۔ چونکہ قرضہ بلا سود میسر نہ ہوا لہٰذا اس کو اپنے قرضہ کا سود بھی ادا کرنا پڑا اور بکر نے جو روپیہ لیا تھا۔ اس کو زید کی نالش کی جواب دہی میں صرف کیا اور مہاجن نے اپنے زر سود کو بکر سے وصول کیا الغرض زید کی نالش نے بکر کو اصل اور سود دونوں کا زیر بار کیا اور اب اس زیر باری کے بعد زید نے بکر کیساتھ جزء مدعا بہا پر اس طور پر مصالحت کی کہ کل مصارف جس کا بکر بوجہ نالش زید مدعی کے زیر بار ہوا وہ زید نے اپنے ذمہ لیا اور اقرار کیا کہ کل مصارف اس نالش کے جس کا بکر زیر بار ہوا ہے۔ بکر کو ادا کریں گے اور اس خرچہ کی تعیین کے لئے ایک شخص غیر خالد برضاء فریقین صرف اس لئے ثالث مقرر کیا گیا کہ وہ مقدار اس کل خرچہ کی مشخص اور تعیین کر کے جس کا بکر مدعا علیہ بوجہ نالش زید مدعی کے زیر بار ہوا ہے عدالت میں داخل کر دے اب ثالث مقدمہ کو مقدار خرچہ میں اس زر سود کا بھی شامل کرنا جائز ہے یا نہیں جس کا بکر بمجبوری زیر بار ہوا ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب:- نہیں جائز ہے واللہ اعلم - حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

بھائی کے مقبوضہ مال کو باپ کا مال سمجھ کر دعوی کرنا

سوال (۵۵۱) ہندہ اور زینب وغیرہ نے چند اشیاء از قسم نقد و غیر نقد مکانات اور دو زنجیر فیل کے بارہ میں ترکہ پدری ہونے کا دعوی کیا جو اس وقت ان کے بھائی زید کے قبضہ میں تھیں اور ثبوت میں دو گواہ اس بات پر پیش کر دیئے کہ زید نے اشیاء موجودہ میں سے بہنوں کا حصہ دینے کا اقرار کیا تھا۔ اور دو گواہ پیش کئے اس بات پر مورث نے ہر دو زنجیر فیل اپنے پیسہ سے خریدی

تھیں اور وہ فوت ہو چکا لیکن ان دونوں گواہوں میں قیمت خرید میں اختلاف ہے اور ان کے ماسوا
کوئی ایسا گواہ ان عورتوں کے پاس نہیں جو زید کے مقبوضہ مال کو مورث کی ملکیت ثابت کر سکے
اور زید نے دعویٰ کے دفعیہ اور جواب میں تحریر کیا کہ یہ مال مورث کی ملکیت نہیں بلکہ میرا مملوکہ ہے
اور خود مورث نے بحالت صحت میری ملکیت کا اقرار کیا تھا اور پھر زید نے اس چیز کو گواہوں سے
بھی ثابت کر دیا۔ اب عالمگیری کی روایت مذکورہ (فی فتاوی رشید الدین ادعی میراثا عن ابیہ
واقام بینۃ واقام المدعی علیہ بینۃ ان اباک اقر حال حیوتہ انہا ملکی یسمع ھذا الدفع فلو اقام المدعی بینۃ
انک اقررت ان ھذہ الدار ملک ابی حقہ یقبل ھذہ الدفع ایضا وقد تعارضت
الدفعان فتقبل بینۃ الارث بلا معارض انتہی کے مطابق حاکم اشیاء مذکورہ کو ترکہ
مورث قرار دے کر مدعیات کو حصہ دلا سکتا ہے یا نہیں

جواب:۔ صورت مسئولہ میں حاکم اشیائے مذکورہ میں سے حصہ فرائضی مدعیات کو نہیں دلوا سکتا۔ اس لئے روایت سے
تو بخوبی یہ امر واضح ہے کہ اقرار مورث کا جو ثابت کیا مدعیٰ علیہ نے اپنے گواہوں سے اپنے حق میں اور اقرار مدعا علیہ کا نسبت
میراث ہونے شئے مدعی بہ سے جو ثابت کیا مدعی نے اپنے گواہوں سے دونوں بسبب تعارض کے ساقط ہوں گے
اور اصل گواہ میراث کے مقبول و معتبر ہوں گے پس اب جائے لحاظ یہ امر ہے کہ جب کہ اقرار مورث اور اقرار زید ہر دو موجب
روایت ہذا کے ساقط ہو گئے۔ پس ثبوت دیگر میراث کا اور گواہوں سے ہے نہیں اس واسطے کہ نہ ہونا دیگر گواہوں میراث
کا نسبت مکانات وغیرہ سوائے ہر دو زنجیر فیل کے تو اظہر من الشمس ہے باقی نسبت ہر دو زنجیر فیل کے سو ان کا میراث
ہونا بھی ان دو گواہوں سے ثابت نہیں ہے بسبب نہ ہونے نصاب شہادت کے ایک قیمت معین پر قال فی الھدایۃ
ومن شہد لرجل انہ اشتری عبدا من فلان بالف وشہد آخر انہ اشتری بالف وخمسمائۃ فالشہادۃ باطلۃ لان المقصود اثبات السبب
وہو العقد ویختلف باختلاف الثمن فاختلف المشہود بہ ولم یتم العدد علی کل واحد ولان المدعی یکذب احد شاہدیہ وکذلک
اذا کان المدعی ہو البائع ولا فرق بین ان یدعی المدعی اقل المالین او اکثرہما لما بینا انتہی۔
پس جب کہ کسی شئے میں اشیا مذکورہ سے ثبوت ترکہ مورث نہ ہوا تو ان میں سے حصہ فرائضی مدعیات مجردہ کو دلوانا
شرعاً اصلاً منصور نہیں فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ المجیب محمد عبدالقادر عفی عنہ

بے شبہ یہ روایت عالمگیری واسطے دلوانے حصہ فرائض کے صورت مسئولہ میں کافی نہیں فقط العبد امداد حسین عفا عنہ
اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب، محمد عنایت اللہ خاں۔ قد صح الجواب واللہ اعلم بالصواب
محمد اعجاز حسین، گل خندار آب
فی الواقع بمقتضائے روایت عالمگیری صورت مذکورہ میں بدون اقامت بینہ میراث کے حصہ میراث نہیں مل سکتا ہے

واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

مدعی سے حلف بالعلم لینا۔

سوال (۵۵۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ورثہ زید نے عمرو پر دعویٰ دین متروکہ مورث کا کیا۔ عمر نے جواب میں کہا کہ اس قدر تو میں نے مدعی کو اور اس قدر مدعی کے مورث کو دیدیئے اور اس نے حصر حلف پر کیا ہے۔ مدعی نے گواہان اقرار مدعا علیہ اوپر وجوب مدعا بہ کے بعد زمانہ ایصال کے سنا دئے اور مدعا علیہ مذکور مدعی سے حلف بالعلم نسبت نہ لینے موالی کے بعض مدعا بہ کو بموجب روایت عالمگیری کے جو کتاب القضا میں ہے لینا چاہتا ہے پس آیا اس پر حلف واجب ہے یا نہیں۔

جواب:۔ ہرگاہ مدعی نے گواہاں اقرار مدعی علیہ وجوب مدعا پر بعد زمانۂ ایصال کے سنا دئے۔ دعویٰ مدعا علیہ کا بابت ایصال کے مندفع ہو گیا۔ پس اب اس کو استحقاق حلف کا باقی نہ رہا تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے کما یصح الدفع کذلک یصح دفع الدفع انتہی اور بھی اسمیں ہے ان ادعی الایفا قبل الاقرار لا یقبل انتہی۔ واللہ اعلم۔ حررہ ابوالحسنات محمد عبدالحی عفا عنہ

دعویٰ کے متعلق چند سوالات

سوال (۵۵۳) چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان متین اندرین مسئلہ کہ

سوال اول:۔ شیخ سبحانی و شیخ بدا و شیخ عبداللہ تینوں حقیقی بھائی تھے اور بعد وفات شیخ سبحانی و شیخ بدا دو بھائی کے شیخ رمضان و شیخ یوسف پسران شیخ بدا مذکور نے زمین کو ملکیت خاص اپنے بزرگان کی قرار دیکر بدست شیخ عبدالغفور و شیخ جمن کے بیع قطعی کر ڈالا اور شیخ عبداللہ کو برادر مورثان کے پوتے احمد و محمود نابالغان نے ان بیع ناموں پر گواہی کر دی اور اس کو عرصہ بیس برس کا گذرا۔ پھر اس میں سے جب کچھ زمین کسی طور پر اختیار میں وارثان شیخ سبحانی و شیخ بدا دو برادران کے آگئی تو اس میں ورثا شیخ عبداللہ تیسرے بھائی کے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں یا نہیں کہ جو زمین مذکور ہمارے خاندان والوں میں پھر آگئی ہے اس میں بمقدار حصہ شیخ عبداللہ ہمارے مورث کی جو شیخ عبداللہ کو بطور عصوبت کے متروکہ شیخ سبحانی سے پہنچتا تھا ہم کو پانا چاہیئے۔

سوال دوم:۔ بعد وفات شیخ عبداللہ مذکور کے صرف اس کے دو پوتے محمود و احمد نابالغ جمن کا باپ روبروئے عبداللہ مذکور کے مرگیا تھا وارث شیخ عبداللہ مذکور کے عصوبۃ ہوئی۔ لیکن ان نابالغوں کا کوئی ولی آبائی یعنی باپ و دادا و دادی و چچا وغیرہ باقی نہیں رہا تو ان نابالغوں کی مادر مسماۃ فتح بی بی ولیہ قریبہ نابالغان مذکور کے شرعا ہو گی اور اس کو بولایت اپنے پسران نابالغان کے اختیار انتقال جائداد پسران نابالغان مذکور کا واسطے ان کی پرورش کے بایام رضاعت و حضانت حاصل ہوگا

یا نہیں وشرعاً میعاد ایام رضاعت وحضانت کے کیا ہے؟

سوال سوم: فتحہ بی بی نے بولایت اپنے پسران نابالغان محمود واحمد کے جز زمین بدست روشن شوہر وغیرہ خریداران کے بیع ڈالی اور اس پر خریداران مذکوران نے تعمیر مکانات کی کرلی اور اس کو عرصہ بلیس برس کا گذرگیا۔اب اتنے عرصہ کے بعد جو شیخ باسط علی نے بیعنامہ حق محمود واحمد نابالغان مذکور کا بابت زمین مذکور کے لکھوالیا تو وہ دعوی واسطے انہدام و دور کراپانے تعمیرات مذکور اور خالی کراپانے زمین ماتحتی تعمیرات مذکور کے بمقدار حصہ محمود واحمد نابالغان مسطور کے کرسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔اور اضرار اہل اسلام میں جائز ہے یا نہیں

الراقم محمد احمد اللہ ساکن محلہ عالم شہر جونپور

جواب:۔ (جواب سوال اول) اس صورت میں دعوی وارثان شیخ عبداللہ کا ساقط ہے اشباہ والنظائر میں ہے۔الرابعة والعشرون سکوته عند بیع زوجته او قریبه عقارا اقرار بانه لیس له علی ما افتی به مشائخ سمرقند انتہی

اور بھی اس میں الخامسة والعشرون رآه یبیع ارضا او دارا فتصرف فیه المشتری زمانا وهو ساکت یسقط دعواه انتہی

اور حاشیہ اشباہ میں ہے فی البزازیة جعل الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی القریب والزوجة انتہی

اور تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے المسئلة فی کثیر من المعتبرات کالتنویر والکنز والملتقی والبزازیة والولوالجیة وعبارتها رجل تصرف زمانا فی ارض ورجل آخر رای الارض والتصرف ولم یدع ومات علی ذلک لم تسمع بعد ذلک دعوی ولده انتہی

(جواب سوال دوم) ولایت مالی مادر کو حاصل نہیں اور بیع وشرا وغیرہ اس کی نافذ نہیں۔مگر یہ کہ کوئی ولی مالی اذن دیوے یا خود طفل بعد بلوغ کے اس کے تصرف کو جائز کرے جامع الفصولین میں ہے الولایة فی مال الصغیر الی الاب ووصیه ثم وصی وصیه ولو بعد فلومات ابوه ولم یوص فالولایة الی اب الاب ثم وصیه ثم وصی وصیه فان لم فالقاضی ومن ینصبه انتہی

اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے الام اذا رهنت متاع طفلها فانه لا یجوز الا ان تکون وصیته اذ تکون ماذونة من جهة من یلی الطفل

(جواب سوال سوم) ہرگاہ محمود واحمد نے بعد بلوغ کے تصرفات مالیہ اپنے مادر کو جائز رکھا اور تصرفات خریداران سے کچھ تعرض نہ کیا اب اتنے عرصہ کے بعد دعوی اس کا باسط علی کا مسموع نہ ہوگا۔واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

اپنی شہادت کے خلاف دعوی کرنا

سوال (۵۵۴) کوئی زمین یا مکان سالہا سال سے زید کے قبضہ اور تصرف میں ہے کبھی بکر کے باپ دادا اور خالد کے باپ دادا نے زید سے کسی قسم کا اختلاف اور مزاحمت نہیں کی۔اب بکر اور خالد کا باپ اور خود خالد نے زید کو اطلاع کئے بغیر اپنے اپنے اعزاء کے مشوروں اور ان کی حمایت سے بالا بالا نام

طور پر مرضی کے مطابق تقریری اور تحریری کارروائی کی ۔ کافی عرصہ تک خود بھی خاموش رہے اور زید کو بھی خبر نہ کی ۔ اس کے بعد اسی سابقہ کارروائی کے مطابق بکر اور خالد نے زید پہ دعویٰ کیا کہ یہ تمام مملوکہ ہمارے مورثوں کا ہے ۔ اور فلاں فلاں کارروائی کا فلاں فلاں آدمیوں کی گواہی کے ذریعہ ہمارے پاس ثبوت ہے ۔ زید کہتا ہے کہ ہمارے اور تمہارے یکجا رہتے ہوئے مجھکو اطلاع نہ دینا بغیر مشورہ اور گواہی کے کارروائی کرنا تمہارے لئے شرعاً جائز نہیں ہوگی اور میں اس شئی پر اپنے مورثوں سے نسلاً بعد نسل برابر قابض و متصرف ہوں میرے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ میرے مورثوں نے اس پر کس طرح قبضہ کر لیا اور تمہارے کسی مورث نے مزاحمت تک نہ کی ۔ اور شروع سے آجتک میرے مورثوں اور میرا عمل درآمد رہا ہے ۔ علاوہ اس سالہا سال کے قبضہ کے فلاں وثیقہ اقراری جو تمہاری اس کارروائی سے پہلے جاری ہو چکا تھا ، بکر اور پدر خالد کی گواہی مع دستخط ہونے کی وجہ سے اس شئے میں میری ملکیت کو صاف اور صراحۃً ثابت کرتا ہے ۔ اگر تمہارے مورثوں کی مملوکہ ہوتی تو نہ گواہی دیتے اور نہ عدالتوں اور پنچایتوں کی چارہ جوئی سے باز رہتے ۔ اس پر بکر و خالد نے کہا کہ ہم اور ہمارے مورث ناخواندہ ہیں لاعلمی میں دستخط کر دیئے ۔ زید نے بقول شخصے نادان ہم بکار خود ہشیار ہر ناخواندہ بھی اپنے مطلب کو خوب اچھی طرح جانتا ہے ۔ اور پھر تم نے اور خالد کے باپ نے تو مجھسے پورا وثیقہ حرف بحرف سنکر گواہی دیکر دستخط کئے تھے ۔ اب تم ناخواندگی اور ناسمجھی کی وجہ سے تیر از کمان جستہ باز نمی آید و نوشتۂ خویش و دست بریدہ خود را چہ میتواں کرد کے مصداق ہو ۔ لہٰذا تمہاری یہ سب کارروائی اور دعویٰ شرعاً باطل اور غیر مسموع ہے اور ارباب عدل و انصاف کے یہاں سند نہو گا ۔

اب سوال یہ ہے کہ جبکہ زید کا قبضہ قدیم ہے ۔ نیز بکر اور پدر خالد کی زید کے حق میں وثیقہ اقراری پر گواہی بدستخط خاص بھی ثبت ہے تو اب متنازعہ فیہ شئے میں صد سالہ قبضہ کے بعد زید کی ملکیت ثابت ہوگی یا نہیں اور بکر و خالد و پدر خالد کی کارروائی جو بغیر مہر و اطلاع اور بغیر گواہی زید سے شرعاً جائز ہوگی یا نہیں ۔

جواب : صورت مذکورہ میں زید کے خلاف بکر و خالد کا دعویٰ قابل سماع نہیں ہے ۔ تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں ہے قال فی فتاوی الولوالجی رجل تصرف زمانا فی ارض آخر و رجل آخر رای الارض والتصرف ولم یدع ومات علی ذلک لم تسمع بعد ذلک دعوی ولدہ فتترک فی ید المتصرف لان الحال مشاهد ورایت فی فتاوے الغزی صاحب التنویر سئل عن رجل ابیت فی دار یسکنہ مدۃ تزید علی ثلاث سنوات ولہ جار بجانبہ

والرجل المذکور یتصرف فی البیت ھذہ المدۃ مع اطلاع جارہ علی تصرفہ فھل اذا ادعی البیت او بعضہ تسمع دعواہ ام لا فاجاب لا تسمع دعواہ طلبی علیہ الفتوی انتہی

تقادم زمانہ سے دعویٰ کا بطلان

سوال (۵۵۵) اگر کسی شخص نے دس بارہ سال تک اپنا دعویٰ دائر نہ کیا تو حق دعویٰ باطل نہ ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب:- تقادم زمانہ سے حق دعویٰ باطل نہیں ہوتا۔ بلکہ اشباہ میں مذکور ہے۔ اگر قاضی زمانہ طویل گذرنے کی وجہ سے مدعی کے حق میں دعویٰ کو ساقط کر دے تو اس کا فیصلہ اور حکم نافذ نہ ہو گا۔

مدعی اور مدعی علیہ کی تعریف

سوال (۵۵۶) مدعی کس کو کہتے ہیں اور مدعی علیہ کس کو؟

جواب:- مدعی وہ شخص ہے کہ اگر دعویٰ نہ کرے تو اس پر جبر نہ کیا جا سکے اور مدعی علیہ وہ شخص ہے جس پر جبر کیا جا سکتا ہو۔ عالمگیریہ میں ہے۔ المدعی من لا یجبر اذا ترکھا والمدعی علیہ من یجبر علی الخصومۃ وھذا حد عام صحیح انتہی

مدعی اور مدعی علیہ میں اشتباہ

سوال (۵۵۷) عمرو کہتا ہے کہ تنخواہ کے سو روپیہ بذمہ زید باقی ہیں اور زید کہتا ہے کہ میں نے ادا کر دیئے تو صورت مذکورہ میں مدعی کون شخص ہے اور مدعی علیہ کون اور حلف زید پر ہو گا یا عمرو پر۔

جواب:- عمرو مدعی اور زید مدعی علیہ ہے اور عمرو کے پاس گواہ نہ ہونے کی صورت میں زید پر حلف آئے گا۔ کیونکہ وہ عمرو کے سو روپیہ کی ادائیگی سے انکار کر رہا ہے۔ شارح ابو المکارم فرماتے ہیں:- وقال محمد فی الاصل المدعی علیہ ھو المنکر والآخر ھو المدعی فی الکافی ان ھذا صحیح لکن الشان فی معرفتہ اذ العبرۃ للمعانی دون الصور والمبانی فان المودع اذا ادعی رد الودیعۃ فھو مدع للرد صورۃ وفی المعنی ھو منکر للضمان ولذا یحلفہ القاضی انہ لا یلزمہ رد ولا ضمان ولا یحلف انہ ردہ اذ الیمین یکون علی النفی ابدا انتہی

اور اگر زید ہی عمرو سے انکار وصول پر حلف لینا چاہے تو عمرو کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر وہ راضی ہو جائے تو جائز ہے۔ در مختار میں ہے وادعی المدیون الایصال فانکر المدعی ذلک ولا بینۃ لہ علی مدعاہ فطلب یمینہ فقال المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استحلفنی لہ ذلک فیہ انتہی

اقرار میں تناقض

سوال (۵۵۸) کسی شخص نے اولاً اقرار کیا کہ مال زید کا ہے پھر دعویٰ کرتا ہے یہ مال میرا ہے یا وکیل ہونے کی حیثیت سے دعویٰ کرتا ہے خالد کا ہے تو یہ دعویٰ مسموع ہو گا یا نہیں؟

جواب:- نہیں ۔ عالمگیریہ میں ہے التناقض کما یمنع صحۃ الدعوی لنفسہ یمنع صحۃ الدعوی لغیرہ فمن اقر بعین لغیرہ فکما لا یملک ان یدعیہ لنفسہ لا یملک ان یدعیہ لغیرہ بوصیۃ او وکالۃ وھذا اذا وجد منہ مایکون اقراراً بالملک لہ

بلاوجہ مدعی کا سکوت

سوال (۵۵۹) جبکہ یہ بات ثابت ہوجائے کہ مدعی نے صاحب قبضہ کے تصرفات مالکانہ کو دیکھتے ہوئے بلاوجہ سکوت اختیار کرکے کوئی تعارض اس سے نہیں کیا تو اب اسکے بعد مدعی کا دعوی مسموع ہوگا یا نہیں؟

جواب:- نہیں ۔ درمختار کے حاشیہ طحطاوی میں ہے متی ثبت ان الخصم عاین ذا الید یتصرف فی المتنازع فیہ تصرف الملاک وھو ساکت عن المعارضۃ من غیر مانع کان ذلک مانعا من الدعوی انتہی

کتابُ الشہادات

شہادت عدو کی تفصیل

سوال (۵۶۰) عداوت دنیوی میں جس عدو کی شہادت معتبر نہیں ہو وہ کونسا عدو ہے اور جس شخص نے زید کی زوجہ سے نکاح کرنے کی غرض سے یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو وہ شخص عدو مذکور میں داخل ہے یا نہیں ۔

جواب:- نہیں ۔ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں قولہ بخلاف الدنیویۃ کشہادۃ المقذوف علی القاذف والمقطوع علیہ الطریق علی القاطع والمقتول ولیہ علی القاتل والمجروح علی الجارح والزوج علی امرأتہ بالزنا اذا کان قذفہا اولا فالعداوۃ لیس کما یتوھم بعض المتفقہۃ والشہود وان کل من خاصم شخصا وادعی علیہ ان یصیر عدوہ فیشھد بینہما بالعداوۃ بل العداوۃ انما یثبت بنحو ماذکرنا انتہی

شہادت کے الفاظ

سوال (۵۶۱) اگر گواہ نے کہا، میں جانتا ہوں، یا کہا میں خبر دیتا ہوں ۔ تو اس کی شہادت مقبول ہوگی یا نہیں ؟

جواب:- اَشْھَدُ یا اس کے ہم معنی لفظ کہنا شہادت کا رکن ہے ۔ اگر لفظ اعلم سے ادا شہادت کرے تو مقبول نہ ہوگی ۔ کذا فی کتب الفقہ ۔

لفظ اشہد پر اکتفا کرنا

سوال (۵۶۲) موجودہ زمانہ میں گواہوں سے حلف لینا اور لفظ اشہد پر اکتفا کرنا غلبۂ ظن

حاصل ہونے کی وجہ سے قاضی کے لئے جائز ہے یا نہیں۔

جواب :- جائز ہے "اشباہ والنظائر میں رائی قاضی کے بارہ میں لکھتے ہیں وفی تحلیف الشاھد ان راٰہ جاز کمافی الصیرفیۃ اور اسی میں ہے وفی التھذیب وفی زماننا لما تعذرت التزکیۃ لغلبۃ الفسق اختار القضاۃ استحلاف الشھود کما اختارہ بن ابی لیلی لحصول غلبۃ الظن انتہی

اور حموی شارح اشباہ بھی یہی تحریر فرماتے ہیں، قال المصنف فی البحر ولا یضعفہ ما فی الکتب المعتمدۃ کالخلاصۃ من انہ لایمین علی الشاھد لانہ عند ظھور عدالتہ والکلام عند خفاءھا خصوصا فی زماننا ان الشاھد مجھول الحال وکذا المزکی غالبا والمجھول لایعرف المجھول انتہی۔

مسلمان کے خلاف کفار کی گواہی

سوال (۵۶۳) اگر مدعیٰ علیہ مسلمان ہو اور گواہ کافر تو ان کی گواہی مقبول ہوگی یا نہیں۔

جواب: مقبول نہیں ہوگی۔

مدعیہ طلاق کا گواہ سے نکاح کرنا

سوال (۵۶۴) اگر کسی شخص کی زوجہ نے طلاق کا دعویٰ کرکے دو گواہ پیش کردیئے اور بعد میں کسی ایک شاہد سے نکاح کرنے لگے تو اس کی شہادت باطل ہوجائے گی یا نہیں۔

جواب :- باطل ہوجائے گی۔ درمختار میں ہے ولو شھد لھا ثم تزوجھا بطلت خانیۃ انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے اذا شھد رجل لامرأۃ بحق ثم تزوجھا بطلت شھادتہ کذا فی فتاوی قاضیخان انتہی

شہادت کے لئے سماع کا کافی ہونا

سوال (۵۶۵) اگر گواہوں نے محض سُنی سنائی بات پر گواہی دیدی کہ زید پسر بکر ہے تو گواہی مقبول ہوگی یا نہیں؟

جواب :- مقبول ہوگی۔ خلاصہ میں ہے وفی الاصل الشھادۃ بالسماع لایجوز الا فی اربعۃ مواضع الموت والنسب والنکاح والقضاء اما النسب فصورتہ اذا سمع من انسان ان فلان بن فلان الفلانی وسعہ ان یشھد بذلک وان لم یعاین الولادۃ علی فراشہ الاتری انا نشھد ان ابابکر رضی اللہ عنہ ابن ابی قحافۃ وما رأینا اباقحافۃ واما النکاح اذا رأی رجلا یدخل دار امرأۃ وسمع من الناس یقولون فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح انتہی

مدعی علیہ کی جرح گواہوں پر

سوال (۵۶۶) مدعی علیہ کہتا ہے کہ مدعی نے گواہوں کو کچھ دیکر گواہی دلائی ہے تو مدعیٰ علیہ کا یہ قول

قابل قبول ہے یا نہیں

جواب:- قابل سماع نہیں ہے، اگرچہ مدعی علیہ اپنی بات کو گواہوں سے بھی ثابت کردے۔ ہدایہ میں ہے لو اقام حمل ای المدعی علیہ البینۃ ان المدعی استاجر الشہود لم تقبل لانہ شہادۃ علی جرح مجرد انتہی۔

امر قدیم یا امر حادث پر شہادت

سوال (۵۶۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید کا دروازہ ہے کہ مرور اس کا زمین عمرو میں واقع ہے عمرو وہ دروازہ بند کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ دروازہ جدید ہے اور حق مرور زید کا اس زمین میں ثابت نہیں ہے اور زید کہتا ہے کہ دروازہ میرا قدیم ہے اور حق مرور ثابت ہے اور دونوں کے گواہ اپنے اپنے دعوی پر ہیں آیا اس صورت میں گواہ زید کے نفی کے ہیں یا نہیں اور اگر گواہ نفی کے نہیں ہیں تو پھر گواہان عمرو پر ترجیح رکھتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب:- صورت مسئولہ میں گواہ عمرو کے اولی و لائق قبول ہیں اس واسطے کہ گواہ مذکور مثبت امر حادث ہیں یعنی جدید ہونے دروازہ کے ہیں اور جو گواہ کہ مثبت امر حادث ہوتے ہیں ان کو تقدیم ہے اور پر گواہان مثبت اور قدیم کے بموجب روایات معتبرات کتب فقہ اور قواعد اصول فقہ کے کہ درج جواب ہیں۔ فتاوی قینہ کے باب بینتین متضادتین میں مسطور ہے۔ لہ کنف فی طریق العامۃ فزعم غیرہ انہ محدث وزعم صاحبہ انہ قدیم واقاما البینۃ فالبینۃ بینۃ من یدعی انہ محدث اور فتاوی الانقرویہ کی فصل ترجیح بینۃ میں تحریر ہے قال احد الحارثین للآخر ہذا السباط الذی اخرجتہ محدث وقال الآخر کان کذلک فی القدیم فالقول للمدعی لکونہ متمسکا بالاصل (۶) البینۃ من یدعی انہ محدث (فعم) علی عکسہ قال رضی اللہ عنہ والصحیح ہو الاول انتہی۔

اور تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں تحریر ہے فی رسالۃ الحجج والبینات ان الاصل فی ترجیح البینۃ علی ما ذکر فی الاصول انما ہو کونہا مثبتۃ دخلاف الظاہر اذ البینۃ انما شرعت لاثبات امر حادث والیمین لابقائہ علی ما کان فعلی ہذا بینۃ الحدوث تقدم واللہ اعلم اقول ان بینۃ الحدوث تقدم فی صورۃ السوال وکذا فی البناء والکنف لما ذکر من التعلیل الموافق لما ذکر من التاصیل من ان الحدوث امر عارض والقدم اصل فلہذا کان القول قول مدعیہ ورجح کون البینۃ المدعی الحدوث جار علی القواعد الفقہیۃ والاصولیۃ لاثباتہا خلاف الاصل بلا فرق بین الکنف وغیرہ

اور فتاوی حامدیہ اور بحر الرائق میں بھی قاعدۂ اصول مطابق قواعد مذکورۂ بالا کے تحریر ہے ملک الانسان لا یکون فی ید غیرہ الا بعارض والبینۃ یکون علی مدعی العارض ولا یکون علی صاحب الاصل۔ علاوہ اس کے گواہان زید کی شہادت جو مندرج سوال ہے مثبت دعوی حق مرور نہیں ہے گواہوں نے فقط کا دروازہ قدیم سے بیان کیا ہے یہ نہیں بیان کیا کہ زید کا حق مرور فلاں زمین میں ہے۔ حالانکہ بدون ایسی تصریح کے حق مرور ثابت نہیں

ہوتا یہاں تک کہ اگر گواہ بیان کرے کہ فلاں شخص کو دیکھا ہے کہ فلاں شخص کو دیکھا ہے کہ فلاں زمین مرور کیا تھا تو بھی حق مرور ثابت نہیں ہوتا۔ جیسا روایت ہذا فتاوی عالمگیری سے ثابت ہے لو ادعی علی آخر حق المرور ورقبۃ الطریق فی دارہ فالقول قول صاحب الدار ولو اقام المدعی البینۃ انہ کان یمر فی ہذہ الدار ولم یستحق بہذا شیئاً کذا فی الخلاصۃ روایت مذکورہ کی قریب تحریر ہے ولو شہد الشہود ان لہ طریقا فی ہذا الدار جازت شہادتہم انتہی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اور فتوی گوانیدہ زید میں مجیب نے زید کو خارج الید اور عمرو کو بنظر ملکیت رقبۂ زمین کے ذی الید قرار دے کر زید کے گواہوں کی اولویت تجویز کی ہے۔ تجویز مذکور سراسر بے محل مع اولویت گواہون خارج الید کے ذی الید کے جو کتب فقہ میں مذکور ہے وہ دعوی ملک مطلق عقار وغیرہ میں ہے یہاں دعوی ملکیت عقار وغیرہ نہیں ہے اور نہ نسبت ملکیت رقبہ زمین کے زید اور عمرو میں اختلاف ہے بلکہ زید کو دعوی حق مرور کا زمین عمر میں ہے اور نسبت حدوث اور قدم دروازہ کے آپس میں اختلاف ہے۔ پس اس صورت میں اگر عمر کو خارج الید کہا جاوے اور زید کو ذی الید تو بجا ہے نہ بالعکس اس واسطے کہ زید بذریعہ دروازہ کے متصرف زمین عمرو میں ہو گیا ہے تو زید ہی ذی الید ہو۔ لہٰذا اُس کے دست تصرف کا رفع عمرو نے حکام سے چاہا ہے اور اپنے گواہوں سے تصرف عارضی اور حادث زید کا اثبات کرایا ہے فقط واقعی اس صورت میں گواہ زید کے گواہان عمر پر ترجیح رکھتے ہیں نزدیک اصحاب بزازیہ اور خلاصہ اور شرح ملتقی کے واللہ اعلم فی البزازیۃ وان اختلفا فرہن احدہما علی القدم والآخر علی الحدوث فبینۃ القدم اولی انتہی وفی العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ اذا تعارضت بینۃ الحدوث والقدم ففی الخلاصۃ بینۃ القدم اولی وذا العلائی فی شرح الملتقی ان بینۃ القدم اولی فی البنار انتہی مختصراً اور ترجیح نہیں رکھتے ہیں۔ نزدیک برہان بخاری اور برہان صاحب المحیط کے جیسا کہ صاحب قنیۃ المنیۃ لتمیم الغنیۃ نے نقل کیا ہے اور یہی غازی زاہدی میں بھی منقول ہے فی العقود ونقلہ فی الحاوی الزاہدی بالحرف معللا بقولہ فالبینۃ بینۃ من یدعی انہ محدث لانہا تثبت ولایۃ البعض انتہی اور قول اخیر کو صاحب عقود نے ترجیح دی ہے اور کہا ہے وبہ ظہر ترجیح مافی الغنیۃ والحاوی علی مافی البزازیۃ والخلاصۃ انتہی واللہ علیم بالصواب وعندہ ام الکتاب

کتبہ ابوالاحیا محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم۔

فی الواقع صورت مذکورہ میں گواہان عمرو کہ مدعی حدوث ہے۔ گواہان زید پر ترجیح رکھتے ہیں بحسب قول مرجح فقہا محققین وموافق قواعد اصولیین واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

عدم علم اور علم عدم پر گواہی

سوال (۵۶۸) زید عمرو میں ایک مسئلہ پر بحث ہے۔ زید تو کہتا ہے نفی متواتر کے گواہ شرعاً مقبول ہوں گے۔ مثلاً کوفہ کے کسانوں نے کسی شخص کے بارہ میں شہادت دی کہ وہ فلاں سال کو فہ میں تھا تو ان کی یہ گواہی بصرہ میں ہونے سے نفی کرتی ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان کسانوں نے

بصرہ میں گواہی دی کہ وہ شخص فلاں سال بصرہ میں نہ آیا تھا۔ کیونکہ یہ گواہی عدم آمد پر نہیں۔ بلکہ آمد کے بارہ میں عدم علم پر ہے۔ اور زید اپنا استدلال فتاوی ہندیہ کی روایت مذکورہ اقام امرأتہ رجلین ان فلانا طلق امرأتہ یوم النحر بالکوفۃ واقام فلان البینۃ انہ کان ذالک الیوم حاجا بمنی فالبینۃ بینۃ المدعی ولا یلتفت إلی بینۃ المدعی علیہ الا ان تاتی العامۃ وتشہد بذلک فیوخذ بینتہا دتہم کذا فی الذخیرۃ انتہی سے کرتا ہے اور عمرو اس عدم علم کی گواہی کو بھی جائز کہتا ہے اور اپنے قول کا استدلال حموی کی روایت مذکورہ قال فی المحیط ان تواتر عند الناس وعلم الکل عدم کونہ فی ذلک المکان والزمان لا تسمع الدعوی علیہ ویقضی بفراغ ذمتہ لانہ یلزم تکذیب الثابت بالضرورۃ والضروریات مما لا یدخلہا الشک سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ گواہی عدم علم پر نہیں بلکہ فلاں کی آمد کے بارہ میں علم عدم پر گواہی ہے۔ صورت مذکورہ میں زید کا قول واستدلال صحیح ہے یا عمرو کا۔

جواب: شہادت کی نفی کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) صورۃ اثبات مگر معنی نفی ہو مثلاً گواہی دیجائے کہ فلاں شخص فلاں سال کوفہ میں تھا۔ تو یہ گواہی متضمن ہوگی بصرہ میں ہونے کی نفی کو۔

(۲) صراحتاً نفی ہو یعنی صورۃً ومعنیً مثلاً گواہی دیں کہ وہ شخص بصرہ میں نہ تھا۔ دونوں صورتوں میں شہادت نفی مقبول نہ ہوگی۔ مگر جب کہ امر مشہور و متواتر ہو خواہ نفی صریح ہو یا ضمنی تو پھر مقبول ہوگی۔ فتاوی ہندیہ کی روایت انمیں سے ایک صورت کو متضمن ہے اور حموی کی روایت دوسری صورت کو فتاوی بزازیہ میں ہے شہد انہ استقرض من فلان فی یوم کذا فی بلد کذا فبرھن علی انہ لم یکن فی ذلک المکان بل کان فی مکان آخر لا یقبل لان قولہ لم یکن فیہ نفی صورۃ ومعنی وقولہ بل کان فی کذا نفی معنی واصلہ ما ذکر فی النوادر عن الثانی شہد علیہ بقول او فعل یلزم علیہ بذلک اجارۃ او کتابۃ او بیع او طلاق او عتاق او قصاص او قتل فی مکان وزمان ووصفا فبرھن المشہود علیہ انہ لم یکن ثم یومئذ لا یقبل لکن قال فی المحیط ان تواتر عند الناس وعلم الکل عدم کونہ فی ذلک المکان والزمان لا یسمع الدعوی ویقضی بفراغ الذمۃ لانہ یلزم تکذیب الثابت بالضرورۃ والضروریات مما لا یدخلہا الشک وکذا کل بینۃ اقامت علی ان فلانا لم یفعل ولم یقل ولم یقرأ انتہی اور درمختار میں ہے شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ انتہی اور ردالمحتار میں ہے بخلاف غیرہ فلا یقبل سواء کان نفیاً صورۃ او معنی وسواء احاط بہ علم الشاھد اولا انتہی

شہادت نفی اور شہادت اثبات کا تقابل

سوال (۵۶۹) زید نے چھ سات آدمیوں کی شرکت اور اعانت سے عمرو کو دھار دار آلہ سے قتل کردیا۔ مقتول عمرو کے ورثاء نے معائنہ و اثبات کے پانچ گواہ قاضی کے سامنے پیش کردیئے سب نے متفق اللفظ و المعنی ہوکر شہادت ادا کی۔ نیز قاضی نے موقع قتل پر پہنچ کر اہل محلہ سے تحقیق کی۔ غرضیکہ زید کا عمرو کو خود اپنے ہاتھ سے دیگر رفقاء کی اعانت کے ساتھ دھار دار آلہ سے قتل کرنا ثابت ہوگیا۔ اور زید قاضی کے سامنے قتل سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ میں تو اس روز فلاں جگہ تھا۔ میرے حق میں نفی تواتر کے گواہ سن لئے جائیں۔ زید کے ساتھ دیگر شرکاء نے بھی اسی طرح ظاہر کیا۔ مگر مدعا علیہم کا یہ قول قاضی کے یہاں قبول نہوا اور نہ گواہان نفی کی شنوائی ہوئی۔ چنانچہ زید سے قصاص لیا گیا اور ساتھیوں کو چھ سات سال کے لئے قید کردیا گیا۔ اب ان قیدیوں نے قاضی کے حکم سے ناراض ہوکر دوسری عدالت میں نفی تواتر کے گواہوں کی شنوائی کی درخواست کی ایسی حالت میں جب کہ قاضی نے معائنہ و اثبات کے پانچ شاہدوں کی شہادت کے وثوق پر زید سے قصاص لے لیا اور مدعا علیہم کے گواہان نفی کو نہیں سنا تو اب قضاء قاضی کے بعد نفی تواتر کے گواہوں کی شنوائی بمقابلہ معائنہ و اثبات کے گواہوں کے جن کی گواہی پر قصاص بھی لیا جاچکا عند الشرع قابل قبول ہوگی یا نہیں۔

جواب:۔ جب کہ قاضی اول نے شہادت و معائنہ وغیرہ کے وثوق پر قصاص وغیرہ کا حکم صادر کردیا بلکہ حکم کی تعمیل بھی ہوگئی اور مدعی علیہم نے اس سے پہلے نفی تواتر کی شہادت کے ساتھ جس کا اظہار اب کرتے ہیں مرافعہ نہیں کیا تو اب ان کا قول غیر معتبر اور شہادت غیر مقبول ہوگی۔ جیساکہ تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں کتاب الدعوی کی عبارت کا مقتضا ہے فی الکافی فی کتاب الشہادۃ اذا تضمنت الشہادۃ نقض قضاء ترد انتہی۔

قصاص کے لئے شہادت قتل

سوال (۵۷۰) دو شخصوں نے زید و بکر کے ہاتھ سے قتل عمرو کے سلسلہ میں قاضی کے سامنے بغیر اشہد کے گواہی دی اور چلے گئے اور یہ بھی بیان ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اول زید نے عمرو کے سر پر تلوار کا وار کیا اور بعد میں بکر نے ہاتھ پر تلوار ماری۔ اور دونوں کے ہاتھ سے عمرو پر حملہ تلوار کے معائنہ کو ایک وقت ہی بیان کرتے ہیں اور یہ ذکر نہیں کرتے کہ عمرو زید و بکر کے ہاتھوں کے لگائے زخموں سے ہلاک ہوا اور اسی وقت جان دیدی۔ تو یہ گواہی قابل قبول اور زید پر وجوب قصاص کے لئے کافی ہوگی یا نہیں۔ اور قاضی کے لئے لازم ہوگا کہ گواہوں کو بلاکر دوبارہ لفظ اشہد کے ساتھ شہادت لے یا نہیں۔

جواب :۔ شہادت قتل میں گواہوں کے لئے یہ بیان کرنا ضروری نہیں کہ اسی ضرب سے ہلاک ہوا۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے۔ اذا شہد شاہد ان علی رجل انہ ضرب رجلا بالسیف فلم یزل صاحب فراش حتی مات فعلیہ القصاص ولا ینبغی للقاضی ان سیأل الشہود مات من ذلک ام لا فی العمد والخطاء لکنہم ان شہد واولٰی الک انہ مات من ذلک لم تبطل شہادتہم انتہی

اور تنقیح فتاوی حامدیہ میں بزازیہ کے حوالے سے مذکور ہے لا یحتاج لشاہد ان یقول انہ مات من جراحتہ انتہی لیکن لفظ اشہد یا ہم معنی دوسرا لفظ قبول شہادت کے لئے ضروری ہے۔ درمختار میں ہے۔ درکنہا لفظ اشہد لا غیر انتہی اور اسی میں ہے ولزم فی الکل لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع انتہی۔ اور شرنبلالی اپنے رسالہ الاستفادہ من کتاب الشہادہ میں تحریر فرماتے ہیں من الشرائط لفظ الشہادۃ فلا یقبل بغیرہا من الالفاظ کلفظ الاخبار والاعلام وان یکون بصیغۃ المضارع انتہی ۔

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کو لفظ اشہد کے ساتھ گواہی لیکر حکم کرنا ضروری ہے۔

نفی متواتر اور ورثہ مقتول کے گواہوں کا اختلاف

سوال (۱۷۵) سوال اول :۔ زید کہتا ہے عمرو جس شہر میں قتل کیا گیا میں تو اس روز دوسرے بعید شہر میں تھا اور میری اس بات کے دوسرے شہر کے کسان شاہد گواہ ہیں کہ میں مقتل عمرو میں موجود نہ تھا بلکہ دوسرے شہر میں تھا تو نفی متواتر کے یہ گواہ قابل قبول ہوں گے یا ورثہ عمرو کے گواہوں کے صدق اور قول زید کے کذب کا گمان کرتے ہوئے نفی متواتر، کے گواہ شرعاً غیر مقبول ہو جائیں گے۔

سوال دوم - زید مذکور کہتا ہے کہ ورثہ عمرو کے گواہ فاسق وفاجر اور ہمیشہ اجرت پر گواہی دینے والے اور سارق بھی ہیں تو ایسی صورت میں گواہوں کی تفتیش وتحقیق کرنا ظاہراً یا باطناً قاضی کیلئے ضروری ہے یا نہیں

جواب :۔ جواب سوال اول :۔ نفی متواتر کے گواہوں کو قاضی قبول کرلے۔

شرنبلالی اپنے رسالہ ایضاح الخفیات لتعارض البینۃ والاثبات میں تحریر کرتے ہیں۔ اجاب صاحب البحر البینۃ الشاہدۃ بانہ لم یکن فی محل الضرب غیر مقبولۃ لانہا بینۃ النفی الا اذا تواتر عند الناس وعلم الکل علام کونہ فی ذالک المکان والزمان لا تسمع الدعوی علیہ ویقضی بفراغ الذمۃ انتہی فتاوی حامدیہ اور فتاوی بزازیہ میں بھی یہی مذکور ہے

جواب سوال دوم - قصاص کے گواہوں کا تزکیہ کرنا ظاہراً وباطناً مدعی علیہ کے طعن کرنے سے پہلے ہی لازم و ضروری ہے۔ چہ جائیکہ مدعی علیہ کے طعن کرنے کے بعد۔ بحرالرائق میں مذکور ہے الحاصل انہ ان طعن سأل عنہم فی الکل والا سأل فی الحدود والقصاص انتہی

پردہ نشین عورت کے دعویٰ کی شہادت

سوال (۵۷۲) ایک پردہ نشین عورت نے دعویٰ کیا کہ میں نے فلاں پردہ نشین عورت کے واسطہ سے اپنا زیور عاریت پر دیا اور گواہوں نے بھی بیان کیا کہ مدعیہ نے پس پردہ سے اپنا زیور فلاں عورت کے ہاتھ بھیجا اور مدعیٰ علیہ نے عاریت پر لیا اور پس پردہ مدعیہ کی آمد کا علم مدعیٰ علیہ کے اقرار اور اس کی آواز سے ہوگیا تھا اور مدت اعارۃ سات ماہ اور کم وبیش سات روز بھی بیان کی تو مذکورہ شہادت سے زیور عاریۃً دینے کا ثبوت شرعاً ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ شہادت مذکورہ بالکل صحیح نہیں۔ لہٰذا اس عاریت کا شرعاً ثبوت نہیں ہوسکتا کیونکہ پس پردہ سننے پر گواہی دینا جائز نہیں۔ مگر یہ کہ شاہد کو یقینی طور علم ہوجائے کہ پس پردہ مدعیہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے اور یہ صورت یہاں پر مفقود ہے۔ عالمگیری میں ہے لو سمع من وراء الحجاب لا یسعہ ان یشہد لاحتمال ان یکون غیرہ اذ النغمۃ تشبہ النغمۃ الا اذا کان فی الداخل وحدہ ودخل وعلم الشاہد انہ لیس فیہ غیرہ ثم جلس علی المسلک ولیس لہ مسلک غیرہ فسمع اقرار الداخل ولا یراہ لانہ یحصل بہ العلم وینبغی للقاضی اذا فسر ان یقبلہ کذا فی التبیین انتہی

دیگر کتب فقہ اور درمختار میں بھی یہی مذکور ہے۔ اور گواہوں نے جو یہ کہا کہ ہم نے پس پردہ مدعیہ کا آنا اور کھڑا ہونا مدعیٰ علیہ کے اقرار اور آواز سے بھی جان لیا تھا، ثبوت عاریت کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ پس پردہ مدعیہ کا آنا اور کھڑا ہونا نہ عین عاریت ہے اور نہ مستلزم عاریت۔ لہٰذا اس کے اقرار سے ثبوت عاریت کس طرح ہوسکتا ہے اور آواز سے شناخت کرنا فقہا کے یہاں غیر معتبر ہے اور پھر گواہوں کا مدت اعارہ سات ماہ اور سات دن کم وبیش کا بیان کرنا شہادت کی عدم صحت کا سبب ہے۔ جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔ اذا ادعی بالفارسیۃ دوازدہ درھم وشہد الشہود ان لہٰذا المدعی علی ہٰذا المدعیٰ علیہ دہ دوازدہ لا یقبل لمکان الجہالۃ وکذلک اذا ادعی دہ دوازدہ درہم لا یسمع دعواہ وکذلک اذا ذکر التاریخ فی الدعوی علی ہٰذا الوجہ بان قال این عین ملک من است از دہ دوازدہ سال فانہ لا یسمع دعواہ وکذلک اذا ذکر الشہود التاریخ فی شہادتہم علی ہذا الوجہ ...... لا یقبل شہادتہم کذا فی الذخیرۃ انتہی

محمد امداد حسین　　صح الجواب محمد عبدالحی

شہادت کے بعد حکام کا اختلاف

سوال (۵۷۳) مسماۃ زینب بیگم مدعیہ نے دعویٰ عاریت دینے زیور طلائی معلوم القدر ومعلوم القیمۃ کا بنام عمرو بکر اصل مدعاعلیہما وعجوبہ تیسری مدعاعلیہا کے عدالت دیوانی میں دائر کیا اور منجملہ تین گواہوں عدیدہ کے دو گواہوں نے بالاتفاق حاکم عدالت کے روبرو اس خلاصہ بیان سے گواہی دی کہ عرصہ تقریباً سوا سات مہینے کا ہوا اور تیسرے گواہ نے کہا کہ بمرور مدت سوا سات مہینے کم یا زیادہ کے

مسماۃ عجوبہ نے موافق اس کہنے عمرو و بکر اصل مدعا علیہما کے کہ مدعیہ بیگم صاحبہ سے کہو کہ ہمیں دو تین روز کے لئے اپنا طلائی زیور مستعار دے دیں۔ مدعیہ کے گھر کے اندر جا کے اندر سے اُسی قدر طلائی زیور لا کر عمرو مدعا علیہ کے ہاتھ میں دیا اور عمرو مدعا علیہ نے بکر کے ہاتھ میں دیا اور عجوبہ نے اسی وقت اصل مدعا علیہما سے کہا کہ بیگم صاحبہ بھی اندر ڈیوڑھی کے موجود ہیں۔ جو کچھ وہ کہتی ہیں تم سن لو۔ چنانچہ مدعیہ نے باآواز مدعا علیہما سے کہا کہ میں نے یہ زیور اپنا تم کو عجوبہ اور امراؤ کے سبب سے عاریت دیا ہے اور ہم سے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ یہ معاملہ مالیت کا ہے اس وقت اصل مدعا علیہما نے بجواب کلام مدعیہ کے کہا کہ زیور آپ کا دیا ہوا اسی قدر قیمتی ہے جو آپ نے ہم کو عاریتہً دیا اور بیان کیا ہے اور ہم لوگوں سے کہا کہ تم گواہ رہو کہ ہم نے یہ زیور مدعیہ کا عاریتہً لیا ہے اور مدعیہ بیگم صاحبہ پردے میں تھیں مگر عجوبہ مدعا علیہما نے اقرار کیا تھا کہ بیگم صاحبہ مدعیہ یہ کھڑی ہیں اور عمرو و بکر اصل مدعا علیہما نے قول مدعیہ سن کر ان کو تسلیم کر لیا تھا کہ یہ بیگم صاحبہ مدعیہ ہیں اور دو گواہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ پھر اصل مدعا علیہما نے بمرور عرصہ ڈیڑھ مہینے کم و بیش کے ہم سے کہا تھا کہ ہم وہی زیور مستعار لیا ہوا مدعیہ کا واپس دیں گے۔ فقط اور حاکم عدالت دیوانی نے اس گواہی کی بنیاد پر فیصلہ ثبوت عاریتہً کا مدعیہ کے حق میں صادر کیا۔ لیکن ہنگام مرافعہ دوسرے مجوز نے اس فیصلہ حاکم عدالت دیوانی کو لائق استرداد تجویز کیا اور گواہان مدعیہ کو بوجہ پردے میں بیان کئے جانے مدعیہ کے باوجود شناخت و تمیز و تسلیم و تعریف خود دونوں اصل مدعا علیہما کے مدعیہ کی نسبت کہ یہ بیگم صاحبہ ہیں اور تم لوگ گواہ رہو اور نیز بوجہ سوا سات مہینے کم یا زیادہ کہنے تیسرے گواہ کے جہالت مدت ظاہر کر کے نامقبول تجویز کیا۔ فقط اب دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا شرعاً اس صورت میں فیصلہ حاکم عدالت دیوانی جو بحق مدعیہ بنائے گواہی گواہان مذکور کے صادر ہوا ہے صحیح و قابل نفاذ ہے۔ یا تجویز دوسرے مجوز کی متضمن استرداد فیصلہ عدالت دیوانی و نامقبول قرار دینے گواہان مذکورین کے صحیح و قابل جواز ہے۔ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

جواب:۔ شرعاً صورت مسئول عنہا میں فیصلہ حاکم عدالت دیوانی کا بحق مدعیہ گواہی مذکور و منقول کی بنیاد پر بابت ثبوت عاریت اس قدر زیور طلائی مدعیہ کے جس کا دعوے ہے بے شبہ صحیح و قابل نفاذ ہے ہرگز غیر صحیح و لائق استرداد نہیں۔ ہاں تجویز دوسرے مجوز کی متضمن استرداد فیصلہ عدالت دیوانی باختیار دو وجہ فرضی و قیاسی مندرجہ تجویز کے کہ صورت مسئول عنہا سے متعلق نہیں ہیں قطعاً غیر صحیح و قابل جواز ہے اس لئے کہ گواہان مدعیہ مجیبہ کے حلفی و اتفاقی بیان سے کہ شناخت و تمیز و تعریف مدعیہ مذکورہ کے خود ہر دو اصل مدعا علیہما نے کی ہے جیسا کہ ذکر کیا جائے گا بمطابق قواعد شرعیہ عاریت دینا مدعیہ کا اپنا زیور طلائی اصل مدعا علیہما کو اور اقرار کرنا ہر دو اصل مدعا علیہما بابت عاریت لینے اسی قدر زیور طلائی مدعیہ کے

عرصہ سوا سات مہینے بخوبی ثابت اور متحقق ہے والثابت بالبینۃ کالثابت مع البینۃ کذا فی الکفایۃ وغیرہا من شروح الہدایۃ پس اس بیان گواہان سے کہ مدعیہ پردے میں تھیں بحالت شناخت وتمیز وتسلیم وتعریف خود دونوں اصل مدعا علیہما بلکہ ہر سہ مدعا علیہم نسبت مدعیہ کے یہ بیگم صاحبہ مدعیہ ہیں اور بیگم صاحبہ یہ کھڑی ہیں کچھ خلل ونقصان صحت گواہی وقبولیت گواہی میں پیدا نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر گاہ شریعت غرا میں موافق مذہب مختار ومعتمد ومفتی بہ صاحبین رح کے صرف اس قدر خبر دینا دو آدمی عادل کا نسبت عورت محجبہ ومنقبہ کے یہ فلاں عورت ہے بوجہ معلوم ممیز ہو جانے محجبہ ومنقبہ کے اسی خبر سے صحت وتحمل وقبولیت شہادت کے باب میں کفایت کرتا ہے تو بحالت اقرار تمیز وتعلیم وتعریف خود دونوں مدعا علیہما کے مدعیہ محجبہ کے بہ نسبت اس لفظ سے کہ یہ بیگم صاحبہ مدعیہ ہیں۔ بوجہ معلوم ومميز ہو جانے مدعیہ مذکورہ کے بطریق اولیٰ صحت وقبولیت گواہی کے واسطے کافی ہے۔ اس صورت میں پس پردہ بیان کیا جانا مدعیہ کا کسی طرح صحت وقبولیت گواہی میں خلل ونقصان پیدا نہیں کرتا ہے ہاں اگر خود ہر دو مدعا علیہما کے اقرار یا کسی دوسرے دو عدل کے اخبار سے تعریف وتمیز مدعیہ کی نہ ہوتی تو البتہ محل تردد تھا۔ لہٰذا ایسی حالت اقرار وتسلیم وتعریف خود ہر دو اصل مدعا علیہا میں کوئی اہل علم وماہر فقہ صحت شہادت کی بابت تامل نہیں کر سکتا ہے اس مسئلہ کی تحقیق وتشریح میں اکثر فقہائے نے اختلاف امام ابوحنیفہ وصاحبین رح نقل کر کے ترجیح وتصحیح قول صاحبین رح کی بابت جواز وصحت شہادت کی فرمائی ہے اور اسی قول صاحبین کو بوجہ الیسر علی الناس ہونیکے مختار ومعتمد ومفتی بہ قرار دیا ہے از آن جملہ قدوۃ انام شیخ ابن ہمام رح نے بتصریح صاحب بحر شارح کنز ومحقق شامی وغیرہ کے اہل ترجیح بلکہ اہل اجتہاد میں شمار کیے جاتے ہیں۔

فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے وفی الفتاوی اذا اقرت المرأۃ من وراء حجاب لایجوز لمن سمع ان یشہد علی اقرارہا الا اذا رأی شخصہا فح یجوز ساجمل فی ہذہ المسئلۃ ووضعہا فی الخلاصۃ وغیرہا کہذا الشہادۃ علی امرأۃ سال محمد بن الحسن ابا سلیمان عنہا قال لایجوز حتی یشہد جماعۃ انہا فلانۃ اما عند ابی یوسف وعند ابیک فیجوز اذا شہد عندہ عدلان انہا فلانۃ وہل یشترط رویتہ وجہہا اختلف المشائخ فیہ فمنہم من لم یشترط والیہ مال الامام خواہر زادہ وفی النوازل قال یشترط رویتہ شخصہا وفی الجامع الاصغر رویتہ وجہہا وانت تعلم انہ لابد من معرفۃ یفید التمییز عند الاداء علیہا فاذا ثبت ان التعریف یفید التمیز لزم ان لاحاجۃ الی رویتہ وجہہا ولا شخصہا کما اختارہ شیخ الاسلام خواہر زادہ الا اذا لم یوجد من یعرفہا واذا وجد حینئذ یجری الخلاف المذکور انہ یکفی فی التعریف عدلان ولابد من جماعۃ ویوافقہ ما فی المجتبی تحمل الشہادۃ علی امرأۃ فماتت فشہد عندہ ان المقرۃ فلانۃ جاز لہ ان یشہد علیہا نقلہ فی الخلاصۃ وفی المحیط شہدا علی امرأۃ سمیاہا ونسباہا وکانت حاضرۃ فقال القاضی اتعرفانہا قالا لاتقبل شہادتہما ولو قالا تحملنا علی المسماۃ بفلانۃ بنت فلانۃ الفلانیۃ ولا ندری انہا ہذہ ام لاصحت الشہادۃ وکلف المدعی ان یاتی باخرین یشہدان انہا فلانۃ بنت فلان بخلاف الاول لانہما ہناک اقرا بالجہالۃ فبطلت الشہادۃ فہذا ونحوہ یفید ما قلنا انتہی اور فتاوی

عالمگیری میں لکھا ہے۔ اختلف المشائخ فی تحمل الشہادۃ علی المرأۃ کانت منتقبۃ لبعض مشائخنا قالوا لا یصح التحمل علیہا بدون رؤیۃ وجہہا وبعض مشائخنا توسعوا فی ہذا وقالوا یصح عند التعریف وتعریف الواحد یکفی والمثنی احوط والی ہذا مال الشیخ الامام المعروف بخواہر زادہ والی القول الاول مال شیخ الاسلام الاوزجندی والشیخ الامام ظہیر الدین وحرب من المعقول یدل علی ہذا فانا اجمعنا علی انہ یجوز النظر الی وجہہا لتحمل الشہادۃ ثم عند ابی یوسف ومحمد رح اذا اخبرہ عدلان انہا فلانۃ فذلک یکفی وعلی قول ابی حنیفۃ رح لا تحمل لہ الشہادۃ علی النسب مالم یسمع من جماعۃ لا یتصور تواطؤہم علی الکذب کذا فی الظہیریۃ والفقیہ ابوبکر الاسکاف کان یفتی بقولہما فی ہذہ المسئلۃ وہو اختیار نجم الدین النسفی وعلیہ الفتوی فان عرفہا باسمہا ونسبہا عدلان ینبغی ان یشہد علی شہادتہما ہؤلاء الشہود کما ہو طریق الاشہاد علی الشہادۃ حتی یشہدوا عند القاضی علی شہادتہما بالاسم والنسب ویشہد باصل الحق بطریق الاصالۃ فیجوز ذالک بلاخلاف کذا فی المحیط انتہی

اور محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ نے درمختار کے حاشیہ میں لکھا ہے ذکر الفقیہ ابو اللیث عن نصر بن یحیی قال کنت عند ابی سلیمان فدخل ابن محمد بن الحسن فسالہ عن الشہادۃ علی المرأۃ متی تجوز اذا لم یعرفہا قال کان ابو حنیفۃ یقول لا تجوز حتی یشہد عندہ جماعۃ انہا فلانۃ وکان ابو یوسف وابوک یقولان تجوز اذا شہد عندہ عدلان انہا فلانۃ وہو المختار للفتوی وعلیہ الاعتماد لانہ ایسر علی الناس آہ واعلم انہما کما یحتاجان للاسم والنسب للمشہود علیہ وقت التحمل یحتاجان عند اداء الشہادۃ الی من یشہدان صاحب الاسم والنسب ہذہ وذکر الشیخ خیر الدین انہ یصح التعریف ممن لا تقبل الشہادۃ لہا سواء کانت الشہادۃ علیہا اولہا سیاتی بزیادۃ من البحر وغیرہ انتہی

اور فصول عمادی میں لکھا ہے ذکر فی شہادات المحیط وفی فتاوی قاضی ظہیر الدین رح اذا اخبر الشاہدان عدلان ان ہذہ المقرۃ فلانۃ بنت فلان فذلک یکفی للشہادۃ علی الاسم والنسب عندہما وہو اختیار الفقیہ ابی بکر الاسکاف ونجم الدین النسفی رحمہما اللہ وعلیہ الفتوی الاتری انہما لو شہدا عند القاضی یقضی بشہادتہما والقضاء فوق الشہادۃ فیجوز الشہادۃ باخبارہما بالطریق الاولی فان عرفہا باسمہا ونسبہا عدلان ینبغی لہما اعنی العدلین ان یشہدا علی شہادتہما ہؤلاء الشہود کما ہو طریق الاشہاد علی الشہادۃ حتی یشہدوا عند القاضی علی شہادتہما بالاسم والنسب ویشہدوا باصل الحق بطریق الاصالۃ فیجوز بلاخلاف انتہی

اور ایسا ہی لکھا ہے عامۂ کتب معتبرۂ فقہ میں اس تحقیق شرعی پر تامل کرنا صحت گواہی گواہان مدعیہ مجیبہ میں جس کی تمیز و تعریف خود بہر دو مدعا علیہما کر چکے بحوالہ اس روایت درمختار کے ولا یشہد علی محجب بسماعہ منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ لکن لو فسر لا تقبل الخ

ونیز بحوالہ اس روایت فتاویٰ عالمگیری کے ولو سمع من وراء الحجاب لا یسعہ ان یشہد لاحتمال ان یکون غیرہ اذ النغمۃ تشبہ النغمۃ الخ کہ یہ دونوں روایتیں صورت مسئول عنہ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتی ہیں بلکہ صورت غیر اخبار دو عدل وغیرہ اقرار و تعریف دو مدعا علیہما سے متعلق ہیں۔ اہل علم کے نزدیک نہایت مستبعد ہے باقی رہا یہ امر کہ آیا بیان ایک گواہ منجملہ تینوں گواہوں مدعیہ کے کہ بمجرد رویت سوا سات مہینے کم یا زیادہ کی جہالت مدت ظاہر ہو کر نا مقبول ہونا جملہ گواہوں مدعیہ کا متصور

ہوسکتا ہے یا نہیں سو تحقیق اس کی یہ ہے کہ جب دو گواہوں مدعیہ نے بالاتفاق عرصہ سوا سات مہینہ کا بیان کیا ہے تو تیسرے گواہ کے کم زیادہ کہنے سے ہرگز جہالت مدت ظاہر نہیں ہوتی ہے اور نہ سب گواہوں کی نامقبولی متصور ہوسکتی ہے۔ کیونکہ فقط دو ہی گواہوں کا اتفاقی بیان کہ نصاب کامل شہادت کا ہے درباب معلومیت سوا سات مہینے اور ثبوت عاریت زیور مدعیہ کے کافی ہے۔ تیسرے گواہ کے بیان کی کچھ ضرورت ہی نہیں ہے مع ہذا مدعیہ کے تینوں گواہوں میں سے ایک گواہ نے اقرار اصل مدعا علیہا کا بابت مستعار لینے زیور طلائی مدعیہ کے اور دو گواہ نے ان کے مکرر اقرار واپس دینے اُسی زیور طلائی مستعار کے صاف صاف گواہی دی ہے اس میں حالت اقرار مدعا علیہا مشہود بہ ہے اور وہ قطعاً معلوم اور منجملہ ان حجج شرعیہ کے ہے جن کے ساتھ عدالت بلیں حکم کیا جاتا ہے اور خود مقر کے نفس پر حجت ہوتا ہے۔ اشباہ میں لکھا ہے۔ القاضی لایقضی الاحجۃ وہی البینۃ اوالاقرار اوالنکول کما فی وقف الخانیۃ الخ اور درمختار میں لکھا ہے۔ اقرار الانسان حجۃ علی نفسہ الخ اس واسطے اثبات اقرار کا گواہوں سے مشروع ہے جیسا کہ بزازیہ اور تاتارخانیہ وسائر کتب فقہ سے مستفاد ہے اور شرعاً اقرار کی گواہی میں جہالت مدت اقرار کی کیا کہ جہالت مشہود بہ و مقربہ کے بھی مانع صحت شہادت نہیں ہے۔ ہدایہ میں لکھا ہے وان اقربذلک المدعا علیہ دفعت علی المدعی لان الجہالۃ فی المقربہ لاتمنع صحۃ الاقرار وان شہد شاہدان انہ اقرانہا کانت فی ید المدعی دفعت الیہ لان المشہود بہ ہہنا الاقرار وہو معلوم انتہی اور فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے قولہ وان اقر الخ یعنی لوقال المدعا علیہ بالدار التی فی یدہ ہذہ الدار کانت فی ید المدعی دفعت للمدعی لان حاصل ذلک جہالۃ فی المقربہ وہی لاتمنع صحۃ الاقرار بل یصح ویلزم البیان فانہ لوقال لفلان علی شی صح ویجبر علی البیان وکذا لوشہد شاہدان ان المدعا علیہ اقربا نہا کانت فی ید المدعی تقبل لان المشہود بہ الاقرار وہو معلوم وانما الجہالۃ فی المقربہ وہو لاتمنع صحۃ القضاء کما لوادعی عشرۃ دراہم فشہدا علی اقرالمدعی علیہ ان لہ علیہ شیئا جازت ویؤمر بالبیان انتہی۔

اور درمختار میں لکھا ہے اقرالمدعا علیہ بذلک او شہد شاہدان انہ اقرانہ کان فی ید المدعی دفع للمدعی بمعلومیۃ الاقرار وجہالۃ المقربہ لاتبطل الاقرار الخ اور جب کہ صورت مسئول عنہا میں اقرار مدعا علیہا کا بھی مشہود بہ ہے اور اقرار کی شہادت میں جہالت مدت اقرار کی کیا کہ عین مقربہ کی جہالت بھی بتصریح بالا مانع و مبطل شہادت نہیں تو نامقبول تصور کرنا گواہی اقرار مدعا علیہا کا بقرار داد جہالت مانعہ شہادت بحوالہ اس روایت فتاوی عالمگیری کے اذا ادعی بالفارسیۃ دوازدرہم شہد الشہود ان لہذا المدعی دوازدہ درہم لاتقبل لمکان الجہالۃ وکذالک اذا ادعی دوازدہ درہم لاتسمع دعواہ وکذلک اذا ذکر التاریخ فی الدعویٰ علی ہذا الوجہ بان قال۔ این عین ملک من است از دہ دوازدہ سال فانہ لاتسمع دعواہ وکذلک اذا ذکر الشہود التاریخ فی شہادتہم علی ہذا الوجہ لاتقبل شہادتہم کذا فی الذخیرۃ انتہی صاف نرا غیر صحیح و بے محل ناقابل التفات ہے۔ یہ روایت اس مشہود بہ کی جہالت سے علاقہ رکھتی ہے جو اقرار مدعی علیہ کا نہ ہو نہ اس مشہود بہ کی جہالت سے جو مدعا علیہ کا اقرار ہو۔ حاصل یہ کہ صورت مسئولہ میں فیصلہ حاکم عدالت دیوانی کا بحق مدعیہ بمطابقت قواعد شرعیہ بے شبہ

صحیح ونافذ وقابل اعتبار ہے اور تجویز دوسرے مجوزہ کی قطعاً غیر صحیح وغیر قابل اعتبار یہ ہے جواب صورت مسئول عنہا کا واللہ اعلم — سید شاہ علی

مدعی علیہ کے لئے حلف سے نجات

سوال (۵۷۴) کیا فرماتے ہیں حضرات علماء حنفیہ ادام اللہ ظلہم اس مسئلہ میں کہ مدعی نے بغرض دعویٰ کے عدالت میں بینہ پیش کئے اور وہ گواہ عدالت میں مقبول نہ ہوئے کسی وجہ سے منجملہ ان وجوہ کے جو باعث عدم مقبولیت کے معین ہیں یا مقبول ہوئے مگر شہادت ان کی مفید کامیابی مدعی نہ ہوئی کسی وجہ سے منجملہ ان وجوہ کے جو باعث ناکامی کے ہوتے ہیں۔ مثلاً اختلاف بیانی یا عدم مطابقت دعویٰ وغیرہ الغرض جب کہ مدعی نے اپنے گواہ پیش کئے خواہ دو گواہ لئے گئے یا نہ لئے گئے۔ بہرحال ان گواہوں کے باوجود عدالت میں پیش کرنے کے مدعی اپنے دعوے میں کامیاب نہ ہو سکا تو آیا پھر مدعی استحلاف مدعا علیہ سے کر سکتا ہے یا نہیں اگر کر سکتا ہے تو آیا جملہ صور تہائے مذکورہ میں یا بعض صورتوں میں درصورت ثانی تفصیل اس کی کیا ہے۔ درصورت اولیٰ کیا مدعا علیہ کو کبھی حلف سے امن ونجات ممکن نہیں ہے۔ اگر ممکن ہے تو وہ کون صورت ہے اور اگر نہیں کر سکتا ہے تو بھی بیان تفصیلی ضروری ہے کہ آیا جملہ صور تہائے مذکورہ یا بعض صورتوں میں درصورت ثانی تصریح اس کی کیا ہے امید کہ جواب مفصل بتصریح وجوہ فقہیہ ادا فرمایا جائے

جواب:۔ مدعا علیہ کو حلف سے نجات ہو سکتی ہے چند صورتوں میں ایک یہ کہ دعویٰ مدعی کا صحیح نہ ہو فتاویٰ سراج المنیر میں ہے الاستحلاف یجری فی الدعاوی الصحیحۃ دون فاسدۃ اتھا ان انکر المدعی علیہ انتہی۔

دوسرے یہ کہ مدعی گواہوں کا اسی شہر میں موجود ہونے کا اقرار کرے مختصر وقایہ میں ہے وان قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب حلف الخصم لا یحلف انتہی۔

تیسرے یہ کہ مدعی طلب حلف نہ کرے درمختار میں ہے الیمین حق القاضی مع طلب الخصم باقی اس صورت میں کہ مدعی نے گواہ قائم کئے اور وہ بوجہ عدم مطابقت دعویٰ یا اور کسی وجہ سے مقبول نہ ہوئے تو اگر مدعی طلب حلف کرے گا۔ مدعی علیہ پر حلف لازم ہو گی۔ جیسا کہ اس عبارت فتاویٰ قاضی خاں سے واضح ہوتا ہے رجل ادعی عبدا فی ید رجل وقال بعتنی ہذا العبد بالف درہم ونقدت تک الثمن فانکر المدعی علیہ البیع وقبض الثمن فشہد للمدعی شاہدان علی اقرار البائع بقبض الثمن وقالا لا نعرف العبد ولکنہ قال لنا عبدی زید وشہد شاہدان آخران ان ہذا العبد اسمہ زید قال اتمم البیع بہذہ الشہادۃ ویحلف البائع فان حلف رد الثمن لان قبض الثمن ثبت لشہادۃ الشہود علی اقرار البائع بالقبض وان نکل البائع لزمہ البیع بنکولہ انتہی مختصرا اور مویداس کی عبارت اشباہ ہے الحجۃ بینۃ عادلۃ او اقرار

اونکول عن یمین او یمین اوقسامۃ او علم القاضی بعد تولیتہ او قرینۃ قاطعۃ انتہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

وارث زوج و برادر زوجہ کے شاہدوں کا اختلاف

سوال (۵۰۵) زید نے اپنے چچا بکر کی متروکہ جائداد سے اپنا حصہ فرض لینے کی خاطر ہندہ زوجہ بکر کے بھائی خالد پر دعوی کیا۔ خالد کہتا ہے کہ تمام جائداد بکر کا ترکہ نہیں ہے بلکہ ہندہ نے بکر کے فوت ہونے کے بعد اپنے دین مہر میں یہ جائداد لے لی تھی۔ اور اس کو مالکانہ تصرفات حاصل تھے اور ہندہ کا وارث میں ہوں اس پر زید نے کہا ہندہ نے سترہ سال گزرنے پر بکر کی زندگی میں مہر ہبہ کر دیا تھا۔ خالد ہبہ مہر سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ پندرہ سال قبل بکر نے اپنے ذمہ ہندہ کے وجوب مہر کا اقرار کیا تھا۔ اس کے بعد بکر نے ہبہ مہر کا لوگوں کو اس طرح گواہ بنایا کہ ان کو ہندہ کے پاس لیجا کر ہندہ سے کہا ان کے سامنے مہر کا ہبہ یا ابراء کرنا چاہیئے۔ چنانچہ گواہوں کے روبرو ہندہ نے کہا کہ میں نے مہر ہبہ کر دیا۔ اور خالد کے گواہوں سے ثابت ہوا کہ پندرہ سال قبل ایک روز ہندہ شوہر بکر سے ناراض ہو کر اپنے بھائی خالد کے گھر آگئی۔ بکر نے آکر خالد سے زوجہ کی ناراضگی کی شکایت کی اس پر خالد اندرون خانہ جا کر ہندہ سے بات چیت کرتا ہے جو گواہوں سے مستور تھی اور باہر آکر بکر سے کہتا ہے کہ ہندہ اپنے مہر کا مطالبہ کر رہی ہے۔ بکر نے کہا ہندہ کے مہر کا ایک لاکھ روپیہ میرے ذمہ واجب الادا ہے اور میں اس کا دیندار ہوں۔ اور اس کے دین کے عوض اپنی جائداد دیدوں گا یا کہا دیتا ہوں۔ اب موجودہ صورت میں متخاصمین میں سے کس کے گواہ ارجح و اولی ہیں۔ اور بکر کا دین ہندہ کے وجوب مہر کا اقرار کرنا بعد ثبوت ہبہ کے مہر سابقہ ہی کے وجوب کا مستلزم ہوگا یا مہر جدید کے۔ یا مہر سابقہ اور مہر جدید کسی ایک کے بھی وجوب کے لئے مستلزم نہ ہوگا۔

جواب: موجودہ صورت میں زید کے گواہ ارجح و اولی اور قابل قبول ہیں تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے بینۃ الزوج انہا ابرأتہ من المہر اولی من بینۃ المرأۃ انہ کان مقرا بہ الی الآن انتہی

اور جب کہ زید کے گواہوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سترہ سال قبل زوجہ بکر نے مہر کا ہبہ اور ابراء کر دیا تھا اور بکر کی جانب سے اس ہبہ و ابراء کا قبول نہ کرنا ثابت نہیں تو لامحالہ صحت ہبہ کا حکم دیا جائے گا۔ خواہ ابراء اسقاط ہو یا ہبہ و تملیک کہا جائے اور بعد میں بکر کا اقرار کرنا وجوب اور بقاء مہر کا سو وہ ابراء کے رد کا سبب نہیں بن سکتا۔ اگر ابراء اسقاط ہو المساقط لا یعود کے قاعدہ سے معدوم کا اعادہ نہیں ہو سکتا اور اگر بطور ہبہ ہو تو وہ بھی مطابق مذہب جمہور اسقاط کے حکم میں ہوگا۔ ہاں اگر بوقت ابراء بکر کی جانب سے اس ہبہ کا رد و انکار پایا جاتا ہے تو ابراء غیر معتبر ہوگا اور عرصہ دراز

کے بعد اقرار بکر ردابراء کا باعث نہ بنے گا۔ قنیۃ میں ہے ثم قالت لزوجہا ابرأتک ولم یقل الزوج قبلت اوکان غائبًا فقالت ابرأت زوجی یبرأ الا اذا ردہ انتہی جب کہ خالد کے گواہوں سے معلوم ہوا کہ بکر اور اس کی زوجہ کے درمیان اختلاف ہوا تھا تو بکر نے مہر سابق ایک لاکھ روپیہ کے بارہ میں بقاء وجوب کا اقرار کیا تھا۔ لہٰذا یہ اقرار لزوم زیادت پر محمول نہ ہوگا۔ محمد عبدالحی صح الجواب محمد فضل اللہ

باب القضاء

سوال (۵۷۶) ہر قریہ اور محلہ میں کچھ لوگ خاندانی حیثیت سے مختلف امور مثلاً امامۃ، خطابۃ، مجلس نکاح میں ایجاب وقبول اور نکاح کی رجسٹری کرنے۔ جنازہ کا اتباع کرنے اور اس پر نماز پڑھنے کے لیے ماموروم قرر ہوتے ہیں اور ان میں سے بہت کم لوگ ہوتے ہیں جیساکہ ہمارے اطراف میں ہے تو کیا ایسے لوگ محض ماموروم قرر ہو جانے سے قاضی کے حکم میں ہوں گے اور ان کو چھوٹے یتیم بچوں کے نکاح کرنے اور اقامت جمعہ وعیدین کی ولایت حاصل ہوگی یا نہیں۔

جواب:۔ یہ ائمہ وخطباء قاضی نہیں ہیں۔ کیونکہ سلطان کے ماتحت بلاد میں وہ شخص قاضی ہوگا جو بادشاہ کا معین کردہ اور اسی کا تابع ہو۔ جیساکہ درمختار وغیرہ میں ہے اور دیگر شہروں میں وہ شخص قاضی ہو جائے گا جس کے بارہ میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہو جائے۔ ردالمحتار میں ہے ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین فیجب علیہم یجعلونہ والیا مسلما منہم انتہی لہٰذا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ اتفاق کر کے کسی کو والی بنالیں اور وہ قاضی بن جائے اور پھر وہی ان کے فیصلے کیا کرے۔ مذکورہ تفصیل کے بعد پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں باتیں سوال مذکور میں نہیں ہیں۔ اور یہ ائمہ مقرر ومتعین ہیں اپنے آباؤاجداد کے وظائف پر۔ لہٰذا قاضی نہ ہوں گے۔ اور بلاد غلبہ میں اہل بلدہ کے متفق علیہ والی وقاضی کی اجازت کے بغیر اقامت جمعہ ان کے لئے جائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ ردالمحتار میں ہے لا تصح اقامتہا الا لمن اذن لہ السلطان بواسطۃ او بلا وبہا اما بدون ذلک فلا انتہی اور والی ایسے موقع پر بمنزلہ سلطان کے ہے لہٰذا بغیر اذن والی کے بھی اقامت جمعہ صحیح نہ ہوگا اور سلطان سے اجازت لینا صرف پہلی مرتبہ شرط ہے۔ اگر کسی شخص کو اجازت دیدی تو وہ شخص دوسرے کو اجازت دیسکتا ہے جیساکہ ردالمحتار میں ہے فلا یجوز اقامتہا لکل خطیب الا لمن اذن لہ السلطان او من اذن لہ فکذا ہہنا والعید کالجمعۃ لان صلوٰۃ العید تجب علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا سوی الخطبۃ انتہی۔ جیساکہ درمختار وغیرہ میں بھی ہے جب کہ مذکورین فی السوال کے لئے اقامت جمعہ وعیدین صحیح نہیں تو چھوٹے یتیم بچوں کی ولایت نکاح بھی صحیح نہ ہوگی۔ لیکن بلاد غلبہ کے قاضی اور والی کو چھوٹے یتیم بچوں کی ولایت نکاح کا حق حاصل ہونا اگرچہ میں نے صراحتًا کہیں نہیں دیکھا لیکن گذشتہ عبارت انہ یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیا فیولی قاضیا ویکون ہو الذی

یقضی بینہم سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو حق حاصل ہے۔ واللہ اعلم

اور رد المحتار میں ہے اذا ولی الکافر علیہم قاضیا ورضیہ المسلمون صحت تولیتہ بلا شبہتہ انتہی لہٰذا برضاء مسلمین اس قاضی سے اقامتہ جمعہ وعیدین اور یتیم بچوں کا نکاح کرانا جائز ہوگا۔ اور قاضی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی عقل وفہم صلاح وعفت اور علم بالسنتہ والآثار اور وجود فقہ قابل اعتماد اور قابل اعتبار ہو اور غیض وغضب اور تیزی مزاج میں نہو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہے۔ کما فی الدر وغیرہ۔ لہٰذا ضروری ہے تمام اہل بلاد کو کہ کوشش سے تلاش کریں کسی والی کی اور اس پر اتفاق کریں تاکہ وہ اقامت جمعہ اور عیدین کی کرے اور یتیم بچوں کے نکاح کرائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے من مات ولم یول علی نفسہ اماماً مات موتتہ جاھلیتہ او کما قال ؑ نیز کسی سے مخفی نہیں۔ زمانہ قدیم میں ہمارے دیار کے ہر ایک بلدہ اور قریہ میں ایک والی اور رئیس ہوا کرتا تھا۔ لیکن دور حاضر میں اہل بلاد میں تخالف وافتراق پیدا ہو گیا۔ اور قضا کا وجود شاذ و نادر ہی رہ گیا۔ لہٰذا ضروری ہے کسی ایک والی پر اتحاد و اتفاق کریں تاکہ وہ اقامت جمعہ اور عیدین کرائے اور یتیموں کے نکاح کرنے کیونکہ وہ بمنزلہ سلطان ہوتا ہے اس لئے ایک ہی والی پر اتفاق ہونا چاہیئے۔ حدیث میں ہے اگر دو خلیفہ کی بیعت کی جانے لگے تو ان میں سے آخری کو قتل کردو۔ اور والی بھی اسی حکم میں ہے۔ لہٰذا والی آخر سے بھی احتراز کرنا چاہیئے۔ شیخ یوسف بن قادر احمد صح الجواب، ابوالحسنات محمد عبدالحیٰ

مدعی کو مدعا علیہ سے خرچہ لینا

سوال (۵۷۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو روپیہ بلا سود قرض دیا بکر نے روپیہ بعد وعدہ گزر جانے کے باوجود تقاضا ادا نہ کیا۔ جب زید روپیہ وصول نہ ہونے سے مایوس ہوا مجبور ہو کر عدالت انگریزی میں دعوی کیا۔ اور مجبوراً عدالت انگریزی میں حسب قواعد مجریہ عدالت مذکور روپیہ نالش میں حرچ کیا۔ عدالت مذکور نے روپیہ زید کا مع خرچہ دلا دیا۔ پس زید کو زر خرچہ کہ جس کو اس نے علاوہ روپیہ مستقرضہ کے بحالت مجبوری بسبب خلاف وعدگی بکر کے اپنے پاس سے صرف کیا ہے اور حاکم وقت نے اس کو دلا دیا ہے بکر سے لینا درست ہے یا نہیں اور جو درست نہیں ہے تو حکم ربوا میں ہے یا نہیں اور اگر ایسا زر خرچہ لینا حرام ہے تو اس زمانہ میں وصول روپیہ کا طریقہ مقرض کو مستقرض سے شرعاً کیا ہوگا۔ بینوا توجروا۔

جواب:۔ زید کو مدعیٰ علیہ سے زر خرچہ لینا شرعاً جائز نہیں۔ محمد عبدالحی صح الجواب محمد ابراہیم صح الجواب محمد نعیم الجواب صحیح محمد اکرم ۔ صح الجواب نظام الدین الجواب صحیح محمد عبدالوہاب

منمرد مدعیٰ علیہ پر خرچہ عدالت

سوال (۵۷۸) عالمگیری کتاب ادب القاضی آخر الباب الحادی عشر جلد ثالث صفحہ ۲۱۴

چھاپہ کلکتہ واختلف العلماء فی اجرۃ الشخص بعضہم قالوا ہی فی بیت المال بعضہم قالوا علی المتمرد کذا فی الذخیرۃ ہو الصحیح کذا فی فتاویٰ قاضی خاں۔ اما مؤنۃ الموکل وہو الشخص الذی امر القاضی بملازمۃ المدعا علیہ لاخراجہ ذکر القاضی الامام صدر الاسلام انہا علی المدعا علیہ وعلیہ بعض الفقہاء وبعض مشائخنا علی انہ علی المدعی وہو الاصح رد المختار یعنی حاشیہ شامی کتاب القضا جلد رابع صفحہ ۳۱ چھاپہ ہندوستان قبیل فصل حبس عبارت درمختار برحاشیہ واجرۃ المحضر علی المدعی ہو الاصح بحر عن البزازیۃ وفی الخانیۃ علی المفرد ہو الصحیح۔ عبارت شامی (قولہ اجرۃ المحضر) بضم اولہ وکسر ثالثہ ہو من یحضر الخصم۔ وعبارۃ البحر ہکذا وفی البزازیۃ ویستعین باعوان الوالی علی الاحضار واجرۃ الاشخاص فی بیت المال وقیل علی المتمرد وفی المصر من نصف درہم الی درہم وفی خارجہ لکل فرسخ ثلاثۃ دراہم اواربعۃ ان سب عبارتوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شرع میں کسی قدر خرچہ جیسے اجرائی ثمن کا بالکل رکھا گیا ہے اُس وقت بھی تھا۔ اور جس قدر خرچہ قلیل یا کثیر تھا۔ بصورت تمرد مدعا علیہ کے مدعا علیہ پر بار ہوتا تھا۔ پس اس زمانہ میں میری دانست درائے ناقص میں نقیہ کو تفقہ اور ایک طور پر اجتہاد کرنا ضرور ہے کہ بعض اشخاص روپیہ قرض لیتے ہیں باوجودیکہ یقینی جانتے ہیں کہ بصورت نالش خرچہ یقینی پڑے گا بصورت تمادی کے پھر نالش نہ ہوسکے گی تو ایسی صورت میں جو کچھ خرچہ پڑا اُس مدعا علیہ کے سبب سے پڑا ہاں اگر تمرد نہ ہو اور ادا کرنے کو کہتا ہو بسبب ناداری کے ادا نہ ہوسکے تو اس صورت میں ہرگز خرچہ نہ لینا چاہیئے اور جس صورت میں ادا کی استطاعت ہے اور صرف واسطے حیرانی مدعی کے نہیں دیتا ہو یا نیت ہضم کی ہو اور مدعی بدرجہ مجبوری کے عدالت میں آئے تو اس صورت میں ہماری رائے اسی طرف جاتی ہے کہ البتہ مدعیٰ علیہ سے زجراً یہ خرچہ دلوانا چاہیئے اور اس کی بابت میں اور بھی بہت سی عبارتیں ہیں کہ اس جلدی میں سب کو میں لکھ نہیں سکتا مگر بعض عبارت کتاب فتاویٰ مختار الاخبار سے لکھی جاتی ہے ورق ۴۶ سطر اول کتاب فتاوی مختار الاخبار قلمی در کتب خانہ مولوی عبدالحیؒ وگاہ قاضی نشان فرستد ازبرائے احضار مدعا علیہ دبروے عرض کند دوی امتناع کند وثابت شود نزد قاضی امتناع وے وپیادہ سوی وے فرستد پس مؤنۃ پیادہ در ابتدا برمدعی ست وچون مدعی علیہ امتناع کرد محتاج ثانیہ پیادہ فرستادن شدان ہنگام ہنگام مؤنۃ پیادہ برمدعا علیہ ست واین استحسانست کہ میل کردہ اند بدان ازبرائے زجر دے پس یہاں سے معلوم ہوا کہ ثانیاً پیادہ بسبب مدعا علیہ کے گیا اور دوبارہ جو پیادہ کا خرچہ ہوا اس کا سبب مدعا علیہ ہوا۔ لہٰذا اس صورت میں زجراً بقیاس استحسانی مدعا علیہ سے خرچہ لیا گیا۔ پس جس صورت میں کہ اس

زمانہ میں مدعا علیہ تمرد کرے اور اس کے سبب سے خرچہ پڑے تو دلیل استحسانی کا یہی اقتضا ہوتا ہے کہ مدعا علیہ کو دینا چاہیئے۔ہاں اس قدر البتہ ہے کہ زمانہ سابق میں خرچہ وغیرہ کم تھا اور اس زمانہ میں زائد ہے۔ مگر انگریزوں نے یہ اسٹام وغیرہ جو رکھا ہے درحقیقت اجرۃ قضا کے طور پر رکھا ہے اور اجرت قضا کی سابق میں بھی لینا بعض صورتوں میں درست معلوم ہوتا ہے۔چنانچہ صفحہ ۵۲ کتاب مختار الاخبار قلمی مذکور میں ہے وامام خواہر زادہ در اول کتاب قسمت آوردہ کہ اگر مونۃ قاضی از بیت المال کفایت نمیکند مراو راست کہ اجرت گیرد بر قسمت واز کتاب محیط نقل کردکہ جائز است مر قاضی را کہ اجرت قسمت گیرد امامستحب آنست کہ چیزے نگیرد وتمرتاشی گفتہ کہ اجرت بقدر رنج گیرد واز برجانی صغیر سوال کردند در مقدار اجرت اقسام کہ مثلا در چند دینار چند است جواب نوشت کہ درین تقدیر شرعی نیست ودر خزانۃ الواقعات گفتہ کہ مختار آنست کہ حلال ست قاضی را اخذ اجرت بر کتاب قسمت واز آداب القاضی محیط نقل کردہ اند کہ چون قاضی خواہد کہ کتاب محاضر وسجلات بنفس خود کند وبرآن مزد بگیرد جائز است وآن مقدار مزد بگیرد کہ غیر او بگیرند وکذا فی الخلاصۃ واما مقدار اجرت از شیخ الاسلام ابوالحسن سعدی سوال کردند گفت وثیقہ اگر مالی باشد کہ رسیدہ باشد بہزار درہم در وے پنج درہم است واگر دو ہزار درہم باشد در وے دہ درہم است ہم چنیں تا دہ ہزار کہ در آن پنجاہ درہم ست بعد ازاں در ہزار درہم کہ بر دہ ہزار زیادہ میشود یک درہم ست واگر وثیقہ کمتر از ہزار درہم باشد اگر آن مقدار مشقت دارد کہ بر وثیقہ ہزار درہم در آن نیز پنج درہم ست واگر ضعف آن مشقت دارد در آن دہ درہم است الخ۔پس ان عبارتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعضوں نے کہا ہے کہ اگر بیت المال سے مؤنۃ قاضی کفایت نہ کرے تو مقدمات تقسیم وغیرہ میں اجرت لیگا۔تمرتاشی کی رائے ہے کہ اجرت بقدر محنت کے لیگا۔اور برجانی صغیر کی رائے ہے کہ اس میں کوئی مقدار شرعی مقرر نہیں ہے پس اس زمانہ میں تو بیت المال نہیں ہے اور اجرت جملہ مقدمات کی حکام نے اپنی رائے سے رکھی ہے اس میں مقدار شرعی بھی نہیں ہے جیسا کہ برجانی نے لکھا ہے اور بعضوں نے مثل شیخ الاسلام ابوالحسن کے لکھا ہے کہ باعتبار مال کے ہے تو ویسا اس زمانہ میں حکام نے بھی رکھا ہے کہ فی سینکڑہ اس قدر پس گو ہر صورت سے شرع میں نہ ملے لیکن بعض صورتوں پر قیاس کرکے کھسکتے ہیں کہ یہ اجرت لینا حکام کا بالکل بے اصل بھی نہیں ہے بلکہ شریعت میں بعض بعض صورت میں اجرت قضا کی ملتی ہے اگرچہ میں ان سب عبارتوں کو دیکھ کر اپنی طرف سے کچھ فتوی نہیں دیتا ہوں لیکن مستفتی کو چاہیئے کہ ان سب عبارتوں میں غور کرکے مفتی کو خوب متوجہ اس طرف کرے اور اس زمانہ کے حالات وقانون سے کما ینبغی مفتی کو آگاہ کرے تو عجب نہیں

کہ بصورت تمرد کے رائے مفتی کی ہو جائے گی کہ مدعلیہ سے خرچہ لیا جائے۔

جواب:۔ دربارہ خرچہ عدالت جو کہ حکام نے مقرر کیا ہے ظاہر ہے کہ وہ اجرت قضاۃ نہیں حکام فیصلہ کنندگان کو وہ بحق فیصلہ نہیں ملتا ہے بلکہ ان کی تنخواہ سرکار سے مقرر ہے۔ قطع نظر اس کے اس لیے بعض خرچ وہ ہے کہ یقیناً مدعی پر لازم ہے جیسے اجرت وکیل مدعی وغیرہ پس اس قسم کا خرچ کیونکر مدعاعلیہ سے لیا جا سکتا ہے۔ واقف اصول فقہ پر مخفی نہیں کہ مسبب پر ضمان وغیرہ لازم نہیں آتا ہے۔ تمرد اس کا اور باوجود استطاعت کے قرض ادا نہ کرنا موجب گناہ کا ہوگا نہ موجب تاوان وغیرہ کا فقہا جو بعض صورتوں میں مدعی علیہ متمرد پر اجرت پیادہ کا وجوب لکھتے ہیں وہاں متمرد سے یہ مراد نہیں کہ ادائے دین میں جو تکلف کرے یہاں تک کہ مدعی مجبور ہو کے نالش کرے بلکہ مراد وہ ہے جو دارالقضا میں حاضر نہ ہووے وجوب کسی قدر صرف کا بذمہ مدعی علیہ خود ہی مختلف فیہ بین الفقہا ہے اگرچہ وجوب اس کا مدعی علیہ پر صحیح تو وہ بھی نظیر ما نحن فیہ کی نہیں ہے۔

جرمانہ لینا

سوال (۵۷۹) پنچوں میں دستور تھا کہ نامناسب کام کرنے والے کو برادری سے خارج کر دیتے اور اس سے جرمانہ لے کر برادری میں شریک کر لیتے اور جرمانہ کے پیسہ سے سب پنچ برادری مل کر شیرینی کھاتے تھے تو اہل برادری سے کسی نامناسب حرکت کرنے کی وجہ سے جرمانہ لینا درست ہے یا نہیں۔ اور جرمانہ کے پیسوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔ تنبیہ کے لئے جرمانہ لینا جائز ہے ابوالحسنات محمد عبدالحی

قضاء شرعی

سوال (۵۸۰) شرعی قضا کی حقیقت کیا ہے۔

جواب:۔ قضا کے معنی ہیں مقدمات کا فیصلہ اور تنازعات کا ختم کرنا جیسا کہ اس کی تصریح تنویر الابصار وغیرہ میں ہے

مسجد میں فیصلے کرنا

سوال (۵۸۱) مقدمات کے فیصلوں کے لئے مسجد میں بیٹھنا قاضی کے لئے جائز ہے یا نہیں

جواب: جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے القضاء عبادۃ فیجوز اقامتہا فی المسجد کالصلوٰۃ انتہی

قضاء کا مستحق

سوال (۵۸۲) قضا کی قابلیت ولیاقت کون شخص رکھتا ہے

جواب:۔ ہر وہ مسلمان کہ آزاد عاقل و بالغ ہو۔ جامع الرموز میں ہے اہلہ اہل الشہادۃ ای المستحق للشہادۃ بالاسلام والحریۃ والعقل والبلوغ مستحق للقضاء بلا شک انتہی

اور امام طحاوی کے نزدیک عدالت بھی شرط قضا ہے۔ فاسق میں صلاحیت قضا نہیں ہے۔ کذا فی فتاوی قاضیخان

اور اکثر فقہا کے نزدیک اجتہاد و عدالت افضلیت کی شرط ہے۔ کذا فی المتون والشروح۔

اختیار کردن عہدۂ قضا

سوال (۵۸۳) عہدہ قضا اختیار کرنا صحیح ہے یا نہیں

جواب: مسلم و کافر عادل و ظالم کسی بھی بادشاہ کی جانب سے عہدہ قضا قبول کرنا جائز ہے۔ مگر جبکہ بادشاہ عدل و انصاف کے ساتھ قضا سے ممانعت کر دے تو اس صورت میں حرام ہے۔ در مختار میں ہے ویجوز تقلید القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کان کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم انتہی اور عالمگیریہ میں ہے ویجوز تقلید القضاء من السلطان العادل والجائر ولکن انما یجوز تقلید القضاء من السلطان الجائر اذا کان یمکنہ من القضاء بحق ولایجوض بقضایاہ بشر ولاینہاہ عن تنفیذ بعض الاحکام کما ینبغی اما اذا کان لایمکنہ من القضاء بحق ویجوض فی قضایاہ بشر ولا یمکنہ من تنفیذ بعض الاحکام کما ینبغی لاینقلد منہ

حنفی کا دوسرے امام کے مذہب پر فیصلہ کرنا

سوال (۵۸۴) اگر حنفی قاضی اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرے تو نافذ ہوگا یا نہیں۔

جواب: اگر مجتہد فیہ مسئلہ میں کہ کتاب و سنۃ مشہورہ اور اجماع کے مخالف نہ ہو حنفی قاضی عمداً اپنے مذہب کے خلاف یا بحالت فراموشی مذہب کے مطابق فیصلہ کرے تو صاحبین کے نزدیک فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ اور یہی قول مفتی بہ ہے۔ لیکن امام صاحب کے نزدیک نافذ ہو جائے گا۔ ابوالمکارم شرح نقایہ میں تحریر فرماتے ہیں والقضاء فیہ علی خلاف مذہبہ اذا قضی الحنفی بجواز بیع المدبر ناسیا لمذہبہ او عامداً لاینفذ عندہما لانہ قضی بما ہو خطاء عندہ فی الہدایۃ والمضمرات علیہ الفتوی واما عند ابی حنیفۃ فینفذ فی وجہی النسیان والعمد وفی روایۃ انہ لاینفذ فی الثانی انتہی

مجتہد قاضی کا فیصلہ اصحاب حنفیہ کے خلاف

سوال (۵۸۵) اگر مجتہد قاضی کا فیصلہ اقوال اصحاب حنفیہ کے خلاف ہو تو نافذ ہوگا یا نہیں؟

جواب: نافذ ہوگا۔ سراجیہ میں ہے اذا قضی بقول مرجوح او بقول یخالف قول اصحابنا رحمہم اللہ تعالی جاز اذا کان القاضی من اہل الرای والاجتہاد انتہی

باب الصلح

شفیع اور مشتری کی صلح

سوال (۵۸۶) اگر شفیع نے مشتری سے اس طرح صلح کی کہ مشتری مکان مشفوع پورا نہ لے بلکہ ربع یا ثلث یا نصف لے لے اور باقی حصہ میں شفیع ابرار شفع کر دے تو یہ صلح جائز ہے یا نہیں۔

جواب :۔ جائز ہے۔ عالمگیریہ میں ہے وان صالح علی ان یاخذ نصف للمشتری اوثلثہ اوربعہ علی ان یسلم الشفعۃ فی الباقی کان جائزا انتہی

حق شفعہ کے عوض صلح کرنا

سوال (۵۸۷) اگر شفیع نے حق شفعہ کے عوض کوئی چیز لے کر اپنا حق چھوڑ دیا تو صلح جائز ہے یا نہیں ؟

جواب : جائز نہیں حق شفعہ باطل ہو جائے گا اور جو کچھ شفیع نے لے لیا وہ واپس کرے وان صالح من شفعۃ علی عوض بطلت الشفعۃ ورد العوض لان حق الشفعۃ لیس بحق متقرر فی المحل بل مجرد حق التملک فلا یصح الاعتیاض عنہ انتہی ۔

اور عنایۃ میں ہے حق الشفعۃ حق ان یتملک وذلک لیس بحق فی المحل قبل التملک فاخذ البدل اخذ مال فی مقابلۃ مالیس بشئ ثابت فی المحل وذلک رشوۃ حرام انتہی

حقوق کے عوض صلح کرنا

سوال (۵۸۸) اگر شفیع نے دعوی حق شفعہ کے عوض یا دعوی دیگر حقوق کے عوض کسی چیز پر صلح کی تو یہ صلح جائز ہے یا نہیں ۔

جواب :۔ جائز ہے ۔ درمختار میں ہے صح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعۃ وحق وضع الجذع علی الاصح الاصل انہ متی توجہت الیمین نحو الشخص فی ای حق کان فافتدی الیمین بدراھم جاز حتی فی دعوی التعزیر مجتبی انتہی

قاذف و مقذوف کی صلح

سوال (۵۸۹) اگر قاذف نے مقذوف کو کچھ دیکر اس بات پر صلح کر لی کہ مقذوف اپنا حق چھوڑ دے تو یہ جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جائز نہیں ۔ حموی شارح اشباہ تحریر فرماتے ہیں : رجل قذف محصنا او محصنۃ فاراد المقذوف حد القاذف فصالحہ القاذف علی دراھم مسماۃ او علی شئ آخر ان یعفو عنہ ففعل لم یجز الصلح حتی لا یجب المال وھل یسقط الحد ان کان ذلک قبل المرافعۃ الی القاضی بطل ذلک وان کان ذلک بعد المرافعۃ الی القاضی لا یبطل الحد انتہی

میت کی لڑکی اور متبنی میں صلح

سوال (۵۹۰) ایک شخص پرورش علی خاں سرکاری ملازم منصب دار تھا ۔ ایک لڑکی دلارا بیگم

اور اس کا شوہر محمد فتح علی اور ایک اپنا متبنی سرور علی چھوڑ کر انتقال کر گیا۔ اور لڑکی نے اپنے شوہر کے چھوٹے لڑکے محمد جہانگیر علی کے نام سے مرحوم باپ کی منصب داری کی اجراء کرنے کے لئے مرحوم کے متبنی سرور علی سے صلح کر لی کہ جہانگیر علی کی تنخواہ میں سے روپیہ میں سے پانچ آنہ خود اور پانچ آنہ سرور علی اور دو آنہ جہانگیر علی اور چار آنہ مرحوم کے قرضہ کی ادائگی کے لئے لیا کرینگے اور بفضل خدا مرحوم کی اسامی محمد جہانگیر علی کے نام سے بحال بھی ہو گئی تو یہ صلح شرعاً جائز ہے یا نہیں اور مطابق صلح تنخواہ سے ہر شخص حصہ لے گا یا فقط جہانگیر۔

جواب:۔ سرور علی اور فتح علی شرعاً مرحوم کے وارث نہیں صرف لڑکی وارث ہے اور نوکری سرکاری عطیہ ہے جس کا بھی نام سرکاری رجسٹر میں درج ہوگا وہی تنخواہ کا مستحق ہوگا۔ اسمیں لڑکی کا بھی کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر یہ ملازمت بھی متروکہ ہو تو صرف لڑکی وارث ہوگی۔ متبنی اور داماد دونوں محروم۔ اور صلح صحیح نہ ہوگی۔ البتہ جہانگیر علی کو حق محنت کے طور پر اگر علاتی والدہ کی طرف سے منصب داری کی تنخواہ سے کچھ دیا جاتا ہے تو اختیار ہے اس پر جبر نہیں کیا جائے گا۔ اور ادائے دین مال متروکہ سے ہوا کرتا ہے اور ملازمت متروکہ نہیں۔ اولاً بغیر کسی اسراف اور فضول خرچی کے مرحوم کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا جائے اور پھر مابقی تمام مال سے دوسرے دین ادا کئے جائیں۔ فرائض شریفیہ میں ہے اذا کان فی الدیوان عطاء مکتوب باسم رجل فنازعہ فیہ آخر وادعی انہ لہ فصالحہ المدعی علیہ علی دراھم او دنانیر حالۃ او الی اجل فالصلح باطل وکذا لو صالحہ علی شیٔ بعینہ فھو باطل کذا فی المبسوط والعطاء الذی جعل الامام العطاء لہ کذا فی الوجیز للکردری[۱۲] فتاوی عالمگیری۔ سید فخر الدین احمد الجواب صحیح محمد عبدالحی

باب الاقرار

اقرار سے استحقاق کا ثبوت

سوال (۵۹۱) مساۃ ہندہ نے عمرو سے اقرار کیا اور لکھ کر دیا کہ والد مرحوم کے ترکہ سے میرا حصہ علیحدہ ہو جانے کے بعد باپ اور دادا کا ملازم ہونے کی وجہ سے سات روپیہ ماہوار تا زندگی دوں گی اور میرے بعد میری اولاد تم کو اور تمہاری اولاد کو اسی طرح دیتی رہے گی۔ اور اس کے پانچ چھ ماہ بعد ہندہ نے اپنی تمام جائداد منقولہ وغیر منقولہ اپنی لڑکی کے نام ہبہ کر دی۔ اور ہبہ نامہ میں سات روپیہ ماہوار کا کوئی ذکر نہیں آیا۔ نیز منجملہ دیگر گواہوں کے عمرو نے بھی اس پر گواہی دے دی۔ واہبہ ہندہ کا انتقال ہو گیا۔ اور ابھی تک اس کا پورا حصہ مشترکہ دیگر ورثا کے حصوں سے کامل طریقہ سے علیحدہ نہیں ہوا تھا کہ عمرو مذکور موہوب لہا ہندہ کی لڑکی سے سات روپیہ ماہانہ کی ادائیگی کا دعوی کرتا ہے۔ اب موجودہ صورت میں جبکہ ہندہ کا پورا حصہ علیحدہ

نہیں ہوا۔ اور نہ ہبہ نامہ میں اس کا ذکر ہے بلکہ خود عمرو نے بھی گواہی دیتے ہوئے ہبہ نامہ سے تعرض نہیں کیا تو عمرو کا دعوی شرعًا صحیح اور قابل سماع ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ہندہ کا عمرو سے محض اقرار کرنا استحقاق عمرو کو ثابت نہیں کرتا۔ زیلعی نے شرح کنز میں اس کی تصریح کی اور فرمایا استحقاق بغیر عقد یا قبضہ کے نہیں ہوتا۔ یہی چیز فتاوی بزازیہ میں ہے اسلئے عمرو کا دعوی غیر مسموع ہوگا۔

اقرار کا پورا کرنا

سوال (۵۹۲) زید نے عمرو سے اقرار کیا اور لکھ دیا کہ اگر میرا کام تیری سعی سے پورا ہو جائے گا تو میں اور میرے ورثہ تیرے ساتھ نسلًا بعد نسل وبطنًا بعد بطن دس روپیہ ماہوار کا سلوک کرتے رہیں گے۔ یا یوں اقرار کیا کہ میں نقد وجنس اس قدر تجھ کو دوں گا اور پھر کام بھی پورا ہوگیا۔ بعد اس اقرار اور نوشت کے بعد مقر اپنے اقرار سے پھر گیا یا وہ تو پھرا نہیں مگر قضائے الٰہی سے مرگیا اور اس کے ورثہ اس کا اقرار پورا نہیں کرتے ہیں۔ یا زید نے عمرو سے کسی چیز کے دینے کا بغیر لینے کسی کام کے وعدہ کیا اور پھر اقرار سے پھر گیا یا وہ تو نہیں پھرا مگر فوت ہوگیا۔ اور اب اس کی ممات کے بعد اس کے ورثہ ایفا اس وعدے کا نہیں کرتے پس درصورت تعلیق وغیر تعلیق حکم شریعت مطہرہ کا کیا ہے درصورت تعلیق بعد رجوع یا موت مقر کے عمرو کا حق زید یا ورثا زید سے عند القضاء بجبر واکراہ دلایا جاوے گا یا نہیں اور درصورت غیر تعلیق زید کی حین حیات میں اس کے نفس خاص پر یا اس کی موت کے بعد اس کے ورثہ پر ایفائے وعدہ چاہیئے یا نہیں اور حاکم وقاضی بجبر دلا سکتا ہے یا نہیں۔

جواب:۔ دونوں صورتوں میں زید کو ایفائے وعدہ لازم ہے اور خلف وعدہ گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے ثلاث من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کان فیہ خصلة منہا کان فیہ خصلة من النفاق حتی یدعہا اذا حدث کذب واذا ائتمن خان واذا عاہد غدر اور اگر زید ایفائے وعدہ نہیں کرتا ہے قاضی کو جبرًا دلانا نہیں پہنچتا ہے کیونکہ مجرد وعدہ سے عمرو کا استحقاق نہیں ہوتا ہے بزازیہ میں ہے المراد من جواز الجعل من جانب واحد فی المسابقة الحل لا الاستحقاق فانہ لا یستحق بالشرط لشیٔ لعدم العقد والقبض انتہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجرد شرط کرنے سے یا وعدہ کرنے سے کسی چیز کے استحقاق ثابت نہیں ہوتا ہے اور بعد وفات زید کے اگر زید نے ورثہ کو وصیت درباره ایفائے وعدہ کے نہیں کی ہے ایفائے وعدہ مورث ان پر واجب نہیں واللہ اعلم

سسرال میں رہنے کا اقرار

سوال (۵۹۳) زید نے نکاح ہندہ کے ساتھ کیا اور اس کے باپ عمرو سے اقرار کیا کہ ہندہ کو عمرو کے گھر سے اور کہیں نہ لیجاؤں گا۔ پس اس شرط کا ایفا واجب ہے یا نہیں۔ اور بصورت عدول عند اللہ ماخوذ ہوگا یا نہیں۔

جواب:۔ اس شرط کا ایفا قضاءً واجب نہیں اس کو اپنی زوجہ کو اپنے گھر لے جانے کا اختیار ہے لیکن فیما بینہ وبین اللہ ایفائے وعدہ لازم ہے اور خلف وعدہ باعث لزوم اثم ہے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف الخ اور اشباہ میں ہے الخلف فی الوعد حرام کذا فی اضحیۃ الذخیرۃ انتہی واللہ اعلم

کتاب الغصب

بیٹے کے مال میں باپ کا تصرف

سوال (۵۹۴) لڑکے کے مال میں باپ کو تصرف کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: بوقت ضرورت جائز ہے اور بلا ضرورت اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا اور حدیث انت ومالک لابیک کی مراد بھی یہی ہے کہ بوقت ضرورت حکم ہے۔ جیسا کہ ہدایہ کی بعض عبارتوں سے مفہوم بھی ہوتا ہے۔

غصب کی حقیقت

سوال (۵۹۵) غصب کس کو کہتے ہیں

جواب:۔ مالک کے ہاتھ میں سے مال متقوم ومحترم کو اجازت ومرضی کے بغیر لے لینا۔ درر شرح غرر میں ہے الغصب شرعاً اخذ مال متقوم محترم من ید مالک بلا اذنہ لاخفیۃ انتہی

زمین میں غصب

سوال (۵۹۶) زمین میں غصب ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ شیخین کے نزدیک صرف منقولہ میں غصب ہوتا ہے غیر منقولہ میں نہیں۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کی زمین پر قبضہ کیا اور وہ کسی آفت سماوی سیلاب وغیرہ سے ہلاک ہوگئی تو شیخین کے نزدیک اس کا ضمان نہیں آئے گا۔ لیکن امام محمد کے نزدیک ضمان آئے گا کیونکہ ان کے نزدیک زمین بھی غصب متحقق ہوتا ہے وقف کی زمینوں میں قول امام محمد پر اور باقی زمینوں میں قول شیخین پر فتویٰ ہے کذا فی جامع الرموز، اور در مختار میں ہے

الغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا وھلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا لمحمد وبقولہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکر العینی وذکر ظہیر الدین فی فتاواہ الفتویٰ فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان انتہی

زمین مقبوضہ کی واپسی

سوال (۵۹۷) جب کہ شیخین کے نزدیک زمین میں غصب نہیں ہوتا تو اگر زید نے بکر کی زمین پر قبضہ کر لیا تو اس کی واپسی ضروری ہوگی یا نہیں۔

جواب:۔ شیخین کے نزدیک زمین میں عدم غصب کا حکم صرف ضمان کیلئے مخصوص ہے۔ یعنی اگر دوسرے کی زمین قبضہ کرنے کے بعد آفت سماوی کی وجہ سے ہلاک ہوگئی تو ضمان نہیں آئے گا لیکن ادا ضمان کے علاوہ بقیہ تمام امور یعنی مقبوضہ کی واپسی وغیرہ میں شیخین کے نزدیک بھی زمین میں غصب متحقق ہوتا ہے۔ در مختار میں ہے:۔

وفی اجارۃ القیض انما لا یتحقق الغصب عندھما فی العقار وفی حکم الضمان اہ ای واما فی غیرہ فیتحقق الا تری انہ یتحقق فی الرد فکذا فی استحقاق الاجرۃ انتہی

منافع کا ضمان

سوال (۵۹۸) کچھ زمینیں اور دکانیں کرایہ پر چلتی ہیں کسی شخص نے ان پر غاصبانہ قبضہ کرکے منافع حاصل کیا تو اس پر منافع کا ضمان لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ اجر مثل لازم ہوگا تنویر الابصار میں ہے منافع الغصب استوفاھا او عطلھا، غیر مضمونۃ الا ان یکون وقفا او مال یتیم او معداً للاستغلال انتہی

اور قنیہ میں ہے الاصح ان المنافع تضمن فی ثلثۃ مواضع فی رجع الموقف وفی اموال الایتام وفی منھب للاجر کالدکاکین المعدۃ للاستغلال فان الاستعد اد للاستغلال اقیم مقام العقد الفاسد فیلزم علے الغاصب اجر المثل للمالک ولا فرق بین الدار والارض والحمام والرحی وغیر ذلک سواء فیہ استعملھا او عطلھا انتہی

اور سراجیہ میں ہے واذا سکن داراً معدۃ للغلۃ من غیر استیجار یجب اجر المثل وعلیہ الفتویٰ انتہی

کتاب الاضحیۃ والعقیقۃ

بچہ کا نام کب رکھنا چاہیئے

سوال (۵۹۹) بچہ کا نام کس دن رکھنا چاہیئے۔

جواب:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں تحریر فرماتے ہیں مسنون طریقہ یہ ہے کہ بچہ کا نام ساتویں دن رکھا جائے جیسا کہ عقیقہ میں بھی یہی مسنون ہے۔ ترمذی ابن عمرؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کا نام ساتویں دن رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا انتہی

اور کتب سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین رضی اللہ عنہما کے نام ولادت کے روز ہی رکھ دیئے تھے۔ ساتویں دن کا انتظار نہیں فرمایا۔ صاحب روضۃ الشہداء صراحتہ بیان کرتے ہیں وروی احمد فی مسندہ عن امیر المومنین علیؓ قال لما ولد الحسن جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارونی ما سمیتموہ قلت سمیتہ

حربا قال بل ھو حسن فلما ولد الحسین قال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلت حربًا قال بل ھو حسین فلما ولد الثالث قال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلت حربا قال بل ھو محسن ۔ اور یہ روایت طبرانی ۔ دارقطنی ، حاکم ، بیہقی اور ابن عساکر نے بیان کی ۔کذا فی سر الشہادتین

عبد النبی وغیرہ نام رکھنا

سوال (۶۰۰) عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر عبدالنبی نام رکھنے والے کا عقیدہ یہ ہے کہ بچہ نبی کا بندہ ہے تو شرک ہوگا اور اگر عبد کے معنی غلام و مملوک مراد ہوں تو بھی خلاف واقعہ ہے ۔ ہاں اگر مجازاً مطیع و تابعدار کے معنی لئے جائیں تو اسمیں مضائقہ نہیں لیکن پھر بھی خلاف اولیٰ ہے ۔ امام مسلم حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا یقولن احدکم عبدی وامتی کلکم عباد اللہ وکل نسائکم اماء اللہ ولکن یقل غلامی وجاریتی وفتائی وفتاتی اوکما قال

چرم قربانی کا مصرف

سوال (۶۰۱) چرم قربانی کی رقم دوسرے شہروں میں منتقل کرنے یا سادات کو دینے میں حکم زکوٰۃ کے مانند ہے یا کچھ فرق ہے ۔

جواب:۔ ظاہراً چرم قربانی کا صدقہ قبیل تطوعات سے ہے اور بنی ہاشم کے لئے اس کی حرمت کا حکم دینا صحیح نہیں کیونکہ اس قسم کے احکام زکوٰۃ کے لئے مخصوص ہیں ۔

ملا خسرو غرر الاحکام میں تحریر کرتے ہیں لا الی بنی ھاشم وا۔ جازت التطوعات والاوقاف لھم ولا ذمی ان جاز غیرھا ۔

اور جواہر نفیسہ شرح در المنیفہ میں ہے جزت التطوعات والاوقاف الیھم ای الی بنی ھاشم وموالیھم لانتفاء العلۃ المذکورۃ فی الزکوۃ وھی کونھا من اوساخ الناس ۔

اور فتح القدیر میں ہے قالوا لا یجوز صرف کفارۃ الیمین والظھار وجزاء الصید وغلۃ الوقف الی بنی ھاشم واما النافلۃ فقال فی النھایۃ یجوز صرفھا الیھم بالاجماع وصرح فی الکافی بدفع الوقف الیھم انتہی

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ نفلی بنی ہاشم پر صرف کرنا جائز ہے جیسا کہ مذہب جمہور ہے اور چرم قربانی کا صدقہ بھی نفلی ہے اس لئے اس کا صدقہ بھی بنی ہاشم پر جائز ہوگا اور اسی طرح فقہاء کرام زکوٰۃ اور صدقہ فطر کے دوسرے شہر میں منتقل کرنے کو مکروہ اس بنا پر کہتے ہیں کہ اس مال میں اہل شہر کے مستحقین کا حق ثابت ہوگیا لہٰذا اب منتقل کرنا مکروہ ہوگا ۔ اور اسی وجہ سے نہر فائق وغیرہ میں مذکور ہے ۔ اگر سال پورا ہونے سے پہلے مال زکوٰۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل کردے تو مکروہ نہ ہوگا کیونکہ سال کے پورا ہونے سے قبل مستحقین کا حق اس میں قائم نہیں تو

اب چرم قربانی کا صدقہ چونکہ نفل ہے کسی کا حق اس سے متعلق نہیں تو اس کا منتقل کرنا بھی مکروہ نہ ہوگا۔

قربانی کے لئے بکری کی عمر

سوال (۶۰۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکری چھ مہینے کی اگر توانا اور فربہ ہو قربانی اس کی درست ہے یا نہیں جیسا کہ دنبہ اور بھیڑ درست ہے اور اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بیان کرتا ہے کہ جس لڑکے کی طرف سے عقیقہ نہ ہوا گر وہ لڑکا مرجائے تو اس کے ماں باپ مستحق شفاعت کے نہ ہونگے یعنی وہ لڑکا اپنے ماں باپ کی شفاعت نہ کرے گا اور سند میں اس کے حدیث نقل کرتے ہیں الغلام مرتہن بعقیقتہ الخ پس حدیث شریف کا خلاصہ مطلب کیا ہے۔

جواب: بکری چھ مہینے کی نہیں درست ہے اور دنبہ چھ مہینے کا اگر فربہ و توانا ہو درست ہے۔ یہی مذہب حنفیہ کا بلکہ جمہور علماء کا ہے اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہے ہدایہ و بنایہ شرح ہدایہ میں ہے ویجزی من ذلک کلہ الثنی فصاعدا الا الضان فان الجذع منہ یجزی والتقیید بالضان لان الجذع من الابل والبقر والغنم لایجزی بل لایجزی منہا الا الثنی انتہی منح الغفار شرح تنویر الابصار میں ہے وصح الجذع من الضان وصح الثنی فصاعدا من الثلاثۃ ای من الشاۃ اعم من ان یکون ضانا او معزا من البقر ومن الابل والجذع شاۃ لہا ستۃ اشہر والضان مایکون صوف انتہی۔ اس سے صاف واضح ہے کہ بکری اور بھیڑ اور ایسی ہی گائے اور اونٹ چھ مہینے کا نہیں درست ہے فقط دنبہ چھ مہینے کا درست ہے اور ایسے ہی اور کتب فقہ میں موجود ہے اور شرح مسند امام اعظم میں ہے فی صحیح مسلم عن جابر لا تذبحوا الا مسنۃ الا ان تعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان وبہ قال الجمہور یجوز الجذع من الضان لا من غیرہ انتہی اور حدیث الغلام مرتہن بعقیقتہ کے معنی محدثین کے نزدیک یہی ہیں کہ وہ لڑکا جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو وہ والدین کی شفاعت کرنے سے محروم رہے گا۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی اپنی کتاب ارتیاح الاکباد فی فقد الاولاد میں لکھتے ہیں، ذکر البیہقی عن سلیمان بن جبیل حدثنا یحیی بن حمزۃ قال قلت لعطاء الخراسانی ما معنی مرتہن بعقیقتہ فقال تحرم شفاعۃ والدہ وکذا قال الامام احمد انہ مرتہن عن الشفاعۃ لوالدہ واستحسنہ الخطابی حیث قال تکلم الناس فی ہذا واجود ما قیل فیہ ما ذہب الیہ احمد ان ہذا فی الشفاعۃ یرید انہ اذا لم یعق عنہ فمات طفلا لم یشفع والدیہ انتہی واللہ اعلم۔ حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

واقعی بکری چھ مہینے کی اگر فربہ ہو قربانی اس کی درست نہیں فی جامع الرموز وانما قال من الضان لانہ لایجزی من المعز بلا خلاف کما فی المبسوط ونحوہ انتہی اور حدیث شریف کا خلاصہ نزدیک جناب امام ہمام شیخ اکمل مولانا احمد بن حنبل کے یہی ہے کہ وہ لڑکا شفاعت نہ کرے گا فی مفاتیح الجنان ومصابیح الجنان عن سمرۃ رضی اللہ عنہ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغلام مرتہن بعقیقتہ قیل معناہ انہ محبوس سلامتہ عن الآفات بعقیقتہ او انہ کالشئ المرہون لایتم الاستمتاع

به دون ان یقال بالعقیقة وقیل معناه ان شفاعته لابویه معلق لعقیقة لایشفع لهما الطفل ان لم یعق عنه انتهی
وفی کاشف حقائق السنن المحمدیه شرح مشکوۃ المصابیح وقال صاحب النهایة معنی قوله رهینة لعقیقته ان العقیقة لازمة له لابد منها فشبهه فی لزومها وعدم انفکاکها منه بالرهن فی ید المرتهن قد تکلم الناس فیه واجود ما قاله احمد بن حنبل انه اذا مات طفلا ولم یعق عنه لم یشفع فی والدیه وروی عن قتادة انه یحرم شفاعتهم اقول ولاریب ان الامام احمد بن حنبل اذ ذهب الی هذا القول الابعد مالم یلقی من الصحابی والتابعین علی انه امام من الائمة الکبار یجب ان تیلقی کلامه بالقبول وحسن الظن به انتهی مختصراً واللہ علیم بالصواب

قربانی گاؤ سے متعلق چند سوال

سوال (۶۰۳) سوال اول۔ گائے کی عظمت بمقابلہ دیگر حیوانات کے کسی کتاب سے ثابت ہے یا نہیں؟
سوال دوم۔ مادہ گاؤ کب تک جاری تھی اور کس وقت سے بند ہوئی۔
سوال سوم۔ مادہ گاؤ کے ذبح کرنے کا حکم کونسی حدیث اور کن شرائط، تصریح کے ساتھ صادر ہوا۔ اور یہ حکم صرف مادہ گاؤ کے لئے ہے یا بیل کے لئے بھی اور ہمیشہ اس کا گوشت استعمال کرنے کیلئے حکم مادہ کے ساتھ مخصوص ہے یا کوئی اور حکم ہے۔
سوال چہارم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر کا گوشت تناول فرمایا ہے یا نہیں؟
سوال پنجم۔ عرب میں گائے کے ہوتے ہوئے اہل عرب اس کی قربانی کیوں نہیں کرتے۔
سوال ششم۔ اگر گائے کی قربانی نہ کریں تو اسلام میں خلل تو واقع نہیں ہوتا۔ گائے کی قربانی یا یا گوشت کا استعمال ارکان دین میں سے ہے یا نہیں اور فرض وواجب کے اعتبار سے کیا حکم ہے
سوال ہفتم۔ بنی اسرائیل کے زمانہ میں گائے کی پوجا ہوتی تھی یا نہیں اور ذبح گاؤ کا حکم قرآن سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے یا کنایۃً۔
سوال ہشتم۔ کسی خاص دعا کے لئے نماز اوراد ووظائف کے وقت گائے کے گوشت کو چھوڑنا کیسا ہے۔

جواب:۔ جواب سوال اول۔ گائے کی عظمت بہ نسبت دیگر بہائم شرعاً ثابت نہیں بلکہ حدیث میں تو اس کی ذات کی طرف اشارہ ملتا ہے سنن ابوداؤد میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تبایعتم بالعینة واخذتم اذناب البقر ورضیتم بالزرع وترکتم الجهاد سلط اللہ علیکم ذلا لا ینزعه عنکم حتی ترجعوا الی دینکم انتهی
اور حیوۃ الحیوان میں ہے فی نهایة الغریب فی الحدیث ما دخلت السکة دار قوم الا ذلوا والسکة هی التی یحرث بها الزرع ای ان المسلمین اذا اقبلوا علی الزراعة شغلوا عن الغزو فیاخذهم السلطان بالمطالبات والجبایات

وقریب من ھذا الحدیث قولہ صلی اللہ علیہ وسلم العز فی نواصی الخیل والذل فی اذناب البقر۔ انتہی

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زراعت کے لئے استعمال کی کثرت ذلت انسانیہ کا سبب ہے،

جواب سوال دوم وھفتم۔ بنی اسرائیل کے دور میں گائے کے تمثال کی پوجا بعض کفار کرتے تھے اور یہی چیز بعض بنی اسرائیل کی گئوسالہ پرستی کا سبب بنی جس کی وجہ سے وہ سزا و عقاب کے مستحق ہوئے۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ

اور پار اتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے تو پہنچے ایک قوم پر جو پوجنے میں لگ رہے تھے اپنے بتوں کے کہنے لگے اے موسیٰ بنا دے ہماری عبادت کے لئے بھی ایک بت جیسے ان کے بت ہیں۔ کہا تم لوگ تو جہل کرتے ہو۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ

جنھوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا ان کو پہنچے گا غضب انکے رب کا اور ذلت دنیا کی زندگی میں اور یہی سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو۔

اور تفسیر درمنثور میں ہے: اخرج ابن جریر وابن المنذر عن ابن جریج فی قولہ تعالیٰ فاتوا علی قوم یعکفون علی اصنام لہم قال تماثیل بقر من نحاس فلما کان عجل السامری شبہ لہم انہ من تلک البقرۃ فذلک کان اول شان العجل انتہی

جواب سوال سوم وھفتم۔ نر و مادہ گاؤ کے ذبح اور استعمال گوشت کا جواز قرآن وحدیث سے صراحۃً ثابت ہے اور اجماع بھی ہے باری تعالیٰ اپنے انعامات واحسانات کے ضمن میں فرماتے ہیں

وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ الآیۃ

اور پیدا کئے مواشی میں بوجھ اٹھانے والے اور زمین سے لگے ہوئے۔ کھاؤ اللہ کے رزق میں سے اور مت چلو شیطان کے قدموں پر وہ تمہارا دشمن ہے صریح۔ پیدا کئے آٹھ نر اور مادہ بھیڑ میں سے دو۔ اور بکری میں سے دو۔ پوچھ تو کہ دونوں نر اللہ نے حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان دونوں مادہ کے بتلاؤ مجھ کو سند اگر تم سچے ہو۔ اور پیدا کئے اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو الخ

اور حیوٰۃ الحیوان میں ہے ۔ یحل اکلہا وشرب البانہا بالاجماع انتہی

اور صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحی عن نسائہ بقرۃ یوم النحر انتہی

جامع ترمذی اور سنن نسائی میں ہے عن ابن عباس قال کنا مع رسول اللہ علیہ وسلم فی سفر فحضر الاضحی فاشترکنا فی البقرۃ انتہی

جواب سوال چہارم ۔ کتب حدیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے گائے کا گوشت کھایا ہے اور خدمت نبوی میں بھی پیش کیا گیا ۔ صحیح مسلم میں مروی ہے عن عائشۃ قالت انی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلحم بقر تصدق بہ علی بریرۃ فقال ھو لہا صدقۃ ولنا ھدیۃ انتہی

جواب سوال پنجم ۔ اہل عرب کا گائے کی قربانی نہ کرنا محض عادت اور عرف عام کی وجہ سے ہے بشرعی حیثیت کچھ نہیں ۔ دوسرے بعض شہروں میں بھی قربانی گاؤ کا رواج نہیں ہے جیسا کہ بعض بلاد دکن میں ۔ لہٰذا اہل عرب کے ذبح نہ کرنے کی وجہ سے ذبح گاؤ کی عدم حلت یا کراہت پر قرآن وحدیث آثار صحابہ اور فقہائے امت محمدیہ کے اجماع سے جواز کا ثبوت ہوتے ہوئے استدلال نہیں کیا جا سکتا

جواب سوال ششم ۔ گائے کی قربانی نہ کرنے سے اسلام میں کوئی خلل ونقصان نہیں آتا ۔ البتہ اگر اس کی عظمت یا عدم حلت وجواز کے خیال سے ترک کرے تو پھر ایسے شخص کے اسلام پر نقصان آئے گا ۔

جواب سوال ہشتم ۔ وظیفہ وغیرہ کے وقت گوشت کا چھوڑنا گائے کی عظمت اور عدم جواز کی وجہ سے نہیں بلکہ مشائخ کے تجربات کی وجہ سے ہے لہٰذا جائز ہے ۔

اونٹ یا گائے کی قربانی

سوال (۶۰۴) قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا گائے کی ؟

جواب ۔ اونٹ کی بہتر ہے ۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی ۔ الجواب صحیح محمد عبدالوہاب

قربانی گاؤ سے ممانعت کے متعلق فتوی پر شبہ

سوال (۶۰۵) حضرات علمائے جن کی مہریں اس پرچہ میں ثبت ہیں استفسار ہے کہ اس جواب میں آپ کی مراد اس جملہ سے کہ بقصد اثارت فتنہ گاؤکشی نہیں چاہیئے بلکہ ایسے مقام پر کہ جہاں فتنہ کا ظن غالب ہو باوجود سلامت اعتقاد کے احتراز اولی ہے کیا مراد ہے آیا یہ مراد ہے کہ ابتدائے فتنہ اہل اسلام کی طرف سے نہ ہو یعنی جہاں عملداری ہنود کی ہو اور گائے ذبح نہ ہوتی ہو ۔ وہاں مسلمان بقصد فتنہ انگیزی گاؤکشی نہ کریں یا یہ کہ بلاد ہندوستان وغیرہ میں کہ جہاں ہمیشہ سے اہل اسلام گائے ذبح کرتے چلے آئے اور اس ذبح کرنے میں کبھی ان کو مقصود فتنہ انگیزی نہیں

ہوئی بلکہ اجرائے حکم شریعت اب اگر کوئی مسلمان ان بلاد میں گائے ذبح کرے اور ہنود بنظر تعصب مذہبی کے اس کو منع کریں تو وہ مسلمان اس سے باز رہے یہ تفصیل ارشاد ہو کہ ایسی صورت میں اہل اسلام کو ترک اولیٰ ہے یا کیا، بینوا توجروا

جواب: گائے ذبح کرنا اگرچہ فعل مباح ہے واجب نہیں مگر ایسا مباح نہیں کہ کسی زمانہ خاص یا کسی بلدہ خاص میں اس کا رواج ہو اور دوسرے زمانہ یا بلدہ میں نہ ہو بلکہ یہ ایک طریقہ قدیمہ ہے زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتابعین وجملہ سلف صالحین سے تمام بلاد وامصار میں اور اس کی اباحت پر اجماع واتفاق ہے۔ تمام اہل اسلام کا ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود روکیں اور بنظر تعصب مذہبی منع کریں تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے بلکہ ہرگاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کی ابطال میں کوشش کریں۔ اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقا واجرا میں سعی کریں اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑیں گے تو گنہگار ہوں گے اور مقصود اس جملہ میں جو جواب سابق میں مرقوم ہے یہ ہے کہ بقصد برانگیختہ کرنے فتنہ وفساد کے گاؤکشی نہ چاہیئے۔ مثلاً جہاں عملداری ہنود کی ہو اور گائے وہاں ذبح نہ ہوتی ہو وہاں مسلمان بقصد ابتدائے مردم آزاری خواہ مخواہ گائے ذبح کریں۔ یا عیدالضحیٰ میں کسی ہندو کے مکان کے قریب جاکے بایں خیال ذبح کہ فتنہ قائم ہووے ایسی صورتوں کا ارتکاب نہ چاہیئے بلکہ ایسی حالت میں ترک اولیٰ ہے اور بلاد ہندوستان جہاں ہمیشہ گائے ذبح ہوتی ہے اور مقصود اہل اسلام اس سے فتنہ انگیزی نہیں ہے بلکہ ابقائے شریعت قدیمہ ہے ایسی حالت میں اگر ہنود منع کریں تو ترک اس کا اولیٰ نہیں بلکہ اس کے ابقا میں سعی واجب ولازم ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

فی الواقع جن بلاد میں رواج گاؤکشی بے قصد فتنہ فساد کے جاری رہا اور اب کوئی قوم ہنود سے مانع ہے ان بلاد میں مسلمانوں کو رسم گاؤکشی کی باقی رکھنے میں کوشش لازم ہے اور مراد اس فقرہ مسئول عنہا سے یہ ہے کہ جہاں عملداری اور ریاست خاص ہنود کی ہے اور گاؤکشی وہاں زینہار نہیں ہوتی اور اس جگہ پر اعلان گاؤکشی کرنا بنظر قیام فتنہ اولیٰ نہیں ہے نہ یہ بات مطلقاً اولویت گاؤکشی کی ہر جگہ سے جاتی رہے بلکہ جن بلاد میں ہنود کو تشدد در بارہ گاؤکشی نہ تھا اور اب کیا جاتا ہے وہاں گاؤکشی کا ترک اولیٰ نہیں ہے۔ واللہ اعلم حررہ الفقیر محمد عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

ہوالعلی الرب الحکیم الحلیم الجواب صحیح فی الواقع مقصود جملہ جواب سابق سے یہ ہے کہ بارادۂ برانگیختہ کرنے فتنہ وفساد کے عملداری در ریاست خاص ہنود میں یا جہاں کہیں زمانہ قدیم سے گائے نہ ذبح ہوتی ہو بمصلحت وقت رعایۃً گاؤکشی باعلان نہیں چاہیئے کہ رفع فساد بہتر ہے یا مثلاً بقرعید میں کسی ہندو کے ہمسایہ میں علانیہ ذبح کرنا گاؤ کا بایں ارادہ کہ فساد قائم ہو نہ چاہیئے۔ ہاں جن بلاد وامصار وقصبات وقریات ودیہات ومواضعات ہندوستان میں رواج گاؤکشی کا کہ طریقہ قدیمہ سے بلا قصد فتنہ وفساد قدیم الایام سے چلا آیا ہے اور اب کوئی ہندو بپاس تعصب مذہبی مانع ومزاحم ہے ایسے مواقع میں مسلمانوں کو بپاس حمیت اسلامی ابقائے رسم گاؤکشی میں کوشش بلیغ لازم ہے زینہار۔

ترک نہ کریں اور فقرہ مسئول عنہا سے یہ مراد نہیں ہے کہ تقلید واتباع ہنود میں قطعاً گاؤکشی کہ ماثور قدیم ہے اور جس کی آیات بر اجماع واتفاق جمیع اہل اسلام کا از سلف تا خلف رہا ہے اور رہیگا ممانعت ومزاحمت ہنود سے ترک ہو جاوے۔ معاذ اللہ من ذلک دیگر گاہ فی زمانناہنود کو اہل اسلام سے تعصب مذہبی وعداوت بہت ہے کہ شعائر اسلامیہ سے روکتے ہیں پس ایسی صورت مسلمانوں کو بپاس حمیت اسلامی روکنے سے ہنود کے واسطے قربانی وذبح گاؤ وکھانے گوشت گاؤ کے کہ طریقہ ماثورہ قدیم ہے رکنا نہ چاہیئے اور ان کی ممانعت کو تسلیم نہ کرنا چاہیئے۔ بہر حال گاؤکشی کو کہ شعار مسلمانی ہے ترک نہ کریں احیانا اگر کسی منازعت میں احتمال فساد فیما بین ہو تو بذریعہ حکام وقت دفع کرنا اس کا بابقائے رواج قدیم واجب ہے اور بخوف فساد ہنود قربانی وذبح گاؤ سے مسلمان لوگ باز نہ رہیں اپنی کوشش بلیغ کو کام فرمادیں ورنہ گنہگار ہوں گے۔ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم واللہ غالب علی امرہ ہداکم اللہ الی سواء السبیل۔ واللہ اعلم وحکمہ حکم۔ فقط حررہ عبدالعاصی القسی الاثیم خادم العلماء والفقراء ابوالحیاء محمد عبدالحلیم عفا عنہ اللہ الکریم منمقام دار العلم فرنگی محل منمحلات البلدۃ لکھنؤ

ذبح گاؤ فعل مباح قدیم الرواج شعائر اسلام سے ہے اہمال اس کا بلاوجہ وجیہ جائز نہیں۔ ہاں شق اول یعنی ابتداء اثارۂ فتنہ وفساد نہ چاہیئے اور یہی معنی ہیں فقرہ جواب سابق کے پس جن بلاد میں ذبح گاؤ مروج ہے اور شیوہ اسلاف صالحین چلا آیا ذبح کرنا اثارۂ فتنہ وفساد پر قربانی کا کیونکر محمول ہو سکتا ہے بلکہ احیائے سنت قدیمہ پر محمول ہوگا پس شق ثانی بھی باطل ہوئی اب اس صورت رواج میں منع کرنا ہنود کا ان کی جانب سے اثارہ فتنہ وفساد ہوگا اس کو دفع کرنا مسلمانوں کو ضرور ہے اور ایسی صورت میں اس آئین دیرین کو کہ شعائر اسلام سے ہے ترک کرنا نہ چاہیئے بلکہ اس طریقہ کے ابقا میں سعی کرنا چاہیئے۔

واللہ اعلم حررہ ابوالغناء محمد عبدالمجید غفر اللہ الوحید

قربانی گاؤ سے ہنود کا روکنا

سوال (۶۰۰) اگر کوئی مسلمان عید الضحیٰ میں گائے کی قربانی کرنا چاہے۔ یا دوسرے ایام میں واسطے کھانے گوشت کے گائے ذبح کرنا چاہے اور ہنود بوجہ تعصب مذہبی یا اپنے تفخر کے یا بنظر توہین اسلام کے اس قربانی یا ذبح کو روکنا چاہیں تو اس حالت میں اس مسلمان کو از روئے شرع شریف کے گائے کی قربانی سے یا گائے کے ذبح سے باز آجانا چاہیئے یا کیا کرنا چاہیئے۔

(۲) اگر اس روک ٹوک میں از جانب ہنود فساد ہونے کا احتمال ہو مگر اس فساد کا دفعیہ بذریعہ حکام ملک ممکن ہو تو صرف بلحاظ فتنہ مذکور کے قربانی اور ذبح سے گائے کے باز آجانا چاہیئے یا کیا کرنا چاہیئے۔

(۳) یہ امر ظاہر ہے کہ اونٹ ان ملکوں میں بہت کم دستیاب ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو دستیاب بھی ہووے تو بہت قیمت دینے سے ہوتے ہیں اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ آجکل کے زمانہ میں سات عدد بھیڑی یا خصی کی قیمت بلحاظ تعداد ایک گائے کے زیادہ ہوتی ہے تو اس حالت میں اگر کوئی مسلمان بلحاظ کفایت بعوض

سات قربانی کے ایک گائے کی قربانی کرنا چاہیئے۔ اور ہنود بنظر تعصب مذہبی کے یہ کہیں کہ تم گائے کی قربانی مت کرو جس طرح سے ممکن ہووے تم اونٹ خواہ بھیڑی یا خصی قربانی کرو تو ہنود کی اس مزاحمت کو مان لینا مسلمان پر واجب ہے یا نہیں؟

جواب:۔ از آنجا کہ گائے کے ذبح کرنے کا جواز قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے زمانہ آنحضرت میں اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ کے اس کو ذبح کیا ہے اور اس کے گوشت کے حلال ہونے پر اور ذبح کے جائز ہونے پر خواہ بروز عید ہو یا کسی اور روز ہو اتفاق ہے تمام مسلمانوں کا کوئی مسلمان اس کے جواز اور حلت میں شبہ نہیں کرتا ہے بناء علیہ جب کوئی مسلمان عید الضحیٰ کے روز خواہ کوئی اور روز گائے ذبح کرے اور کوئی ہندو بنظر اپنے مذہب کے اس کو روکے تو مسلمان کو باز آنا درست نہیں ہے اور ہندو کی ممانعت کو جو مبنی ہے ان کے اعتقاد باطل پر تسلیم کر لینا نہیں جائز ہے۔ ہماری شریعت میں گائے کی بہ نسبت اور جانوروں کے کچھ بھی عظمت نہیں ثابت ہے۔ بلکہ یہ مثل اور جانوروں کے جواز ذبح میں ہے جو شخص اس کی عظمت کا خیال کرے اس کے اسلام میں فتور ہے پس ہندو کی ممانعت تسلیم کرنا موجب ان کے اعتقاد باطل کی تقویت اور ترویج کا ہوگا اور یہ کسی طرح شرعاً جائز نہیں ہے۔ اور اونٹ کا ذبح کرنا اگرچہ گائے سے اولیٰ ہے۔ مگر کوئی شخص اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا علی الخصوص جب ہنود بغرض تعصب مذہبی اہل اسلام کو گاؤکشی سے روکیں اور کہیں خواہ اونٹ یا بکری ذبح کرو ایسے وقت ہنود کے قول کو مسلمان پر مان لینا واجب نہیں بلکہ مسلمانوں کو ضرور ہے کہ اس قول ہنود کو تسلیم نہ کریں اور گاؤکشی کے طریقہ کو اہل اسلام کا طریقہ قدیمہ ہے ترک نہ کریں اور اس منازعت میں اگر احتمال فساد کا ہنود کی طرف سے ہو تو اس کو بذریعہ حاکم وقت دفع کرانا واجب ہے اور بخوف فساد ہنود کے گائے کے ذبح کرنے سے رکنا نہیں چاہیئے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

ہو العلی الرب الحکیم الحلیم الجواب صحیح والمجیب نجیح فی الواقع فی زماننا ہنود کو اہل اسلام سے تعصب بہت ہی در پیں صورت مسلمانوں کو بپاس حمیت اسلامی رد کنے سے ہنود کے واسطے قربانی و ذبح گائے و کھانے گوشت گائے سے رکنا نہیں چاہیئے اور ہنود کی ممانعت کو تسلیم نہ کرنا چاہیئے۔ بہر حال گاؤکشی کے طریقے کو ترک نہ کریں۔ اگر اس منازعت میں احتمال فساد فیما بین کا ہو بذریعہ حکام وقت کے دفع کرنا اس کا واجب ہے اور بخوف فساد ہنود قربانی و ذبح گائے سے مسلمانوں کو رکنا نہ چاہیئے اللہ معکم اینما کنتم واللہ اعلم وحکمہ احکم فقط

حررہ عبدہ العاصی القسی الاثیم خادم العلماء والفقراء الی الجبار محمد عبدالحلیم عفا عنہ اللہ الکریم من مقام دار العلم فرنگی محل منحلات البلدۃ لکھنو۔

فی الحقیقہ قربانی گائے کی ملت اسلامیہ میں شعار اسلام سے واقع ہوئی ہے۔ اس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود کے موجب معصیت ہے بلکہ قائم رکھنے قربانی گائے میں مسلمانوں کو سعی و کوشش لازم ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الفقیر محمد عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

واقعی ذبح گائے مروج شعائر دین متین سے ہے ترک اس کا بجہت فتنہ انگیزی ہنود برخلاف آئین دیرین نہ چاہیئے بذریعہ حکام وقت اس فساد حادث کو دفع کرنا چاہیئے اور موافق اعتقاد سراسر فساد ہنود کے گائے کو حیوان ذی عز وشان سمجھ کر یا بنا براس اعتقاد کے ان کے منع کرنے سے برخلاف دستور اسلاف ترک ذبح نہ کرنا چاہیئے ۔ واللہ اعلم

حررہ ابوالغنا محمد عبدالمجید غفراللہ الوحید۔

واقعی مسئلہ اولیٰ میں مسلمانوں کو گائے کی قربانی وگائے کے ذبح سے بشرط امکان باز آنا نہیں چاہیئے اور مسئلہ ثانیہ میں صرف بلحاظ فتنہ مذکورہ کے قربانی اور ذبح سے گائے کی باز آنا نہیں چاہیئے اور مسئلہ ثالثہ میں ہنود کی اس مزاحمت کو مان لینا بشرط امکان مسلمانوں پر واجب نہیں واللہ اعلم

حررہ ابوالاحیا محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم۔

درحقیقت گائے کی ذبح سے بجبر دلحاظ فتنہ مذکورہ کے باز آنا اور ہنود کی مزاحمت تعصبی کو مان لینا مسلمان کو بشرط امکان نہیں چاہیئے ۔ واللہ اعلم حررہ ابوالکرام محمد اکرم تجاوز اللہ تعالیٰ عما جرم

قربانی کے لئے دنبہ کی عمر

سوال (۶۰۷) ضان سے چکتی والا دنبہ مراد ہے یا مینڈھا اور بغیر چکتی والا دنبہ بھی اس میں شامل ہے اور جذع کس کو کہتے ہیں ۔ اور جذع ضان (چھ ماہ کا دنبہ) کی قربانی ہوسکتی ہے یا نہیں

جواب ۔ روایات حدیث بکثرت مؤطا سنن ابی داؤد وابن ماجہ وغیرہ میں جذع ضان کے جواز کے بارہ میں وارد ہیں یعنی چھ ماہ کا دنبہ جائز ہے اس کے علاوہ تمام جانوروں میں ثنی کا ہونا ضروری ہے ۔ جذع کہتے ہیں پورے چھ ماہ کے بچہ کو اور ضان سے صرف چکتی والا دنبہ مراد ہے ۔ منح الغفار شرح تنویر الابصار میں ہے صح الجذع من الضان الجذع شاۃ لہا ستۃ اشہر والضان مایکون لہ الیۃ قلت ھذا مذھب الفقہا واما عند اھل اللغۃ فالجذع من الشاۃ ما لہ سنۃ کذا فی النہایۃ الفقہاء انما جوزوھا فی ستۃ اشہر اذا کانت بحیث لوخلطت بالثنایا تشبہ علی الناظرین من بعید وانما جاز الجذع من الضان لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان رواہ البخاری ومسلم واحمد وجماعۃ انتہی

شرعۃ الاسلام اور اس کی شرح مفاتیح الجنان میں ہے ومن سنن الاسلام التضحیۃ بالانعام بالجذع من الضان وھو ما تم ستۃ اشہر وقیل سبعۃ اشہر وبالثنی فصاعدا من الشاۃ اعم من ان یکون ضانا او معزا ومن الابل والبقر مطلقا وھو ای الثنی ابن خمس من الابل وحولین من البقر وحول من الشاۃ والمعز والجذع قید ناہ بالضان وھو مالہ الیۃ لان الجذع من المعز لا یجوز بہ التضحیۃ انتہی

عقیقہ کا گوشت کھانا

سوال (۶۰۸) عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں۔باپ۔دادا۔دادی۔نانا۔نانی۔پھوپھی۔خالہ۔بہن وغیرہ کو کھانا جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔ قول معتبر یہی ہے کہ سب کے لئے کھانا جائز ہے۔ کما فی نہایۃ البیان

ہدیہ بکری کی قربانی

سوال (۶۰۹) ہدیہ بکری کی قربانی جائز ہے یا نہیں

جواب:۔ جائز ہے۔ بلکہ کتب صحاح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ثابت ہے۔

لڑکے کے عقیقہ میں ایک بکرا

سوال (۶۱۰) لڑکے کے عقیقہ میں باوجود استطاعت کے اگر کوئی شخص ایک بکرا کرے تو جائز ہے یا نہیں

جواب: استطاعت وقدرت نہ ہونے کی صورت میں ایک پر بھی اکتفا درست ہے۔ نہایت البیان فیما یحل ویحرم من الحیوان میں ہے۔ در کنز العباد است چوں فرزند تولد شود عقیقہ دہندہ دختر یک گوسفند وپسر را دو گوسفند واگر یکے دہندہ ہم رخصت است کذا فی کیمیاء السعادۃ

بلا نیت قربانی کرنا

سوال (۶۱۱) زید نے قربانی کے خیال سے بکرا خریدا اور خیال تھا کہ کل اضحیٰ الحجہ کو ذبح کروں گا۔ مگر اس کے ملازم بکر نے اطلاع کئے بغیر بلا نیت قربانی ذبح کر دیا۔ موجودہ صورت میں زید کی طرف سے قربانی ہوگی یا نہیں۔

جواب:۔ زید کی طرف سے قربانی ادا نہیں ہوئی۔ اور بکر پر اس کی قیمت واجب الادا ہے

گھر کے پروردہ جانور کی قربانی

سوال (۶۱۲) اپنے گھر کی پروردہ گائے۔بکری۔بھیڑ اونٹ وغیرہ کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں

جواب:۔ جائز ہے۔ بلکہ اگر وہ فربہ اور قیمتی ہو تو اولیٰ وافضل ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان افضل الضحایا اغلاھا واسمنہا رواہ احمد والحاکم۔

کتاب الصید والذبائح

ذابح کے معین ومددگار پر بسم اللہ پڑھنا

سوال (۶۱۳) جیسا کہ ذبح کرنے والے پر بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور عمداً ترک کرنے سے ذبیحہ

مردار ہوجاتا ہے ۔کیا اسی طرح معین ذابح پر بھی ضروری ہے یا نہیں ۔اور معین ذابح وہ شخص ہے کہ جو ذبح کے وقت جانور کے ہاتھ اور پاؤں وغیرہ پکڑتا ہے یا وہ شخص خود جو ذبح کرنے والے کے ساتھ خود بھی چھری وغیرہ پکڑ کر اس کی مدد کرتا ہے ۔

جواب :معین ذابح کا بھی بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور معین ذابح وہ شخص ہوتا ہے جو آلہ ذبح کو پکڑ کر مدد کرتا ہے ۔مذبوحہ کے ہاتھ اور پاؤں کے پکڑنے والے کو تو رسی وغیرہ کے مانند سمجھنا چاہیئے ۔

عالمگیریۃ کی کتاب الاضحیۃ میں ہے رجل اراد ان یضحی فوضع صاحب الشاۃ علی السکین مع ید القصاب حتی تعاونا علی الذبح قال الشیخ الامام یجب علی کل واحد منہما التسمیۃ حتی لو ترک احدھما لایجوز کذا فی الظھیریۃ انتہی

اور کتاب الصید میں ہے مسلم عجز عن مذبوحہ بنفسہ فاعانہ علی یدہ مجوسی لایحل اکلہ لاجتماع المحرم والمحلل فیحرم انتہی

اور برجندی شرح نقایہ میں بیان فرماتے ہیں ۔کما یشترط تسمیۃ الذابح یشترط تسمیۃ من اعان الذابح حیث وضع یدہ علی المذبح کما وضع الذابح حتی لو ترک احدھما التسمیۃ لایحل انتہی

فتاوی قاضی خاں میں ہے رجل اراد ان یضحی فوضع صاحب الشاۃ یدہ مع ید القصاب علی المذبح واعانہ علی الذبح حتی صار ذابحا مع القصاب قال الشیخ الامام یجب علی کل واحد منہما التسمیۃ حتی لو ترک احدھما التسمیۃ لایحل الذبیحۃ انتہی

مذبوح سے خون نہ نکلنا

سوال (۶۱۴) اگر صحیح وسالم زندہ بکری کو ذبح کیا گیا لیکن اس کی رگوں سے خون نہیں نکلا یا خون تو نکلا مگر مذبوح نے بوقت ذبح کوئی حرکت وغیرہ نہیں تو یہ مذبوح حلال ہوگا یا حرام ۔

جواب ۔حلال ہے ۔سراجیہ میں ہے ۔شاۃ ذبحت وعلم حیاتہا وقت الذبح ولم یخرج منہا دم حلت حیوان ذبح وخرج منہ دم مسفوح ولم یتحرک فانہ یحل وان لم یخرج منہ دم مسفوح ولم یتحرک ایضا فان علم حیاتہ حل انتہی

سرد ہونے سے پہلے ذبیحہ کا چمڑا اتارنا

سوال (۶۱۵) مذبوح کے سرد ہونے سے پہلے چمڑا اتارنا یا گردن علیحدہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔مکروہ ہے ۔درمختار میں ہے وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان یبرد ای یسکن من الاضطراب انتہی

اور سراجیہ میں ہے ۔ویکرہ ان ینخع الشاۃ وھو ان یکسر عنقہا قبل ان یموت وقیل ھو ان یبالغ فی الذبح

حتی یبلغ النخاع وھو عرق فی الصلب الی اصل العنق - انتھی

شیعوں کا ذبیحہ

سوال (۶۱۶) لکھنؤ شہر اور اس کے قرب و جوار کے شیعوں کے ہاتھ کا کھانا اور ذبیحہ جائز ہے یا نہیں۔
زید نے غفلت و جاہلیت میں زنا کر لیا بعد میں کچھ ہوش آیا اور خوف خدا میں پیدا ہوا تو توبہ کر لی ۔ توبہ کرنے سے جرم زنا سے بری ہو گا یا نہیں

جواب:۔ جو شیعہ ضروریات دین کے منکر ہیں ۔جیسا کہ بعض حضرت علی رضؓ کو خدا مانتے ہیں اور بعض حضرت عائشہؓ پر اتہام لگاتے ہیں وہ کافر ہیں اور ان کا ذبیحہ ناجائز ہے ۔ اور جو لوگ اس درجہ غالی نہیں ۔ اگرچہ شیخین کو سب و شتم کرتے ہیں وہ کافر نہیں بلکہ فاسق ہیں اور ان کا ذبیحہ جائز ہے ۔ اور جرم زنا توبہ نصوح سے معاف ہو جاتا ہے

بدعتی کے ہاتھ کا ذبیحہ

سوال (۶۱۷) زید کہتا ہے کہ ذبیحہ کسی مشرک و بدعتی و کافر کا حلال نہیں ہے سوای موحد باللہ و متبع سنت رسول اللہ کے اور عمر کہتا ہے ۔ مجھے تصدیق اس امر کی آیت کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ سے معلوم نہیں ہوئی کیونکہ اللہ فرماتا ہے ۔ فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ، ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ ۔پس اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے محض قید ذکر اسم اللہ کی کی نہ کافر کی نہ مشرک کی نہ بدعتی کی پس میرے نزدیک بحکم عموم اس آیۂ کریمہ کے اور مطابق حدیث حضرت عائشہؓ کے جسکی تخریج نسائی و ابو داؤد و ابن ماجہ نے کی ۔ ان قوما حدیث عہد بجاہلیۃ یاتوننا اللحمان لاندری ذکروا اسم اللہ علیھا ام لم یذکروا انا کل منھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سموا اللہ وکلوا ۔ اور مطابق حدیث رافع بن خدیج کے کہ بلفظ ما انھر الدم وذکر اسم اللہ علیہ فکلوا وارد ہے و موافق تحقیق علمائے محققین مثل مجتہد ربانی علامہ شوکانی وغیرہ کے حرمت اس کی معلوم نہیں پس مشرک ہو یا بدعتی یا کافر جب اس پر اللہ کا نام ذکر کرے گا تو میں اس کو کھالوں گا پس علمائے محققین کی خدمت بابرکت میں عرض ہے کہ موافق کتاب و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فیصل مابین زید و عمر بیان فرمادیں تا نزاع مرتفع ہو اور عند اللہ ماجور ہوں

جواب:۔ عمرو کا قول قابل اعتبار کے نہیں ہے حق تعالیٰ جل شانہ سورۂ مائدہ میں ارشاد فرماتا ہے وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم اور مراد یہاں طعام سے بالاتفاق ذبیحہ ہے ۔پس اگر ذبیحہ ہر شخص کا حلال ہوتا حتی کہ مشرکین کا بھی تو اہل کتاب کی تخصیص کی کوئی وجہ نہ تھی اور اس آیت فکلوا مما ذکر اسم اللہ اور آیت ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ وغیرہ میں صرف شرط حلت ذبیحہ کی وقت فرح کے بیان ہے اور مقصود ان سے فقط اسی قدر ہے کہ بدون بسم اللہ کے ذبیحہ حلال نہیں ہے اور ذابح کا عموم و خصوص اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا ہے اور اگر ایسا ہی ان آیات کے اطلاق سے استناد لیا جاوے تو باب اطلاق مذبوح میں

اس پر عمل کرنا پڑے گا کیونکہ کسی مذبوح کو ان آیات میں خاص نہیں کیا بلکہ جس پر اسم اللہ کا ذکر ہو اس پر حکم حلت کا ہو پس لازم آتا ہے کہ اگر کوئی شخص کتا یا سور یا اور جانور جس کا گوشت حلال نہیں ہے بسم اللہ کہہ کے ذبح کرے تو اس کا گوشت درست ہو جاوے اس تقریر سے کہ اللہ نے ان آیات میں فقط صرف اسم اللہ کی کی نہ کسی ذبیحہ خاص کی حالانکہ اس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہے الحاصل ان آیات میں صرف کیفیت ذبح کا بیان اور شرط حلت کا بوقت ذبح کے بیان ہے۔ ذابح و مذبوح کے اطلاق و تخصیص سے ان میں کچھ غرض نہیں ہے پس جس طرح سے تخصیص مذبوح اور آیات و احادیث سے ثابت ہوئی اسیطرح سے تخصیص ذابح کی بھی اور جگہ سے ثابت ہوئی۔ ایک تو آیت سابقہ دوسری وہ حدیث جو مصنف عبدالرزاق میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس یعنی آتش پرست کے حق میں فرمایا ہے من اسلم منهم قبل ومن لم يسلم ضربت عليه الجزية غير ناكحي نسائهم ولا آكلي ذبائحهم یعنی جو ان میں سے اسلام لاوے گا اس کا اسلام قبول ہوئیگا اور اسلام نہ لاوے گا اس سے جزیہ لیا جاوے گا۔ مگر ان کی عورتوں سے نکاح نہ کیا جاوے گا اور نہ ان کا ذبیحہ کھایا جاوے گا۔ اسی طرح سے اور بھی احادیث اور آثار صحابہ اس باب میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبیحہ کسی کافر کا سوائے اہل کتاب کے نہیں درست ہے اور حدیث عائشہ رض اس پر نہیں دلالت کرتی ہے کہ ذبیحہ ہر کافر و مسلم کا حلال ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں سوال ان لوگوں کے ذبیحہ سے ہوا ہے جو نئے مسلمان ہوئے تھے اور رسوم جاہلیت میں مبتلا تھے نہ ذبیحہ کافر سے۔ اور علامہ شوکانی کہ جن کا انتقال سنہ ۱۲۵۰ھ یا سنہ ۱۲۵۵ھ میں ہے گو علم ادب میں تحقیق ان کی اچھی ہو۔ مگر اجتہاد اور فتویٰ ان کا مقابلہ میں اجتہاد اور فتوی ائمہ اربعہ وغیرہ مجتہدین سابقین کے قابل اعتبار کے نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ بلکہ اکثر مجتہدین بھی تحقیق کر گئے کہ سوائے مسلمان اور کتابی کے کسی کا ذبیحہ حلال نہیں پس اب شوکانی کہ اس صدی کے علما سے تھے اگر اس کے مخالف لکھیں تو ان کا اعتبار نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم

شیخ سدو کے نام پر ذبح کرنا

سوال (۶۱۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے ایک بکرا بنام شیخ سدو پرورش کیا بعد چندے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کے ذبح کیا کیا وہ حرام ہے یا حلال۔ صورت دیگر یوں ہے کہ اس بکرے کو بنام اللہ پرورش کیا۔ بوقت ذبح شیخ سدو کہہ کے چھری پھیری پس یہ ذبیحہ کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب۔ یہ دونوں صورتیں ما اہل لغیر اللہ میں داخل ہیں جس صورت میں تقرب الی غیر اللہ مقصود ہو وہ ذبیحہ حرام ہوگا اگرچہ بوقت ذبح بسم اللہ کہی جاوے درمختار میں ہے ذبح لقدوم الامير ونحوه كواحد من العظماء يحرم لو ذكر اسم الله عليه انتهى

گونگے کا ذبیحہ

سوال (۶۱۹) گونگے کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی؟

جواب:۔ بلا کراہت حلال ہے۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے ويحل ذبيحة مسلم وكتابي ذمي او حربي ولو امرأة او صبيا او مجنونا يعقلان اوكان الذابح اخرس لان الاخرس عاجز عن الذكر فيكون معذورا وتقوم الملة

مقام التسمیہ کالناسی بل اولیٰ انتہی   ابوالحسنات محمد عبدالحی   المجیب مصیب محمد ابراہیم
الحق ما ہوالمحرر محمد ادریس

اہل کتاب کفار کا ذبیحہ

سوال (۶۲۰) کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ موافق کتاب کبریٰ معلوم ہوتا ہے کہ ذبیحہ کفار اہل کتاب کا درست ہے۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ اسی قاعدہ کے موافق علماء کبار نے درست فرمایا ہے۔ پس اہل تشیع کا فرقہ بھی داخل اہل کتاب ہے یا نہیں اور ذبیحہ روافض درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

جواب۔ صورت مسئولہ میں جو روافض ایسے ہیں کہ ان کے عقائد منجر بارتداد و کفر ہیں مثلاً غلاۃ و فرقہ اسماعیلیہ وغیرہما ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام ہے اس لئے کہ ذبیحہ مرتد کا حرام ہے۔ کتب فتاویٰ اس امر سے مشحون ہیں اور ارتداد ایسے روافض کا عامہ فتاویٰ میں مذکور ہے۔ چنانچہ شرح نقایہ للبرجندی میں ہے فہؤلاء خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامہم احکام المرتدین انتہی۔ بلکہ شاہ عبدالعزیز کے تحفہ اثنا عشری سے معلوم ہوتا ہے کہ جو روافض تکفیر ابی بکر یا عمر یا عثمان رضوان اللہ علیہم کرتے ہوں یا انکار انکے دخول جنت و قابلیت و لیاقت خلافت باعتبار اوصاف دین مثل علم و عدالت و تقویٰ و ورع کے کرتے ہوں کافر ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ بالجملہ اجماع اہلسنت است برآں کہ تکفیر کنندہ حضرت امیر یا منکر بہشتی بودن ایشان یا منکر لیاقت خلافت ایشان باعتبار اوصاف دین مثل علم و عدالت و تقوی و ورع کافر است آنجا قول ہو مثلہ الاصحاب الکبار خصوصاً الثلثۃ جو ایسے عقائد نہ رکھتے ہوں مثل تفضیلیہ ان کا ذبیحہ درست ہے واللہ اعلم۔ کتبہ العبد القیس محمد ن المدعو بادریس الحرامی عفا اللہ ۔ الجواب صحیح۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی

بیک تسمیہ دو بکریوں کو ذبح کرنا

سوال (۶۲۱) اگر زید نے دو بکریوں کو اوپر نیچے ڈال کر ایک ہی بسم اللہ سے یکبارگی ذبح کر دیا تو یہ ذبح اور اس کا گوشت کھانا جائز ہوگا یا نہیں۔

جواب:۔ جائز ہے

تبرائی کے ہاتھ کا ذبیحہ

سوال (۶۲۲) رافضی تبرائی یعنی جو رافضی کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کو اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سب و شتم کرتا ہے اور قسم قسم کے القاب دیتا ہے اس رافضی کے ہاتھ کا ذبیحہ درست اور حلال ہے یا حرام یا مکروہ کون مکروہ اور کون درست اور عدم درست وغیر ذلک کی دلیل کیا ہے؟

جواب:۔ اکثر اصحاب فتاوی حنفیہ سب صحابہ اور ازواج مطہرات کو موجب کفر وارتداد لکھتے ہیں پس اس تقدیر پر ذبیحہ روافض کا حرام ہے اور محققین حنفیہ اس کو موجب کفر نہیں لکھتے ہیں بلکہ موجب فسق کما ہو مصرح فی تمہید السلمی ومسائرۃ ابن الہمام وفتح القدیر وشرح الفقہ الاکبر لعلی القاری وشرح المسلم لبحر العلوم وشرح المسلم لمولانا ولی اللہ اللکھنوی وغیرہ پس اس تقدیر پر ذبیحہ رافضی کا حلال ہے واللہ اعلم۔ ابو الحسنات محمد عبدالحی

واقعی اس رافضی کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔ بنا بر قول منقول از جمہور متکلمین وفقہائے فحول واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم عفی عنہ۔ صح الجواب ہکذا فی الکتب۔ محمد ابراہیم

شکاری کے لئے بسم اللہ پڑھنا

سوال (۶۲۳) اگر کوئی شخص بندوق وتیر ونیزہ وشمشیر وغیرہ بہ نیت شکار بسم اللہ کہہ کر جانور پر لگادے اور وہ جانور اتنی جلد اس کی ضرب سے مرجاوے کہ نوبت ذبح کرنے کی نہ پہنچے تو کھانا ایسے جانور کا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ تیر اور نیزہ وغیرہ کو اگر بہ نیت شکار کے لگادے اور اس جانور میں زخم ہو جاوے اگرچہ وہ فی الفور مرجاوے تو جائز ہے ہدایہ میں ہے اذا سمی الرجل عند الرمی اکل ما اصاب اذا جرح السہم فمات لانہ ذابح بالرمی لکون السہم آلۃ لہ فیشترط التسمیۃ عندہ ولا بد من الجرح لیتحقق معنی الذکاۃ انتہی

اور ملتقی الابحر میں ہے ان وقع السہم بہ فتحامل او غاب ولم یقعد عن طلبہ ثم وجد میتا حل ان لم یکن بہ جراحۃ غیر جراحۃ السہم انتہی

اور بندوق سے شکار بمقتضائے فقہیہ بغیر ذبح حلال نہیں فان الاصل ان الموت اذا حصل بالجرح بیقین حل وان بالثقل لا یحل کذا فی التبیین۔

اور رد المحتار میں ہے لا یخفی ان الجرح بالرصاص انما ہو بالاحراق والثقل بواسطۃ اندفاعہ العنیف اذ لیس لہ حد فلا یحل وبہ افتی ابن نجیم انتہی واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحی عفا اللہ عنہ

بابُ الایصاء

ولی اور وصی کا فرق

سوال (۶۲۴) ولی اور وصی میں کیا فرق ہے

جواب:۔ اصطلاح فقہ میں ولایت کے معنی ہیں کسی غیر پر اپنا قول جاری کرنا خواہ اس کی مرضی کے مطابق ہو یا خلاف۔ اور ولی ایسے عاقل وبالغ کو کہتے ہیں جو دوسرے کے معاملات کا مالک وذمہ دار ہو اور اس کی جانب سے وراثت کا بھی مستحق

رکھتا ہو یعنی اگر وہ مرجائے تو شرعاً یہ اس کا وارث بنتا ہو۔

بحرالرائق میں ہے الولایۃ فی الفقہ تنفیذ القول علی الغیر شاء او ابی انتہی اور دوسری جگہ ہے الولی فی الفقہ البالغ العاقل الوارث فخرج الصبی والمعتوہ والکافر علی المسلمۃ انتہی

اور وصی اس شخص کو کہتے ہیں جس کو کسی شخص نے موت سے پہلے اپنے مال اور اولاد کی حفاظت کرنے اور حسب مصلحت مال میں تصرف کرنے کا مالک بنایا ہو۔ ہدایہ میں ہے الوصایۃ خلافۃ تختص بحال انقطاع ولایۃ المیت فینقل الولایۃ الیہ انتہی

اور مجمع البرکات میں ہے الوصی من فوض الیہ الحفظ والتصرف انتہی

وارث کو وصی مقرر کرنا

سوال (۶۲۵) اگر زید ورثا میں سے کسی کو اپنا وصی بناتا ہے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز ہے۔ عالمگیری میں ہے رجل اوصی الی وارثہ جاز انتہی

وصی کو معزول کرنا

سوال (۶۲۶) اگر ورثا قاضی کے پاس جا کر وصی کی شکایت کرے تو قاضی معزول کرے یا نہیں؟

جواب:۔ بغیر ثبوت خیانت کے معزول نہ کرے عالمگیریہ میں ہے اذا شکت الورثۃ او بعضہم الوصی الی القاضی فانہ لاینبغی لہ ان یعزلہ حتی یبدو لہ منہ خیانۃ فان علم منہ خیانۃ عزلہ کذا فی الکافی انتہی

مقروض کی وصیت

سوال (۶۲۷) مقروض نے اپنے تمام مال کا وصیت نامہ زید کے لئے لکھا اور کچھ عرصہ کے بعد مر گیا اب ادار قرض مقدم ہوگا یا اجرار وصیت۔ اور وصیت کا نفاذ کل مال میں ہوگا یا ثلث میں۔

جواب:۔ سب سے پہلے ادار دین کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد اگر اس کا کوئی وارث نہیں یا ہیں۔ مگر انہوں نے کل مال میں نفاذ وصیت کی اجازت دیدی تو مابقی تمام مال میں وصیت جاری ہوگی ورنہ ثلث مال وصیت میں اور دو ثلث ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا

درمختار میں ہے ویقدم دیونہ التی لہا مطالب من جہۃ العباد ثم تقدم وصیتہ من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ ودیونہ وانما قدمت فی الآیۃ اہتماما لکونہا مظنۃ التفریط۔ انتہی

اور مجمع البرکات میں ہے ولاتجوز بما زاد علی الثلث الا ان یجیزہ الورثۃ بعد موتہ وہم اصحاء بالغون ولو اوصی بجمیع مالہ ولیس لہ وارث نفذت الوصیۃ ولایحتاج الی اجازۃ بیت المال انتہی

متعین مسجد کی تعمیر کے لئے وصیت کرنا

سوال (۶۲۸) زید نے وصیت کی تھی کہ میری یہ رقم فلاں متعین مسجد کی تعمیر میں صرف کرنی چاہیئے۔ لیکن

وصی بکر نے دوسری مسجد کی تعمیر میں صرف کردی۔ اب کسی دوسرے آدمی کو بکر سے مطالبہ کرنے کا حق ہے یا نہیں۔

جواب: دوسرے کو حق نہیں۔ اگرچہ یہ جزئیہ صراحۃً تو نظر سے نہیں گذرا لیکن نذر اور وصیت مال کے سلسلہ میں فقہا کی تحریرات سے جزئیہ مذکورہ کا حکم مفہوم ہوتا ہے۔ تنویر الابصار میں ہے نذر ان یتصدق علی فقراء مکۃ جاز الصرف لفقراء غیرھا انتہی

اور فتاوی سراجیہ میں ہے اذا اوصی لفقراء بلدۃ معینۃ فالافضل ان لا یعطی غیرہ ولو اعطی غیرہ جاز انتہی۔ عالمگیری وغیرہ میں بھی یہی مذکور ہے۔ ان تمام تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ زید کے متعین کرنے سے وہ مسجد متعین نہ ہوگی۔ لہٰذا اگر بکر نے دوسری مسجد کی تعمیر میں وہ رقم صرف کردی تو کسی دوسرے کو مطالبہ کا حق نہیں رہتا۔

ہمسایوں کے لئے وصیت

سوال (۶۲۹) اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میرے متروکہ مال میں سے اتنی مقدار میرے ہمسایہ لوگوں کو دی جائے تو ہمسایہ سے کون لوگ مراد ہوں گے۔

جواب: وصیت کرنے والے کے مکان سے جن لوگوں کا مکان ملحق اور متصل ہو وہی ہمسایہ ہوں گے۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ ہمسایہ تمام اہل محلہ اور مسجد میں آنیوالے لوگ ہیں برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے۔ اوصی لجیرانہ فھی ای الوصیۃ للملاصقین خاصۃ عند ابی حنیفۃ رح وھذا ھو القیاس لان الجار عند الاطلاق انما یطلق علی الجار الملازق لانہ من المجاورۃ وھی الملاصقۃ حقیقۃ وزادا کل من سکن محلۃ ویجمعھم مسجدھا لان الکل یسمون جیرانا عرفا قال صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد انتہی ملخصاً

اور عالمگیریہ میں ہے ومن اوصی لجیرانہ فھم الملاصقون بدارہ عند ابی حنیفۃ رح وزفر رح وھذا القیاس وفی الاستحسان وھو قولھما الوصیۃ لکل من یسکن محلۃ الموصی ویجمعھم مسجد المحلۃ ویستوی فیہ الساکن والمالک والذکر والانثی والمسلم والذمی والصغیر والکبیر ولا یدخل فیہ العبید والاماء والمدبرون وامھات الاولاد والمکاتب یدخل کذا ذکر فی الزیادات والمحیط من غیر ذکر خلاف کذا فی الکافی انتہی

موت وصی کے بعد موصی اور وصی کے ورثا میں اختلاف

سوال (۶۳۰) زید نے بحالت صحت ذات وثبات عقل کے یہ وصیت نامہ لکھا اور عمرو اپنے بیٹے کو وصی مقرر کر کے قابض و دخیل اپنے روبرو کل املاک اپنے پر کرادیا۔ بعد اس کے زید مرگیا۔ اس وقت مسماۃ ہندہ بنت زید نے بہ تسلیم وصیت نامہ قبضہ و دخیل عمرو کا بحال رکھا۔ اور عمرو مذکور قریب بیس سال کے قابض و دخیل رہکر مطابق وصیت نامہ کے عمل درآمد کرتا رہا۔ اب عمرو مرگیا اور اس نے چھوڑا اصل

موصی کی دختر ہندہ کو اور ہندہ کے بیٹوں یعنی موصی کے نواسوں کو اور تین بیٹے نابالغ اور تین لڑکیاں نابالغہ اور مسماۃ صالحہ ایک بیٹی بالغہ اور مسمی بکر ایک بیٹے بالغ کو بعدہ مسمی بکر کہ سعید و صالح ہے اور بہ نسبت جملہ ورثہ کے لائق اہتمام امور وقف وغیرہ ہے۔ بذریعہ وصیت نامہ مذکور کے قابض املاک ہوا اور ساتھ امانت اور دیانت کے تعمیل امور مندرجہ وصیت نامہ کرتا ہے۔ سوال ۱ بموجب وصیت نامہ کے وصی بہ نسبت چار آنہ کے اشخاص مذکورہ میں سے کون شخص ہوگا۔

سوال ۲۔ اور جو شخص وصی ہوگا بہ نسبت چار آنہ کے وہی شخص وصی و منتظم بہ نسبت بارہ آنہ کے بھی ہوگا۔

سوال ۳ درحالیکہ وہی شخص وصی ہو تو ورثائی موصی کو اختیار انتزاع قبضہ کا اس شخص سے نسبت چار آنہ کے خواہ بارہ آنہ بقیہ کے حاصل ہے۔

جواب: چونکہ دفعہ ۳ میں موصی نے تصریح کردی کہ امر انتظام وقف ہماری اولاد میں رہے گا۔ اسوجہ سے موصی کے نواسوں کو کچھ مداخلت نہیں ہوسکتی کیونکہ لفظ اولاد سے اولاد بنت بقول مفتی بہ خارج ہیں۔ تنقیح الفتاوی الحامدیہ کے صفحہ ۱۵۶ جلد اول مطبوعہ مصر میں مرقوم ہے قال الطرطوسی ما حاصلہ ان فی دخول اولاد البنات فی لفظ الاولاد اختلاف الروایۃ ففی روایۃ الخصاف وہلال یدخلون وفی ظاہر الروایۃ لا یدخلون وعلیہ الفتوی وذکر العلامۃ البیری انہ اختلف ہل یدخل ولد البنت فی قولہ علی ولدی وولد ولدی قال فی المحیط لا یدخلون فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی لانہم ینسبون الی الاب دون الام واعتمدہ فی التجنیس وکذا اعتمدہ المتاخرون منہم الشیخ قاسم الحنفی وقال ہو الذی یفتی بہ انتہی ملخصاً اور جو ورثا بالغ نہیں وہ بھی تا در بلوغ و لیاقت قابل وصایت و ولایت نہیں جیسا کہ بحرالرائق میں ہے فی الاسعاف لو اوصی الی صبی تبطل فی القیاس مطلقاً وفی الاستحسان ای باطلۃ مادام صغیرا انتہی اور ورثہ ان میں سے جو سعید صالح و لائق انجام امور وقف کے ہو وہ بحسب نص موصی امور وقف میں بابت چار آنہ کے وصی و منتظم ہوگا اور اگر چند ورثا سعادت و رشد میں برابر ہوں تو جو عالم ہوگا اور امور وقف کا اہتمام اچھی طرح سے ساتھ دیانت و امانت کے کرسکتا ہوگا وہ منتظم قرار دیا جائے گا۔ تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں صفحہ ۱۸۲ میں ہے لو احدہما اورع والاخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانتہ ولو استویا رشدا وکان احدہما عالما فانہ یقدم انتہی اور جو سعید صالح لائق انجام حسب نص موصی مہتمم امور وقف کا ہوگا وہی شخص بابت بارہ آنہ کے وصی قرار دیا جائے گا۔ فتاوی قاضی خاں کے صفحہ ۲۱۴ جلد چہارم مطبوعہ کلکتہ میں ہے لو قال الواقف انت وصی فی امر الوقف خاصۃ قال ابو حنیفہ ہو وصی فی الاشیاء کلہا انتہی اور بھی اسی کے صفحہ ۳۲۶ میں ہے اذا اوصی الی رجل فی نوع کان وصیا فی الانواع کلہا انتہی اور بحرالرائق کی کتاب الوقف میں ہے۔ لو جعلہ وصیا فی امر الوقف فقط کان وصیا فی الاشیاء کلہا عند ابی حنیفہ ومحمد انتہی اور جامع الرموز کے صفحہ ۸۳۸ مطبوعہ مصطفائی کتاب الوصایا میں ہے اطلاقہ مشعر بانہ لو جعل رجلا وصیا فی نوع صار وصیا فی الانواع کلہا کما فی الذخیرۃ وغیرہ انتہی اور مجتبی شرح مختصر قدوری اور منح الغفار شرح تنویر الابصار میں ہے لو خصص لہ الوصیۃ فی مال لہ فہو وصی عند ابی حنیفۃ فی کلہ انتہی

اور فتاویٰ سراجیہ اور مجمع البرکات میں ہے الوصی فی نوع یکون وصیا فی الانواع کلھا انتہی۔ اور عبارت دفعہ ۶ وصیت نامہ کی اور نہ نیلام سے حق و دخل مسمی عمرو خواہ انکے جو قائم مقام ہوں فتور نہ آوے گا الخ نص صریح اس امر پر ہے کہ بابت بارہ آنہ وصایت بعد عمرو کے ان کے قائم مقام کی طرف منتقل ہوگی اور ورثہ موصی کو یا حاکم کو اختیار نہیں ہے کہ بدون ثبوت خیانت کے انتزاع قبضہ وصی سے مقدار چار آنہ یا بارہ آنہ کو کریں۔

جامع الرموز کے صفحہ ۸۳۹ میں ہے ویبقے وجوبا امین عن الخیانۃ یقدر علی القیام بہا انتہی

اور شرح مختصر وقایہ للشمنی میں ہے ویبقی وصی امین یقدر علی التصرف ولیس للقاضی ان یخرجہ عن الوصایۃ انتہی

اور ہدایہ کے باب الوصی میں ہے لو کان قادرا علی التصرف امینا فیہ لیس للقاضی ان یخرجہ وکذا اذا شکی الورثۃ او بعضھم الوصی الی القاضی فانہ لاینبغی لہ ان یعزلہ حتی یبدو امنہ خیانۃ انتہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

املاک وصیت کا انتظام اولاد کے لئے خاص کرنا

سوال (۶۳۱) زید نے اپنی املاک موقوفہ اور موصی بہا کا وصی اور منتظم اپنے پسر مسمی بکر کو کر کے املاک مذکورہ پر قابض و دخیل کرا دیا اور یہ شرط کی کہ بعد بکر کے ہمیشہ و ہر زمانہ میں ایک شخص ہماری اولاد میں سے کہ سعید و لائق ہو وصی و منتظم املاک مذکورہ کا ہوا کرے گا۔ شرعاً یہ شرط جائز اور واجب التعمیل ہر زمانہ ہو یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

جواب یہ شرط جائز اور واجب التعمیل ہر زمانہ میں ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے فی فتاوی محمد بن الفضل سئل عمن شرط فی اصل الوقف الولایۃ لنفسہ ولا ولادہ قال یجوز بالاجماع انتہی اور بھی اسی میں ہے ان شرط ان یلیہ فلان بعد موتی ثم بعدہ یلیہ فلان ثم بعدہ یلیہ فلان فھذا الشرط جائز کذا فی محیط السرخسی انتہی۔

اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے لو شرط الواقف فی الواقف ان یکون الولایۃ لہ ولاولادہ فی تولیۃ القیم وعزلہ والاستبدال بالوقف وما ھو من انواع الولایۃ واخراجہ من یدہ الی المتولی جاز ذلک ذکرہ فی السیر۔

اور اشباہ میں ہے شرط الواقف کنص الشارع یجب اتباعہ انتہی

اور طحطاوی حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں شرائط الواقف معتبرۃ کالنصوص فیراعی کالنصوص انتہی محمد عبدالحی

ہبہ اور وصیت میں شک

سوال (۶۳۲) ہندہ نے زر قرضہ مندرجہ دستاویز جس میں جائداد غیر منقولہ مستغرق ہے یا فقتی اپنا ذمہ زید و غیرہ اپنے پسر نابالغ کے نام بتقرر ایک کارشخص سربراہ کار و ولی کے اس عبارت سے ہبہ بلاعوض کیا کہ زر قرضہ مندرجہ دستاویز کو ہبہ کرتی ہوں اور قبضہ دیتی ہوں اور استحقاق اپنا

اس سے اٹھالیا۔ اور اس دستاویز میں ولی کو اختیار وصول زر مذکور کا اور اس کے محاصل میں پرورش و تعلیم نابالغ کا دیا اور یہ بھی لکھا کہ اگر پسر مذکور فوت ہوجاوے تو میری دختران میں جو اس وقت زندہ وقائم ہوں زر مذکور بحصۂ مساوی تقسیم ہو تو اس صورت میں دستاویز مذکور ہبہ نامہ متصور ہوگی یا وصیت نامہ اگر ہبہ نامہ متصور ہو تو ایسی ہبہ سے واہبہ کو اختیار فسخ کا ہوگا یا نہیں۔ اور ولایت غیر قوم ایک مسلمان نابالغ کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- چونکہ وصیت نام ہے اس تملیک کا جو منسوب مابعد الموت ہو جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے ہی تملیک مضاف الی مابعد الموت انتہی اور عبارت ہبہ نامہ میں صاف لفظ ہبہ واعطا بغیر اضافت بعد موت کے موجود ہے۔ بنا برعلیہ یہ تحریر ہبہ نامہ متصور ہوگی لیکن چونکہ یہ تملیک دین غیر مدیون کو ہے اس لئے ہبہ کے اختیار رجوع وفسخ ہبہ کا ہوگا۔ جب تک کہ موہوب لہ اس دین پر قابض نہ ہو۔ درمختار میں ہے واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعہا الی ہبۃ العین انتہی

ردالمحتار میں ہے ولہٰذا لایلزم اذا قبض ولہ الرجوع قبلہ فلہ منعہ حیث کان بحکم النیابۃ عن القبض انتہی
ابوالحسنات محمد عبدالحی

بیٹے کو بقید دوام وصی بنانا

سوال (۶۳۳) زید نے اپنے بیٹے بکر کو اپنا وصی کیا بقید دوام یعنی وصیت نامہ میں لفظ دائماً کو مندرج کیا مگر کوئی قید نسلاً بعد نسل یا جو اس کے مترادف ہو وصیت نامہ میں مندرج نہیں کی بعد اس کے زید نے انتقال کیا اور اس کے بعد بکر نے بھی بغیر اس کے کہ کسی کو وصی مقرر کرے وفات پائی اب اولاد بکر مدعی ہے اور کہتی ہے کہ میرا باپ بکر زید کا وصی تھا اور زید نے اس کو وصی کیا واسطے دوام کے چونکہ میں اس کا وارث ہوں اور لفظ دائماً مفید اس امر کا ہے کہ یہ وصیت نسلاً بعد نسل بنام بکر رہے۔ لہٰذا ارث وصیت مجھ پر منتقل ہونا چاہیئے اور دوسرے ورثائے شرعی زید کے دعویدار ہیں اور کہتے ہیں کہ اب بعد مرنے بکر کے کوئی وصی زید کا باقی نہیں رہا۔ اور چونکہ وصیت نامہ میں لفظ نسلاً بعد نسل کا نہیں ہے صرف لفظ دائماً ہے جو بکر کی عین حیات سے متعلق تھا۔ اور وصیت اس کے مادام الحیات تک تھی اور وصیت کوئی ارث شرعی نہیں ہے کہ جو موصی لہ کے ورثاء کی طرف اس کی وفات کے بعد منتقل ہووے لہٰذا وہ وصیت بعد وفات بکر کے منقطع ہوگئی، اب جائداد جملہ ورثائے شرعی زید کی طرف منتقل ہونا چاہیئے۔ اب ایسی حالت میں از روئے شرع شریف کے کیا حکم ہے آیا وصیت مذکورہ اولاد بکر کی طرف بطور ارث کے منتقل ہوگی یا نہیں اور بیان مذکورہ بالا جو اولاد بکر کا بیان کیا گیا ہے صحیح ہے

یا نہیں اور قید دائما مفید نسلاً بعد نسل کو ہوگی یا نہیں۔ اور بیان دوسرے ورثاء زید کا جو کہتے ہیں کہ وہ وصیت صرف بکر کی مادام الحیات تک متعلق تھی۔ اس کے مرنے کے بعد منقطع ہوگئی از روئے شرع شریف کے صحیح ہے یا نہیں۔

جواب: لفظ دائما جو وصی کے حق میں وارد ہو مراد اس سے بحسب استعمال قواعد فقہیہ اسی کی ذات کے ساتھ وصایت کا دائم ہونا ہے اور صرف اس لفظ سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ وصایت نسلاً بعد نسل ہے جب تک کوئی لفظ اس مضمون پر دال نہ ہو اور وصایت ایسا امر نہیں کہ لطور وراثت منتقل ہو کہ بعد انتقال وصی اس کا پسر بدون تولیت کے بحق وراثت وصی ہووے۔ درمختار کی کتاب الوقف میں ہے، لان ولایۃ لمستحق الا بتولیۃ انتہی۔

اور ردالمحتار کی کتاب البیع میں ہے قال فی البدائع الحقوق المفردۃ لاتحتمل التملیک ولا یجوز الصلح عنہا اور بھی ردالمحتار میں بحث خیار الشرط میں ہے۔ الحقوق المجردۃ لا تورث انتہی

اور عنایہ شرح ہدایہ اور بنایہ شرح ہدایہ کی بحث خیار الشرط میں ہے الارث فیما یقبل الانتقال لانہ خلافۃ عن المورث بنقل الاعیان الی الوارث انتہی ان مات القیم بعد موت الواقف ان اوصی القیم الی رجل فوصیہ اولی من القاضی ان لم یکن اوصی الی رجل فالرائ فیہ الی القاضی فتاوی حمادیہ کتاب الوقف ولایۃ النصب الی القاضی اذ مات المتولی ولم یوص الی احد طحطاوی حاشیہ درمختار کتاب الوقف قال فی الذخیرۃ البرہانیۃ ان مات القیم بعد ما مات الواقف فان کان القیم قد اوصی الی غیرہ فہو بمنزلتہ وان کان لم یوص الی احد غیرہ فولایۃ نصب القیم الی القاضی تنقیح الفتاوی الحامدیہ کتاب الوقف ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت وقف کی امر مورث نہیں ہے ورنہ بعد مرنے متولی کے اس کی اولاد پر حکم متولی ہونے کا دیا جاتا۔ حالانکہ تمام فقہا لکھتے ہیں کہ اگر متولی نے خود اپنی حیات میں کسی کو وصی نہیں بنایا تو بعد اس کے مرنے کے قاضی کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے متولی کردے اور حکم وصی کا مثل حکم متولی وقف کے ہے کہ اسی کو عرف فقہا میں قیم و ناظر بھی کہتے ہیں تنقیح الفتاوی الحامدیہ کے کتاب الوصایا میں ہے الوصی کالناظر لان الوصیۃ والوقف اخوان یستقی کل منہا من الآخر کما صرحوا بہ ثم اذا مات المشروط بعد موت الواقف ولم یوص لاحد فولایۃ النصب للقاضی اذلا ولایۃ لمستحق الا بتولیۃ قال فی الخیریۃ عن فتاواہ رشید الدین لو کان الوقف علی رجل معین فہل یجوز ان یکون المتولی بغیر اطلاق القاضی ویفتی بانہ لایصح دعواہ لان حقہ اخذ الغلۃ لا التصرف فی الوقف تعالیق انوار حاشیہ درالمختار الارث یجری فی الاعیان واما الحقوق فمنہا ما لایجری الارث فیہ کحق الشفعۃ وخیار الشرط وحد القذف لا تورث ولو کالارث والعواری والودائع لا تورث اشباہ والنظائر اعیان عبارت ہے اموال سے اس سے معلوم ہوا کہ ارث مال میں ہوتی ہے اور حق وکالت موروث نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ وصایت وکالت ہے من وجہ پس یہ بھی موروث نہ ہوگی طحطاوی حاشیہ درمختار میں ہے۔ بحث وصی میں الوصی بمنزلۃ الوکیل الاوصاف لا تورث درمختار کتاب البیوع بحث خیار الشرط قولہ لان الاوصاف قال العلامۃ نوح لان وصف الشخص لایمکن فیہ ذلک والارث فیما یمکن فیہ الانتقال

وہوالاعیان لافیما لایمکن فیہ الانتقال وہوالاوصاف مراد اعیان سے ذوات اشیائے قائمہ بنفسہا واموال ہے رأیت فی فوائد شیخ الاسلام نظام الدین رجل وقف ارضا وجعل لہا متولیا وشرط المتولی من اولادہ واولاد اولادہ ہل للقاضی ان یجعل غیرہ متولیا وہل یصیر متولیا لوفعل ذلک قال لا فصول الشروشی فصل ثالث عشر اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر واقف یوں کہے کہ اس وقف کے متولی میری اولاد پھر اولاد کی اولاد ہوگی تو یہ قول اس کا صحیح ہوگا۔ الحقوق المجردۃ لاتورث عنایہ بحث خیار شرط قال فی البدائع الحقوق المفردۃ لاتحتمل التملیک ولایجوز الصلح عنہا رد المحتار کتاب البیوع مراد حق مفرد سے وہ حق ہے جو مجرد وصف حق میں قائم ہو اور قبیل ذات منتقلہ مثل اموال کے نہ ہو جیسے حق خیار الشرط یا حق شفعہ یا حق وکالت و وصایت وغیرہ۔ واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

بلوغ موصی لہم کے بعد وصی کی وصایہ

سوال (۶۳۴) زید نے اپنی کل جائداد میں سے کچھ حصہ وقف اور باقی کو اپنے ورثہ بحصص متفاوت تقسیم کیا اور یہ بھی بتصریح تحریر کردیا کہ ہر شخص ورثہ مذکورہ میں سے اپنے حصص مصرحہ کا بعد ہمارے مالک ہو اور ایک شخص منجملہ ورثہ موصی لہم کے جو مسمی بخالد ہے اس کو متولی وقف کیا اور یہ بھی تصریح کی کہ وہی خالد مہتمم بقیہ جائداد کا ہے۔ اس طور سے کہ محاصل زمین موصی بہ ہر موصی لہم کو بمقدار ان کے حصے کے دیتا رہے اور وقف کی نسبت یہ تصریح کردی کہ بعد خالد کے جو شخص ہماری اولاد میں لائق ہو وہ متولی وقف رہے لیکن وصیت کی نسبت کچھ تصریح نہیں کی اور ورثہ موصی لہم میں کچھ لوگ نابالغ ہیں اور بعض بالغ ہیں اور وصیت نامہ کو سب ورثہ نے اصالتاً اور ولایتہ قبول و منظور کیا اب استفسار ہے کہ یہ تحریر زید کی وصیت نامہ ہے یا نہیں۔

دوم یہ کہ جب ورثہ نابالغ بلوغ کو پہنچیں تو اس وقت بھی ان کا حصہ جبراً خالد کے قبضہ اہتمام میں رکھا جائیگا اور ورثہ اپنے تصرف اور دست اندازی سے باز رکھے جائیں گے یا اپنے حصے پر قابض ہوسکتے ہیں۔

سوم یہ کہ وارث بالغ کے حق میں وصیت نامہ کا کیا اثر ہے۔ اپنی ملک موصی بہ کے قبضہ سے محروم رکھا جائے گا یا نہیں خصوصاً اس وقت خالد مرگیا اور اس کا بیٹا زبردستی قابض ہوگیا۔

جواب:۔ یہ تحریر زید کی وصیت نامہ ہے اور بعد بلوغ نابالغان کے وصایت وصی کی باقی رہے گی جب تک کہ اس سے خیانت ظاہر نہ ہو جامع الرموز میں ہے وبقی وجوبا امین عن الخیانۃ یقدر علی القیام بہا انتہی

اور درمختار میں ہے اما عزل الخائن فواجب انتہی اور وارث بالغ کے حق میں وصایت کا اثر حفظ مال و انتظام نافع ہے جامع الرموز میں ہے لایجبر الوصی فی مالہ ای مال الغائب الکبیر لانہ لایفوض الیہ سوی الحفظ انتہی اور بیٹا وصی کا بدون اس کے کہ وصی بنایا گیا ہو مستحق وصایت نہیں اس صورت میں اور ورثہ قبضہ کرسکتے ہیں۔ واللہ اعلم، ابوالحسنات محمد عبدالحی

وصی دائما مقرر کرنے کا مطلب

سوال (۶۳۵) زید نے بکر کو اپنی جائداد کا وصی کیا اور جملہ انتظام جائداد کا موافق تفصیل مندرج وصایت نامہ کے اس کے مفوض کیا اور یہ نہیں ذکر کیا کہ بعد انتقال وصی کے یہ وصایت اس کی اولاد کی طرف منتقل ہوگی۔ مگر وصی کے باب میں وصایت نامہ میں جا بجا لفظ ابد و دوام و ہمیشگی کی تصریح کی کہ یہ انتظام متعلق بکر رہے گا۔ دائما یا علی الدوام و تا ابد پس آیا یہ الفاظ مفید اس امر کے ہوں گے کہ بعد انتقال وصی کے یہ وصایت اس کی اولاد کی طرف منتقل ہوتی رہے گی یا دوام صرف ذات وصی کے ساتھ ما دام الحیاۃ متعلق ہوگا اور اس سے صرف دوام وصایت تا بقائی بکر مفہوم ہوگا۔

جواب: اس قسم کے الفاظ صرف بقائی وصایت ما دام حیاۃ الوصی پر دلالت کرتے ہیں اور انتقال اس کا ورثہ و اولاد وصی پر نہیں سمجھا جاتا ہے عرفاً و نقلاً و شرعاً لیکن عرفاً پس اس وجہ سے کہ اگر کسی سے زید کہے کہ تو میرا وکیل ہے دائما و ابداً اس صورت میں اہل عرف یقیناً جانتے ہیں کہ یہ وکالت وکیل کی حیات تک ہمیشہ رہے گی اور اس کی اولاد کی طرف منتقل نہ ہوگی ایسی ہی اگر کسی سے کہے کہ تجھ کو اس شہر کا قاضی یا کوتوال ہمیشہ کے واسطے کیا اس سے یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ یہ مناصب بعد انتقال اس شخص کے اس کی اولاد کی طرف منتقل ہونگے بلکہ صرف اس کی حیات سے تعلق ان عہدوں کا سمجھتے ہیں و علیٰ ہذا القیاس عرفاً اس کے بہت نظائر ہیں و لیکن عقلاً پس اس وجہ سے کہ جب کسی ذات پر کوئی حکم کریں اور کوئی صفت اس کے واسطے ثابت کریں اور اس کے ساتھ علی الدوام وغیرہ کی قید متعلق کریں پس بالضرور یہ قید ثبوت حکم کی ہوگی اور مفید ثبوت حکم تا بقائی ذات ہوگی اور جب ذات فنا ہو جاوے گی ثبوت حکم اور ثبوت صفت بھی فنا ہو جاویں گے پس بالضرور قید دوام بھی فنا ہو جاوے گی ورنہ لازم آتا ہے کہ دوام جس کے ساتھ متعلق ہے وہ تو باقی نہ ہوا ور نہ دوام باقی رہے مثلاً اگر یہ کہا گیا کہ زید ہمیشہ نماز پڑھتا ہے یا علی الدوام وہ عابد ہے یا ابداً روزہ دار ہے ان الفاظ سے عقل مقتضی ہے اس امر کو کہ دوام ان صفات کا تا بقائے زید ہوگا۔ فقط ورنہ لازم آوے گا کہ زید تو موجود نہ ہوا اور اس کی صفت موجود ہو۔ مگر مضمون دوام کا باقی رہے و لیکن شرعاً پس اس وجہ سے کہ فقہا اس قسم کے الفاظ پر حکم ما دام الحیاۃ کا دیتے ہیں اور جو احکام ان الفاظ کے ساتھ مقید ہوں ان کو موروث و باقی بعد فنائے ذات نہیں سمجھتے ہیں۔

جامع الرموز کی کتاب الوصایا میں ہے وصحت الوصیۃ بثمرۃ بستانہ وحینئذ ان مات الموصی وفیہا ای بستانہ ثمرۃ کان لہ ہذہ فقط لا ما یحدث وان ضم ابدا بان قال لہ ثمرۃ بستانہ ابدا فلہ ہذہ الثمرۃ الموجودۃ وما یحدث من الثمرۃ فی المستقبل کما فی غلۃ بستانہ او ارضہ فلہ ہذہ وما یحدث ما عاش الموصی لہ سواء ضم ابدا او لا انتہی

اور فصیح الدین ہروی کی شرح وقایہ میں ہے ان قال اوصیت غلۃ بستانی ہذا لفلان یکون للموصی لہ الغلۃ القائمۃ وقت موت الموصی وما یحدث بعدہ ایضا ما عاش الموصی لہ ضم لفظ الابد او لم یضم انتہی

اور عینی شرح ہدایہ میں ہے ان قال لہ ثمرۃ بستانی ابدا فلہ ہذہ الثمرۃ وثمرۃ فیما یستقبل ما عاش انتہی۔ واللہ اعلم
ابوالحسنات محمد عبدالحی

باب المیراث

ترکۂ مشترکہ میں تصرف کرنا

سوال (۶۳۶) شرفاء ہند میں رواج ہے کہ میت کا ترکہ ورثہ تقسیم نہیں کرتے بلکہ تمام ورثہ اکل وشرب میں شریک رہ کر ہر شخص اپنے طور سے آہیں تصرفات مالکانہ کرتا ہے۔ اب اگر کوئی وارث بعض ترکہ کو اجارہ پہ دے یا ہبہ وبیع کرے تو جائز ہے یا نہیں۔

جواب: بیع مشاع یعنی شے مشترک کی بیع جائز ہے اور صرف بائع کے حصہ میں بیع نافذ ہوجائے گی۔ اور قابل تقسیم مشترک شی کا ہبہ کرنا تقسیم سے پہلے نافذ نہ ہوگا اور اسی طرح اجارۂ مشاع بھی فاسد ہے۔ کذا فی کتب الفقہ

زوجہ مطلقہ کا وارث ہونا

سوال (۶۳۷) زوجہ مطلقہ شوہر کے مال کی وارث ہوگی یا نہیں؟

جواب: مطلقہ کی عدت پوری ہوجانے کے بعد اگر شوہر مرا تو زوجہ کسی صورت میں بھی وارث نہ بنے گی۔ خواہ طلاق کسی قسم کی دی گئی ہو۔ کذا فی ذخیرۃ العقبیٰ

شرعی وارث نہ رکھنے والے کی میراث

سوال (۶۳۸) ہمارے بلاد میں بیت المال منتظم نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص مرگیا جس کا کوئی وارث شرعی نہیں۔ صرف رضاعی بہن ہے یا عورت مردہ کے لئے شوہر کا بھائی وغیرہ ہے جس سے یک گونہ تعلق ضرور ہے مگر حق وراثت نہیں تو اس کا مال بیت المال کو دیا جائے یا رضاعی بہن وغیرہ کو

جواب: تعلق رکھنے والے لوگوں کو دے دیا جائے۔ حموی شرح اشباہ میں زیلعی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔ وبعض مشائخنا کانوا یقولون یدفع الی بنت المعتق لا بطریق الارث بل لانہا اقرب الناس الی المیت فکانت اولی من بیت المال الاتری انہا لوکانت ذکرا کانت تستحقہ ولیس فی زماننا بیت المال ولو دفع الی السلطان او القاضی لایصرفہ الی المستحق ظاہرا انتہی

اور اشباہ میں ہے وکذا المال یکون للبنت رضاعا بناء علی انہ لیس فی زماننا بیت مال لانہم لا یضعونہ موضعہ انتہی ملخصا

متعہ کی صورت میں میراث کا حکم

سوال (۶۳۹) نکاح متعہ کی صورت میں زوج وزوجہ ایک دوسرے کے وارث بنیں گے یا نہیں یا اس نکاح سے ہونے والی اولاد اپنے باپ کی وارث ہوگی یا نہیں؟

جواب:- کوئی بھی دوسرے کا وارث نہ ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے۔ نکاح المتعۃ باطل لایفید الحل ولا یقع علیہا طلاق ولا ایلاء وظہار ولا یرث احدھما من صاحبہ ھکذا فی فتاوی قاضی خاں فی الفاظ النکاح انتہی

سنی کا وارث رافضی

سوال (۶۴۰) شیعہ اثنا عشریہ مسلمان ہیں یا ایسے کافر کہ دائرہ اسلام سے خارج اور مسلمانوں کے ساتھ نکاح ووراثت سے محروم اور واجب الجہاد ہیں۔

جواب:- فرقہ اثناعشریہ کے کفر میں فقہا کا اختلاف ہے بعض نے شیخین کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے ان کی تکفیر کی اصحاب فتاوی اور صاحب درمختار وبحرالرائق کے اقوال یہی ہیں لیکن قول اصح اور مفتی بہ عدم تکفیر ہے اور شیخین کو سب وشتم کرنا سبب تکفیر نہیں ہے۔ اور یہی امام اعظمؒ کے مذہب کے مطابق ہے۔ اور فتاوی میں جو حکم کفر مکتوب ہے وہ تحقیقی نہیں۔

قال ملا علی القاری فی شرح الاکبر عند بسط الامام ابی حنیفۃ الکلام علی عدم تکفیر اہل القبلۃ ما لفظہ فیہ دلالۃ علی ان سب الشیخین لیس بکفر کما صحح ابو الشکور السلمی فی تمہیدہ وذلک لعدم ثبوت مبناہ وعدم تحقیق معناہ فان سب المسلم فسق کما فی الحدیث وح یستوی الشیخان وغیرھما فلو فرض انہ یسب الشیخین لایخرج عن الایمان نعم لو استحل السب او القتل فہو کافر لا محالۃ فالفسق والعصیان لا یزیل الایمان صغیرا کان اوکبیرا وکذا البدعۃ لا تزیل الایمان کانکار المعتزلۃ رویۃ اللہ تعالی وخلق افعال العباد لانہ مبنی علے التاویل انتہی ملتقطا

اور مولانا ولی اللہ لکھنوی شرح مسلم الثبوت میں تحریر فرماتے ہیں المحققون من الحنیفۃ والمتکلمین ذھبوا الی عدم تکفیر الروافض بانکارھم خلافۃ ابی بکر وعمر الثابتۃ بالاجماع القطعی عندھم حتی قبلوا شہاداتہم وما وقع فی الخلاصۃ وغیرھا من الفتاوی من صریح الکفر لم ینقل عن ابی حنیفۃ وانما ھو من تفریعات المشائخ کالفاظ التکفیر المنقولۃ فی الفتاوی کیف وقد نص الامام ابوحنیفۃ والشافعی بعدم تکفیر احد من اھل القبلۃ بکونہ علے تاویل فاحفظ ولا تسرع فی تکفیر فرق الاسلام انتہی ملخصا

اور مولانا عبدالشکور سلمی تمہید میں تحریر فرماتے ہیں کلام الروافض مختلفۃ فبعضہ یکون کفرا وبعضہ لا فلو قال ان علیا کان الہا نزل من السماء کفر وقال بعضہم بانہ شریک لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم فی النبوۃ وقال بعضہم النبوۃ کانت لعلی وجبرئیل اخطأ ومنہم من قال ان علیا کان افضل من الرسول فہذا کلہ کفر واما

قولہم الذی یکون بدعۃ لا کفرا فہو قولہم ان علیا کان افضل من الشیخین ومنہم من قال انہ یجب اللعن علی من خالف علیا کعائشۃ ومعاویۃ ومنہم من قال ان حب البیت اولی واحب وھذا الکلمۃ مما یشبہ بدعۃ لیس بکفر لانہ صادر عن تاویل۔

الحاصل سب شیخین کی وجہ سے شیعوں کی تکفیر کرنا مذہب محققین کے خلاف ہے اور علامہ شامی نے ردالمحتار اور اپنے رسالہ تنبیہ الولاۃ والحکام میں تفصیل کے ساتھ فرمایا۔ اور صاحب درمختار پر اعتراض کیا ہے۔ اور اصحاب حنفیہ کی جماعت کثیرہ نے اسی پر تصریح کی۔ اور یہی ہمارے عقیدہ کے مطابق ہے۔ لہٰذا مورث سنی کے ترکہ سے رافضی کو محروم کرنے کی کوئی وجہ شرعی نہیں واللہ اعلم۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی۔ ہذا الجواب صحیح، محمد نور الحسین

وارث زوج و برادر زوجہ کے گواہوں کا اختلاف

سوال (۶۴۱) زید نے اپنے چچا بکر کی جائداد سے اپنا حصہ لینے ہندہ زوجہ بکر کے بھائی خالد پر دعوی کیا خالد کہتا ہے یہ بکر کا ترکہ نہیں ہے بلکہ ہندہ نے بکر کے فوت ہونے کے بعد اپنے مہر میں یہ جائداد لے لی تھی اور اس کو مالکانہ حقوق حاصل تھے اور ہندہ کا وارث میں ہوں۔ اس پر زید نے کہا کہ ہندہ نے سترہ سال قبل بکر کی زندگی میں مہر ہبہ کر دیا تھا۔ خالد ہبہ مہر سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ پندرہ سال قبل بکر نے اپنے ذمہ ہندہ کے وجوب مہر کا اقرار کیا تھا۔ اس کے بعد بکر نے ہبہ مہر کا لوگوں کو اس طرح گواہ بنایا کہ ان کو ہندہ کے پاس لیجا کر اس سے کہا ان کے مہر کا ہبہ یا ابراء کرنا چاہیئے۔ چنانچہ گواہوں کے روبرو ہندہ نے کہا کہ میں نے مہر ہبہ کر دیا اور خالد کے گواہوں سے ثابت ہوا کہ پندرہ سال قبل ایک روز ہندہ شوہر بکر سے ناراض ہو کر اپنے بھائی خالد کے گھر آگئی۔ بکر نے آکر خالد سے زوجہ کی ناراضگی کی شکایت کی اس پر خالد اندرون خانہ جا کر ہندہ سے بات چیت کرتا ہے جو گواہوں سے مستور تھی اور پھر باہر آکر بکر سے کہتا ہے کہ ہندہ اپنے مہر کا مطالبہ کر رہی ہے۔ بکر نے کہا ہندہ کے مہر کا ایک لاکھ روپیہ میرے ذمہ واجب الادا ہے اور میں اس کا دیندار ہوں۔ اور اس کے دین کے عوض اپنی جائداد دیدوں گا۔ یا کہا دیتا ہوں۔ اب موجودہ صورت میں متخاصمین میں سے کسی کے گواہ ارجح واولی ہیں۔ اور بکر کا دین ہندہ کے وجوب کا اقرار کرنا بعد زمانہ ثبوت ہبہ کے مہر سابقہ ہی کے وجوب کا مستلزم ہوگا۔ یا مہر جدید کے۔ یا مہر سابقہ اور مہر جدید کسی ایک کے بھی وجوب کے لئے مستلزم نہ ہوگا۔

جواب:۔ موجودہ صورت میں زید کے گواہ ارجح واولی بالقبول ہیں۔ تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے بینۃ الزوج انہا ابرئتہ من المہر اولی من بینۃ المرأۃ انہ کان مقرا بہ الی الآن انتہی۔

اور قنیۃ میں ہے اقامت المرأۃ البینۃ علی المہر علی ان زوجہا کان مقرا بذلک الی یومنا ھذا واقام الزوج البینۃ انہا ابرأتہ من ھذا المہر الذی تدعیہ فبینۃ البراءۃ اولی وکذا فی الدین لان بینۃ مدعی الدین بطلت باقرار المدعی علیہ لما ادعی البراءۃ ولم تبطل بینۃ مدعی البراءۃ وھذا کشہود البیع والاقالۃ فان بینۃ الاقالۃ اولی لبطلان بینۃ البیع باقرار مدعی الاقالۃ وینبغی ان یحفظ ھذا الاصل فانہ یخرج بہ کثیر من الواقعات انتہی

اور جبکہ زید کے گواہوں سے ثابت ہوگیا کہ سترہ سال قبل زوجہ بکر نے مہر ہبہ کر دیا تھا اور بکر کا اس ہبہ وابرار کو قبول نہ کرنا ثابت نہیں ہوا تو لامحالہ ہبہ وابرار کی صحت کا حکم دیا جائے گا۔ خواہ ابرار اسقاط ہو یا ہبہ وتملیک اور اس کے بعد وجوب اور بقاء مہر کے بارہ میں بکر کا اقرار کرنا رد ابرار کا سبب نہیں بن سکتا۔ اگر ابرار اسقاط ہو تو الساقط لا یعود کے قاعدہ سے اعادہ معدوم نہیں ہو سکتا اور اگر ہبہ ہو تو وہ بھی مطابق مذہب جمہور اسقاط کے حکم میں ہوگا۔ ہاں اگر بوقت ہبہ بکر کی جانب سے رد وانکار پایا جاتا .... تو ابرار غیر معتبر ہو جاتا .... ۔ اور عرصہ دراز کے بعد بکر کے اقرار کرنے سے رد ابرار نہ ہوگا۔ قنیۃ میں ہے ثم قالت لزوجہا ابرأتک ولم یقل الزوج قبلت اوکان غائبا فقالت ابرأت زوجی یبرأ الا اذا ردہ انتہی

اور جامع الفصولین کی بیسویں فصل میں ہے۔ ادعی الزوج انہا وھبتنی المہر فبرھن فشہد احدھما انہا وھبتہ والاخر انہا ابرأتہ یقبل للموافقۃ لان حکم ھبۃ الدین سقوط وکذا حکم البراءۃ انتہی

اور منح الغفار میں ہے فی الصیرفیہ رب الدین اذا وھب الدین من المدیون فلم یقبل ولم یرد حتی افترقا فجاء بعد ایام ورد الصحیح انہ لا یرتد وھذا الاختلاف بناء علی ان الرجحان فی ھبۃ الدین من المدیون بطرف الاسقاط ام بطرف التملیک قال یفتقر الجواب علی المجلس ومن قال للاسقاط قال لا یفتقر انتہی

اور در مختار میں ہے ھبۃ الدین ممن علیہ الدین وابراءہ عنہ یتم من غیر قبول واذا لم یوجب انفساخ عقد صرف او سلم لکن یرتد بالرد فی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط وقیل یتقید بالمجلس کذا فی العنایۃ لکن فی الصیرفیہ لو لم یقبل ولم یرد حتی افترقا ثم بعد ایام رد لا یرتد فی الصحیح لکن فی المجتبی الاصح ان الھبۃ تملیک والابراء اسقاط انتہی۔

اور شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں قولہ لکن فی المجتبی استدراک علی جعلہم کلا من الھبۃ والابراء اسقاطا من وجہ وانت خبیر بان ھذا الاستدراک مخالف للمشہور۔ انتہی

اور تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے۔ سئل فی ما اذا کان لامرأۃ بذمۃ اخیہا زید مبلغ معلوم من الدراھم فابرأتہ منہ ومن کل حق ابراء عاما شرعیا مقبولا من زید ثم اقر زید بالمبلغ المذکور فہل یکون الاقرار المذکور

باطلا ولا یعود بعد سقوط الابراء الجواب نعم اقر بالدین بعد الابراء منہ لا یلزمہ۔ اشباہ فی الاقرار وفی الساقط لا یعود اقول وھذا بخلاف الاقرار بالعین بعد ان ابراء خصمہ ابراء عاما فان الاقرار صحیح فیوم بدفع ما اقربہ من العین لامکان تجدد الملک فیھا مواخذۃ لہ باقرارہ وتصحیحا لکلامہ علی طریق الاقتصاد والعین قابلۃ لذالک بخلاف الدین لکونہ وصفا قد سقط فلا یعود کذا افاد الشرنبلالی فی رسالۃ تنقیح الاحکام انتہی

جب کہ خالد کے گواہوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بکر اور اس کی زوجہ کے درمیان تنازع ہوا تھا اور بکر نے مہر سابق ایک لاکھ روپے کے وجوب کا اقرار کیا تھا تو اسی لئے یہ اقرار لزوم زیادتی پر محمول نہ ہوگا۔

میراث کا ایک مسئلہ

سوال (۶۴۲) زید کا انتقال ہوگیا جس کے مندرجہ ذیل ورثہ ہیں حقیقی بہن رابعہ۔ تین برادر زادیاں زینب۔ فاطمہ، کلثوم جن کا باپ اور کلثوم زید کے سامنے ہی فوت ہوگئے تھے۔ صرف کلثوم کی ایک لڑکی موجود ہے اور زید کا ایک برادرزادہ بکر ہے۔ اس کے باپ کا بھی زید کے سامنے انتقال ہوگیا تھا اور زید کی ایک زوجہ خدیجہ ہے جسکو ترکہ کا آٹھواں حصہ مل گیا۔ اب بقیہ ترکہ ان تمام ورثاء میں کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب:۔ وراثت سے مقدم حقوق ادا کرنے اور رفع موانع کے بعد زید کے ترکہ کے دو حصے کرکے ایک حصہ بہن کو اور ایک حصہ برادرزادہ کو دیا جائے۔ اور بقیہ ورثہ محروم ہوگئے۔

وارث کا امامیہ فرقہ میں داخل ہونا

سوال (۶۴۳) زید کا انتقال ہوگیا جس کے ایک زوجہ ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں۔ ان میں سے ایک لڑکی نے زید کے مذہب حنفی کو چھوڑ کر امامیہ مذہب اختیار کرلیا تو اب وہ لڑکی محروم الارث ہوگی یا نہیں۔

جواب:۔ دختر مذکورہ وراثت سے محروم نہ ہوگی۔ وراثت سے مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد زوجہ کو آٹھواں دیا جائے اور بقیہ مال کے چار حصے کرکے دو حصے لڑکے اور ایک ایک حصہ لڑکی کو دیدیا جائے۔

سجال نامہ کی شرعی حیثیت ہے

سوال (۶۴۴) مولوی نادر زمان کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ ان میں سے بڑا لڑکا باپ کے سامنے تین لڑکے عبدالصمد۔ رشید احمد۔ سراج احمد اور ایک لڑکی چھوڑ کر انتقال کرگیا۔ انتقال سے تیسرے روز مولوی نادر زمان نے رؤساء قصبہ کے دستخطوں کے ساتھ ایک سجل نامہ لکھا کہ میرے بعد

عبدالصمد۔ رشید احمد۔ سراج احمد بھی دیگر ورثا کی طرح میرے وارث ہوں گے۔ لیکن مولوی صاحب نے کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ ان کے نام ہبہ نہیں کی۔ اور چند روز بعد مولوی صاحب نے اپنے تمام مال کو مہر زوجہ کے عوض بیع کر کے بیعنامہ کو روسا قصبہ کی مہروں سے مؤکد کر دیا۔ اور مولوی صاحب کے انتقال کے بعد انکی زوجہ نے بیعنامہ کے مطابق تمام جائداد پر قبضہ کر لیا اب عبدالصمد۔ رشید احمد۔ سراج احمد دعویٰ شرکت کرتے ہیں تو یہ دعویٰ سجل نامہ کے مطابق صحیح ہے یا نہیں۔

جواب:۔ سجال نامہ کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں۔ اس کا وجود و عدم برابر ہے۔ اس کی وجہ سے عبدالصمد وغیرہ کی حجت رد نہیں کی جا سکتی۔

میراث کا ایک مسئلہ

سوال (۶۴۵) دانشمند خاں۔ فتح اللہ خاں۔ فصاحت خاں، تین بھائی اور ایک بہن عظیمن حقیقی تھے اور ان کے پاس باپ کی جائداد مشترک تھی۔ اولاً دانشمند خاں نے ایک لڑکا نبی داد خاں اور ثانیاً فتح اللہ خاں ایک لڑکی بنو اور ثالثاً فصاحت خاں نے ایک لڑکا احمد اللہ خاں اور رابعاً عظیمن نے تین لڑکیاں اپنے بعد چھوڑیں۔ اب بقضاء الٰہی احمد اللہ خاں ایک زوجہ اور دو لڑکیاں شہزادی۔ نوازی چھوڑ کر فوت ہو گئے اور زوجہ مذکورہ شرکا کی مشترکہ جائداد پر دست تصرف دراز کرتی ہے اور کسی موروثی ترکہ سے حصہ نہیں دیتی تو ایسی صورت میں موروثی جائداد سے نبی داد خاں ولد دانش مند خاں۔ بنو بنت فتح اللہ خاں۔ شہزادی اور نوازی بنتان احمد اللہ خاں بن فصاحت خاں۔ زوجہ احمد اللہ خاں اور عظیمن کی لڑکیوں کو علیحدہ علیحدہ کس قدر ترکہ کا شرعاً حق پہونچتا ہے۔

جواب:۔ حقوق ماتقدم علی الارث کو ادا کرنے اور رفع موانع کے بعد باپ کی جائداد کے دو دو حصے تینوں بھائی دانش مند خاں و فتح اللہ خاں اور فصاحت خاں کو اور ایک حصہ عظیمن بہن کو پہنچکر دانش مند خاں کا حصہ نبی داد خاں کو اور فتح اللہ خاں کے حصہ کا نصف بنو لڑکی کو اور بقیہ نصف کے تین حصے کر کے دو حصے اس کی تین لڑکیوں کو برابر اور باقی ایک ثلث نبی داد خاں اور احمد اللہ خاں برادر زادوں کو اور احمد اللہ خاں کے حصہ میں سے آٹھواں حصہ اس کی زوجہ کو اور دو ثلث اس کی لڑکیوں شہزادی اور نوازی کو اور مابقی نبی داد خاں کو دیا جائے گا۔

میراث کا ایک مسئلہ

سوال (۶۴۶) امام بخش کے تین لڑکیاں تھیں ان میں سے ایک لڑکی مسماۃ نصیرن والد کے انتقال کے بعد اور والدہ کے انتقال سے پہلے ایک لڑکا ثابت حسین اور ایک لڑکی مسماۃ قطبن چھوڑ کر فوت ہو گئی موجودہ صورت میں امام بخش کی جائداد میں نصیرن کے بچوں اور بہنوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا۔

جواب:۔ وراثت سے مقدم تمام حقوق ادا کرنے اور رفع موانع کے بعد آٹھواں حصہ زوجہ کو اور باقی مال تینوں لڑکیوں کو برابر پہنچکر نصیرن کے حصہ میں سے چھٹا حصہ ماں کو اور باقی مال کے دو حصے ثابت حسین کو ایک حصہ قطبن کو اور نصیرن کی ۴ کے حصہ میں آنے والا مال نصیرن کی دونوں بہنوں کو برابر ملے گا۔ محمد نعیم

الجواب صحیح ۔ محمد عبدالحی

عطیۂ شاہی میں میراث

سوال (۶۴۷) بادشاہ نے عمرو کو دو بیگہ زمین عطا کی تھی عمرو دو لڑکے زید و خالد چھوڑ کر فوت ہو گیا زید چاہتا ہے کہ تمام زمین اپنے قبضہ و تصرف میں رکھے اور خالد کو بے دخل کر دے تو کیا زید کے لئے ایسا کرنا جائز ہے یا زمین مذکورہ دونوں کی ہو گی۔

جواب: زمین مذکورہ دونوں کی ہے ۔ حمایت اللہ ۔ صح الجواب محمد عبدالحی

میراث کا ایک مسئلہ

سوال (۶۴۸) زید نے مندرجہ ذیل وارث چھوڑ کر انتقال کیا ۔ اب ترکہ کتنے سہام پر تقسیم ہو گا

ایک زوجہ ۔ دو لڑکیاں ۔ ایک اخیافی بھائی ۔ ایک ماں

جواب:۔ صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم علی الارث کل ترکہ ستائیس سہام پر منقسم ہو گا ۔ تین سہم زوجہ کو اور آٹھ آٹھ ہر ایک لڑکی کو ۔ چار ماں کو اور چار اخیافی بھائی کو ملیں گے ۔

نوٹ:۔ جواب مذکورہ میں کچھ تسامح ہے ۔ کیونکہ دختر کی موجودگی میں اخیافی بھائی محروم ہوتا ہے ۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی الارث کل ترکہ چالیس سہم پر تقسیم ہو گا ۔ پانچ سہم زوجہ کو اور چودہ چودہ ہر ایک لڑکی کو اور سات ماں کو ملیں گے ۔ اور اخیافی بھائی محروم رہیگا ۔ خورشید عالم

میراث کا ایک مسئلہ

سوال (۶۴۹) زید نے مندرجہ ذیل وارث چھوڑے ان میں ترکہ زید کتنے سہام پر تقسیم ہو گا

ایک زوجہ ۔ دو لڑکیاں ۔ ایک حقیقی بھائی ۔ ایک ماں

جواب:۔ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی الارث و عدم موانع ارث کل ترکہ چوبیس سہام پر منقسم ہو گا ۔ تین سہم زوجہ کو اور آٹھ آٹھ ہر ایک لڑکی کو ۔ چار سہم ماں کو اور ایک سہم حقیقی بھائی کو دیا جائے گا ۔

جاگیر کی وراثت

سوال (۶۵۰) زید سندو جاگیردار فوت ہو گیا اور دو لڑکے بکر و خالد اور دو پوتے ولید و قاسم جنکا باپ صالح زید کے سامنے ہی فوت ہو گیا تھا اور ایک بھتیجی جس کے ماں اور نانا دونوں زید کے سامنے فوت ہو گئے

تھے۔ چھوڑے اب تقسیم عصبہ باعتبار مناسخہ مشرعیہ متروکہ ذاتی کے مطابق ورثا پر ہوگی یا صرف زندوں پر تقسیم ہوگی۔

جواب:۔ رسالہ احکام الاراضی میں واقعات۔ سے منقول ہے الانعام المخلد والموہب بمنزلۃ الملک یجوز بیعہ و شراؤہ علی الصحیح انتہی

اور اسی میں ہے الانعام المخلد یدخل فی الملک فیباع ویوہب ویورث انتہی

اور ذخیرہ میں ہے رجل لہ وظیفۃ فی بیت المال یوصل الیہ کل سنۃ لوکان بحیث لایاخذمنہ السلطان بعد موتہ ولا یعطیہا لغیرہ صارفیہا دلیل الملک یصیر ملکا فیجوز التوریث بین الورثہ والہبۃ والبیع والوصیۃ انتہی

اور فتاوی کبری میں ہے لو اعطی الامام او دونہ یستحق ارضا یکون ملکا لہ ولاولادہ وبہ یفتی وعلیہ اکثر المشائخ انتہی۔ ان عبارات سے واضح ہے کہ شاہی عطیہ جو معطی کی ملک ہوجاتا ہے اس کی دیگر املاک کے مانند ہے۔ لہٰذا موت زید کے بعد وہ جاگیر بھی دیگر املاک کی طرح تقسیم ہوگی اور دونوں لڑکوں کو ملے گی۔ بقیہ ورثا محروم رہیں گے۔

میراث سے متعلق چند سوال

سوال (۱۶۵) زید فوت ہوا اور شخص متوفی نہایت صاحب رشد وارشاد تھا اور صدہا خلق اللہ اس کی معتقد اور مرید تھے اور صاحب جائداد منقولہ تھا اور اس کے دو لڑکے مثلاً عمرو وخالد تھے عمر بالغ تھا اور خالد نابالغ اور چار دختر ہیں تین بالغ اور ایک نابالغ ہمشیرہ حقیقی خالد اور دو زوجہ تھیں۔ زید نے پانچ چھ روز قبل از فوت جملہ قرض خواہان کو طلب کرکے جس قدر قرضہ تھا تحریر کروایا۔ پانچ ہزار پانسو ہوا متوفی نے اپنے حیات میں بعد تحریر ہذا دوسو اٹھارہ روپے ادا کئے اور باقی روپیہ کی نسبت فرزند کبیر عمرو سے بمقابلہ چند اشخاص کہا کہ بعد تجہیز وتکفین پہلے قرضہ میرا ادا کرنا بعد ازاں دیگر کاموں میں شروع ہونا اور اس بارہ میں اشد تاکید کی اور ایک ہزار میری قبر پر لگانا اور کہا کہ میں نے ہر ایک وارث کا حصہ ادا کرکے راضی کیا ہے محافظ مال مثلاً (یہ ورثا میں نہیں تھے) ہندہ سے کہا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ عمرو کو دیدینا کہ اس کا حصہ ہے۔ اور پانچ سو روپیہ واسطے زیور دختر کلاں عمرو اور تین سو واسطے کپڑے اور دیگر اخراجات متعلقہ شادی کے جو ہے وہ بھی دے دینا۔ پھر عمرو کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ تو بھی اپنی جانب سے ایک سو روپیہ دختر ہندہ محافظ مال کو دینا اور بھائی تیرا خالد صغیر سن ہے اس کی تربیت کرنا اور خدمت گذاری ہر دو والدہ اور باقی ورثا کو سعادت دارین تصور کرنا۔ مگر اراضی اور مکانات مسکونہ کی نسبت اور جو کسی وارث کے پاس زیورات یا پارچہ ہائے پشمینہ وغیرہ یا برتن مسی یا دیگر اشیا تھیں بوقت وصیت ہذا کچھ نہ کہا۔ مگر زید نے اپنی حیات میں حویلی کلاں پختہ علیحدہ علیحدہ ورثاؤں کو دے رکھی تھی۔ چنانچہ خالد اور اس کی والدہ کو جانب شرقی قدرے کم

جو سب اطراف سے بڑی تھی وے رکھی تھی اور عمرو اور والدہ عمر کے پاس دیگر مکانات دہرے جانب تھیں۔ مگر والدہ ثانیہ عمرو کو قلیل سا مکان دیا تھا حسب گذارہ اس کے اور باقی جانب عمرو کے پاس تھیں اور کچھ مکان میں وہ محافظ مال رہتی تھی جہاں توشہ خانہ تھا جب محافظ بیت اللہ کو چلے گئے تو وہ مکان قبضہ عمرو میں آگئے اور دو تین گھڑی قبل از انتقال عمرو کو حکم دیا کہ دروازوں کا قفل لگا دو تو گویا اس سے مراد یہ تھی کہ جس مکان میں زید ہے وہ اور دیگر مکان جو فارغ ہیں ان میں قبضہ عمرو کا متحقق ہو جاوے کہ کل کو ان مکانات میں دوسرا شخص دعویدار نہ ہو اور دوسرے یہ تھی کہ توشہ خانہ پر جہاں محافظ تھے اس کا قفل ہو گیا تو مال غبن باہر نہ جا سکے گا۔ عمرو اگرچہ اٹھا اور سب جگہ قفل لگائے۔ مگر جس میں زید بیمار تھا اور وہی توشہ خانہ تھا بسبب طعن طاعنین اور قرب وقت ہو جانے سے قفل نہ لگا یا کہ ایسے وال کا جہان سے چلا جانا اور اولاد اس وقت فکر مال و اسباب میں ہو اکثر خلق اللہ کے نزدیک بہت نامناسب ہے۔ اسی فکر میں تھا۔ زید کا انتقال ہو گیا تو عمرو تجہیز و تکفین میں شروع ہو گیا محافظ مال کا داؤں لگ گیا اور سب مال ایسی ایسی جگہ رکھ دیا جہاں عمرو کا زور نہ پڑ سکتا تھا۔ چند روز بعد انتقال زید کے عمرو نے کہا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ کہ ضرورت ہے۔ ہندہ نے کہا کہ میرے پاس تو وہی آٹھ سو روپیہ ہے۔ اور کچھ نہیں تب عمرو نے نہایت متحیر ہو کر کہا کہ وہی لے آؤ کہ مصارف میں صرف کیا جاوے پھر ادا کیا جاوے گا۔ جب وہ لائی تو عمرو نے بموجب وصیت ایک سو روپیہ اور پچاس اپنی طرف سے زیادہ کر کے ہندہ کو دئے کہ شاید اس زیادہ کرنے سے باقی جو روپیہ ہے دیوے۔ محافظ نے ایک سو پچاس لیکر کہا کہ زید نے دوسو کہا تھا۔ ناچار پھر وہی لحاظ کر کے پچاس اور بھی دئے اور چھ سو اپنے مصارف میں صرف کیا اور اس امر کے دو شخص گواہ کئے مگر اس محافظ نے اور چیز سوائے برتن مسی کے جن کی قیمت بیس روپیہ یا کم و بیش ہو گی عمرو کو کچھ نہ دیا اور خود بیت اللہ کو چلی گئی اور وہیں مر گئی اور اشیاء وادہ اس کی فہرست اور گواہ ہیں۔ اور عمرو نے بموجب وصیت والد قرضہ والد کا مع اس قرضہ کے جو بعد انتقال زید متحقق ہوا ادا کیا۔ اور بعد ازاں سب ورثاء کو جو بالغ تھے اور جو نابالغ تھے اُن کی والدہ کو کہا کہ حصہ جائداد منقولہ وغیرہ کا لے چکی ہو جیسا کہ زید نے کہا ہے اب جو جائداد زید نے تقسیم نہیں کی وہ بھی حسب حصہ لے لو اور موافق حصہ کے قرضہ دو یا ذمہ دار اس کے ہو کہ مجھ سے قرض خواہ متقاضی نہ ہوں اور تم سے وصول کریں تو سب نے کہا کہ نہ ہم حصہ لیتے ہیں اور نہ قرضہ دیتے ہیں۔ پھر عمرو نے کہا کہ کل میں اگر غریب ہو گیا اور تم مال دار تو پھر یہ ہو سکے گا کہ تم قرضہ کا روپیہ ادا کرو اور خواستگار حصہ کے ہو تو اس صورت میں بھی کچھ نہ کہا اور حسب وصیت تعمیر خانقاہ شروع کروائی چنانچہ اب تک کہ ثلث ناتمام ہے پچھتر ہزار کے قریب صرف ہو گیا ہے

چونکہ عمرو کو زید نے قبل از رحلت پانچ چھ سال مجاز طریقۂ علیہ صوفیہ کرام کیا تھا اور جمیع علوم میں فارغ التحصیل تھا۔ اور مجاز علم حدیث بھی تھا تو بہت خلفا اور مریدین خاندان نے بعد چہلم اسے سجادہ نشین بجائے باپ مقرر کیا اور ہر ایک نے بطور قبول خلافت عمرو عمرو سے بیعت کی اور دو ہزار پانسو روپیہ دستار بندی کا ہوا۔ جو چہلم کے خرچ اخراجات میں صرف ہوا اور تقدیر ایزدی سے حویلی کلاں پختہ کی جانب شرقی کل اور قدرسے قدرے جانب جنوب و شمال جل گئی تو عمرو نے چاہا کہ تعمیر کراوے تب والدہ خالد اور ننھیالی اس کے مانع آئے کہ ہمارے حصہ کی طرف جانب شرقی نہ بناؤ کہ ہم اس قدر زر کثیر ادا نہیں کر سکتے اب تم بناؤ اور کل کو ہم سے خواستگار زر صرف شدہ کے ہو تو ہم کہاں سے ادا کر سکیں گے جو تمہارا حصہ ہے بنالو۔ تب عمرو نے حسب وصیت بسبب بے پردگی کے کہا کہ بالص یار ہونے دو تاکہ پردہ ہو جائے پھر دیکھا جاوے گا۔ تب بعد ردو قدح کے اجازت تعمیر اپنے حصہ کی والدہ خالد نے دی تو عمرو نے قرضہ اور اپنی آمدنی تعویذ گنڈے سے اور دیگر اشخاص اور مریدین سے لیکر تیار کی جب ایک سقف اتمام سے باقی ہی تھی تو کثرت بارش سے کل تیار شدہ گر گئی پھر دوبارہ اسی طرح کی آمدنی اور قرضہ سے تیار کی اور حسب وصیت والد اپنے چھوٹے علاتی بھائی خالد کی زمان انتقال زید سے ... تربیت شروع کی چنانچہ وقت انتقال زید خالد پانچسال کا تھا اور اب تک کہ عمر اس کی تیئیس سال کی ہے سوائے پڑھنے کے اور کچھ کام نہ تھا اس کو استاد گھر پر رکھ کر اور دہلی بھجوا کر جمیع علوم عربیہ سے فارغ کروا دیا۔ علی ہذا اس کا اور اس کی والدہ حقیقی اور ہمشیرہ حقیقی اور ہمشیرزادی اور خدمت گزاران زنان و برادران کا خرچ نان و پارچہ و دیگر اخراجات خانگی کا عمرو متکفل رہا اور علی ہذا ایک والدہ ثانی اور ایک ہمشیرہ اور دو ہمشیرہ زادگی ہمشیرہ متوفیہ مع خدمت گزاران زنان و مردان انکے نان و پارچہ اور دیگر اخراجات کا بھی کفیل رہا اور مسافران آئندہ و روندہ اور درویشان مقیمین وقت زید اور جدید کو جو قریب ڈیڑھ سو کے ہیں برابر آج تک نان و پارچہ وغیرہ دیتا رہا۔ اور خالد اور اس کی ہمشیرہ حقیقی کا بیاہ بھی کر دیا۔ غرضکہ علاوہ سب اخراجات کے صرف خرچ غلہ روزمرہ کا تین من پختہ کا ہے اور آراضیات جو زید کے وقت کی ہیں سوا اٹھارہ گاؤں مع ناقص و کامل مزروعہ ہے گویا اس کی آمدنی علاوہ خرچ مردمان کارندگان زراعت و معاملہ سرکار اگر حساب کیا جاوے اور بہت بڑھ کر تخمینہ لگایا جاوے تو تین ماہ خرچ غلہ کا بھی نہیں نکال سکتے۔ مگر عمرو نے حسب وصیت والد آمدنی روزمرہ تعویذ گنڈا اور دیگر وارث مریدین سے ہر ایک وارث کے خرچ کا اور درویشان اور مسافران کا خبرگیراں رہا۔ اور آجتک جو کچھ کسی وارث کے مرید یا دیگر اشخاص نے خدمت کی اس نے اپنے مصارف میں صرف کی اور جو کچھ عمرو کو آمدنی تعویذ گنڈے یا دیگر مریدین سے ہوتی تھی اس

نے مصارف مذکورۂ بالا اور حوائج خانگی میں صرف کی اور آجتک کسی وارث کو سوائے پڑھنے اور ذکر اذکار کے زراعت یا تجارت یا دیگر کاروبار سے تعلق نہیں تھا۔ بجز پڑھنے اور بیٹھنے کے کسی طرح کا کوئی کام نہیں کرتے ہیں اور عمرو نے اپنی آمدنی مذکورہ سے آراضیات خرید کی ہیں بعض جگہ غیر مریدین بلکہ غیر ملت اور بعض جگہ مریدین سے اور بعض جگہ اپنے گھر والوں کے زیور فروخت کر کے خرید کی ہیں اور بعض جگہ برادری و غیر مریدین سے رہن کروائے ہیں اور بعض جگہ مریدوں نے اور بعض جگہ غیر مریدین نے اراضیات ہبہ کی ہیں اور بعض جگہ جو زید کو لوگوں نے ہبہ کی مگر بسبب عدم قبضہ یا کاغذات ہبہ مکمل نہ ہوا بعد انتقال زید عمرو نے ان کے کاغذات کو مکمل کیا اور قبضہ کیا اور علی ہذا مثل اسپان و نرگاوان و گاو میشان و شتران و حران و پارچہ ہائے پشمینہ وغیرہ و برتن وغیرہ اشیا عمرو کو ہبہ یا شراء مرید یا غیر سے پیدا ہوئے ہیں اور بہت کتب عمرو اور زید کے خرید کئے ہوئے ہیں اور فراشخانہ اور ایک باغ اور حمام ہے اور ایک طرف حویلی کلاں پختہ دوبارہ تیار شدہ کی عمرو نے ایک خورد مکان مشترکہ میں تیار کی ہے اور بہت جگہ مکانات پختہ و خام زمین مشترکہ میں تیار کئے ہیں اور باغات اور چاہات اور دیگر اشجار مثمرہ و غیر مثمرہ بہت جگہ زمین مشترکہ میں نصب کرادئے ہیں اور سرکار کی طرف سے وہ معافیات جو زید کے وقت تھیں اور بعد انتقال زید اور بسبب قید حین حیات ضبط ہوگئیں تھیں عمرو کے نام پھر واگذار ہوئی ہیں بلکہ بعض جاریہ اسکے نام ہوئی ہیں۔ مگر کل معافیات متعلق مکان اور سجادہ نشین بجائے متوفی عبارات کاغذات معافیات سے مفہوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ عبارات کاغذ معافیات ہے (تا تعمیر خانقاہ آبادی مکان و نیک چلنی معافی دار تا مرضی سرکار و بعض تا دوام رہیں)

اور ایک حویلی خام زید نے مسافروں و درویشوں کے لئے تیار کی تھی جواب تک انہی کے واسطے ہے اور دیگ اور برتن جو مسافرخانہ میں ہیں وہ اسی جگہ کام دیتے ہیں۔ اس سال خالد نے تقسیم اراضیات اور مکانات وغیرہ اشیا کی عدالت میں عرض کی ہے اور فریقین کو فیصلہ شرعی منظور ہے۔ لہٰذا عدالت ان امورات کی علماء شریعت سے تنقیح طلب کرتی ہے۔ کتب معتبرہ سے مع اسناد کتب جواب تحریر فرمادیں۔ امورات تنقیح طلب۔

نمبر ۱ جو آراضیات اور پارچے اور مویشیات وغیرہ اشیا عمرو کو شرعاً ہبہ یا رہن مریدین یا غیر سے حاصل ہوئے ہیں ان میں باقی ورثا شریک ہیں یا نہیں

نمبر ۲ حویلی کلاں پختہ دوبارہ تعمیر شدہ جس طرح زید نے ہر ایک وارث کو دے رکھی تھی۔ چنانچہ والدہ خالد نے کہا تھا کہ ہمارے حصہ کی طرف تعمیر نکراؤ اسی طرح رہے یا دیگر طرح تقسیم ہونی چاہیئے

نمبر ۳ - حویلی خورد متصل حویلی کلاں اور دیگر مکانات تیار کردہ عمرو زمین مشترکہ میں کس طرح تقسیم ہونی چاہئے
نمبر ۴ - آمدنی خدمت مریدین اولاد پیر کو اور آمدنی تعویذ گنڈا یا دیگر اشخاص جن کی خدمت کریں اس کی ہوتی ہے یا دیگر اولاد کو بھی اس میں اشتراک ہے
نمبر ۵ - خدمت مریدین اولاد پیر کو اور آمدنی تعویذ گنڈا اور دیگر اشخاص جو خدمت سجادہ نشین کی کرتے ہیں۔ شرع کیا مقرر کرتی ہے۔
نمبر ۶ - جو کچھ جائداد مثل زیورات اور پارچہا اور برتن مسی اور مال مویشی جس وارث کے پاس بقبضہ وقت زید سے ہے لاکن ہبہ قطعی کی اطلاع نہیں ہے اسی کی ہے یا تقسیم ہونی چاہیئے
نمبر ۷ - کتب اور فرش اور حمام اور باغ تقسیم ہونی چاہیئے یا نہیں۔
نمبر ۸ - جو باغات اور اشجار ثمرہ وغیرہ ثمرہ و چاہات بنوائے ہوئے عمرو کی زمین مشترکہ میں ہیں ان کی تقسیم کس طرح ہونی چاہیئے۔
نمبر ۹ - معافیات جو منجانب سرکار معاف ہیں واسطے مصارف فقراء کے متعلق مکان رہنی چاہیئے یا تقسیم ہونی چاہیئے۔
نمبر ۱۰ - جو زمین زید کو بطور ہبہ غیر مکملہ بسبب عدم قبضہ یا کاغذات ملی ہے اور تکمیل کاغذات اور قبضہ عمرو نے کیا ان کی تقسیم کیسی ہونی چاہیئے۔
نمبر ۱۱ - دیوان خانہ مسافرین کے برتن کی تقسیم ہونی چاہیئے یا نہیں۔
نمبر ۱۲ - حویلی خام جو زید نے مسافروں اور درویشوں کے لئے بنائی تھی تقسیم ہونی چاہیئے یا نہیں۔
نمبر ۱۳ - جو جیز اولاد عمرو کو ہبہ ہوئی ہے یا انہوں نے خرید کی ہے اس سے عمرو کو یا دیگر ورثاء زید کو حیات ان کی میں تعلق ہے یا نہیں
نمبر ۱۴ - حسب اقرار ورثا وقت چہلم کہ نہ ہم حصہ لیتے ہیں اور نہ قرضہ دیتے ہیں۔ وہ اس جائداد سے لادعوی ہیں یا نہیں اگر جائداد کے مستحق ہیں تو مبلغ ادا کردہ عمرو بابت قرضہ ان کے دینے ہونگے یا نہیں اور قول عمرو کا کہ کل کو میں غریب ہو گیا اور تم مالدار تو پھر یہ نہیں ہو گا کہ تم قرضہ کا روپیہ دو اور حصہ لوگے حصہ کے ہو عدم استحقاق انکے میں شرعاً موثر ہے یا نہیں؟

جواب :- جواب سوال اول ـــــــ ورثہ زید ترکہ زید سے حصہ پاسکتے ہیں۔ اور ترکہ عبارت ہے اس مال سے جو میت بوقت موت اپنی ملک میں چھوڑے حواشی فرائض میں ہے الترکۃ ما ترکہ المیت من ملوکہ شرعا کالاراضی المقبوضۃ والذہب والفضۃ وغیرہا من مملوکۃ مما یتعلق بہ حقوق الورثۃ انتہی اور اشباہ والنظائر میں ہے المیت لا یملک بعد الموت انتہی پس جو جیزیں خاص

عمرو کی ملک میں آئی ہیں اس میں ورثہ زید کا حق نہیں ہوسکتا ہے۔

جواب سوال دوم —— حویلی کلاں کی ہرگاہ زید نے حین حیات تقسیم کر کے ہر ایک کا قبضہ کرا دیا تھا اور ہبہ مع القبض جو بموجب ملک موہوب لہٗ ہے ہو گیا تھا پس وہ ترکہ زید سے نہ رہی اس کی تقسیم جدید نہیں ہوسکتی ہے وہی تقسیم بحال خود رہے گی۔

جواب سوال سوم —— زمین مشترکہ میں بدون اجازت شرکا اگر کچھ تعمیر کرے تو وہ بنائے خالص اس کی ہوتی ہے اور زمین مشترک رہتی ہے۔ تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے۔ سئل فیما اذا بنی زید قصرا بماله فی دار مشترکة بینه وبین اخوته بدون اذنهم فهل یکون البناء ملکا له الجواب نعم اور درصورت اجازت حق رجوع ہوتا ہے تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے سئل فی دار مشترکة بین زید وعمرو وطینها زید ورعها بلا اذن من شریکه ولا وجه شرعی ویرید الرجوع علی عمرو فهل لیس له ذلک الجواب نعم دار مشترکة المذهب فبنی احدهما بغیر اذن شریکه فانه لا یرجع علی شریکه بشئ عمادیه ومثله فی جامع الفصولین اقول ای عمرها قبل الاستیذان وان امتنع من عمارتها معه فلا یخالف شیئا مما بنی انتهی

جواب سوال چہارم وپنجم —— خدمت مریدین اولاد پیر کو اور ایسی ہی خدمت اور اشخاص کی سجادہ نشین کو اور آمدنی تعویذ گنڈا وغیرہ حکم ہبہ واجرت میں ہے پس کرنے والا جس کو دے گا وہ موہوب اسی کی ہوگی دوسرے شخص کا اسمیں کچھ حق نہیں ہبہ کا حکم یہی ہے اور ایسی ہی اجرت وغیرہ کا فتاوی عالمگیریہ میں ہے واما حکمها فثبوت الملک للموهوب له انتهی جواب سوال ششم —— زید نے جو چیز کسی کو ہبہ کر کے قبضہ کرا دیا وہ اسی کی ہوگی ترکہ زید سے خارج رہے گی اور ماسوا اسکے تقسیم میں داخل ہوگی۔

جواب سوال ہفتم —— ان سب چیزوں کی تقسیم ہوگی اس وجہ سے کہ یہ سب ترکہ میں داخل ہیں۔

جواب سوال ہشتم —— زمین مشترک کی قسمت باعتبار قیمت کے ہوگی اور اشجار وغیرہ عمرو کے ہوں گے اگر اس نے اپنے مال خاص سے نصب کئے ہیں۔

جواب سوال نہم ہرگاہ بعد مرنے زید کے وہ معافیات ضبط ہوگئی تھیں اور پھر عمرو کے نام پر عطا ہوئیں ان میں اور ایسی ہی ان معافیات میں جو ابتداءً عمرو کو عطا ہوئی ہیں تقسیم نہیں جاری ہوگی۔ عطائے سرکاری اسی شخص کی ہوتی ہے جس کے نام پر مقرر ہوئی ہو رد المحتار علی الدر المختار میں بحث مصارف بیت المال میں ہے۔ مایجری علی الذراری عطاء مستقل خاص بالذراری لا عطاء المیت بطریق الارث بین جمیع الورثة انتهی اور رسالہ احکام الآراضی میں ہے فی النوازل العبرة لمن اعطاه الامام لتخصصه فقط انتهی۔ اور بھی اسمیں ہے رجل له عطاء فی الدیون مات عن ابنین فاصطلحا علی ان یکتب فی الدیوان باسم احدهما ویاخذ العطاء هو والآخر لا شئ له من العطاء ویبذل من کان له العطاء مالا معلوما فالصلح باطل ویرد بدل الصلح والعطاء للذی جعل الامام العطاء له لان الاستحقاق باثبات الامام لا دخل فیه لرضاء الغیر وجعله کذا فی البزازیة انتهی۔

اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے العطار لصاحب الاسم انتہی

جواب سوال دہم ———— جوزمین زید کو ایام حیات میں کسی نے ہبہ کی تھی مگر قبضہ نہیں ہوا تھا وہ ملک زید میں نہیں آئی اس وجہ سے کہ ہبہ بدون قبض کے مفید ملک نہیں ہوتا ہے پس وہ ترکہ سے خارج رہے گی۔

جواب سوال یازدہم و دوازدہم ———— جو چیزان میں سے زید نے بطور وقف کے قائم رکھی ہیں اس میں تقسیم جاری نہیں ہوسکتی ہے تنویر الابصار میں ہے فاذاتم ولزم لایملک ولایملک ولایرہن ولایعار انتہی۔

جواب سوال سیزدہم ———— ایسی چیزوں میں عمرو کو اور سوائے اس کے اور ورثا، زید کو کچھ تعلق نہیں وہ چیزیں انہیں کی ہیں جن کی ملک میں بذریعہ کسی سبب کے اسباب ملک سے داخل ہوئی ہیں۔

جواب سوال چہاردہم ———— وہ اقرار ورثا کا مبطل انکے حق کا نہ ہوگا اور ان کو دعویٰ حصص کا پہنچ سکتا ہے مگر جب وہ حصہ لیں گے تو قرضہ ذمگی زید سے موافق حصص کے دینا پڑے گا اور جو قرضہ عمرو نے ادا کیا ہے۔ وہ ان پر بقدر انکے حصص کے عود کرے گا۔ فصول عمادیہ میں ہے فی واقعات الناطفی الوصی والورثۃ اذا نقدوا ثمن کفن المیت من مال انفسھم یرجعون بہ فی الترکۃ ولایکونون متطوعین وکذا اذا قضی الوصی اوالوارث دین المیت من مالہا انتہی۔ اور بھی اس میں ہے الوارث اذا قال ترکت حقی لایبطل حقہ لان الملک لایبطل بالترک انتہی

اور تنقیح فتاویٰ حامدیہ کی کتاب الدعویٰ میں ہے الارث جبری لایسقط بالاسقاط وقد افتی بہ العلامۃ خیر الرملی کما ہو محرر فی فتاویہ من الاقرار نقلا عن جامع الفصولین وغیرہ انتہی واللہ اعلم۔ حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی

عصبہ بنفسہ اور عصبہ بالغیر کا اجتماع

سوال (۶۵۲) عصبہ بنفسہ اور عصبہ بالغیر میں کس کو ترجیح ہے۔ امثال ام بنت اخت ابن الاخ زوجہ ام بنت اخت ابن الاخ زوج ام بنت اخت ابن الاخ۔

جواب:۔ ان صورتوں میں عصبہ بالغیر بوجہ قرب کے مقدم ہے اور عصبہ بنفسہ محجوب ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے العصبۃ مع غیرہا اذا کانت اقرب الی المیت من العصبۃ بنفسہا کانت العصبۃ مع غیرہا اولی بیانہ اذا ہلک الرجل وترک بنتا واختا لاب وام وابن اخ لاب فنصف المیراث للبنت والنصف للاخت ولاشئ لابن الاخ لان الاخت صارت عصبۃ مع البنت وہی اولی الی المیت من ابن الاخ وکذلک اذا کان مکان ابن الاخ اخا لاب لاشئ للاخ کذا فی المحیط انتہی

محمد عبدالحیٔ اصاب المجیب، محمد فضل اللہ۔۔۔

میراث کا ایک مسئلہ

سوال (۶۵۳) زید کا انتقال ہوگیا اور ایک برادر زادہ۔ ایک نواسا۔ ایک نواسی۔ ایک پوتا۔ دو پوتی چھوڑیں اور برادر زادہ کے باپ یعنی زید کے بھائی اور نواسا۔ نواسی کی ماں یعنی زید کی لڑکی اور پوتا پوتی کے باپ

یعنی زید کے لڑکے کا انتقال زید کے سامنے ہی ہوگیا تھا تو اب ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب:- بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی الارث ورفع موانع ارث کل ترکہ چار سہام پر منقسم ہوگا۔ دو سہام پوتے کو اور ایک ایک ہر ایک پوتی کو مل جائے گا اور باقی محروم رہیں گے۔

ترکہ خنثیٰ مشکل کی تقسیم

سوال (۴۵۶) ایک خنثیٰ ہے یعنی اس میں عورت و مرد دونوں کی علامتیں موجود ہیں۔ اس نے مرد ہونے کی حیثیت سے شادی کی اور اس سے لڑکا پیدا ہوا۔ اور اسی خنثیٰ کے ساتھ ایک مرد نے شادی کی، اور شادی کے بعد خنثیٰ کے بطن سے بھی لڑکا پیدا ہوا اور بقضاء الٰہی خنثیٰ کا انتقال ہوگیا۔ اب دونوں لڑکے دعویٰ کرنے میں ایک کہتا ہے کہ میت میرا باپ تھا لہٰذا اس کا ترکہ مجھکو ملنا چاہیئے۔ دوسرا کہتا ہے کہ میت میری ماں تھی اس کا ترکہ مجھ کو ملنا چاہیئے۔ ایسی صورت میں خنثیٰ کا ترکہ کس کو ملیگا۔ آیا ایسی صورت شرعاً ممکن ہے یا نہیں

جواب:- ایسا واقعہ ممکن ہے۔ عبدالنبی احمد نگری حواشی فرائض شریفیہ میں تحریر فرماتے ہیں، انی سمعت ممن یوثق بہ ان النصیر الطوسی کان لہ فرجان فرج الرجل وفرج المرأۃ وکان متلذذاً بلذتین وتعشق علی رجل جسیم قوی طویل اللحیۃ کثیر الجماع فکان مشغولاً ومحفوظاً لیلاً ونہاراً بذلک وکانت لہ امرأۃ ینیک بہا انتہی

اور سید احمد حموی حواشی اشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں من غرائب المسائل المتعلقۃ بالخنثی المشکل ما ذکرہ فی الفصول المہمۃ فی مناقب الائمۃ وذلک ان علیاً کرم اللہ وجہہ وقعت لہ واقعۃ حار علماء وقتہ فیہا وہی ان رجلاً تزوج بخنثی لہا فرج کفرج النساء وفرج کفرج الرجال واصدقہا جاریۃ کانت لہ ودخل بالخنثی و اصابہا فحملت وجاءت بولد ثم ان الخنثی وطئت الجاریۃ فحملت عنہ لولد واشتہرت ورفع امرہم الی امیر المومنین علی فسأل عن الخنثی فاخبر انہا تحیض وتطأ وتوطأ وتمنی من الجانبین وقد حبلت واحبلت فصار الناس متحیر الافہام فی جوابہا وکیف الطریق الی الحکم قضائہا وفصل خطابہا فاستدعی علی احد غلامیہ برقاء وقنبر وامرہما ان یذہبا الی ہذہ الخنثی ویعدا اضلاعہا من الجانبین فان کانت متساویۃ فہی امرأۃ وان کان الجانب الایسر انقص من الجانب الایمن بضلع واحد فہی رجل فذہبا الی الخنثی وعدا اضلاعہا فوجدا اضلاع الجانب الایسر انقص من الجانب الایمن فجاءا واخبراہ بذلک وشہدا انہ عندہ فحکم علی الخنثی بانہا رجل وفرق بینہا وبین زوجہا والدلیل علی ذلک ان اللہ تعالیٰ لما خلق آدم علیہ السلام وحواء اراد الاحسان الیہ فجعل لہ زوجاً من جنسہ لیسکن کل واحد الی صاحبہ فلما نام آدم خلق اللہ من ضلعہ القصری من جانبہ الایسر حواء فانتبہ فوجدہا حالتہ الی جانبہ کاحسن ما یکون من الصورۃ فلذلک صار الرجل ناقصاً من جانبہ الایسر عن المرأۃ بضلع والمرأۃ کاملۃ الاضلاع من الجانبین والاضلاع الکاملۃ اربعۃ وعشرون

ضلعا فی المرأۃ واما فی الرجل فثلثۃ وعشرون اثنتی عشر فی الایمن واحدی عشر فی الایسر انتہی
صورت مسئولہ میں اگرچہ کسی طریقہ پر بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ خنثیٰ عورت ہے یا مرد کیونکہ اس کا ترکہ دونوں لڑکوں کو برابر دیا جائے گا۔

کتاب الحظر والاباحۃ

باب الاکل والشرب

خرگوش اور جھینگے کی حلت

سوال (۶۵۵) خرگوش کا گوشت اور جھینگا کھانا حلال ہے یا حرام؟

جواب:۔ خرگوش کا گوشت کھانا حلال ہے۔ عینی شرح کنز میں تحریر فرماتے ہیں حل الارنب لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر اصحابہ ان یاکلوہ رواہ احمد والنسائی انتہی اور جھینگا جس کو اربیان بھی کہتے ہیں جیسا کہ صحاح سے مفہوم ہے حلال ہے۔ کیونکہ یہ بھی مچھلی کی ایک قسم ہے اور مچھلی بجمیع انواعہ بالاتفاق حلال ہے اور جن لوگوں نے اسکو حرام قرار دیا محض اسکو مچھلی کی انواع سے خارج شمار کرتے ہوئے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

حمادیہ میں ہے الدود الذی یقال لہ جھینگہ حرام عند بعض العلماء لانہ لایشبہ السمک فانما یباح عندنا من صید البحر انواع السمک وھذا لایکون کذلک وقال بعضھم حلال لانہ یسمی بالسمک واللہ اعلم
نوٹ:۔ چونکہ اس بارہ میں نوع سمک ہونے اور نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا احتیاط اولیٰ ہے۔

خورشید عالم

اوجھڑی اور کچی پیاز کھانا

سوال (۶۵۶) اوجھڑی اور کچی پیاز کھانا کیسا ہے اور جالی دار کپڑے پہننا مرد وعورت دونوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اوجھڑی کھانا مکروہ ہے اور کچی پیاز کھانے کی ممانعت حدیث سے ثابت ہے اور کھانا مکروہ ہے، کیونکہ منہ سے بدبو آتی ہے۔ جالی دار یا ململ وغیرہ کا باریک کپڑا پہننا عورت کے لئے حرام ہے اور گناہ کبیرہ۔ کیونکہ ستر واجب ہے جو اس میں نہیں ہوتا۔ اور بعض کے نزدیک مرد وعورت دونوں کے واسطے مکروہ کما فی الزواجر۔
اخرج مسلم وغیرہ صنفان من اھل النار لم ارھما قوم معھم سیاط کاذناب البقر یضربون بھا الناس ونساء کاسیات عاریات مائلات ممیلات رؤسھن کاسنمۃ البخت المائلۃ لایدخلن الجنۃ ولا یجدن ریحھا

وان ریحہا لیوجد من مسیرۃ کذا وکذا انتہی وابن حبان فی صحیحہ واللفظ لہ والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم یکون فی آخر امتی رجال یرکبون علی سروج کاسنام الرجال ینزلون علی ابواب المساجد نساؤھم کاسیات عاریات علی رؤسہن کاسنمۃ البخت العجاف العنوھن فانہن لمعونات الخ۔ ذکر ھذا فی الکبائر ظاہر کما فیہ من الوعید الشدید انتہی۔

اور عالمگیریہ میں ہے واما اذا کان رقیقا لا یصلح لذلک فان ذلک مکروہ بالاجماع انتہی۔ علی محمد

واقعتہ او جھڑی کھانا مکروہ ہے۔ ابوداؤد حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا ویعتزل مسجدنا۔ اس حدیث سے پیاز کھانے کی کراہت تحریمی ثابت ہوئی اور روایات سے ثابت ہے کہ عورت کے لئے ایسا باریک کپڑا پہننا جو ستر میں مخل ہو حرام ہے۔

ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ

ہنود کے تہوار کی مٹھائی کھانا

سوال (۶۵۷) ہندو اپنے تہوار کے موقعہ پر مسلمانوں کے لئے بطور مروت یا بسبب رعیت مٹھائی لاتے ہیں تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔ جائز ہے۔ عبدالسلام۔ صح الجواب، محمد شکراللہ۔ الجواب صحیح، حمایت اللہ

زمیندار ہونے کی صورت میں رعایا سے مقررہ مقدار سے جائز لینا جائز نہیں۔ ہاں اگر بخوشی رعایا پیش کرے تو مسلمان کے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ محمد امانت اللہ

واقعی ان اشیاء کا کھانا جو ہنود اپنے تہوار کے موقعہ پر برضا ورغبت پیش کرتے ہیں جائز ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ تہوار کے دنوں میں ہدایا قبول نہ کریں تاکہ موافقت کا شبہ نہ رہے ذخیرہ میں ہے لا ینبغی للمومن ان یقبل ھدیۃ کافر فی یوم عیدھم ولو قبل لا یعطیہم ولا یرسل الیہم محمد عبدالحی

ہندو کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا

سوال (۶۵۸) ہندو کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا شرعاً جائز ہے اور اسیطرح اس کا ہاتھ لگے ہوئے پانی سے وضو کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز ہے۔ محمد نعیم

چمار کا مٹی کے برتن کو ہاتھ لگانا

سوال (۶۵۹) اگر کسی شخص نے مٹی کے برتن میں کھانا بھر کر ٹوکری میں رکھ کر چمار کے سر پر رکھ کر کہیں بھیجا۔ یا کسی کے پاس کھانا اسیطرح آیا تو اسمیں کسی قسم کی کراہت شرعی ہے یا نہیں اور اسیطرح

اگر گھڑے میں پانی بھر کر مسلمان نے اپنے ہاتھ سے بہنگی میں رکھا اور اسکو ہندو کہار اٹھالائے اور مسلمان نے گھڑا اتار کر رکھ لیا تو اس پانی کی طہارت و پاکی میں کوئی شبہ ہوگا یا نہیں

جواب:۔ نہیں۔ محمد نعیم ۔صحت ہذہ الاجوبۃ، محمد عبدالحی

ہدہد کی حلت

سوال (۶۶۰) کیا فرماتے ہیں علمائے در مقدمہ حلت و حرمت ہدہد کے صاحب کتاب حیوۃ الحیوان و صاحب فتاوی برہنہ اس کو حرام اور مکروہ لکھتے ہیں اور صاحب غایۃ الکلام وتمیز الکلام نے ہدہد کو حلال لکھا ہے پس مذہب امام اعظم میں یہ حلال ہے یا حرام فتوی جس پر ہو اس سے اطلاع فرمائیے۔

جواب:۔ ہدہد بمذہب حنفیہ حلال ہے اور کتب معتبرہ میں حرمت یا کراہت مذکور نہیں خزانۃ المفتین میں ہے اکل الخطاف والہدہد وکل ذی طوق لاباس بہ انتہی

اور بزازیہ میں اکل الہدہد لاباس بہ ولاباس بالخطاف والقمری وکل مالیس لہ مخلب یختطف بہ انتہی

اور ظہیریہ میں ہے اکل الخطاف والصلصل والہدہد لاباس بہ لانہا لیست من الطیور التی ہی ذوات مخلب انتہی

اور قنیہ میں واقعات ناطفی سے منقول ہے لاباس باکل الہدہد انتہی

اور رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے اتفق الائمۃ الثلثۃ علی تحریم کل ذی مخلب من الطیور وکذا مایاکل الجیف واما غیر ذالک من الطیور فکلہ مباح بالاتفاق والمشہور انہ لاکراہۃ فی مانہی عن قتلہ کالخطاف والہدہد والخفاش والطاوس الاعند الشافعی انتہی ۔پس ان عبارات سے صاف واضح ہوا کہ ہدہد بمذہب حنفی حلال ہے ۔بغیر کراہت اور مصنف حیوۃ الحیوان شافعی ہے اُس نے موافق اپنے مذہب کے تحریم لکھی ہے اور فتاوی برہنہ کا مقابلہ کتب معتبرہ کے ساتھ نہیں ہوسکتا ہے ۔جب کہ کتب معتبرہ سے حلت ثابت ہے کراہت کہ فتاوی برہنہ میں ہے غیر مقبول ہوگی، واللہ اعلم

حررہ محمد عبدالحی عفاعنہ

ہنود کا کھانا خشک اور تر کھانا

سوال (۶۶۱) طعام ہنود کے تر و خشک میں کچھ فرق ہے یا نہیں لیکن تر مثل خشکہ و خشک مثل نان و حلواہ وغیرہ کے، بینوا توجروا۔

جواب:۔ کچھ فرق نہیں نصاب الاحتساب میں ہے ما ابتلینا بہ من شراء السمن والخل اللبن والجبن وسائر المائعات من الہنود علی احتمال تلوث اوانیہم فان نسائہم لا تیوقین من السرقین فعلی المحتسب ان لم یجد بدا منہم ان یستوثق علیہم ان یجتنبوا من السرقین والمیتۃ فان شق علیہم یامرہم ان یاتوا باوانیہم مسلما یغسلہا او یغسلوا ایدیہم بمرائی من المسلم والا فالا باحتہ

ا؎ طحطاوی میں ہے یوکل القمری والسواد بن ندلہ والصلصل والہدہد اور میزان شعرانی میں ہے من ذالک قول الائمۃ الثلاثۃ فی المشہور عنہم انہ لاکراہتہ فیما ماضی عن قدکر الخطاف والہدہد والخفاش والبوم والببغاء والطاوس مع قول الشافعی فی ارجح القولین انہ حرام الخ ۱۲

فتوی والتحرز تقوی وکذالا باس بطعام المجوس کلہ الا الذبیحۃ انتہی واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

ہنود کے ہاتھ کا چھوا کھانا

سوال (۶۶۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں چھوا ہنود کا وطعام پختہ ہنود جو کہ باحتیاط پکایا گیا ہے مسلمان کو کھانا جائز ہے یا نہیں بفحوائے ہذہ العبارۃ فی الفتاوی الغرائبیہ لایکرہ للمسلمین ان یغز الکافرین ولیعود مرضاہم یاکل طعامہم وفی السراجیۃ لاباس بطعام المجوسی الا الذبیحۃ انتہی

جواب: جائز ہے جیسا کہ خزانۃ الروایات میں ہے فی متفرقات دستور القضاۃ عن الینابیع لاباس بعیادۃ اہل الذمۃ وحضور جنائزہم واکل طعامہم والمعاملۃ معہم وفی المضمرات لایکرہ للمسلمین ان یغزیہم ولیعود مرضاہم ویاکل من طعامہم واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

نو مسلمہ کا جھوٹا مسلمان کے لئے

سوال (۶۶۳) زید نے ایک عورت قوم پاسن کو کلمۂ استغفار پڑھا کر مسلمان کیا۔ کسی مسلمان نے کوئی اعتراض اس کے اسلام لانے اور زید کے مسلمان کرنے پر نہ کیا تھا۔ بلکہ زید نے خود بخود اپنے ہی پیالے میں پانی منگا کر مسماۃ کو دیا کہ نصف اس میں سے پی لے ما بقی چھوڑ دے مسماۃ نے نصف پیا ما بقی چھوڑ دیا اس پانی کو زید نے پیا اور عمرو نے اسیطرح سے حاضرین جماعت نے تھوڑا تھوڑا تبرکاً پیا جس قدر کم ہوتا تھا۔ زید پانی ملاتا تھا بعدہ جلسہ برخاست ہوا صرف یہ بات نہیں معلوم ہوئی کہ آیا یہی قاعدہ ہے اور اسیطرح مسلمان ہوتا ہے کہ کوئی آدمی کسی ملت وقوم کا ہو یا اسی قوم کے واسطے یہ خاص قاعدہ ہے حسب شرع شریف کے یا اگر اس قاعدہ کا برتاؤ نہ ہو تو مسلمان ہونے میں شک ہوتا ہے یا نہیں یا اگر بلا اعتراض کسی مسلمان کے اور بدون کسی کے شک لائے ہوئے اس کے مسلمان ہونے اور زید کے مسلمان کرنے پر اگر بلا سبب اور بلا وجہ ایسا فعل کیا گیا تو یہ فعل داخل جہالت وحماقت ولغویت کے ہے اور زید سے سرزد ہوا ہے یا نہیں جس کا کوئی نتیجہ نہیں تھا بحالیکہ وہ کلمہ پڑھکر استغفار کرکے پاک وطاہرہ بروئے شرع شریف ہوئی تو کیا عذر اور کیا شک اس کے اسلام لانے پر زید کو یا دوسرے مسلمانوں کو تھا بلکہ شک والا کافر تھا از ان بعد زید نے معًا بلا توقف ساعتی اپنے مکان میں جاکر دریافت کیا کہ ایک مسلمان ہوئی فلاں ملت کی تھی وہ مکان میں رہے اور روٹی پکادے۔ نامنظور ہوا تو اس سے کوئی علت غائی زید کی پیدا ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر پیدا ہوئی تو اس پانی پینے اور پلانے سے صاف صاف مافی الضمیر زید ثابت اور معلوم ہوا کہ یہ فعل اس وجہ سے کیا گیا کہ اگر حاضرین قصبہ جب اس کا جھوٹا پانی پی لیں گے تو بحالت موجودگی مکان زید

کے کوئی صاحبان قصبہ میں معترض اس کی قوم پر نہیں ہوں گے اور کراہت نہیں کریں گے دوسرے وہ عورت بدستور اپنے پیشہ حرام کاری میں مقیم سرائے قصبہ ہوئی پہلے لوگ اس کی قومیت اور بدملت ہونے سے پرہیز کرتے تھے۔ اب مسلمان ہونے سے اور زید کے پانی پینے اور چند مسلمانوں کے پانی پلانے سے قطعاً و مطلقاً نفرت نہیں بحالیکہ زید کا تقوی ایسا تھا کہ کسی کا لوٹا خود واسطے وضو کے نہیں لیتا تھا حتیٰ کہ نماز جمعہ میں خطبہ ختم ہوگیا اور رکعت اول ختم ہوگئی اور لوٹا خاص زید کا خالی نہ تھا مروت مانع تھی لے نہ سکا جب لوٹا خاص ملا تب وضو ہوا اور شرکت نماز میں ہوئی کسی کے ظرف کو پاک نہیں سمجھ کے کمال کراہت سے زید پانی پیتا ہے تو زید سے دفعۃً ایسا فعل اگر وقوع میں آیا تو بتعلق غرض وجاہلیت ولغویت وحماقت ہوا یا نہیں ۔

جواب:۔ کسی کے مسلمان کرنے میں یہ ضرورت نہیں کہ اس کا جھوٹا پانی پیا جاوے اور پلایا جاوے اور یہ عمل بلا وجہ موجہ بلاضرورت شرعی داخل لغویت ہے۔ علی الخصوص جب کہ بعض کتب فقہ میں مثل در مختار وغیرہ کے مرقوم ہے کہ جھوٹا اجنبی عورت کا مرد اجنبی کو اور مرد اجنبی کا عورت اجنبیہ کو اگرچہ پاک ہے لیکن مکروہ ہے اور رد المحتار میں یہ مرقوم ہے کہ کراہت اسوقت ہے کہ جب مقصود استلذاذ ہو۔ عبارت در مختار یہ ہے نعم یکرہ سورھا للرجل کعکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وھو لایجوز مجتبی انتہی اور رد المحتار میں مرقوم ہے۔ قال الرملی ویجب تقییدہ بغیر الزوجۃ والمحارم انتہی اور بھی اس میں ہے والذی یظھران العلۃ الاستلذاذ فقط ویفھم انہ حیث لا استلذاذ لا کراھۃ لا سیما اذا کان یعافہ انتہی

پس بربنا ر عبارت در مختار یہ فعل زید یعنی اجنبیہ کا جھوٹا پانی پینا اور پلانا مکروہ ہوا اور بربنا ر تحریر صاحب رد المحتار حاشیہ در مختار اگر استلذاذ حاصل ہوا تو مکروہ ہوا اور برتقدیر عدم استلذاذ اگرچہ مکروہ نہیں ہوا لیکن اجتناب اس سے بہتر تھا واللہ اعلم

ابو الحسنات محمد عبدالحی

مرغ کی کھال اور گائے کے پائے کھانا

سوال (۶۶۴) کھال مرغ کی کھانا از روئے شرع شریف کے حلال ہے حرام ہے یا مکروہ کدام مکروہ اور پائے گائے یا بھینس کے جو فی زمانناایام سرما میں کھائے جاتے ہیں کھانا درست ہے یا نہیں اور کھال مرغ اور پایہ گاؤ وغیرہ میں کس قدر فرق ہے

جواب:۔ درست ہے نہایۃ البیان فیما یحل ویحرم من الحیوان میں بحث ذکر احکام شاۃ میں ہے دپوست وپنجہ قبل دباغت حلال ست بایں طور کہ شوربا بریان کردہ بخوردو وقتیکہ مدبوغ شد از خوردن بیرون باشد لیکن انتفاع دیگر درست ست کذا فی مطالب المومنین و در زیلعی مذکور ست اگر سر گوسفند خون آلودہ سوختہ شود زائل شود از آن خون پس گرفتہ شود از آن شوربا جائز است وسوختنش مانند غسل است انتہی واللہ اعلم ابو الحسنات محمد عبدالحی

کھانے میں مینگنی نکلنا

سوال (۶۶۵) ایک یا دو مینگنی چوہے کی پلاؤ کی دیگ یا شیر برنج میں سے نکلے تو وہ کل نجس ہے یا یا کسی قدر اور کسی نے لاعلمی سے کھایا تو کھانے والا عاصی ہوگا یا نہیں اور روٹی کا کیا حکم ہے جس روٹی میں مینگنی نکلے وہی نجس ہے یا کل روٹیاں اس آٹے کی؟

جواب:- جس روٹی میں مینگنی نکلے اگر وہ مینگنی سخت ہے وہ پھینک دی جاوے اور روٹی کھائی جاوے اور اگر بالکل مخلوط ہوگئی اور ریزہ ریزہ ہوکر مل گئی تو وہ روٹی نہ کھائی جاوے۔ فتاوی سراجیہ میں ہے خبز وجد فی خلالہ سرقین فان کان علی صلابتہ یرمی ویوکل الخبز انتہی باقی صرف ایک روٹی میں نکلنے سے اور روٹی اس آٹے کی کھانا منع نہیں ہے اور شیر برنج وغیرہ میں اگر مینگنی سخت نکلے اور بالکل مخلوط نہ ہوئی ہو تو بعض متاخرین نے فتوی دیا ہے کہ پھینک دی جائے اور وہ کھایا جاوے مگر مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ نہ کھایا جاوے خزانۃ الروایات میں مذکور ہے فی العتابیۃ خرء الفارۃ نجس ومن المتاخرین من رخص فی الدہن وفی الطعام ان کان قلیلا لایفسدہ مالم یوجد ریحہ او طعمہ انتہی واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحم بقر تناول فرمانا

سوال (۶۶۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لحم بقر کا کھایا ہے یا نہیں؟

جواب:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بقر کو ذبح کرنا اپنے ازواج کی طرف سے حجۃ الوداع میں اور آپ کے ازواج کے پاس اس گوشت کا آنا صحیح مسلم وصحیح بخاری میں موجود ہے اور کھانا آپ کا صراحۃ کسی روایت میں نظر سے نہیں گذرا۔

اور شیخ دہلوی نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے وخوردہ است آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لحم شاۃ وخوردن لحم بقر مخصوص معلوم نشدہ جز آنکہ در حدیث آمدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کرد از ازواج مطہرۂ خود گاوے را ظاہر آنست کہ از ان خود ہم خوردہ باشد انتہی۔

اور صحیح مسلم میں آخر کتاب الزکوۃ میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے قالت اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلحم بقر فقیل ہذا ما تصدق بہ علی بریرۃ فقال ہو لہا صدقۃ ولنا ہدیۃ انتہی۔ اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تناول فرمایا اور محتمل ہے کہ آپ نے خود نہ کھایا ہو ازواج کو دیدیا ہو۔ واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

انگریزی دوا میں شراب کی آمیزش

سوال (۶۶۷) کوئی عرق انگریزی جس میں ڈاکٹروں کے بیان سے شراب کا ملا ہونا معلوم ہوتا ہے اس مقدار سے کہ جز اس کی پائداری کا ہوسکے اور نشہ نہ لاوے اور رنگ وبو اس دوا میں محتمل ہیں ایسے ناواقف کو شبہ میں ڈال سکتے ہیں اور مزہ اس کا تلخ بکٹھا معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم شراب کا یہی مزہ ہے یا کچھ اور، خلاصہ یہ کہ تغیر ان تینوں چیزوں کا کماحقہ ثابت نہیں ہوسکتا۔ پینا ایسی دوا کا عند الشرع درست ہے۔

یا نہیں ؟

جواب :۔ جس دوا میں شراب کا ملنا اگرچہ ایک قطرہ بھی ہو یقینی یا ظنی ہو اس کا پینا حرام ہے ۔ ۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی

وطی کردہ جانور کا گوشت

سوال (۶۶۸) اگر کسی شخص نے حلال جانور کے ساتھ وطی کی اور اپنا ذکر اس کی فرج میں داخل کیا اور انزال کے وقت باہر نکال لیا جس کی گواہی دو عادل مسلمانوں نے دی تو اب وطی کردہ جانور کا گوشت کھانا اور دودھ پینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ حلال جانور کے ساتھ کسی انسان کے ..... وطی کر لینے کی بنا پر اس کا گوشت حرام نہیں ہوتا ۔ البتہ اس جانور سے بحالت حیاۃ و مماۃ انتفاع مکروہ ہے بلکہ اس کو قتل کر کے جلا دینا مناسب ہے ۔

منح الغفار شرح تنویر الابصار میں ہے ولا حد لوطی بہیمۃ لانہ لیس فی معنی الزنا فی کونہ جنایۃ وفی وجود الداعی الیہ لان الطبع السلیم ینفر عنہ والحامل علیہ نہایۃ السفہ او فرط الشبق الا انہ یعزر والذی یروی انہ تذبح البہیمۃ وتحرق فذلک لقطع التحدث بہ ولیس بواجب قالوا ان کانت الدابۃ مما لا یوکل لحمہا تذبح وتحرق کما ذکرنا وان کانت مما یوکل لحمہا تذبح ویوکل عند ابی حنیفۃ رح وقال تحرق ہذہ ایضاً اذا کانت البہیمۃ للفاعل وان کانت لغیرہ کان لصاحبہا ان یدفع الیہ بالقیمۃ وفی مبین الکنز یطالب صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح ہکذا ذکروا ولا یعرف الا سماعا فیحمل علیہ انتہی

اور مجتبیٰ میں ہے ذبحت ویکرہ الانتفاع بہا حیاتہا وموتہا واطلق الطحاوی انہا اذا کانت لہ ذبحت واء توکل وعن ابی یوسف انہا لا تحرق اذا کانت توکل وکان ابو عبداللہ الجرجانی یقول قول اصحابنا تذبح وتحرق علی وجہ الاستحباب واتی ابن عمر برجل اتی بہیمۃ فلم یجلدہ وامر بہا واحرقت بالدار انتہی

ملاقات یا نکاح کے وقت کوئی چیز کھلانا

سوال (۶۶۹) مکان پر آنے والے مہمان کے بارہ میں صاحب مکان کی خواہش ہوتی ہے کہ پھل فروٹ جو بھی موجود ہوں پیش کر دے اور اس طرح نکاح کے روز تمام اقربا لڑکی والے کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اور قبل النکاح یا بعد میں لڑکی والے کچھ میٹھا یا نمکین مہمانوں کو پیش کرتے ہیں تو یہ فعل قریب سنت ہے یا بدعت ؟

جواب :۔ یہ فعل بدعت نہیں بلکہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ مدارج النبوۃ اور بہجۃ اخبار العروس میں مذکور ہے ۔

غیر اللہ کے نام پر نذر کردہ اشیاء

سوال (۶۷۰) زید کہتا ہے کہ جو اشیا از قسم غلہ شیرینی و ترکاری وغیرہ کہ شوالوں میں یا قبروں پر چڑھائی جاویں یا تعزیوں اور علموں کے سامنے رکھی جاویں جیسا کہ ہندوستان میں ان امور کا دستور ہے۔ ان کل اشیا کا کھانا حرام ہے پس قول زید کا صحیح ہے یا غلط حکم اس کا بنقل عبارت و حوالہ اہم کتاب معتبر مفصلا تحریر فرمائیے؟

جواب:۔ غلہ و شیرینی وغیرہ جو عوام شوالوں اور تعزیوں اور قبروں وغیرہ پر چڑھاتے ہیں مقصود ان کو نذر لغیر اللہ ہوتی ہے اور فقہانے اس امر کی تصریح کی ہے کہ نذر لغیر اللہ حرام ہے اور اس چیز کا کھانا بھی حرام ہے

بحر رائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔ قال الشیخ قاسم فی شرح الدرر واما النذر الذی ینذره اکثر العوام علی ما ہو مشاہد کان یکون لانسان غائب ومریض اوله حاجة ضروریة فیاتی قبر بعض الصلحاء فیجعل ستره علی راسه ویقول یا سیدی فلان ! ان رد اللہ غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک من الذہب کذا او من الفضة کذا او من الطعام کذا او من المال کذا او من الشمع کذا او من الزیت کذا فہذا النذر باطل بالاجماع بوجوہ منہا انہ نذر للمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادة والعبادة لا یکون لمخلوق ومنہا ان المنذور له میت لا یملک ومنہا انہ ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقاده ذلک کفر اللہم الا ان قال یا اللہ انی نذرت لک ان شفیت مریضی ہذا او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم للفقراء الذین بباب السیدة نفیسة والفقراء الذین بباب الامام الشافعی والامام ابی اللیث او اشتری حصر المساجد او زیتا لوقودہا او دراہم لمن یقوم بشعارہا الی غیر ذلک مما یکون فیہ نفع للفقراء والنذر للہ تعالیٰ وذکر الشیخ انما ہو محل صرف النذر لمستحقیہ القاطنین برباطہ او مسجده او جامعه یجوز بہذا الاعتبار ومصرف النذر الفقراء وقد وجد المصرف ولا یجوز ان یصرف ذلک لغنی ولا لشریف منصب لانہ لا یحل له الاخذ ما لم یکن محتاجا فقیرا ولا لذی نسب لاجل نسبه ما لم یکن فقیرا ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف الی الاغنیاء للاجماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا تشتغل الذمة به ولانہ حرام بل سحت ولا یجوز لخادم الشیخ اخذه ولا اکله ولا التصرف فیہ بوجہ من الوجوہ الا ان یکون فقیرا او له عیال فقراء عاجزون عن الکسب وہم مضطرون الیہ فیاخذونہ علی سبیل الصدقة المبتداة واخذه ایضا مکروہ ما لم یقصد بہ الناذر التقرب الی اللہ وصرفه الی الفقراء ویقطع النظر عن نذر الشیخ فاذا علمت ہذا فما یوخذ من الدراہم والشمع والزیت وغیرہا وتنقل الی ضرائح الاولیاء تقربا الیہم فحرام باجماع المسلمین ما لم یقصد والصرف بہا الفقراء الاحیاء قولا واحدا انتہی۔ ابو الحسنات محمد عبدالحی

ہنود کی دعوت کھانا

سوال (۶۷۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی ہندو بیدین بت پرست نے اپنے کسی تہوار یا تقریب شادی یا غمی میں کسی مسلمان دیندار پرہیز گار یا مسلمان بے نمازی زناکار شراب خور

بدعتی کی دعوت کی اور ان مسلمانوں نے اس کی دعوت قبول کی اور کوئی چیز مثل کھانے کے کھائی دیا
کھانے کا سامان یا نقد روپیہ لیا اور اپنے ہاتھ سے پکایا اور کھایا تو اس طرح ہندوؤں کا کھانا اور
دعوت لینا درست ہے یا نہیں۔

سوال دوم ــــــ اگر اس طرح کا کھانا ہندوؤں کا درست ہو تو بہا ورنہ ان کھانے والوں کی کیا سزا ہے

جواب:۔ جواب سوال اول ــــــ ہندو کے تہوار کے دن ہدیہ یا دعوت لینا مسلمان کو نہیں درست ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ ذخیرہ میں ہے لاینبغی للمومن ان یقبل ہدیۃ الکافر فی یوم عیدہم ولو قبل لایرسل الیہم شیئا انتہی۔

اور خزانۃ الروایات میں ہے فی الفصول والتاتارخانیۃ فی المحیط مایاتی المجوس فی یوم نیروزہم من الاطعمۃ الی الاکابر والسادات من کانت بینہ وبینہم معرفتہ وذہاب ومجی فقد قیل من اخذ ذلک علی وجہ الموافقۃ یضرہ ذلک ہدیۃ انتہی باقی تقریب شادی اور غمی میں اگر ہندو دعوت کرے تو اس کا قبول کرنا درست ہے بعض فقہا کے نزدیک اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے جیسا کہ خزانۃ الروایات میں ہے فی مفید المستفید من الواقعات لاباس بالذہاب الی ضیافۃ اہل الذمۃ ہٰکذا ذکر محمد لکن للمذکور فی النوازل یخالف ہٰذا فانہ کرہ فیہ الاجابۃ انتہی اور بر تقدیر جواز قبول ضیافت مشروط ساتھ اس امر کے ہے کہ مجلس دعوت غنا ومزامیر وبت پرستی وشر الجزری واطوار کفر وشرک ومحرمات سے خالی ہو اور اگر اس مجلس میں ایسے امور ہوں تو جانا درست نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے:۔ دعی الی ولیمۃ وثمہ لعب او غناء قعد واکل والمنکر فی المنزل ولو علی المائدۃ لاینبغی ان یقعد بل یخرج فان قدر علی المنع فعل والا اصبر ان علم اولا باللعب لایحضر اصلا سواء کان ممن یقتدی بہ اولا ملخصا

جواب سوال دوم ــــــ جس شخص نے دعوت ہندو کے تہوار کی قبول کی یا ضیافت تقریب میں باوجود موجود ہونے منکرات شرعیہ کے تو اس پر توبہ استغفار لازم ہے۔ واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

سود خوار کی دعوت کھانا

سوال (۶۷۲) مسلمان مبتدع شیعہ وسود خوار ورشوت خوار وشراب خوار کے گھر مسلمان دیندار کو کھانا اور نوکری کرنا درست ہے یا نہیں باوجودیکہ اُسکے گھر کھیتی بھی ہوتی ہے اور مال حلال بھی ہے

جواب: اگر مال حلال غالب ہے تو اس کے یہاں کھانا کھانا اور نوکری کرنا درست ہے اور اگر حرام غالب ہے تو نہیں درست ہے جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ یہ کھانا یا یہ تنخواہ مال حلال سے ہے۔ اشباہ میں ہے اذا کان غالب مال المہدی حلالا فلا باس بقبول ہدیتہ واکل مالہ مالم یتبین انہ من حرام وان کان غالب مالہ الحرام لایقبلہا ولا یاکل الا اذا قال انہ حلال ورثہ او استقرضہ انتہی واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

باب مایحل اکلہ ومالا یحل

جریث مچھلی کا حکم

سوال (۶۷۳) جریث جو سیاہ قسم کی مچھلی ہوتی ہے حلال ہے یا حرام

جواب :- حلال ہے - ہدایہ میں ہے لا باس باکل الجریث والمارماھی - انتہی

جھینگا مچھلی کا حکم

سوال (۶۷۴) جھینگا حلال ہے یا حرام

جواب: بعض فقہانے اسکو مچھلی کی قسم شمار نہیں کیا بلکہ دریائی کیڑا سمجھ کر حرام قرار دیا اور بعض فقہا مچھلی شمار کرکے حلال کہتے ہیں۔ کیونکہ حنفیہ کا ضابطہ ہے کہ مچھلی کے ماسوا کوئی دریائی جانور حلال نہیں اور مچھلی بجمیع انواع حلال ہے۔

منتہی الارب میں ہے اربیان نوعی از ماہی ست کہ آنرا بہندی جھینگا میگویند

اور صراح میں ہے اربیان نوعی از ماہی است

مردار کا چمڑا کھانا

سوال (۶۷۵) مردہ جانور کا چمڑا کھانا کیسا ہے اور بکری کے سر کے بارہ میں جو مشہور ہے کہ چمڑا علیحدہ کئے بغیر ہی بھون کر لوگ کھاتے ہیں صحیح ہے یا نہیں؟

جواب :- مردار کا چمڑا خواہ مدبوغ ہو اور مذبوح درندوں کا چمڑا جائز نہیں ہے - لیکن مذبوحہ بکری کا چمڑا کھانا جائز ہے زیلعی لکھتے ہیں جاز بیع لحوم السباع وشحومہا وجلودھا بعد الذکاۃ کجلود المیتۃ بعد الدباغ حتی یجوز بیعہا والانتفاع بہا غیر الاکل لطہارتہا بالذکاۃ انتہی ملخصا

اور منح الغفار میں ہے ویباع جلد المیتۃ وینتفع بہ لطہارۃ بعد الدبغ بغیر الاکل فانہ لا یجوز اکلہ وان کان طاھراً قال فی السراج الوھاج مسئلۃ جلد المیتۃ بعد الدباغ ھل یجوز اکلہ اذا کان من حیوان ماکول اللحم قال بعضہم نعم لانہ طاھر کجلد الشاۃ المذکاۃ وقال بعضہم لا یجوز اکلہ وھو الصحیح انتہی

اور ہدایہ میں ہے :- ثم ما یمنع النتن والفساد فہو دباغ وان کان تشمیسا او تتریبا انتہی

تاڑی اور شراب کا سرکہ

سوال (۶۷۶) تاڑی اور شراب کا سرکہ بناکر استعمال کرنا حلال ہے یا حرام؟

جواب :- جب کہ تاڑی اور شراب کی حقیقت ختم ہوگئی اور سرکہ بن گیا تو حلال ہے - قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعم الادام الخل انتہی

اوجھڑی کھانا

سوال (۶۷۷) گائے اور بکری کی اوجھڑی حلال ہے یا حرام

جواب:۔ حلال ہے۔

جگر اور طحال کھانا

سوال (۶۷۸) بکری یا گائے کا جگر اور طحال حلال ہے یا حرام

جواب؛ حلال ہے۔ دارقطنی۔ ابن ماجہ۔ احمد بروایت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں۔ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم احلت لنا المیتتان والدمان المیتتان الحوت والجراد والدمان الکبد والطحال انتہی

مچھلی کو ذبح کرنے کی ضرورت

سوال (۶۷۹) مچھلی کو ذبح کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں مچھلی کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں؛ حلال است بے ذبح وشکار کردن وبرآوردن آں از دریا حکم ذبح دارد انتہی

مجوسی کی شکار کردہ مچھلی

سوال (۶۸۰) اگر کافر یا مجوسی شکار کرکے دریا سے مچھلی لایا تو حلال ہے یا نہیں؟

جواب:۔ حلال ہے۔ کمال الدین محمد بن موسی الدمیری الشافعی نے حیاۃ الحیوان میں حسن بصری کا قول نقل فرمایا ہے فرماتے تھے کہ میں نے ستر صحابہ کو دیکھا جو مجوسیوں کا شکار کھاتے تھے۔

اور ابوالمکارم شرح نقایہ میں فرماتے ہیں وفی المحیط لا باس باکل سمکۃ اصطادھا المجوسی لانہا تحل بدون التسمیۃ فالمجوسی وغیرہ فیہ سواء انتہی

گرگ کا حکم

سوال (۶۸۱) گرگ یعنی ڈھینگ حلال ہے یا حرام

جواب:۔ گرگ بھی کرگس کی ایک قسم اور مردار خوار پرندہ ہے جو حرام ہے۔

قبروں پر شیرینی چڑھانا

سوال (۶۸۲) بتوں یا قبروں اور تعزیہ پر شیرینی چڑھانا حلال ہے یا حرام؟

جواب:۔ اگر صدقہ مقصود نہ ہو بلکہ ان کی خوشامد وچاپلوسی اور نیت تقرب ہو تو حرام ہے ورنہ بہر صورت کراہت ضرور ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی بعض سوالات کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں، نہادن طعام پیش تعزیہ وغیرہ تمام شب بلکہ پیش قبور حقیقۃ تشبہ بکفار وبت پرستان است پس ازیں جہت کراہت پیدا میکند انتہی

گھوڑے کی حلت وحرمت

سوال (۶۸۳) ائمہ اربعہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانے کا کیا حکم ہے

جواب:۔ امام شافعیؒ واحمد ابن حنبلؒ کے نزدیک حلال ہے جیسا کہ بخاری ومسلم میں حدیث ہے: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم خیبر عن لحوم الحمر الاھلیۃ واذن فی لحوم الخیل انتہی

اور امام اعظمؒ اور امام مالکؒ مکروہ فرماتے ہیں۔ امام مالک کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے اور بعض اصحاب حنفیہ کراہت تحریمی کے قائل ہیں اور بعض کراہت تنزیہی کے۔ صاحب کافی نے کراہت تنزیہی کو صحیح لکھا اور مطالب المومنین میں کراہت تحریمی کو اصح کہا گیا ہے

اور تفسیر احمدی میں ہے مفتی کو چاہیئے کہ گھوڑے کے تندرست ہونے کی حالت میں جواز کا فتوی نہ دے۔ کیونکہ آلہ جہاد میں قلت واقع ہوگی۔ لیکن اگر گھوڑا قریب الہلاک ہو تو جواز کا فتوی دیدے تاکہ مال مومن ضائع نہ ہو۔

اور کفایۃ المنتہی میں ہے بعض لوگوں نے نقل کیا کہ امام صاحب نے گھوڑے کے گوشت کی حرمت سے تین روز قبل رجوع کرلیا۔ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی جامع الرموز۔

پان میں چونہ کھانا

سوال (۶۸۴) پان میں کھانے والے چونہ کی مقدار حلال ہے یا حرام؟

جواب:۔ جائز ہے۔ نصاب الاحتساب میں ہے یباح اکل النورۃ مع الورق الماکول فی دیار الھند لانہ قلیل نافع فان الغرض المطلوب من الورق المذکور لا یحصل بدونھا انتہی

چمگادڑ کی حلت وحرمت

سوال (۶۸۵) چمگادڑ حلال ہے یا حرام

جواب:۔ اس کا حکم مختلف فیہ ہے۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے ولا یوکل الخفاش لانہ ذو ناب انتہی

اور عینی شرح ہدایہ میں ہے وفیہ نظر لان کل ذی ناب لیس بمنہی عنہ اذا کان لا یصطاد بنابہ انتہی

ریشم کے کیڑے کا حکم

سوال (۶۸۶) ریشم کا وہ کیڑا جس میں ابھی تک جان نہیں پڑی حلال ہے یا حرام

جواب:۔ حلال ہے۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے ولا باس بدود الزنبور قبل ان ینفخ فیہ الروح لان ما لا روح لہ لا یسمی میتۃ انتہی۔

گردہ کھانا

سوال (۶۸۷) گردہ مکروہ ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مکروہ نہیں ۔ مدارج النبوۃ میں ہے ۔ در حدیث عبدالرحمٰن بن ابی بکر آمدہ است بودیم ما با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صد و سی تن وذکر کرد کہ خمیر کردہ شد یک صاع از طعام وساختہ شد کہ سر گوسفند پس بریاں کردہ شد سواد البطن شاۃ یعنی جگر و دل وگردہ وآنچہ درمیان شکم باشد وبخدا سوگند نبود ہیچ یکے ازیں صد و سی تن مگر آنکہ برید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازاں پارہ برائے وے پس گردانید ازاں شاۃ دو کاسہ بزرگ از طعام پس خوردیم ماہمہ وباقی ماند آنچہ درو کاسہ بود پس برداشتیم آنرا بر شتر انتہی

اور اسی کتاب میں دوسری جگہ مذکور ہے ۔ در حدیث ترمذی آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اطیب اللحم وبعضے گفتہ اند کہ محبت لحم ذراع ازاں جہت بود کہ ابعد ست از مواضع نجاست ومویدایں توجیہ است آنچہ روایت کردہ شدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکروہ پنداشت کلیتین یعنی گردہا را ازجہت قرب آنہا بمکان بول اما حافظ عراقی گفتہ کہ اسناد ایں حدیث ضعیف است انتہی

فیل مرغ کا حکم

سوال (۶۸۸) فیل مرغ حلال ہے یا حرام؟

جواب: حلال ہے ۔ کیونکہ دانہ کھاتا ہے ۔ ایسا شکاری نہیں کہ پنجہ سے شکار کرنیکا عادی ہو اور نہ مردار خوار ہے اور محض مشابہت صوری سبب حرمت نہیں ہوسکتی ۔ خرگوش اور گورخر بھی اسی وجہ سے حلال ہے ۔

جریث مچھلی اور جھینگے کا فرق

سوال (۶۸۹) جریث مچھلی جھینگے ہی کو کہتے ہیں یا دوسری قسم ہے اور جھینگے کا کیا حکم ہے

جواب:۔ جریث اور جھینگہ دو علیحدٰہ علیحدٰہ قسمیں ہیں ۔ صاحب درمختار جریث کے بارہ میں فرماتے ہیں ۔ سمک اسود انتہی

اور اصحاب لغت کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اربیان یعنی جھینگہ مچھلی کی ایک نوع ہے مثل دود ۔

صحاح میں ہے الاربیان بکسر الہمزۃ ضرب من السمک بیض کالدود ویکون بالبصرۃ انتہی

اور صراح میں ہے اربیان نوعی از ماھی انتہی

اور صاحب منتہی الارب تحریر فرماتے ہیں اربیان نوعی از ماھی است کہ آنرا بہندی جھینگا میگویند ۔ لہٰذا نوع سمک ہونے کی وجہ سے بمقتضائے قاعدہ متون اور حلت جمیع اقسام سمک بغیر ذبح کئے حلال ہوگا مگر بعض فقہانے حرام قرار دیا اور کہا کہ مچھلی کے ساتھ مشابہ نہیں بلکہ ایک دریائی کیڑا ہے ۔

پیلو کھانا

سوال (۶۹۰) پیلو پرندہ کھانا حلال ہے یا حرام؟

جواب: تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ پیلو پرندہ ہے جسکو حیدرآباد دکن میں پیلک بھی کہتے ہیں ۔ قد میں ستارک کے برابر زرد رنگ ہوتا ہے اور دونوں بازوؤں پر سیاہی ہوتی ہے اصل غذا دانہ ہے اور حشرات الارض سے کملوں کو بھی کھاتا ہے ۔ پنجہ سے شکار

نہیں کرتا اور نہ مردار خوار ہے اس لئے اس کے حلال ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

کافر کے ساتھ کھانا کھانا

سوال (۶۹۱) دسترخوان کے ایک طرف مسلمان کھانا کھا رہے ہیں اور اسی دسترخوان کے دوسری جانب ایک کافر بھی بیٹھا ہوا اپنے برتن میں کچھ کھا رہا ہے۔ موجودہ صورت میں مسلمان کے اسلام میں کوئی نقص آئے گا یا نہیں؟

جواب: نقصان نہیں آئیگا۔ مگر ہمیشہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ عالمگیریہ میں ہے ولم یذکر محمدؒ الاکل مع المجوس ومع غیرھم من اھل الشرک انہ ھل یحل ام لا وحکی عن الحاکم الامام عبدالرحمٰن الکاتب انہ ان ابتلی بہ المسلم مرۃ اومرتین فلا باس بہ واما الدوام علیہ فیکرہ کذا فی المحیط انتہی

افیون کھانے کا حکم

سوال (۶۹۲) سراج المنیر میں افیون کو حلال قرار دیا ہے اس بارہ میں تحقیقی حکم کیا ہے

جواب:۔ افیون بلاعذر کھانا حرام ہے۔ اباحت اور جواز کی ایک روایت ہے مگر غیر معتبر، درمختار میں ہے ویحرم اکل البنج والحشیشۃ وھی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللہ تعالیٰ وعن الصلوٰۃ لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئاً من ذلک لاحد علیہ وان سکر منہ بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوھرۃ انتہی

اور مجمع البرکات میں ہے۔ ولا یجوز اکل البنج والحشیش والافیون وذلک کلہ حرام لانہ یفسد العقل لکن تحریم ذلک دون تحریم الخمر فان اکل شیئاً من ذلک لاحد وان سکر منہ کما اذا شرب البول او اکل الغائط فانہ حرام ولاحد علیہ فی ذلک بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوھرۃ النیرۃ انتہی

اور شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری نے بحث مسواک میں حدیث بیان فرمائی ان فی الافیون سبعین مضرۃ اقلھا نسیان الشھادۃ عند الموت انتہی

افیون مریض کے لئے

سوال (۶۹۳) بیمار کے لئے افیون کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر یقین ہوجائے کہ افیون کے سوا کسی حلال دوا سے شفایاب نہ ہوگا اور افیون سے آرام ہوجائے گا تو پھر بلاکراہت کھانا جائز ہے اور اگر دوسری شفابخش دوائیں بھی موجود ہیں تو پھر مکروہ ہے لیکن اگر افیون سے شفا پانے کا یقین نہ ہو تو جائز نہیں نصاب الاحتساب میں ہے التداوی بالخمر وبحرام آخر ان لم یتیقن فیہ بالشفاء فلا یجوز بلا خلاف لان الحرمۃ متیقن لا تترک بالشک وان تیقن بالشفاء فیہ ولہ دواء سواہ ایضا لا یجوز ایضا لعدم تحقق الضرورۃ وان تیقن بالشفاء فیہ ولا دواء لہ سواہ قیل لا یجوز لقول ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان اللہ تعالیٰ

ماجعل شفاء کم فیما حرم علیکم وقیل یجوز قیاسا علی شرب الخمر حالۃ العطش والجواب عن الاثر انہ لم یبق محرما اذ لا یکون الشفاء فی الحرام انتہی

کھجور اور ناریل کی تاڑی

سوال (۶۹۴) سیندھی اور ناریلی تاڑی حلال ہے یا حرام؟

جواب:۔ تاڑی سیندھی ہو یعنی درخت کھجور سے نکلی ہوئی یا ناریلی بقدر نشہ آور حرام ہے ابوداؤد ام سلمۃؓ سے روایت کرتے ہیں قالت نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر انتہی

اور امام اعظم حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں انہ قال علیہ السلام کل مسکر حرام ان علی اللہ عہدا لمن یشرب المسکر الحدیث انتہی یہ قاعدہ ہے کہ جس شے کی کثیر مقدار مسکر ہوتی ہے تو قلیل مقدار بھی حرام ہوتی ہے خواہ نشہ پیدا نہ کرے۔ احمد ابن ماجہ۔ دارقطنی بیان کرتے ہیں عن ابن عمر انہ قال صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام انتہی اور عینی شارح کنز فرماتے ہیں قال محمد والثلثۃ کل ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام من ای نوع کان انتہی

جائفل کھانا

سوال (۶۹۵) جائفل کھانا حلال ہے یا حرام؟

جواب: حرام ہے۔ درمختار میں ہے وکذا التحریم جوزۃ الطیب لکن دون حرمۃ الحشیش انتہی

نوٹ:۔ جائفل کو مخدر عقل کہا جاتا ہے مسکر نہیں ہے اس لئے تھوڑی مقدار حرام نہ ہوگی۔ بلکہ اگر کثیر مقدار میں کھائی جائے جس کی وجہ سے طبیعت میں کسل اور سستی محسوس ہونے لگے تو حرام ہے۔

واللہ اعلم وعلمہ احکم ، خورشید عالم

بھنگ پینا

سوال (۶۹۶) بھنگ جس کو فقہاء ورق القنب اور حشیشہ کہتے ہیں حلال ہے یا حرام۔ اور اسی طرح پاک ہے یا ناپاک؟

جواب:۔ حرام ہے یا اس وجہ سے کہ مخدر اور مفتر عقل ہے امام احمد اپنی مسند میں اور ابوداؤد اپنی سنن میں روایت بیان کرتے ہیں عن ام سلمۃ قالت نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر انتہی اور یا اس کے سکر کی وجہ سے

اور امام نووی فرماتے ہیں کہ بھنگ کی تھوڑی مقدار جو نہ مخدر عقل ہے اور نہ مسکر، حرام نہیں ہے اور زرکشی امام مسلم کے پیچھے پڑ گئے اور کہا حدیث صحیح میں وارد ہے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام

اور ابن دقیق العید فرماتے ہیں افیون اور بھنگ کے پاک ہونے پر اجماع ہے اور جوز الطیب بھی پاک ہے۔

ابوالحسنات محمد عبدالحیؒ

گانجا پینا

سوال (۶۹۷) افیون، گانجا اور تاڑی پینا حرام ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مذکورہ تینوں چیزیں مسکر اور حرام ہیں۔ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کل مسکر حرام اور دوسرا قول ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے قال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وھو نجس ایضا قالوا وبقول محمد ناخذ، انتھی

تاڑی اور شراب پینا

سوال (۶۹۸) تاڑی اور ہر وہ شراب جس کی کثیر مقدار مسکر ہو پینا اور نان پاؤ کھانا جس کا خمیر تاڑی سے بنتا ہے حلال ہے یا حرام؟

جواب:۔ مذکورہ تینوں چیزیں حرام ہیں۔ اگرچہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک بعض شرابوں کی صرف نشہ آور مقدار حرام ہے اور نشہ نہ پیدا کرنے والی حرام نہیں مگر امام محمد کے نزدیک مسکر کی کثیر و قلیل مقدار مطلقا حرام ہے اور یہی قول معتبر ہے روایۃً بھی اور درایۃً بھی۔

خزانۃ المفتین میں ہے ذکر فی شرح مجمع البحرین الصحیح ما ذھب الیہ محمد انتھی اور مجمع البرکات میں ہے الفتوی علی قول محمد انتھی

اور ملتقی الابحر میں ہے والکل حرام عند محمد وبہ یفتی والخلاف انما ھو عند قصد التقوی واما عند قصد التلھی فحرام اجماعا انتھی

اور زیلعی تبیین شرح کنز میں فرماتے ہیں الفتوی الیوم علی قول محمد حتی یحد من یسکر من الخمر المتخذۃ من الحبوب والعسل واللبن والتین انتھی

اور رمز الحقائق شرح کنز میں ہے قال محمد والثلثۃ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام من ای نوع کان لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل مسکر خمر وکل خمر حرام رواہ مسلم وعن ابن عمر انہ صلی اللہ علیہ قال ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ رواہ احمد وابن ماجۃ والدارقطنی وصححہ۔ والفتوی علی قول محمد والاختلاف فیما اذا قصد بہ التقوی دون التلھی ـــــــ وان قصد بہ التلھی فھو حرام بالاجماع انتھی

اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے قال محمد قلیلہ وکثیرہ حرام قالوا وبقول محمد ناخذ انہ حرام ومذھب محمد انہ حرام ونجس کما ھو مذھب مالک والشافعی واحمد وابی داؤد واذا کان شربہ للھو فقلیلہ وکثیرہ حرام اتفاقا کما ھو المعتاد فی ھذا الزمان بین الانام یجتمعون علی ھذہ المسکرات کاجتماعھم علی الخمر انتھی

اور ابو المکارم شرح مختصر وقایہ میں فرماتے ہیں قال الفقیہ ابو اللیث وبقول محمد ناخذ وفی الخلاصۃ ان الفتوی علی قول محمد۔ اور کفایہ حاشیہ ہدایہ میں ہے ذکر فی الفتوی ان الفتوی علی قول محمد کذا ذکرہ الامام المحبوبی انتھی

اور فصیح الدین ونظامی ہروی شرح وقایہ میں تحریر فرماتے ہیں ثم ان فی مجمع البحرین ان الصحیح فی کل اشربتہ قول محمد وفی النہایۃ ان الفتوی علی قول محمد فی الخلاصۃ قال الفقیہ ابو اللیث وبقول محمد ناخذ وعلیہ الفتوی وفی الواقعات الحسامیۃ وبقول محمد ناخذ انتہی

اور جامع الرموز میں ہے ان شرب نبیذ الحب والحلاوات بشرطہ حلال عند الشیخین فلا یحد السکران منہ ولا یقع طلاقہ وحرام عند محمد فیحد ویقع کما فی الکافی وعلیہ الفتوی کما فی الکفایۃ۔

اور شرح مختصر وقایہ میں الیاس زادہ رومی لکھتے ہیں الشیخ الخمسۃ الی ذکران الفتوی علی قول محمد انتہی

اور تنویر الابصار میں ہے وحرمہا محمد مطلقا وبہ یفتی انتہی

اور در مختار میں ہے قولہ غیرہ کصاحب الملتقی والمواھب والکفایۃ والنہایۃ والمعراج وشرح المجمع وشرح درالبحار والقہستانی والعینی حیث قالوا الفتوی فی زماننا بقول محمد لغلبۃ الفساد انتہی

اس کے علاوہ بھی دیگر کتب معتبرہ متون وشروح اور فتاوی میں اس قسم کے مؤیدات ہیں۔ جبکہ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مذہب مفتی بہ ہر مسکر کی کثیر وقلیل مقدار حرام ہے تو تاڑی کے ایک قطرہ اور زائد مسکر مقدار کی حرمت میں کوئی شبہ رہا اور اسی طرح تاڑی کی نجاست اور نان پاؤ کی حرمت میں کوئی شبہ نہ رہا جس کا خمیر تاڑی سے بنتا ہے۔ اور بعض علما کے ذہن میں جو راسخ ہے کہ اس مسئلہ میں قول شیخین معتبر ہے وہ محض اس بنا پر کہ متون میں اس کا ذکر ہے اور اصحاب متون کا قول صحاب شروح وفتاوی کے قول پر مقدم ہوتا ہے۔ یہ خیال ان کا باطل ہے کیونکہ مسئلہ مذکورہ متون حنفیہ کے یہ تین مسلک ہیں

(۱) اصحاب متون نے قول شیخین اور قول محمد دونوں کو ذکر کیا۔

(۲) اور بعض اصحاب متون نے قول محمد پر فتوی کو صراحتہ ذکر کیا

(۳) اور بعض نے صرف قول شیخین کے ذکر پر اکتفا کیا جو مشہور ہے کہ قول اصحاب متون مقدم ہے وہ بھی مقید ہے اس شرط کے ساتھ کہ شراح وغیرہ نے اس کے خلاف فتوی نہ دیا ہو اور اسی طرح مشہور ہے کہ مسائل ظاہر الروایۃ مقدم ہوا کرتے ہیں مسائل نوادر پر لیکن وہ بھی اسی شرط کے ساتھ مشروط ہے

تنقیح فتاوی حامدیہ میں مرقوم ہے قد ذکروا ان ما فی المتون مصحح التزاما ای التزم اصحاب المتون ان یذکروا فیہا الصحیح وان لتصحیح الصحیح اقوی من التصحیح التزاما انتہی

اور رد المحتار میں ہے فکان احد القولین ظاہر الروایۃ والآخر غیرھا فقد صرحوا اجمالا بانہ لا یعدل عن ظاہر الروایۃ فہو ترجیح ضمنی فلا یعدل عنہ بلا ترجیح صریح لمقابلتہ وکذا لو کان احد القولین فی المتون او الشروح او کان قول الامام او کان ھو الاستحسان انتہی

لہٰذا مسئلہ مذکورہ میں اگرچہ قول شیخین کتب ظاہر الروایۃ اور متون میں مذکور ہے لیکن جب شراح معتبرین اور مشائخ

معتمدین نے قول محمد پر فتویٰ دیا تو ارباب متون کے ذکر کرنے کی ..... وجہ سے ترجیح ضمنی کا کوئی اعتبار نہ رہا۔ اور بعض مشائخ کا یہ قول کہ یہ فتویٰ خلاف رسم مفتی ہے کا بالکل لغو ہے۔ قاضی خاں کی موجودہ عبارت ان کانت المسئلۃ مختلفا فیما بین اصحابنا فان کان مع ابی حنیفۃ احد صاحبیہ یاخذ بقولہما الوفور الشرائط واجتماع ادلۃ الصواب فیہما، بالکل لغو ہوجاتا ہے چند وجوہ کی بنا پر۔

وجہ اول۔ صرف شیخین یا طرفین کے مذہب پر افتا کا التزام کرلینا صرف اس وقت ہوسکتا ہے۔ جبکہ دونوں مساوی فی الدلیل ہوں۔ لیکن اگر کسی ایک قول کی دلیل قوی ہوگی تو اس قول پر فتوی دینا لازم وضروری ہے خواہ شیخین کے خلاف ہو یا طرفین کے۔ ہاں اگر کوئی مفتی نظر فی الدلیل کی اہلیت ہی نہیں رکھتا تو اس کے لئے بجز اختیار ترتیب کے کوئی چارۂ کار نہیں

درمختار میں ہے الاصح کما فی السراجیۃ وغیرہا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک انتہی

دوسری جگہ ہے قال الحلبی الذی یظہر فی التوفیق ای بین ما فی الحاوی وما فی السراجیۃ ان من کان لہ قوۃ ادراک لقوۃ المدرک یفتی بالقول القوی المدرک ای الدلیل والا فا لترتیب انتہی

اور یہی مفہوم ہے سراجیہ کی عبارت کا والاول اصح اذا لم یکن المفتی مجتہداً فھو صریح فی ان المجتھد یعنی من کان اھل النظر فی الدلیل یتبع من الاقوال ما کان اقوی دلیلا والا اتبع الترتیب السابق انتہی

اور معلوم ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں قول محمد کی دلیل قوی ہے۔ لہٰذا قول محمد پر مشائخ کا فتوی دینا رسم مفتی کے موافق ہو کیونکہ اکثر مشائخ نظر فی الدلیل کی اہلیت رکھتے تھے اور دلائل طرفین کی تنقیح کرنے اور ادلۂ قول محمد کی قوت کے ظاہر ہونے کے بعد فتوی دیا ہے

وجہ ثانی۔ اگر رسم مفتی مذکور علی الاطلاق درست ہو تو لازم آتا ہے کہ امام اعظم کے خلاف قول زفرؒ پر بھی مشائخ کا فتوی معتبر نہ ہو حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے۔ ردالمحتار میں ہے وعن ھذا تراھم قد یرجحون قول بعض اصحابہ علی قولہ کما رجحوا قول زفر وحدہ فی سبع عشرۃ مسئلۃ۔ فنتبع ما رجحوہ لانہم اھل النظر فی الدلیل انتہی

وجہ سوم۔ ارباب نظر وترجیح مشائخ کے فتوی دینے کے بعد مفتیوں کی چون وچرا کرنے کی مجال نہیں بلکہ سر تسلیم خم کردینا ان کے لئے لازم وضروری ہے درمختار میں ہے واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما لو افتوا فی حیاتہم انتہی

اور علامہ قاسم ابن قطلوبغا اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں الناس بین مقلد محض ومقلد لہ اھلیۃ النظر فعلی الاول اتباع ما صححہ المشائخ والثانی لہ الترجیح والتصحیح انتہی

اور بعض اہل علم کے ذہنوں میں یہ خیال آتا ہے کہ ہر مسکر کی کثیر وقلیل مقدار کی حرمت کے بارہ میں مشائخ کا فتوی صرف قول محمد پر نہیں بلکہ بقول شیخین بھی ہے۔ کیونکہ یہ فتوی ان لوگوں کے حق میں ہے جو محض لہو ولعب اور سکر کے لئے پیتے ہیں

لیکن جو لوگ علاج یا تقویت کے لئے پیتے ہیں ان کے لئے نہیں۔ یہ خیال بہت عجیب وغریب ہے کیونکہ رمز الحقائق اور ملتقی الابحر وغیرہ کی عبارتوں سے صراحۃً معلوم ہوگیا کہ تلہی وسکر کے ارادہ سے پینا بالاتفاق حرام ہے لہٰذا اس صورت میں قول محمد پر فتوی دینے کے کیا معنی۔ امام محمد اور شیخین کا اختلاف بقصد تداوی وتقوی پینے میں ہے۔ اور اسی اختلافی صورت میں مشائخ نے قول محمد پر فتوی دیا۔ لہٰذا یہ فتوی قول شیخین کے خلاف پر دیا گیا۔ اور بحقیقت ہر ایک ادنی طالب علم پر واضح ہے چہ جائیکہ اساتذہ اور شیوخ پر اور بعض مدعیان علم کا دعوی کہ فتوی ہمیشہ نرمی اور سہولت پر اور عمل آسانی پر ہوا کرتا ہے اس لئے قول امام محمد ضیق وتنگی کی وجہ سے غیر معتبر ہے بالکل غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ اگر یہ مراد ہے کہ ہر جگہ فتوی اور عمل آسانی پر ہونا چاہیئے خواہ دلیل ضعیف ہی ہو تو یہ عقلاً اور نقلاً کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ حاوی قدسی کی عبارت میں گذر چکا کہ افتا میں قوۃ دلیل کا اعتبار ہوتا ہے۔ ابن ہمام فتح القدیر میں اور حلبی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں تحریر فرماتے ہیں لا ینبغی ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقہا روایۃ انتہی

اور بیری زادہ شرح اشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں قال ابن الشحنۃ فی شرح الہدایۃ اذا صح الحدیث و کان علی خلاف المذہب عمل بالحدیث ویکون ذلک مذہبہ ولا یخرج مقلدہ عن کونہ حنفیا فقد صح عن الامام ابی حنیفۃ اذا صح الحدیث فہو مذہبی انتہی

اور اگر مراد یہ ہو کہ اکثر جگہوں میں فتوی اور عمل رفق وسہولت پر ہونا چاہیئے تو یہ معنی مفید نہیں۔ کیونکہ اس جگہ سہولت نہ ہونے سے تمام جگہ کی نفی نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں اگر ہر جگہ رفق وسہولت کا اعتبار ہو تو لازم آئے گا کہ جماعت کو مستحب کہا جائے۔ واجب، یا سنت موکدہ نہ کہا جاوے۔ اور اشعار حجاج کے مسئلہ میں اشعار ربذنہ کی کراہت کے لئے امام صاحب کا قول اختیار کیا جائے اور دف کے علاوہ بھی تمام مزامیر طبلہ۔ عود و بربط وغیرہ میں حلت وجواز کا قول اختیار کیا جائے۔ اور یہ قول وہی شخص کر سکتا ہے جو سید المرسلین کے اقوال سے معرض اور دنیا کے لہو ولعب میں مشغول ہو۔ علاوہ ازیں عسر وتیسیر کا اعتبار اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ ایک مسئلہ میں اقوال مختلفہ غیر مرجح جمع ہو جائیں لیکن جس صورت میں مشائخ نے کسی ایک قول کو ترجیح دیدی ہو تو اس وقت ان کے فتوی کو معتبر ماننا لازم وضروری ہے

در مختار میں ہے وما نحن فیہ فعلینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما لو افتوا فی حیاتہم فان قلت قد یحکون اقوالاً بلا ترجیح قلت یعمل بمثل ما عملوا بہ من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس وما ھو الارفق وما ظھر علیہ التعامل وما قوی وجھہ انتہی اور جو لوگ اعتبار رفق ویسر پر بقول صاحب قنیہ ینبغی للمفتی ان یفتی للناس بما ھو اسہل علیہم اور بقول صاحب کشف بزدوی یستحب للمفتی الاخذ بالرخص تیسیرا علی العوام انتہی استدلال کرتے ہیں وہ علماء حنفیہ کی اصطلاحات سے ناواقف ہیں۔ کیونکہ ان کی اصطلاح میں مفتی بمعنی مجتہد ہوتا ہے قاسم بن قطلوبغا اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں۔ اعلم ان مشایخنا یطلقون لفظ المفتی علی من لہ نوع اجتہاد فی المذہب

ویطلقون علی امثالہا لفظ المتفقہ انتہی ۔

اور بعض فضلا جو کہتے ہیں کہ مسئلہ مذکورہ میں حنفیہ کی ایک جماعت نے قول شیخین کو صحیح قرار دیا چنانچہ خزانۃ المفتین میں ہے وفی الہدایۃ والنہایۃ وفتاوی قاضی خان وظہیر الدین والخلاصۃ وفتاوی الکبری وفتاوی اہل سمرقند والحمیدی ان الاصح ما علیہ ابو حنیفۃ وابو یوسف انتہی لہٰذا اس تصحیح کا اعتبار کرنا چاہیے نہ تصحیح قول محمد کا ۔ فضلا کا یہ قول باطل ہے بچند وجوہ ۔

وجہ اول : قول محمد کو ترجیح دینے والے کثیر ہیں ۔ بہ نسبت مرجحان قول شیخین کے چنانچہ کتب فقہیہ کے ماہرین پر مخفی نہیں لہٰذا قول محمد کے مرجحین پر اعتبار کرنا لازم ہے ۔

اور تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے ۔ القیاس ان یعمل بما علیہ الاکثر کما نقلہ الشرنبلالی فی شرح امداد الفتاح من باب صلوۃ المریض انتہی

وجہ دوم ۔ قول شیخین کے مرجحین اکثر اصحاب فتاوی اور قول محمد کے مرجحین اکثر اصحاب متون ہیں ۔ اور ظاہر ہے کہ اصحاب متون وشروح کے اقوال مقدم ہیں اصحاب فتاوی کے اقوال پر ۔

وجہ سوم ترجیح قول محمد کے الفاظ مثلاً وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وغیر ذالک یہ زیادہ مؤکد ہیں ۔ ترجیح قول شیخین کے مثل اصح وغیرہ کے مقابلہ میں ۔ پس لامحالہ ترجیح قول محمد مرجح ہوگی ۔

اور یہ جو مشہور ہے کہ تصحیح مشائخ کے اختلاف کے وقت مفتی کو اختیار ہوتا ہے یہ صرف اس صورت میں ہے جبکہ دونوں تصحیح مساوی درجہ کی ہوں اور درمختار کے قول من وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدہما انتہی کے تحت ردالمحتار میں ہے ھذا محمول علی ما اذا لم یکن لفظ التصحیح فی احدہما آکد من الآخر کما افادہ الحلبی ای فلا یخیر بل یتبع الآکد اقول وینبغی تقیید التخییر ایضا اذا لم یکن احد القولین فی المتون اولی وکذا لو کان احدہما فی الشروح والآخر فی الفتاوی لما صرحوا من ان ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح وما فی الشروح مقدم علی ما فی الفتاوی انتہی

اور شرح مقدمہ غزنویہ میں تحریر ہے ولفظۃ الفتوی آکد وابلغ من لفظ المختار انتہی

اور کتاب الہبۃ تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے لفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح انتہی

اور ردالمحتار میں ہے مقابل الصحیح والاصح ونحوہ قد یکون ہو المفتی بہ لکونہ ہو الاحوط او الارفق بالناس او الموافق لتعاملہم وغیر ذلک مما یراہ المرجحون فی المذہب داعیا الی الافتاء بہ فاذا صرحوا بلفظ الفتوی فی قول علم انہ الماخوذ بہ ویظہر لی ان لفظ وبہ ناخذ وعلیہ العمل مساو للفظ الفتوی انتہی فتاوی خیریہ میں بھی اسی مضمون کے الفاظ موجود ہیں ۔

وجہ چہارم تصحیح و ترجیح کے اختلاف کے بعد قول محمد کو قوت دلیل اور نصوص صریحہ کے ساتھ ان کی موافقۃ اپنی جگہ ثابت ہے اس لئے لامحالا ترجیح قول محمد کا اعتبار کرنا ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے والحاصل انه اذا كان لاحد القولين مرجح على الاخر ثم صحح المشائخ كلا من القولين ان يكون الماخوذ به ما كان له مرجح لان ذلك المرجح لم يزل بعد التصحيح فتبقى فيه قوة لم توجد في الاخرى انتهى

خلاصہ کلام مذکورہ تمام بحث فقہ سے متعلق تھی اور احادیث اس بارہ میں بکثرت موجود ہیں جو ہر مسکر کی قلیل و کثیر مقدار کی حرمت پر دال ہیں بعض صراحۃً اور اشارۃً۔ ان میں سے ایک حدیث کل مسکر خمر وکل خمر حرام۔ بخاری و مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی بیہقی۔ مسند احمد۔ مسند ابویعلی۔ صحیح ابن حبان۔ مصنف عبدالرزاق۔ دارقطنی وغیرہ میں اسانید کثیرہ معتبرہ کے ساتھ مروی ہے۔

اور بعض علما کا یہ قول کہ اس حدیث پر ابراہیم نخعی نے طعن کیا جیسا کہ فتاوی قاضی خاں میں مذکور ہے قال ابراهيم النخعي ما يرويه الناس كل مسكر خمر خطأ لم يثبت انما الثابت كل مسكر حرام وكذا ما اسكر كثيره فقليله حرام ليس بثابت انتہی اور یحیی بن معین نے بھی طعن کیا جیسا کہ عنایۃ میں مذکور ہے روی عن يحيى بن معين انه قال حديث الثلثة ليس بثابت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الى قوله والثابت كل مسكر حرام انتہی مردود ہے کیونکہ یحیی بن معین کا یہ طعن اگرچہ ہدایہ و عنایۃ میں موجود ہے مگر جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی محدث حنفی احادیث ہدایہ کی تخریج میں اس کے بارہ میں فرماتے ہیں هذا الكلام كله لم اجده في شئ من كتب الحديث انتہی نیز نخعی کا طعن مذکورہ ثابت ہونے کے باوجود بھی قادح اور جارح نہیں کیونکہ انہوں نے کل مسکر خمر کا انکار اور کل مسکر حرام کا اثبات کیا ہے اور اتنا ہی استدلال کے لئے کافی ہے۔ علاوہ ازیں جب کہ یہ حدیث اصح الکتاب بخاری اور مسلم میں موجود ہے تو پھر اس کے عدم ثبوت کے کیا معنی۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ نخعی اور ابن معین کو یہ حدیث سند صحیح کے ساتھ نہ پہنچی ہو اس لئے انکار کر دیا۔ لہذا حدیث کی متعدد کتابوں سے بروایات معتبرہ حدیث کے ثابت ہو جانے کے بعد نخعی اور یحیی کے اقوال سے احتجاج کرنا علماء کی شان نہیں منجملہ دیگر احادیث کے ایک حدیث عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی صلى الله عليه وسلم قال ما اسكر كثيره فقليله حرام کہ نسائی ابن ماجہ مصنف عبدالرزاق میں مروی ہے اور اسی قسم کی ایک روایت ابوداؤد و ابن ماجہ میں حضرت جابر سے مروی ہے اور ترمذی نے اسکو روایت کر کے حسن کہا ہے۔ اور ایک حدیث سعد ابن ابی وقاص سے نسائی میں مروی ہے ان النبی صلى الله عليه وسلم نهى عما اسكر كثيره۔ اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا۔ اور حافظ عبدالعظیم منذری نے مختصر سنن ابی داؤد میں تحریر فرمایا۔ اجود احاديث الباب حديث سعد انتہی اور امام نسائی نے روایت کرنے کے بعد فرمایا في هذا الحديث دليل على تحريم المسكر قليله وكثيره وليس ما يقول المخادعون لانفسهم بتحريمهم آخر الاشربة وتحليلهم ما تقدمها انتہی اور حضرت علی کی حدیث قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل مسكر حرام وما اسكر كثيره فقليله حرام جو دارقطنی میں مروی ہے۔ اور ابوداؤد۔ صحیح ابن حبان۔ مسند احمد اور ترمذی میں حضرت عائشہ رض کی

حدیث ہے جسکو امام ترمذی نے حسن کہا۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل مسکر حرام واسکر الفرق منہ فملء الکف منہ حرام۔ اور مسند اسحٰق بن راہویہ اور معجم طبرانی میں ابن عمر سے اور مستدرک حاکم اور دارقطنی میں فوات بن جبیر کی حدیث ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ احادیث مذکورہ کی ہر مسکر شراب کی قلیل وکثیر مقدار کی حرمت صراحۃ دلالت کرنے کے بعد چون وچرا کی مجال باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ صاحب الشریعۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد کسی کے قول کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور وہ حدیث کہ فقہا مذہب شیخین کے اثبات کے لئے اسکو پیش کرتے ہیں حرمت الخمر لعینہا والسکر من کل شراب۔ زیلعی نے احادیث ہدایہ کی تخریج کرتے ہوئے اس کو ضعیف قرار دیا۔ اب صاف طور سے معلوم ہوگیا کہ بعض فقہا نے حدیث کل مسکر حرام کا جو جواب دیا۔ مراد اس سے وہ مقدار ہے جس سے سکر پیدا ہو جائے۔ احادیث صریحہ کے ثبوت کے بعد ہر مسکر کی قلیل وکثیر مقدار کی حرمت قابل اعتبار ہے۔ بہر تزجیح قول محمد کے دلائل قواعد فقہیہ وحدیثیہ کے مطابق واضح ہوجانے کے بعد کسی عالم کے لئے جائز نہیں کہ تاڑی کی مقدار اور نان پاؤ کی حلت کا فتویٰ دیدے۔ جب کہ نان پاؤ کا خمیر تاڑی سے بنا ہوا ہو۔ فکل مسئول عنہ یوم القیام لا سیما من اوتی العلم والفقاہۃ۔

رشوت لینا یا اعانت کرنا

سوال (۶۹۹) رشوت لینے والے اور راشی کو مقرر کرنے والے، مال رشوت لیجانے والے کا کیا حکم ہے

جواب:۔ رشوت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ اور سبب دخول نار۔ ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی۔ یعنی لینے اور دینے والے کے درمیان جو شخص کمی زیادتی کے لئے آتا جاتا ہے جس کو عربی میں رائش کہتے ہیں۔ اس کے بارہ میں بھی بیہقی شعب الایمان میں حضرت ثوبانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رائش پر بھی لعنت کی ہے۔ اسی طرح اگر مال رشوت اٹھانے والا جانتا ہے کہ یہ مال حرام ہے اور میں فعل حرام میں مدد کر رہا ہوں تو وہ بھی ماخوذ ہوگا۔ ارشاد باری ہے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ہاں اگر اس کو علم نہیں تو پھر مواخذہ نہ ہوگا۔

باب مایحل استعمالہ ومالایحل

جھنڈے کا کپڑا استعمال کرنا

سوال (۷۰۰) جھنڈے کا کپڑا سالار مسعود غازی اپنے کام میں لے آئے یا صدقہ کرے

جواب:۔ بظاہر پارچہ مذکور کا اپنے کام میں ایسے طریقہ پر صرف کرنا کہ موجب گناہ ہو مناسب نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ مساکین کو دیدے۔

عورتوں کے لئے پازیب پہننا

سوال (۷۰۱) عورتوں کے لئے پازیب پہننا جائز ہے یا نہیں اور آیت ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن ــــ ترجمہ: اور نہ ماریں زمین پر اپنے پاؤں کو کہ جانا جائے جو چھپاتی ہیں اپنا سنگھار ــــ کا شان نزول کیا ہے۔ اور اگر عورت ایسے طریقہ پر استعمال کرتی ہے کہ آواز نہیں نکلتی تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب:- چاندی کا ہر قسم کا زیور زینت کے لئے پہننا عورت کے لئے جائز ہے۔ البتہ وہ زیور جس کو پہنکر چلنے سے آواز نکلتی ہو فتنہ کے خوف سے اس کا استعمال جائز نہیں۔ اور آیہ مذکورہ کا نزول بھی اسی بارہ میں ہے۔ معالم التنزیل میں ہے

المرأۃ اذا مشت ضربت برجلها لیسمع صوت خلخالها فنهیت عن ذلک انتهی

اور تفسیر احمدی میں ہے روی انه کانت المرأۃ فی الارض تضرب الارض برجلها اذا مشت لیعلم الناس انها ذات خلخال او تضرب احدی رجلیها علی الاخری فنهاها الله عن ذلک وقال لا یضربن الخ ای لا یضربن علی الارض بارجلهن او باحدی رجلیها علی الاخری لیتقعقع خلخالها فیعلم انها ذات خلخال فان ذلک یورث میلا فی الرجال انتهی

اور تفسیر کبیر میں ابن عباس اور قتادہ کا تغیر الفاظ کے ساتھ یہی قول مذکور ہے۔

اور سیوطی کی در منثور میں ہے اخرج عبد بن حمید عن مجاهد ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن قال الخلخال نهی ان یضرب برجلها لیسمع صوت الخلخال واخرج ابن ابی حاتم عن ابن مسعود لیعلم ما یخفین من زینتهن قال الخلخال انتهی۔

اور نصاب الاحتساب میں ہے مما یحتسب علی النساء اتخاذ الجلاجل فی ارجلهن لان اتخاذ الجلاجل فی رجل الصغیر مکروہ ففی المرأۃ البالغۃ اشد کراهۃ۔ لان مبنی حالهن علی الستر وفیما ظهارهن مع ما انه من اسباب اللهو

اور ابوداؤد ایک حدیث بیان کرتے ہیں نبانه مولاۃ عبدالرحمن بن حبان الانصاری سے انها کانت عند عائشۃ اذا دخلت علیها بجاریۃ علیها جلاجل یصوتن فقالت لا تدخلها علی الا ان تقطعن جلاجلها سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا تدخل الملائکۃ بیتا فیها جرس انتهی

اور تفسیر احمدی میں عبارت مذکورہ کے بعد تحریر ہے وقد قال النبی صلی الله علیه وسلم ان الله لا یستجیب دعاء قوم یلبسون الخلخال نساءهم انتهی

ناک میں نتھ پہننا

سوال (۷۰۲) ناک میں نتھ پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- جائز ہے۔ درمختار میں ہے قلت وهل يجوز الخزام فى الانف لم اره

اور علامہ شامی لکھتے ہیں لم اره قلت ان كان مما تتزين النساء به كما هو فى بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط

الخ وقد نص الشافعية على جوازه مدنى

بڑے پائچے والا پائجامہ پہننا

سوال (۷۰۳) بڑے پائچے والا پائجامہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- جیسا کہ بعض بلاد میں یہ فساق کا شعار ہے اگر پہننے سے مقصود فساق کے ساتھ تشبہ اور تکبر وغیرہ نہ ہو اور اسبال بھی نہ ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

کانچ کی چوڑی پہننا

سوال (۷۰۴) عورتوں کو بقصد زینت کانچ کی چوڑی پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- جائز ہے کوئی وجہ ممانعت کی نہیں۔

سونے اور چاندی کی بالیاں پہننا

سوال (۷۰۵) کانوں میں سونے یا چاندی کی بالیاں پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- سونے اور چاندی کا زیور عورتوں کے لئے جائز ہے جیسا کہ ابو موسیٰ اشعری کی حدیث سے ثابت ہے اور ابو موسیٰ کی جس حدیث سے سونے کی بالی اور ہار کی ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ منسوخ ہو گئی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ نہی در ابتدا بود پس ازاں منسوخ گشت ابو داؤد در سنن خود آورده قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا معشر النساء اما لكن فى الفضة ما تحلين به انتہی۔

رنگ سرخ وغیرہ کا استعمال

سوال (۷۰۶) بانات سرخ وکھاروا اور پیازی رنگ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ کیونکہ ہر قسم کا رنگ حرام نہیں بلکہ صرف معصفر حرام ہے

باب الانتفاع بعظام الميتة وجلدها

سوال (۷۰۷) مردار جانوروں کی ہڈیوں سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- سلف سے منقول ہے کہ وہ مردار جانور مثلاً ہاتھی کی ہڈیوں اور انکے اجزا سے انتفاع کرتے تھے اور کنگھے بناتے تھے بیہقی نے حضرت انس سے روایت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عاج (ہاتھی دانت) کا کنگھا تھا۔ اور منقول ہے کہ حضرت فاطمہ رض کے لیے ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید فرمائے۔ عاج کے مختلف معنی کئے جاتے ہیں۔ ہاتھی دانت، دریائی

جانور، کچھوا۔ کذا قال الشیخ عبدالحق دہلوی فی جامع البرکات

مردار کا چمڑا استعمال کرنا

سوال (۷۰۸) دباغت کے بعد مردار کے چمڑے سے انتفاع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مردار کا چمڑا دباغت کے بعد پاک اور قابل انتفاع ہو جاتا ہے۔ مگر کھانا جائز نہیں ہوتا۔ درمختار میں ہے وینتفع به لطهارة بغیر الاکل ولو جلد ماکول علی الصحیح سراج لقوله تعالیٰ حرمت علیکم المیتة۔ وهذا جزؤها انتهی اور طحطاوی تحریر فرماتے ہیں قوله ولو جلد ماکول علی الصحیح وقال بعضهم یجوز اکله لانه طاهر کجلد الشاة المذکاة اما جلد غیر الماکول کالحمار لایجوز اکله اجماعا لان الدبغ فیه لیس باقوی من الذکاة وذکاته لاتبیحه فکذا دبغه افاده المصنف

باب اللبس والزینۃ

کامدانی کا کپڑا پہننا

سوال (۷۰۹) استعمال کپڑے کا جو کامدانی سے بنایا جاوے جبہ یا پائجامہ یا کرتا کہ سفید کپڑے پر خالص چاندی کے بوٹے ہوں درست ہے یا نہیں

جواب:۔ اس قسم کا کپڑا پہننا جائز ہے دو شرط سے ایک یہ کہ بوٹے کی لمبائی چار انگشت سے زائد نہ ہو جیسا کہ ردالمحتار میں ہے بل المراد قدر اربع اصابع طولا وعرضا بان لایزید طول العلم وعرضه علی ذلک اوالمراد عرضها فقط وان زاد طوله والمتبادر من کلامهم الثانی۔ دوسرے یہ کہ اس قدر بوٹے کثرت سے قریب نہ ہوں کہ اصل کپڑا اس سے چھپ جاوے اور متوسط مقام سے بالکل کام معلوم ہو جیسا کہ درمختار میں ہے ظاهر المذهب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامته کما بسطه فی القنیة انتهی ردالمحتار میں ہے ای الا اذا کان خط منه قزا وخط منه غیره بحیث یری کله قزا فلا یجوز ومقتضاه حل الثوب المنقوش بالحریر تطریزا او نسجا اذا لم تبلغ کل واحدة من نقوشه اربع اصابع وان زادت بالجمع مالم یر کله حریرا قال الطحطاوی وحل حکم المتفرق من الذهب والفضة کذلک تحریرا انتهی یعنی جس کپڑے میں ایسا کامدانی کا کام کثرت سے ہو کہ زمین کپڑے کی معدوم ہو گئی ہو یا کوئی بوٹا چار انگشت سے زائد ہو وہ ناجائز ہے۔ واللہ اعلم

زرد اور سنہرے رنگ کا استعمال

سوال (۷۱۰) لباس زرد رنگ یا سنہرے رنگ کا سوائے کسم و زعفران کے رنگے ہوئے کپڑے کے مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں اور بشرط جواز حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے پہنا ہے یا حکم پہننے کا دیا ہے یا نہیں

جواب:- زرد رنگ سوائے کسم اور زعفران کے درست ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بعض صحابہ سے زرد کپڑا پہننا ثابت ہے بلکہ بعض روایات میں وارد ہے کہ بعد بیاض کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رنگ زرد زیادہ تر محبوب تھا سنن ابوداؤد ونسائی وغیرہ میں مروی ہے۔ ان ابن عمر کان یصبغ لحیته بالصفرة حتی تملی ثیابه من الصفرة فقیل لم تصبغ بالصفرة فقال انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصبغ بہا ولم یکن شی احب الیه منہا وقد کان یصبغ بہا ثیابه کلہا حتی عمامته انتہی اور عمدۃ التحریر فی مسائل اللون واللباس والحریر میں مرقوم ہے۔ مرد کو سنہرا زعفرانی زرد رنگ کا کپڑا مکروہ تحریمی ہے اور مراد زرد سے مائل بسرخی ہے اس لئے کہ پہننا زرد کا وہ حضرت سے اور بعض صحابہ سے منقول ہے۔ کذا قال مولانا محمد اسحاق الدہلوی۔ اور روایت ہے امام محمد سے کہ ایام شادی میں زرد رنگ کی رخصت ہے انتہی اور کمی اس میں ہے دوسرا قسم کسم کے رنگ کا وہ جو مخلوط ہو ساتھ زردی کے پس اگر زردی کم ہو اور سرخی کسم کی غالب ہو جیسے نارنجی یا زردی بہ نسبت نارنجی کے زیادہ مگر سرخی سے کم ہو جیسے سنہرہ یا زردی اور سرخی برابر ہوں۔ یہ تینوں درجے حرام ہیں اور اگر زردی غالب اور سرخی کسم کی مغلوب ہو مانند طلائی اور کیسری وغیرہ کے تو درست ہے۔ انتہی واللہ اعلم

نتھ کا پہننا

سوال (۱۱۷) ناک میں نتھ کا پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- خزام جس کو اہل عرب آجکل زمام کہتے ہیں جائز ہے۔ کیونکہ دیگر لباس اور زیورات کے مانند اس کے بھی پہننے کی عادت ہو گئی اس لئے اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگرچہ یہ بعد کی ایجاد ہے جسکو بدعت کہتے ہیں۔ جو عبادات اور دینی امور میں مذموم ہوتی ہے۔ مگر امور عادیہ اکل وشرب وغیرہ میں مذموم نہیں ہوتی کیونکہ کرنے والے کا مقصد تقرب الی اللہ نہیں ہوتا بلکہ محض استعمال مقصود ہوتا ہے۔ ہکذا فی الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة۔ وقاس الطحطاوی ثقب الانف علی ثقب الاذن للقراط کما نقله صاحب رد المحتار تحت قول صاحب الدر وهل یجوز الخزام فی الانف لم اره قلت ان کان مما تزین النساء به کما هو فی بعض البلاد فهو فیها کثقب القراط۔ ان مذکورہ عبارات سے ناک میں سوراخ کرنے اور نتھ پہننے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ محمد حسن

ناک میں سوراخ کرنے سے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے اور علماء نے جواز کو صراحۃ بیان کیا۔ در مختار میں ہے ولا باس نقب اذن البنت استحسانا ملتقطقلت وهل یجوز الخزام فی الانف لم اره انتہی

اور رد المحتار میں عبارۃ طحطاوی کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ونص الشافعیة علی جوازه انتہی

ابوالحسنات محمد عبدالحی

عورتوں کے لئے سونے کی حرمت

سوال (۱۱۲) ابوداؤد اور نسائی نے باب الذہب للنساء کے تحت جو حدیثیں بیان کیں جن سے عورتوں

کے لئے سونے کے استعمال کی حرمت معلوم ہوتی ہے وہ صحیح ہیں یا نہیں۔ اور اگر صحیح ہیں تو جمہور کے پاس ان کا کیا جواب ہے

جواب:۔ روایات صحیحہ معتبرہ کثیر مقدار میں سونے کے استعمال کی حلت وجواز کو ثابت کرنے والی ہیں۔ ابوموسی اشعری کی حدیث نسائی، احمد، طبرانی۔ ترمذی نے بیان کی۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم لباس الذھب والحریر علی ذکور امتی واحل لاناثہم۔ ترمذی نے اس کو صحیح کہا۔

حضرت علی کی حدیث احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے روایت کی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ حریراً فجعلہ فی یمینہ واخذ ذھبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ھذین حرام علی ذکور امتی اور روایت ابن ماجہ میں ہے وھی حل لاناثہم اور عبدالحق نے ابن المدینی سے نقل کیا ھذا حدیث حسن ورجالہ معروفون۔

اور ایک حدیث عقبۃ بن عامر کی سنن بیہقی میں ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الحریر والذھب حرام علی ذکور امتی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تلخیص الحبیر میں فرمایا اسنادہ حسن

منجملہ احادیث کے ایک حدیث عبداللہ بن عمر کی مسند بزار، مسند ابویعلی، سنن ابن ماجہ اور معجم طبرانی میں اور ایک حدیث زید بن ارقم کی معجم طبرانی و کتاب الضعفا للعقیلی و کتاب الضعفا لابن حبان میں اور ایک حدیث واثلہ بن اسقع کی معجم طبرانی میں اور عبداللہ بن عباس کی مسند بزار میں مروی ہے اور یہ تمام احادیث اس بات پر دال ہیں کہ سونے کی حرمت صرف مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اور عورتوں کے لئے جائز ہے اور بعض اسانید کا ضعف طرق سابقہ کے حسن وصحت کے بعد کوئی مضرت نہیں پہنچا سکتا۔ اور وہ احادیث جو ممانعت اور عدم جواز پر دال ہیں انکے ذکر کرنے کے بعد حافظ عبدالعظیم منذری فرماتے ہیں۔

ھذہ الاحادیث التی ورد فیہا النھی والوعید عن تحلی النساء بالذھب یحتمل وجوھا احدھا انہ منسوخ فانہ قد ثبت اباحۃ تحلی النساء بالذھب الثانی ان ھذا حق من لایودی زکاتہ دون من اداھا ویدل علیہ حدیث عمرو بن شعیب وعائشۃ واسماء الثالث انہا فی حق من تزینت بہ واظہرتہ ویدل علیہا ما رواہ النسائی وابوداود عن اخت لحذیفۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا معشر النساء امالکن فی الفضۃ ما تحلین بہ اما انہ لیس منکن امرأۃ تحلی ذھبا ویظہرہ الا عذبت الرابع من الاحتمالات انہ انما منع منہ فی حدیث الاسورۃ والفتخات لما رأی من غلظ فانہ مظنۃ الفخر والخیلاء وبقیۃ الاحادیث محمولۃ علی ھذا انتہی۔

بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنا

سوال (۷۱۳) عمدۃ التحریر کی عبارت ہے اور کبھی آپ ٹوپی کو عمامہ کے نیچے رکھتے اور کبھی عمامہ بے ٹوپی کے باندھتے تھے جس سے دونوں طریقوں کا ثبوت اور جواز معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ حدیث ہے فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس انتہی جس کا مفہوم ہے کہ بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنا

مشرکین کا طریقہ ہے۔ اب مسئلہ کا اصل حکم کیا ہے

جواب: عمدۃ التحریر میں مذکورہ عبارت منقول ہے اور ناقل پر تصحیح نقل کے ماسوا کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ سفر السعادۃ میں ہے وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گاہ عمامہ بے کلاہ می پوشید وگاہ باکلاہ انتہی

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رسالہ احکام اللباس میں تحریر فرماتے ہیں وگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لاطیہ را بزیر عمامہ پوشیدے وگاہ عمامئے لاطیہ بستے انتہی اور سوال میں ذکر کردہ حدیث صحاح کی ہے اور ابوداؤد اور ترمذی نے بھی اس کو روایت کیا ہے لیکن اس کے بارہ میں ترمذی کا خیال ہے ھذا حدیث غریب واسنادہ لیس بالقائم انتہی

اور علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں قال السخاوی ھو واہٍ انتہی اس کے باوجود حدیث کی دلالت اس معنی پر کہ عمامہ بغیر کلاہ مشرکین کا لباس ہے اسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ فرق ما بیننا الحدیث کا مفہوم یہ لیا جائے کہ ہم عمامہ ٹوپی پر اور مشرکین بغیر ٹوپی کے باندھتے ہیں۔ چنانچہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں نحن نتعمم علی القلانس وھم یکتفون بالعمائم انتہی اور اگر حدیث کا یہ مفہوم لیا جائے اور فرق اس طرح بیان کیا جائے کہ ہم ٹوپی پر عمامہ باندھتے ہیں اور وہ لوگ صرف ٹوپی اوڑھتے ہیں تو عمدۃ التحریر کی عبارت سے مخالفت نہ رہے گی اور اسی دوسری صورت کو صاحب فتح الودود نے اختیار کیا۔ فرماتے ہیں ای انہم یکتفون بالقلانس وبہ صرح القاضی ابوبکر فی شرح الترمذی ویحتمل عکسہ انتہی

اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں فرمایا وقال ابن العربی ای ان المسلمین یلبسون القلنسوۃ وفوقہا العمامۃ اما لبس القلنسوۃ وحدھا فزی المشرکین انتہی

اور امیر المومنین حضرت علی سے بروایت ابن ابی شیبہ ایک حدیث اسی معنی کی مؤید ہے فرماتے ہیں ان العمامۃ حاجز ای ممیز بین المسلمین لانہم یتعممون والمشرکین لا عمائم لہم کذا قال الزرقانی انتہی

عورتوں کو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا

سوال (۱۴۱۷) عورتوں کو پیشانی کے بال چننا اور کاٹنا زینت وکشادگی پیشانی کے خاطر اور مردوں کا لباس قمیص وصدری وغیرہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عورت کے لئے سر کے بال چننا اسی طرح ناجائز ہیں جیسا کہ مرد کے لئے ڈاڑھی کے بال چننا۔ اور زینت اگرچہ عورتوں کے لئے جائز ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اصل تخلیق اور صورت کو بھی بدل دیا جائے اور مردوں کا مخصوص لباس عورتوں کے لئے پہننا تشبہ کیوجہ سے مکروہ ہے۔ نصاب الاحتساب میں ہے وذکر فی النوازل فی کتاب النکاح سئل ابوبکر عن امرأۃ قطعت شعرھا قال علیہا ان تستغفر اللہ وتتوب ولا تعود الی مثلہ قیل فان فعلت ذلک باذن زوجہا قال لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق قیل لہ لم لا یجوز ذلک لہا قال لانہا تشبہت نفسہا بالرجال وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبہین من الرجال بالنساء والمتشبہات من النساء بالرجال ولان الشعر

للمرأة بمنزلۃ اللحیۃ للرجل فکما لا یحل للرجل ان یقطع لحیتہ فکذلک لا یحل للمرأۃ ان تقطع شعرھا اور مجمع البرکات میں ہے تشبہ المرأۃ بالرجال مکروہ کذا فی الکبریٰ والظہیریہ انتہی

ڈاڑھی کی جگہ استرہ لگانا

سوال (۷۱۵) بال نکلنے سے پہلے ڈاڑھی کی جگہ استرہ لگانے اور پھیرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ بال نکلنے سے پہلے دیگر اعضاء کی طرح یہاں بھی اجازت ہی ہوگی البتہ ترک اولیٰ ہے

باب السلام والمصافحۃ

ہاتھوں کو بوسہ دینا

سوال (۷۱۶) کسی شخص کے دونوں ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تعظیم وتبرک کے طور پر عالم متقی، سلطان عادل اور حاکم متدین کے ہاتھوں کو بوسہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن ان کے ماسوا مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے ولا باس بتقبیل ید العالم والمتورع علی سبیل التبرک ونقل المصنف عن الجامع انہ لا باس بتقبیل ید الحاکم المتدین والسلطان العادل ولا رخصۃ فیہ ای فی تقبیل الید لغیرھما ای لغیر عالم وعادل ھو المختار کذا فی المجتبی وفی المحیط ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان لنیل الدنیا کرہ انتہی

رخسار یا پیشانی پر بوسہ دینا

سوال (۷۱۷) کسی کے سر یا منہ اور رخسارہ یا پیشانی پر بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر شہوت سے مامون رہ کر محض تعظیم وتکریم کے لئے ہو تو جائز ہے درمختار میں ہے وکرہ تحریما قہستانی تقبیل الرجل فم الرجل ویدہ او شیئا منہ وکذا تقبیل المرأۃ المرأۃ عند لقاء او وداع (قنیہ) وھذا لو کان عن شہوۃ و اما علی وجہ البر فجائز عند الکل (خانیہ) وفی الاختیار عن بعضھم لا باس بہ اذا قصد بہ البر وامن الشہوۃ کتقبیل وجہ وخد فقیہ ونحوہ انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے اما الکلام فی تقبیل الوجہ عن الفقیہ ابی جعفر الھندوانی انہ قال لا باس ان یقبل الرجل وجہ الرجل اذا کان فقیھا او عالما او زاھدا یرید بذلک اعزاز الدین وقد ذکر فی الجامع الصغیر ویکرہ ان یقبل الرجل وجہ او جبھتہ او راسہ کذا فی المحیط انتہی

شرابی یا فاسق کو سلام کرنا

سوال (۷۱۸) شرابی یا فاسق کو ابتداءً سلام کرنا چاہیئے یا نہیں؟

جواب:۔ پہل نہیں کرنی چاہیئے۔ عالمگیریہ میں ہے واختلف فی السلام علی الفساق فی الاصح انہ لا یبدأ بالسلام کذا

فی التمر تاشی انتہی۔

اور مجمع البرکات میں ہے واذا مر بقوم وھم یشربون الخمر او اشتغلوا بمعصیتہ من المعاصی فعلی قول ابی حنیفۃ ومحمد یسلم علیھم وعلی قول ابی یوسف لا یسلم علیھم کذا فی مطالب المومنین ناقلا عن کفایۃ الشعبی

جواب میں علیکم السلام کہنا

سوال (۱۹ ۷) سلام کے جواب میں علیکم السلام کہنا چاہیئے یا وعلیکم السلام اور لفظ حضرت سلامت کہد ینے سے جواب ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں وعلیکم السلام واؤ کے ساتھ فرماتے تھے (کذا فی الصراط المستقیم) اور اگر بغیر واؤ علیکم السلام کہدیا جائے تو بھی کافی ہے لیکن حضرت سلامت، الفاظ جواب میں سے نہیں

مجمع البرکات میں ہے ویاتی بواو العطف فی قولہ وعلیکم السلام وان حذف واو العطف فقال علیکم السلام اجزاہ

جواب سلام میں زیادتی کرنا

سوال (۲۰ ۷) سلام کے جواب میں صرف وعلیکم السلام کہنا چاہیئے یا اسمیں زیادتی کرنا چاہیئے؟

جواب: مستحب ہے کہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا اَوْ رُدُّوْھَا۔ ترجمہ:۔ جب تم کو دعا دے کوئی تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی کہو الٹ کر۔

سلام کے لئے سر پر ہاتھ رکھنا

سوال (۲۱ ۷) بعض جگہ زبان سے سلام کرنیکو سوء ادبی سمجھ کر سر پر ہاتھ رکھنے اور جھک کر آداب بجالانے ہی کو سلام تصور کرتے ہیں ایسی صورت میں سنت ادا ہو جاتی ہے یا نہیں۔

جواب:۔ سنت ادا نہیں ہوتی۔ صراط مستقیم اور اس کی شرح میں ہے چوں سلام کہ از اعظم شعار اہل اسلام است ودریں بلاد ہندوستان بغایت مہجور افتادہ وانحنا کہ شعار اہل بدعت ہست قائم مقام آں شدہ ودر بعض بلاد آں دست بر سر نہادن وانگشت بر زمین نہادن شائع گشتہ وتکلم بلفظ سلام نزد بیشتر خلائق از سوء ادب وعدم تمیز معدود شدہ بر ذمہ ارباب ولایت وحکام منصب ریاست لازم ومتعین کہ در افشائی آں سعی بمنتہی رسانند وبذل مجہود باقصی الغایات کنند ودر احیاء ایں شعار عظیم از اشعار دیں تلطف نمایند وآنرا از اعظم قرب واشرف وسائل نجات واکبر اسباب قرب رب الارباب شمارند انتہی۔ البتہ زبان سے لفظ سلام کے ساتھ ہاتھ اٹھانے یا سر اور سینہ پر رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مصافحہ کا وقت

سوال (۲۲ ۷) مصافحہ کس وقت مسنون ہے

جواب:۔ دو مسلمانوں کی باہم ملاقات کی صورت میں سلام کے بعد دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا مسنون ہے۔ کنز العباد

میں الشرعہ کے حوالہ سے مذکور ہے ویصافح بعد السلام من لقی من الاخوان فانہا من تمام التحیۃ وتزید فی المحبۃ وعن کفایۃ الشعبی ان ھذہ المصافحۃ التی ھی الیوم بین المسلمین انما ھی اعلام انا علی ذلک المیثاق الذی اخذہ اللہ تعالیٰ حیث اخرجنا من صلب آدم علیہ السلام وروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال صافحو مسلما تناثرت ذنوبہ کما تناثرت ورق الشجرۃ انتہی

معانقہ کرنا

سوال (۷۲۳) معانقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :۔ سفر سے آنیوالے کے ساتھ معانقہ کرنا مسنون ہے اور اس کے ماسوا بھی مسلمان کی تعظیم کیلئے جائز ہے۔ کنز العباد میں عمدۃ الابرار کے حوالہ سے مذکور ہے فی الکافی المعانقۃ علی وجہ الکرامۃ جائز انتہی لیکن اگر معانقہ کرنے والوں کے بدن پر تہبند کے علاوہ دوسرا کپڑا نہ ہو تو بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

کنز العباد میں ہے والخلاف فیما اذا لم یکن علیہما غیر الازار اما اذا کان علیہ قمیص او جبۃ فلا باس بہ انتہی اور کمال الدرایہ میں ہے قید بالازار الواحد لانہ لو کان علیہ قمیص او جبۃ او رداء مع الازار لم یکن باس بہ بالاتفاق

باب النذر

سوال (۷۲۴) نذر کا مصرف غنی ہو سکتا ہے یا نہیں۔

جواب :۔ نذر کا مصرف فقیر ہے غنی کو نذر مباح دینا جائز نہیں۔ بحر الرائق میں ہے لا یجوز ان یصرف النذر الی غیر محتاج ولا شریف ذی منصب لانہ لا یحل لہ الاخذ ما لم یکن محتاجا فقیرا ولا لذی النسب لاجل نسبہ ما لم یکن فقیرا ولا لذی علم لاجل علمہ ما لم یکن فقیرا فلا یثبت الشرع جواز الصرف للاغنیاء وہکذا فی العالمگیریۃ وغیرہا

نذر کو خاص شرط کے ساتھ مشروط کرنا

سوال (۷۲۵) زید نے نذر مانی اگر مجکو حاکم کے حکم سے دس روپیہ مل گئے تو دو روپیہ خیرات کروں گا اب اسکو صرف تین روپیہ ملے تو ادائے نذر واجب ہو گی یا نہیں؟

جواب :۔ واجب نہیں کیونکہ شرط نہیں پائی گئی۔ تنویر الابصار میں ہے فان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی یوفی ان وجد الشرط انتہی

اور سراجیہ میں ہے اذا قال ان شفی اللہ مریضی اور دغائبی ونحو ذلک ممایرید کونہ فللہ علی کذا فکان ذلک فعلیہ الوفاء انتہی

نذر لغیر اللہ کا حکم

سوال (۷۲۶) غیر اللہ کی نذر ماننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز نہیں۔ کیونکہ نذر بھی عبادت ہے۔ بحر الرائق میں ہے النذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ لا تکون للمخلوق انتہی

صحت نذر کے لئے شرائط

سوال (۷۲۷) صحت نذر اور لزوم وفا کی کتنی شرطیں ہیں

جواب:۔ عالمگیریہ وغیرہ کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ شرطیں ہیں۔

(۱) نذر کردہ فعل کی کوئی نظیر فرض ہونے کی ہونے کی حیثیت سے شریعت میں موجود ہو۔

(۲) نذر کردہ فعل عبادت مقصودہ ہو وسیلہ اور ذریعہ نہ ہو جیساکہ وضو کی نذر جائز نہیں۔

(۳) وہ فعل ایسا ہو کہ نذر کے بغیر واجب نہ ہو مثلاً نماز ظہر کیونکہ بغیر نذر کے ہو واجب ہے اس لئے اسکی نذر جائز نہیں ہوگی۔ (۴) کسی معصیت کی نذر نہ کی جائے

(۵) وہ فعل محال نہ ہو۔ مثلاً روز گذشتہ کے روزہ کی نذر کرنا۔ جائز نہیں۔

وقف کتب کی نذر کرنا

سوال (۷۲۸) اگر کسی شخص نے مصحف یا کتابوں کے وقف کی نیت کی تو پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں

جواب:۔ ضروری ہے۔ درمختار میں ہے۔ ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسہ واجب ای فرض کما سیصرح بہ تبعا للبحر والدرر وعبادۃ مقصودۃ خرج بہ الوضوء وتکفین المیت ووجد الشرط المعلق بہ لزم الناذر لحدیث من نذر وسمی فعلیہ الوفاء بما سمی کصوم وصدقۃ وصلوۃ ووقف واعتاق رقبۃ وحج ولو ماشیا فانہا عبادات مقصودۃ ومن جنسہا واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی بحج علی القادر من اہل مکۃ والقعدۃ الاخیرۃ فی الصلوۃ وہی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین انتہی۔

نذر کردہ چیز بدل دینا

سوال (۷۲۹) اگر کسی شخص نے نذر کی تھی کہ دس درہم کی روٹی خیرات کروں گا۔ اگر وہ دس درہم کا آٹا خرید کر صدقہ کر دے تو نذر پوری ہو گی یا نہیں۔

جواب:۔ پوری ہو جائے گی درمختار میں ہے نذر ان یتصدق بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدق بثمنہ انتہی

ذبح شاۃ کی نذر کا ادا کرنا

سوال (۷۳۰) کسی نے کہا اگر اللہ نے میرے مریض کو آرام کر دیا تو بکری ذبح کروں گا یا کہا علی للہ ذبح شاۃ یا کہا مسلمانوں کی ضیافت کروں گا تو ایسی صورت میں نذر لازم ہوگی یا نہیں۔

جواب:۔ انعقاد نذر کی شرائط میں سے ایک شرط نذر کردہ فعل کا جنس واجب بلکہ جنس فرض سے ہونا ضروری ہے (کذا فی تنویر الابصار) اور صاحب درمختار نے کتاب الیمین میں بحر کی متابعت کرتے ہوئے واجب سے فرض مراد لیا۔ فرماتے ہیں۔ وکان من جنسہ واجب ای فرض۔ اور صاحب غرر نے فرض کا ہمجنس ہونے کی تصریح کی اور فرمایا المنذر اذا کان لہ اصل فی الفروض لزم الناذر کالصوم والصلوٰۃ انتہی

جب کہ نذر کردہ فعل کا فرض کے ساتھ ہمجنس ہونا ضروری ہے تو ذبح شاۃ کی نذر اگرچہ لفظ للہ علیّ کے ساتھ ہو منعقد نہ ہوگی اور نذر کرنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ ذبح جنس فرض سے نہیں بلکہ جنس واجب (قربانی) سے ہے اور اسی بنا پر صاحب درمختار فرماتے ہیں ولو قال ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ او علیّ شاۃ اذبحھا فبرئ لا یلزمہ شئی لان الذبح لیس من جنسہ فرض بل واجب کالاضحیۃ فلا یصح الا اذا اراد التصدق بلحمہا فیلزمہ لان الصدقۃ من جنسہا فرض وھی الزکوٰۃ۔ انتہی

فقہا کی ایک جماعت جنس فرض ہونے کو ضروری نہیں کہتے بلکہ جنس واجب کو کافی سمجھتے ہیں اور واجب کے ایسے معنی عام مراد لیتے ہیں جس میں واجب اصطلاحی اور فرض دونوں داخل ہیں۔ اور ابن عابدین شامی نے ردالمحتار میں اسی کو اصح کہا اور عالمگیریہ میں ہے الاصل ان النذر لا یصح الا بشروط احدھا ان یکون الواجب من جنسہ شرعاً انتہی

اور صاحب درمختار نے اسی عموم کو آخر کتاب الاضحیہ میں مصنف سے نقل کر کے حفظ کی وصیت کی اور شارح وھبانیہ بھی اسی طرف مائل ہیں۔ درمختار میں ہے۔ نذر عشر اضحیات لزمہ ثنتان لمجئ الاثر بھما (خانیہ) والاصح وجوب الکل لایجابہ باللہ من جنسہ ایجاب شرع (وھبانیۃ) قلت ومفادہ لزوم النذر بما من جنسہ واجب اعتقادی او اصطلاحی قالہ المصنف فلیحفظ انتہی

موجودہ صورت میں جبکہ جنس فرض ہونا ضروری نہیں۔ مگر جنس واجب ہونا شرائط انعقاد میں سے ہے اب ذبح شاۃ کی نذر کرنا بغیر لفظ علیّ کے قیاساً وعدہ پر محمول ہوگا۔ کیونکہ نذر کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ اور اگر یہی نذر لفظ علیّ کے ساتھ ہو تو نذر متحقق ہو جائے گی۔ اور اس کا ہمجنس واجب بھی موجود ہے۔ لہٰذا انعقاد نذر کا حکم لگا دیا جائے گا۔ اسی بنا پر خانیہ میں ہے ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ فبرئ لا یلزمہ شئی الا ان یقول فللہ علیّ ان اذبح شاۃ انتہی

اور عالمگیریہ، فتاویٰ قاضی خاں اور غرر میں یہی مضمون قدرے تغیر الفاظ کے ساتھ مذکور و منقول ہے اور صاحب درر شارح غرر اس کی وجہ تحریر فرماتے ہیں لان اللزوم لا یکون الا بالنذر والدال علیہ الثانی لا الاول انتہی

صاحب درر کی یہ تعلیل قیاس پر مبنی ہے اور بعض فتاوی بھی اسی قیاس پر مبنی ہیں اور ظاہری نظر میں فقہی کلیات اور جزئیات میں تخالف پیدا کرتے ہیں چنانچہ بزازیہ میں ہے ان سلم ولدی اصوم ماعشت فہذا وعد اور ذخیرہ میں ہے فی نوادر ہشام عن محمد فی من قال ان شفی اللہ مریضی او قال ان رد اللہ تعالی غائبی صمت شہرا او قال حججت حجۃ ثم عوفی مریضہ ورد علیہ غائبہ فہذا عدۃ وان وفا بہا فہو افضل وان لم یوف فلا حرج انتہی

لیکن استحسان اس قیاس کے مخالف ہے اس لئے استحسانا اس صورت میں نذر منعقد ہو جائے گی۔ چنانچہ بزازیہ میں ہے۔ وقال ان عوفیت صمت کذا لم یجب مالم یقل للہ علیّ وفی الاستحسان یجب ولو قال ان فعلت ہذا فانا احج ففعل یجب علیہ الحج انتہی

بہرحال نذر کردہ فعل کے لئے جنس فرض ہونا ضروری ہو یا جنس واجب لفظ ضیافت و دعوت مسلمین سے نذر منعقد نہ ہو گی کیونکہ یہ شرط اس میں موجود نہیں قاضی خاں میں ہے، رجل قال ان فعلت کذا فللہ علی ان اضیف جماعۃ قربی فحنث لا یلزمہ شئی انتہی۔ اور عالمگیریہ میں ہے رجل قال ان فعلت کذا فللہ علی ان اضیف جماعۃ قرابتی فحنث لا یلزمہ شئی انتہی

باقی رہی یہ بات صاحب غرر نے اولا نذر کردہ فعل کے لئے جنس فرض ہونے کو شرط قرار دیا تھا اور پھر تصریح کی کہ ذبح شاۃ کی نذر اگر لفظ للہ علیّ کے ساتھ ہو تو منعقد ہو جائے گی حالانکہ وہ جنس فرض سے نہیں بلکہ جنس واجب سے ہے۔ ان کے کلام میں تناقض پیدا ہو گیا اور اسی وجہ سے درمختار میں ہے ففی متن الدرر تناقض انتہی مگر تناقض کا جواب دیا جا سکتا ہے اس طرح کہ صاحب غرر کی مراد فرض سے فرض عملی ہے جو واجب کو بھی شامل ہوتا ہے۔ اب تناقض نہ رہا۔

ذبح ولد کی نذر پوری کرنا

سوال (۷۳۱) اگر کسی نے اپنے لڑکے کو ذبح کرنے کی نذر کی تو اس کا ایفا کس طرح کرے؟

جواب:۔ ایک لڑکے کے عوض ایک بکری ذبح کر دے ایفا ہو جائے گا جیسا کہ اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ السلام کے عوض کیا گیا کذا روی عن مسروق۔

نذر کے مصرف میں تبدیلی کرنا

سوال (۷۳۲) اگر نذر کے مصرف خاص کا تذکرہ کیا۔ مثلاً کہا کہ فقراء مکہ کو فلاں چیز دوں گا اور بعد میں کسی دوسرے شہر کے فقرا کو وہی چیز دیدی تو نذر پوری ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: پوری ہو جائے گی عالمگیریہ میں ہے:۔ رجل قال مالی صدقۃ علی فقراء مکۃ ان فعلت کذا فحنث و تصدق علی فقراء بلخ او بلدۃ اخری جاز ویخرج عن النذر انتہی

غیر اللہ کی نذر کی شیرینی کھانا

سوال (۷۳۳) غیر اللہ کی نذر اور منت ماننے کی صورت میں اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: غیراللہ کی نذر و منت حرام ہے اور منذور غیر خدا کا شیرینی ہو یا فیرینی کھانا ہر امیر و فقیر پر حرام ہے اور کسی حاجت کے وقت ذبح جانور یا اطعام طعام یا تقسیم شیرینی اللہ کے واسطے ماننا درست اور بعد حصول مقصد کے وفا اس کی واجب ہے مگر مصرف اس کا محتاج و فقیر ہے ناذر کو اور فقیر کو اس کا کھانا روا نہیں۔ بحرالرائق میں علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی کی شرح درر البحار سے منقول ہے النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع حرام بوجوہ منہا انہ نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون لمخلوق ومنہا ان المنذور لہ میت والمیت لایملک ومنہا انہ ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقادہ ذلک کفر اللہم ان قال یا اللہ انی نذرت لک ان شفیت مریضی او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدۃ نفیسۃ او الامام الشافعی او الامام ابی اللیث حصیر المساجد ہم او زیتا لوقودہا او دراہم لمن یقوم بشعائرہا الی غیر ذلک مما یکون فیہ نفع للفقراء والنذر للہ وذکر الشیخ انما ہو محل تصرف النذر لمستحقیہ القاطنین برباطہ او تربتہ او مسجدہ فیجوز بہذا الاعتبار ولا یجوز ان یصرف ذلک لغنی ولا لشریف منصب او ذی نسب او علم مالم یکن فقیراً ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیا للاجماع علی حرمۃ النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا یشتغل الذمۃ بہ ولانہ حرام بل سحت ولا یجوز لخادم الشیخ اخذہ الا ان یکون فقیرا ولہ عیال فقراء عاجزون فیاخذونہ علی سبیل الصدقۃ المبتداۃ واخذہ ایضا مکروہ مالم یقصد الناذر التقرب الی اللہ وصرفہ الی الفقراء ویقطع النظر عن نذر الشیخ انتہی ملخصا

اور اصل اس باب میں حدیث انما النذر فیما ابتغی بہ وجہ اللہ ہے جو مسند احمد میں مروی ہے اور سنن ابوداؤد میں ہے لا نذر الا فیما ابتغی بہ وجہ اللہ اور بھی ابوداؤد نے روایت کی ہے ان رجلا نذر ان ینحر ابلا فی موضع سماہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہل فیہ وثن من اوثان الجاہلیۃ تعبد قال لا قال اوف بنذرک واللہ اعلم

باب الشوم والطیرۃ

نحوست کی ابتداء

سوال (۷۳۴) شریعت کے نزدیک کون کون سی چیزوں میں نحوست ہے اور کس وجہ سے۔

جواب:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔ بری فال لینے کے بارے میں اکثر احادیث سے نفی تاثیر اور اعتقاد مفہوم ہوتا ہے اور بعض سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ نحوست تین اشیاء عورت۔ گھر۔ گھوڑے میں ہے۔ بخاری و مسلم میں حدیث ہے انما الشوم فی ثلث الفرس والمرأۃ والدار اور بعض احادیث سے مذکورہ تینوں چیزوں میں مثل دیگر اشیاء انکار نحوست مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ ابن ابی ملیکہ کی حدیث عن ابن عباس میں ہے۔ دونوں میں وجہ تطبیق یہ ہے کہ تاثیر بالذات منفی ہے اور اس کا اعتقاد دور جاہلیت میں تھا۔ درحقیقت تمام اشیاء میں مؤثر اللہ تعالیٰ ہی اور سبب

اسی کی مقدور و مخلوق ہے اور ان اشیاء میں عادۃ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے نحوست پیدا کر دی اور ان کو اسباب عادیہ بنا دیا اور ان اشیاء کو مخصوص کرنے کی وجہ اور علت مفوض الی اللہ ہے۔ لہٰذا نفی تاثیر ذاتی کی ہے اور اثبات سبب عادی کا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورت کی نحوست سے مراد اس کا ناموافق ہونا ہے اور وہ عورت کہ جس کے اولاد نہو، شوہر کی تابعداری نہ کرے یا شوہر اس کو پسند نہ کرتا ہو۔ اور گھر کی نحوست جگہ کی تنگی اور ہمسایہ کی برائی اور گھوڑے کی نحوست گراں قیمت ہونا اور غرض و مصلحت کے ناموافق ہونا ہے اور خادم میں بھی یہی چیز ہے

ایام و تواریخ کی نحوست

سوال (۷۳۵) نحوست و سعادت کی تاریخیں سفر کے لئے مقرر ہیں یا نہیں اور روز چہارشنبہ منحوس تو نہیں؟

جواب: شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح صراط مستقیم میں فرماتے ہیں۔ ایام کی نحوست و سعادت کے بارہ میں احکام نجوم کا اتباع کرنا نہ سلف کا طریقہ تھا اور نہ اہل دین کا شیوہ ہے مسنون طریقہ اختیار کر کے توکل علی اللہ کرنا چاہیئے اور آداب سفر کے لئے منقول دعاؤں سے مدد حاصل کرنی چاہیئے۔ اور وہ جو مشہور ہے کہ روز شنبہ فلاں جگہ نہ جانا چاہیئے اور یکشنبہ کو فلاں جگہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ لیکن حضرت ابن عباس سے بعض کتب میں روایت مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام بھی خدا کی طرف سے ہیں لیکن بعض انہیں سے سعید اور بعض منحوس ہیں اور ہر ایک ماہ میں سات روز منحوس ہوتے ہیں۔ اسکے بعد آپ نے سات دنوں کو شمار کرایا۔ تیسرا۔ پانچواں۔ تیرھواں۔ سولھواں۔ اکیسواں۔ چوبیسواں۔ پچیسواں اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ قرآن میں واقع لفظ یوم نحس مستمر سے چہارشنبہ مراد ہے واللہ اعلم بصحتہ۔

اور حضرت علیؓ کے بارہ میں مشہور ہے کہ لشکر کی طرف متوجہ تھے کسی نے کہدیا آج نہیں جانا چاہیئے فلاں روز چلیں گے یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو اس سے تیری گردن مار دیتا۔ اتنی عمر ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے اور کبھی آپ سے نہیں سنا کہ فلاں روز جانا چاہیئے اور فلاں روز نہیں۔ انتہی ملخصا

فال لینا

سوال (۷۳۶) فال لینا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: فال نیک تو سنت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فال نیک بہت لیا کرتے تھے۔ بخاری میں ہے کہ صحابۂ کرام نے سوال کیا فال نیک کی صورت کیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ ہر اچھی بات تم میں سے جو شخص بھی سنے اس سے فال لے مثلاً کوئی چیز تلاش کرنے والا یا واجدا اور کوئی گمراہ شخص یا راشد اور مریض یا سالم سنے۔ لیکن فال بد لینا ممنوع اور مذموم ہے کیونکہ باری تعالیٰ سے امید منقطع کر لینا اور مایوس ہونا اور بد اندیش ہونا امر مذموم ہے۔ ابوداؤد عبداللہ ابن مسعود سے روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الطیرۃ شرک، اوکما قال ؑ

کتاب المناقب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا

سوال (۴۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے یا نہیں اور امی ہونا آپ کا معجزہ ہے یا نہیں اور جو شخص کہے آپ نبوت سے قبل تمام علوم سے باخبر اور واقف تھے تو اس کا قول قرآن و حدیث کے مخالف تو نہیں اور اگر وہ اس پر مصر ہو تو کیا حکم ہوگا۔

جواب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر امی کا اطلاق قرآن مجید میں ہے الذین یتبعون الرسول النبی الامی (ترجمہ، وہ لوگ کہ اتباع کرتے ہیں ایسے رسول کا جو نبی ہیں امی) اور معالم التنزیل میں ہے کہ النبی الامی سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ابن عباس کا قول ہے: نبیکم امیا لا یکتب ولا یقرأ ولا یحسب وھو منسوب الی الام ای ھو علی ما ولدته امہ وقیل ھو منسوب الی امته اصله امتی سقطت التاء فی النسبة کما سقطت فی الملی والمدنی وقیل ھو منسوب الی ام القری انتہی اور شریعت محمدیہ میں اس بات کا ثبوت نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشیاء ماضیہ و مستقبلہ جزئیہ و کلیہ تمام کے علوم سے واقف و باخبر تھے الا ما شاء اللہ۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی ۔ صح الجواب محمد یوسف

حضرت ہاجرہ کا جاریہ ہونا

سوال (۴۸) شرع محمدی میں شاستر ہنود میں لونڈیاں دو ہی قسم کی قرار پائی ہیں ایک وہ جو زر خرید ہو، دوسری وہ جو جدال و قتال کر کے معرکہ جہاد میں ہاتھ آئے۔ سو بی بی ہاجرہ زوجہ ثانیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان دو صورتوں سے بری ہیں کہ ہماری تحقیقات سے یہ بات ہے۔ خلاصہ انبیاء میں یوں لکھا ہے کہ سنان بن علوان ایک بادشاہ تھا۔ مقام مصر میں اس نے جبکہ شہرہ حسن بی بی سارہ زوجہ اولیٰ حضرات ابراہیم علیہ السلام کا سنا تو بی بی صاحبہ موصوفہ کو پیش خود طلب کیا اور دست دراز کیا پس ہاتھ اس ناپاک کا خشک ہو گیا تب وہ خائف ہوا اور مستدعی اس جناب طاہرہ سے دعا کا ہوا آپ نے دعا کی ہاتھ اس کا اچھا ہو گیا۔ تب اس نے شکریہ میں بی بی ہاجرہ کو دیا اور کہا ھذا اجرتک یعنی یہ تیری اجرت ہے لہٰذا بسبب تمادی ایام کے یہ مخفف ہو کر ہاجرہ رہ گئی اور بتیان کہ قدیم تفسیر ہے اور اب کتب خانہ نواب مندراس کے یہاں موجود ہے اس میں بیٹی لکھا ہے مگر توریت میں لفظ جاریہ لکھا ہے تو اب اگر لفظ جاریہ پر خیال کیا جاوے تو لغت میں اس کے معنی چند قرار پائے ہیں۔ ہکذا جاریہ کشتی و آفتاب و دختر و کنیزک غیاث اللغات اور قاموس میں بھی ہے تو اب خیال کرنا چاہیئے کہ جب ایک لفظ کے چند معنی قرار پائے تو پھر جو معنی جہاں چسپاں ہوں بولنا چاہیئے۔ اور مقام مذکورہ بالا میں بہر صورت بیٹی کے ہی معنی موزوں ہو سکتے ہیں کیا وجہ کہ جب اتنا بڑا معجزہ اتنے بڑے بادشاہ نے براہ العین مشاہدہ کیا تو وہ اس کے عوض میں لونڈی دیتا ہو کبھی عقل سلیم قبول نہ کرے گی لہٰذا امیدوار ہوں کہ ثبوت دختر ہونے کا یا لونڈی ہونے کا از روئے کتاب معتبر و روایات معتبرہ اہل اسلام سے تحریر کیجیے۔

جواب:۔ در حقیقت کنیزک نہ تھیں۔ چنانچہ تفسیر کشاف و معالم و مدارک وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے اور کسی تفسیر سے لونڈی

ہونا ثبوت نہیں جو کہے وہ کاذب ہے۔ واللہ یقول الحق وہو یہدی السبیل

عبارات مفسرین اور مورخین سے اشارۃ اور صراحۃ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہاجرہ کنیزک تھیں کیونکہ جمہور مفسرین قصہ بادشاہ مصر میں یہ عبارت لکھتے ہیں فوہبھا ہاجرا اور علامہ مجیرالدین حنبلی مورخ انس جلیل فی تاریخ القدس والخلیل میں لکھتے ہیں لما سار ابراہیم الی مصر ومعہ سارۃ زوجتہ ووہبہا فرعون مصر ہاجر فلما قدم الی الشام واقام بین الرملۃ وایلیا وکانت سارۃ لاتحبل وہبت ہاجر لابراہیم فواقعہا فحملت وولدت اسمٰعیل انتہی

پس لفظ وہبہا اشارہ کالصراحۃ ہے اس طرف کہ ہاجرہ کنیزک تھیں اولاد اس بادشاہ کی نہ تھیں پھر جب سارہ کے ملک میں آئیں۔ اُنہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو ہبہ کر دیا کیونکہ ہر کس پر ظاہر ہے کہ ہبہ عرف اور شرع میں عبارت ہے اپنی ایک شئے مملوکہ کو دوسرے کو دینے سے پس اگر ہاجرہ بیٹی ہوتیں لفظ ہبہ کا اطلاق جائز نہ ہوتا اور مورخ حسین دیار بکری تاریخ خمیس میں لکھتے ہیں: قال ابن لھیعۃ ہاجر من ارض العرب من قریۃ کانت امام القریٰ من ارض مصر کذا فی سیر ابن ہشام ویقال ان ہاجر کانت قبل الرق بنت ملک من ملوک القبط فاخذہا ایاہا دخلی وقال ہذہ لک وکان لایولد لابراہیم من سارۃ فوہبت سارۃ ہاجر لہ انتہی

یہ عبارت صریح ہے اس باب میں کہ ہاجرہ کنیزک تھیں بادشاہ مصر کی بیٹی نہ تھیں۔ بلکہ قبل کنیزک ہونے کے وہ ایک بادشاہ کی بادشاہان قبط سے بیٹی تھیں اور زیادہ تر صریح اس سے یہ عبارت ہے کہ اسی تاریخ خمیس میں ہے۔ دوسرے مقام میں فی معالم التنزیل ولد لابراہیم ثمانیۃ بنین اسمٰعیل وامہ ہاجرۃ القبطیۃ ام ولد انتہی

اور ہر کس پر روشن ہے کہ ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں کہ مولیٰ اس سے صحبت کرے اور اس کے بطن سے جو لڑکا پیدا ہو اس کو اپنی طرف منسوب کرے اور جلال الدین سیوطی المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ میں لکھتے ہیں۔ قال ابن عبدالحکم حدثنا عمر بن صالح اخبرنا مروان القصاص قال صاہر الی القبط من الانبیاء ثلثۃ ابراہیم تسری ہاجر ویوسف اتزوج بنت صاحب عین شمس ونبینا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم تسری ماریۃ انتہی

پس لفظ تسری صاف دال ہے کہ وہ کنیزک تھیں اگر کسی کو شک ہووے کہ لونڈی بہ نسبت حرہ کے رذیل اور بے قدر ہوتی ہے پس حضرت اسمٰعیل نبی جلیل القدر اور نبی آخر الزماں کے اجداد میں ہیں چونکہ لونڈی کے بطن سے پیدا ہوئے ان کی ذات میں نقص آگیا پس اس کو یوں دفع کرے کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک قدر اور عزت بحسب تقویٰ کے ہے نہ بحسب رقیت اور حریت کے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اور حضرت ہاجرہ اگرچہ کنیزک تھیں مگر بہ نسبت حضرت سارہ کے نہایت متقی اور پرہیزگار تھیں کما لایخفی علی من طالع کتب التفسیر والحدیث پس کسی طرح کا نقصان ذات اسمٰعیلی میں نہیں آیا بلکہ کمال عارض ہوا اسی واسطے فقہا لکھتے ہیں کہ جو شخص حضرت اسمٰعیل کی حقارت کی نیت سے کہے کہ وہ لونڈی کی اولاد سے ہیں وہ کافر ہے لان تذلیل الانبیاء کفر اور اگر بالفرض تسلیم کیا جاوے کہ ہاجرہ والدہ اسمٰعیل رذیل تھیں

پس اس سے ذات اسمٰعیل میں ہرگز نقصان نہیں آتا غور کرنا چاہیئے کہ اصل تمام بنی آدم کی حتیٰ کہ جملہ انبیاء کی ایک قطرۂ منی ہے کہ وہ نجس اور خراب ہے پھر اس سے نقصان ذات آدمی میں نہیں ہوتا ہے اور بقول جمہور مفسرین کے باپ حضرت ابراہیم کے یعنی آذر کافر تھے لیکن اس سے ذات ابراہیمی میں نقصان نہیں آیا واللہ اعلم محمد عبدالحی

والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان

سوال (۷۳۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان لانے کا ثبوت ہے یا نہیں، اور جو شخص دونوں کی طرف تحریراً یا تقریراً نسبت کفر کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:- اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے بعض ایمان بعد الاحیا کے قائل ہوئے ہیں اور بعض احادیث احیاء کو موضوع کہتے ہیں اور عدم ایمان کے قائل ہیں اور بوجہ ہونے ان کے ارباب فطرت سے نجات کے قائل ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس باب میں سات رسالے تحریر کئے ہیں اور بشدومد نجات ثابت کرتے ہیں اور ملا علی قاری اور ابراہیم حلبی ان کے بعض رسائل کے رد لکھ چکے ہیں لیکن چونکہ اس باب میں دلائل متعارض ہیں اس وجہ سے سکوت اسلم ہے اور یہ کہنا کہ والدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کافر ہیں یا فی النار ہیں بڑی بے ادبی اور موجب اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے حموی شرح اشباہ میں لکھتے ہیں اعلم ان السلف اختلفوا فی ابوی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہل ماتا علی الکفر ام لا فذہب الی الاول جمع منہم صاحب التیسیر وذہب الی الثانی جماعۃ ونفر من الجمع الاول قالوا انجاتہما من النار وسئل القاضی ابوبکر ابن العربی احد الائمۃ المالکیۃ عن رجل قال ان ابا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النار فاجاب بانہ ملعون لان اللہ تعالیٰ قال ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار وقال السہیلی فی الروض الانف لیس لنا نحن ان نقول ذلک فی ابویہ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات اللہ یقول ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ الآیۃ وامرنا ان نمسک اللسان اذا ذکر اصحابہ بشیء یرجع ذلک الی العیب فیہم فلان نمسک عن ابویہ احق واحری فجملۃ المرام فی ہذہ المسألۃ ان ہذہ المسألۃ لیست من الاعتقادات فلاحظ للقلب منہا واما اللسان فحقہ الامساک عما یتبادر منہ النقصان انتہی

بال مبارک کی زیارت کرنا

سوال (۷۴۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے موئے مبارک کی زیارت کی نسبت اور نیز اس محفل زیارت میں شرکت کی بابت جو بغیر اسناد صحیح کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس مجلس زیارت میں بعض منہیات شرعیہ اور بدعات سیئہ کا بھی ارتکاب کیا جاتا ہے یعنی شب زیارت کو کثرت سے چراغ روشن کئے جاتے ہیں نوبت وشہنائی یہ نوبت بجائی جاتی ہے آتش بازی بھی چھوٹتی ہے راگ بھی مع مزامیر وغیرہ کے ہوتا ہے غرض کہ جملہ رسومات شادی اس محفل زیارت میں ادا ہوتے ہیں۔ اور اسباب عیش وطرب مہیا کئے جاتے ہیں صبح روز زیارت کو مالیدہ پر آنحضرت کی روح پر فتوح پر فاتحہ مرسومہ

کرنا بھی واجبات سے خیال کیا جاتا ہے اور نیز ارشاد ہو کہ شیفتگان موئے مبارک اکثر نقد وجنس بطور نذر
ونیاز کے موئے مبارک پر چڑھاتے ہیں اس کا لینا کیسا ہے اور کس کو لینا چاہیے اور کسی قدر آراضی
وغیرہ بطور اعانت عرس موی مبارک کے سلاطین اہل اسلام کے عہد سے معاف چلی آتی ہے اس پر
خادمان موئے مبارک کا متصرف ہونا اس میں سے اپنا اپنے اہل وعیال کا نفقہ چلانا شرعاً کیسا ہے

بینوا توجروا

جواب:۔ جاننا چاہیے ہر مسلمان کو کہ جن چیزوں کو ذات بابرکات حضرت رسول الثقلین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قسم کا علاقہ ہے۔ خواہ موئے مبارک ہو خواہ جبہ مبارک ہو خواہ نعلین پاک ہوں۔ خواہ اور کوئی چیز ہو جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مس فرمایا ہو اور کسی طرح آنحضرت سے اسکو علاقہ پیدا ہوا ہو ایسی تمام چیزوں کی تعظیم کرنا اور ان سے برکت حاصل کرنا نشان کمال ایمانی اور دلیل غایت محبت نبوی ہے اور جملہ آثار محمدی پر جان نثار کرنا ایک عمدہ علامت علامتہائے اسلام سے ہے اس باب میں کسی عاشق جناب نبوی کلام اور کسی اہل ایمان کو اس سے انکار کی مجال نہیں ہے اور اسمیں شبہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے آثار ومشاہد کی تعظیم وتکریم اور ان سے برکت حاصل کرنا اصل تعظیم وتکریم جناب احمدی کی ہے جو اس الایمان ہے اور ثبوت اس کا اکثر احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کرام سے ہوتا ہے چنانچہ موئے مبارک کی تعظیم اور برکت حاصل کرنے کی نسبت عثمان ابن عبداللہ بن موہب سے روایت ہے ارسلنی اہلی الی ام سلمۃ بقدح من ماء وکان اذا اصاب الانسان عین او شئی بعث الیہا مخضتہ فاخرجت من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تمسکہ فی جلجل من فضۃ فمخضتہ لہ فشرب منہ قال فاطلعت فی الجلجل فرأیت شعرات حمراء رواہ البخاری۔

ترجمہ عثمان بن عبداللہ بن موہب فرماتے ہیں کہ بھیجا مجکو میرے گھر والوں نے حضرت ام سلمہ کے پاس ایک پیالہ پانی کا لے کر اور عادت سب کی یہ تھی کہ جب کسی آدمی کو نظر لگتی یا اور کچھ بیماری ہوتی تو وہ حضرت ام سلمہ کے پاس پانی کا پیالہ بھیج دیا کرتا۔ ام سلمہ رسول اللہ صلعم کا موئے مبارک نکالتیں اور وہ اس کو ایک چاندی کی ڈبیا میں رکھا کرتی تھیں۔ پس اسی موئے مبارک کو اسی پانی میں ڈال کر ہلا دیا کرتی تھیں اور وہ اس کو پی لیا کرتا تھا پس میں نے جھانک کر ڈبیہ میں دیکھا تو اسمیں چند بال تھے۔ سرخ رنگ کے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اور جبہ مبارک کی تعظیم اور اس سے برکت حاصل کرنے کی نسبت حضرت اسماء بنت ابی بکر ہمشیرہ خاص حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے انہا اخرجت جبۃ طیالسۃ کسروانیۃ لہا لبنۃ دیباج وفرجیہا مکفوفین بالدیباج وقالت ہذہ جبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت عند عائشۃ فلما قبضت قبضتہا وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبسہا فنحن نغسلہا للمرضی نستشفی بہا رواہ مسلم۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ انہوں نے نکالا ایک جبہ طیلسان کا کسروانی کہ اسکے گریبان پر ریشمی

سنجاف تھی اور دونوں چاکوں پر اس کے ریشمی سنجاف تھی اور کہا کہ یہ جبہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہؓ کے پاس رکھا تھا پس جب عائشہؓ نے انتقال کیا تو یہ جبہ میں نے لے لیا اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے اور اب ہم اسکو دھوکر مریضوں کو پلاتے ہیں کہ اس کی برکت سے شفا حاصل کریں۔ روایت کی مسلم نے اور اس سے بڑھ کر یہ ثابت ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اپنے آثار مبارک کو تبرکاً اوروں کو عطا فرمایا ہے اور بطریق تبرک اس کا استعمال کرایا ہے۔ چنانچہ باب حجۃ الوداع میں حضرت انس سے مروی ہے قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی منی فاتی الجمرۃ فرماہا ثم اتی منزلہ بمنی ونحر نسکہ ثم دعا بالحلاق وناول الحلاق شقہ الایمن فحلقہ ثم دعا ابا طلحۃ الانصاری فاعطاہ ایاہ ثم ناول الشق الایسر فقال احلق فحلقہ فاعطاہ ابا طلحۃ فقال اقسمہ بین الناس رواہ الشیخان۔

ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے منیٰ میں پس جمرہ کی آکر رمی کی پھر آپ نے اپنی قیام گاہ پر مراجعت فرماکر قربانی کی پھر حجام کو بلاکر جانب یمین سر مبارک اس کی طرف کی اس نے حلق کیا۔ پھر ابوطلحہ انصاری کو بلاکر وہ موئے مبارک دیدیئے پھر حلاق کو دوسری شق یسار کی دی اور فرمایا حلق کر چنانچہ اس نے حلق کیا تو فرمایا ابوطلحہ کو دے کر کہ یہ سب کو بانٹ دے۔

اور ایسے ہی مروی ہے حضرت ام عطیہ سے حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل اور تکفین کے قصہ میں انہا قالت فالقی حقوہ فقال اشعرنہا ایاہ۔

ترجمہ: حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ حضرتؐ نے اپنا تہہ بند ہماری طرف پھینکا اور فرمایا کہ اس کپڑے کو سب کپڑوں سے پہلے پہنا کر کفن دو یعنی اس کو بدن سے متصل رکھو اور یہ حدیث دلیل ہے برکت حاصل کرنے میں صلحا کے آثار سے۔

چنانچہ صاحب لمعات نے اس کے تحت افادہ فرمایا ہے۔ وہٰذا الحدیث اصل فی البرکۃ بآثار الصالحین ولباسہم الخ

ترجمہ: صاحب لمعات نے افادہ فرمایا ہے کہ یہ حدیث اصل ہے، صلحا کے لباس و آثار کے ساتھ حاصل کرنے کے لیے۔ اور اسیطرح جن چیزوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مس فرمایا ان کی برکت ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت کبشہ روایت فرماتی ہیں قالت دخل علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشرب من ماء فی قربۃ معلقۃ قائماً فقمت الی فیہا فقطعتہا۔

ترجمہ: حضرت کبشہ روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر آئے اور ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے منہ لگاکر آپ نے پانی پیا۔ پس میں نے اس مشکیزہ کے دہانے کو تراش رکھا۔

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا میں افادہ فرمایا ہے ومن اعظامہ اعظام جمیع اسبابہ واکرام مشاہدہ وامکنۃ من مکۃ والمدینۃ ومعاہدہ وما لمسہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وایضا قال کانت فی قلنسوۃ خالد بن الولید شعرات من شعرہ صلی اللہ علیہ وسلم فسقطت قلنسوۃ فی بعض حروبہ فشد علیہا شدۃ انکر علیہ اصحابہ لکثرۃ من قتل فیہا فقال لم افعلہا بسبب القلنسوۃ بل لما تضمنت من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لئلا اسلب برکتہا وتقع فی ایدی المشرکین الخ

ترجمہ:- اور قاضی عیاض نے کہا کہ منجملہ تعظیم آنحضرت صلعم کے تعظیم ہے آپ کے تمام اسباب کی اور بزرگی آپ کے تشریف لانے کی مقامات اور مکانوں کی مکہ میں ہوں یا مدینہ میں اور آپ کے عبادت کرنے کے مقامات کی اور جن چیزوں کو آپ نے ہاتھ لگایا رحمت ہو اللہ کی آپ پر اور سلام نیز کہا عیاض نے کہ حضرت خالد کی ٹوپی میں چند موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے پس گرگئی ٹوپی ان کی ایک لڑائی میں پس دوڑے اس ٹوپی کے واسطے کہ اس موقع پر ان کے ساتھیوں نے ناپسند کیا اس جگہ کے قتل و قتال کے اندیشے سے تو حضرت خالد نے فرمایا کہ میں کچھ اُس ٹوپی کے لئے نہیں گھبرایا تھا بلکہ اس لئے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے۔ مجکو اندیشہ ہوا کہ مبادا وہ مشرکین کے ہاتھ لگے اور میں اس کی برکت سے محروم ہوجاؤں وایضا قال القاضی وحکی عن عبدالرحمن السلمی عن احمد بن فضلویۃ الزاہد وکان من الغزاۃ الرماۃ انہ کان مامست القوس بیدی الا علی طہارۃ منذ بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ القوس بیدہ آلخ

اور نیز کہا قاضی نے کہ مروی ہے عبدالرحمن سلمی سے وہ روایت کرتے ہیں احمد بن فضلویہ زاہد سے اور وہ منجملہ غازیوں تیرانداز کے تھے اُنہوں نے کہا کہ جب سے میں نے یہ سنا کہ میری کمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے سے چھوا میں نے اسکو کبھی بے وضو نہیں چھوا۔ والیضا قال رائی ابن عمرؓ واضعا یدہ علی مقعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المنبر ثم وضعہا علی جبہتہ آلخ

ترجمہ اور کہا قاضی نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کو لوگوں نے دیکھا کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تھے اس جگہ ہاتھ لگا کر پیشانی پر مس فرماتے تھے۔ پس ان تمام احادیث و روایات سے اہل ایمان کی نظر میں بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جملہ آثار و مشاہد نبوی سے برکت حاصل کرنا اور انکی تعظیم عمدہ نعمائے الٰہی سے ہے اور اس قسم کی برکت اور تعظیم کا ثبوت خود آنحضرتؐ و صحابہ کرامؓ کے افعال مبارک سے ظاہر ہوتا ہے لیکن مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اس بات پر نظر رے کہ جس طرح ان احادیث سے آثار نبوی کی برکت و تعظیم کا ثبوت ملتا ہے اسی طرح تعظیم و برکت حاصل کرنے کا طریقہ بھی انہیں احادیث سے ثابت ہوتا ہے پس جس طرح وہ شخص جو منکر برکت آثار نبویہ ہو بددین اور گنہگار ہے اسی طرح وہ شخص جو خلاف طریقہ مرویہ حدیث کے کوئی خاص طریقہ تعظیم کا اپنی طرف سے اختراع کرے وہ مبتدع اور مخالف سنت سمجھا جاویگا۔ اس لئے کہ مخالفت سنت میں دونوں برابر ہیں اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس طریقہ مخترعہ میں کوئی خاص امر صریح منہیات شرعیہ اور محرمات یقینیہ سے شامل نہ ہو اور اگر اس طریقہ مخترعہ میں کوئی امر محرمات شرعیہ سے بھی شامل کیا جائے تو ایسی حالت میں دو نقصان ہوں گے ایک تو طریق خاص کا احداث اور دوسرے محرمات شرعیہ کا ارتکاب اور ان دونوں باتوں کا حکم یہ ہے کہ ان کا مرتکب غیر مستحل فاسق اور مستحل کافر ہے۔ دوسرے اس بات پر نظر رکھنی چاہیئے کہ جو تعظیم اور برکت آنحضرتؐ کے آثار کے واسطے ثابت ہے وہ آنحضرت کے آثار کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے کے آثار کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو آنحضرت کے آثار کے ساتھ مخصوص ہے حرام ہے پس ضروری ہوا کہ جب کسی خاص جبہ اور خاص لباس اور خاص مو کی نسبت یہ دعویٰ کیا جاوے کہ

یہ آنحضرت کے آثار ہیں تو اول اس بات کا یقین حاصل کیا جاوے کہ یہ آثار فی الواقع آنحضرت کے آثار ہیں یا دوسرے شخص کے ہیں جنکو آنحضرت صلعم کی طرف کسی طمع سے منسوب کر دیا ہے تاکہ اس یقین سے غیر کے آثار کے ساتھ آنحضرت کے آثار کا سا برتاؤ لازم نہ آوے اور اس قسم کے یقین کا حصول ایسے امور کی نسبت بغیر اس طریقہ کے متعذر ہے جس کو ہمارے محدثین رحمہم اللہ نے روایت حدیث میں اختیار کیا ہے کیونکہ اثبات آثار نبوی بھی حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہی طریقہ مسلوک ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب ان آثار کا ثبوت ایسے طرق روایت پر موقوف ہو تو اس کی صحت وعدم صحت بھی صحت اسناد اور عدم صحت اسناد پر موقوف ہوگی اور جس صورت میں اس کے واسطے سند ضعیف بھی میسر نہ ہو تو صرف چند جاہلوں کے محضر ناموں سے کب اسکو ثابت کر سکتے ہیں پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ بلاشبہ تعظیم آثار نبوی علامات ایمانی میں سے ہے جس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے لیکن وہ تعظیم اور تبرک منحصر ہے انہیں طرق میں جو احادیث سے ثابت ہیں اور یہ تعظیم فرع ہے اس بات کی کہ ان آثار وتبرکات کا انتساب آنحضرت کی ذات پاک کی طرف صحیح ہو اور صحت انتساب موقوف ہے صحت روایت پر پس جو آثار بصحت روایت ثابت ہیں بلاشبہ ان کی تعظیم صحابہ کرام کے طریقہ کے بموجب کرنی چاہیئے اور ان سے برکت حاصل کرنے میں کوئی شبہ نہیں اور جو بصحت روایت ثابت نہیں ہیں انکے ساتھ بلاتحقیق وہ معاملہ کرنا جو آنحضرت کے آثار ثابتہ کے ساتھ کرنا چاہیئے ایسا ہے جیسا کہ بلا سند کسی کے کلام کو حدیث کہنا اور اس پر عمل کرنا جس کی نسبت سخت وعید وارد ہے۔ قال ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار رواہ الترمذی

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ تم میری طرف کسی بات کے منسوب کرنے سے خوف خدا کرو اور بغیر تحقیق کے مجھ سے کوئی روایت مت کرو کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے جان بوجھ کر وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں کرے پس واجب ہے ہر مسلمان پر یہ بات کہ جب تک اس کو اس بات کا علم نہ ہو کہ جس امر کی نسبت آنحضرت کی طرف کی جاتی ہے وہ نسبت صحیح ہے یا نہیں اس وقت تک اس کی روایت نہ کرے اور جب روایت جائز نہیں تو عمل بطریق اولی جائز نہ ہوگا البتہ ایسی صورت میں احتیاط کا مقتضا یہ ہے کہ جب کوئی شے آنحضرت کی طرف دعوی کے ساتھ منسوب کیجاوے تو قبل تحقیق کے جیسے ان کا اقرار جائز نہیں ہے انکار پر بھی اصرار نہ کرے۔ چنانچہ ایسی صورت میں حدیث نبوی سے بھی توقف ثابت ہوتا ہے صاحب مرقاۃ نے اس حدیث کے تحت میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصدقوا اہل الکتاب ولا تکذبوہم وقولوا آمنا باللہ وما انزل الینا آلخ رواہ البخاری

ترجمہ: مت تصدیق کرو تم اہل کتاب کی اور نہ تکذیب کرو ان کی اور کہو تم کہ ایمان لائے ہم اللہ پر اور اس چیز پر جو اس نے ہم پر اتاری۔ روایت کیا اس کو بخاری نے لکھا ہے لا تصدقوا اہل کتاب ای فیما لم یتبین لکم صدقہ لاحتمال ان یکون کذبا وہو الظاہر من احوالہم قولہ ولا تکذبوا ہم ای فیما حدثوا من التوراۃ والانجیل ولم یتبین لکم کذبہ لاحتمال ان یکون

صدقا وان کان نادرا لان الکذوب قد یصدق وفیہ اشارۃ الی التوقف فیما استشکل من الامور والعلوم الخ۔ غرضیکہ اسی طرح ایسے مواقع پر بھی توقف کا طریقہ اسلم ہے۔

ترجمہ:- نہ تصدیق کرو اہل کتاب کی یعنی اس بات میں جس کی تم کو بخوبی تصدیق نہیں ہوتی واسطے احتمال اس بات کے کہ شاید وہ جھوٹ ہو اس لئے کہ ان کا ظاہر حال جھوٹ ہی کو مقتضی ہے اور نہ تکذیب کرو ان کی ان باتوں میں جو توراۃ اور انجیل سے روایت کرتے ہیں جب تک ان کی تکذیب ظاہر نہ ہو جاوے اس لئے کہ شاید سچے ہوں گو سچ ان سے نادر ہے اس واسطے کہ کبھی جھوٹا بھی سچ بول دیتا ہے اور اس میں اشارہ ہے اس بات کا کہ جو امور مشتبہ ہوں اعتقادی اور عملی معاملات میں سے تو ان میں توقف چاہیئے الخ پس جب یہ تمام امور مرکوز خاطر ہو چکے تو اب سائل کو دیکھنا چاہیئے کہ جو لوگ موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت طریقہ مذکور سوال کے بموجب کراتے ہیں بدعات اور مخترعات کے پابند ہیں۔ دیکھو روایت بالا کے بموجب جب موئے مبارک کا پانی مریض کے واسطے حضرت ام سلمہ سے طلب کیا تو انہوں نے ڈھول تاشے نہیں بجوائے پنج آیت اور قرآن خوانی نہیں کرائی ترتیب مجلس اور تعیین وقت اور تاریخ نہیں کیا غرضیکہ کسی قسم کے تعینات خاصہ سے اس کو مقید نہیں فرمایا بلکہ اس کی برکت کو ہر حالت میں قابل استفادہ تصور فرمایا۔ بخلاف اس صورت کے جس کو سائل نے بیان کیا ہے جس میں تعیین ماہ ویوم وتاریخ کو امر ضروری اور مؤثر فی ازدیاد الثواب خیال کیا ہے جس کی سنت نبویہ میں کچھ بھی اصل نہیں ہے اور تداعی اور انعقاد محافل خاصہ کو لابد خیال کیا ہے اور اس میں نوبت ونقارہ وجملہ مزامیر مہیا کئے جاتے ہیں جو سراسر افعال شیاطین سے مالیدہ موئے مبارک بھی بطور نذر لغیر اللہ کیا جاتا ہے اور بطور تبرک کے تقسیم حالانکہ اس سے انتفاع حرام قطعی ہے غزلیں گاتے ہیں حالانکہ ایسے راگ بالاتفاق حرام ہیں پس برکت حاصل کرنا جو غایۃ الامر مستحب ثابت ہوگی باعث ہوتی ہے ایسے محرمات شرعیہ کے ارتکاب کی جن سے اجتناب واجب ہے اور ظاہر ہے جس امر مستحب کے ارتکاب سے ترک واجب لازم آوے اس مستحب کا ترک واجب ہے پس اس صورت میں ہرگز شریعت غرائے محمدیہ اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ایسے بدعات کے ساتھ اس امر مستحب کا ارتکاب صحیح ہو اور نفس استحباب اس کا بھی اس صورت میں مسلم ہے جبکہ یہ بخوبی ثابت ہو جاوے کہ فی الواقع یہ موئے مبارک آنحضرت صلعم ہی کا ہے اور یہ امر پایہ ثبوت کو نہ پہنچے تو ایسے جلسہ میں بقصد تبرک حاضر ہونا بھی جائز نہیں ہے اور جو لوگ نذر مانتے ہیں موئے مبارک کی اور اس پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں وہ حرام ہے۔ کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت لغیر اللہ حرام ہے اور ظاہر ہے کہ یہ نذر لغیر اللہ ہے پس یہ حرام ہے۔ چنانچہ لکھا ہے صاحب بحر الرائق نے والنذر للمخلوق لایجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون لمخلوق یعنی نذر مخلوق کی ناجائز ہے اس لئے کہ وہ عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کے لئے نہیں ہوتی الخ اور جس طرح یہ فعل حرام ہے اور ایسی نذر منعقد نہیں ہوتی اور ذمہ پر اس کا ادا واجب نہیں ہوتا۔ چنانچہ اسی بحر الرائق میں ہے الاجماع علی حرمۃ النذر للمخلوق ولاینعقد ولاتشتغل الذمۃ بہ وانہ حرام بل سحت ولایجوز لخادم الشیخ اخذہ ولا اکلہ ولا التصرف فیہ بوجہ

من الوجوہ آلخ ——— ترجمہ:۔ یعنی اس بات پر اجماع ہے کہ نذر مخلوق کی حرام ہے اور وہ نذر منعقد بھی نہیں ہوتی اور ذمہ پر اس کا وجوب نہیں ہوتا اور مجاوروں کو اس کا لینا اور کھانا اور کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جو اوقاف موئے مبارک کے خدام کیواسطے مقرر ہیں اگر وہ اوقاف اس غرض سے مقرر کئے ہوئے ہیں کہ وہ تمام بدعات و شرکیات، جو سوال میں مذکور ہیں اس وقف کے ذریعہ سے رائج کئے جاویں اور ایسے بدعات میں ان اوقاف سے صرف کیا جاوے تو فی نفسہ یہ وقف ہی باطل ہے اور ان کا واقف گنہگار ہے کیونکہ منجملہ شرائط صحت وقف کے ایک یہ شرط ہے کہ وہ کام جس کے لئے وقف کیا ہے فی نفسہ قربت اور عبادت معلوم فی الدین ہو اور ظاہر ہے یہ امور نعوذ باللہ منہا عبادت نہیں ہیں۔ چنانچہ عالمگیریہ میں ہے ومنہا ای من شرائط صحتہ ان یکون قربۃ فی ذاتہ وعند التصرف آلخ

ترجمہ:۔ اور منجملہ شرائط کے ایک یہ شرط ہے کہ وہ امر فی نفسہ قربت ہو اور وقت تصرف کے آلخ اور اگر اس نے صرف یہ نیت کی ہے کہ جو فقراء و مساکین یہاں حاضر ہوں ان پر صرف کیا جاوے اور جو شخص اُس کے متولی ہوں وہ بھی بقدر حاجت اس میں سے لیا کریں تو وقف صحیح ہے اور بقدر حاجت خود لینا اور باقی فقراء پر صرف کرنا حلال ہے۔ واللہ اعلم

محمد سمٰعیل اجاد من اجاب محمد لطف اللہ

فی الواقع برکت لینا ایسی چیزوں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بانتساب صحیح بطریق صحیح منسوب ہیں جائز و مستحسن ہے لیکن ایسی مجلس میں جانا جس کو سائل نے ذکر کیا بوجہ اشتمال ان کے بدعات مستقبحہ اور افعال محرمہ پر شریک ہونا نہیں جائز ہے اور نہ ایسے آثار سے جن کا انتساب بطریق صحیح ثابت نہیں ہے برکت لینا جائز ہے اور جو اشیاء عوام کالانعام موئے مبارک پر چڑھاتے ہیں ان کا لینا بوجہ منذور لغیر اللہ ہونے کے نہیں جائز ہے وللہ در المجیب حیث اتی بفضل رائق وہو فیہ مصیب۔ واللہ اعلم۔ ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ

پیتل کو سونا یا چاندی بنانا

سوال (۱۴۷) علم کیمیا کے ذریعہ پیتل کا سونا یا چاندی بن جانا کیا ممکن ہے؟

جواب:۔ علماء حکمت کا اسمیں اختلاف ہے بعض حکماء، شیخ الرئیس وغیرہ اس کو محال قرار دیتے ہیں لیکن دلیل قوی ان کے پاس نہیں ہے اور ایک جماعت امکان کی قائل ہے اور دلائل استحالہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے۔

اور یہ اختلاف کشف الظنون میں اسامی الکتب والفنون سے منقول ہے: حاصل ماذکرہ الصفدی فی شرح لامیۃ العجم ان الناس فیہ علی طریقین فقال کثیر منہم ببطلانہ منہم الشیخ الرئیس ابن سینا ابطلہ بمقدمات من کتاب الشفاء والشیخ تقی الدین ابن تیمیۃ صنف رسالۃ فی الکیمیا فی انکار و صنف یعقوب الکندی ایضا رسالۃ فی ابطالہ لکنہم لم یوردوا اشیاء یفید الظن لامتناعہ فضلا عن الیقین وذہب الآخرون الی امکانہ منہم الامام الرازی فانہ فی المباحث المشرقیۃ عصقلا فی بیان امکانہ والشیخ نجم الدین ابن ابی الدار البغدادی رد علی الشیخ

ابن تیمیۃ وزیفہ قالہ فی رسالۃ ورد ابوبکر بن محمد زکریا الرازی علی یعقوب الکندی واستدل الامام فی الملخص علی امکانہ فقال الامکان العقلی ثابت لان الاجسام مشترکۃ الجسمیۃ فوجب ان یصح علی کل واحد مایصح فی الآخر وحکی ابن ماجہ الاندلسی فی بعض تالیفہ عن الشیخ ابی نصر الفارابی انہ قال قد بین ارسطو فی کتابہ من المعادن ان صناعۃ الکیمیاء داخلۃ تحت الامکان الا انہا من الممکن الذی یعسر وجودہ بالفعل انتہی ملخصًا

اور اکثر علماء شریعت بھی امکان کے قائل ہیں۔ ابن حجر مکی ہیتمی تحفۃ المحتاج شرح منہاج کے باب الانجاس میں لکھتے ہیں۔ اختلف فی انقلاب الشئ عن حقیقتہ کالنحاس فی الذہب ہل ہو ثابت فقیل نعم لانقلاب العصا ثعبانا حقیقۃ والا لبطل الاعجاز وقیل لا لان قلب الحقائق محال والحق الاول انتہی ملخصا۔

اور بھی لکھتے ہیں: کثیرا مایسئل عن تعلم علم الکیمیاء وحلہ ولم نر لاحد کلامًا فی ذلک والذی یظہر انہ یبتنی علی الخلاف فعلی الاول من علم العلم الموصل لذالک القلب علما یقینیا جاز لہ علمہ وتعلیمہ اذلا محذور فیہ بوجہ وان قلنا بالثانی اولم یعلم الانسان ذلک بالعلم الیقینی فکان ذلک وسیلۃ الی الغش فالوجہ الحرمۃ انتہی ملخصًا

رد المحتار میں اس عبارت کے بعد مذکور ہے حاصلہ انا اذا قلنا باثبات قلب الحقائق وہو الحق جاز العمل بہ وتعلمہ لانہ لیس بغش لان النحاس ینقلب ذہبا او فضۃ حقیقۃ وان قلنا انہ غیر ثابت لا یجوز لانہ غش کما لا یجوز لمن لا یعلمہ حقیقۃ لما فیہ من اتلاف مال المسلمین وغش المسلمین والظاہر ان مذہبنا ثبوت الحقائق بدلیل ماذکروہ فی انقلاب العین فی النجاسۃ کانقلاب الخمر والدم مسکا ونحو ذلک انتہی

روح کا مسکن

سوال (۷۴۲) اکثر علمائے دین تحریر فرماتے ہیں کہ روح میت یک چلہ یا کم و زیادہ اپنے گھر میں رہتی ہے بعدہٗ ایک سال تک قبر پر رہ کر مقام علیین وغیرہ کو جاتی ہے پس صحیح تر نزدیک اہل سنت کے کیا ہے؟

جواب:۔ ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد قبض کے روح علیین کو جاتی ہے۔ روایت بزازیہ میں ہے فاذا خرجت روحہ وضعت علی ذلک المسک والریحان وذہب بہ الی علیین۔ اور یہ امر کہ ایک چلہ گھر میں اور ایک سال قبر پر رہ کے علیین کو جاتی ہے نہیں ثابت ہے واللہ اعلم　　　　ابو الحسنات محمد عبدالحی

جنت میں اقربا کے ساتھ رہنا

سوال (۷۴۳) آپ نے فرمایا کہ بہشت میں ملاقات ہوگی۔ مگر یہ نہ ظاہر ہوا کہ جورو خصم و لڑکے وغیرہ مانند یہاں کے یکجا رہیں گے یا نہیں۔

جواب:۔ جب سب جنت میں جا دیں گے تو مانند یہاں کے سب یکجا رہیں گے اور اگر مراتب درجات مختلف ہونگے تو ایک کے درجے میں دوسرے جا کے یا پاس پہنچ کے ملاقات کر سکیں گے۔ تفصیل اسکی بدور سافرہ فی احوال الآخرۃ

وغیرہ میں موجود ہے۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی

ابلیس کا قرآن پڑھنا

سوال (۷۴۴) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ابلیس لعین قرأت قرآن پر قادر ہے یا نہیں

جواب: کتاب لقط المرجان فی اخبار الجان میں جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں سئل ابن الصلاح عن رجل یقول ان الشیطان یقدر ان یقرأ القرآن ویصلی ہو وجنودہ فاجاب ظاہر المنقول ینفی قراءتہم القرآن وقوعا ویلزم منہ انتفاء الصلوٰۃ منہم اذ منہا قراءۃ القرآن وقد ورد ان الملائکۃ لم یعطوا فضیلۃ قراءۃ القرآن وہی حریصۃ لذلک علی استماعہ من الانس فان قراءۃ القرآن کرامۃ اکرم اللہ بہا الانس غیر ان المومنین من الجن بلغنا انہم یقرؤنہ انتہی۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جنات میں سے مسلمان اور نیک جن تو قرأۃ قرآن پر قادر ہیں مگر ابلیس قادر نہیں واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

کوچہ غیر نافذہ میں تصرف کرنا

سوال (۷۴۵) کسی کوچہ غیر نافذہ میں فقط حامد ومحمود کا راستہ ہے۔ ایک تیسرا شخص زید اس کوچہ میں نیا دروازہ کھول کر راستہ میں شریک ہونا چاہتا ہے اور حامد ومحمود مانع ہیں اب زید کے لئے دروازہ کھولنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں۔ ابوالجیش محمد مہدی صح الجواب محمد رحمت اللہ

حامد ومحمود کے منع کرنے کی صورت میں زید کو دروازہ بنانے کا حق نہیں ہے۔ درمختار میں ہے زائغۃ مستطیلۃ تنشعب عنہا سکۃ مثلہا یمنع اہل الاولی عن فتح باب للمرور فی القصوی الغیر النافذۃ علی الصحیح اذ لاحق لہم فی المرور انتہی محمد نعیم اصاب من اجاب علی محمد

سکہ غیر نافذہ میں بلا اجازت اہل سکہ کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں حتی کہ اگر شرکاء سکہ میں سے بھی کوئی شخص نیا دروازہ کھولنا چاہتا ہے تو دوسروں کی اجازت کے بغیر نہیں کھول سکتا۔ بزازیہ میں ہے سکۃ غیر نافذۃ بین عشرۃ لکل منہم دار غیر ان لاحدہم دارا فی سکۃ اخری لاطریق لہا فی ہذہ السکۃ غیر ان حائطہا فی ہذہ السکۃ قال ابوالقاسم لیس لہ ذلک وبہ افتی ابوجعفر وبہ ناخذ انتہی ملخصاً

جب شریک کو حق نہیں تو غیر شریک کو اہل سکہ کی اجازت کے بغیر کیسے حق ہوگا اور ان کی ممانعت کے ہوتے ہوئے نیا دروازہ نہیں کھول سکتا۔

منح الغفار میں ہے:۔ وفی غیر النافذۃ لا یتصرف فیہ احد مطلقا اضرہم اولا الا باذنہم لان الطرق التی لیست بنافذۃ مملوکۃ لاہلہا والتصرف فی الملک المشترک من الوجہ الذی لم یوضع لا یملک الا باذن الکل

ابوالحسنات محمد عبدالحی

ہمسایہ کو تصرفات سے روکنا

سوال (۴۶۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید کے مکان میں دروازہ پر کھڑکیاں ...... نصب ہیں اور مکان زید سے مکان خالد محض علیحدہ ہے بلکہ درمیان میں شارع عام فاصل ہے اور ایک تیلی کا مکان درمیان میں واقع ہے۔ چونکہ ایک دیوار مکان خالد کی بقدر ایک گز کے طول میں اور نصف گز کی بلندی عرض میں کم ہے اس وجہ سے کسی قدر اس کا مکان کھڑکیوں سے معلوم ہوتا ہے۔ زید اس قدر پردہ ہونے پر بھی راضی ہے لیکن خالد ان کھڑکیوں سے مزاحمت کرتا ہے پس از روئے شرع خالد کو تعرض پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب: مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ہے بعض متاخرین نے کہا اگر کسی شخص کے اپنے ملک میں تصرف کرنے سے ہمسایہ کو نقصان پہنچتا ہے تو اس کو منع کرنے کا حق ہوگا۔ درمختار میں ہے علیہ الفتوی واختارہ فی العمادیۃ وافتی بہ قاری الھدایۃ حتی یمنع الجار من فتح الطاقۃ وھذا جواب المشائخ استحسانا انتہی

اور نصاب الاحتساب میں ہے لو فتح کوۃ حتی وقع نظرہ منہا الی نساء جارہ علی روایۃ کتاب القسمۃ لا یمنع والفتوی علی انہ یمنع انتہی

اور فتاوی قاضی خاں میں ہے ومثلہ فی خزانۃ المفتین لو اراد الجار ان یمنعہ من الصعود حتی یتخذ سترۃ قالوا ان کان فی صعودہ یقع بصرہ فی دار جارہ کان لہ ان یمنعہ من الصعود حتی یتخذ سترۃ وان کان لا یقع بصرہ علیہم اذا کانوا علی السطح لا یمنعہ من الصعود انتہی

اور اکثر فقہا نے ظاہر روایت کا اعتبار کرکے فتوی دیا کہ ہمسایہ کو ممانعت کا حق نہیں ہے اگرچہ اسکو نقصان ہو فتاوی قاضی خاں میں ہے کل ما ذکر فی جنس ھذہ المسائل قول مشائخ بلخ وانہ یخالف قول ابی حنیفۃ من تصرف فی ملکہ لا یمنع منہ وان اضر بجارہ وفی الدر المختار جواب ظاھر الروایۃ عدم المنع مطلقا وبہ افتی طائفۃ کالامام ظہیر الدین وابن الشحنۃ ووالدہ ورجحہ فی الفتح وفی قسمۃ المجتبی وبہ افتی واعتمدہ المصنف ثم قال قد اختلف الفتوی وینبغی ان یعول علی ظاہر الروایۃ انتہی

وفی حاشیۃ لو فتح صاحب البناء فی علو بنائہ کوۃ ... لیس لصاحب الساحۃ منعہ بل لہ ان یبنی ما یسترجہتہ الی ان قال والامام ظہیر الدین کان یفتی بقول الامام والحاصل ان الذی علیہ غالب المشائخ من المتاخرین ھو الاستحسان فی جنس ھذہ المسائل وافتی طائفۃ بجواب القیاس المروی واختار فی العمادیۃ المنع اذا کان الضرر بینا وظاھر الروایۃ خلافہ وذکر العلامۃ ابن الشحنۃ ان فی حفظہ ان المنقول عن ائمتنا الخمسۃ ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد وزفر والحسن انہ لا یمنع من التصرف فی ملکہ وان اضر بجارہ وھو الذی امیل الیہ واعتمدہ

واشتی بہ تبعا لوالدی شیخ الاسلام انتہی

اور فتح القدیر میں بھی ظاہر روایت کو راجح کہا گیا ہے۔ انور علی

صاحب خانہ کو اپنے مکان میں ہر قسم کے تصرف کرنے کا حق ہے یا نہیں۔ خواہ اس میں دوسرے کا نقصان ہو یا نہو اس میں فقہا کا اختلاف ہے۔ متاخرین کی ایک جماعت اور اکثر مشائخ کا مسلک ہے جس تصرف میں دوسرے کا ضرر بین ہو تو جائز نہیں اور جس کا بھی نقصان ہو اس کو منع کرنے کا حق ہے ہمسایہ ہو یا غیر ہمسایہ۔

منح الغفار میں ہے:۔ فی المجتبی لو وقع فی نصیب احدھما دارًا وفی الآخرۃ ساحۃ فاراد صاحب الساحۃ ان یبنی فیھا ویسد الریح والشمس علی الآخر فلیس لہ المنع فی ظاہر الروایۃ وبہ یفتی وقال نصیر الصغار لہ المنع وعلی ھذا لو اراد الجار تنوراً وفی فتاوی قاری الھدایۃ الفتوی علی انہ ممنوع من التصرف علی وجہ یتضرر بہ الجار وان کان فی ملکہ واجاب قاری الھدایۃ بان الجار یمنع ان یفتح کوۃ یشرف منھا علی جارہ نقلا اختلف التصحیح وینبغی ان یعول علی ظاہر الروایۃ انتہی ملخصا

اور صاحب خزانۃ الفقہ تحریر فرماتے ہیں: لو اراد الرجل ان یبنی فی دارہ اودوکانہ تنورًا او حماما او مدقاق القصارین لم یجز قال الصدر الشہید کان والدی یفتی بانہ اذا قال الضرر قال وبہ یفتی وھذا جواب المشائخ وجواب ظاہر الروایۃ لا یمنع انتہی

اور فتاوی خیریہ میں ہے مسئلہ فتح الکوۃ فیھا قیاس واستحسان والاستحسان المنع وعلیہ الفتوی کما نقلہ فی التاتارخانیۃ وشرح القدوری المسمی بالمضمرات عن التہذیب وقال فی التاتارخانیۃ قبیل مسئلۃ الکوۃ الحاصل فی جنس ھذہ المسائل ان القیاس ان کل من تصرف فی خالص ملکہ لا یمنع وان کان یودی الی الضرر بالغیر لکن ترک القیاس فی موضع یتعدی ضرر تصرفہ الی غیرہ ضررًا بینا وقیل بالمنع مطلقا وبہ اخذ کثیر من مشائخنا وعلیہ الفتوی ومثلہ فی الفصول العمادیۃ من الکتب انتہی

اور مفتی شام ملا حامد اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں فتاوی علی ان الکوۃ حیث کانت للنظر والموضع موضع النساء تسد بلا فاصل بین الطریق الفاصل وغیرہ کما فی المضمرات وغیرھا انتہی

اور اسی فتاوی معروف بہ معنی المفتی عن سوال المستفتی میں دوسری جگہ مذکور ہے لا فرق بین القدیم والحادث حیث کان الضرر بینا انتہی

اور علامہ ابن عابدین تنقیح فتاوی حامدیہ میں فرماتے ہیں وفی حاشیۃ البحر من القضاء للشیخ خیر الدین لا فرق بین القدیم والحادث حیث کانت العلۃ الضرر البین انتہی

صورت مسئولہ میں اگر زید کے اپنے مکان میں کھڑکیاں کھولنے سے خالد کو ضرر بین پہونچتا ہے اور بے پردگی ہوتی ہے

تو مشائخ بلخ کے مسلک مختار کے مطابق اس کو منع کرنے کا حق ہے اور زید کو چاہیئے کہ پردہ کی دیوار بنائے ابوالحسنات محمد عبدالحی

ہمسایہ کو کواڑ لگانے سے روکنا

سوال (۴۷۷) زید کی ایک آراضی مملوکہ مقبوضہ ہے اور اسی آراضی میں مرور مکان مسکونہ زید کا ہے اب اس آراضی کے دروازہ پر کہ قبل اس سے چند عرصہ سے بلا چوکھٹ وکواڑ کے تھا زید نے چوکھٹ و کواڑ بعض مصالح کے پیش نظر لگائے ہیں۔ ایک غیر شخص کہ زمانہ قدیم سے اس کا مکان مرور اس آراضی میں نہ تھا اب چند عرصہ سے اسی آراضی میں اس کا مرور ہے اس نصب چوکھٹ وکواڑ سے مانع ہے۔ حالانکہ زید مالک آراضی بعد نصب چوکھٹ وکواڑ کسی طرح اس غیر شخص کو مرور سے نہیں روکتا اور نہ کوئی حق اس غیر شخص کا سوائے مرور کے اس آراضی میں ثابت ہے آیا زید مالک قابض کو اس زمین پر چوکھٹ اور کواڑ قائم کرنے کا حق پہنچتا ہے یا نہیں اور غیر شخص کا منع صحیح ہے یا نہیں اور اگر وہ شخص غیر ملکیت زید سے بہ نسبت اس اراضی کے جس میں دروازہ لگایا ہے انکار کرے تو حاکم کو تحقیقات اس کی ملکیت کی بہ نسبت اس آراضی کے چاہیئے یا نہیں؟

جواب :- زید قابض مالک کو غیر کا ضرر بین نہ ہونے کی صورت میں چوکھٹ اور کواڑ لگانے کا حق پہنچتا ہے۔ شرعاً ممتنع نہیں اور جب زید اس غیر شخص کو مانع مرور سے نہیں تو اس دروازہ سے کچھ حرج اس شخص غیر کا ثابت نہیں اور منع شخص غیر کا صحیح اور درست نہیں اور مراد ضرر بین سے یہ ہے کہ ہمسایہ کے حوائج اصلیہ بند ہو جاویں جیسے مثلاً کسی شخص کے مکان میں سے ہمسایہ کے مکان میں روشنی آتی تھی۔ اب اس شخص نے اپنا مکان بنایا کہ روشنی بالکل مکان ہمسایہ کی بند ہو گئی اور اگر ایسا نہ ہو یعنے ہمسایہ اپنے حوائج اصلیہ سے بند نہ ہوا ضرر بین نہ ہوگا اور جب مالک وقابض مانع مرور ہمسایہ نہیں ہے اور دروازہ اور چوکھٹ لگانے سے مرور مسدود نہیں ہوتا تو ہمسایہ کو حق ممانعت نصب چوکھٹ وکواڑ سے شرعاً نہیں پہنچتا۔ قال فی الدر المختار ولا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکه الا اذا کان الضرر بجاره ضرراً بینا فیمنع من ذلک وعلیه الفتوی وقال فی رد المحتار والحاصل ان القیاس فی جنس ہذه المسائل ان یفعل المالک ما بدا له مطلقا لانه متصرف فی خالص ملکه لکن ترک القیاس فی موضع یتعدی ضرره الی غیره ضررا فاحشا وهو المراد بالبین وهو ما یکون سببا للهدم ویخرج عن الانتفاع بالکلیة وهو ما یمنع الحوائج الاصلیة کسد الضوء بالکلیة واختار والفتوی علیه فاما التوسع الی منع کل ضرر فیسد باب انتفاع الانسان بملکه کما ذکرنا قریبا انتہی اور حاکم کو تحقیق ملکیت زید کی بہ نسبت آراضی مذکورہ کے چاہیئے کہ بنا ر جواز نصب دروازہ، پر ملکیت زید کے ہے اور عدم جواز بر تقدیر عدم ملکیت کے وهو ظاہر۔

محمد حسین ۔ الجواب هو الصواب محمد عنایت اللہ ۔ ذلک کذلک، فدائے احمد ۔ الجواب صحیح محمد عبدالقادر خاں ۔ اصاب من اجاب حامد حسین ۔ الجواب هو الجواب محمد ریاست علی خاں ۔ قد صح الجواب ابوالقاسم محمد مزمل ۔ فی الواقع

ضرر بین نہو نے کی صورت میں ہمسایہ کو حق ممانعت نہیں ۔ یہی مفتی بہ اور مختار ہے ردمختار کی عبارت بھی اس کی مؤید ہے۔ محمد عبدالحی
ہذا الجواب صحیح محمد اکبر علی خاں ۔ الجواب ہو الجواب محمد عبداللہ ۔ ذلک کذالک محمد نظیر علی ۔ الاجوبۃ المذکورۃ صحیحۃ بتقدیر
صحۃ ماقال لہ المستفتی حافظ محمد شعیب ۔

بعد تحقیق اس امر کے کہ وہ زمین ملک زید ہے ۔ زید کو چوکھٹ وغیرہ لگانے سے منع نہ کیا جاویگا ۔ مگر یہ نہ ہمسایہ کو اس
سے ضرر ظاہر پہنچے تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں ہے فی حواشی الاشباہ لبیری زادہ مانصہ لہ التصرف فی ملکہ وان تضرر جارہ فی
ظاہر الروایۃ والذی استقر علیہ رای المتاخرین ان الانسان یتصرف فی ملکہ وان اضر بغیرہ مالم یکن ضررا بینا والفتوی علیہ انتہی
اور منح الغفار میں ہے فی فتاوی قاری الہدایۃ الفتوی علی انہ ممنوع من التصرف علی وجہ یتضرر بہ الجار وان کان
فی ملکہ انتہی

اور تاتارخانیہ میں ہے الاصل فی جنس ہذہ المسائل ان القیاس ان کل من تصرف فی خالص ملکہ لایمنع وان کان
یودی الی الضرر بالغیر لکن ترک القیاس فی موضع یتادی ضرر تصرفہ الی غیرہ ضررا بینا انتہی ۔ محمد عبدالحی

پیغمبر آخر الزماں کا وکیل

سوال (۷۴۸) کوئی شخص مرد ہندی ناخواندہ قوم افغان دعویٰ نبوت کا اس پردے میں کرے
کہ میں وکیل پیغمبر آخر الزماں ہوں اور واسطے تردید کتب نصاریٰ کے پیغمبر خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں
کہ یک مطبع محمدی قائم کرکے کتب تردید دین نصاریٰ تصنیف کرکے چھپوادوں تا دین نصاریٰ باطل
اور رد ہو جاوے پس اس قول کو مرد ہندی ناخواندہ سے باور کرنا اور اس پر اعتقاد لانا کہ بے شبہ
یہ وکیل مختار فرستادہ نبی آخر الزماں کا ہے یا اس کی مدد خرچ کرنا بنام مطبع دینا روا ہے یا نہیں

جواب :۔ اگر وہ شخص اپنی وکالت پر اس امر کو سند بلاتا ہے کہ میں نے آنحضرت کو خواب میں دیکھا ہے تو خواب کی
تحقیق و تفتیش کے بعد اس کی تصدیق ہوسکتی ہے ورنہ قول اس کا پایۂ اعتبار سے ساقط ہے ۔ واللہ اعلم

حررہ محمد عبدالحی عفاعنہ

عبدالرسول عبدالحسین نام رکھنا

سوال (۷۴۹) کسی کا نام عبدالرسول یا عبدالحسین وغیرہ رکھنا درست ہے یا نہیں ۔

جواب :۔ ایسا نام جسمیں اضافت عبد کی طرف غیر خدا کے ہو شرعا درست نہیں ہے اور اگرچہ صرف اس قسم کے نام
رکھنے سے حکم شرک کا نہ ہو بسبب احتمال اسکے کہ عبد سے مراد خادم و مطیع ہے مگر بوئے شرک سے ایسا نام رکھنا خالی
نہیں ہے قرآن و حدیث اس قسم کے نام رکھنے کی ممانعت پر دال ہیں اور علمائے امت محمدیہ نے بھی جابجا اسکی
تصریح کی ہے ۔ تفسیر جلالین میں ہے ۔ ہو الذی خلقکم من نفس واحدۃ آدم وجعل خلق منہا زوجہا حوا لیسکن الیہا

فلما تغشاہا حملت حملا خفیفا ہو النطفۃ فمرت بہ ذہبت وجاءت لخفتہ فلما اثقلت بکبر الولد فی بطنہا واشفقا ان
یکون بہیمۃ دعوا اللہ ربہما لئن اتیتنا صالحا سویا لنکونن من الشاکرین فلما اتاہما صالحا جعلا لہ شرکاء فیما آتاہما بتسمیۃ
عبد الحارث ولا ینبغی ان یکون عبدا الا للہ ولیس باشراک فی العبودیۃ لعصمۃ آدم وروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما
ولدت حوا طاف بہا ابلیس وکان لا یعیش لہا ولد فقال سمیہ عبد الحارث فانہ یعیش فسمتہ فعاش فکان ہذا من وحی الشیطان
وامرہ رواہ الحاکم وقال صحیح والترمذی وقال حسن غریب انتہی ملخصا

اور جمل کے حواشی جلالین میں ہے ولیس الجعل المذکور باشراک فی اللہ بل ہو شرک فی التسمیۃ وہذا لا یقتضی الکفر انتہی
اور شرعۃ الاسلام میں ہے ولا یسمیہ حکیما ولا آباعیسیٰ ولا عبد فلان انتہی۔

اور ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں ہے اما الاشتہار من التسمیۃ بعبد النبی فظاہرہ کفر الا ان ارادہ بالعبد المملوک انتہی
اور ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ میں ہے ولا یجوز نحو عبد الحارث ولا عبد النبی ولا غیرہ مما شاع بین الناس انتہی
اور ابن حجر مکی کی شرح منہاج میں ہے ویحرم ملک الاملاک لان ذالک لیس لغیر اللہ وکذا عبد النبی وعبد الکعبۃ
او الدار او علی او الحسن لایہام التشریک انتہی واللہ اعلم

محاکمہ ـــــ سکان حرمین کی فضیلت پر محاکمہ

استفتاء (۷۵۰) محاکمہ در تقریرات فریقین بسم اللہ الرحمن الرحیم مسئلہ فضیلت سکان حرمین فریقین
کے باب میں ہم نے مولوی محمد عبدالحی صاحب کو منصف قرار دیا ہے۔ الراقم محمد عبدالعزیز
میں نے مولوی عبدالحی صاحب کی منصفی مسئلہ فضیلت سکان حرمین میں تسلیم کی۔ محمد حسین عفا اللہ عنہ
سوال آپ فضیلت کلی ساکنان حرمین کے مدعی ہیں اور ہر صفت میں ان کو افضل بتلاتے ہیں یا کسی
وصف خاص میں۔ محمد حسین آپ نے مراد کلی فضیلت سے کیا رکھا ہے اور آپ وصف خاص کس کو کہتے
ہیں اور تمسک اس مسئلہ میں آپ کس دلیل سے پکڑو گے۔

جواب۔ میں وصف کلی سے شرح کر چکا ہوں کہ ہر وصف میں یعنی علم وفہم وتقویٰ وفضل سکونت اور وصف خاص سے
میری مراد ایک صفت ان صفتوں سے ہے اور میرا تمسک کرنا ابھی آپ کو کہاں معلوم ہوا۔ میں تو سائل ہوں۔ تمسک کام
مدعی کا ہے۔ سو آپ میں جس دلیل سے آپ تمسک کریں گے میں اس کا جواب دوں گا۔ (محمد حسین)

جواب: جب تک آپ کوئی دلیل ادلہ شرعیہ میں سے منظور نہ کرو گے پس جواب متعذر ہے۔ کیونکہ جس دلیل کو خصم تسلیم
نہیں کرتا اس کا بیان بے فائدہ ہے اس لئے آپ کو لازم ہے کہ اپنا متمسک بیان کریں تاکہ جواب دیا جائے اور آپ نے
جو کل قرآن کی آیت مذمت اہل مدینہ اور عرب کے بیان فرمائی تھی اس کو مذمت مذکورہ میں سند جانتے ہو یا اس سے
انکار ہے۔

جواب:- میرے سامنے دلیل پیش کرنے کی اس وقت حاجت ہوگی جب میں آپ کے دعویٰ فضیلت کا منکر ہوں گا۔ اور چونکہ ابھی تک محل نزاع مقرر نہیں ہوا اور سراپا تسلیم پایا نہیں گیا تو ابھی دلیل پیش کرنے کی کچھ حاجت نہیں شاید میں آپ کے دعویٰ فضیلت کو مان جاوں جس وقت میں آپ کے دعوی کا منکر ہوں گا دلیل طلب کروں گا اس وقت آپ دریافت کرنا کہ دلیل کونسی مانگے گا۔ اور جو آیت میں کل پکڑی تھی وہ مذمت میں ان لوگوں کی پکڑی جو آنحضرت کے وقت میں منافق تھے چنانچہ میں نے تقسیم کی تھی کہ مکے و مدینے کے لوگ کئی قسم کے ہیں ایک وہ جو پہلے حضرت کے کافر تھے اور دوسرے وہ جو حضرت کے وقت میں کافر تھے اور کہا تھا کہ آنحضرت کے وقت میں بھی مدینہ میں منافق موجود تھے جس پر وہ آیت پیش کی تھی سو میں اب تک اسی تمسک پر قائم ہوں اور ان منافقوں کی مذمت میں وہ آیت پڑھتا ہوں (محمد حسین)

آپ نے جو کل آیت کو مقابل ہمارے مناظرہ میں بیان کیا اگر مراد آپ کی وہی تھی جو آپ فرما رہے ہو۔ پس ظاہر ہے کہ آپ خطائے فاحش اور غلطی عظیم میں گرفتار ہوئے کیونکہ جو حدیثیں ہمنے مقابل میں بیان کی تھیں ان کا یہ مضمون نہ تھا کہ قبل تقرر اور نصرت اسلام کے ثبوت فضیلت کا ہو اگر مضمون اس حدیث کا آپ نے یہی خیال کیا ہے پس یہ امر اہل علم اور فراست سے دور اور بعید ہے اور اگر مراد آپ کی بعد تقرر اسلام کے بھی ہو پس اس سے تکذیب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لازم آتی ہے اعاذنا اللہ سبحانہ من ذالک کلہ اور آپ دو تین روز سے جو انکار فضیلت کر رہے تھے اس لئے آپ سے دریافت متمسک کی ضرورت ہے آپ نے دعوی کیا یعنی لکھا کہ آپ کس زمانہ کے لوگوں کی فضیلت کے مدعی ہیں اس لئے میں نے جواب میں تفصیل تقسیم کیا تھا اور یہ میں نہیں کہتا کہ جو مضمون احادیث سے فضیلت ثابت ہے وہ مسلم نہیں اور تقرر کی حد بیان کرنا آپ پر لازم ہے کہ کس وقت سے وہ تقرر پایا گیا جس وقت سے مدینہ میں منافق نہ رہے جس وقت حد بیان کریں گے اس وقت میرا اقرار یا انکار آپ کو ثابت ہوگا۔ پہلے ہی سے آپ کیوں فرماتے ہیں کہ تم بعد تقرر اسلام منافقوں کا وجود مدینہ میں تجویز کرتے ہو اور احادیث کا خلاف کرتے ہو۔ جواب دو اتنی بات کا میں دو تین دن سے مطلق فضیلت کا منکر نہیں جس کا منکر ہوں اب بھی ہوں آپ فضیلت معین کریں کہ آپ کس فضیلت کے مدعی ہیں۔ شاید میں اس فضیلت کا منکر نہ نکلوں جب منکر پاویں اس وقت آپ مجھ سے دلیل لائق تمسک کا سوال کریں۔

جواب:- امر عجب العجائب ہے کہ آپ کے سامنے جب حدیثیں فضائل کی بیان ہوئیں اور مضمون احادیث کا صریحاً دلالت کرتا ہے کہ مراد زمانہ نفاق اور کفر کا نہیں پھر بھی ایسی آیت کو مقابل میں ان احادیث کے بیان کرنا صریح غلطی ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ دعویٰ فضیلت کا کل سکان حرمین کا بعد استیلاء و تقرر اسلام کے ہے نہ زمانہ کفر اور نفاق میں خیر اب جونکہ آپ ادعائے مذکورہ سے کوئی وجہ نکال کر انکار کیا چاہتے ہیں اس انکار کو آپ کے ہم نے بجائے توجہ قرار دیا کیونکہ الانکار من الخطار توبۃ اور فضائل سکان حرمین شریفین کے بالفعل بھی جو احادیث سے ثابت نہیں کئی قسم کے ہیں لیکن مابین اس مناظرے کے مدعا اور مقصود یہ ہے کہ علمائے اطراف اور دیار میں کسی مسئلہ کا اختلاف ہو پس اس صورت میں یہ امر افضل

اور بہتر ہے کہ حرمین شریفین کے علما کو منصف قرار دیا جاوے۔ چنانچہ مجموعہ احادیث مشتمل استفتا جو پیش کیا جاتا ہے اس امر پر دال ہے۔

جواب:۔ آپ نے دعویٰ عام کیا تھا اور دلیل خاص وفضیلت زمانہ تقرر اسلام کی لائے تھے۔ اس لئے میں نے آپ کے عام دعوے کے مقابلہ میں تقسیم کی اور عام کے انہیں افراد کو توڑا اور وہ آیت میری متمسک بمقابلہ آپکے عموم دعوے کے ہے نہ بمقابلہ خصوص احادیث کے پس آپ کا سمجھنا کہ ہماری احادیث کے سامنے آیت پڑھی آپ کی غلطی فہم ہے اور وہ پیدا ہوئی اس غلطی سے کہ آپ نے دعویٰ میں ابہام اور تعمیم کی تھی خیر اب تو آپ اس تمام دعوے کو چھوڑتے ہیں تو میں آپ کے اس امر کو بجائے توبہ قرار دیتا ہوں اس لئے کہ انکار خطا سے توبہ ہے اور جو آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ ہم اس وصف خاص میں فضیلت کے مدعی ہیں کہ منصفی مقدمات دین میں وہ افضل ہیں اور اس دعوے پر آپ نے احادیث متضمنہ فتوی پیش کی ہیں۔ سو میں کہتا ہوں کہ آپ کے اس دعوے میں اولاً یہ بات تعین طلب ہے کہ کس زمانہ کے لوگ اس فضیلت کے محل ہیں آیا ہر زمانہ کے یا خاص قرون ثلثہ کے یا آج کل کے اسے تعین فرمادیں تو آپ کا فتوی دیا جاوے گا کہ وہ آپ کے دعوی کا مثبت ہے یا نہیں

جواب۔ ہمارا دعویٰ اول یہ ہے کہ علمائے حرمین شریفین کو اس زمانہ میں منصف قرار دینا بوقت اختلاف اور تکرار باقی رہنے کے۔ چاہیئے واسطے اس امر کے۔ شرط ۳ ہماری شرائط مشمولہ مثل جو قبل انعقاد شرائط سرکار کے داخل کی گئی تھی شاہد عدل ہے۔ کیونکہ بسبب نہ ماننے اس شرط کے یہ بحث شروع ہوئی تھی اور اس شرط کو بعینہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضار مجلس اور ناظرین کاغذات پر ظاہر ہو کہ توبہ کس کی طرف عائد ہوتی ہے۔ شرط سوم بعد گفتگو کے اگر تکرار باقی رہے تو واسطے انفصال کے علمائے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو منصف مقرر کیا جاوے آپ کو لازم ہے کہ آپ یا تو منصفی علمائے حرمین کی منظور فرمادیں یا ایک فتوی واسطے ثبوت مذمت سکان حرمین یعنی جو علماء اور اتقیا اور مومنین وہاں کے موجود ہیں تحریر فرمادیں کیونکہ آپ کا اول روز سے یہی دعویٰ سب کے روبرو ظاہر اور عیان ہے تاکہ فتوے طرفین کے منصف کے پاس ارسال کئے جاویں۔

جواب:۔ بیشک جناب نے اپنی شرط میں علما کی منصفی کا ذکر کیا تھا۔ ولیکن جب آپ نے دعویٰ کیا تو عام ساکنان مکہ کی فضیلت کے مدعی ہوئے اور بہت ظاہر ہے کہ شرط اور شے ہے اور دعوی مشروط یعنی جس کے لئے شرط مقرر کی گئی ہے اور یہ لازم نہیں کہ شرط میں تصریح فضیلت علما کی ہونے سے مشروط میں بھی وہی تصریح سمجھی جاوے خصوصاً جب کہ الفاظ دعوی میں تعمیم ہو اس سے ثابت ہوا کہ آپ ایسے دعوی عام سے رجوع کرتے ہیں خیر میں اس بات کو انصاف ناظرین رقعات طرفین پر چھوڑتا ہوں اور مطلب کی بات کا جواب دیتا ہوں آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا کہ آپ کن لوگوں کو اس فضیلت کا جو احادیث فتوی سے ثابت ہے محل قرار دیتے ہیں۔ ہر زمانہ کے لوگوں کو

یا قرون ثلثہ کے یا آج کل کے آپ نے اس بات کا جواب دیا نہیں اور مجھ سے درخواست کی کہ تم منصفی علمائے حرمین کی منظور کر دو ان کی مذمت میں فتوی لکھو جو کہ محض اجنبی بات ہے میں ابھی نہ منصفی مذکور کی تسلیم یا انکار کو زبان پر لاتا ہوں نہ اس کے خلاف میں کچھ لکھتا ہوں۔ جب آپ تعین ان لوگوں کی کریں گے جو آپ کی احادیث متضمنہ فتوی کے مصداق ہیں تو اس وقت میں نظر کروں گا۔ اگر وہ لوگ واقعی آپ کی احادیث فتوی کی مصداق ہوئے تو میں مان جاؤں گا ورنہ اس میں عذر کروں گا آپ بھی مجھ سائل سے تسلیم اپنے مجمل دعوی یا انکار کی کیوں چاہتے ہیں۔ آئندہ جواب بحرف واحد دیں کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے باب منصفی میں آپ مدعی ہیں اور احادیث سے ان کی فضیلت باب منصفی میں ثابت فرمایئے۔ جانبین کی عبارات کو منصف تحقیقات کرے گا اور یہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے کلام لاطائل ہے جس امر کے آپ مدعی تھے دلیل اس کی پیش نہ کر سکے آپ کو اختیار ہے۔ جواب میں بھی التماس کرتا ہوں کہ لاطائل ہونا کلام ہر شخص کا سپرد ناظرین ہونا چاہیئے اور جو مجھے آپ مدعی بنا کر مجھ سے دلیل طلب کرتے ہیں محل تعجب ہے وہ کونسا لفظ میری اس تحریر میں ہے جس سے میرا مدعی ہونا کسی امر میں ثابت ہوتا ہے مہربانی فرما کر نشان دیں میں تو اب تک سائل ہوں اور مدعی آپ ہیں بس آپ پر دلیل پیش کرنا لازم ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک فتوی بھی دکھایا تھا۔ اب اس کو کیوں چھپاتے ہو آئندہ دعوے میں تعین کرو اور اس پر کوئی آیت یا حدیث اسی فتوے کی شاہد ٹھہرا کر پیش کرو پھر مجھ سے دریافت کرو کہ تو اس کو مانتا ہے یا اس میں منع پیش لاتا ہے یا معارضہ کرتا ہے۔

جواب:۔ لاطائل ہونا کلام کا سپرد ناظرین کے کرنا نہایت انصاف ہے۔ لہذا وجوہ لاطائل ہونے آپ کے کلام کے بیان کئے جاتے ہیں۔ ناظرین کاغذات اور ماہرین علوم پر خوب واضح ہو جاوے۔

وجہ اول یہ قول آپ کا رد لیکن جب آپ نے دعوی کیا تھا تو عام ساکنان مکہ معظمہ کی فضیلت کے مدعی ہوئے محض بے سند ہے بلکہ وقت اول ملاقات کے جو سردار صاحب کے حضور میں ہوئی تھی اور شرائط جانبین علیحدہ سردار صاحب کو حوالہ کی گئی تھیں اور ہماری تیسری شرط منجملہ شرائط مسنہ کے یہ تھی (شرط سوم بعد گفتگو کے اگر تکرار باقی رہی تو واسطے انفصال کے علمائے مکہ اور مدینہ کو منصف مقرر کیا جاوے) اس کو آپ نے نامنظور فرمایا بلکہ سکان حرمین شریفین کو فاسق وغیرہ الفاظ ہتک آمیز سے یاد فرمایا اور میں نے جواب میں کئی حدیثیں مثبت فضیلت پیش کیں کہ ہم بموجب ان احادیث کے علمائے حرمین کو منصف قرار دیتے ہیں آپ سے اس کے جواب میں بجز واقعات کے کوئی حدیث پیش نہیں ہو سکی تھی۔ دوسرے روز روبروئے تھانہ دار اور سردار صاحب کے مجمع عام میں پھر اسی شرط کا شروع ہوا۔ اس روز بھی آپ سکان حرمین کی مذمت کے مدعی ہوئے ہیں لئے کھڑے ہو کر مجمع عام میں احادیث فضائل کی بیان کیں۔ آپ نے اس کے جواب میں آیۃ الاعراب اشد کفرا و نفاقا الآیہ ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق الآیہ اور چند واقعات واسطے استدلال مذمت اہل حرمین کے پڑھیں اور میں نے روبروئے تھانہ دار اور سردار صاحب کے ہر چند آپ سے التجا کی کہ آپ ان آیات کو مثبت مذمت جانکر تحریر کر دیجئے آپ نے بالکل نہ مانا۔

وجہ دوم۔ اور قول آپ کا کہ شرطا در شئے ہے اور مشروط یعنی دعوی اور برحق ہے لیکن شرط مذکور واسطے بحث مسائل مختلفہ کے کی گئی تھی جب جانبین نے اس شرط کو مبحث قرار دیا بعینہ وہی شرط دعوی ہوگئی پس اس دعوی کا غیر شرط ہونا محالات سے ہے لان سلب الشئی عن نفسہ محال۔

وجہ سوم، اور قول آپ کا کہ دعوی کے الفاظ میں تعمیم ہوئی محض افترا ہے ورنہ ان الفاظ پر کو اغذات مثل میں نشان دو۔

وجہ چہارم، اور قول آپ کا (آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا کہ آپ کن لوگوں کو آہ) بڑے تعجب کی بات ہے کہ عبارت ہماری سراسر دال ہے اوپر تعین مدعا کے اس کے جواب میں آپ نے یہ فرمایا اب آپ ارشاد فرمادیں کہ تعین مدعا اگر کسی جسم کا نام ہے تو اس جسم کو حاضر کردیں۔

وجہ پنجم، مذمت سکان حرمین کا جو آپ کئی روز سے ورد کر رہے تھے۔ اب جب آپ سے دلیل اس کی طلب کیگئی تو اس کو اجنبی بات فرمانے لگے۔ اس کی مثل یہ ہے ایک شخص اپنے لڑکے سے بروقت آپڑنے کسی واردات کے منکر اس کی ولدیت کا ہوجاوے اور اب جو آپ لکھتے ہیں کہ آپکو دلیل پیش کرنا لازم برحق وجہ سوہم دو روز سے دلیل اپنی پیش کر رہے ہیں لیکن آپ کا مدعی مذمت زبانی ہونا اور دلیل پیش نہ کرنا بعید مناظرہ سے ہے۔ کیونکہ مناظرہ میں یہ یہ شرط نہیں کہ جس چیز کا دعوی زبانی ہو اس کے واسطے دلیل بیان نہ کرے اور آپ کئی جگہ اپنے آپ کو سائل سے تعبیر کرتے ہیں اور حالانکہ مراد سائل سے علم مناظرہ میں وہ شخص ہے کہ جو مقابلہ مدعی کا بعد قائم ہونے دلیل کے کرے تسلیم کرنا دعوے کا بعد اقامت دلیل کے شان سائل سے نہیں۔ قال فی الرشیدیۃ السائل من نصب نفسہ لنفی الحکم پس آپ کا سائل ہونا خبر نہیں کہ کس علم سے مستنبط ہے اس سے آگاہ کرے اب آپ کو لازم ہے کہ مذمت کی دلیل پیش کریں اور فضیلت اہل حرمین کی دلیل جو آپ کے روبرو کئی دفع بیان ہو چکی تحریری طور پر دیں اور نیز تحریر میری لے لینا تاکہ دونوں مصنف کے پاس روانہ کیا جائے اور ہر مسلمان کو لازم ہے کہ صدق کو ہاتھ سے نہ دے خصوصا مناظرہ شرعیہ میں قال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہل یکب الناس فی النار علی وجوہہم الا حصائد السنتہم واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

جواب:۔ اگر آپ نے انصاف لاطائل کلام ہونے کا سپرد ناظرین کیا تھا تو بیان وجوہ ایک لاطائل امر تھا اس لئے ان کا جواب ضروری تو نہ تھا لیکن بہ نظر اس کے کہ عوام الناس دھوکا نہ کھاویں لکھا جاتا ہے

(جواب وجہ اول) باوجود اس کے کہ آپ نے احادیث فضائل مدینہ پڑھی ہیں اور شرط ثالث میں منصفی علما کی چاہتے تھے۔ ولیکن دعوی آپ کا یہ تھا کہ مکہ ایسی جگہ ہے جہاں خبیث رہنے نہیں پاتا۔ وہاں کے سبھی لوگ اچھے ہوتے ہیں جس کے مقابلہ میں میں نے تقسیم کی اور کہا کہ مکہ اور مدینہ پر کئی زمانے آئے ایک زمانہ قبل نبوت یا ہجرت ہونے کا کہ اس میں

کفر ظاہر تھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ کہ اس وقت بھی بعض منافق موجود تھے جس پر وہ آیت پڑھی تھی۔ پھر وہ زمانہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا اس میں بھی بعض اطراف کے لوگ مرتد ہو گئے تھے جنکو حضرت صدیق اکبر نے مارا اور بعض نے اکابر صحابہ کو جیسے حضرت عثمان رض اور حضرت عمر رض کو شہید کیا۔ پھر خلفا کے مابعد کا زمانہ ہوا جس میں یزید پلید کے لشکر سے حرکتیں بیجا زنا و قتل مدینہ میں سرزد ہوئیں اور مکہ میں عبدالملک نے چڑھائی کی۔ ان دلائل سے میں نے آپ کے اس عام دعوے کو توڑا جو آپ فرماتے ہیں کہ مکہ میں جو رہتے ہیں اچھے ہوتے ہیں۔ میرا صریح کلام یہ ہے کہ ہمارے دین و ایمان کا رکن ہے ولیکن وہاں کے سب ہی لوگ ہمیشہ یکساں نہیں رہے۔ اب فرمائیے آپ کی درخواست منصفی سے یہ کہاں لازم آتا یا سمجھا جاتا ہے کہ آپ بر وقت بیان فضائل ساکنان مکہ کے ان ساکنان میں قید علماء و فضلا کی لگادی ہو اور میرا نہ لکھنا ان آیات کو جو میں منافقوں کی مذمت میں بیان کی تھیں اس لئے تھا کہ بدون تقرر مشروط اور تقرر مبحث مقصود کے لکھنا لکھانا محال اب جو آپ پہلے اپنے دعوے کا ثبوت لکھ چکیں گے اور مجھے آپ کے خلاف میں کچھ دعوے ہو گا تو پھر وہی آیتیں لکھدوں گا۔

(جواب وجہ دوم) وہ شرط اگرچہ پیچھے کر ایک دعوی ہو گئی ہے۔ ولیکن بوقت اول دعوے کے وہ مغائر تھی۔

(جواب وجہ سوم) آپ کا افترا کہنا محض افترا ہے اور جو آپ کاغذات مثل میں اس کا نشان چاہتے ہیں محل تعجب ہے وہ تو گفتگو زبانی تھی مثل کہاں ہے جس سے نشان دوں مثل تو وہی ہوئی جس میں آپ مدعی فضیلت ساکنان حرمین کے باب منصفی میں ہوئے۔

(جواب وجہ چہارم) آپ کی کسی لفظ سے تمام تحریر میں بو بھی اس بات کی نہیں آتی ہے کہ آپ حرمین کے ساکنان ہر زمانہ کی بہتری کے باب منصفی میں مدعی ہیں یا خاص قرون ثلثہ کے یا آج کل کے لوگوں کے جس سے میرا سوال ہے جس جگہ وہ عبارت ہے جس سے یہ بات سمجھی جاوے وہاں سے ایک سطر تحریر فرمادیں۔

(جواب وجہ پنجم) میں مذمت عام ساکنان حرمین کا مدعی نہیں ہوا کہ سبھی وہاں کے برے ہیں تمام لوگ مسلمان و ہنود حاضرین مجلس جانتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ وہاں بھلے لوگ بھی ہیں اور برے بھی ہیں اور کہتا ہوں کہ اس جگہ کے اچھے ہونے سے وہاں کے سبھی لوگوں کا اچھا ہونا لازم نہیں آتا اور یہ بھی میرا کہنا بطور دعوے کے نہیں تھا بلکہ بطور نقض کے آپ کے دعوے میں تھا اور وہ بھی پہلے زبانی گفتگو میں ہو چکا اور جب سے گفتگو تحریری شروع ہوئی ہے میں کسی امر کا مدعی نہیں آپ سے تعین دعوی اور اس کی دلیل کا سوال کرتا ہوں اور اس بات پر مستعد ہوں کہ جب آپ دعوے پر دلیل قائم کریں تو پھر میں نظر کروں کہ آپ کے کلام میں تقریب تام ہے یا نہیں۔ اگر دلیل سے آپ کا ..... دعوی ثابت پاؤں تو مان جاؤں ورنہ سائل بن جاؤں اور اس کے نفی کے درپے ہو جاؤں اور اس کا رد لکھوں اس اعتبار سے میں سائل مصطلح ہو سکتا ہوں جناب من جب میں آپ کے دعوے کے اوکھاڑنے کے درپے ہو گیا تو سائل ہوں گا یا نہیں۔ علاوہ یہ کہ وہ تعریف سائل مصطلح فن مناظرہ کے ہے اور لغتاً ہر بات پوچھنے والے کو سائل کہتے ہیں۔ جیسا کہ میرا سوال اول اسی اطلاق

سے سوال ہو سکتا ہے اور ایسی ہی سائل سے بھی مجیب کو دلیل طلب کرنا نہیں آتا اور جو آپ نے کہا ہے کہ تسلیم کرنا دعوے کا بعد قائم ہونے دلیل کے شان سائل سے نہیں ہے معلوم نہیں میری کس بات کے جواب میں ہے میرا سائل رہنا بعد قائم ہونے دلیل اور تسلیم دعوے میرے کس کلام سے مفہوم ہوتا ہے یہ تو جواب ہے آپ کے اعتراض کا اگر آپ کے کلام کے ضمیمہ کو دیکھتا ہوں تو اس میں بھی مجھے کئی وجہ سے کلام ہے ولیکن میں اس جگہ اس بحث نوعی کو فضول جانتا ہوں اسی واسطے جب آپ نے جملہ السائل من نصب نفسہ بین سین سے پڑھتا تھا اور ترجمہ بھی اس کا یہ کیا تھا کہ نسبت کرے تو درگذر کرے زبانی آپ کو اس غلطی پر متنبہ کر دیا اور آپ ہی کے قلم سے سبین کو صاد بنوایا اگر مجھے لفظی بحث منظور ہوتی تو خاموش رہتا اور آپ کی تحریر کے جواب میں تفصیل و تطویل کرتا یہ جوابات آپ کے وجوہات کے ہیں ۔ اب مطلب کی بات کا جواب دیتا ہوں آپ نے پھر وہی بات کی اور اپنے دعوے کی دلیل پیش نہ کی اور مجھ سائل سے دلیل مانگی اور جو آپ فرماتے ہیں کہ ہم دو تین دن سے دلیل پیش کر رہے ہیں یہ بڑی دلاوری کی بات ہے کہ آپ برملا خلاف واقعہ اظہار کرتے ہیں اس کیا مثال دوں شرم آتی ہے ۔ میں دلیل مانگتا ہوں آپ اپنے فتوے کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر دور سے دیتے ہیں ۔ ہر چند آپ سے بھی لوگ یہاں تک کہ سردار صاحب بھی کہہ رہے ہیں کہ آپ فتوے دیں اور اپنے دعوے کا ثبوت پیش کریں آپ فتویٰ میرے ہاتھ دیتے نہیں پھر کس طرح فرماتے ہیں کہ میں دو تین روز سے دلیل پیش کر رہا ہوں اور مجھ سے دلیل مذمت چاہتے ہیں یہ محال ہے میں اس گفتگو میں جس میں تحریر ہوتی ہے مذمت کا مدعی نہیں جو پیچھے زبانی کہتا تھا سو دوسری بات ہے جس کی تشریح جواب دفعہ اول میں گذری اس گفتگو تحریری کو اس سے کوئی علاقہ نہیں ۔ اور باوجود اس کے بیس اسی کے جواب میں اس اپنی دلیل کو بھی لکھ چکا ہوں اب تو ضد چھوڑ دیئے اور اپنے دعوے کا ثبوت تحریری دیجئے جس کا آپ نے دعدہ آخر تحریر میں کیا ہے اس کو دیکھ کر تسلیم کر دوں یا رد کروں پھر اس کو منصف کی طرف پہنچا دیں ۔ اگر اس امر کے سوا کوئی اور بات پیش کریں گے یعنی پھر وہی باتیں لاطائل کریں گے اور اپنا ثبوت پیش نہ کریں گے تو میری طرف سے اس بات میں خطاب سے اعراض ہے میں ایسی باتوں کو لائق جواب نہیں جانتا اس بات کا انصاف ناظرین پر رہے اور جو آپ نے آخیر تحریر میں آیت اور حدیث لکھی ہیں اسی پر خود بھی عمل کرتے تو اتنی فضول باتیں بعید از مطلب اور مخالف واقع زبان قلم سے نہ نکالتے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم بھی قرآن ہی کی آیت ہے اور اگر اس مسئلہ میں سوائے ایسے قیل و قال کے آپ کو کوئی بات نہیں آتی تو آپ دوسرے مسئلہ میں بحث کریں جیسے رفع یدین و آمین بالجہر اور مثل اس کے اور اگر وہ بھی منظور نہیں تو میری طرف سے سلام ہے۔

جواب : اگرچہ جواب دینے کی حاجت نہیں لیکن بنظر فائدہ عام کے جواب بطور اختصار لکھا جاتا ہے لکھنا جرہ کا واسطے نسل لاطائلیت کے نہیں ہوا بلکہ واسطے وضاحت لاطائلیت کلام خصم کے لکھی گئیں ہم نے کہیں تحریراً یا تقریراً یہ دعوی نہیں کیا کہ ساکنان حرمین شریفین قبل اسلام سے بھی بہتر تھے ورنہ کوئی تحریر سند میں پیش کرو یا حضار مجلس سے گواہی دلوا دو جیسا

کہ ہم نے گواہ تحریری شرط ثالث کے پیش کئے اور جو واقعات قتل ابن زبیر اور یزید کے پیش کئے ان کا مقابل میں احادیث نبویہ کے مثل ان الدین لیارز الی الحجاز کما تارز الحیۃ الی حجرہا وغیرہ کے جو صحاح ستہ اور مشکوٰۃ میں موجود ہیں پیش کرنا شان محمدیہ سے بعید ہے آپ تو فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بجز قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ کے کوئی دلیل نہیں ہے۔ اب واقعات کو کیوں بیان کرتے ہو۔ علاوہ بریں آنکہ واقعات مذکورہ سے بجز مظلومیت ان کی کے اور کچھ ثبوت نہیں ہوتا یعنی عبد الملک وغیرہ نے مکہ اور مدینہ پر چڑھائی کر کے سکنائے حرمین کو بہت ستایا بلکہ ان شدائد سے فضیلت سکنائے حرمین کی عند اللہ ثابت ہوئی لقولہ علیہ السلام اشد البلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ ہم انکی عصمت کے مدعی نہیں ہوئے تاہم پر کوئی اعتراض لازم آوے اور جو آپ نے حدیث زنا کرنے ماعز کی بطور اہانت سکنائے حرمین کے بیان کی تھی جو حقیقت میں طعن صحابہ پر ہے اس کے جواب میں میں نے بھی کہا تھا کہ ہم ان کی معصومیت کا دعویٰ نہیں کرتے اور اب آپ جو فرماتے ہیں کہ بعض لوگ وہاں کے اچھے ہیں اگر اس سے مراد علما ہیں تو ان کی منصفی سے منحرف کیوں ہوتے ہو۔ اگر ذی علم مراد نہیں تو اس کی سند قرآن وحدیث سے پیش کرو۔

۳۔ اگر دعویٰ سے آپ نے اپنی عبارت میں دعویٰ عام فضیلت کا مراد لیا ہے تو اس کا مشروط ہونا ساتھ شرط ثالث ہمارے کے محالات سے ہے للزومہ شرطیۃ الشیٔ لنفسہ ولغیرہ وان اختلج فی صدرک بعد ذلک شیٔ فاقرأ قولہ ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر فلیتامل فانہ دقیق وبالتامل حقیق آپ جو فرماتے ہیں کہ دعویٰ سے میں نے دعویٰ تقریر کا نام مراد رکھا ہے۔ باوجودیکہ یہ افترا محض ہے لیکن واسطے ہمارے سند کامل مل گئی یعنی اب آپ دعویٰ تقریر کے سند ہونے کے مقر ہوئے پس اب آپ پر دلیل دعویٰ مذمت تقریری آپ کی تحریر واسطے ملاحظہ منصف کے ضروریات سے ہوئی لان المرء یوخذ باقرارہ

۴۔ اور آپ جو فرماتے ہیں کہ ایک سطر واسطے تعین دعویٰ اپنے کے نشان دو۔ سو چھٹی تحریر ہمارے میں یہ درج ہے دیکھ لو ہمارا دعویٰ اول سے یہی ہے کہ علمائے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا اس زمانہ میں منصف ماننا وقت اختلاف اور تکرار باقی رہنے ہمارے کے چاہیئے۔

۵۔ اطلاق کرنا لفظ سائل کا مقابل لفظ مدعی کے لغویت کو لغو کرتا ہے اور کہنا آپ کا کہ شاید میں تسلیم کرلوں آپکے سائل ہونے کو باعتبار ما یؤل الیہ کے باطل کرتا ہے والا ہر محارب کو قتیل کہنا اگرچہ وہ مقتول نہ ہو درست ہوتا ہے کما تری اور آپ جو لکھتے ہیں کہ میں نے سین کو صاد بنوایا۔ آپ حلفاً بیان کیجئے کہ جب آپ نے ہماری تحریر سے نقل کی تھی تو اسمیں "ص" تھا یا سین اس میں تو صاف "ص" ہی تھا۔

۶۔ اور آپ جو فرماتے کہ فتوی ہمارے ہاتھ میں نہیں دیتے کہ کس علم مناظرے کی کتاب میں درج ہے کہ جو شخص دلائل اپنے زبانی بیان کر چکا ہو اسکو تحریر کر کے بھی دینا خصم کو ضروریات سے ہے جب آپنے بمقابلہ احادیث

فضیلت کے جو ہمارے مجمع عام میں پڑھی تھیں معارض بن کر دلائل مذمت کے موافق زعم اپنے کے بیان کئے پس تحریر دلائل کے واسطے ملاحظہ منصف کے ضرور درکار ہے سو ہم کئی دن سے کہہ رہے ہیں کہ مذمت کا فتویٰ مدلل کر کے تم بھی کرو تا دونوں شامل مسل ہو کر منصف کے پاس روانہ کئے جاویں آپ جو بار بار زبان پر لاتے ہیں کہ گفتگو فضیلت حرمین کی فضول ہے، یہ بات آپ کی بالکل بے سند ہے کیونکہ اکثر فساد عوام کالانعام میں اس واسطے زیادہ برپا ہوتے ہیں کیونکہ تبعین مدا سند عمل درآمد علمائے اور اتقیائے سکنائے حرمین شریفین کی پکڑتے ہیں اور آپکے فرقہ کے لوگ سکنائے مکہ کی مذمت کر کے لوگوں کی طبیعت کو اشتعال دلاتے ہیں اگر آپ کو دنیا فتویٰ مذمت کا واسطے ملاحظہ منصف کے منظور نہیں تو ہم وسطے اپنا شامل مسل کر کے منصف کے پاس روانہ کر دیتے ہیں اور ختم گفتگو کر کے حضار مجلس کو پیام سلام کا دیتے ہیں مدعی فضیلت ساکنان حرمین شریفین مولوی عبدالعزیز صاحب۔ سائل مقابل۔ محمد حسین صاحب لاہوری

خلاصہ تنازع یہ ہے کہ مدعی نے فضیلت ساکنان حرمین کا دعویٰ کیا سائل نے اس کے جواب میں کہا کہ حرمین کے لوگ منافق و کافر بھی تھے چنانچہ آیہ ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق و آیہ الاعراب اشد کفرا و نفاقا اس پر دال ہے۔ بروز مباحثہ سائل نے استفسار کیا کہ آپ فضیلت کلی کے مدعی ہیں یا کسی خاص وصف میں اس کے جواب میں مدعی نے کہا کہ مراد فضیلت کلی سے اور وصف سے کیا ہے اور آپ تمسک اس مسئلہ میں کس دلیل سے پکڑو گے سائل نے شرح کی کہ فضیلت کلی عبارت ہے فضیلت سے ہر وصف میں جیسے علم و فہم و تقویٰ و فضل و سکونت وغیرہ اور وصف خاص ایک صفت ان صفتوں سے اور یہ کہا کہ میرا تمسک کرنا آپ کو ابھی کہاں معلوم ہوا میں تو سائل ہوں آپ مدعی ہیں آپ جس دلیل سے تمسک کریں گے میں جواب دوں گا۔ مدعی نے کہا کہ جب تک آپ کوئی دلیل ادلہ شرعیہ میں سے منظور نہ کرینگے جواب متعذر ہے اس لئے آپ کو لازم ہے کہ آپ اپنا تمسک بیان کریں تا جواب دیا جاوے اور آپ نے جو کل آیت مذمت اہل مدینہ اور مذمت عرب میں پڑھی تھی اس کو بھی مذمت میں سند جانتے ہیں یا اس سے رجوع ہے سائل نے کہا کہ میرے سامنے دلیل پیش کرنے کی اس وقت حاجت ہو گی جب میں آپ کے دعویٰ فضیلت کا منکر ہوں گا۔ اور چونکہ ابھی تک محل نزاع مقرر نہیں ہوا اور میرا انکار یا تسلیم مانا نہ گیا تو ابھی دلیل پیش کرنے کی حاجت نہیں شاید میں آپ کے دعوے کو مان لوں جس وقت میں آپکے دعوے کا منکر ہوں گا اس وقت آپ دریافت کیجئے کہ تم کونسی دلیل مانگتے ہو اور آیت سے جو میں نے کل دلیل پکڑی تھی وہ مذمت میں ان لوگوں کے تھی جو آنحضرت صلعم کے وقت میں منافق تھے۔ چنانچہ میں نے تقسیم کی تھی کہ مکہ و مدینہ کے لوگ کئی قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو پہلے آنحضرتؐ کے کافر تھے۔ دوسرے وہ جو حضرت کے زمانہ میں کافر تھے اور یہ کہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی مدینہ میں منافق موجود تھے جس پر وہ آیت پیش کی تھی۔ مدعی نے کہا کہ آپنے جو آیت مقابل ہمارے مناظرہ میں بیان کی تھی اگر مراد آپ کی وہی تھی .... جو آپ فرما رہے ہیں۔ پس آپسے خطا ہوئی کیونکہ جو حدیثیں ہم نے فضائل میں بیان کی تھیں ان کا یہ مضمون نہ تھا کہ قبل زور اور نصرت اسلام کے

ثبوت فضیلت کا ہو پس یہ اہل علم سے بعید ہے اور اگر مراد آپ کی بعد تقرر اسلام کے بھی ہو پس اس سے تکذیب احادیث کی لازم آتی ہے اور آپ دو تین روز سے جو انکار فضیلت کا کر رہے ہیں اس لئے آپ سے دریافت تمسک ضرور ہے سائل نے کہا کہ چونکہ آپ نے دعوی معین نہ کیا تھا کہ کس زمانہ کے لوگوں کی فضیلت کے مدعی ہیں اس لئے میں نے تفصیل و تقسیم کی تھی اور یہ میں نہیں کہتا کہ جو مضمون احادیث سے ثابت ہے مسلم نہیں اور تقرر اسلام کی حد بیان کرنا آپ پر لازم ہے کہ کس وقت سے وہ زمانہ پایا گیا۔ جب آپ حد بیان کریں گے اس وقت میرا اقرار یا انکار آپ کو ثابت ہوگا پہلے سے آپ کیوں فرماتے ہیں کہ تم بعد تقرر اسلام کے منافقوں کا وجود مدینہ میں تجویز کرتے ہو میں دو تین روز سے مطلق فضیلت کا منکر نہیں۔ آپ وصف معین بیان کریں کہ کس فضیلت کے مدعی ہیں شاید اس کا میں منکر نہ ہوں جب آپ منکر پاویں اس وقت مجھ سے دلیل لائق تمسک کا سوال کریں۔ مدعی نے کہا کیا یہ عجب العجائب ہے کہ آپ کے سامنے جب حدیثیں بیان ہوئیں اور مضمون احادیث کا صریحا دلالت کرتا ہے کہ مراد زمانہ نفاق و کفر کا نہیں پھر ایسی آیت مقابل احادیث کے بیان کرنا صریح غلطی ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ دعوی فضیلت کا کل سکان حرمین کی بعد استیلا و تقرر اسلام کے ہے نہ زمانہ کفر و نفاق میں خیر اب چونکہ ادعاء مذکور سے انکار کیا چاہتے ہیں انکار کو بجائے توبہ کے قرار دیا اور فضائل حرمین شریفین کے بالفعل بھی جو احادیث سے ثابت ہیں کئی قسم کے ہیں لیکن مقصود ہے کہ جب علماء اطراف و دیار میں کسی مسئلہ کا اختلاف ہو پس اس صورت میں یہ امر افضل و بہتر ہے کہ حرمین کے علماء کو منصف قرار دیا جاوے چنانچہ مجموعہ احادیث مشتملہ استفتا جو پیش کیا جاتا ہے اس امر پر دال ہیں سائل نے کہا چونکہ آپ نے دعوی عام کیا تھا اور دلیل خاص فضیلت زمانہ تقرر اسلام کے لئے تھے اس لئے آپ کے دعوے کے مقابلہ میں میں نے تقسیم کی اور وہ آیت بمقابلہ آپ کے عموم دعوے کے تھی۔ نہ خصوص دعوے کی خبر آپ اس دعوی عام کو چھوڑتے ہیں تو میں آپ کے اس امر کو بجائے توبہ قرار دیتا ہوں اور جو آپ نے اب دعوی کیا ہے کہ ہم اس وصف میں مدعی ہیں کہ منصفی مقدمات دین میں وہ افضل ہیں اور اس دعوے پر آپ نے احادیث متضمنہ فتوی پیش کی ہیں سو میں کہتا ہوں کہ اس دعوے میں یہ بات تعین طلب ہے کہ کس زمانہ کے لوگ افضلیت کے محل ہیں ہر زمانہ کے یا خاص قرون ثلثہ کے یا آج کل کے آپ تعین فرمادیں تو آپ کا فتوی دیا جاوے گا مدعی نے کہا ہمارا دعوی اول سے یہی ہے کہ علما حرمین کا اس زمانہ میں منصف قرار دینا بر وقت اختلاف اور تکرار باقی رہنے ہمارے کے چاہیئے واسطے اس امر کے شرط تیسری ہماری منجملہ شرائط مشمولہ مسل جو قبل انعقاد شرائط سرکار کے داخل کی گئیں تھی۔ شاہد عدل ہے کیونکہ بسبب نہ ماننے اس شرط کے یہ بحث شروع ہوئی تھی اور وہ یہ تھی (شرط سوم بعد گفتگو کے اگر تکرار باقی رہی تو واسطے انفصال علمائے مکہ اور مدینہ کو منصف قرار دیا جاوے) اب آپ کو لازم ہے یا منصفی علمائے حرمین کی منظور کریں یا ایک فتوی ثبوت مذمت سکان حرمین میں یعنی جو علما اور اتقیا اور مومنین وہاں کے موجود ہیں تحریر فرمادیں۔ سائل نے کہا بے شک آپ نے شرط میں منصفی کا ذکر کیا تھا لیکن جب آپ نے عام دعوی کیا تو عام ساکنان مکہ کی فضیلت کے مدعی ہوئے

اور بہت ظاہر ہے کہ شرط اور امر ہے اور مشروط یعنی دعویٰ جس کے لئے شرط مقرر کی گئی تھی اور امر یہ لازم نہیں کہ شرط میں تصریح فضیلت علما کی ہونے سے مشروط میں بھی وہی تصریح سمجھی جاوے اس سے سب کو ثابت ہوگا کہ آپ اس دعویٰ عام سے رجوع کرتے ہیں خیر میں اس بات کو انصاف ناظرین پر چھوڑ کے مطلب کی بات کا جواب دیتا ہوں کہ آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا کہ آپ کن لوگوں کو اس فضیلت کا جو احادیث فتویٰ سے ثابت ہے محل قرار دیتے ہیں سرزمین کے لوگوں کو یا قرون ثلثہ کے یا آجکل کے جب آپ تعین کیجئے گا میں نظر کروں گا۔ اگر وہ لوگ واقعی آپ کی احادیث فتوے کے مصداق ہیں تو میں مان جاؤں گا ورنہ انہیں عذر کروں گا۔ آپ ابھی مجھ سائل سے تسلیم اپنے مجمل دعوے کی بار دگر کیوں چاہتے ہیں۔ مدعی نے کہا کہ یا نبین کی عبارت کو منصف خود تحقیقات کرلے گا اور یہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے کلام لاطائل ہے جس امر کے آپ مدعی تھے اس کی دلیل پیش کیجئے ورنہ آپ کو اختیار ہے۔ سائل نے کہا میں ابھی التماس کر چکا ہوں کہ لاطائل ہونا کلام ہر شخص کا سپرد ناظرین ہونا چاہیئے اور جو مجھے آپ مدعی بناتے ہیں اور مجھ سے دلیل طلب کرتے ہیں محل تعجب ہے وہ کونسا لفظ میری اس تحریر میں ہے جس سے میرا مدعی ہونا کسی امر میں ثابت ہوتا ہے۔ میں تو اب تک سائل اور آپ مدعی ہیں پس آپ پر دلیل پیش کرنا لازم ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک فتویٰ بھی دکھایا تھا اب اس کو کیوں چھپاتے ہو آستدہ دعویٰ میں تعین کرو اور اس پر ایک حدیث فتویٰ کی شاہد ٹھہراؤ پھر مجھ سے دریافت کرو کہ تو اس کو مانتا ہے یا نہیں بعدازاں مدعی نے وجوہ لاطائلیت کلام سائل کا بیان کرنا شروع کیا۔ چند وجوہ سے ایک یہ کہ قول سائل کا ولیکن جب آپ نے دعویٰ کیا تھا تو عام کیا تھا محض بے سند ہے کیونکہ جب اول ملاقات سردار صاحب کے حضور میں ہوئی تھی۔ اور شرائط جانبین علیحدہ علیحدہ سردار صاحب کو حوالہ کی گئیں تھیں اور ہماری تیسری شرط منجملہ شرائط ستہ کے یہ تھی کہ شرط سوم بعد گفتگو کے اگر تکرار باقی رہی تو واسطے انفصال کے علماء مکہ اور مدینہ منصف مقرر کئے جاویں اس شرط کو آپنے نامنظور فرمایا بلکہ سکان حرمین کو فاسق وغیرہ الفاظ سے یاد فرمایا۔ میں نے جواب میں کئی حدیثیں فضیلت کی پیش کیں کہ ہم بموجب ان احادیث کے علمائے حرمین کو منصف قرار دیتے ہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں بجز واقعات کے کوئی حدیث پیش نہیں کی دوسرے روز روبرو سردار صاحب کے مجمع عام میں پھر اسی شرط کا تکرار شروع کیا اس روز بھی آپ سکان حرمین کی خدمت میں مدعی ہوئے۔ میں نے کھڑے ہو کر مجمع عام میں احادیث فضائل کے بیان کئے آپ نے اس کے جواب میں آیۃ الاعراب اشد کفرا ونفاقا، آیہ ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق اور چند واقعات بیان کئے۔ دوسرے یہ کہ قول آپ کا دشرط اور شئے ہے اور مشروط اور ہے) حق ہے لیکن شرط مذکور واسطے بحث مسائل مختلفہ کے کی گئی تھی۔ جب جانبین نے اس شرط کو مبحث قرار دیا بعینہ وہی شرط دعویٰ ہوگئی۔ تیسری وجہ یہ کہ قول آپ کا کہ دعویٰ کے الفاظ میں تعمیم تھی محض افترا ہے ورنہ ان الفاظ کو مسل میں نشان دیجئے۔ چوتھی وجہ یہ کہ قول آپ کا کہ آپنے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جو عبارت ہماری ... دال ہے اور پر تعین مدعی کے اس کے جواب میں آپ نے یہ فرمایا۔ پانچویں وجہ یہ کہ مذمت سکان حرمین کا جو آپ کئی روز سے

ذکر کر رہے تھے اب جب دلیل آپ سے طلب کی گئی تو اس کو اجنبی بات فرمانے لگے اور اب کئی جگہ آپ اپنے آپ کو سائل سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ مراد سائل سے علم مناظرہ میں وہ شخص ہے جو مقابلہ مدعی کا بعد قائم ہونے دلیل کے کرے تسلیم کرنا دعویٰ کا بعد اقامت دلیل کے شان سائل نہیں۔ قال فی الرشیدیۃ السائل من نصب نفسہ لنفی الحکم اب آپ کو لازم ہے کہ مذمت کی دلیل پیش کیجئے اور فضیلت کی دلیل جو بیان ہو چکی تحریری میری لے لینا تا دونوں منصف کے پاس روانہ کی جاویں بعد اس کے سائل نے جواب میں کہا کہ آپ کی وجہ اول کا جواب یہ ہے کہ اگر شرط ثالث بیر منصفی علماء کی چاہتے تھے لیکن دعویٰ آپ کا یہی تھا کہ مکہ ایسی جگہ ہے جہاں کوئی خبیث رہنے نہیں پاتا۔ وہاں کے سب ہی لوگ اچھے ہوتے ہیں جس کے مقابلے میں میں نے تقسیم کی تھی اور کہا تھا کہ مکہ اور مدینہ پر کئی زمانہ آئے ایک زمانہ قبل نبوت کہ اس میں کفر ظاہر تھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کا زمانہ کہ اس وقت میں بعض منافق موجود تھے جس پر یہ آیت پڑھی تھی پھر وہ زمانہ جو حضرت کے بعد ہوا اس میں بھی بعض اطراف لوگ مرتد ہو گئے تھے پھر خلفا کے مابعد کا زمانہ ہوا جس میں یزید پلید کے لشکر سے حرکتیں بے جا سرزد ہوئیں۔ اور مکہ پر عبد الملک نے چڑھائی کی۔ ان دلائل سے میں نے آپکے دعویٰ عام کو توڑا اور جواب وجہ دوم یہ کہ اگرچہ شرط پیچھے کو ایک دعویٰ ہو گئی تھی۔ ولیکن اول دعوے کے وہ مغائر تھی اور جواب وجہ سوم یہ ہے کہ آپ کا افترا کہنا محض افترا ہے وہ گفتگو زبانی تھی کہ جس میں دعویٰ عام تھا مسل کہاں تھی جس میں نشان دیا جائے مسل تو پیچھے ہوئی جس میں آپ مدعی فضیلت سکان حرمین کے باب منصفی میں ہوئی اور وجہ چہارم کا جواب یہ ہے کہ آپ کی کسی لفظ سے تمام تحریریں بوجھی اس بات کی نہیں آئی کہ آپ حرمین کے ساکنان ہر زمانہ کے بہتری کے باب منصفی میں مدعی ہیں یا خاص قرون ثلثہ کے یا آج کل لے لوگوں کی اور جواب وجہ پنجم کا یہ ہے کہ میں مذمت عام ساکنان حرمین کا مدعی نہیں ہوا تمام لوگ حاضرین مجلس جانتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ وہاں بھلے لوگ بھی ہیں اور برے بھی ہیں اور کہتا ہوں کہ اس جگہ کے اچھے ہونے سے وہاں کے سبھی لوگوں کا اچھا ہونا لازم نہیں آتا اور یہ بھی میرا کہنا کچھ بطور دعوے کے نہ تھا بلکہ بطور نقض کے آپ کے دعوے میں تھا اور جب سے گفتگو تحریری شروع ہوئی ہے کسی امر کا مدعی نہیں ہوا آپ سے تعین دعویٰ اور دلیل کا سوال کرتا ہوں اور سائل لغتہً ہر بات پوچھنے والے کو کہتے ہیں۔ اس نظر سے اطلاق سائل کا مجھ پر ہو سکتا ہے اور جو آپ فرماتے ہیں کہ میں دو تین روز سے دلیل پیش کر رہا ہوں۔ بڑی دلاوری کی بات ہے کہ آپ برخلاف واقع اظہار کرتے ہیں۔ جب میں دلیل مانگتا ہوں آپ اپنے فتویٰ کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر دور سے دکھا دیتے ہیں میں کہتا ہوں کہ فتویٰ مجھے دیجئے میں اس کو قبول کروں یا رد کروں آپ نہیں دیتے ہیں بعد اس کے مدعی نے کہا کہ ہم نے کہیں تقریراً یا تحریراً دعویٰ نہیں کہ ساکنان حرمین قبل تقرر اسلام بھی بہتر تھے اور واقعات قتل ابن زبیر اور یزید کے مقابل احادیث نبویہ پیش کرنا شان محمدیہ سے بعید ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بجز قرآن وحدیث واجماع صحابہ کے کوئی دلیل نہیں پھر واقعات کو کیوں بیان کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے ان واقعات سے بجز مظلومیت اہل حرمین کے اور کچھ ثابت ہوتا اور یہ امر ظاہر ہے کہ ہم ان کی عصمت کے مدعی نہیں ہوئے تاہم پر کوئی

اعتراض لازم آوے اور اب جو آپ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ وہاں کے اچھے ہیں اگر مراد اس سے علماء ہیں تو ان کی منصفی سے منحرف کیوں ہوئے اور ہمارا دعویٰ اول سے یہی ہے کہ علمائے مکہ اور مدینہ کا اس زمانہ میں منصف ماننا وقت اختلاف اور تکرار باقی رہنے ہمارے کے چاہیئے۔ اور آپ جو فرماتے ہیں کہ فتوی ہمارے ہاتھ نہیں دیتے یہ کس کتاب میں مناظرہ کے درج ہے کہ جو شخص اپنے دلائل زبانی بیان کرے اس کو تحریر کر کے بھی خصم کو دینا ضرور ہے۔ فقط

تقریر فیصلہ: چونکہ متخاصمین اس فقیر سراپا تقصیر کے انصاف و محاکمہ پر راضی ہوئے یقین ہے کہ جو امر میں انصافاً بلا لحاظ احد الجانبین تحریر کروں گا اس کو دونوں پسند فرماویں گے اور بعد نظر غائر و فکر وافر کے میری تحریر کو محض انصاف و اظہار حق تصور فرماویں گے بنا علیہ امتثالاً للامر میں متوجہ انصاف ہوتا ہوں اور امر مکنون کو ظاہر کرتا ہوں مخفی نہ رہے کہ متخاصمین کے تقریرات امور زائدہ پر کہ بمراحل آداب مناظرہ سے دور ہیں مشتمل ہیں ان سب سے قطع نظر کر کے بعد معائنہ تقریرات طرفین کے جو امور واضح ہوئے اس کو درج صحیفہ ہذا کرتا ہوں:۔

اول مدعی کو لازم تھا کہ اولاً دعوی کی تنقیح کماحقہ فرماتے اور دعویٰ فضیلت سکان حرمین کا علی سبیل التعین عموماً یا خصوصاً فرماتے اور سکان کے تقیید کے ساتھ علماء کے اور فضیلت کا تعین کہ غرض باب انصاف میں ہے اور تعین زمانہ فضیلت کرتے تا سائل کو موقع تطویل بحث کا نہ ملتا اور بوجہ صرف ہو جانے زمانہ تقریر کے امور غیر مقصود میں امر مقصود فوت نہ ہوتا۔

دوم اگرچہ مدعی نے بوقت تقریر دعویٰ عامہ بلا تعین کیا ہو مگر قرائن حالیہ و مقالیہ تقریرات سابقہ و شرائط سابقہ کے لحاظ سے یہ امر بدیہی ہے کہ غرض ان کی اثبات فضیلت علماء اسلام حرمین تھی اسلام مسلم دلیل ساطع اس امر پر ہے کہ وہ کفار اور منافقین اہل حرمین کو افضل نہیں کہہ سکتا اور عقل عاقل مقتضی اس امر کی ہے کہ یہ دعوی سوائے مجنون یا زندیق و ملحد کے کسی سے نہیں ہو سکتا پس گو دعوی مدعی عام ہو کہ شامل جملہ ساکنان حرمین ہو مگر قرائن واضحہ حقیہ دال اس امر پر ہیں کہ وہ خاص ساتھ ساکنان حرمین بعد تقرر اسلام کے ساکنین مسلمین کے بلکہ علمائے مسلمین حرمین کے ہے علی الخصوص ما بین متخاصمین کے قبل اس تقریر کے مذاکرہ مشروط ہو چکا تھا اور شرط ثالث میں یہ مضمون مندرج تھا کہ بعد گفتگو کے اگر تکرار جانبین باقی رہے تو واسطے انفصال کے علمائے مکہ و مدینہ کو منصف قرار دیا جائے اور اگرچہ وہ شرط محل بحث واقع ہو گئی اور وقت مباحثہ کے مدعی نے دعوی مطلقاً کیا لیکن قرینہ سابقہ سے ظاہر ہے کہ غرض اس کی اس دعویٰ سے اجرا اسی شرط کا تھا پس بالضرورۃ دعوی اس کا خاص ہوا اگرچہ اس نے بوقت دعویٰ برخلاف آداب مناظرہ اجمال کیا پس ایسی حالت میں سائل کو ہرگز نہیں لازم تھا کہ بغرض نقض دعوی عامہ کے آیہ الاعراب اشد و من اہل المدینۃ وغیرہ کی تلاوت کریں یا قصص فتنہ بیان کریں اس واسطے کہ سائل کو مدعی سے تعین دعوی و تعریفات مفردات دعوی وغیرہ اس وقت کرانا چاہیے جب علم اس کا نہ ہو اور اگر باوجود علم کے طلب کریگا تو یہ مکابرہ یا مجادلہ ہوگا جیسا کہ ابحاث باقیہ وغیرہ میں مصرح ہے اور

ماتحن فیہ میں علم اس امر کا دعوی خاص ساتھ علمائے حرمین کے ہے بدلالت حال و مقال ہر کس و ناکس کو حاصل ہی پس مقابلہ سائل کا ایسی صورت میں خارج از مناظرہ ہے

سوم ہرگز سائل کو بمقتضائے مناظرہ نہیں لائق تھا کہ آیات مذمت کفار و منافقین حرمین کے تلاوت کرتے مگر بعد اس کے کہ ان سے یہ امر خلاف داب مناظرہ ہوا۔ مدعی دلیل مذمت سکان حرمین سائل سے طلب کرنا اور سائل کو مدعی مذمت ٹھیرانا خلاف داب مناظرہ ہے۔ اس وجہ سے کہ ہر ذی عقل اس امر کو جانتا ہے کہ غرض سائل کی اس تلاوت وغیرہ سے صرف نقض عموم واطلاق دعوی مدعی تھا نہ ادعائے مذمت سکان حرمین یا منقصت علمائے حرمین

چہارم یہ کہ سائل نے جو بمقابلہ اطلاق دعوی کے وقائع یزید و عبدالملک بن مروان بیان کئے وہ خارج از بحث ہیں اس وجہ سے کہ ان وقائع میں کوئی امر شرارت و خباثت کا اہل حرمین سے نہیں ہوا تھا بلکہ ان پر غلبہ مفسدین کا ہوا تھا۔

پنجم تعین دعوی جو مدعی نے بعد چند تقریرات کے کیا یعنی یہ کہ دعوی فضیلت علمائے حرمین کا باب انصاف میں ہے اگرچہ یہ امر ان کی شرط سابق سے معلوم ہوتا تھا۔ مگر وقت بحث کے ابتداء سے اس کی توضیح ضرور تھی کہ سائل کو موقع سوال نہ ہوتا اور وقت دعوے کے اس کا اجمال اس غرض سے کہ جب خصم انکار اس دعوے کا کرے گا حضار مجلس سے کہہ دیا جاوے گا کہ دیکھئے یہ مکہ اور مدینہ کے لوگوں کی فضیلت سے جو نصوص صریحہ سے ثابت ہے انکار کرتے ہیں اور خلاف احادیث اعتقاد رکھتے ہیں شان ارباب مناظرہ سے نہیں ہے

ششم باوجود استفسار سائل کے مرۃً بعد اخری مدعی نے صاف بیان نہ کیا کہ دعوی فضیلت علمائے حرمین کا من حیث الانصاف آج کل کے علما کے باب میں ہے یا قرون ثلثہ کے علما کے باب میں یا بہ نسبت ہر زمانہ کے ہے یہ امر خلاف داب مناظرہ ہے جب سائل استفسار امر ضروری کا کرے مدعی پر اس کا جواب صاف دینا لازم ہے اور آئیں لیت ولعل کرنا خالی مجادلہ و مکابرہ سے نہیں ہے مدعی نے اس کا حوالہ اپنی تقریرات سابقہ پر کیا حال آنکہ کسی تقریر مدعی سے اس کا حال نہیں معلوم ہوتا ہے۔ البتہ شرط ثالث کے عنوان سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس زمانے کے علمائے حرمین کے افضلیت انصافیہ کے قائل ہیں مگر یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ آیا یہ امر خاص اسی زمانہ کے ساتھ ہے یا ہر زمانہ میں از ابتدائے تقرر اسلام پایا گیا یا قرون ثلثہ میں یہ وصف ہو کے معدوم ہو گیا۔ پھر اس زمانہ میں اعادہ معدوم ہوا جب تک کہ مدعی تعین دعوی صاف صاف نہ کرے دعوی کیونکر متقرر ہوگا اور سائل کس طرح دلیل میں نظر کر سکے گا۔

ہفتم بحث کرنا اس امر میں کہ سائل سائل نہیں خارج از مناظرہ ہی اگر اصطلاحاً سائل نہیں تو لغۃً سائل ہونے میں شبہ نہیں

ہشتم۔ سائل کا یہ قول کہ مکہ و مدینہ میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور برے بھی ہوتے ہیں لیکن منصفی میں افضل ہونا اس امر کا اثبات ذمہ مدعی کے ہے سائل کے اس کہنے سے یہ نہیں لازم ہے کہ افضلیت من حیث الانصاف کا بھی قائل ہونے

نہم۔ فضیلت عرب بحیثیت عرب ہونے کے اور فضیلت اہل حرمین شریفین کی عموماً اور علمائے حرمین کی خصوصاً

بحسب تضاعف ثواب عبادات وکثرت قبولیت حسنات ومغفرت سیئات وبحسب فضیلت موطن ومسکن متفق علیہ ہے اور اس کا ثبوت بہت سی احادیث صحیحہ واخبار صریحہ سے ہوتا ہے کسی مسلم کی شان سے نہیں ہے کہ ان فضائل کا انکار کرے اور کثرت ثواب طاعات ومغفرت خطئیات وقبولیت عبادات وفیضان رحم الٰہی قرب جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وافضلیت مسکن وموطن میں کسی اہل حرمین پر فضیلت دے باقی امر انصاف وتحقیق مسائل خلافیہ میں اور تنقید وتدقیق دلائل متخالفہ میں پس یہ موقوف ہے اوپر جودت طبیعت وفرط ذکاوت ووسعت نظر وحسن فکر ووسعت علم وکمال فہم وترک تعصب مذہبی وقطع تعلق ہوائے تلبی کے پس جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ علمائے حرمین ہر زمانہ کے یا کسی زمانہ خاص کے ان سب صفات کے ساتھ متصف رہے ثبوت افضلیت بحسب الانصاف مشکل ہے اور ماہران کتب تواریخ حرمین شریفین مثل العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین وتاریخ المدینہ وغیرہ وناظران تراجم علمائے متقدمین ومتاخرین پر مخفی نہ رہے گا کہ اجتماع ان سب صفات کا ہمیشہ تمام علمائے حرمین میں نہیں پایا گیا بلکہ بعد قرون صحابہ رضی اللہ عنہم کے جس قدر شیوع علم وقوت فہم بلاد شام ومصر وغیرہ میں پایا گیا حرمین میں اس قدر نہیں پایا گیا۔

نعم، مدعی نے جو احادیث اثبات دعویٰ کے واسطے ذکر کی ہیں۔ ثبوت دعویٰ اُن سے محل تامل ہے۔

حدیث اول صلوٰۃ فی مسجدی ہذا خیر من الف صلوٰۃ فی ما سواہ الا المسجد الحرام مثبت فضیلت مسجد نبوی ومسجد حرام ہے اور اس سے فضیلت ساکنان حرمین بحسب تضاعف ثواب عبادت وبحسب شرافت سکونت ثابت ہے اور اس میں کسی مسلم کو نزاع نہیں اور اس فضیلت سے فضیلت ... من حیث الانصاف لازم نہیں ہے بلکہ من حیث العلم بھی ضروری نہیں ہے اور حدیث دوم سے یعنی ان اللہ حبس عن مکۃ الفیل الحدیث شرافت ذاتیہ بلدۂ مکہ معظمہ کی ثابت ہے نہ فضیلت علمیہ سکان اور حدیث سوم یعنی واللہ انک لخیر ارض اللہ الی اللہ الحدیث بھی فضیلت ذاتیہ زمین حرم مکہ کی اور فضیلت اہل حرمین بجہت شرافت مسکن ثابت ہے نہ فضیلت علمیہ

اور حدیث چہارم یعنی ان الدین لیارز الی الحجاز بحسب تصریح شراح حدیث اس زمانے سے خبر ہے کہ جس میں استیلاء کفر تمام اقالیم میں ہو جائے گا اور قوت دین تمام بلاد میں منتفی ہو جائے گی اس وقت دین حجاز کی طرف مائل ہوگا اور وہاں سے زائل نہ ہوگا اور بعض محدثین کہتے ہیں کہ یہ اشارہ اس طرف ہے کہ دین حرمین میں قوی رہیگا اور جس مداہنت سے امور دینیہ ومستحدثات بدعت شرعیہ اور بلاد میں ہوگا اس قدر حرمین میں نہ ہوگا علی کل تقدیر اس حدیث سے فضیلت علما من حیث الانصاف نہیں ثابت ہوگی کیونکہ بقائے دین اور قلت مداہنت دین شئے دیگر ہے اور فضیلت انصاف امر دیگر ہے

اور حدیث پنجم میں یعنی لا یرید اہل المدینۃ بسوء الا اذابہ اللہ فی النار وعید ہے اس پر جو اہل مدینہ کو ایذا پہنچاوے جیسے عسکر یزید وعبدالملک بن مروان سے سرزد ہوا فضیلت علماء سے کچھ بحث نہیں اور مجرد فضل نہ سمجھنا اہل حرمین کو من حیث العلم والانصاف کسی طرح سے داخل ایذا نہیں ہاں جو شخص اہل مدینہ سے عداوت کرے اور اُن کو ایذا دے اور تحقیر اہل حرمین کی

کیا کرے اور ان کے مذمت کے بیان میں سرگرم رہے وہ البتہ اس وعید میں داخل ہے

اور حدیث ششم یعنی لا یدعها احد رغبۃ عنها الخ میں مدینہ سے نکل جانے کا اور مدینہ میں رہنے پر شفاعت ہونے کا ذکر کر مبحث سے کچھ علاقہ نہیں

اور حدیث ہفتم یعنی ان ابراھیم الخ ذکر برکت مکہ و مدینے کا تول وناپ وغیرہ میں ہے فضیلت علمیہ سے اسکو کیا علاقہ ہے

اور حدیث ہشتم سے یعنی من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیفعل فضیلت موت کی مدینے میں ثابت ہے اور یہ فضیلت علمیہ پر موقوف نہیں اور حدیث نہم سے یعنی انما المدینۃ کالکیر شرافت مدینے کی اس طور کی ثابت ہوئی کہ وہ ایسی جگہ ہے کہ وہاں منافق اور خبیث الباطن بعد تقرر اسلام کے نہیں رہ سکتا اور یہ نہیں ثابت ہے کہ وہاں کا ہر عالم علمائے بلاد سے من حیث العلم افضل ہوتا ہے اور بعض شراح حدیث نے اس حدیث کو بھی زمانہ ظہور علامات قیامت کبری پر محمول کیا ہے کہ اس وقت مدینے میں سوائے مسلم کامل کے کوئی نہ رہ سکے گا پس عموماً فضیلت نہ ثابت ہوئی۔

اور حدیث دہم یعنی ان اللہ سمی المدینۃ طابۃ کو کچھ دخل مقصود میں نہیں نام مدینے کا طابہ ہونا اور چیز ہے اور وہاں کے سکان کا افضل ہونا اور چیز ہے

اور حدیث یازدہم یعنی آخر قریۃ من قری الاسلام خرابا المدینۃ بھی مقصود سے بیگانہ ہے کیونکہ خبر اس امر کی ہے کہ بوقت خراب عالم و قرب قیامت مدینہ دیگر بلاد کے بعد خراب ہو گا اس کو فضیلت سے کیا علاقہ ہے اور حدیث تبغض العرب فتبغضنی اور حدیث من غش العرب لم یدخل شفاعتہ اور حدیث لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب اور احبوا العرب ثلاث ایسی ایجاب حب عرب و حرمت ایذاء و طہارت ملک عرب نجاست شرک سے ثابت ہے اصل مقصود سے اس کو کچھ ربط نہیں۔ اور احادیث جو فتوی مدعی میں فضائل یمن اور شام کے مذکور ہیں وہ بھی بالکل مطلب سے بیگانہ ہیں کہاں فضیلت علمائے حرمین من حیث الانصاف کہاں فضیلت یمن و شام

الحاصل جو احادیث مدعی نے پیش کیں کوئی ان میں سے مثبت دعوی نہیں ہے البتہ فضیلت ذاتیہ بلاد حجاز و فوت دین و بقائے اسلام در مدینہ تا زمانہ آخر و فضیلت اہل حرمین بجہت تضاعف والزام محبت اہل حرمین و وعید موذی ایشاں ثابت ہوتی ہے اور اس میں کسی مسلم کو انکار نہیں ہو سکتا ہے۔

یازدہم ناظرین کتب فقہ و حدیث پر ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ سے تا ایں زمان مجتہدین و فقہا و محدثین مسائل فرعیہ و دلائل حدیثیہ میں مختلف رہا کئے اور فیما بین اصحاب مذاہب کے مناظرات ہوا کئے مگر کہیں یہ نہیں ثابت ہوا کہ مختلفین نے رفع خلاف کے واسطے اہل حرمین کو منصف مقرر کیا ہو اور ان کی تحقیق کو لازم التسلیم سمجھا ہو۔

دوازدہم کتب اصول میں مصرح ہے کہ امام مالک کے نزدیک اجماع اہل مدینہ حجت ہے اور عمل صحابہ و تابعین مدینہ ان کے نزدیک سند مستند ہے اور سوائے ان کے اور ائمہ مثل امام ابو حنیفہ وغیرہ کے اس میں مخالفت کرتے ہیں اور مجتہدین

اہل مدینہ کو مساوی باقی مجتہدین کے سمجھتے ہیں پس اگر فضیلت اہل حرمین من حیث الانصاف والتحقیق احادیث سے ثابت ہوتی تو اس مسئلہ میں مخالفت نہ ہوتی۔

الغرض دعویٰ اس امر کا کہ علمائے حرمین تمام علمائے بلاد سے من حیث العلم والانصاف افضل ہیں۔ قرون ثلثہ میں یا ہر زمانہ میں اب تک خیر ثبوت تک نہیں پہنچا یا ہاں وہاں کے علما کی بلکہ کل سکان کی فضیلت من حیث الثواب والشرافۃ وغیر ذلک کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ آرے اس قدر ثابت ہے کہ دو طائفہ علماء کے فرض کئے جاویں کہ مساوی وسعت علم وتحقیق وانصاف وتدقیق میں ہوں اور ایک طائفہ ان میں سے حرمین کا ہو تو وہ افضل دوسرے طائفہ سے ہے مگر یہ امر خارج از مقصد ہے۔

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

زمینداری کے متعلق چند سوال

بخدمت شریف جناب مولانا بحرالعلوم مولوی عبدالحی صاحب دام فیضہ، السلام علیکم

سوال (۱۵۷) سوال اول:— زید قدرے زمین کا زمیندار ہے اور خراج اس کا حاکم وقت کو دیتا ہے اور زید کو اس قدر اختیار ہے کہ اس زمین کو خود کاشت کرے یا کسی دوسرے کو دیوے یا اس میں درخت نصب کرے یا اور کسی مصرف میں لاوے یا بیع اور رہن کرے۔ مگر جب کسی کو کاشت کرنے کو دیا اور قبضہ اس کا مدت دراز یعنی بارہ برس تک اس زمین پر رہا تو اس کو زمیندار کسی طرح بے دخل نہیں کرسکتا ہے اور اگر قبضہ اس کا بارہ سال سے کم ہے تو اس کو بھی از خود بے دخل نہیں کرسکتا۔ بلکہ جب اس پر اطلاعنامہ بے دخلی جاری کرے گا اور بعد تحقیقات عدالت جب قبضہ اس کا بارہ سال سے کم پایا جاوے گا تب زمیندار کو از جانب حاکم دخل دلایا جاوے گا۔ اور حاکم وقت اس کا ردو بدل نہیں کرسکتا تو اس صورت میں زمیندار اس زمین کا مالک ہے یا نہیں؟

سوال دوم، اگر زمیندار ایسی زمین کو کہ جس پر اختیارات مذکورہ حاصل ہو خود کاشت کرے تو اس کو پیداوار غلہ پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس قدر یعنی دسواں حصہ یا بیسواں حصہ یا چالیسواں حصہ۔

سوال سوم، غلہ کے وجوب زکوٰۃ کا وقت کونسا ہے وقت درو فصل یا جب تمام سال کے خرچ سے فاضل بچے۔

سوال چہارم، جو اسامی کہ زمین کو زمیندار کی جانب سے کاشت کرتے ہیں اور محصول اس کا زمیندار کو دیتے ہیں ان میں دو صورت ہیں۔ اولاً یہ کہ قبضہ اس کا بارہ سال سے ہے اور زمیندار

اس کو بے دخل نہیں کرسکتا ہے۔ ثانیاً وہ کہ قبضہ اس کا کم از بارہ سال ہے اور زمیندار اس کو بذریعہ اجرائے اطلاع نامہ بے دخلی بے دخل کرسکتا ہے تو اس زمین کی پیداوار غلہ پر ذمہ اسامی کیا زکوٰۃ ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس قدر

سوال پنجم۔ مالک ایسی زمین کا آسامی ہے یا زمیندار یا حاکم وقت اور تعریف ملک کی کیا ہے اور بموجب آیۂ کریمہ ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ مالک زمین بجز خداوند کریم کوئی نہیں ہے البتہ وارث اس کے حاکم وقت ہیں زمیندار وارث نہیں ہوسکتا اس واسطے کہ زمیندار باجازت حاکم وقت اس زمین پر قابض ہے۔

جواب:۔ مالک زمین مذکور کا زمیندار ہے نہ اسامی و کاشتکار دلیل یہ ہے کہ اس زمین میں تصرف مالکانہ جیسے بیع ہبہ رہن وغیرہ زمیندار کرسکتا ہے نہ کاشتکار اور نہ کوئی اور رد المحتار میں ہے قد قالوا ان وضع الید والتصرف من اقوی ما یستدل بہ علی الملک ولذا تصح الشہادۃ بانہ ملکہ انتہی۔

اور حاکم وقت اگر باعتبار سلطنت و غلبہ کے مالک اس کا کہا جاوے تو ممکن ہے لیکن ہرگاہ حاکم نے وہ زمین زمیندار کے قبضہ میں دے دی اور تصرفات مالکانہ کا مجاز کردیا وہ زمین مملوک حاکم نہ ٹھہرے گی بلکہ مملوک زمیندار رد المحتار میں فتاوی ابن حجر مکی سے منقول ہے من فی یدہ شئ فہو ملکہ لایحل لاحد الاعتراض علیہ ولا یکلف اثباتہ ببینۃ انتہی

اور جو شخص اپنی زمین میں زراعت کرے اس پر ادا کرنا اور مصارف زکوٰۃ میں صرف کرنا دسواں حصہ غلہ کا واجب ہے اگر زراعت بذریعہ پانی برسات یا نہروں وغیرہ کے ہو اور اگر کنوئیں سے پانی نکلوا کے اور خرچ کرکے زراعت کی ہو تو بیسواں حصہ واجب ہے لیکن جس صورت میں کہ خراج اس زمین کا حاکم وقت کو دینا پڑتا ہو اس وقت ادائے عشر وغیرہ ساقط ہے جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں ہے لایجمع العشر مع الخراج انتہی۔

اور جو کاشتکار اس زمین کا ہوتا ہے اس میں خلاف ہے کہ درصورت اجارہ عشر مستاجر پر واجب ہے یا مالک زمین پر بعضوں نے فتوی مستاجر پر واجب ہونے کا دیا ہے اور بعضوں نے مالک زمین پر اور یہی مختار ہے اکثر متاخرین کا درمختار میں ہے والعشر علی الموجر وقالا علی المستاجر وفی الحاوی القدسی بقولہما ناخذ انتہی

اور رد المحتار میں ہے قلت لکن افتی بقول الامام جماعۃ من المتاخرین کالخیر الرملی فی فتاواہ وکذا تلمیذ الشارح الشیخ اسمٰعیل وکذا حامد آفندی العمادی وقال فی فتاواہ قلت عبارۃ الحاوی القدسی لاتعارض عبارۃ غیرہ فان قاضیخان من اہل الترجیح ومن عادتہ تقدیم الاظہر والاشہر وقد قدم قول الامام وکان ہو المعتمد وافتی بہ غیر واحد واقتصر علیہ فی الاسعاف والخصاف انتہی۔ الحاصل بقول مختار کاشتکار پر عشر واجب نہیں اور نہ زمیندار پر بسبب ادائے خراج کے۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

کثیرالازواج عورت جنت میں

سوال (۷۵۲) اگر ایک عورت نے مختلف اوقات میں چند نکاح کئے۔ بشرط جنتی ہونے تمام شوہروں اور عورت کے، یہ عورت کون سے شوہر کو ملے گی۔

جواب: بعض روایات سے تو معلوم ہوتا ہے عورت کو اختیار دیا جائیگا تو وہ دنیا میں جس شوہر کے ساتھ زیادہ موافقت تھی اس کو اختیار کرلے گی معجم طبرانی میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے قلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرأة تزوج الزوجین والثلثة والاربعة فی الدنیا ثم تموت فتدخل الجنة ویدخلون معها من یکون زوجها منهم قال انها تخیر فتختار احسنهم خلقا فتقول یارب ان کان هذا احسنهم خلقا فی دار الدنیا فزوجنیه یاام سلمة ذهب حسن الخلق بخیر الدنیا والاخرة انتهی

اور مسند بزار اور مکارم اخلاق خرائطی اور معجم طبرانی میں حضرت انس رض سے مروی ہے ان ام حبیبة قالت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرأة تکون لها الزوجان فی الدنیا تموت ویموتان منها فیجتمعون فی الجنة لایهما تکون فقال لاحسنهم خلقا کان عندها فی الدنیا انتهی

اور بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آخری شوہر کو وہ عورت دی جائے گی۔ طبقات ابن سعد میں ابوالدرداء سے مروی ہے: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان المرأة لآخر ازواجها فی الاخرة انتهی

بظاہر یہ صورت اس وقت ہوگی جبکہ تمام شوہر حسن اخلاق اور حسن صحبت میں مساوی ہوں گے

شرکت فی الکسب کا حکم

سوال (۷۵۳) مولانا مولوی محمد عبدالعزیز صاحب خلف الصدق شاہ محمد عیسیٰ صاحب مرحوم و برادر زادہ حقیقی شاہ محمد یعقوب و شاہ محمد فصاحت نے صرف ایک جگہ سے علوم دینی سے فراغ حاصل کیا اور بعد فراغ علوم کے چندے جابجا نوکر رہے اور نوکری سے جو کچھ حاصل ہوا مکان پر بھیجا اور بشمول مال یکجائی کے سب کے صرف میں آیا۔ یعنی خرید زمینداری نام سے ان کی بی بی اور زوجہ شاہ محمد یعقوب و شاہ محمد فصاحت کے ہوئی کسی قسم کی علیحدگی باہم نہ رہی اور حالت یکجائی میں مولانا موصوف نے وفات پائی۔ اب عرصہ پانچ چھ مہینے سے باہم محمد یعقوب و محمد فصاحت چچا و مظاہر الحق برادر بے بات مولانا ممدوح کے علیحدگی ہوگئی۔ تو اب مال متروکہ میں مولوی صاحب کی چیزیں جو مثل کتاب وغیرہ کے ہیں اس میں استحقاق شاہ محمد یعقوب و شاہ محمد فصاحت چچاؤں کا بھی ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس قدر ہے اور کتنا کتنا ہر ایک شخص کو پانا چاہیئے۔ بینوا توجروا

جواب: ایسی حالت میں وہ مال درمیان مولوی عبدالعزیز و محمد یعقوب و محمد فصاحت کے مشترک سمجھا جاوے گا اور اثلاثاً

تقسیم ہوگی ایک حصہ محمد یعقوب کو اور ایک محمد فصاحت کو اور ایک محمد عبدالعزیز کا تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے ما حصلہ الاخوۃ الخمستہ بسعیھم بیسھم ویکون بینھم اخماسا انتھی واللہ اعلم

محفل میلاد میں قیام کرنا

سوال (۴۵۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ محفل مولد شریف میں جو مستنبط بعض صوفیہ صافیہ وبعض محدثین ہے اور اس میں علما مختلف ہیں کما ہو مصرح فی موضعہ اکثر عوام وخواص اس کو کرتے ہیں یعنی وقت ذکر ولادت باسعادت حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کھڑے ہونے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سمجھتے ہیں اور آپ کے افراد تعظیمیہ میں داخل کرتے ہیں آیا اس قیام کا کوئی ثبوت واستنباط اصول شرعیہ معتمدہ سے ہے یا نہ برتقدیر اول کے جو اکثر علما فرماتے ہیں ہذا القیام بدعۃ لا اصل لہا چنانچہ سیرت شامیہ وسیرت حلبی وغیرہما میں مندرج ہے اور کسی نے اس کی تردید نہیں کی ہو یہ کیسا ہے اور برتقدیر آخر مباح ہے یا بدعت حسنہ یا بدعت سئیہ اور جو بعض لوگ یہ زعم کرتے ہیں کہ وقت ذکر ولادت شریف روح پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف لاتی ہے یہ زعم زاعمین صحیح ہے یا نہ اور جو بعض لوگ کہ متبع سنت نبویہ صلی اللہ علی صاحبہا وسلم ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو فرض عین مثل دیگر فرائض جانتے ہیں وہ بنظر اس امر کے کہ جناب سید الانام نے خود حیات صوریہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو ایسے قیام سے منع فرمایا ہے اور صحابہ نے کبھی نہیں کیا کما ہو مصرح فی الاحادیث اور موافق قول مسطور یعنی ہذا القیام بدعۃ لا اصل لہا کے اس قیام کو نہیں کرتے ان کو اکثر لوگ بخصوص ترک ایسے قیام کے تارک تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہتے ہیں اور ان پر طعن تشنیع کرتے ہیں پس اس طعن میں وہ لوگ مصیب ہیں یا مخطی؟

جواب: قیام جو بوقت بیان ولادت نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ کیا جاتا ہے اس کی کوئی اصل معتمد بہ شرعا نہیں ہے اور یہ گمان کہ قیام تعظیم نبوی ہے فاسد اس وجہ سے کہ تین حال سے خالی نہیں یا یہ کہ قیام تعظیم نام پاک محمدی کے ہے یا واسطے تعظیم ہیئت ولادت وتصور وقائع ولادت کے ہے یا واسطے تعظیم نام پاک محمدی کے جسداً اور روحاً یا روحاً فقط شق اول باطل ہے اولاً اس وجہ سے کہ نام پاک کی تعظیم قیام یا انحنا وغیرہ کے ساتھ کہیں نہیں وارد ہے بلکہ بدعت ہی تعظیم نام یہی ہے کہ وقت نام لینے یا سننے کے درود بھیجا جاوے۔ وثانیا اس وجہ سے کہ اگر نام لینے کی تعظیم قیام کے ساتھ ہو تو لازم ہے کہ تمام بیان مولد کھڑے ہو کے کیا جاوے اور جب نام پاک آپ کا لیا جاوے غیر بیان مولد میں اس وقت قیام کیا جاوے ولا قائل بہ اور شق دوم بھی باطل ہے اس وجہ سے کہ مجرد تصور ہیئت کی تعظیم اس طرح

سے نہیں وارد ہے۔ باقی رہی شق ثالث وہ موقوف اس امر پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقت بیان ولادت میں جسداً اور روحاً تشریف لاتے ہیں اور یہ امر شرع میں ثابت نہیں ہے۔ ومن ادعی فعلیہ البیان بادلۃ الشرعیۃ لا بما قیل او یقال اور اگر بالفرض والتقدیر آپ کا تشریف لانا ثابت بھی ہو تو یہ ثابت ہونا محال ہے کہ بوقت بیان ولادت فقط تشریف لاتے ہیں نہ ابتدائے بیان مولد سے بلکہ برتقدیر ثابت ہونے تشریف لانے کے ظاہر یہ ہے کہ ابتدائے مجلس سے تشریف لاتے ہوں گے پس لازم ہے کہ از ابتدا تا انتہا قیام کیا جاوے ولا یقول بہ احد علاوہ ازیں کتب احادیث میں یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم حیات میں اپنے واسطے صحابہ کے کھڑے ہونے کو منع کرتے تھے اور صحابہ آپکے واسطے قیام نہیں کرتے تھے پس جو امر کہ آپ اپنے حق میں بحالت حیات پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ صحابہ کو اس سے منع کرتے تھے وہ بعد وفات کے آپ کے تشریف لانے کے وقت کیونکر جائز ہوگا اور اگر بالفرض والتقدیر قیام مولد مشروع بھی ہو تو غایۃ الامر یہ ہے کہ مستحب ہوگا نہ واجب و نہ فرض اور علمانے تصریح اس امر کی کی ہے کہ جس مندوب پر اصرار مثل فرائض و واجبات کے کیا جاوے اور اس کے تارک پر ملامت کی جاوے وہ مکروہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ وغیرہ میں لکھا ہے پس اصرار کرنا اس فعل پر اور اس کے تارک پر ملامت کرنا اور اس کو بدنام کرنا اور اس کی تذلیل کی فکر میں رہنا درجۂ کراہت تک پہنچاتا ہے الحاصل یہ قیام افراط تعظیم نبوی سے جو ہر مسلمان پر فرض ہے نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی اصل معتمد بہ شرعاً پائی جاتی ہے۔ بلکہ یہ بدعت ہے اور تارکین قیام پر ملامت کرنے والے مرتکب گناہ کے ہیں۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

بیٹوں سے ضمان وصول کرنا

سوال (۵۵۷) زید از مدت مدید و سالہائے دراز اس صورت سے بسر اوقات اپنی اور جملہ متعلقین و وابستگین کی کیا کرتا ہے کہ مال نیشکر دیہات کا مالگذاران و دیہات سے زر مکسوبہ خاص خرید کے شکر وغیرہ تیار کرا کے فروخت کیا کرتا ہے اور زید مذکور کے دو پسر ہیں عمرو فرزند اکبر و بکر خلف اصغر چنانچہ زید مذکور بمقتضائے الفت پدری کاغذ بیع نامہ بنام فرزند اکبر و احیاناً باسم خلف اصغر تحریر کرا دیتا ہے مگر خرید مال و جملہ مصارف عذر در یہ میں زر مکسوبہ ذاتی اپنا صرف کرتا ہے و در حقیقت بوجہ صرف اپنے زر مکسوبہ ذاتی کے زید مسطور اصل مالک کل مال کھنڈسار ہے دیا باجازت زید فرزند کے جس کے نام سے وہ مال خرید کے بیعنامہ جات موسومہ شان تحریر کرا دیتا ہے اہتمام و انتظام جملہ کاروبار کھنڈسار اپنے بیٹوں سے لیا کرتا ہے اور شروع سے برخاست کھنڈسار تک جملہ حساب و کتاب جمع و خرچ سمجھ کر کل زر آمدنی معرفت فرزندوں کے حاصل کرتا ہے اس صورت میں کل کھنڈسار مملوکہ خاص زید مذکور ہے اور اگر وہ کل مال مملوکہ محصلہ زید مذکور رہے تو اس کے فرزند کاروبار اور اہتمام کھنڈسار

کرنے کی وجہ سے اجرمثل پانے کے مستحق ہیں اور جوکچھ فرزندان زید نے بلااجازت زید از روئے نقدی خورد برد یا ہلاک اور صرف بیجا کیا ہو اس کا ضمان فرزندان زید پر شرعاً عائد ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔اس صورت میں کل مال مذکور مملوک زید ہے اور فرزندان زید کو استحقاق اجرمثل کا ہے اور ضمان تعدی کا ان پر عائد ہے ۔ واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

فرسخ اور میل کی تحدید

سوال (۷۵۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرسخ اور میل کی تحدید معتبر کیا ہے

جواب :۔اس باب میں حنفیہ کے چند اقوال ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدار میل میں اختلاف ہے۔اور فرسخ بقدر تین میل کے اتفاقا ہوتا ہے ایک یہ کہ میل تین ہزار گز کا ہے پس فرسخ نو ہزار گز کا ہوگا لیکن اس قول کے معنی یہ ہیں کہ گز موافق قدمائے اہل حساب بتیس انگشت کا ہے ۔ دوسرا قول وہ جو عینی اور مسکین اور ابن نجیم نے شرح کنز میں نقل کیا ہے کہ میل چار ہزار خطوہ ہے اور ہر خطوہ بقدر ایک و نیم گز اور گز چوبیس انگشت کا پس فرسخ بارہ ہزار خطوہ اور اٹھارہ ہزار گز ہوگا اور میل چھ ہزار گز اور اس قول کو خیرالدین رملی وغیرہ نے لکھا ہے کہ غیر معتبر ہے تیسرا قول وہ جو ذخیرہ میں ابوشجاع سے منقول ہے کہ میل تین ہزار اور پانسو گز بحساب چوبیس انگشت ہے ۔چوتھا قول وہ جو زیلعی نے شرح کنز اور حدادی نے جوہرہ شرح مختصر قدوری وغیرہ میں ذکر کیا کہ میل چار ہزار گز اور فرسخ بارہ ہزار گز بحساب چوبیس انگشت ہے اور یہی قول مشہور ہے بین الحنفیہ اور خیر رملی نے اسی کو معتبر لکھا ہے واللہ اعلم ۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی

ظالم باپ یا شوہر کی اطاعت نہ کرنا

سوال (۷۵۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ اور لڑکے کو سوائے ظلم کے کبھی شفقت شوہرانہ اور پدرانہ سے نہیں دیکھا اور نہ پرورش کیا اس لئے وہ زوجہ اور لڑکا اس سے دور ہو گیا اور اب کسی طرح پرورش پا کر ہوشیار ہوا۔چونکہ شوہر اور پدر واجب الاطاعت ہیں اور یہ دونوں بسبب بے مہری اس کی اطاعت سے محروم ہے پس اس میں گنہگار کون ہے اور کون کس کے واسطے پوچھا جائے گا ۔ باوجودیکہ زوجہ اور لڑکا اپنی خواہش سے اطاعت سے محروم نہیں ہے ۔

جواب :۔ایسی صورت میں نافرمانی کی ابتدا و زیادتی پسر و زوجہ کیجانب سے نہ ہو وہ ماخوذ نہ ہونگے ۔ واللہ اعلم

زنا سے توبہ کرنے کا طریقہ

سوال (۷۵۸) چہ می فرمایند علمائے دین اندریں صورت مثلاً زید نے فعل شنیع ہمراہ ہندہ کے سہواً

یا قصد آگیا بعد حرکت فعل مذکور کے جب خیال آیا کہ یہ حرکت نہایت بیجا تھی۔ بہت نادم ہوکر عذاب الٰہی سے خوف زدہ ہوا ہندہ مذکور شوہر دار تھی مگر شوہر اس کا چار سال سے مفقود الخبر ہے۔ اب زید مذکور توبہ استغفار چاہتا ہے تاکہ مغفرت ہو کیا کرے کیونکر کرے کہ گناہ سے نجات پائے

جواب:۔ وہ شخص اچھی طرح سے وضو کر کے دو رکعت نماز نفل خشوع سے ادا کرے اور بعد نماز کے نہایت آہ و زاری سے آنسو بہا کے عاجزی ظاہر کر کے جیسے کوئی غلام مجرم اپنے آقا سے قصور معاف کراتا ہے دعائے مغفرت کرے اور دل میں اس گناہ سے ندامت رکھے اور یہ قصد کرے کہ آئندہ مجھ سے ہرگز ایسی حرکت نہ ہوگی۔ پروردگار عالم اس گناہ کو معاف فرمائے گا اور اس عورت کے حق میں بھی دعائے مغفرت کرے اور اگر وہ عورت ابتدا میں راضی نہ تھی تو اس سے عفو قصور کرالے تاکہ محشر میں وہ دامن گیر نہ ہو۔ واللہ اعلم

دربارۂ خلافت رسول اللہ کی وصیت

سوال (۷۵۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دار فانی سے رخصت ہوتے ہوئے اہل سنت والجماعۃ کے عقیدہ کے مطابق کسی کو خلیفہ متعین نہیں فرمایا تھا۔ اور اسی طرح سقیفہ بنی ساعدہ میں خلفائے نے جو کچھ کیا تو رسول اللہ اور صحابہ کا یہ فعل صواب تھا یا خطا اور خطا کی نسبت رسول کی طرف ہوگی یا صحابہ کی طرف۔

جواب:۔ علماء اہل سنت والجماعۃ کا مسلک بالکل صحیح اور درست ہے اور اس کی مخالفت ضلالت و گمراہی ہے۔ کیونکہ یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی جلیل القدر صحابی کے بارہ میں تعین خلافت کے لئے نص جلی ثابت نہیں۔ اور نہ کسی صحابی نے اس قسم کا دعویٰ کیا کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کسی شخص کے حق میں وصیت خلافت کا ثبوت نص جلی سے ہوتا تو یقیناً وہ نص مستور و پوشیدہ نہ رہتی۔ بلکہ متواتر یا مشہور کے درجہ پر ضرور پہونچتی اور وجوہ کثیرہ کی بنا پر اس کا اظہار لازمی و ضروری ہوتا اور اخفا باعث خطر۔ جیساکہ شرح مواقف میں ہے ثم عدم نص جلی معلوم قطعاً لانہ لو وجد لتواتر لم یمکن سترہ عادۃ اذ هو مما یتوفر الدواعی الی نقلہ وایضا لو وجد نص جلی علی امامۃ علی لمنع به غیرہ کما منع به ابو بکر الانصار بقولہ علیہ السلام الائمۃ من قریش مع کونہ خبر الواحد اطاعوا وترکوا الامامۃ شانهم فی الصلابۃ فی الدین ما یشهد به بذلهم الاموال والانفس ومهاجرتهم لاهل الوطن وقتلهم الاولاد والآباء والاقارب فی نصرۃ الدین ثم لا یحتج علی علیهم بذلک النص الجلی بل ولا یقول احد عند طول النزاع فی امر الامامۃ مالکم تتنازعون فیها قد عین فلانا لها انتهی

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بذاتہ کسی کو خلیفہ مقرر نہ کرنا سراسر صواب ہے اس میں خطاء کا احتمال تک بھی نہیں کیونکہ آپ پر نصب امام واجب نہ تھا کہ عدم تعین کی وجہ سے خطا کی نسبت کی جاسکے۔ جیساکہ خود قرآن

کی آیت یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ (ترجمہ:- اے رسولؐ پہنچادے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہیں کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام الآیہ سے صرف احکام الٰہیہ کی تبلیغ کا وجوب ثابت ہوتا ہے اگر نصب امام بھی واجب ہوتا ما انزل میں داخل ہونے کی وجہ سے تو اس کا اظہار آپ کے لئے ضروری تھا ورنہ عصیان لازم آتا ہے۔ حالانکہ آپ باجماع امت معصوم ہیں اور آپ سے نصب امام ثابت نہیں۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نصب امام واجب نہیں تو تعیین وصی نہ ہونے کی صورت میں آپ کی طرف خطا کی کیسے نسبت کی جا سکتی تھی اور صحابہ کرام نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جو کچھ کیا وہی عین صواب اور ادائے واجب تھا۔ کیونکہ بیعت امام اور نصب امام احکام اسلام کے نافذ کرنے اور قیام امور خاص وعام کے اہتمام کرنے کے لئے اصحاب امام رضؓ پر واجب وضروری تھی۔ ارشاد نبوی ہے بسلم میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ الجاھلیۃ انتہی ظاہر ہے کہ ادائے واجب کو خطا کیسے کہا جا سکتا ہے اور صحابہ کرام کو خطا کہنا کیسے صحیح ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ تعیین وصی نہ کرنا کیونکہ وہ آپ پر واجب ہی نہ تھی سبب خطا نہیں ہے۔ نیز صحابہ کا نصب امام ان پر واجب ہونے کی وجہ سے سبب خطا نہیں۔ لہٰذا نہ فعل رسول خطا ہے اور نہ عمل صحابہؓ

محمد گوہر علی۔ الجواب صحیح محمد ارشاد حسین۔ الجواب صحیح محمد عبدالقادر۔ الجواب صحیح محی الدین محمد عبدالقادر احمدی اصاب من اجاب محمد عبداللہ۔ الجواب ہو الجواب محمد اعجاز حسین۔ قد صح الجواب محمد عبدالغفار، الجواب صواب محمد ریاست علی۔ الجواب صحیح محمد امداد حسین۔ قد صح الجواب حیدر حسین۔ المجیب مصیب تفضل حسین خاں

جواب درست ہے۔ واقعتہً خلافت کا ثبوت نص جلی سے تواتر کے ساتھ نہیں ہے۔ البتہ صحیحین کی احادیث سے اشارۃ اور دلالت ہے جیسا کہ ملا علی قاری شارح فقہ اکبر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبکر کو امامت نماز کا خلیفہ بنانے میں اشارہ تھا ان کی مطلق خلافت کے بارہ میں اور جب آپ نے سمجھ لیا کہ صحابہ میرے اشارہ کو سمجھ گئے تو تحریر اور وصیت نامہ کا ارادہ ترک فرما دیا اور صحابہ کرام نے بھی شدت مرض کی بنا پر تحریر کی تکلیف دینے کو مناسب نہ سمجھا اور یہ حقیقت بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خلافت صلوٰۃ کے اجراء کے بعد کسی تحریر کی ضرورت باقی نہیں رہتی ورنہ آپ کی معصوم ومقدس ذات مقدسہ پر ترک تبلیغ کا اتہام لازم آئیگا۔ اب ایسے مقام پر کہ بظاہر انبیا علیہم السلام اور صحابہ کرام وسلف صالحین کے اقوال وافعال پر بظاہر کوئی شبہ ہو ہر ایک مسلمان کا فریضہ ہے کہ مناسب تاویل کرکے شبہ کو زائل کرنے کی کوشش کرے نہ یہ کہ معاند ومنافق لوگوں کی طرح اعتراض کرنے لگے۔ جیسا کہ روافض کو صحابہ کرام کے عناد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی پر مجبور کر دیا اور سائل معاذ خطا کی نسبت وہ رسول کریمؐ کی طرف کر رہا ہے اس سے بڑی گمراہی اور کیا ہوگی۔ (نعوذ باللہ منہ)

شرح فقہ اکبر کی عبارت ملاحظہ ہو:۔

وفی الصحیحین عن عائشۃ رضؓ انہا قالت دخل علی رسول اللہ ﷺ فی الیوم بدئ فیہ المرض ادعی لی اباک واخاک حتی اکتب لابی بکر کتابا ثم قال یابی اللہ والمسلمون الا ابابکرؓ واما قول عمر ان استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی یعنی ابابکروان لا استخلف فلم یستخلف من ھو خیر منی یعنی النبی فلعل مرادہ لم یستخلف بعھد مکتوب وکتب عھدا اکتبہ لابی بکر بل قد اراد کتابہ ثم ترک وقال یابی اللہ والمسلمون الا ابابکر فکان ھذا ابلغ من مجرد العھد فانہ علیہ السلام دل المسلمین علی استخلاف ابی بکر بالفعل والقول واختارہ لخلافتہ اختیار راض بذالک وعزم علی ان یکتب بذلک عھدا ھنالک ثم علم ان المسلمین یجتمعون علیہ فترک الکتابۃ اکتفاً بارادۃ اللہ واختیار الامۃ ثم عزم علی ذالک فی مرضہ یوم الخمیس فحصل لبعضھم شک ھل ذالک القول من جھۃ المرض او ھو قول یجب اتباعہ ترک الکتابۃ اکتفاء بماسبق فلوکان التعیین ممایشتبہ علی الامۃ لعینہ بیانا قاطعا للعذر ولکن لما دلھم دلالات متعددۃ علی ان بایع ابابکر الاسعد بن عبادۃ لکونہ ھو الذی کان یطلب الولایۃ ولذا لما بایع عمر وابوعبیدۃ ومن حضر من الانصار قال قائل قتلتم سعدا فقال عمر قتلہ اللہ ولم یقل احد من الصحابۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نص علی غیر ابی بکر من علی وعباس وغیرھما ولوکان لاظہرہ انتہی

اور صحابہ کرام نے سقیفہ بنی ساعدہ میں بسلسلہ تعیین خلیفہ جو کچھ مشورہ کیا بالکل صحیح ہے۔ شروع میں تو منا امیر ومنکم امیر کہہ رہے تھے لیکن جس وقت حضرت عمرؓ کی زبانی ارشاد مبارک سنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امر ابابکر ان یؤم الناس وایکم تطیب نفسہ وان یقدم ابابکر تو سب متفق ہو کر کہنے لگے (نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکرؓ، اخرجہ نسائی۔ ابویعلی۔ حاکم، واللہ اعلم بالصواب محمد لطف اللہ عفی عنہ

صح الجواب۔ تفتازانی شرح المقاصد میں فرماتے ہیں۔ اگر تعیین خلافت کے بارہ میں کوئی نص جلی ہوتی تو دور صحابہ میں تواتر وشہرت کے درجہ میں ہوتی حالانکہ ایسا نہیں۔ عبارت شرح المقاصد درج ذیل ہے۔

لوکان نص جلی ظاھر المراد فی مثل ھذا الامر الخطیر لتواتر واشتھر فیما بین الصحابۃ وظھر علی اجلتھم الذین لھم زیادۃ قرب بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم واللازم منتف والا لم یتوقفوا علی الانقیاد ولم یترددوا حین اجتمعوا فی سقیفۃ بنی ساعدۃ لتعیین الامام ولم یقل الانصار منا امیر ومنکم ولم تمل طائفۃ الی ابی بکرؓ واخری الی علیؓ واخری الی العباس رضؓ فان قیل علموا ذلک وکتموہ لاغراض لھم فی ذلک کحب الریاسۃ والحقد علی علیؓ وظنھم ان النص قد لحقہ النسخ الی غیر ذلک وترک علی المحاجۃ بہ تقیۃ وخوفا من الاعداء وقلۃ وثوق بقبول الجماعۃ.....

قلنا من کان لہ حظ من الدیانۃ والانصاف علم قطعًا براءۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مخالفۃ امرہ فی مثل ہذا الخطب الجلیل انتہی

ہندوستان دارالحرب نہیں ہے

سوال (۷۶۰) ہندوستان میں جہاں تک عملداری انگریزوں کی ہے دارالحرب ہے یا نہیں اور اگر ہے تو صرف مطابق مذہب صاحبین کے یا بر طبق مذہب ابوحنیفہ کے بھی بینوا توجروا۔

جواب:۔ ہندوستان دارالحرب نہیں ہے بلکہ دارالاسلام ہے چنانچہ ان عبارات فقہیہ سے واضح ہوتا ہے۔ خزانۃ المفتیین میں ہے دارالاسلام لاتصیر دارالحرب الا باجراء احکام الشرک فیہا وان یکون متصلا بدارالحرب لایکون بینہما بلد من دارالحرب مصر آخر للمسلمین وان لایبقی فیہا مسلم وذمی آمنا بالامان الاول فما لم توجد ہذہ الشرائط لاتصیر دارالحرب ومعنی قولنا ان لایبقی مسلم او ذمی آمنا بالامان الاول ان لایبقی فیہا مسلم او ذمی آمنا علی نفسہ الا بامان المشرکین وقالا اذا اجروا فیہا احکام الشرک فانہا تصیر دارالحرب سواء کانت متصلۃ بدارالحرب اولم تکن بقی فیہا مسلم او ذمی آمنا بالامان الاول ولم یبق بدارالحرب تصیر دارالاسلام باجراء احکام الاسلام فیہا وان زال غلبۃ اہل الاسلام کذا فی شرح سیر الاصل وفی سیر الاصل لابی الیسر ان دارالاسلام لاتصیر دارالحرب مالم یبطل جمیع ما صارت بہ دارالاسلام لان الحکم اذا ثبت بعلۃ فما بقی من العلۃ شئی یبقی ببقائہ وفی المنشور دارالاسلام باجراء احکام فما بقی علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام انتہی

اور بزازیہ میں ہے۔ قال السید الامام والبلاد التی فی ایدی الکفرۃ الیوم لاشک انہا بلاد الاسلام بعد اتصالہا ببلاد الحرب ولم یظہروا فیہا احکام الکفر بل القضاۃ مسلمون بالبلاد التی علیہا وال مسلم من جہتہم فیجوز فیہا اقامۃ الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاۃ وتزویج الایامی والارامل لاستیلاء المسلم علیہم اما البلاد التی علیہا ولاۃ کفار فیجوز فیہا ایضا اقامۃ الجمع والاعیاد والقاضی قاض بتراضی المسلمین وقد تقرر ان بقاء شئی من العلۃ یبقی الحکم وقد حکمنا بلا خلاف بان ہذہ الدیار قبل استیلاء التتار کان من دیار الاسلام بعد استیلائہم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحکم بمقتضی الشرع والفتوی .... والتدریس شائع بلانکیر من ملوکہم فالحکم بانہا دارالحرب لاجہۃ لہ نظرا الی الدرایۃ والروایۃ واعلان بیع الخمور واخذ الضرائب والمکوس والحکم من النقص برسم التتار کاعلان بنی قریظۃ بالیہود وطلب الحکم من الطاغوت فی مقابلۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی عہدہ بالمدینۃ ومع ذلک کانت بلدۃ اسلام بلاریب وذکر الحلوائی انہ انما تصیر دارالحرب باجراء احکام الکفر وان لایحکم فیہا بحکم من احکام الاسلام وان یتصل بدارالحرب وان لایبقی فیہا مسلم ولا ذمی آمنا بالامان الاول فاذا وجدت الشرائط کلہا صار دارالحرب وعند تعارض الدلائل والشرائط یبقی ماکان او یترجح جانب الاسلام احتیاطا۔ انتہی ملخصا

اور شرح زیادات للعتابی میں ہے دارالاسلام انما تصیر دارالحرب بثلاث احدہا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتہار والثانی ان تکون متاخمۃ بدارالحرب ای متصلۃ لایتخلل بینہا بلدۃ من بلاد المسلمین والثالث ان لایبقی فیہا مسلم او ذمی آمنا بالامان الاول فشرط ہذہ الشرائط لیکون علما علی تمام القہر والاستیلاء اذ دارالاسلام یحتاط لاثباتہ لہا وعندہما یصیر دارالاسلام دارالحرب باجراء احکام الکفر فیہا انتہی

اور طحطاوی حاشیہ درمختار میں ہے قولہ باجراء احکام الشرک ای علی الاشتہار وان لایحکم فیہا بحکم اہل الاسلام ہندیۃ وظاہرہ انہ لو اجریت احکام المسلمین واحکام اہل الشرک لاتکون دار حرب انتہی۔

ان عبارات سے اور ان کی امثال سے واضح ہے کہ دار الحرب ہونے میں دار الاسلام کی شرط یہ ہے کہ احکام کفر علی سبیل الاشتہار جاری ہوں اور احکام اسلام بالکلیہ موقوف کردیئے جاویں اور شعائر اسلام وضروریات دین میں کفار مداخلت کرنے لگیں اور یہ شرط اتفاقی ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس کے سوا اور بھی دو شرطیں زائد کیں ایک یہ کہ اس بلد میں اور دار الحرب میں کوئی بلد مملکت اہل اسلام کا باقی نہ رہے۔ دوسرے یہ کہ امان اول مرتفع ہوجائے اور بامان کفار نوبت اقامت کی آئی ہو اور یہ ظاہر ہے کہ بلاد ہندوستان میں یہ مفقود ہے اس وجہ سے کہ شعائر اسلام میں ہنوز حکام کی طرف سے مداخلت وممانعت نہیں ہے اور اگرچہ قضاۃ کفار ہیں اور احکام خلاف اسلام جاری کرتے ہیں مگر بہت سے امور میں رانقیا دفتاوی اہل اسلام کا بھی کرتے ہیں اور موافق شرع فیصلہ کرتے ہیں۔ پس یہ بلاد دار الحرب نہ ہوں گے نہ بمذہب امام نہ بمذہب صاحبین واللہ اعلم۔ ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ

زوال علت سے حکم کا ختم ہوجانا

سوال (۷۶۱) اگر شارع نے کسی علت سے کوئی حکم بیان کیا بعد مدت کے وہ علت جاری نہ رہی تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکم باقی نہ رہے۔ چنانچہ ابن عباس نے طواف میں رمل کے سنت ہونے کا انکار کیا لیکن حضرت عمرؓ نے باوجودیکہ زوال علت کا یقین تھا پھر فرمایا کہ جو ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کرتے تھے اسے نہ چھوڑیں گے تو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ زوال علت سے زوال حکم ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو یہ قاعدہ کلیہ ہے یا اس کا کوئی خاص موقع ہے انتہی

جواب: احکام شرعیہ کے مناشی وبواعث شرعیت کے ارتفاع سے حکام کا ارتفاع نہیں ہوتا اور اکثر مناشی علل کے ساتھ مشتبہ ہوتے ہیں اس وجہ سے بعض احکام شرعیہ کے بقا وعدم بقا میں اشتباہ ہوتا ہے نظائر اس کے بہت ہیں منجملہ اس کے حکم رمل ہے کہ منشا اس کے شرعیت کا مشرکین کا دفع خیال تھا مگر بعد اس کے ارتفاع کے بھی یہ حکم باقی رہا۔ اس وجہ سے حجۃ الوداع میں بھی رمل کیا گیا۔ باوجودیکہ منشا باقی نہ رہا اور منجملہ اس کے حکم غسل روز جمعہ ہے کہ بعد ارتفاع اس منشا شرعیت کے جو کہ سنن ابی داؤد وغیرہ میں مروی ہے باقی رہا اور علل احکام کے ارتفاع سے ارتفاع حکم بالضرور ہوگا مگر بدو شرط ایک یہ کہ شرعاً یہ امر ثابت ہو کہ اس حکم کی یہ علت ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ بھی معلوم ہو کہ اس حکم کی اس کے سوا کوئی اور علت نہیں ہے ورنہ ممکن ہے کہ ایک شئے معلول بعلت شتی ہو پس ایک علت کے عدم سے عدم اس کا نہ لازم آویگا اور اگر علت کی علیت قطعی نہ ہو بلکہ اجتہادی ظنی ہو سکے ارتفاع سے ارتفاع حکم بھی ظنی ہوگا ہذا ہو الاصل، واللہ اعلم۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی

امہات المومنین جن کا انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا

سوال (۶۲۷) امہات المومنین جن کا انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد ہوا ان کی تعداد کیا ہے اور اسماء مبارکہ کیا۔

جواب: ایسی ازواج مطہرات نو تھیں:۔

(۱) حضرت سودہ بنت زمعہ وفات ماہ شوال سنہ ۵۴ھ بمقام مدینہ۔

(۲) حضرت عائشہ رضؓ جن کا نکاح مکہ معظمہ میں ہجرت سے دو یا تین سال قبل ماہ شوال میں چھ سال کی عمر میں ہوا اور نو سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ میں ہم بستر ہوئیں۔ اور ۱۷ رمضان سنہ ۵۷ھ یا ۵۸ھ مدینہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

(۳) حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضؓ جن کا نکاح سنہ ۳ھ میں اور انتقال سنہ ۴۵ھ میں ہوا۔

(۴) حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان۔ نکاح کے وقت حبشہ میں تھیں اور ان کا مہر چار سو دینار آنحضرت کی طرف سے نجاشی بادشاہ نے ادا کیا۔ اور سنہ ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(۵) حضرت ام سلمہ رضؓ ان کی وفات سنہ ۶۲ھ میں ہے اس لحاظ سے تمام ازواج مطہرات کے بعد ان کا انتقال ہوا ابن حجر کا خیال ہے کہ ان کا انتقال سنہ ۵۹ھ میں ہے۔

(۶) حضرت زینب بنت جحش ان کی وفات مدینہ منورہ میں تمام ازواج سے پہلے سنہ ۲۰ھ میں ہے۔

(۷) حضرت جویریہ بنت حارث وفات سنہ ۵۶ھ میں ہے۔

(۸) حضرت صفیہ جو غزوہ خیبر میں اسیر ہو کر آئیں تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرمایا اور اسی آزادی کو مہر قرار دیکر نکاح کیا۔ ان کی وفات سنہ ۵۰ میں ہے۔

(۹) حضرت میمونہ رضؓ وفات سنہ ۵۱ھ

امہات المومنین جنکا وصال حضورؐ کے سامنے ہوا۔

سوال (۶۳) ازواج مطہرات میں سے آپ کے سامنے کس کس کی وفات ہوئی؟

جواب:۔ تین کی۔ (۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد جن سے نکاح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۲۵ سال دو ماہ اور دس روز تھی اور ان کی وفات ہجرت سے قبل ہے۔

(۲) حضرت زینب بنت خزیمہ جن کا نکاح سنہ ۳ھ میں ہوا لیکن نکاح سے دو یا تین ماہ بعد ہی وصال ہو گیا۔

(۳) بنت الصلت ان سے نکاح تو ہوا مگر قربت سے پہلے ہی انتقال ہو گیا۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

امہات المومنین جن کو طلاق دی گئی

سوال (۷۶۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ازواج کو جدا کیا تھا ان کی تعداد کیا ہے ؟
جواب :- آٹھ - (۱) فاطمہ بنت ضحاک - ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دے دیا تھا انہوں نے دنیا کو اختیار کیا تو آپ نے جدا فرما دیا (۲) شراف خواہر دحیہ کلبی (۳) خولہ بنت ہزیل اسماء جونیہ (۵) عمرہ بنت یزید (۶) قبیلہ غفار کی ایک عورت (۷) عالیہ بنت ظبیان - ان تمام کو قبل دخول طلاق دی گئی (۸) ایک منکوحہ سے بوقت قربت آپ نے فرمایا اپنا نفس مجکو دیدے - اس پردہ عورت کہتی ہے کہ کوئی شریف عورت اپنے نفس کو بازار میں نہیں دے سکتی - اس جواب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جدا کر دیا -

چند شوہروں والی عورت جنت میں کس کو ملے گی

سوال (۷۶۵) جس عورت نے دنیا میں دو شادیاں کیں تو وہ جنت میں کون سے شوہر کو ملے گی -
جواب :- بعض علماء کا مسلک ہے عورت کو اختیار دے دیا جائے گا کسی ایک کو پسند کرے اور بعض کے نزدیک آخری شوہر کو ملے گی - غرائب میں ہے اختلف الناس فی المرأۃ التی یکون لھا زوجان فی الدنیا لا یھما تکون فی الآخرۃ قیل تکون لآخرھما وقیل تخیر فتختار ایھما شاء

باکرہ عورت جنت میں

سوال (۷۶۶) جو عورت شادی سے پہلے ہی مرگئی تو جنت میں کس کے حوالے کی جائے گی -
جواب :- جس مرد کو بھی وہ پسند کرے گی اس کے ساتھ نکاح ہو جائے گا - اور اگر موجودہ لوگوں میں سے کسی کو بھی پسند نہ کرے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک اور مرد پیدا کریں گے جو اس کے ساتھ نکاح کریگا - غرائب میں ہے ولو ماتت قبل ان تتزوج تخیرایضا ان رضیت بآدمی زوجت منہ وان لم ترض فاللہ یخلق ذکرا من الحور العین فیزوجھا منہ انتہی -

گانے والی عورت کی کمائی

سوال (۷۶۷) گانے اور ماتم کرنے والی عورت کو اجرت لینا جائز ہے یا نہیں
جواب :- مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ مجمع البرکات میں ہے ویکرہ کسب المغنیۃ والنائحۃ کذا فی جامع الفقہ انتہی

حرام مال کا مصرف

سوال (۷۶۸) حرام مال کا کیا کرنا چاہیئے -
جواب :- اگر اصل مالک معلوم ہو تو اس کو واپس کر دینا چاہیئے ورنہ مستحقین پر صدقہ کرنا ضروری ہے
قال الشرنبلالی ان الخبیث واجب التصدق فلا یاخذ الا من یجوز لہ الصدقہ انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے امرأۃ نائحۃ او صاحب طبل او مزمار اکتسب مالا قال ان کان علی شرط ردہ علی اصحابہ ان عرفہم یرید بقولہ علی الشرط ان شرطوا لہا فی اولہ بازاء النیاحۃ او بازاء الغناء وھذا لانہ اذا کان الاخذ علی الشرط کان المال بمقابلۃ المعصیۃ فکان الاخذ معصیۃ والسبیل فی المعاصی ردھا وذلک ھھنا برد الماخوذ ان تمکن ردہ بان عرف صاحبہ وبالقصد فرۃ منہ ان یعرف لیصل الیہ نفع ...... ان کان لا یصل الیہ اما اذا لم یکن الاخذ علی شرط لم یکن الاخذ معصیۃ والدفع حصل عن المالک برضاہ فیکون لہ ویکون حلالا لہ انتہی

طبل بجا کر کسب کرنا

سوال (۷۶۹) سائل کہ طبل بجا کر در در بھیک مانگتے ہیں ان کا کسب جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں۔ مدارج النبوہ میں ہے، نباید داد سائل را کہ طبل زدہ بر درہا میگردد و مطرب از ہمہ اخس است انتہی

دعوتوں کا قبول کرنا

سوال (۷۷۰) دعوت ولیمہ کرنا اور اس کے قبول کرنے کا کیا حکم ہے۔ نیز ہنود اور شیعوں کی دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں اور اپنے تہوار پر کفار کو ہدایا بھیجنا یا ان کے تہوار پر ان کے ہدایا قبول کرنا کیسا ہے

جواب: بعض حضرات کے نزدیک دعوت قبول کرنا واجب ہے لیکن اکثر کے نزدیک سنت ہے۔ عالمگیریہ میں اسی اختلاف کو ذکر کیا اختلف فی اجابۃ الدعوۃ قال بعضہم واجبۃ لا یسع ترکہا وقالت العامۃ ھی سنۃ انتہی

اور فاسق معلن اور سود خوار اور ایسے شخص کی دعوت قبول نہ کی جائے جس کا اکثر مال حرام ہو۔ البتہ اگر وہ یہ کہے کہ حلال مال سے دعوت کر رہا ہوں جو مجھ کو وراثت میں ملا ہے یا قرض لیا ہے تو اس وقت قبول کر لینا جائز ہے اور اگر اس کا مال مخلوط تو ہے مگر اکثر مال حلال ہے اور یہ بھی یقین ہے کہ دعوت مال حلال سے کی جا رہی ہے تو اس وقت بھی قبول دعوت جائز ہے ورنہ نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے ولا یجیب دعوۃ الفاسق المعلن لیعلم انہ غیر راض بفسقہ وکذا من غالب ما لہ من حرام ما لم یخبر انہ حلال وبالعکس یجیب ما لم یتبین عندہ انہ حرام کذا فی التمرتاشی انتہی

اور ولیمہ کی دعوت سنت ہے جس کا وقت مجامعت اور صحبت کے بعد ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک عقد نکاح کے وقت۔ جیسا کہ مشکوٰۃ کے بعض حواشی میں ہے اور مجمع البرکات میں ہے، تا سہ روز وقت ولیمہ است وقبول کردن دعوت ولیمہ ہم سنت است بشرطیکہ از منکرات شرعیہ خالی باشد

اس کے علاوہ اپنے اطراف کی مروجہ دعوتوں کا قبول کرنا بھی صحیح ہے جیسا کہ شادی سے پہلے لڑکے یا لڑکی والوں کی طرف سے دعوتیں دی جاتی ہیں۔ کذا فی الاربعین

اور مجمع البرکات میں ہے ولا یجیب الی طعام صنع ریاء وسمعۃ کذا فی شرعۃ الاسلام انتہی

اور کافر کی دعوت کرنا یا اس کی دعوت قبول کرنا بھی جائز ہے۔ عالمگیریہ میں ہے وفی التعالیق لا بأس بان یضیف کافرا لقرابتہ اولحاجتہ کذا فی التمرتاشی ولا باس بالذھاب الی ضیافتہ اھل الذمۃ ہکذا ذکر محمد انتہی

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی مجمع البرکات میں تحریر فرماتے ہیں مستحب است خویشاں وہمسایگاں و دوستاں طیار نمودن طعام برائے اہل میت وبعض گفتہ اند کہ فرستادن برائے اہل مصیبت روز اول غیر مکروہ ست از جہت شغل تجہیز میت و در روز دوم مکروہ اگر زنان نوحہ گر جمع شوند از جہت بودن آں اعانت بر اثم وعدوان واختلاف کردہ اند در اکل غیر اہل مصیبت آں طعام را وابوالقاسم گفتہ کہ باک نیست مرکسی را کہ مشغول ست تجہیز میت کذا فی مطالب المومنین انتہی

اور اگر اہل مصیبت فقرا کے لئے کھانا تیار کریں تو بہتر ہے بشرطیکہ تمام ورثا بالغ ہوں۔ اور اگر کوئی نابالغ ہو تو میت کے ترکہ سے تیار نہ کریں۔ عالمگیریہ میں ہے وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ کذا فی التاتارخانیۃ انتہی

اور ایام مصیبت میں تعزیت کرنے والوں کے لئے تین روز تک کھانا تیار کرنا جائز نہیں۔ اور اگر تیار کر لیا گیا تو دور سے آنے والوں کے لئے کھانا جائز ہوگا جیساکہ مجمع البرکات میں ہے ولا یباح اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام المصیبۃ انتہی

اور کتاب الوصایا درمختار میں ہے ویحل لمن طال مقامہ اومسافتہ لا لمن لم یطل انتہی

اور کافروں کے تہوار پر اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے ان کے پاس ہدایا بھیجنا کفر ہے اور اگر ہدیہ مسلمان کو بھیجا، مگر تعظیم پیش نظر نہیں تو کفر نہ ہوگا۔ مگر نہ بھیجنا زیادہ اچھا ہے اسی طرح اگر کوئی مسلمان اس دن کسی کافر کا ہدیہ اسکی خوشی میں شرکت کی خاطر قبول کرے تو اس سے دین میں نقصان آئے گا۔ ہاں اگر خوشی میں شرکت منظور نہ ہو تو کوئی حرج نہیں مگر نہ لینا اور احتراز کرنا بہتر ہے۔ جیساکہ درمختار میں ہے والاعطاء باسم النیروز والمھرجان لا یجوز ای الھدایا باسم ھذین الیومین حرام وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر لو ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اھدی لمشرک یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم یومہ فقد کفر وحبط عملہ انتہی

ولو اھدی مسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لا یکفر وینبغی ان یفعلہ قبلہ اوبعدہ نفیا للشبھۃ ولو شری فیہ لم یشترہ قبلہ ان اراد تعظیمہ فقد کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لا یکفر انتہی

اور مجمع البرکات میں ہے وما یاتی المجوس فی نیروزھم من الاطعمۃ الی الاکابر والسادات ومن کان معھم معرفتہ من ذھاب ومجی لا یحل اخذ ذلک وھل یضر الدین الآخذ فقد قیل من اخذ ذلک علی وجہ الموافقۃ لفرحھم یضر ذلک لدینہ وان اخذ لا علی ذلک الوجہ لا باس بہ والاحتراز عنہ اسلم کذا فی مطالب المومنین ناقلا من الذخیرۃ والمحیط

ابوالحسنات محمد عبدالحی

پنشن کا حکم

سوال (۷۱) دور حاضر میں کچھ عرصہ ملازمت کرنے کے بعد بشرط نیکنامی و حسن کارکردگی نصاری کی طرف سے بغیر کسی خدمت کے جو پنشن دیجاتی ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب ۔ یہ پنشن درحقیقت تنخواہ اور کسی خدمت کا معاوضہ نہیں بلکہ ایک تبرع اور احسان ہے ۔ نیز نصاری اور یہود کی طرف سے کوئی ایسا صلہ قبول کرنا جسمیں توہین اسلام نہ ہو جائز ہے ۔ جیسا کہ عالمگیری میں ہے ۔ هذا هو الكلام في صلة المسلم المشرك وجئنا الى صلة المشرك المسلم فقد روى محمد في السير الكبير اخبارا متعارضة في بعضها ان النبي صلى الله عليه وسلم قبل هدايا المشرك وفي بعضها انه لم يقبل فلا بد من التوفيق واختلف عبارات المشائخ في وجه التوفيق فعبارة الفقيه ابو جعفر الهندوانی ان ماروى انه لم يقبلها محمول على انه لم يقبلها من شخص غلب على ظن رسول الله انه وقع عند ذلك الشخص ان رسول الله انما يقاتلهم طمعا للمال لا لاعلاء كلمة الله ولا يجوز قبول الهدية من مثل هذا الشخص في زماننا وماروى انه قبلها محمول على انه قبلها من شخص غلب على ظن رسول الله انه وقع عند ذلك الشخص ان رسول الله انما يقاتلهم لاعزاز الدين ولاعلاء كلمات الله العلياء لا لطلب المال وقبول الهدية من مثل هذا الشخص جاز في زماننا ايضا ومن المشائخ من وفق من وجه اخر وقال لم يقبل من شخص علم انه لو قبل يقل صلابته وعزمه في حقه ويلين له بسبب قبول الهدية وقبل من شخص علم انه لا يقل صلابته وعزته في حقه ولا يلين بسبب قبول الهدية كذا في المحيط انتهى

تلاوت قرآن مجید کے بعد کوئی چیز لینا

سوال (۷۲) اگر کوئی شخص قاری قرآن کو تلاوت کے بعد محض تبرع اور احسان کے طور پر کچھ دیدے تو قاری کے لئے اس کا لینا اور استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مذکورہ صورت میں کوئی قباحت اور ممانعت نہیں ۔ نیز موجودہ صورت لا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا (ترجمہ اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا) میں داخل نہیں ہے ۔ تفسیر مدارک میں ہے لا تشتروا ای لا تستبدلوا بآیاتی بتغییرها و تحریفها ثمنا قلیلا قال الحسن هو الدنيا بحذافيرها وقيل هو الرياسة التي كانت لهم في قومهم خافوا عليها الفوات لو اتبعوا رسول الله صلى الله عليه وسلم

مال حرام سے دعوت کرنا

سوال (۷۳) اگر کوئی شخص مال حرام سے اشیاء خرید کر کسی کی دعوت کرے تو قبول کرنا کیسا ہے ۔ اور اگر یہی مال کسی کو ہبہ کرے تو اس کا لینا جائز ہوگا یا نہیں ؟

جواب :۔ مال کے خبث کی وجہ سے دعوت کا قبول کرنا اور ہدیہ لینا جائز نہیں ۔ البتہ اس کا ایک حیلہ یہ ہے کہ سامان قرض

لاکر دعوت کرے تو اس کا قبول کرنا جائز ہوگا اور بعد میں ادا رقرض کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے مہر البغی خبیث رواہ مسلم محدثین فرماتے ہیں کہ بغی سے مراد زانیہ عورت اور مہر سے مراد وہ اجرت جو زانی دیا کرتا ہے اور شارح ہدایہ علامہ عینی ابن تیمیہ کے حوالہ سے کتاب الکراہیۃ میں نقل کرتے ہیں، من السحت ما یاخذہ المغنیۃ والنائحۃ ومہر البغی انتہی

اور عالمگیریہ میں ہے وعن محمد فی کسب المغنیۃ ان قضی بہ دین لم یکن لصاحب الدین ان یاخذہ واما فی القضاء فیجبر علی الاخذ والحیلۃ فی ہذہ المسائل ان یشتری نسئیۃ ثم ینقد ثمنہ من ای مال شاء وقال ابو یوسف سالت ابا حنیفۃ عن الحیلۃ فی مثل ہذا فاجابنی بما ذکرنا فی الخلاصۃ انتہی

دیوالی یا ہولی پر ہنود سے ہدایا لینا

سوال (۴۷۷) اگر ہنود دیوالی یا ہولی کے دن باعزت مسلمانوں کے پاس مٹھائی وغیرہ لیکر آئیں تو لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے مگر کفار کے ساتھ ان کے تہوار اور خوشی میں موافقت نہ کرنی چاہیئے وما یاتی المجوس فی نیروزھم من الاطعمۃ الی الاکابر والسادات ومن کان لہ معہم من ذہاب ومجیٔ ہل یحل اخذ ذلک وہل یضر للدین الاخذ فقد قیل من اخذ ذلک علی وجہ الموافقۃ لفرحہم یضر ذلک للدینہ وان اخذ لا علی ذلک الوجہ لا باس بہ والاحتراز عنہ اسلم کذا فی مطالب المومنین ناقلا عن الذخیرۃ انتہی

شطرنج کھیلنا

سوال (۴۷۵) شطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: امام شافعی کے دو قول ہیں (۱) جائز ہے (۲) مکروہ تنزیہی ہے۔ اور امام مالک کے یہاں بھی جائز ہو (کفایہ) حنفیہ کے یہاں قدرے تفصیل ہے اگر شطرنج قمار کے ساتھ ہے تو بالاتفاق حرام ہے۔ اور کھیلنے والا فاسق بساقط العدالت مردود الشہادۃ ہے۔ اور اگر بغیر قمار کے ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء مکروہ تحریمی فرماتے ہیں۔ اور بعض کا مسلک کہ شطرنج کھیلنے سے جنگ کے اندر فریب دہی میں مدد ملتی ہے اس لئے جائز ہے۔ مگر تین شرطوں کے ساتھ (۱) بغیر قمار کے ہو (۲) کھیل کی وجہ سے فریضہ نماز وغیرہ میں تاخیر واقع نہ ہو (۳) جملہ فواحش سے مبرا ہو۔ اگر ایک شرط بھی مفقود ہو جائے تو جائز نہیں ہے۔ ان دونوں میں سے قول اول مختار ہے جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں ہے اور فتاوی عالمگیری میں ہے۔

الذی یلعب بالشطرنج ہل تسقط عدالتہ وتقبل شہادتہ فان قامر بہ سقطت عدالتہ ولم یقبل شہادتہ وان لم یقامر لم تسقط عدالتہ وتقبل انتہی

اور مجمع البرکات میں ہے۔ واختلفوا فی اللعب بالشطرنج فرخص بعضہم لانہ ینتصر فی امر الحرب

ومكثه العدو ولكن بثلث شرائط ان لا يقامر ولا يؤخر الصلوٰة عن وقتها وان يحفظ لسانه عن الفحش فاذا فعل شيئًا منها فهو مردود الشهادة وكره الشافعي اللعب به كراهة تنزيهة لا عبركذا فی مطالب المومنين وذكر الامام الغزالی فی خلاصة انه مكروه وعند الشافعي ايضا مكروه فلعل ما وقع فی كتبنا قوله الاول كذا فی نصاب الاحتساب وذكر الشيخ ابو حامد فی الاحياء فی باب السماع اللعب بالشطرنج مباح لكن المواظبة عليه مكروه كراهة شديدة كذا فی مطالب المومنين انتهى

درمختار باب من لا یقبل شہادتہ میں ہے او یقامر بالشطرنج او یترک به الصلوٰة حتی یفوت وقتها او یحلف عليه كثيرًا او يلعب به على الطريق او يذكر عليه فسقا اشباه او يداوم عليه ذكره سعدی انتہی

اور تنویر الابصار میں ہے کرہ تحریما اللعب بالنرد وكذا الشطرنج انتہی

بیہقی شعب الایمان میں ابوموسی اشعری رضؓ سے روایت کرتے ہیں ارشاد ہے لا یلعب بالشطرنج الا خاطی

مصائب کربلا پر آنسو بہانا

سوال (۷۷۶) اگر کربلا کے مصائب اور حضرت امام کے حالات کا خیال کرکے آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں تو اسمیں کوئی حرج تو نہیں ؟

جواب :۔ کوئی حرج نہیں ۔بیہقی اور حاکم روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک اس آنیوالے واقعہ غم سے اشکبار ہو گئیں تھیں ۔اور واقعہ کربلا کے دن حضرت ابن عباس رضؓ اور حضرت ام سلمہ رضؓ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں پراگندہ بال اور غبار آلود دیکھا ۔چنانچہ احمد و بیہقی نے اس مضمون کو بیان کیا اور رونا غیر اختیاری ہے جب بھی یہ مادہ جمع ہو جاتا ہے تو اشک کی صورت میں نکلتا ہے ۔

لایعنی باتیں سننا

سوال (۷۷۷) مسلمان کے لئے لایعنی اور بے فائدہ باتیں سننے میں کوئی حرج ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ حرج ہے ۔لغو باتوں میں اپنا وقت ضائع کرنا حرام ہے ۔ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم یہود سے بہت سی ایسی حکایات سنتے ہیں جو اچھی معلوم ہوتی ہیں کیا ہمارے لئے ان کے لکھنے کی اجازت ہے یا نہیں ۔اس پر آپ نے زجر و توبیخ فرمائی اور اجازت نہیں دی ۔ (بیہقی شعب الایمان)

اشیا کا نرخ متعین کرنا

سوال (۷۷۸) حاکم کے لئے اشیاء کا نرخ متعین کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ بغیر کسی ضرورت شدیدہ حاکم کو یہ حق نہیں ہے بلکہ اصل مالک کو اختیار ہے جس قیمت پر چاہے فروخت کرے ۔

ابوالحسنات محمد عبدالحیؒ

مسجد میں پنکھا لگانا

سوال (۷۹) مسجد میں نمازیوں کے آرام کی خاطر انگریزی پنکھا لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر دیکھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا ثبوت نہیں ملتا تو ایک اعتبار سے اسکو بدعت کہا جاسکتا ہے۔ مگر غیر مذموم کیونکہ بدعت مذمومہ وہ کہلاتی ہے جس کا وجود بعد میں ہوا اور اسکو دین سمجھ کر اختیار کیا جائے اور ظاہر ہے کہ یہاں پر یہ صورت نہیں۔ لہذا نمازیوں کے آرام کے لئے پنکھا لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور تشبہ بالنصاریٰ کی وجہ سے ناجائز نہیں کہا جاسکتا کیونکہ مسئلہ یہ ہے اگر کسی امر مذموم میں نصاریٰ کے ساتھ قصداً تشبہ کیا جائے تو ناجائز ہوگا ورنہ نہیں جیسا کہ صورت موجود ہے۔ حاشیہ طحطاوی میں ہے۔ قال فی البحر ثم اعلم ان التشبہ باھل الکتاب لایکرہ فی کل شیٔ فانا ناکل ونشرب کما یفعلون انما الحرام التشبہ فیما کان مذموما او فیما یقصد بہ التشبہ خانیۃ انتھی وھکذا فی الدر المختار

مال مشکوک سے نفع حاصل کرنا

سوال (۸۰) مال مشکوک سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔ اگر مال مشکوک اس طرح ہوا کہ ایک طریقہ سے حلال ہونا اور ایک طریقہ سے حرام ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ اور اگر شک اس وجہ سے ہوا کہ دونوں قسم کے مال مخلوط ہو گئے آپس میں کوئی امتیاز نہیں رہا تو پھر صدقہ کر دینا چاہیئے۔

طحطاوی حاشیہ درمختار میں بیان کرتے ہیں الذی فی البزازیۃ انہ ان علم المال الحرام بعینہ لایحل لہ اخذہ وان لم یعلم بعینہ اخذ حکما واما فی الدیانۃ فانہ یتصدق افادہ الحموی انتھی

بیت اللہ اور روضۂ اقدس کے نقشہ کا مرتبہ

سوال (۸۱) بیت اللہ اور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ مبارکہ واجب التعظیم ہے یا نہیں؟

جواب:۔ شریعت محمدیہ میں نقشہ کی تعظیم واجب نہیں اگر کوئی اسکو چاک بھی کر دے تو ماخوذ نہ ہوگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقشہ روضۂ اقدس کے بارہ میں کوئی حکم ثابت نہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص حج کرلے اور روضۂ اقدس کی زیارت کرنے کے بجائے صرف نقشہ کی زیارت کرلے تو بقول پاک جفائی یہ زیارت بھی کافی نہ ہوگی اسی طرح نقشہ بیت اللہ پر بیت اللہ کا حکم نہیں ہوگا اور نقشہ کی زیارت اجابت دعا کا وقت نہیں اور اس نقشہ کے طواف کی بھی کوئی حقیقت نہیں اور اگر کسی نے نقشہ کو قبلہ بنا کر اس کی طرف نماز پڑھ لی تو درست نہ ہوگی۔ دونوں نقشہ بمنزلہ آئینہ کے ہیں جس سے کعبہ مکرمہ اور روضہ اقدس کی ہیئت وصورۃ معلوم ہو جاتی ہے اس سے زائد کچھ نہیں۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

حقہ پینا

سوال (۷۸۲) حقہ پینا حلال ہے یا حرام کہ جس کی ابتدا مطابق تحریر مجالس الابرار گیارھویں صدی میں ہے

جواب: ملا سعد رومی نے مجالس الابرار میں حرام لکھا اور دلیل میں فرمایا کہ دخان چونکہ آلہ عذاب ہے اور آلۂ عذاب کا استعمال کرنا درست نہیں۔ انتہی۔ مگر یہ دونوں مقدمات قابل احتجاج نہیں۔ کیونکہ عود بہشت میں جلائی جائے گی اور باوجود دخان کے ایک نعمت ہے اور اسیطرح قوم نوح کے لئے آلۂ عذاب پانی تھا۔ حالانکہ پانی کا استعمال بلاشک وشبہ جائز ہے درمختار میں ہے

ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثہ بدمشق فی سنۃ خمس عشر بعد الالف یدعی شاربہ انہ لایسکر وان سلم لہ فانہ مفتر وھو حرام لحدیث احمد عن ام سلمۃ رض قالت نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مفتر ومسکر ولیس من الکبائر تناولہ مرۃ اومرتین ومع نہی ولی الامر عنہ حرم قطعا علی ان استعمالہ ربما اضر علی البدن نعم الاصرار علیہ کبیرۃ کسائر الصغائر انتہی

اور حموی شارح اشباہ حلال قرار دیتے ہیں اور بعض نے پیاز خام کی طرح مکروہ تنزیہی لکھا درمختار میں ہے۔ وقد کرھہ شیخنا العمادی فی ھدیتہ الحاقا لہ بالثوم والبصل بالاولی فتدبر انتہی

اور شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی فرماتے ہیں۔ تمباکو ایسے طریقہ پر پینا کہ دھواں بھی اندر کھینچ لیا جائے تین وجہ سے مکروہ ہے

(۱) منہ میں بدبو رہتی ہے

(۲) اہل نار کے ساتھ تشبہ ہوتا ہے جو علت کراہت ہے

(۳) اس طرح استعمال کرنے سے ایک مسلمان کا تعلق اور قرب نار سے ہوجاتا ہے جو عذاب کی صورت ہے۔ اسی وجہ سے داغ دینے کو بھی مکروہ کہا گیا۔ مذکورہ تین وجوہ میں سے ہر ایک کراہت تنزیہی کا سبب ہے، اور تینوں کے اجتماع سے کراہت تحریمی پیدا ہوجائے گی (انتہی کلامہ)

حقہ پی کر مسجد میں جانا

سوال (۷۸۳) حقہ پیکر بدبودار منہ کے ساتھ مسجد میں جانا یا اسی حالت میں تلاوت کلام کرنا کیسا ہے۔

جواب: مکروہ تحریمی ہے۔

پیاز کھاکر مسجد میں جانا

سوال (۷۸۴) پیاز اور لہسن خام کھانا یا کھاکر مسجد میں جانا کیسا ہے

جواب: خام پیاز اور لہسن کھانا مکروہ تنزیہی اور کھاکر مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے۔ سراج منیر میں ہے ولا یاکل الننی منہما فانہ موذی الملائکۃ انتہی

ابوالحسنات محمد عبدالحی

تمباکو کھانا

سوال (۸۵) تمباکو پان میں کھانا یا ناس میں استعمال کرنا کیسا ہے ؟

جواب :- جائز ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں کہ تمباکو کے پتے میں کوئی وجہ حرمت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ نباتات میں علت حرمت صرف دو چیزیں ہیں سمیت اور سکر۔ اور تمباکو دونوں سے محفوظ ہے لہٰذا جائز ہے۔

تصور شیخ کا حکم

سوال (۸۶) شیخ و مرشد کا تصور کرنا جیسا کہ صوفیا کا معمول ہے جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- جائز ہے اکابر حضرات بہ نیت پاک یہ عمل کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح القول الجمیل میں تحریر فرماتے ہیں والرکن الاعظم ربط القلب بالشیخ علی وصف المحبۃ والتعظیم وبلاحظہ صورتہ قلت ان اللہ تعالیٰ مظاہر کثیرۃ فما من عابد غبیا کان او ذکیا الا وقد طمح بحذائہ صار معبود الہم مرتبۃ ولھذا السر نزل الشرع باستقبال القبلۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم فلا یبصق قبل وجھہ فان اللہ تعالیٰ بینہ وبین قبلتہ فلا علیک ان لا تتوجہ الا الی اللہ ولا ترتبط قلبک الا بہ ولو بالتوجہ الی العرش وتصور النور الذی وضعہ علیہ او بالتوجہ الی القبلۃ انتہی ملخصا

قیدی کی رہائی کے لئے کوشش کرنا

سوال (۸۷) اگر کوئی شخص مقدمہ قتل یا کسی دوسرے جرم میں گرفتار ہو تو کچھ مال خرچ کرکے ایسے شخص کی رہائی کے لئے کوشش کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- جائز ہے بلکہ باعث اجر و ثواب ہے کیونکہ کسی کی مصیبت و تکلیف کو دور کرنا باعث اجر ہے۔ بخاری میں حضرت عبداللہ ابن عمر کے واسطے سے روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیامۃ ومن ستر مسلما ستر اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ انتہی

ہاں البتہ اگر وہ قیدی بے حیا و بے شرم اور مفسد ہے اور علی الاعلان معصیت کا مرتکب ہوتا رہتا ہے تو اسکو سزا ہی ملنا بہتر ہے (کذا یفھم من اشعۃ اللمعات)

عید کے دن کافر کو ہدیہ دینا

سوال (۸۸) کافر لیس کو عید کے موقعہ پر اگر مسلمان ہدیہ دے تو کیا حکم ہے

جواب :- محض محبت اور دوستی کی وجہ سے دے تو کوئی حرج نہیں اور اگر اس کافر کی تعظیم ملحوظ ہو تو جائز نہیں کیونکہ کافر کی تعظیم مسلمان کے قلب سے نور ایمان کو نکال دیتی ہے جیسا کہ حمادیہ میں احیاء العلوم کے حوالے سے منقول ہے من تجل منکم کافرا

اذھب اللہ عن قلبہ نور الایمان وعن وجھہ بہاء الاسلام

کافر کی اطاعت کرنا

سوال (۷۸۹) اگر کوئی کافر اپنے مسلمان ملازم کو نماز عید سے روکتا ہے تو ملازم کو کیا کرنا چاہیئے۔

جواب: ملازمت چھوڑ دے کیونکہ معصیت خالق میں غیر خدا کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے۔ فتح العزیز میں ہے۔ جیسا کہ غیر اللہ کی عبادت کفر و شرک ہے اسی طرح سے غیر اللہ کی بالاستقلال اطاعت کرنا بھی کفر ہے اور اطاعت بالاستقلال سے مراد یہ ہے کہ اس کو مبلغ احکام سمجھ کر تابعداری کا طوق گردن میں ڈال لے کہ اس کی تقلید کو لازمی اور ضروری سمجھے باوجود مخالفت احکام الٰہی کے اس کے اتباع کو نہ چھوڑے۔ اور یہ بھی اتخاذ انداد کی ایک قسم ہے۔

موت کی تمنا کرنا

سوال (۷۹۰) موت کی تمنا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ حرام ہے اور حدیث صحیح میں ممانعت موجود ہے۔ کیونکہ اگر بدکار ہے تو آئندہ توبہ کی امید ہے اور اگر نکوکار ہے تو آئندہ اسمیں اضافہ کی توقع ہے۔

اور بعض روایات میں جو مذکور ہے لایتمن احد کم الا ان یثق بعملہ تو وہ تعلیق بالمحال کے قبیل سے ہے کیونکہ اپنے اعمال پر بھروسہ اگرچہ محال عقلا تو نہیں مگر عادۃً ضرور محال ہے اور محال شرعاً بھی ہے لقولہ علیہ السلام لن ینجی احدا منکم عملہ قالو ولا انت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ

اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں ما یخاف النفاق الا مومن ولا یامنہ الا منافق

کفار کے ساتھ دوستی کرنا

سوال (۷۹۱) کفار کے ساتھ موالات اور دوستی کرنا کیسا ہے۔

جواب:۔ اگر ان کے دین کو اچھا سمجھ کر دوستی کی جائے تو کفر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ۔ (ترجمہ) (جو شخص تم میں سے ان سے دوستی کرے تو وہ انہی میں سے ہے)۔ اور اگر محض دنیاوی اعتبار سے ہے۔ اگر اختیاری ہے تو مواخذہ کا امکان ہے لہٰذا اس کو کم کرنا چاہیئے۔ قرآن میں ہے لایتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین (یعنی مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے بھائی مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں) اور اگر یہ دوستی طبعی ہے مثلاً کافر بیٹے کے ساتھ یا کافر زوجہ کے ساتھ تو محل مواخذہ نہیں۔

والدین کو امر بالمعروف کرنا

سوال (۷۹۲) کیا لڑکے کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے والدین کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔

جواب:۔ حاصل ہے۔ اگر والدین قبول کرلیں فبہا ولنعمت ورنہ سکوت اختیار کرے اور ان کیلئے استغفار کرے نصاب الاحتساب میں ہے

اعلم ان الامر بالمعروف والنہی عن المنکر لا یسقط بحق الابوۃ والامومۃ لان فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر المنفعۃ للماموربہ والاب والام احق بان یوصل الولد الیہما المنفعۃ والسنۃ فی امر الوالدین بالمعروف ان یامرھما مرۃ فان قبلا فبہا وان کرھا سکت عنہما واشتغل بالدعاء والاستغفار لہما انتہی

سات آسمانوں کا وجود شرعی حیثیت سے

سوال (۶۹۳) فیثاغورث کے نظریہ کے مطابق قواعد حرکت ارضی کو ترجیح دینا کہ جس سے آسمانوں کی جسمانیت کثیفہ کی نفی لازم آتی ہے اور اجسام کثیفہ کے باہم تداخل کا اقرار کرنا پڑتا ہے) شرعاً معذور ہے یا نہیں۔ اور جس صورت میں فیثاغورث کا نظر تسلیم کرنے کی بناپر انکار سماء مطلقاً تو نہیں ہوتا مگر جسمانیت کثیفہ کا انکار ضرور ہوتا ہے۔ مذکورہ صورت کا تسلیم کرنا شرعاً کیسا ہے اور نیز اس نظریہ کا قائل مثل حکماء فرنگ یہ کہے کہ خدا کی حکمت کاملہ کے آثار یہ بتلاتے ہیں کہ کرۂ ارضیہ کے مانند اجرام سماویہ بھی ذی روح مخلوق کا مسکن ہیں تو اس قول کی وجہ سے اس کے عقیدہ میں کوئی نقصان تو نہ آئے گا۔

جواب:۔ اس مسئلہ میں نہ فیثاغورثی ہیئت کا اعتبار ہے اور نہ بطلیموسی کا۔ بلکہ قرآن وحدیث اور صحابہ کرام سے ثابت ہونے والی ہیئت پر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ، یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً (ترجمہ:۔ اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ جس نے بنایا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت۔)

وقال تعالیٰ، هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ (ترجمہ، وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے سب۔ پھر قصد کیا آسمان کی طرف سو ٹھیک کردیا انکو سات آسمان۔)

وقال اللہ تعالیٰ، اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن (ترجمہ: اللہ نے بنائے سات آسمان اور زمین انہی جیسی)

وقال تعالیٰ، كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ (ترجمہ:۔ اور ہر کوئی ایک چکر میں پیرتے ہیں۔)

وقال تعالیٰ، تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (ترجمہ اتارا ہوا ہے اس کا جس نے بنائی زمین اور آسمان اونچے وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہوا)

وقال تعالیٰ، اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ وَّ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِیْزَانَ (ترجمہ: سورج اور چاند کے لئے ایک حساب ہے اور جھاڑ اور درخت مشغول ہیں سجدہ میں اور آسمان کو اونچا کیا اور رکھی ترازو)

وقال تعالیٰ، والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انہ لقول فصل (ترجمہ، قسم ہے آسمان چکر مارنے

والے کی۔ اور زمین پھوٹ نکلنے والی کی بے شک یہ بات ہے دو ٹوک)

وقال تعالیٰ، وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ترجمہ:۔ اور اس کی شان سب سے اوپر ہے آسمان اور زمین میں)

وقال تعالیٰ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ترجمہ۔ سب خوبی اللہ کو ہے جس نے بنا نکالے آسمان اور زمین

وقال تعالیٰ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (ترجمہ:۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین اور بنایا اندھیرا اور اجالا

وقال تعالیٰ، قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ترجمہ:۔ فرمایا کیا نہ کہا تھا میں نے تم کو کہ میں خوب جانتا ہوں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی۔

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا (ترجمہ: پھر کر دیئے وہ سات آسمان دو دن میں اور اتارا ہر آسمان میں حکم اس کا)

وقال تعالیٰ، اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (ترجمہ: تحقیق تمہارا رب اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں۔

وقال تعالیٰ، اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان اور تہہ پر تہہ ـ) اس کے علاوہ قرآن کی بہت سی آیات آسمانوں کے وجود اور ان کا عدد سات ہونے پر دلالت قطعیہ کرتی ہیں۔ لہٰذا وجود آسمان کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے

بیہقی ایک روایت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کرتے ہیں۔ انّہ نظر الی السماء فقال تبارک ما اشد بیاضها والثانیة اشد بیاضا منها ثم کذلک حتی بلغ سبع السمٰوٰت وخلق فوق السابعة الماء وجعل فوق الماء العرش۔

اسحٰق بن راہویہ اپنی مسند میں ابن المنذر اور ابن ابی حاتم وطبرانی اوسط میں ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں۔ قال سماء الدنیا موج مکفوف والثانیة مرمرة بیضاء والثالثة حدید والرابعة نحاس والخامسة فضة والسادسة ذهب والسابعة یاقوتة حمراء وما فوق ذلک صحاری من نور ولا یعلم ما فوق ذلک الا الله

ابن ابی حاتم وابو الشیخ اور ابن مردویہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں قال قال رجل یارسول الله ماهذه السماء قال هذا موج مکفوف عنکم۔ مذکورہ احادیث سے اہل علم کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ سماء کثیف وغلیظ ہوا کی طرح لطیف نہیں اور لطیف کہنا حدیث کا انکار ہے۔ اب رہا سماوات میں مخلوق کا ہونا اس کا ثبوت شریعت سے نہیں ملتا البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملائکہ کا مسکن ہے۔

ابن جریر ابن المنذر اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی: قال خلق فی کل خلقا من الملائکة والخلق الذی فیها من البحار وجبال البرد وما لا یعلم اور محض عقل سے ثابت کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا کہنا پڑے گا کہ اس بارہ جو کچھ قرآن وحدیث

سے ثابت ہے اس پر اعتقاد یقین کرنا چاہیئے. فیثاغورث اور بطلیموس کے وہ عقائد و مسائل کہ شریعت ان کی تکذیب کرتی ہو ان پر یقین نہ ہو بلکہ اس کے مقابلہ میں قرآن و حدیث کی بیان کردہ صورت کو صحیح سمجھ کر یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ قرآن و حدیث ان کے غلط نظریات کو رد کرنے کے لئے نازل کیا گیا اور انکو صحیح سمجھ کر اختیار کرنا مسلمان کی شایان شان نہیں۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

واقعی سموات کے وجود اور ان کے کثیف ہونے کی نفی کرنے میں شرعی قباحت لازم آتی ہے اور سموٰت کا مخلوق کے لئے مسکن بننا شریعت سے ثابت نہیں۔ محمد نعیم

اپنی زوجہ کو اجنبی کے سامنے کرنا

سوال (۹۴) زید اور اس کے رشتہ داروں کی خواہش ہے کہ زید کی بیوی ہندہ ایسے شخص کے سامنے آئے جو نہ قرابت قریبہ رکھتا ہے اور نہ بعیدہ بلکہ اجنبی محض ہے لیکن ہندہ اور اسکے رشتہ دار اس بات پر راضی نہیں تو اب ہندہ کو شوہر کے قول پر عمل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:۔ صورت مذکورہ میں اجنبی مرد کے لئے جائز نہیں کہ اجنبیہ عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کو بلا ضرورت دیکھے باوجودیکہ شہوت سے مامون و محفوظ ہو خصوصاً موجودہ زمانہ میں خوف فتنہ کی بنا پر البتہ بوقت ضرورت دیکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً قاضی یا شاہد اور طبیب ہو یا نکاح کرنے کا ارادہ ہو۔ ایک روایت ہے وینظر من الاجنبیۃ الی وجہہا کفیہا فقط للضرورۃ فان خاف الشہوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجہہا فحل النظر مقید بعدم الشہوۃ الا فحرام ھذا فی زمانہم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی وغیرہ الا النظر لا المس لحاجۃ کقاض وشاھد یحکم ویشھد علیہا درمختار قولہ اما فی زماننا الخ لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ۔ ردالمحتار محمد مسیح الدین خاں

الجواب صحیح والمجیب نجیح فانہ لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق واللہ علم۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی

محفل میلاد کا مستحب ہونا

سوال سے پہلے چند تمہیدی مقدموں کا ذکر کرنا ضروری ہے:۔

پہلا مقدمہ: مستحسن صفت مامور بہ ہے خواہ لعینہ ہو یا لغیرہ اور استحسان بعد الامر ہوتا ہے۔ دلیل ہے،

لان الامر کیم والحکیم لایامر بالفحشاء کما ذکر فی الاحوال۔ لہٰذا غیر مامور بہ کا استحسان معلوم نہیں

دوسرا مقدمہ:۔ حدیث میں ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد یعنی جس نے ہمارے امر میں کوئی بات ایسی نئی کی جو اس میں نہ تھی وہ مردود ہے۔ اور امرنا سے مراد دین ہے اور دینی اصول و فروع ادلہ اربعہ کتاب و سنت اور اجماع و قیاس سے ثابت ہوتے ہیں۔ اور جو شخص ائمہ اربعہ کی طرح مجتہد نہیں، وہ قابل تقلید بھی نہیں اور نہ اس کا قیاس صحیح ہوگا۔ اسی طرح اجماع کے لئے ضروری ہے کہ مجتہدین عصر کا تبعہ

اتفاق ہو یا بعض کا فتوے اور دوسرے بعض کا اطلاع سے کے بعد تین دن تک سکوت اور غیر مجتہدین کے اجماع کا قطعاً اعتبار نہیں خصوصاً کسی مسئلہ قیاسی میں۔ لہٰذا جو بات ادلہ اربعہ سے ثابت نہ ہو بدعت ہے جیساکہ صورت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے۔

تیسرا مقدمہ: تمام اجزا کے فرداً فرداً جز ہونے سے مجموعہ کی جزئیت لازم نہیں آتی کیونکہ افراد کا حکم اور مجموعہ کا حکم جداگانہ ہوا کرتا ہے۔

چوتھا مقدمہ: ایک غیر مجتہد مفتی کسی قول مجتہد پر فتوی تو دے سکتا ہے مگر مسائل کلیات کا استخراج اس کے لئے جائز نہیں۔

پانچواں مقدمہ: قول باری، وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ الآیہ اور کُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ الآیہ اور جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا الآیہ اور قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ اور قول ثانی ما راٰہ المسلمون حسنا فهو حسن عند اللہ اور قول ثالث من سن سنۃ حسنۃ الخ وغیرہ میں لفظ مومنین اور امت سے مجتہدین مراد ہیں۔ جیساکہ کتب اصول سے ثابت ہے اور سن بمعنے رواج ہے۔ احداث اور رواج کا فرق ظاہر ہے اس لئے علماء غیر مجتہدین خواہ کسی حیثیت کے ہوں ان کا اجماع حجت نہ ہوگا۔

چھٹا مقدمہ: حق سے سکوت کرنا علما کی شان نہیں۔ لہٰذا امر حق سے ہدایت فرمائیں تمہیدی مقدمات کے بعد اصل سوال (۵۹۷) یہ ہے کہ زید کچھ لوگوں کو جمع کر کے محفل میلاد اس طرح کرتا ہے کہ ذکر میلاد کے ساتھ ساتھ دیگر حالات نبوی بھی بیان کرتا ہے اور محض جمع کرنے کے علاوہ کوئی کام خلاف شرع نہیں کرتا تو اس کا یہ فعل ادلہ اربعہ کے لحاظ سے مستحسن ہے یا بلحاظ مقدمات مذکورہ بدعت وضلالت۔ جواب مع حوالہ کتب مطلوب ہے۔

جواب: جواب سے پہلے چند تمہیدی مقدمات درج ہیں:-

پہلا مقدمہ: امر محدث وہ کہلاتا ہے جس کا وجود اس مخصوص طریقہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں نہ ہو جن کے بہتر ہونے کی شہادت آپ نے فرمائی ہے اور نہ اس کی اصل ادلہ اربعہ سے ثابت ہو۔ علامہ سید شریف حاشیہ مشکوٰۃ پر حدیث من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد کی تشریح میں فرماتے ہیں المعنی ان من احدث فی الاسلام رایا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر او خفی ملفوظ او مستنبط فهو مردود علیه یعنی اگر دین اسلام میں بغیر کسی دلیل کے کوئی بات نکالے تو یہ مردود ہے۔ انتہی

اور فاضل معین بن صفی شرح اربعین نووی میں لکھتے ہیں فان قلت قد اشتهر ان البدعة نوعان حسنة وسيئة فكيف يكون كل بدعة ضلالة بلا تخصيص قلت المراد من البدعة فی الحديث البدعة الشرعية وهو ما ليس له

دلیل شرعی وکل مافعلہ الشارع او امر بہ فلیس ببدعۃ شرعیۃ انتہی

حافظ ابن حجر ساری مقدمہ فتح الباری کی فصل خامس میں لکھتے ہیں قولہ من احدث حدثا ای فعل فعلا لا اصل لہ فی الشرع یعنی جس نے ایسا کام کیا جس کی اصل شرع میں نہ تھی انتہی۔

اور فتح الباری میں ہے قولہ محدثاتہا بفتح الدال جمع محدثۃ والمراد بہا ما احدث ولیس لہ اصل فی الشرع سمی فی عرف الشرع بدعۃ وما کان لہ اصل فی الشرع فلیس بدعۃ والبدعۃ فی عرف الشرع مذمومۃ بخلاف اللغۃ یعنی محدث وہ امر ہوتا ہے جس کی اصل شرع میں نہ ہو اور اسکو بدعت کہا جاتا ہے اور جس کی اصل ہو بدعت نہیں ہوتا اور بدعت عرف شرع میں مذموم ہے لغۃ میں نہیں۔ ابن حجر مکی فتح المبین شرح اربعین میں لکھتے ہیں المراد من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ ما ینافیہ اولا یشہد لہ قواعد الشرع وادلتہ العامۃ یعنی من احدث سے وہ چیزیں مراد ہیں جو شرع کے منافی ہوں یا قواعد شرع اور اس کی دلیلیں ان کی شہادت نہ دیں اور اسی چیز کو ملا علی قاری نے شرح اربعین میں اور ابن مالک نے شرح مصابیح میں اور بیضاوی نے بیان کیا۔ مذکورہ تفصیل کے بعد یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس امر کا ثبوت ازمنہ ثلثہ میں ہو یا اس کی تائید ادلہ اربعہ میں سے کسی ایک دلیل سے ہو تو وہ بدعت ضالۃ نہ ہوگا

دوسرا مقدمہ:۔ یہ نہ سمجھو کہ استحسان شرعی صرف ایسے مامور بہ کی صفت ہے جس کا امر ادلہ اربعۃ میں سے کسی دلیل سے صراحۃ وارد ہو بلکہ ہر مامور بہ کی صفت ہوتا ہے خواہ امر صراحۃ ہو یا اس کی سند قواعد کلیہ شرعیہ سے ملتی ہو واجب ہو یا مندوب۔ اور کتب اصول میں مندوب دمامور بہ کے اطلاق میں جو نزاع ہے وہ محض لفظی ہے جس کی تصریح ابن ہمام نے تحریر میں کی ہے حاصل یہ ہے کہ جس طرح مامور بہ کا اطلاق واجبات پر ہوتا ہے اسی طرح مندوب پر بھی ہوتا ہے اور صفت استحسان بھی دونوں کے لئے یکساں ثابت ہوتی ہے۔ لہذا ہر وہ امر محدث جس کا خصوصی وجود ازمنہ ثلثہ میں نہ ہو مگر اس کی سند ادلہ اربعہ میں سے کسی ایک دلیل سے پائی جائے تو وہ بھی مستحسن ہوگا جیساکہ مدارس کا وجود زمانہ نبوی میں نہ تھا۔ مگر تمام علما اس صورت کو مستحسن سمجھتے ہیں کیونکہ اسکی اصل اس حدیث سے ملتی ہے جس کو بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد و نسائی نے روایت کیا۔ حدیث اذا مات ابن آدم انقطع الا من ثلث صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ یعنی مرنے کے بعد صرف تین چیزوں سے تعلق باقی رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ۔ علم نافع۔ ولد صالح سے۔ اس کی سند چونکہ حدیث سے ملتی ہے لہذا اس کو مستحسن قرار دیا اور بدعت ضالہ میں داخل نہیں کیا۔

تیسرا مقدمہ:۔ مفتی کا فرض ہے کہ پیش آنے والے واقعہ میں کتاب وسنت اجماع اور قیاس کی روشنی میں فتوے دے اور اگر کسی دلیل سے اس کا حکم صراحۃ نہ ملے تو پھر قواعد شرعیہ کلیہ کو سامنے رکھ کر جس کلی کے تحت میں یہ واقعہ آجائے اس کے مطابق فتوی دے۔ جیساکہ علماء مجتہدین اور فقہا کا یہی طرز رہا ہے۔ البتہ جو مفتی کہ نقل عبارت کے علاوہ استنباط کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے عبارات کتب اور اقوال مجتہدین کی نقل کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔

سعد الدین تفتازانی شرح عضدی میں لکھتے ہیں المراد باھل النظر بعض اصحاب المذھب من لہ ملکۃ الاقتدار علی الاستنباط من الاصول التی مھدوھا وھو المسمی بالمجتھدین فی المذھب کالغزالی ونووی من اصحاب الشافعی وھو فی المذھب بمنزلۃ المجتھدین المطلق فی الشرع واما الذین یفتون بما حفظوہ او وجدوہ فی کتب الاصحاب فھم بمنزلۃ النقلۃ والرواۃ۔

اور علامہ عمر حنفی نے فقہا کے سات طبقوں کا ذکر جواہر نفیسہ میں کیا فرماتے ہیں:۔

اعلم ان الفقہاء والعلماء علی سبع طبقات الاولی طبقۃ المجتھدین فی الشرع کالائمۃ الاربع

الثانیہ:۔ طبقۃ المجتھدین فی المذھب کابی یوسف ومحمد والاساتذۃ من اصحاب ابی حنیفۃ القادرین علی استخراج الاحکام من الادلۃ علی مقتضی القواعد التی مھدھا اساتذتھم فانھم وان خالفوہ فی بعض الفروع لکنھم موافقون لہم فی الاصول

الثالثہ:۔ طبقۃ المجتھدین فی مسائل التی لا روایۃ فیھا عن صاحب المذھب کالخصاف والطحاوی والکرخی والحلوانی والسرخسی والبزدوی وقاضی خان

الرابعۃ:۔ طبقۃ اصحاب التخریج من المتقدمین کالرازی واحزابہ فانھم لا یقدرون علی الاجتھاد اصلا لکنھم باحاطتھم بالاصول وضبطھم بالمذھب یخرجون الاقوال

الخامسۃ:۔ طبقۃ اصحاب الترجیح من المقلدین کالقدوری وصاحب الھدایۃ وشانھم تفضیل بعض الروایات علی بعض یقولون ھذا اولی وھذا اصح درایۃ وھذا اوضح روایۃ وھذا اوفق بالقیاس، وھذا ارفق بالناس۔

السادسۃ:۔ طبقۃ المقلدین القادرین علی التمیز علی الاقوی والقوی والضعیف وظاھر المذھب وغیر ظاھر المذھب وظاھر الروایۃ والروایۃ النادرۃ کاصحاب المتون المعتبرۃ عند المتاخرین کصاحب الکنز والمختار والوقایۃ والمجمع وشان کل منھم ان لا ینقل فی کتابھم الاقوال الضعیفۃ والمردودۃ والروایات الضعیفۃ۔

السابعۃ:۔ طبقۃ المقلدین الذین لا یقدرون علی ما ذکر ولا یعرفون الغث والسمین ولا یمیزون الشمال عن الیمین بل یجمعون ما یجدون کحاطب لیل وھذا امذکور فی طبقات الفقہا مع تطویل لا یسعہ ھذا المختصر۔ مقدمات کی تمہید کے بعد جواب دیا جائے گا کہ نفس ذکر میلاد بدعت ضالہ نہیں جسکی دو وجہ ہیں:۔

(۱) ذکر میلاد اسے کہا جاتا ہے کہ ذاکر کوئی آیت یا حدیث پڑھ کر اس کی شرح میں کچھ فضائل نبویہ اور معجزات احمدیہ اور آپ کی ولادت نسب کے حالات پیدائش سے قبل اور بعد کے خوارق عادات بیان کرے جیسا کہ ابن حجر مکی نے

نعمتہ الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم میں اور دیگر علمائے لکھا ہے۔ اور اس کا وجود زمانہ نبوی اور زمانہ صحابہ میں بھی تھا اگرچہ اس نام سے نہ ہو۔ ماہرین فن حدیث کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام مجالس وعظ اور تعلیم علم میں فضائل نبویہ اور کیفیت ولادت محمدیہ کو بیان فرمایا کرتے تھے۔

اور صحاح میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت کو اپنی مسجد میں منبر پر بٹھلاتے اور وہ حضور کی مدح میں قصائد پڑھتے پھر آپ انکو دعاخیر دیتے اور فرماتے اللّٰھم ایدہ بروح القدس یعنے اللہ ان کی مدد کر بذریعہ جبرئیل امین انتہی

اور دیوان حسان کے قصائد میں معجزات اور ولادت ونسب شریف کے حالات موجود ہیں۔ لہٰذا محفل میں ایسے اشعار پڑھنا عین ذکر میلاد ہے۔ اور حضرت حسان کے مسجد میں اشعار پڑھنے کا قصہ بخاری میں مصرح ہے درحقیقت ذکر میلاد اور اس قصہ میں کوئی معتدبہ فرق معلوم نہیں ہوتا۔ بجز اس کے کہ اس ذکر کا نام مجلس میلاد نہیں رکھا گیا تھا اور اگر کسی کو خلجان ہے کہ مذکورہ تقریر سے نفس ذکر میلاد و فضائل تو ثابت ہوگیا۔ مگر اس کے لئے لوگوں کو جمع کرنا اور گھر سے بلانا تو ثابت نہیں ہوتا تو اس کا دفعیہ یہ ہے کہ علم کی نشرواشاعت کے لئے گواہ بلانا حدیث سے ثابت ہے۔ فقیہ ابو اللیث تنبیہ الغافلین میں لکھتے ہیں :-

حدثنا ابی قال حدثنا ابوبکر محمد بن احمد حدثنا ابو عمران حدثنا عبدالرحمن حدثنا داؤد حدثنا عباس بن الکثیر عن عبد خیر عن علی بن ابی طالب قال نزلت اذا جاء نصر اللہ فی مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فما بعث ان خرج یوم الخمیس فرقی المنبر وجلس علیہ ثم دعا بلالا وقال نادِ فی المدینۃ ان اجتمعوا لوصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنادی بلال فاجتمع صغیرھم وکبیرھم وترکوا ابواب بیوتھم مفتحۃ حتی خرجت العذاری من خدورھن حتی غص المسجد باھلہ والنبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم یقول وسعوا لمن ورائکم وسعوا لمن ورائکم ثم قام فحمد اللہ واثنی علیہ وصلی علی الانبیاء ثم قال انا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم العربی الحرمی المکی لا نبی بعدی الحدیث۔ حدیث مذکورہ بتارہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو مقرر فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو جمع کرنے کے لئے منادی کردیں۔ انتہی

علاوہ ازیں کلام نفس ذکر میلاد میں ہے اور تخصیصات عرفیہ اگر بالفرض اس اجتماع سے ثابت نہ ہوں تو نفس ذکر میلاد کا عدم جواز لازم نہیں آتا۔

(۲) اگر ہم مان بھی لیں کہ ذکر ولادت کا وجود ازمنہ ثلثہ میں سے کسی ایک زمانہ میں بھی نہ تھا تو ہم کہتے ہیں کہ ایک قاعدہ شرعیہ مسلمہ ہے کل فرد من افراد نشر العلم فھو مندوب یعنی اشاعت علم کا ہر طریقہ مندوب ہے انتہی

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما لحق المومنون من

حسناته بعد موته علم نشره۔ موت کے بعد مسلمان سے ملحق رہنے والی نیکی علم ہے جو اس نے پھیلایا ہوگا۔

بخاری نے کتاب العلم میں حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی ولیفشوا العلم ولیجلسوا حتی یعلم من لا یعلم فان العلم لا یہلک حتی یکون سرا یعنی علم کو پھیلانا چاہیئے اور اس غرض سے بیٹھنا چاہیے تاکہ جاہل علم حاصل کرلیں کیونکہ غیر پوشیدہ علم ضائع نہیں ہوتا۔ انتہی

علامہ سیوطیؒ نے اپنے بعض رسائل میں حدیث اذا مات ابن آدم الخ کی تشریح میں لکھا ہے حمل العلماء الصدقة الجاریة علی الوقف والعلم المنتفع به علی التصنیف والتعلیم یعنی علماء نے صدقہ جاریہ وقف پر محمول کیا ہے اور علم منتفع بہ سے تصنیف وتالیف مراد لی ہے۔ انتہی

اور یہ ظاہر ہے کہ ذکر مولد کی اوپر بیان کردہ تحقیق نشر علم کا ایک فرد ہے۔ لہٰذا کل فرد من افراد نشر العلم مندوب کے قاعدہ سے ذکر میلاد بھی مندوب ہوگا۔

امام بخاری نے حضرت ابی وائل سے روایت کی۔ قال کان عبداللہ بن مسعود یذکر الناس فی خمیس فقال له رجل یا ابا عبدالرحمن لوددت انک ذکرتنا کل یوم قال انه یمنعنی من ذلک انی اکره ان املکم وانی اتخولکم بالموعظة کما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بها مخافة السامة علینا۔ نیز کسی کو یہ وہم بھی نہ ہونا چاہیئے کہ جب ذکر مولد ازمنہ ثلثہ میں نہ تھا اور نہ مجتہدین کے دور میں اس کا نشان ہے تو پھر اس کے جواز کا فتوی دینا کیسے صحیح ہے کیونکہ اس کا ذکر اوپر آچکا کہ مفتی کو فتوی استنباط کرکے دینا چاہیئے۔ پس اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ازمنہ ثلثہ میں ذکر مولد نہیں تھا اور نہ مجتہدین سے اس بارہ میں کوئی قول منقول ہے لیکن چونکہ شریعت میں یہ قاعدہ مسلمہ ہے کل فرد من افراد نشر العلم فهو مندوب اور ذکر مولد بھی اس قاعدہ کے تحت میں ہے۔ لہٰذا اس کے مندوب ہونے کا حکم دیا جائے گا۔

اور اسی لئے فقہاء متبحرین اور اہل افتاء مستنبطین جیسے ابوشامہ۔ حافظ ابن حجر۔ علامہ سیوطی اور شامیؒ وغیرہ نے ذکر میلادؐ کے مندوب ہونے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد سائل کے بیان کردہ مقدمات کا جواب درج ذیل کیا جاتا ہے۔

جواب مقدمہ اولی۔ جو مامور بہ نہیں۔ اس کا استحسان معلوم نہیں۔ اگر اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شے صراحتہ مامور نہیں اس کا استحسان معلوم نہیں تو وہ غلط ہے۔ کیونکہ بہت سے امور ایسے ہیں کہ صراحتہ مامور نہیں۔ مگر فقہا متبحرین قواعد سے استنباط کرکے ان کو مندوب کہا ہے اور اگر مطلب یہ لیا جائے کہ جو کسی درجہ میں بھی مامور بہ نہیں نہ صراحتہ اور نہ کنایتہ تو صحیح ہے لیکن مسئلہ مذکورہ میں کوئی مضر بھی نہیں۔ کیونکہ ذکر میلاد باوجود ازمنہ ثلثہ میں موجود نہ ہونے کے قاعدہ شرعیہ میں مندرج اور داخل ہے لہٰذا مامور بہ ہوگا جس کا استحسان ظاہر ہے۔ جیساکہ مقدمہ ثانیہ میں تفصیل بیان کی جاچکی اور مقدمہ ثانیہ بھی ضرر رساں نہیں کیونکہ ما احدث اور امر محدث سے مراد وہ امر ہے جس کی سند ادلۂ اربعہ سے نہ ملی جس کی تفصیل ہم نے مقدمہ اولی میں بیان کی اور ذکر مولد ایسا امر محدث نہیں۔ لیکن مقدمہ ثالثہ میں اگرچہ فرد فرد کی جزئیت سے مجموعہ کی جزئیت لازم

نہیں آتی۔ مگر جب کہ مجموعہ کی جزئیت قاعدہ شرعیہ کے تحت میں اس کے اندراج کی وجہ سے معلوم ہوئی تو چون وچرا کا محل باقی نہیں رہا۔ لیکن مقدمہ رابعہ بالکل غلط محض ہے۔ جیسا کہ میں نے مقدمہ ثالثہ میں اس کی وضاحت کردی۔

حاصل کلام اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ ذکر مولا فی نفسہ مندوب ہے خواہ خیرالازمنہ میں وجود کی بنا پر ہو یا سند شرعی کے تحت اندراج کی وجہ سے۔ اور کسی نے اس کے مندوب ہونے سے انکار نہیں کیا۔ مگر ایک گروہ نے جنکا امیر تاج فاکہانی مالکی ہے مگر اس میں علماء مستنبطین کے مقابلہ کی طاقت نہیں جنہوں نے ذکر میلاد کے مندوب ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ لہٰذا اس کا قول قابل اعتبار نہیں۔ اگر ذکر مولیٰ کے ساتھ غیر مشروع اور غیر ماثور افعال ملا دیئے جائیں تو پھر مندوب ہونے کا حکم باقی نہ رہے گا۔ مگر اس کی وجہ سے نفس میلاد کے جواز میں کوئی شک نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب ابوالحسنات محمد عبدالحی

اصاب المجیب جزاہ اللہ خیرالجزا علی محمد

واقعی زید کا یہ فعل بدلالت ادلۂ شرعیہ جو کہ سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد میں مذکور ہیں مستحسن اور مندوب ہے۔ سجلات اور فتاوی شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی میں لکھا ہے الموالید والاذکار التی تفعل عندنا اکثرھا تشتمل علی خیر کصدقۃ وذکر والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ ومدحہ علی تنزیل وشرور بعضھا لیس فیہا شر ولا شک ان النوع الثانی سنۃ وتشملہ الاحادیث الواردۃ فی الاذکار المخصوصۃ والعامۃ کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینعقد قوم یذکرون اللہ تعالی الا حفتہم الملائکۃ وغشیتہم الرحمۃ وذکرھم اللہ تعالی فیمن عندہ رواہ مسلم وروی ایضا انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقوم جلسوا یذکرون اللہ تعالی ویحمدونہ علی ان ھداھم الاسلام اتانی جبرئیل علیہ السلام فاخبرنی ان اللہ تعالی یباھی بکم الملائکۃ فی الحدیثین اوضح دلیل علی فضل الاجتماع علی الخیر والجلوس لہ وان الجالسین علی خیر کذلک یباھی اللہ بہم الملائکۃ وتنزل علیہم السکینۃ وتغشاھم الرحمۃ ویذکرھم اللہ تعالیٰ بالثناء علیہم بین الملائکۃ انتہی

یعنی مولود واذکار جو ہمارے زمانے میں ہوتے ہیں ان میں سے اکثر میں خوبیاں پائی جاتی ہیں مثلاً صدقہ و ذکر آنحضرتؐ پر صلوٰۃ وسلام اور مدائح نیز کوئی شر بھی اس میں نہیں ہوتا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسری قسم سنت ہے جس پر ان احادیث کا مضمون صادق آتا ہے جو آپ نے اذکار عامہ و مخصوصہ کے بارہ میں ارشاد فرمائیں مثلاً آنحضرت کا ارشاد مبارک ہے خدا کا ذکر کرنے جو گروہ جمع ہوتا ہے اس کو ملائکہ گھیر لیتے ہیں، رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ملائکہ اور مقربین سے فرماتے ہیں (کما رواہ مسلم)

نیز روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم سے فرمایا جو خدا کا ذکر دین اسلام کی دولت حاصل ہونے پر اس کی حمد کر رہی تھی کہ میرے پاس جبرئیل آئے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کے سامنے تم لوگوں پر فخر کرتا ہے۔ مذکورہ دونوں حدیثیں مجلس ذکر کی فضیلت پر دلالت کر رہی ہیں اور بتا رہی کہ نیکی کے لئے جمع ہونے والوں پر خدا ملائکہ کے سامنے

فخر کرتا ہے اور ان پر امن وسکون نازل کرتا ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور خدا ملائکہ میں ان کا ذکر فرماتا ہے اب اس سے بڑھ کر اور کیا فضائل ہو سکتے ہیں۔ رہا سائل کا یہ قول کہ یہ اجتماع جائز ہے یا نہیں تو اس کا صاف جواب یہ ہے کہ جائز ہے واللہ علیم ابو الاحیا محمد نعیم

جادو، شعبدہ، معجزہ اور کرامت کی حقیقت

سوال (۷۹۶) سحر کی کیا حقیقت ہے۔ آیا بعض اشیا اور ادویہ کے امتزاج سے جو عجیب امر پیدا ہو وہ سحر ہے یا کلمات خبیثہ شیطانیہ کی تاثیرات کا نام سحر ہے کہ ان کلمات کے ذریعہ خبائث اور شیاطین سے استغاثہ کرتے ہیں اور تعجب خیز امر ظاہر ہوتا ہے۔ سحر، طلسم، شعبدہ میں کیا فرق ہے اور ان میں سے کونسا حرام اور کفر ہے۔ اور سحر معجزہ وکرامت میں کیا فرق ہے اور کیا ہر جسم انسانی کے لئے حدوث ایذاء ومرض کا سبب موت اور مضر وقاتل ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: سحر کی بہت سی قسمیں ہیں اور اس کا اطلاق اکثر ان امور عجیبہ پر ہوتا ہے جو تقرب الی الشیاطین کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ یُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ کی تفسیر میں بیضاوی نے لکھا ہے المراد بالسحر ما یستعان فی تحصیلہ بالتقرب الی الشیاطین مما لا یستقل بہ الانسان وذلک لا یستتب الا لمن یناسبہ فی الشرارۃ وخبث الباطن فان التناسب شرط فی التضام والتعاون۔ یعنی سحر سے وہ امور مراد ہیں جن کے حاصل کرنے میں شیاطین سے مدد لینی پڑے اور انسان ان پر قدرت نہ رکھے اور یہ سحر کامل طور پر صرف اسی کو حاصل ہوتا ہے جسے شرارت اور خبث باطنی میں شیطان سے مناسبت ہو۔ کیونکہ مدد کے لئے تناسب شرط ہے۔

علامہ ابن حجر مکی نے زواجر فی اقتراف الکبائر میں سحر کی سات قسمیں بیان کی ہیں فرماتے ہیں:۔

السحر علی اقسام اولہا سحر الکلدانیین الذین کانوا فی قدیم الدھر یعبدون الکواکب ویزعمون انہا المدبرۃ للعالم ومنہا یصدر کل مظہر خیر وشر وہم الذین بعث الیہم ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام۔

النوع الثانی سحر اصحاب الاوہام والنفوس القویۃ

الثالث۔ الاستعانۃ بالارواح الارضیۃ والقول بالجن مما انکرہ بعض متاخری الفلاسفۃ والمعتزلۃ واما اکابر الفلاسفۃ فلم ینکروہ الا انہم سموہا الارواح الارضیۃ۔

الرابع۔ التخیلات والاخذ بالعیون

الخامس: الاعمال العجیبۃ التی تظہر من ترکیب آلات علی النسب الہندسیۃ مثل صورۃ فرس فی یدہ بوق فاذا مضت ساعۃ من النہار صوت البوق من غیر ان یمسہ احد وکان سحر سحرۃ فرعون من ہذا القبیل

السادس، تعلیق الاستعانة بخواص الادویة المزیلة للعقل ونحوها
السابع تعلیق القلب وهوان یدعی انسان انه یعرف الاسم الاعظم مثلا فاذا کان السامع ضعیف القلب اعتقد انه حق وحصل فی نفسه انه نوع من الرعب فحینئذ یتمکن الساحر فیه من ان یفعل مایشاء یعنی سحر کی چند قسمیں ہیں (۱) سحر کلدانیین جو پہلے زمانہ ستاروں کی پوجا کرتے تھے کہ یہی عالم کا انتظام کرتے ہیں۔ تمام خیر وشر انہیں سے صادر ہوتے ہیں اور یہ وہی قوم ہے جن کی طرف ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا گیا۔
(۲) وہمی اور قوی النفس لوگوں کا سحر
(۳) ارواح ارضیہ سے مدد لینا اور جنات کا قائل ہونا جن کا بعض متاخرین فلاسفہ اور معتزلہ نے انکار کیا ہے اور اکابر فلاسفہ اس کے قائل تھے مگر وہ ان کا نام ارواح ارضیہ بتلاتے ہیں۔
(۴) تخیلات اور آنکھوں سے اثر ڈالنا
(۵) وہ عجیب کام جو علم ہندسہ کے مطابق آلات کی ترکیب دینے سے ظاہر ہوں۔ مثلاً گھوڑے کی شکل جس کے ہاتھ میں بڑی بانسری ہو اور ایک حصہ پر گذرنے کے بغیر کسی کے ہاتھ لگائے اس سے آواز نکلنے لگے۔ جیسا کہ فرعون کے ساحروں کا سحر اس قسم کا تھا۔
(۶) مزیل عقل دواؤں وغیرہ کے خواص سے مدد لینا۔
(۷) قلب پر اثر ڈالنا۔ مثلاً کوئی شخص دعوی کرے کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں یہ سن کر ضعیف القلب سامع یقین کر لیتا ہے اور اس پر ایک رعب طاری ہو جاتا ہے اور ساحر جو چاہے اس سے کرالیگا۔

جواب سوال دوم۔ ہر نفس انسانی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تاثیر عنایت ہوئی ہے جو کسی دوسرے نفس میں نہیں ہوتی اور ہر ایک نفس کے لئے حسب استعداد ایک خاصیت ہوتی ہے وہ بھی دوسرے میں نہیں پائی جاتی۔ اور ہر ایک سحر طلسم۔ شعبدہ بھی انہیں تاثیرات کے قبیل سے ہے۔ اور باہم فرق ہے۔ اگر نفوس کی تاثیر دوسرے میں باستعانت ارواح خبیثہ وغیرہ ہو۔ بلا استعانت تاثیر کواکب وخواص اعداد وغیرہ تو اس کو سحر کہتے ہیں۔ اور جو تاثیر ان جیسی چیزوں کی استعانت سے ہو اس کو طلسمات کہتے ہیں۔ اور جو تاثیر دوسرے شخص کی قوت متخیلہ سے ہے اس کو شعبدہ کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں لکھتے ہیں۔ مفہوم درج ذیل ہے۔ سحر وطلسمات ان استعدادوں کی کیفیات کو جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ سے عالم عناصر میں نفوس بشریہ تاثیر کر سکیں۔ بغیر کسی کی مدد کے یا امور سماویہ میں سے کسی کی مدد سے اول کا نام سحر اور ثانی طلسمات ہے اور یہ اس لئے کہ نفوس بشریہ اگرچہ ایک ہی نوع کے افراد ہیں مگر خواص کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ چنانچہ نفوس انبیاء میں ایسی خاصیت ہے جس کے لئے وہ معرفت ربانیہ کے لئے مستعد ہوتے ہیں اور کاہنوں کے نفوس میں ایسی خاصیت ہے جس کی بدولت وہ بذریعہ قوائے شیطانیہ غائب اشیاء کو جان لیتے ہیں اور نفوس ساحرہ کے تین درجہ ہیں

(۱) جو خود اپنے زور سے اثر کرتے ہیں۔ بلاکسی آلہ مددگار کے اور اسی کو فلاسفہ سحر کہتے ہیں۔
(۲) جو مزاج عناصر و افلاک یا خواص اعداد کی مدد سے ہو تو فلاسفہ اس کو طلسمات کہتے ہیں۔
(۳) جو قوائے متخیلہ میں تاثیر کے ذریعہ ہو کہ صاحب تاثیر قوت متخیلہ میں جب تصرف کرنا چاہے تو کسی قسم کا تصرف کرے اور اس میں کسی قسم کے خیالات ڈال دے۔ پھر اسی ذریعہ سے دیکھنے والوں کی حس میں خود اپنی قوت موثرہ سے اسی طرح اتار دے کہ دیکھنے والے اسے خارج میں موجود دیکھیں حالانکہ وہاں کچھ بھی موجود نہ ہو۔ اسی کو شعوذہ یا شعبدہ کہتے ہیں۔ اور سحر کے بارہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ حقیقۃً یہ کوئی چیز ہے یا محض تخیل ہے۔ جو لوگ حقیقت پر محمول کرتے ہیں وہ پہلے دونوں مرتبوں کا خیال کرتے ہیں اور جو لوگ اس کی حقیقت نہیں مانتے وہ صرف آخر کے مرتبہ کے قائل ہیں (انتہی کلامہ ملخصاً)

اور مصباح اللغۃ میں مذکور ہے جس کا مضمون درج ذیل کیا جاتا ہے۔ انسان کا شعوذہ یا شعبدہ ایک کھیل ہے جس سے انسان اس چیز کو دیکھتا ہے جو حقیقت میں نہیں ہوتی۔ (انتہی کلامہ)

اور علامہ ابراہیم لقانی نے شرح جوہر التوحید میں لکھا ہے طلسمات اجسام میں چند مخصوص اسماء کا نقش بنانا ہے جنھیں اس علم کے لوگوں کے نزدیک افلاک و کواکب سے تعلق ہے ان سے وہ خاصیتیں پیدا ہوتی ہیں جو عادۃً ان سے متعلق ہیں۔

جواب سوال سوم، علماء کا اتفاق ہے کہ سحر گناہ کبیرہ اور حرام ہے بلکہ بعض ائمہ فقہا نے اس پر کفر کا بھی اطلاق کیا ہے یہاں تک کہ تفتازانی حواشی کشاف میں کفر پر اجماع امت نقل کرتے ہیں السحر هو اراءة النفوس الخبيثة لافعال واقوال تترتب عليها امور خارقة للعادة ولا يرى خلاف في كون العمل به كفراً انتهى

اور محققین کے نزدیک اصح مسلک یہ ہے کہ جو سحر امور کفریہ پر مشتمل ہو کفر ہے اور جو ایسا نہ ہو اس کا سیکھنا اور کرنا کفر نہیں البتہ اس کے استقلال کا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ تفتازانی نے شرح عقائد میں لکھا ہے لا كفر في تعلم السحر بل في اعتقاد ترتب الاثر عليه یعنی سحر سیکھنا تو کفر نہیں لیکن اس کی تاثیر کا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔

اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں اتفق كلهم على ان ما كان من جنس دعوة الكواكب السبعة والسجود لها والتقرب اليها بما يناسبها كفر وهو من اعظم ابواب الشرك یعنی وہ سحر جس میں دعوۃ کواکب اور سجود کواکب ہو یا ایسے امور جن سے ان کا تقرب مقصود ہو تو وہ کفر اور شرک کا اعظم ابواب ہے۔

اور ابن حجر مکی نے زواجر میں لکھا ہے جس کا مفہوم درج ذیل ہے۔ فقہا کے نزدیک سحر کی نوع اول میں کچھ اختلاف نہیں جو شخص اعتقاد رکھے کہ اس عالم میں کواکب اثر کرتے ہیں یا یہ کہ انسان تصفیہ سے ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کا نفس خود دوسرے جسم کے بنانے میں اثر رکھے لیکن اگر یہ اعتقاد رکھے کہ اس کا نفس اس قدر صاف ہو گیا کہ جنات اس کی مطیع ہے تو صرف معتزلہ اس کی تکفیر کرتے ہیں۔ نہ دوسرے لوگ نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ سحر کی بقیہ دوسری قسمیں بعض علماء سب کو مطلقاً کفر کہتے ہیں اور اگر کوئی شخص تیسری اور بعد والی اقسام کو جائز سمجھے تو کفر کی وجہ سے اسکو قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں کیونکہ

حرام کو حلال کہنا کفر ہے۔ انتہی کلامہ

اور علامہ اردبیلی فتاوی انوار میں لکھتے ہیں جس کا مفہوم درج ذیل ہے۔ یعنی مالکیہ اور ایک دوسرے گروہ نے ساحر کو مطلقاً کافر کہا اور یہ اجمالاً قریب صحت ہے لیکن جزئیات میں فتوی دینے کے وقت اس میں بڑی غلطی واقع ہوگی۔ کیونکہ جب فقیہ سے سحر کی حقیقت اور اس کے کفر کے فتوی دینے کی وجہ معلوم کی جائے گی تو جواب میں بڑی دشواری ہوگی میں نے تمام عمر میں کوئی ایسا شخص نہیں پایا جو ان امور میں فرق بیان کر سکے (انتہی کلامہ)

اور ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں السحر حرام بلاخلاف واعتقاد اباحتہ کفر الخ یعنی متفقہ طور پر سحر حرام ہے اور اس کے جواز کا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ امام مالک امام احمد اور ہمارے اصحاب سے مروی ہے کہ ساحر کافر ہے اس وجہ سے کہ اس نے سحر سیکھا اور سکھایا۔ اور اسی وجہ سے وہ قتل کیا جائے گا۔ لیکن امام شافعی کے نزدیک اس کا قتل واجب نہیں اور اس کو کافر بھی نہ کہا جائے گا تاوقتیکہ وہ اس کو جائز نہ سمجھے اور ساحر کی تکفیر میں امام شافعی کے قول سے عدول نہ کرنا چاہیئے البتہ جب سحر کرتے رہنے کا علم ہو تو قتل کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ فساد ارض کی کوشش کر رہا ہے باقی رہا طلسمات اور شعبدہ کا حال تو صاحب درمختار نے علم طلسمات اور شعبدہ علم سحر کی طرح مذموم اور حرام لکھا ہے۔ انتہی کلامہ

اور ابن خلدون لکھتے ہیں جس کا مفہوم درج ذیل ہے۔ شریعت نے سحر اور طلسمات میں کچھ فرق نہیں کیا بلکہ سب کو ایک ہی باب میں رکھا ہے کیونکہ ہمارے لئے شرع نے وہی افعال حلال کئے ہیں

جو دین یا دنیا میں کام آئیں۔ پس اگر کسی کام میں ضرر ہو تو وہ ممنوع ہے مثلاً سحر اور طلسمات بھی اسی کے ساتھ ملحق ہے۔ پس شریعت نے سحر، طلسمات اور شعبدہ سب کو ایک ہی باب میں شامل کر دیا۔ انتہی کلامہ

جواب سوال چہارم۔ معجزہ ایسے خارق عادات امر کو کہا جاتا ہے۔ جو منکرین کے مقابلہ میں مدعی نبوت سے صادر ہوا اور کوئی دوسرا اسکو نہ کر سکے۔ اور کرامت ایسے خارق عادت امر کو کہا جاتا ہے جو کسی ولی سے صادر ہو بغیر کسی دعوی کے۔ اور سحر وہ ہے جو ایسے نفوس سے صادر ہو جو نفوس خبیثہ یا نفوس شیطانیہ سے مناسبت رکھتے ہوں اور اس کا مثل دوسرا شخص بھی پیدا کر سکے۔ تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں:۔

المعجزۃ امر خارق للعادۃ مقرون للتحدی مع عدام المعارضۃ واحترز بقید المقارنۃ للتحدی عن کرامات الاولیاء وبقید عدام المعارضۃ عن الشعبدۃ والسحر یعنی معجزہ خارق عادت ایسے امر کو کہا جاتا ہے جو انکار کے مقابلہ میں کیا گیا ہو اور جس کا معارضہ نہ ہو۔ مقابلہ انکار کی قید سے کرامات اولیا اور عدم معارضہ کی قید سے سحر اور شعبدہ خارج ہو گئے۔

جواب سوال پنجم:۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ساحر جس کام کے لئے چاہے اس کا سحر اثر کرتا ہے لیکن یہ استقلال ساحر نہیں بلکہ باعتبار جریان عادۃ اللہ جیسا کہ ابن حجر مکی نے قرطبی سے نقل کیا۔

قال العلماء ولا ینکران یظہر علی ید الساحر خرق العادات بما لیس فی مقدور البشر من مرض وزوال عقل وتعویج عضو ولا یکون السحر علۃ لذالک ولا موجبا لہ بل یخلق اللّٰہ ھٰذہ الاشیاء عند وجود السحر
یعنی علماء کا قول ہے کہ ساحر سے خرق عادت کے اظہار کا انکار نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کے ہاتھ سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں جو انسان کی قدرت میں نہیں ہوتے مثلاً کسی کو بیمار یا دیوانہ بنا دینا وغیرہ لیکن سحر اس کی علت اور سبب نہیں ہوا کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ وجود سحر کے وقت ان اشیاء کو پیدا کر دیتا ہے۔ انتہی کلامہ۔

اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں الاکثرون یقولون ان السحر قد یوثر فی موت المسحور ومرضہ من غیر وصول شئی ظاھر الیہ یعنی اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ بعض اوقات سحر سے مسحور کی موت ہو جاتی ہے یا وہ بیمار ہو جاتا ہے بغیر کسی دوسرے ظاہری سبب کے، واللہ اعلم بالصواب۔

ابو الحسنات محمد عبدالحی

مسجد کے اندر چارپائی پر سونا

سوال (۷۹۷) مسجد میں چارپائی ڈال کر اس پر سونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمانہ اعتکاف میں آرام کرنے کے لئے مسجد میں چارپائی بچھائی جاتی تھی۔ کما فی سفر السعادۃ۔ اور ابن ماجہ نے ابن عمر سے روایت کی، ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا اعتکف طرح لہ فراشہ او یوضع لہ سریرہ وراء اسطوانۃ التوبۃ واللّٰہ اعلم

مردار ہاتھی کے دانت کی کنگھی بنانا

سوال (۷۹۸) مردار ہاتھی کے دانت یا مردہ گائے وغیرہ کے سینگ سے کنگھی بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے:۔ لا باس ببیع عظام المیتۃ وصوفھا وقرنھا وشعرھا ووبرھا والانتفاع بھا لانھا طاھرۃ لا یحلھا الموت لعدم الحیوۃ والفیل کالخنزیر نجس العین عند محمدؒ وعندھما بمنزلۃ السباع حتی یباع عظمہ وینتفع بہ انتہی

اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شرح مشکوٰۃ میں ابوداؤد کی ایک حدیث یا ثوبان اشتر لفاطمۃ قلادۃ من عصب وسوارین من عاج او کما قال کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں المعروف بین العامۃ ان العاج سن الفیل وقیل ھو عظم ظہر السلحفاۃ البحریۃ او عظم دابۃ بحریۃ غیرہا اسمہا الذبل یتخذ منہ السوار والمشط وفی القاموس العاج الذبل وعظم الفیل وقال التوربشتی ذکر الخطابی فی تفسیرہ انہ الذبل ونقل ذلک عن الاصمعی والعجب العدول عن اللغۃ المشھورۃ الی ما یشتبہ بین اہل اللسان انتہی

اور فتح القدیر میں ہے قیل روی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ اشتری لفاطمۃ سوارین من عاج

وظهر استعمال للناس لہ من غیر نکیر ومنهم من حکی اجماع العلماء علی جواز بیعہ وفی صحیح البخاری قال الزہری ادرکت ناسا من سلف العلماء یمتشطون بعظام المیتۃ نحو الفیل ونحوہ ویدهنون فیها ولا یرون بہ باسا وقال ابن سیرین وابراهیم لاباس بتجارۃ العاج انتہی

ہندوؤں کے اوتار پر لعنت کرنا

سوال (۷۹۹) رام چندر اور کرشن چندر جن کو اہل ہنود اوتار در سول کہتے ہیں مگر وہ خود اپنے آپ کو عبد سمجھ کر صحیح کام کرتے اور مخلوق کو ہدایت کرتے تھے تو ان پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب: اگر اوصاف مذکورہ واقعتہ ان میں موجود تھے تو پھر لعنت کرنا جائز نہیں ۔ واللہ اعلم بالصواب

عالم کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا

سوال (۸۰۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ زید عالم علم دین خالد کی محفل میں آیا اور خالد اور جملہ حاضرین مجلس نے واسطے تعظیم زید کے قیام کیا اور رخصت کے وقت تعظیما قیام کیا۔ پس ایسا قیام شرعا درست ہے یا نہیں اور اگر درست ہے تو کس دلیل سے درست ہے ۔

جواب :- قیام واسطے تعظیم علما اور رئیس قوم اور سادات کے درست ہے بدلیل اس کے کہ روایت کیا بخاری اور مسلم نے ابو سعید خدری سے ان اناسا نزلوا علی حکم سعد بن معاذ فارسل الیہ فجاء علی حمار فلما بلغ قریبا من المسجد قال قوموا الی خیرکم او سیدکم الحدیث ۔ اسی واسطے امام غزالی احیاء العلوم کے کتاب اداب السماع میں لکھتے ہیں ۔ القیام عند دخول الداخل لم یکن من عادۃ العرب بل کان الصحابۃ لایقومون لرسول اللہ فی بعض الاحوال کما رواہ انس ولکن لم یثبت فیہ نہی عام ولا نری بہ باسا فی البلاد التی جرت العادۃ فیها باکرام الداخل بالقیام فان المقصود منہ الاحترام والاکرام وتطییب القلب بہ وکذلک سائر انواع المساعدات اذا قصد بها تطییب القلب واصطلح علیها جماعۃ فلا باس بمساعدتہم علیها بل الاحسن للمساعدۃ الا فی ما ورد فیہ نہی لایقبل التاویل انتہی

آرے قیام سے محبت رکھنا اور اس امر کو چاہنا کہ لوگ ہماری تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاویں البتہ مکروہ ہے بدلیل اس کے کہ روایت کیا ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت معاویہ سے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب ان یمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار امام نووی رسالہ قیام میں تحریر کرتے ہیں معناہ الصریح الظاہر الزجر والوعید الشدید للانسان ان یحب قیام الناس لہ ولیس فیہ تعرض للقیام نہی ویکرہ انتہی

اور قنیہ میں مشکل الآثار سے منقول ہے القیام لغیرہ لیس بمکروہ لعینہ انما المکروہ محبۃ القیام من الذی یقام لہ فان لم یحب القیام قاموا لا یکرہ لہم انتہی

اگر کسی کو شک ہووے کہ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو امامہ باہلی سے روایت کی ہے قال خرج علینا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متکیا علی عصا فقمنا الیہ فقال لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضہم بعضا پس اس سے معلوم ہوا کہ قیام تعظیماً ممنوع ہے تو اس کو یوں دفع کرے کہ اس حدیث میں مطلق قیام کی نہی نہیں ہے بلکہ اس قیام کی کہ عجم کیا کرتے تھے اور ان کا قیام بطور التزام کے تھا یعنی وہ لوگ قیام تعظیمی کو امر ضروری جانتے تھے اور محبت رکھتے۔ پس آنحضرت نے ایسے قیام سے منع فرمایا کہ بالتزام ومحبت قیام نہ ہو نہ مطلق قیام سے کیونکہ بیہقی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے قال کان رسول اللہ صلعم یجلس معنا یحدثنا فاذا قام قمنا حتی نراہ قد دخل بعض بیوت ازواجہ پس مطلقاً قیام تعظیماً ممنوع ہوتا۔ صحابہ ہرگز بوقت برخاست قیام نہ کرتے علاوہ اسکے یہ ہے کہ قیام عجم کا بنظر تعظیم کے ہوتا تھا۔ جیسا کہ ان میں سلاطین کے واسطے سجدہ تعظیماً مروج تھا پس آنحضرت نے ایسے قیام تعظیمی سے منع کیا۔ خلاصہ حاشیہ طیبی میں ہے۔ قال النووی القیام للقادم من اہل الفضل مستحب وقال الغزالی المنہی القیام للتعظیم لا علی سبیل الاکرام انتہی

زیادہ بریں انیست کہ قیام خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثابت ہے ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے قالت ما رأیت احدا اشبہ سمتا ودلا وہدیا برسول اللہ من فاطمہ فی قیامہا وقعودہا وکانت اذا دخلت علیہ قام الیہا وقبلہا واجلسہا فی مجلسہ الحدیث۔ الحاصل قیام کی محبت رکھنا یا اس کا التزام کرنا جیسا کہ امر ضروریہ کا التزام ہوتا ہے یا بنظر تعظیم عجمی کے قیام کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ لیکن قیام واسطے اکرام آنے والے کے مطلقاً ممنوع نہیں اور اس کی نہی میں کوئی حدیث وارد نہیں بلکہ احادیث اس کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں وہذا ہو مذہب العلماء المحققین ومسلک الفقہاء والمحدثین واللہ اعلم

ڈاڑھی کو اوپر چڑھانا

سوال (۸۰۱) ٹھوڑی پر ڈاڑھی کو اوپر چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز نہیں۔ ابوداؤد اور نسائی رویفع بن ثابت سے روایت کرتے ہیں قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یا رویفع لعل الحیوۃ ستطول بک بعدی فاخبر الناس من عقد لحیتہ او تقلد وترا او استنجی برجیع دابۃ او عظم فان محمداً بریٔ منہ

ابن الاثیر نہایہ غریب الحدیث میں لفظ عقد کی شرح بیان فرماتے ہیں قیل کانوا یعقدونہا فی الحرب فامرہم بارسالہا کانوا یفعلون ذلک تکبرا وتعجبا انتہی

اور مطالب المومنین وغیرہ میں ہے زاد الشیخ محی الدین النووی فی مکروہات اللحیۃ عقدہا وتصفیفہا طاقۃ فوق طاقۃ انتہی

چرٹ پینا

سوال (۸۰۲) چرٹ پینا جائز ہے یا نہیں اور بصورت جواز من تشبہ بقوم فہو منہم کا مصداق تو نہ ہوگا

اور بصورت مصداق بننے حدیث مذکورہ کے مستحق سزا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ چرٹ پینا مثل حقہ کے مکروہ تحریمی ہے بلکہ چرٹ میں مشابہت نصاریٰ کی بنا پر کراہت زیادہ ہے

فاتحہ مروجہ کا شرعی ثبوت

سوال (۸۰۳) موجودہ زمانہ میں فاتحہ کا طریقہ رائج ہے کہ مٹھائی یا کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر سورہ فاتحہ واخلاص وغیرہ پڑھ کر میت کو ایصال ثواب کرتے ہیں تو کیا یہ طریقہ جائز ہے اور میت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بمذہب اہل سنت میت کو ثواب پہنچتا ہے۔ اور سورہ اخلاص وغیرہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا بھی رفع درجات کا باعث ہے لیکن جو مروجہ طریقہ کہ شیرینی وغیرہ سامنے رکھ کر کھڑے ہو کے فاتحہ دیتے ہیں شرعاً ثابت نہیں۔ واللہ اعلم

دار الحرب میں سود لینا

سوال (۸۰۴) دار الحرب کس کو کہتے ہیں اور دار الحرب میں کافروں سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک دار الحرب میں کافروں سے سود لینا جائز ہے۔ امام ابو یوسف جائز نہیں قرار دیتے۔ کذا فی فتح القدیر) اور دار الحرب کافروں کے ایسے ملک کو کہا جاتا ہے۔ جہاں تمام احکام وقوانین کفریہ ہوں کوئی حکم اسلامی نہ ہو بلکہ احکام اسلام کے اجراء سے کفار مانع ہوں اور ان کی بلا اجازت و بغیر امان کے کوئی مسلمان نہ ٹھہر سکے دکذا یفہم من تقریر الامام محمد فی الزیادات

یوم عاشورہ کو عید کی طرح تزیین کرنا

سوال (۸۰۵) عاشورہ کے روز ایام عید کی طرح زینت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بدعت ہے اور بعض حضرات جواز کے قائل ہیں اور تائید میں احادیث پیش کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھو جواز پر دلالت کرنے والی تمام احادیث موضوعہ ہیں۔ علامہ زماں احمد ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں:۔

ما یذکرون فی فضائل عاشوراء وما ورد من التوسعۃ علی العیال وفضائل المصافحۃ والحنا والخضاب والاغتسال ونحو ذلک ویذکرون فیہا صلوۃ کل ھذا کذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یصح فی عاشوراء الا فضل صیامہ انتہی

اسی کتاب میں دوسری جگہ فرماتے ہیں: قد یروج علی کثیر ممن ینتسب الی السنۃ احادیث یظنونہا من السنۃ وھی کذب باتفاق اہل المعرفۃ کالاحادیث المرویۃ فی فضائل عاشوراء وفضل الکحل فیہ والاغتسال والخضاب والمصافحۃ ونحو ذلک انتہی

علامہ شمس الدین السخاوی نے مقاصد حسنہ میں حدیث کحل کو موضوع قرار دیا۔ چنانچہ حرف المیم کے اندر بیان کرتے ہیں

من اكتحل بالاثمد يوم عاشوراء لم ترمد عينه ابداً الحاكم والديلمي من حديث جرير عن الضحاك عن ابن عباس به مرفوعاً قال الحاكم انه منكر قلت بل موضوع اورده ابن الجوزي في الموضوعات من هذا الوجه من حديث ابي هريرة انتهى

اور توسع فی العیال کی حدیث کو حسن لکھ کر فرماتے ہیں من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها الطبراني والبيهقي في الشعب وفضائل الاوقات وابو الشيخ عن ابن مسعود والاول والثاني فقط عن ابي سعيد والثاني فقط عن ابي هريرة وجابر العراقي في اماليه لحديث ابي هريرة له طرق صحيحة في بعضها ابن ناصر الحافظ انتهى غرضیکہ یوم عاشورہ میں روزہ کی سنت تو احادیث صحاح سے ثابت ہے اور وسعۃ فی العیال کی سنیت حدیث حسن سے لہذا روزہ اور وسعت فی العیال کے علاوہ دوسرا کام مسنون سمجھ کر نہ کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

ناچ اور گانوں کی مجلس میں شریک ہونا

سوال (۸۰۶) ایک شخص قوم چمار سے ہے اور اب تک وہ اپنے آباؤ اجداد کے دین پر ہے لیکن مالدار ہے اس نے اپنی لڑکی کی شادی کی اور اس میں تمام رسومات مثلاً شراب خوری و باجا و ناچ و آتش بازی و پوجا اپنے دیوتاؤں کی وغیرہم بڑی دھوم دھام سے کی چنانچہ صرف شراب دو ہزار روپیہ کی آئی تھی و قس علی ہذا سب سامان مہیا کیا اور چند اہل ایمان کی بھی دعوت کی اور مسلمانوں نے انکار کیا۔ تب اس نے ایک مولوی صاحب کی کچھ نذر کی مولوی صاحب نے اپنا پیٹ بھر کر کہہ دیا کہ اس کی دعوت میں شرکت کرنا درست ہے ان کے حسب ارشاد ان کے ساتھ چند اور مسلمانوں نے بھی دعوت قبول کی اور اس کے ہاں جا کر کھانا کھایا باوجودیکہ اشیاء مذکورہ موجود تھیں۔ اب عوام الناس میں بڑا فساد برپا ہے بعض کہتے ہیں کہ ایسی دعوت لینی درست ہے۔ ورنہ فلانے مولوی صاحب کیوں لیتے بعض کہتے ہیں کہ نادرست ہے کیونکہ ایک تو وہ چمار ہے۔ دوسرے وہاں پوجا و رقص و سرود و شراب خوری وغیرہ موجود تھا۔ لہذا آپ کی خدمت میں گذارش یہ ہے کہ لٹید جس قدر جلد ہو سکے موافق اصول دینیہ آپ رقم فرمائیے کہ مولوی صاحب مذکور کا کہنا حق تھا یا ناحق اگر حق تھا تو اس کی حقیقت اور دلیل اگر ناحق تھا تو ان پر کیا لازم ہے اور چمار کی دعوت قبول کرنی مسلمانوں کو درست ہے یا نہیں اور جو شخص اس کی اس قسم کی مجلس میں جاوے اور کھاوے اور اس کی مجلس کو زینت دے وہ فاسق ہے یا نہیں؟

جواب- ایسی مجلس دعوت میں کہ وہاں ناچ و باجا و شراب خوری و پوجا وغیرہ افعال محرمہ و اطوار شرک موجود ہوں اور ان امور کا ہونا پہلے سے معلوم ہووے کسی مسلمان کو جانا اور شرکت کرنا درست نہیں ہے بلکہ ایسے امور میں برضا و رغبت شرکت کرنا فسق ہے

اور اگر ان امور کا ہونا پہلے سے معلوم نہیں تھا بلکہ بعد جانے کے صاحب دعوت کے مکان پر معلوم ہوا پس اگر محرمات اسی مقام پر ہوں جہاں کھانا کھایا جاتا ہے۔ وہاں سے واپس آنا لازم ہے اور شریک ہونا اور اس مجلس میں دعوت کھانا نہیں درست ہے اور اگر اس مقام پر نہوں بلکہ دوسرے درجے میں ہوں اس صورت میں اگر یہ شخص جس کی دعوت کی گئی ہے مقتدا ہے مثلاً عالم یا مفتی ہے اس کو دعوت کھانا درست نہیں ہے، اگر مقتدا نہیں ہے تو اس کو شریک ہونا درست ہے مگر بشرط قدرت منکرات سے منع کرنا لازم ہے۔ درمختار میں ہے دعی الی ولیمۃ وثمہ لعب او غناء قعد واکل لو المنکر فی المنزل فلو علی المائدۃ لاینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا فان قدر علی المنع فعل والا صبران لم یکن ممن یقتدی بہ فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین وان علم اولا باللعب لایحضر اصلاً سواء کان ممن یقتدی بہ اولا لان حق الدعوۃ انما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ انتہی ملخصا

جمعۃ الوداع میں الوداع یا الفراق کے الفاظ کہنا

سوال (۸۰۷) خطبہ آخر جمعہ رمضان میں الوداع یا الفراق پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

سوال ۲ مردے کو قبر میں جمال مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دکھایا جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: الوداع یا الفراق کا خطبۂ رمضان میں پڑھنا اور کلمات حسرت در رخصت کے ادا کرنا فی نفسہ امر مباح ہے۔ بلکہ اگر یہ کلمات باعث ندامت وتوبہ سامعان ہوئے تو امید ثواب ہے مگر اس طریقہ کا ثبوت قرون ثلثہ میں نہیں ہے البتہ آخر شعبان میں خطبۂ استقبال رمضان احادیث میں وارد ہے جیسا کہ درمنثور میں ہے۔ اخرج العقیلی وضعفہ ابن خزیمۃ والبیہقی والخطیب والاصبہانی عن سلمان الفارسی قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر یوم من شعبان فقال الحدیث بطولہ اور شاید جس نے اس طریقہ کا ایجاد کیا اس نے خطبۂ آخر رمضان کو خطبۂ استقبال پر قیاس کیا لیکن اہتمام کرنا خطبہ وداع کا جیسا کہ اس زمانہ میں مروج ہے اور اس کو حد التزام تک پہنچانا خالی ابتداع سے نہیں۔ علمائے معتمدین کو لازم ہے کہ اس طریقہ کے التزام کو چھوڑیں تا عوام اعتقاد استحباب وسنیت بلکہ ضروری ہونے اس طریقہ خاص سے نجات پاویں اور مردے کو قبر میں جمال مبارک کا دکھینا نہیں ثابت ہے۔ جلال الدین سیوطی کے رسالہ شرح الصدور میں مرقوم ہے سئل الحافظ ابن حجر بل یکشف للمیت حتی یری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجاب لم یرد[1] ہذا فی حدیث وانما دعاہ بعض من لایحتج بہ بغیر مستند سوی قولہ فی ہذا الرجل ولا حجۃ فیہ لان الاشارۃ الی الحاضر فی الذہن انتہی واللہ اعلم

کفار سے احتراز کرنا

سوال (۸۰۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو تم سے احتراز کرے تم بھی اس سے احتراز کرو۔ آیا یہ احتراز صرف اکل وشرب میں ہے یا تمام امور موانست ومشاورۃ وغیرہ میں۔

جواب:۔ تمام امور موانست ومشارۃ اور محبت میں کفار سے احتراز کرنا اولیٰ وافضل ہے۔

---

[1] ولا اعلم حدیثا صحیحا مرویا فی ذلک والقائل بہ انما استند لمجرد ان الاشارۃ لاتکون الا للحاضر قیل ان تکون الاشارۃ لما فی الذہن فتکون مجازا ہکذا فی ارشاد الساری

کتا پالنا

سوال (۸۰۹) کتا جو بہت ہی پلید اور نجس العین ہے اس کا پالنا کیسا ہے۔ اور اس کے گرے ہوئے بال ملائکہ رحمت کو گھر میں آنے سے روکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ اگر شکار یا زراعت اور جانوروں کی حفاظت یا گھر کی چوکیداری کے لئے بوقت ضرورت پالا جائے تو بوقت ضرورت جائز ہے ورنہ بغیر ضرورت پالنا ناجائز اور اعمال صالحہ و ثواب کے بطلان اور محرومی کا سبب ہوگا۔ موطا امام محمد میں ہے۔ اخبرنا مالک اخبرنا یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید اخبرہ انہ سمع سفیان بن ابی زھیر یحدث انا سامعہ وھو عند باب المسجد قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اقتنی کلبا لا یغنی بہ زرعا ولا ضرعا نقص من عملہ کل یوم قیراط قال محمد یکرہ اقتناء الکلب بغیر منفعۃ واما کلب الزرع او الضرع او الصید او الحرس فلا باس اخبرنا مالک عن عبد الملک بن میسرۃ عن ابراھیم النخعی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاھل البیت القاصی فی الکلب یتخذونہ قال محمد فھذا للحرس اخبرنا مالک اخبرنا عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر قال من اقتنی کلبا الا کلبا ماشیا او ضاریا نقص من عملہ کل یوم قیراطان انتہی ملخصا۔

اور احادیث صحاح میں ہے کہ کتے کا پالنا اور اس کا گھر میں ہونا ملائکہ رحمت کو گھر میں آنے سے روکدیتا ہے۔ علامہ سیوطی اپنے رسالہ الحبائک فی اخبار الملائک میں لکھتے ہیں:۔

اخرج ابن ملجۃ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الملائکۃ لا تدخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ واخرج احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصحب الملائکۃ رفقۃ فیھا کلب ولا جرس واخرج ابوداؤد والنسائی والحاکم عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ صورۃ ولا کلب ولا جنب انتہی

عورت کے لئے اپنے شوہر اور والدین کی اطاعت

سوال (۸۱۰) اگر عورت اپنے شوہر کی بات نہ مانے اور باوجود فہمائش کے اطاعت نہ کرے تو شوہر کیا صورت اختیار کرے اور عورت کے لئے والدین کی اطاعت مقدم ہے یا اپنے شوہر کی؟

جواب:۔ شوہر کی اطاعت مقدم ہے اور جو عورت شوہر کی نافرمانی کرنے میں جری ہو تو شوہر اولا زبانی فہمائش کرے اور اگر یہ موثر نہ ہو تو ترک کلام اور ترک مجامعت کردے تاکہ اس کو تنبیہ ہوجائے اور اگر یہ نسخہ بھی بکار آمد نہ ہو تو پھر ضرورت کے مطابق مارنا بھی جائز ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا (ترجمہ:۔ اور جن کی بدخوئی کا تم کو ڈر ہو تو انکو سمجھاؤ

اور جدا کر و سونے میں اور مارو۔ پھر اگر وہ کہا مانیں تمہارا تو مت تلاش کرو ان پر راہ الزام کی ؎

اور حکیم ترمذی نوادر الاصول میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں ان رجلا انطلق غازیا واوصی امرأتہ ان لا تنزل من فوق البیت وکان والدھا فی سفل البیت فاشتکی ابوھا فارسلت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخبرہ وتستامرہ فارسل الیھا اتقی اللہ واطیعی زوجک ثم ان والدھا توفی فارسلت الیہ تستامرہ فارسل الیھا بمثل ذلک ۔

بزار اور طبرانی اوسط میں حضرت عائشہ سے تخریج کرتے ہیں سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس اعظم حقا علی الرجل قال امہ ۔

ابن جریر ۔ ابن المنذر ۔ ابن ابی حاتم اور بیہقی اپنی سنن میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں قولہ تعالیٰ واللاتی تخافون نشوزھن قال تلک المرأۃ تنشز وتستخف بحق زوجھا ولا تطیع امرہ فامرہ اللہ ان یعظھا ویذکرھا باللہ فان قبلت والا یھجرھا فی المضاجع ولا یکلمھا من غیر ان یذر نکاحھا فان رجعت والا ضربھا ضربا غیر مبرح ولا یکسر لھا عظما ولا یجرح جرحا (کذا فی الدر المنثور لجلال الدین السیوطی)

سیاہ رنگ کا خضاب لگانا

سوال (۱۱۸) سیاہ وسمہ سے ڈاڑھی کے سفید بالوں پر خضاب کرنا حرام محض ہے اور اس کا مرتکب عرفاً خاطی ہے یا مرتکب گناہ ؟

جواب: خضاب بزنگ سیاہ خالص ممنوع وگناہ کبیرہ ہے ۔ ابن حجر مکی نے زواجر میں اس کو کبائر میں شمار کیا ہے اس وجہ سے کہ حدیث میں وارد ہے یکون فی آخر الزمان قوم یخضبون بالسواد کحواصل الحمام لا یجدون رائحۃ الجنۃ رواہ ابوداؤد والنسائی یعنی آخر زمان میں ایسے لوگ ہوں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے مانند رنگ دانہ دان کبوتروں کے وہ نہ پاویں گے بوئے جنت کو ۔ اور طبرانی نے روایت کیا من خضب بالسواد سود اللہ وجہہ یوم القیمۃ یعنی جو شخص سیاہ خضاب کرے گا بروز قیامت حق تعالیٰ اس کو روسیاہ کرے گا ۔

اور ملا علی قاری شرح شمائل ترمذی میں لکھتے ہیں ۔ ذھب اکثر العلماء الی کراھۃ الخضاب بالسواد وجنح النوری الی انھا کراھۃ تحریم وان من العلماء من رخص فیہ للجھاد ولم یرخص فیہ لغیرہ انتہی پس برگ نیل سے اگر سیاہ خضاب ہووے وہ ممنوع ہے مثل اس کے کہ پہلے بالوں کو مہندی سے رنگین کرے اور اس کے بعد استعمال نیل کا کرے اس صورت میں رنگ سیاہ ہوتا ہے اور اگر رنگ خالص سیاہ نہ ہووے نیل کے ساتھ مہندی وغیرہ شریک کی جاوے جس سے رنگ مائل بہ سرخی ہو تو درست ہے جیسا امام محمد مؤطا میں لکھتے ہیں لا نری بالخضاب بالوسمۃ والحناء والصفرۃ باسا انتہی

واللہ اعلم   ابوالحسنات محمد عبدالحی

سانڈ کا گوشت کھانا

سوال (۸۱۲) غیر مملوکہ سانڈ کو خدا کے نام پر ذبح کر کے کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب: نہیں جائز ہوگا جب تک کہ مالک اس کا اجازت نہ دیوے اس وجہ سے کہ چھوڑ دینا کسی جانور کا بغیر اجازت اس شخص کے جو پاوے ملک مالک سے اس کو نہیں نکالتا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے المختار فی الصید انہ لایملکہ اذا لم یجہ وکذا فی الدابۃ اذا سیبہا کما بسطہ الشرنبلالی انتہی

اور درمختار میں ہے ان کان مرسلا فہو مال الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ زیلعی انتہی واللہ اعلم

شیر کی چربی سے مالش کرنا

سوال (۸۱۳) کسی علاج میں شیر کی چربی سے مالش کرانا جائز ہے یا نہیں اور بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی یا اس کو دھونا پڑے گا۔

جواب:- چربی شیر کی حرام اور نجس ہے اور تداوی بالمحرم میں اختلاف فقہا کا ہے بعض ممنوع کہتے ہیں اور بعض بشرط ضرورت اس طرح پر کہ باخبار طبیب حاذق مسلم کو معلوم ہو کہ اس مرض کی کوئی اور دوا نہیں ہے اور اس میں شفا مظنون ہو جائز رکھتے ہیں جیسا کہ درمختار میں ہے۔ اختلف فی التداوی بالمحرم فظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف عن الحاوی قیل ترخص اذا علم فیہ الشفا ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی انتہی۔ و بر تقدیر استعمال بغیر دھوئے ہوئے کوئی نماز نہیں جائز ہے۔ واللہ اعلم

سُرخ اور سیاہ خضاب

سوال (۸۱۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خضاب کرنا مسنون ہے تو کس چیز کا اور کس حدیث سے ثابت ہے جس چیز کا مسنون ہے اس کے سوا دوسری چیز کا خضاب جیسے وسمہ نیل کا یا دوسرا نسخہ ہو تو کیا حکم ہے۔ اگر ممانعت ہے تو کس حدیث سے اور جائز ہے تو کس حال میں یعنی روزگار پیشہ کو یا ہر شخص کو اور اگر ممانعت ہے تو کس طرح سے اور اس کے خلاف روی میں کس طرح کا عذاب ہوگا یا کس نعیم جنت سے محروم رہے گا صاف صاف بیان فرمائیے اور اس کا جواز اور حرمت متفق علیہ یا مختلف فیہ ہو تو ویسا ارقام فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

جواب:- خضاب کرنا سرخ یا زرد یا اور کسی کا سوائے سیاہی خالص کے مستحب ہے اور خضاب نہ کرنا اور سفیدی قائم رکھنا بھی جائز ہے اور سیاہ خضاب ممنوع اور گناہ کبیرہ ہے۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے الخضاب بالحنا حسن۔

اور صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے غیروا ہذا الشیب واجتنبوا السواد یعنی تغیر کرو سپیدی کو اور اجتناب کرو سیاہی سے۔

اور سنن ابی داؤد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے یکون فی آخر الزمان قوم یخضبون بالسواد کحواصل الحمام لا یجدون رائحة الجنة. یعنی آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے کہ خضاب سیاہ کریں گے مثل رنگ کبوتر کے وہ لوگ نہ پاویں گے بوئے جنت کو اور معجم طبرانی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے من خضب بالسواد سود اللہ وجہہ یوم القیمة انتہی یعنی جو شخص سیاہ خضاب کریگا. قیامت کے روز روسیاہ محشور ہوگا۔

اور شیخ دہلوی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں خضاب بحنا باتفاق جائز است ومختار در سواد حرمت است انتہی اور خضاب وسمہ یعنی نیل کا اگر بغیر اشتراک مہندی وغیرہ کے ہو کہ جس سے سیاہی خالص حاصل نہیں ہوتی بلکہ سیاہی مائل بسبزی ہو تو وہ درست ہے جیسا کہ امام محمد موطا میں لکھتے ہیں لا نرى بالخضاب بالوسمة والحناء والصفرة باسا دان ترکہ ابیض فلا باس بذلک کل حسن انتہی اور اگر بشرکت مہندی ہو یا اور کوئی نسخہ ہو جس سے رنگ بالکل سیاہ ہو تو وہ حرام ہے۔ واللہ اعلم

حشرات الارض کو دوائی استعمال کرنا

سوال (۵۱۸) کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ذی علم ہے جس کو فی الجملہ تمیز کتاب وسنت کی اور کتب فقہ میں مثل علما اس زمانہ کے نظر وقدرت رکھتا ہے۔ وہ شخص ایک عارضہ سخت میں بیمار ہے اور علاج بقدر امکان بہت کیا ہے مگر اطبا وہاں کے دوا اس عارضہ کی ایسی مجرب اور قوی العمل نہیں دے سکتے جس سے صحت ہو مگر اس کے واسطے بعض جانور حشرات الارض سے تجویز کرتے ہیں وہ بحسب تصریحات کتب اور تجربہ اطبا اس زمانے کے بہت مجرب ہیں پس بنظر اختلاف فقہا بمسئلہ تداوی بالحرام وبنظر عبارت مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد کے اور بنظر اختیار صاحب ہدایہ کے جو تجنیس میں لکھا ہے وہ شخص دوائی مذکور کو حالت موجودہ مصرحہ صدر میں اکلاً استعمال کر سکتا ہے یا نہیں حکم اس مسئلہ کا بملاحظہ رد المحتار حاشیہ شامی وبدایہ وشرح ہدایہ وغیرہ وملاحظہ صحاح در خصوص حدیث عرنیین بمادۂ استعمال شتر کے بسند کتاب ارقام فرمایا جاوے عبارت مرقاۃ الصعود کی یہ ہے قولہ ولا تداووا بالحرام قال البیہقی فی سننہ ہذا الحدیث وحدیث النہی عن الدواء الخبیث ان صحا محمولان علی النہی عن التداوی بالمسکر وعن التداوی بکل حرام فی غیر حال الضرورة لیکون جمعا بینہما وبین حدیث العرنیین۔

جواب: ہر چند کہ اس باب میں فقہا کا بڑا اختلاف واقع ہے اور فتوی بھی مختلف ہے ایک جماعت فقہا کی مطلقا عدم جواز تداوی کے فتوی دیتی ہے اور ایک جماعت بضرورت تداوی بالمحرم جائز رکھتی ہے لیکن بظاہر اگر کوئی شخص موافق فتوی جم غفیر علما عبارت بعض محدثین عند الضرورت استعمال اشیاء محرمہ کا کرے گا مواخذہ نہ ہوگا انشاء اللہ تعالی عینی عمدة القاری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں اجاب عن حدیث العرنیین بانہ قد کان للضرورة فلیس فیہ دلیل علی انہ

مباح فی غیر حل الضرورة لانه ثمه اشیاء ابیحت فی الضرورات ولم تبح فی غیرہا کما فی لبس الحریر فانه حرام للرجال وقد ابیح لبسه فی الحرب او للحکة او لشدة البرد اذا لم یجد غیرہ ولہا امثلة کثیرة فی الشرع وقال ابن حزم صح یقینا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما امرہم بذلک علی سبیل التداوی من السقم الذی کان اصابہم والتداوی منزلہ ضرورة وقد قال اللہ الا ما اضطررتم الیه فما اضطر الیه فہو غیر محرم علیه من الاکل والشرب انتہی واللہ اعلم

واقعہ شہادت حسین بیان کرنے کے لئے مجلس منعقد کرنا

سوال (۸۱۶) سوانح اور وقائع شہادت امام حسین وغیرہما میں سامان کرنا اور اس پر رونا اور رُلانا اور اس کے واسطے انعقاد مجلس تعزیت کرنا موجب ثواب ہے یا باعث عقاب علی قول مفتی بہ اور نوحہ اور مرثیہ خوانی کہ جس پر وعید نازل ہوئی اس کی یہی حقیقت ہے کہ موتی کے مصائب و تکالیف بیان کی جاویں یا کچھ اور، بینوا مستندین بالکتاب۔

جواب: میت کے محاسن کو ذکر کرنا اور اس پر اظہار افسوس کرنا ممنوع نہیں بلکہ بلا قصد و ارادہ بآواز بلند رونا بھی ممنوع نہیں البتہ عمداً آواز بلند کرنا یا اس کے مصائب و مناقب بیان کر کے رونا ممنوع اور داخل نوحہ ہے۔ شیخ الاسلام محمدی کشف الغمہ میں فرماتے ہیں:۔ گریستن بنوحہ بلند کہ آنرا در احادیث آواز شیطان خواندہ خصوص کہ با ذکر مناقب مردہ جمع کنند چنانچہ عادت جاہلیت ست در قنیہ گفتہ مذکور در کتب آں ست کہ حرام ست مطلقا اما صل ثنا و ذکر محاسن مردہ بروجہ ندبہ جائز ست بلا کراہت و ہمچنیں اصل گریستن کہ ناشی از رقت قلب باشد بے جزع و اضطراب لاباس بہ است بلکہ آں را در احادیث رحمت خواندہ و از اں حضرت در وقائع متعددہ وقوع یافتہ انتہی

اور شہادت کے محض واقعات بیان کر کے رونا بشرطیکہ نوحہ وغیرہ سے خالی ہو اور عقد مجلس بھی نہ ہو جس میں روافض کے ساتھ تشبہ ہوتا ہے تو درست اور صحیح ہے اور محض اس کے لئے مجلس منعقد کرنا تشبہ اور کراہت سے خالی نہیں جامع الرموز میں ہے اذا اراد ذکر مقتل الحسین ینبغی ان یذکر اولا مقتل سائر الصحابة لئلا یشابه الروافض کما فی العون

اور صراط مستقیم میں ہے ذکر قصہ شہادت بعقد مجلس بایں طور کہ مردم بشنوند و تاسفہا نمایند و گریہ و زاری کنند ہرچند در نظر ظاہر خللے در آں ظاہر نمی شود اما فی الحقیقت آں ہم مذموم و مکروہ ست

اور مجالس الابرار میں ہے قد روی احمد وابن ماجه عن فاطمة بنت الحسین عن ابیه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ما من مسلم یصاب المصیبة فیذکرہا وان قدم عہدہا فیحدث لہا الاسترجاع الا کتب لہ اجر مثلہا یوم اصیب وہذا الحدیث رواہ الحسین وعنه ابنته التی شہدت مصرعه وقد تبت فی علمہا ان مصیبة الحسین یذکر مع تقادم العہد وکان من سنة الاسلام ان تجری ہذا لسنة

کلما ذکر تلک المصیبۃ بان یسترجع لہا فیکون للانسان من الاجر الذی کان لمن استرجع یوم اصیب المسلمون لہا انتہی

کسی تحریر کو شیطان کی آنت کیساتھ تشبیہ دینا

سوال (۸۱۷) زید نے ایک عبارت دوسرے کے اخبار سے اپنے اخبار میں بغرض اعلان اور اشاعت کے نقل کر کے چھاپی وہی ہذہ عبارت لفافہ خط کی مختصر ہونی چاہیئے نہ طول طویل مثل شیطان کی آنت کے مثلاً انشاء اللہ تعالیٰ بمنہ وکرمہ لفافہ ہذا درخاص شہر فلاں ومحلہ فلاں ٹکٹ لگا یا گیا وغیرہ اس کو عمرو نے دیکھ کے کہا آپ ایسے ثقہ اور دیندار کے اخبار میں نسبت الفاظ معظمہ انشاء اللہ تعالیٰ بمنہ وکرمہ کے شیطان کی آنت لکھنا سوء ادبی بلکہ منجر بکفر ہے کہ توہین استعانت باری تعالیٰ شانہ نکلتی ہے ایسے امور کا لحاظ رکھیئے زید نے اس کے جواب میں کہا کہ ہرگز اس میں سوء ادبی اور انجرار بکفر لازم نہیں آتا اس واسطے ہمنے حکم طول طویل شیطان کی آنت کا نسبت کل عبارت مذکور کے دیا ہے اور جو حکم کل کا ہوے وہی اس کے اجزا کا ہو ضروری نہیں اگر بالفرض تحریر اس فقرہ کی منجر بکفر اور بے ادبی کے ہو تو ناقل اس کا بری ہے کہ نقل کفر کفر نباشد انتہی پس تاویل اور توجیہ کرنے والا اس کا از روئے آداب شریعت محمدیہ کے کیسا ہے

جواب: اگر مقصود توہین اسم باری عزشانہ ہوتی اس قسم کی عبارت موجب کفر ہو جاتی اور ہرگاہ مقصود توہین نہیں اور حکم ساتھ اس عبارت قبیحہ کے مجموع من حیث المجموع پر ہے صرف انشاء اللہ پر نہیں اس وجہ سے کفر نہ ہوگا مگر چونکہ ظاہر عبارت سے ایہام خلاف مقصود کا بھی ہوتا ہے اس وجہ سے ایسی عبارت کے ساتھ تکلم منع ہے اور خالی سوء ادبی سے نہیں ہے اور توجیہ اور بیان مقصود رافع سوء ادبی کا نہیں ہو سکتا رد المحتار علی الدر المختار میں تحت قول صاحب درمختار میں ہے ذکرہ قولہ فی دعائہ بمعقد عز من عرشک ہی مجرد الایہام کاف فی المنع عن التکلم بہذا الکلام وان احتمل معنی صحیحا ولنا علل المشائخ بقولہم لانہ یوہم تعلق عزہ بالعرش ونظیرہ ما قالوا فی انا مومن انشاء اللہ فانہم کرہوا ذلک وان قصد التبرک دون التعلیق کما فیہ من الایہام انتہی

اور بھی رد المحتار میں تحت قول صاحب درمختار کے کذا قول شی للہ قیل یکفر مرقوم ہے لعل وجہہ انہ طلب شیئا للہ واللہ غنی عن کل شئی والکل مفتقر ومحتاج الیہ وینبغی ان یرجح عدم التکفیر فانہ یمکن ان یقول اردت ان اطلب شیئا اکراما للہ شرح الرہبانیۃ قلت فینبغی او یجب التباعد عن ہذہ العبارہ انتہی

یہاں سے معلوم ہو کہ اس قسم کی عبارتیں محتمل معنی غیر مشروع کو ہوں اگرچہ مراد ان سے معنی صحیحہ ہوں تکلم ساتھ ان کے ناجائز ہے اور نقل کفر اگرچہ کفر نہیں لیکن سوء ادبی سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم

طالب اسلام کو مسلمان نہ بنانا

سوال (۸۱۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کے پاس ایک مسماۃ قوم ہنود سے آئی اور بیان کیا کہ میں مسلمان ہوں یعنے مسلمان کے ساتھ گھر سے خاوند کو ترک کر کے رہتی ہوں مجھے دین محمدی میں آنا منظور ہے اچھی طرح مجھے کلمہ پڑھادو زید نے محض انکار کر کے جواب دیا کہ بخوف سرکار ہم ایسا نہیں کریں گے مسماۃ نے زید سے کہا میں ایک سال سے پاس مسلمان کے ہوں جس کو زید جانتا تھا اگر دعوے ہے خاوند کو تو وہ زیور کا مدعی ہے عدالت میں نہ میرا، کیونکہ میں اس کے کام کی کب ہوں اور میں دوسرے مذہب میں آگئی ہوں مگر زید نے جواب ہی دیا۔ ہرگز کلمہ نہ پڑھایا واقعی جب وہ مسلمان کے گھر ہے اور اس کے خاوند کو دعویٰ عورت کا نہیں بلکہ زیور کا ہے اور اس کا علم ہے تو جواب دینا اس کو باقاعدہ کلمہ نہ پڑھانا کیسا ہے ؟

جواب :- مذکورہ صورت میں کلمہ نہ پڑھانا اور مسلمان نہ بنانا حرام ہے

خائن اور سود پر روپیہ لینے والے کا حکم

سوال (۸۱۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے بکر سے پچاس روپیہ قرض لے کر سودی ایک روپیہ ماہواری پر صاف تمسک لکھدیا چند سال تک تبدیلی تمسک کرتا رہا بعدہ عزم بیت اللہ شریف کیا۔ زید نے بکر سے درخواست حج جانے اور تہیدستی ادائے قرضہ مذکورہ کی بیان کی۔ بکر نے وہ قرضہ مع سود کے معاف کیا۔ زید روانہ حج کو ہوا صرف بیت اللہ شریف جاکر حج کر کے مکان پر واپس آیا۔ زید جہاز پر سوار ہوا ایک شخص مسافر اس طرف کا جانے والا جس مقام پر مکان زید کا تھا۔ جہاز پر ساتھی ہوا وہ علیل ہوا۔ اس نے دو اشرفی دیں کہ میرے مکان میں لڑکے کو دینا وہ مسافر مرگیا۔ جب زید مکان پر پہنچا مسافر کے لڑکے کو خبر ہوئی وہ متقاضی ہوا بمشکل تمام نصف سے کم ادا کیا مابقی کا عذر ہے آرے بلے ہوتا ہے اس نے تقاضا ترک کیا محول بقیامت کر دیا اور اب بھی زید سودی روپیہ لینے صرف میں لاتا ہے۔ بروئے حکم شرع شریف کیا ہے ؟

جواب :- زید اس صورت میں بوجہ ارتکاب ان امور کے فاسق ہے۔ اس پر توبہ کرنا لازم ہے۔ ایک تو بوجہ خیانت کے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا اور حدیث صحیح میں وارد ہے لا ایمان لمن لا امانۃ لہ دوسرے بوجہ سود دینے اور سودی قرضہ لینے کے حدیث صحیح میں وارد ہے لعن اللہ آکل الربا و موکلہ و کاتبہ و شاہدہ اور قرآن پاک میں ارشاد ہے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الی آخر فی سورۃ البقرۃ واللہ اعلم

ابو الحسنات محمد عبد الحی

زانیہ اور رقاصہ کی آمدنی کا حکم

سوال (۸۲۰) ایک عورت نے زنا اور رقص کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کیا اس میں سے خیرات کر کے اگر امیدوار ثواب کی ہو تو کافر ہو جاوے گی یا مسلمان رہے گی۔

(۲) ایسی عورت کے ہاتھ کوئی چیز بیچ کر اس کے روپے میں سے قیمت لینا حلال ہے یا حرام۔

(۳) کوئی ڈاکٹر یا طبیب عورت مذکورہ کا علاج کرے تو حق العلاج اس کے روپیہ میں سے لینا درست ہے یا نہیں؟

(۴) عورت مذکورہ کو اپنے گھر میں کرایہ رکھکر اس کے روپیہ میں سے کرایہ لینا کیسا ہے؟

(۵) وہ عورت اگر للہ کسی کو نذر کرے تو اس کی نذر لینا حلال ہے یا حرام؟

(۶) جو روپیہ اس نے حرامکاری سے پیدا کیا اور جو ناچ گا کے ان دونوں میں کچھ فرق ہے یا حرمت میں برابر ہے اُس کے واسطے اور نذر لینے کے واسطے؟

(۷) وہ عورت اگر دعوت کرے یا کچھ تحفہ بھیجے تو اس کو قبول کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۸) وہ عورت جس کے پاس مال حلال بالکل نہیں فقط زنا اور رقص کی اجرت کا روپیہ ہے اگر وہ خیرات کرنا چاہے تو کیونکر کرے

(۹) اگر وہ عورت قرض لے کر خیرات کرے اور پھر اپنے روپیہ سے ادا کرے تو ثواب خیرات کا پائیگی یا نہیں

(۱۰) اگر قرض لے کر وہ عورت کسی کو نذر دے تو وہ نذر قبول کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۱) زنا اور رقص کے صلہ میں اس کی ایک رقم تنخواہ مقرر ہے اس کے سوا بھی اور روپیہ وہ اپنی خوشی سے دیتا ہے جس کی وہ نوکر ہے یہ دونوں قسمیں حرمت میں برابر ہیں یا نہیں؟

جواب: زنا اور رقص اور غنا کے ذریعہ سے جو مال پیدا ہو وہ خبیث اور حرام ہے اور اس باب میں زنا اور ناچ گانا سب برابر ہیں اور ایسی ہی بذریعہ اجرت کسی معصیت کے جو حاصل ہووے وہ خبیث ہے۔ ہاں وہ مال جو مغنیہ یا زانیہ کو کسی نے بغیر اجرت و بغیر شرط کے ابتداءً تبرع کیا وہ خبیث نہیں ہے اور مال خبیث کا حکم یہ ہے کہ کل مال واپس کر دینا اصل مالک کو اگر معلوم ہو واجب ہے اگر نہ معلوم ہو تو تصدق کل کا واجب ہے لیکن نہ بہ نیت طلب ثواب کے بلکہ بہ نیت فراغ ذمہ کے اور اگر ایسے مال کے تصدق میں نیت طلب ثواب کی جاوے گی پس اگر حرمت اس مال کی قطعی ہے جیسا کہ مال غصب وغیرہ تو وہ شخص کافر ہو جاوے گا اور اگر قطعی نہیں ہے یعنی دلائل قطعیہ سے نہیں ثابت ہے تو وہ کافر نہ ہوگا جیسے مال زنا و رقص کہ اس کی حرمت دلائل ظنیہ سے ثابت ہے مگر اس نیت سے وہ شخص قابل مواخذہ ہوگا اور صدقہ اس کا مقبول نہ ہوگا فان اللہ طیب لایقبل الا الطیب رد المحتار

حاشیہ درمختار میں کتاب الاجارہ کے باب الاجارۃ الفاسدۃ میں ہے فی الملتقی امرأۃ نائحۃ او صاحبۃ طبل او زمر اکتسبت مالا ردتہ علی اربابہ ان علموا والا تتصدق بہ وان من غیر شرط فہو لہا وقال الامام الاستاذ لایطیب والمعروف کالمشروط انتہی قلت وہذا مما یتعین الاخذ بہ فی زماننا لعلمہم انہم لایذہبون الا باجر البتۃ طحطاوی انتہی۔

اور درمختار کے کتاب الاجارہ کے باب الاجارۃ الفاسد میں ہے ولا تصح الاجارۃ لعسب التیس وہو نزوہ علی الاناث ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاحی ولو اخذ بلا شرط یباح انتہی اور بھی اس میں کتاب الزکوٰۃ میں ہے فی شرح الوہبانیۃ عن البزازیۃ انما یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی انتہی

رد المحتار میں ہے قولہ اذا تصدق بالحرام القطعی ای مع رجاء الثواب الناشی عن استحلالہ۔

اور شرنبلالی کے رسالہ حفظ الاصغرین عن اعتقاد ان الحرام لایتعدی الی ذمتین میں ہے۔ لا نقصد بہ ای بالتصدق من المال الخبیث تحصیل الثواب بل تفریغ الذمۃ

اور ایسی عورت جس کے پاس مال حرام ہو اگر اور مال حلال بھی اس کے پاس ہے اور وہ بہ نسبت حرام کے زائد ہے تو اس کی نذر قبول کرنا اور اس کی دعوت کھانا اور اس کا صدقہ اور ہدیہ لینا اور اجرت کرایہ مکان یا اجرت علاج وغیرہ لینا درست ہے بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ یہ جو اس نے دیا ہے عین مال حرام سے ہو اور اگر یہ معلوم ہو یا یہ کہ کل مال حرام ہو تو کچھ نہیں درست ہے اشباہ والنظائر میں ہے اذا کان غالب مال المہدی حلالا فلا باس بقبول ہدیتہ اکل مالہ مالم یتبین انہ من حرام وان کان غالب مالہ الحرام لایقبلہا ولا یاکل الا اذا قال انہ حلال ورثہ او استقرضہ انتہی

اور حفظ الاصغرین میں ہے فان قلت کیف ساغ للفقیر تناول ما فیہ خبث قلت محلہ عدم علمہ بحقیقۃ الحال وان علم بہ فہو کغیرہ لایحل لہ انتہی

اور خزانۃ الروایات میں ہے فی ملتقط الناصری آکل الربا او کاسب حرام اہدی الیہ او اضافہ وغالب مالہ حرام لایقبل ولا یاکل مالم یمیزہ ان ذالک المال حلال ورثہ او استقرضہ وان کان غالب مالہ حلالا لا باس بقبول ہدیتہ والاکل منہ انتہی

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر وہ شخص کہ کل مال اس کا حرام ہے وہ اگر خیرات کرنا چاہے تو قرض لے کے کرے اور اپنے مال خبیث سے اس قرض کو ادا کرے اور قرض لے کے جو وہ دے گا اس کا ثواب اس کو ملے گا اور نذر تحفہ وغیرہ بھی اس سے لینا بھی درست ہونا حفظ الاصغرین میں ہے فی الخلاصۃ قال فی شرح حیل الخصاف لشمس الائمۃ ان الشیخ ابا القاسم کان من یاخذ جائزۃ السلطان وکان یستقرض جمیع حوائجہ ویقضی دینہ بما یاخذہ من الجائزۃ انتہی واللہ اعلم

ذکر الٰہی کے ساتھ وجد اور رقص کرنا

سوال (۸۲۱) عوام وخواص بعض اوقات ذکر الٰہی کرتے کرتے وجد ورقص کرنے لگتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں تو کیا ایسا کرنا ان کے لئے جائز ہے۔

جواب:۔ اللہ کا ذکر تو بہرحال مستحسن ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر اللہ کرتے تھے اور باری تعالیٰ اولوالالباب کا وصف بایں الفاظ بیان فرماتے ہیں: اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ (ترجمہ:۔ وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے) لیکن وجد و رقص کرنا اور تالیاں بجانا اگر انتہائی خوشی اور غلبۂ شوق اور غیر اختیاری طور پر ہو تو وہ شخص معذور سمجھا جائے۔ البتہ اختیاری طور پر ہو تو وہ شخص معذور نہ سمجھا جائے گا۔ اور اختیاری طور پر کرنے کی شرعاً ممانعت ہے۔

نصاب الاحتساب میں ہے لایجوز الرقص والسماع ومن اباحہ من المشائخ فللذین صارت حرکاتہ حرکات الارتعاش وانہ لیس ایضاً فی الشرع رخصتہ وذکر فی العوارف انہ لایلیق بمنصب المشائخ الذین یقتدی بہم لانہ یشبہ اللھو انتہی

جعفر بن مقلب الاموی الشافعی کی کتاب الامتاع فی احکام السماع میں ہے ذھبت طائفۃ الی التفرقۃ بین ارباب الاحوال الذین یقومون بوجہ فیجوز لہم الرقص ویکرہ لغیرھم وھذا ما اوردہ الاستاذ ابو منصور واشار الیہ القاضی حسین فی تعلیقہ والغزالی فی الاحیاء انتہی

ابن القیم الحنبلی کی کتاب اغاثۃ اللفھان عن مکائد الشیطان سے مختصر کردہ کتاب تبعید الشیطان میں ہے۔ قال ابن عباس کانت قریش یطوفون بالبیت عراۃ ویصفرون ویصفقون وقال مجاہد کانوا یعارضون النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الطواف ویصفرون ویصفقون ویخلطون علیہ طوافہ وصلاتہ فالمتقربون الی اللہ بالصفیر والتصفیق اشباہ النوع الاول والمخلطون بہ علی اہل الصلوۃ وللذکر والقرآۃ اشباہ النوع الثانی انتہی

اور اسی میں یہ بھی مکتوب ہے لم یشرع اللہ التصفیق للرجال عند الحاجۃ فی الصلوۃ بل امرھم بالعدول الی التسبیح فکیف اذا فعلوہ لالحاجۃ انتہی الدرۃ المنیفۃ شرح الجواہر المنیفۃ۔ بزازیہ اور ردالمحتار وغیرہ کتب حنفیہ میں ہے الرقص والغناء الذی یفعلہ متصوفۃ زماننا عند الذکر حرام انتہی

ہدایت علی نام رکھنا

سوال (۸۲۲) کسی شخص کا نام ہدایت العلی تھا مگر اس نے اسماء شرکیہ کے ابہام کی وجہ سے اس کو بدل کر ہدایت علی کر لیا اب ایک شخص اعتراض کرتا ہے لفظ ہدایت مشترک ہے ارارۃ طریق اور ایصال الی المطلوب کے معنی میں اور اسی طرح لفظ علی مشترک ہے اسماء الٰہیہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان۔ اس پر ہدایت علی یہ جواب دیتا ہے کہ تو نے تو میری تائید کر دی۔ کیونکہ جب لفظ ہدایت دو معنی میں مشترک ہے تو اس اعتبار سے چار صورتیں نکلتی ہیں۔

(۱) ہدایت سے مراد ارارۃ طریق اور علی سے مراد اسم باری ہے۔

(۲) ہدایت سے مراد ایصال الی المطلوب اور علی سے مراد اسم باری
(۳) ہدایت سے مراد ارأۃ طریق اور علی سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ
(۴) ہدایت سے مراد ایصال الی المطلوب اور علی سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ

مذکورہ احتمالات اربعہ میں سے پہلے تین کے بارہ میں تو کوئی ممانعت نہیں۔ البتہ احتمال رابع ممنوع ہوگا۔ کیونکہ اسمار شرکیہ کا ایک فرد مفہوم ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسا اسم جس میں اسم شرکیہ اور غیر شرکیہ ہونے کا احتمال ہو اس سے احتراز کرنا واجب وضروری ہے اور اگر کوئی شخص متنازع فیہ اسم پر لفظ عبداللہ کو قیاس کرکے اسم شرک بتلائے یا وہ یا علی کہنے سے منع کرے تو اس کا اعتراض اور قیاس صحیح ہے یا نہیں اور بصورت صحت اعتراض جواب مجیب کا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:۔ لفظ علی کہ اسمار الہیہ میں سے ہے اس پر الف لام تعظیم کے لئے زائد ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ الفضل اور النعمان میں ہے رضی شرح کافیہ میں لکھتے ہیں:

وقد یزاد اللام فی العلم وقال الکوفیون قد یکون اللام للتعظیم کما فی اللہ والاعلام ولا یعرفها البصریون انتہی ملخصا اور ابن مالک نے الفیہ اور شرح الفیہ میں اعلام پر الف لام کی زیادتی کا ذکر کرکے الفضل وغیرہ ذلک کی سی مثال پیش کی۔ بہر حال اسمار الہیہ میں لفظ اللہ کے ماسوا کسی جگہ بھی لام علم کا جزو نہیں بنتا۔ اور لفظ علی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسم ہے اس پر لام داخل نہیں ہوتا

بحر العلوم حواشی میر زاہد ملا جلال میں لکھتے ہیں کہ لفظ محمدؐ اور لفظ علی رضؓ کے ماسوا ہر ایک علم پر لام کا دخول صحیح ہوتا ہے انتہی کلامہ

اس تفصیل کے بعد یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ہدایت العلی نام اولی بہ نسبت ہدایت علی کے ہے کیوں کہ پہلی صورت میں العلی میں اشتباہ نہیں کہ اس سے مراد کون ہے اور صورت ثانیہ میں علی کہنے میں امر ممنوع کا اشتباہ موجود ہے لہٰذا اشتباہ کی صورت میں احتراز کرنا ہی اولی وافضل ہے اور یہی وجہ ہے کہ علما حضرات عبدالنبی جیسے نام رکھنے سے منع فرماتے ہیں۔ البتہ عبداللہ وغیرہ میں امر غیر مشروع کا اشتباہ نہیں ہوتا بلکہ یہ نام عبداللہ محبوب وپسندیدہ ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اور اسی طرح یا علی کے ساتھ اگر خدا کو ندا دینا مقصود ہو تو کوئی حرج نہیں بالکل صحیح ہے

کسی جانور کا پالنا

سوال (۸۲۳) کسی جانور چرند یا پرند کا پالنا گناہ ہے یا نہیں اور بصورت گناہ اس کا کفارہ کیا ہوگا اور شکار کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ جانور پالنا بطور شوق کے درست ہے بشرطیکہ اس کو تکلیف نہ دے مجتبی شرح مختصر قدوری میں ہے لاباس بحبس الطیور والدجاج فی بیتہ ولکن یعلفها انتہی اور رد المحتار میں فتاوی قاری الہدایہ سے منقول ہے یجوز حبسها للاستئناس

انتہی اور جامع الرموز میں ہے لا باس بحبس الطیور والدجاج فی بیتہ ولکن یعلفہا و ہو خیر من ارسالہا فی السکک انتہی اور شکار کرنا جائز ہے بشرطیکہ محض تلعب وایذائے حیوانات مقصود نہ ہو اور بعضوں نے حرفہ بنالینا مکروہ لکھا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ نہیں مکروہ ہے بزازیہ میں ہے الصید مباح الا للتلہی او حرفۃ انتہی

اور حواشی اشباہ للحموی میں ہے فیہ نظر لانہ نوع اکتساب بما ہو مخلوق لذلک والاکتساب مباح فصار کالاحتطاب انتہی واللہ اعلم

پرانی قبر کی جگہ نئی قبر بنانا

سوال (۸۲۴) کسی قبرستان میں بچیس تیس برس کی پرانی قبریں ہیں جن میں سے بعض بالکل نیست و نابود ہوگئیں اور بعض باقی ہیں تو ایسی جگہ کو برابر کرکے مکان وغیرہ بنانا درست ہے یا نہیں

جواب:۔ درست ہے۔ بحر الرائق میں ہے وفی التبیین لو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ انتہی۔

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے کھانے سے پرہیز کرنا

سوال (۸۲۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مقام لکھنؤ رحمکم اللہ ان مسائل میں کہ یہاں ہر شہر و قصبے میں سلطانی قصاب ہیں وے مسلمان کہلاتے ہیں اور احکام وارکان دین واسلام میں ہم مسلمانوں کے ساتھ شریک رہتے ہیں یعنی کلمۂ شہادتین پڑھتے اور ہمارے ساتھ جماعت سے جمعہ وعیدین وصلوٰۃ پنجگانہ مکتوبہ گذارتے ہیں اور رمضان شریف کے روزے رکھتے اور ختنہ کرواتے اور نکاح پڑھواتے ہیں مگر مسلمانوں کے آب وطعام سے پرہیز کرتے ہیں بلکہ مسجد کے پانی سے وضو تک نہیں کرتے مسلمانوں نے کہا کہ ہم تم پر شرعی حکم کرتے ہیں کہ تم مسجد کے پانی سے وضو کرلو انہوں نے کہا کہ یہ ہماری قدیم سے عادت نہیں بنابر اس قول کے ان پر کفر کا فتویٰ دینا اور احکام کفر کے ان پر جاری کرنا جائز ہیں یا نہیں اور بغیر تناول آب وطعام ہمارے ان کی توبہ شرعا قبول ہوتی ہے یا نہیں اور اکثر مسلمان کہتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے گھروں میں بت رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ ان کی پرستش کرتے ہیں اور وے اس سے انکار کرتے ہیں یہ انکار ان کی توبہ ہے یا نہیں اور ان کو توبہ سے انکار نہیں توبہ کرنا قبول کرتے ہیں در یں صورت ان پر توبہ کا حکم کرنا یا کفر کے احکام ان پر جاری کرنا کیسا ہے اور یہ قول بعد جاری کرنے احکام کفر کے بسبب تنگی معیشت کے بواسطہ حاصل کرنے ذبیحیت بیع شراء گوشت کے حاکم وقت کے پاس اقرار کئے کہ ہم ہندو ہیں پھر وے اس اقرار سے نادم ہوگئے اور توبہ کا ارادہ کیا تو توبہ ان کی بے تناول آب وطعام ہمارے قبول ہے یا نہیں۔ اور یہ لوگ اپنے جانور ایک مسلمان مسافر شخص سے ذبح کرواتے

ہیں تو یہ کفر کرنے والے ذابح مسلم ڈھیر کا فرخا کروب اوران کے گوشت کو جو پاک وحلال ہے حرام کہتے ہیں یہ کلمہ کفر ہے یا نہیں اور کافر قصاب کی دوکان کا گوشت کہ ذابح بالیقین مسلمان معروف ہے اور مسلمان کے سوا کوئی کافر ذبح نہیں کرسکتا اور گوشت کی حلت میں کسی ایک مسلمان کو شبہ نہیں دریں صورت بغیر گواہی کسی ایک عدل کے خریدنا اور کھانا اس کا حلال ہے یا نہیں۔ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کے رسالہ مالا بدمنہ کے کتاب التقویٰ میں اس مسئلہ کی تشریح اس کے حاشیہ پر مرقوم ہے مسئلہ:۔ گوشت کہ از مسلماں یا کتابی خریدہ شود حلال است وآں از بت پرست خریدہ شود حرام است انتہی حاشیہ کی عبارت یہ ہے قولہ حرام است الخ اگر معلوم نباشد کہ ذبح کنندہ آں مسلمان ہست اس کے محشی ومصحح چار شخص عالم متدین ہیں کہ جن کے اسماء عظام رسالہ مذکورہ کے مقدمۃ الطبع میں مرقوم ہیں مگر انہوں نے یہ حاشیہ کس کتاب سے نقل کیا ہے سوا اشارہ نہ فرمایا۔ اس جہت سے ناظرین کم علم کو شک واقع ہوتا ہے

جواب:۔ جواب سوال اول۔ ہرگاہ وہ لوگ عبادات خاصہ اہل اسلام ادا کرتے ہیں وہ لوگ اہل اسلام میں شمار کئے جاویں گے اور صرف اس امر سے کہ وہ مسلمان کے طعام وغیرہ میں شرکت نہیں کرتے گو یہ فعل ان کا شنیع اور خلاف شرع ہے کافر نہ سمجھے جائیں گے بحر الرائق میں ہے اعلم ان الاسلام یکون بالفعل ایضا کالصلوٰۃ بجماعۃ او الاقرار بہا او الاذان فی بعض المساجد او الحج وشہود المناسک انتہی

جواب سوال دوم:۔ ہرگاہ وہ کفر سے انکار کرتے ہیں اور کلمۂ شہادت ادا کرتے ہیں اور اپنے کو مسلم کہتے ہیں۔ یہ قول ان کا مثل رجوع وتوبہ کے سمجھا جاوے گا اور حکم اسلام کا ان پر جاری ہوگا۔ رأیت فی البیری شرح الاشباہ قال کون مجرد الانکار توبۃ غیر مراد بل ذلک مقید بثلاثۃ قیود قال فی الذخیرۃ عن بشر ابن الولید اذا جحد المرتد الردۃ واقر بالتوحید ومعرفۃ رسول اللہ وبدین الاسلام فہذا منہ توبتہ

جواب سوال سوم:۔ جب وہ اقرار سابق سے نادم ہوے اور اقرار اسلام کا انہوں نے کیا احکام اسلام کے ان پر جاری کئے جاویں گے اور توبہ ان کی باقرار دین اسلام مقبول ہو جاوے گی گو شرکت طعام سے وہ انکار کریں۔ رد المحتار میں مسطور ہے یصیر الوثنی مسلما بقولہ انا مسلم او علی دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم او الحنفیۃ او الاسلام انتہی

جواب سوال چہارم:۔ ہرگاہ یہ امر یقیناً معلوم ہے کہ اس مقام پر بجز مسلمان کے کوئی ذبح نہیں کرتا ہے ایسی حالت میں کافر کی دوکان سے گوشت خریدنا اور اس کا کھانا حلال ہے اشباہ وغیرہ میں ہے الیقین لایزول بالشک انتہی۔ واللہ اعلم

خلاف شریعت قانون کو قبول کرنا

سوال (۸۲۶) چار پانچ شخص جو سرکار انگریزی میں باعزت ووقار ہیں اور انہوں نے قانون مخالف

شرع کے بنایا ہے ایسے قانون کو قبول کرنا اہل اسلام کو درست ہے یا نہیں اور وہ لوگ بسبب اس قانون بنانے کے کافر ہو گئے یا نہیں اور ان کے ساتھ اہل اسلام مجالس شادی وغمی میں جو ان کے گھر میں ہو شریک ہوں اور حق ان کا اوقاف اسلام سے جیسے مساجد و مقابر چلے گا یا نہیں اور ان کے جنازہ پر نماز پڑھی جاوے یا نہیں؟

جواب: حق جل شانہ کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ اور بھی ارشاد ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون اور بھی ارشاد ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون پس ایسا قانون جو مخالف شرع کے ہو قبول کرنا اس کا اہل اسلام پر حرام ہے اور جو اس کے موافق عمل کرے گا گناہ ان کا ان مقنن قانون کی گردن پر ہوگا۔ حدیث صحیح میں وارد ہے من سن سنۃ سیئۃ فلہ وزرھا ووزر من عمل بھا اور ایجاد کرنے والوں نے اگر قانون شرعی کو برا سمجھا اور اس کے ساتھ نہیں ہوئے اور اس کو خلاف مصلحت وغیرہ کافی تصور کیا تو وہ کافر ہو گئے ان کے جنازہ پر نماز پڑھنا اور مسجد و مقبرہ میں شریک رکھنا اور دعوت ان کی کرنا یا ان کی دعوت میں جانا اور ان کے یہاں شادی وغمی میں جانا اہل اسلام کو نہیں درست ہے اگر انہوں نے قانون شریعت کو برا نہ سمجھا تو اگرچہ کافر نہیں ہوئے مگر بہت بڑے فاسق ہو گئے۔ اہل اسلام کو چاہیے کہ ان کی مجالست موقوف کر دیں اور مجالس شادی وغمی میں ان کی شرکت نہ کریں تا وہ اپنے فعل سے توبہ کریں واللہ اعلم

مل کا بنا ہوا کپڑا پہننا

سوال (۸۲۷) ایک شخص لوگوں کو یہ فہمائش کرتا ہے چنانچہ شرذمۂ قلیلا متبع بھی ہوئے کہ کل کا بنا ہوا کپڑا کہ جس کے خرید نے کی بابت تم کسی جانب سے مجبور نہیں کئے گئے ہو اس زمانہ میں مت استعمال میں لاؤ کیونکہ یہ کل قوم جولاہوں اور سوت کاتنے والوں کے حق میں فتنۂ عظیم اور بلائے جسیم ہے کیونکہ ان بیچاروں کو سوائے اس حرفہ کے بالفعل کوئی ایسا پیشہ نہیں کہ ہمارے ساتھ بھی رہیں اور اپنا پیٹ بھی بھریں پس ہمارے نزدیک جتنے لوگ کہ صرف بوجہ ارزانی یا بسبب باریکی اس کے پارچہ کے کل سے متمتع ہوتے ہیں درحقیقت بانی کل سے بڑھ کے مرتکب فتنہ کے ہیں اور فتنہ بلاشبہہ قتل سے بڑھ کے مصیبت دہ ہے۔ قتل تو صرف ایک لمحہ کی مصیبت ہے بخلاف فتنہ کے کہ لڑکے بالوں کا بھوکوں مرنا دیکھنا پڑتا ہے اور اپنی جان بھی روزانہ بھوک کے باعث گھل گھل کے نکلتی ہے بھیک مانگنا پڑتا ہے ہزاروں مصیبتیں لاحق ہوتی ہیں خیال کرو کہ غربا کی بھوک کے دفعیہ کی بابت کس قدر تاکید اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قال اللہ تعالیٰ وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین اور نہ کھوج رکھنا غربا کے

گھمانے کے جرم کو اللہ ساتھ جرم کفر کے ذکر فرماتا ہے قال اللہ تعالیٰ ارأیت الذی یکذب بالدین فذلک الذی یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین ایضا قال اللہ تعالیٰ ثم فی سلسلۃ ذرعہا سبعون ذراعا فاسلکوہ انہ کان لا یؤمن باللہ العظیم ولا یحض علی طعام المسکین فی المشارق قال ابوہریرۃ الساعی علی الارملۃ والمسکین کالمجاہد فی سبیل اللہ قال ابوہریرۃ واحسبہ قال کالقائم لا یفتر وکالصائم لا یفطر اور بلاشبہ جتنا مال خرید اشیا میں صرف ہوتا ہے اتنا مال خیرات میں خرچ نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر حدیث شریف میں وارد ہے کہ قرض حسنہ سے خیر حسنہ قرض کا دینا زیادہ ثواب رکھتا ہے سود کا حرام ٹھہرانا بسبب بخیال رعایت غربا ہے پس کپڑے کے پیچھے اے لوگوں اپنے مسلمان بھائیوں کو تلف کرنا تم کو کیونکر گوارا نہیں معلوم ہوتا تفسیر فتح العزیز میں مذکور ہے اہل تحقیق گفتہ اند کہ ہر قومے را گوسالہ ایست کہ در پرستش او مشغول اند گو بظاہر خود را مسلمان و دیندار گویند چنانچہ در حدیث شریف نیز اشارہ باین فرمودہ اند تعس عبد الدینار و عبد الدرہم و عبد الخمیصہ ان اعطی رضی وان لم یعط سخط یعنے بدحال است کسے را کہ بندہ اشرفی یا بندہ روپیہ یا بندہ مثال وجامہ بازیب ست اگر او را از جانب خدا این خبر عطا شود و خوش میگذارد والا ناخوش می ماند و باب شکایت وامیکند انتہی

البتہ ہمارا یہ مطلب نہیں کہ سب لوگ موٹا کپڑا پہنیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو امیر ہیں یہاں کا نہیں کپڑا اگر چاہیں پہنیں اور زیادہ قیمت خرچ کریں اور غربا کو لازم ہے کہ اپنی وسعت کے موافق کا کپڑا کہ جس کی قیمت ادا کر سکیں پہنیں اپنے تھوڑے نفع کے واسطے غربا کا نقصان نہ کریں۔ امرا کو اس کا لحاظ ضرور چاہیئے ابوحنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن حذیفۃ بن الیمان انہ تزوج یہودیۃ بالمدائن فکتب الیہ عمر بن الخطاب ان خل سبیلہا فکتب الیہ احرام ہی یا امیر المؤمنین فکتب الیہ اعزم علیک ان لا تضع کتابی حتی تخلی سبیلہا فانی اخاف ان یقتدی بک المسلمون فیختار و انساء اہل الذمۃ بجمالہن وکفی بذلک فتنۃ لنساء المسلمین وقیل لعمرؓ ان ہہنا رجل من الانباء نصرانیا لہ بصر بالدیوان لو اتخذتہ کاتبا فقال لقد اتخذت اذا بطانۃ من دون المؤمنین ہند کے مسلمان بھی اگر کل بنا دیں تاہم خالی از فتنہ نہیں ہے۔ کیونکہ کل سے نفع تجارت پیشوں کا ہے نہ اہل حرفہ کا خیال کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ غربا کی پرورش کے لئے امرا سے فرماتا ہے کہ تم اپنی جانبازی کے مال میں سے غربا کو دو۔ اگر ہم الیاحق مقرر نہ کریں تو مال صرف امرا میں رہ جاوے کما قال اللہ تعالیٰ کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم پس اے لوگوں ہمارا کہا نہ مانو گے تو قطعا بلائے عظیم میں مبتلا ہو گے جیسا کہ اگلی ظالم قومیں خراب ہوئیں

واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔ ہرگز یہ مت خیال کرو کہ اب ویسا حال نہ ہوگا دیکھو کتب اہل سنت وجماعت کو تمام اہل سنت متفق ہیں کہ بیچ وقت ظہور ائمہ راشدین کے بھی حجت اللہ بندوں پر قائم ہوتی ہے سو آپ لوگ ضرور ہمارا کہنا مانو اگر نہیں مانتے ہو تو ہم یہی کہتے ہیں کہ یا قوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل سوف تعلمون من یاتیہ عذاب یخزیہ ومن ھو کاذب وارتقبوا انی معکم رقیب الحاصل خلاصہ اس استفتار کا یہ ہے کہ آیا قول قائل پر بنظر غور وفکر ہر کہ ومہ کو توجہ کرنا ضروری ہے یا نہیں اس کے جواب سے مطلع فرمائیے۔

جواب: حسب قول سائل فہمائش قائل پر ہے ہر کہ ومہ کو توجہ کرنا اور اپنی طبیعت کو ایک جامہ عمدہ کے خریدنے سے ناجائز جان کر روکنا شرعاً کسی طور پر جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر طرح کی آسانی رکھی ہے جب کپڑا کل کا بنا ہوا پہننا جائز ٹھہرا تو بلا وجہ آدمی اپنی طبیعت کو ایک عمدہ چیز لینے سے رد کے اور کسی قوم کی روزی کسی حرفہ پر موقوف نہیں اللہ تعالیٰ تعالیٰ رازق حقیقی ہے جس طرح اس کو روزی پہنچانا منظور ہوگا عنایت فرمادیگا۔ البتہ احتیاطاً جس شخص کو یہ منظور رہے کہ ہماری قوم ان لوگوں سے منفعت حاصل کرے اور ہم سب اپنی قوم سے خرید وفروخت کریں مثلاً کوئی رئیس یا بادشاہ اہل اسلام یہ چاہے کہ اپنی ریاست یا سلطنت میں اہل اسلام نوکر رکھیں اور اہل اسلام سے اشیاء بنوا کر استعمال میں لاویں تو استحساناً جائز ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ عبدالمسکین محمد تقی الدین عفاہ العافی عن آثم الاثمین محمد تقی الدین سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سنہ ۱۲۹۲ھ الحق لایجاوز عن الجواب واللہ اعلم بالصواب محمد شمس الدین سمی ہمام ابن القیم الجزریہ اصاب من اجاب محمد بشیر السہسوانی، النقوی۔

جناب من مولانا محمد عبدالحی صاحب مجیب نے دلائل مندرجہ سوال یعنے آیات واحادیث وآثار کی نسبت کچھ تعرض نہیں کیا کہ جس سے جواب مجیب کا قائل پر حجت پیش کرنے کے لائق ہو بہر کیف آپ کے نزدیک جواب مجیب مقرون بصدق ودیانت ہے یا نہیں اور دلائل مندرجہ سوال مثبت مدعائے قائل ہیں یا نہیں اگر نہیں ہیں تو ہر آیت وحدیث واثر کی نسبت پر تحریر کرنا چاہیئے کہ فلاں آیت وفلاں حدیث اثر مدعائے قائل میں قابلیت حجت کی نہیں رکھتے اور قائل کے استدلال میں بذریعہ علم میزان کے یہ یہ مغالطے واقع ہیں اور اگر آپ کے نزدیک قول قائل کا قابل التفات ہر کہ ومہ کے ہے تو ویسا تحریر فرمائیے اور مجیب نے جو نسبت رئیس یا سلطان کے استحساناً خاص کیا ہے بجا ہے یا بیجا جمیع امور مستفسرہ بالا کا جواب مفصلاً ومشروحاً تحریر فرمائیے۔

جواب:۔ قول قائل پر ہر شخص کو لزوماً توجہ کرنا اور عمدہ کپڑوں کے خریدنے سے بالکلیہ باز رہنا شرعاً لازم نہیں ہے البتہ مقتضای تورع واحتیاط یہی ہے جو قائل مذکور کہتا ہے اور دلائل جو قائل نے پیش کئے ہیں وہ مثبت لزوم نہیں ہیں اور ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ عمدہ چیزوں کے استعمال کرنے میں گناہ ہوگا یا عمدہ کپڑوں کا جو کل میں بنے جاتے ہیں

خریدنا باعث فساد و فتنہ شرعیہ کا ہوگا اور یہ خیال کہ اس میں سد باب رزق حائکین ہے خیال خام ہے۔ واللہ اعلم

دولہا سے روپیہ لے کر بارات کو کھانا دینا

سوال (۸۲۸) اگر لڑکی کے رشتہ دار لڑکے سے روپیہ لیکر اسی شادی میں بارات کو کھانا کھلائیں تو درست ہے یا نہیں اور ولی پر روپیہ لینے سے کوئی گناہ تو نہ ہوگا۔

جواب:۔ برات کے لوگوں کو کھانا دلہن کے لوگوں کی طرف سے درست ہے بلکہ یہی طریقہ ماثورہ حضرات انبیاء علی نبینا وعلیہم السلام سے ہے مدارج النبوۃ وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور نوشہ سے روپیہ لینا اگر وہ بطیب خاطر دیتا ہو شرعاً کچھ اس میں حرج نہیں۔ واللہ اعلم

چاندی کی خلال استعمال کرنا

سوال (۸۲۹) چاندی کی خلال اور بوتام صدف کے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بوتام صدف کا استعمال جائز ہے البتہ چاندی کی خلال درست نہیں۔

کاٹنے سے قبل غلہ کا تخمینہ کرنا

سوال (۸۳۰) سوال اول:۔ کوت یعنی تخمین کرنا غلہ جات کا کھیت میں قبل کاٹنے زراعت کے نزدیک حنفیوں کے درست ہے یا نہیں؟

سوال دوم تقسیم کرنا غلہ کا اس طور پر کہ زمیندار نصف سے زائد اور رعیت نصف سے کم لے مفید ملک رعیت وزمیندار ہے یا نہیں؟

جواب: تخمین کرنا غلہ اور پھل وغیرہ کا قبل کاٹنے زراعت اور پھلوں کے صرف بغرض دریافت اجمالی اور اطمینان کے درست ہے باقی ثبوت ملک اور لزوم حکم شرعی اس تخمین پر مبنی کرنا نزدیک حنفیہ کے نہیں درست ہے اور احادیث میں جو تخمین وارد ہے وہ نزدیک حنفیہ کے صورت اول پر محمول ہے عینی کی شرح صحیح بخاری مسمی عمدۃ القاری میں ہے قال الشعبی والثوری و ابو حنیفۃ و محمد و ابو یوسف الخرص مکروہ حتی قال الشعبی الخرص بدعۃ وقال الثوری خرص الثمار لایجوز وقال الماوردی احتج ابو حنیفۃ بما رواہ جابر مرفوعاً نہی عن الخرص وبانہ تخمین وقد یخطی ولو جوز لجوز خرص الثمار وخرص الزرع بعد جزازہا فانہ اقرب من خرص ما علی الاشجار فلما لم یجز فی القریب لم یجز فی البعید وقال الخطابی انکر اصحاب الرای الخرص وقال بعضہم انما کان یفعل تخویفا للمزارعین لئلا یخونوا لا لیلزم بالحکم لانہ تخمین وغرور وکان یجوز قبل تحریم الربوٰ والقمار انتہی

اور بھی اسی میں ہے انہم فعلوا ذلک ای الخرص لیعلم مقدار ما فی ایدی الناس من الثمار فیوخذ مثلہ فی ایام الصرام لا انہم یملکون انتہی اور بھی اسی میں ہے کان یفعل ذلک تخویفا لئلا یخونوا وان یعرفوا مقدار ما فی النخل وا ما انہ یلزم بہ حکم شرعی فلا انتہی اھ تقسیم غلہ کی اس طور پر کہ زمیندار نصف سے زائد لے اور رعیت نصف سے کم بتراضی طرفین درست ہے واللہ اعلم بالصواب

انگریزوں کی ملازمت کرنا

سوال (۸۳۱) انگریزوں کی نوکریاں مثل منصفی و ڈپٹی وغیرہ سب حرام ہیں یا نہیں اگر کل حرام نہیں تو کس کس قسم کی حلال ہیں اور کس قسم کی حرام اور خلاف شرع نوکری کرنے والا کافر ہے یا فاسق اور برایں تقدیر ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون کی کیا تاویل ہے۔ بینوا توجروا

جواب:۔ جس نوکری میں پابندی اجراء احکام غیر شرعیہ کی اور اجرا احکام ظلم وغیرہ کی نہ ہو درست ہے اور جن میں یہ امور ہوں وہ حرام ہیں اور جو ان کی اطاعت کریں اور خلاف شرع احکام جاری کریں وہ فاسق ہیں نہ کافر۔ کما قال اللہ تع ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون وقال اللہ تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون اور آیہ فاولئک ھم الکافرون یہود وغیرہ کے حق میں ہے نہ اہل اسلام کے حق میں یا مراد اس سے کفر عملی ہو یا محمول ہے مستحل و مستحسن پر تفسیر جامع البیان میں ہے۔ نزلت فی اہل الکتاب دون من اسار من ہذہ الامۃ عمدا او اجاز وہو یعلم فہو من الکافرین او لیس بکفر ینقل عن الملۃ ولکن کفر دون کفر انتہی

اور رسالہ احکام الاراضی میں ہے من یطعہم عن ضرورۃ فہو علی صحۃ الاسلام وان کانت اطاعتہم لا عن ضرورۃ فلذلک لکنہم فساق انتہی واللہ اعلم

ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا

سوال (۸۳۲) اولا احادیث صحیح میں وارد ہے کہ حقوق اسلام سے ہے کہ جب باہم دو مسلمان ملاقات کریں تو مصافحہ کریں بعض جو اس سنت کو ادا نہ کریں تو تارک سنت ہیں یا نہیں ثانیا بعد نماز جمعہ کے مصلیان مسجد جو باہم مصافحہ کرتے ہیں یہ طریق سنت ہے یا نہیں بعض کتب مثل شرح مشکوٰۃ شریف شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ اور غایۃ الاوطار شرح درمختار میں امر ثانی کو بدعت ٹھہرایا ہے اور بعض لوگ جو شے اول کے مصداق ہیں وہ اس کو سنت تبلاتے ہیں پس کیا ہے حق درمیان ہر دو اقوال کے ثالثا وقت نماز جمعہ کا بعد دوپہر کے کتنے منٹ بعد شروع ہو کر کس قدر عرصہ تک رہتا ہے کہ جس میں نماز جمعہ اور تنگ وقت نہ گنا جاوے۔

جواب:۔ عند الملاقات مصافحہ کرنا امر متوارث وسنت قدیمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا طریقہ مستمرہ تھا تارک اس کا تارک سنت ہے بیہقی نے شعب الایمان میں اور طبرانی وغیرہ نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے ان المومن اذا لقی المومن فسلم علیہ واخذ بیدہ فصافحہ تناثرت خطایا ہما کما تناثر ورق الشجر اور سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی وغیرہ مرفوعا مروی ہے ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لہما قبل ان یفترقا۔

اور سنن ابو داؤد میں ابوذر سے روایت ہے ما لقیتہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا صافحنی۔

اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمام التحیۃ الاخذ بالید اور صحیح بخاری میں قتادہ سے مروی ہے قلت لانس رضی اللہ عنہ کان المصافحۃ فی اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم قال نعم اور بعد نماز جمعہ کے یا بعد نماز صبح یا عصر کے مصافحہ کرنا بعض فقہا نے اس کو بدعت مباحہ لکھا ہے ———— اور بعضوں نے بدعت مکروہہ لکھا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ طریقہ خلاف طریقہ سلف صالح ہے پس اس کو ترک کرنا اور طریقۂ مسنونہ کو اختیار کرنا لازم ہے۔ ردالمحتار میں مذکور ہے قد یقال ان المواظبۃ علیہا بعد الصلوٰۃ خاصۃ قد یودی الی اعتقاد سنیتہا فی خصوص ہذہ المواضع وان لہا خصوصیۃ زائدۃ علی غیرہا مع ان ظاہر کلامہم انہ لم یفعلہا احد من السلف فی ہذہ المواضع ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انہ تکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلوٰۃ بکل حال لان الصحابۃ ما صافحوا بعد اداء الصلوٰۃ ولانہا من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر من الشافعیۃ انہا بدعۃ مکروہۃ لا اصل لہا فی الشرع عن ابن الحاج من المالکیۃ ان موضع المصافحۃ فی الشرع انما ہو عند لقاء اخیہ المسلم لا فی ادبار الصلوٰت انتہی

اور وقت نماز جمعہ عین وقت ظہر ہے بمجرد زوال آفتاب شروع ہوتا ہے اور تا وقت عصر باقی رہتا ہے واللہ اعلم

شراب غیر مسکر کا حکم

سوال (۸۳۳) جو شراب کہ مطلقا نشہ آور ہو اس کا کیا حکم ہے

جواب: ایسی شراب جس کی کثیر مقدار مسکر ہو وہ حرام ہے مطلقا جیسے سیندھی اور تاڑی کہ اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے جس کی دلیل یہ حدیث ہے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام کذا فی الدر المختار وحواشیہ اور جس شراب کی قلیل وکثیر مقدار میں نشہ نہیں وہ حلال ہے۔

کون سے بحری جانور حلال ہیں

سوال (۸۳۴) بحری جانوروں میں سے کون کون سے حلال ہیں اور سمک کی علامت کیا ہے جریث کی صورت کیسی ہوتی ہے۔ نیز جریث اور مارماہی سمک ہیں یا نہیں کوسج جس کے سونڈ ہوتی ہے اور قرش جس سے تمام سمندری جانور بھاگتے ہیں اور ایک گول سا جانور جس کی دم لمبی کوڑے کی طرح اور کنارے پر کانٹے ہوتے ہیں اور اس کو اللحم بھی کہا جاتا ہے آیا یہ تمام اقسام سمک میں داخل ہیں یا نہیں

جواب: حنفیہ کے یہاں بحری جانوروں میں صرف سمک (مچھلی) حلال ہے .... یا پانی میں رہنے والے پرندے۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے ولا یوکل ما فی البحر سوی السمک وطیر الماء عندنا وقال الشافعی لا باس باکل ما فی البحر وله فی الضفدع قولان انتہی سمک کی علامات اگرچہ آجتک نظر سے نہیں گذریں مگر سمک کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ تین ہیں (۱) بدن پر چھلکے ہونا (۲) جبڑوں کا کھلا ہوا ہونا (۳) کانٹے دار پر ہونا اور ایسی ہی دم ———— اور یہ تینوں علامتیں بعض میں پائی جاتی ہیں اور بعض میں نہیں جیسا کہ مشاہدہ سے معلوم ہے اور مفتی نصیح الدین نے رسالہ احکام الحیوان میں لکھا ہے

کہ مچھلی کی علامات میں سے ہے کہ اس کے زبان نہ ہو بدن پر فلوس یعنی پیسہ کیطرح چھلکے ہوں اور حلق میں شگاف ہو اور اگر پانی سے نکل آئے تو تڑپ تڑپ کر مر جائے انتہی کلامہ۔

جریث اور مارماہی سمک کی اقسام ہیں۔فتاوی قاضی خاں میں ہے ولا باس بسائر انواع السمک نحو الجریث والمارماهی انتہی اور جریث سیاہ رنگ کی مچھلی ہوتی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے اور اس کے حاشیہ ردالمحتار میں ہے هو نوع من السمک مدور کالترس انتہی اس کا چہرہ چھوٹا اور دم بہت ہی چھوٹی اور بیچ میں سے مشقوق ہوتی ہے نیز سمکین مذکورین کے بدن پر بھی چھوٹے چھوٹے چھلکے ہوتے ہیں۔اسی وجہ سے درمختار میں کہا گیا وافردهما بالذکر للخفاء انتہی اس کے حاشیہ ردالمحتار میں ہے الخفاء کونهما من جنس السمک انتہی پس معلوم ہوا کہ انواع مدورہ میں سے جریث کے علاوہ کوئی بھی جنس سمک میں داخل نہیں جیسا کہ اسکو مستقلا علیحدہ ذکر کرنا بتلا رہا ہے اور اسی طرح کوسج و قرش بھی جنس سمک میں داخل نہیں۔کیونکہ یہ مختلف فیہما ہیں۔امام شافعی کے نزدیک حالانکہ ان کے یہاں تو تمام بحری جانور حلال ہیں پس حنفیہ کے یہاں کیسے حلال ہو سکتی ہیں۔نیز ان میں سمک کی علامت بھی کوئی نہیں پائی جاتی۔اور رسالہ احکام الحیوان میں مذکور ہے۔قرش اتنا بڑا حیوان ہے کہ کشتی اور جہازوں کو ضائع کر دیتا ہے اور اس کو سیر الدواب کہتے ہیں اور بلاد مغرب کے ساحلی علاقوں میں اس کو شرار مور کہتے ہیں اور یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرام اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حلال ہے۔محمود شاہ اپنے فتاوی لکھتے ہیں:۔ السمک ماله شق وشوک وقال فیه ایضا والسمک ماله فلوس وما یبیض فی الماء وماله شقاق ویکون مولده ومعاشه فی الماء ولیس له لسان اصلا انتہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن پر فلوس کا ہونا ایک مشہور علامت ہے اور اسی وجہ سے جریث اور مارماہی کو سمک کہا گیا ہے۔حالانکہ ان میں شقاق نہیں ہوتا اور کوسج و قرش میں نہ فلوس ہوتے ہیں اور نہ دوسری علامات اس لئے ان کو سمک نہیں کہا گیا بلکہ یہ تو انسان کو کاٹ کھاتی ہیں ـــــ

افعال کفار کی تحسین اور ان میں شرکت

سوال (۸۳۵) ایک شخص برہمن ہندو بت پرست کہ رام کندھیا کو خالق مانتا ہے دین اسلام و مسلمانوں کو برا کہتا ہے بلکہ ان کے سایہ کو نجس جانتا ہے صاحب دولت داس کر کے مشہور ہے۔زید، بکر، خالد، عمرو یہ چار شخص صاحب ریش کلاں شریف صورت ہیں اگر دس پندرہ پچیس تیس روپیہ کی نوکری نزد برہمن مذکور قبول کریں اور بعدہ امور ذیل کے مرتکب ہوں اول جبکہ برہمن مذکور اپنی نشستگاہ پر بیٹھا ہو اور زید و بکر وغیرہ بھی حسب دستور دربار عام نام بردہ میں حاضر خدمت بیٹھے ہوں اور بت موسوم ٹھاکر کو جسے وہ برہمن اپنا خالق جانتا ہے ایک برہمن پوجیری چاندی کی طشت میں رکھے ہوئے بڑے تزک سے سامنے لادے تو برہمن مذکور سرد قد اٹھ کر تعظیم اس بت کی کرے و زید و بکر بھی بخوف ناخوشی

وسوء ادبی در خواستگی خود بخیال اس کے کہ گستاخی ہوگی اور بے ادب کہلاویں گا مشاہرہ بند ہو جائیگا۔ ساتھ ہی کیا بلکہ فی الفور بنظر تعظیم بت مذکور اُٹھ کھڑا ہو۔

دوم برہمن مذکور بروز تولید بتان خود مجلس جشن برقص زنان بدکار بحضور بت قائم کرتا ہے تو یہ حکم دیتا ہے کہ ہر ایک نوکران ہمارے آکر شریک مجلس نوروز ہوں اور اگرچہ ہم زیب انجمن نہ ہوں۔ مگر ہر ایک نوکران و حاضران مجلس پر ہمارا حکم ہے کہ حسب دستور بت پرستی جب بت سامنے آوے یا بت کا پوجا ہو تو سب کے سب حاضران اٹھ کر کھڑے ہو کر بت کی تعظیم کریں۔ چنانچہ یہ دستور بت پرستی برہمن مذکور و تعظیم و تکریم ہمیشہ سے جاری ہے پس زید بکر اکثر بہ تعمیل حکم زینت بخش مجلس مذموم رہتے ہیں باوجودیکہ برہمن مذکور نہیں رہتا ہے زید بکر خود بخود بہ تعمیل دستور العمل بت پرستی نام بردہ یکبارگی فی الفور سب کے سب حضار مجلس بت کو اٹھ کر تعظیم کرتے ہیں اور جب بت کو پوجا ہونے لگتی ہے تو باادب پیش بت جشن مذکور میں تعظیما کھڑے رہتے ہیں بخوف برخاستگی روگردان ہو کر علیحدہ ہو نہیں سکتے بطمع زر کھڑے رہتے ہیں۔

سوم۔ جبکہ بت مذکور ایک بت کدہ سے دوسرے بت خانہ میں پہنچایا جاتا ہے تو بڑی تیاری سے مثل بارات اقوام ہنود برہمن مذکور بت کے پیچھے پیچھے پاپیادہ جاتا ہے اور تمامی زید بکر وغیرہ کو یہ حکم عام رہتا ہے کہ اس وقت خوش پوش ہو کر جلوس میں پیچھے پیچھے بت کے تا در بت خانہ چلیں۔ چنانچہ زید بکر وغیرہ بطمع زر مشاہرہ خود بفراموشی وعدہ فی السماء رزقکم وما من دابۃ آلخ بخوشی اس فعل کو بجالاتے ہیں۔

چہارم۔ برہمن مذکور کی تعمیل حکم کو مقدم جانکر روزمرہ اذان سن کر جماعت میں نہیں آتے اور جمعہ کے روز جان بوجھ کر کہ آج جمعہ ہے حکم یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم سے روگردان ہو کر تارک جمعہ ہو کر یہ عذر کرتے ہیں کہ رزق کا معاملہ ہے حکم حاکم مرگ مفاجات بوجہ مجبوری انجام امور اسلام نہیں کر سکتے پس بہ ظہور امور موجبات کفر متذکرہ صدر جب کہ زید بکر باستعمال کلمات رد کفر سے غافل و سالہا سال موجبات کفر پر مصر ہیں تو ان سب کو تجدید ایمان و نکاح لازم ہے یا نہیں و بطمع زر زید بکر جان بوجھ کر باز نہ آویں تو کافر اور بی بی ان کی نکاح سے باہر ہوئیں یا نہیں اور بہ نسبت اولاد ان کے شرع کیا حکم کرتی ہے بہ تصریح و تشریح بحوالہ و سند دستخط علماء مشاہیر سے مزید فرما کر زینت بخش اسلام ہو۔

جواب:۔ فقہا کتب فقہ میں ایسی صورت کہ اس میں تحسین اعمال کفار اور شرکت افعال کفار اور موافقت ان کی عبادت کے ہو حکم کفر لکھتے ہیں اور جو شخص مرتکب ایسے امر کا ہووے جس کا ذکر سوالات میں ہے اس پر حکم لزوم تجدید ایمان و تجدید نکاح کا دیتے ہیں۔ خزانۃ الروایات میں ہے فی الفصول قال الشیخ ابوبکر الطرخانی من خرج الی السدۃ فقد کفر لان نیۃ اعلان الکفر

وعلی قیاس مسئلۃ السدۃ الخروج الی نیروز المجوس والموافقۃ معہم فیما یفعلونہ فی ذلک الیوم من المسلمین کفر انتہی

اور بھی اس میں ہے وکذا الخروج فی اللیلۃ التی یلعب فیہا کفرۃ الہند بالنیران والموافقۃ معہم فیما یفعلون تلک اللیلۃ فیلزم ان یکون کفرا وکذا الخروج الی لعب کفرۃ الہند فی الیوم الذی یدعوہ الکفرۃ بسرتہی والموافقۃ معہم فیہ یفعلون من تزیین القبور والافراس والذہاب الی دور الاغنیاء یلزم ان یکون کفرا انتہی

اور بھی اس میں ہے فی الفصول قال فی الجامع الاصغر رجل اشتری یوم النیروز شیئا لم یکن یشتریہ قبل ذلک ان اراد بہ تعظیم النیروز کما یعظمہ المشرکون کفر انتہی

اور بھی اس میں ہے فی نوادر الفتاوی ہر کہ رسوم ہنود را تحسین کند کافر گردد انتہی واللہ اعلم

اولیا منکوحہ کا مشروط طور پر ناکح سے کھانے پینے کے لئے کوئی چیز لینا

سوال (۸۳۶) اگر لڑکی کے اولیا، اہل محلہ اور رشتہ داروں کو دینے اور ان کی دعوت کرنے کے لئے بوقت نکاح لڑکے سے یہ کہیں اگر تم زیور اور مہر مصرح ومسکوت عنہ کے علاوہ اس قدر نقدی یا فلاں چیز دو گے تو نکاح ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔ اگر وہ لڑکا دیدے تو لڑکی کے اولیاء کے لئے لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس قسم کی چیزیں لینا جائز نہیں۔ الوسیلۃ الاحمدیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں ہے ولعن رسول اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی ومن الرشوۃ ما اخذ ولی المرأۃ قبل النکاح اذا کان بالسوال او کان اعطاء الزوج بناء علی علم رضائہ علی تقدیر عدمہ اما اذا کان بلا سوال ولا عن علم رضائہ فیکون ہدیۃ فیجوز کما فی حاشیۃ لخواجہ زادہ انتہی

اور رد المحتار میں ہے من السحت ما یاخذہ الصہر من الختن بسبب بنتہ بطیب نفسہ حتی لو کان بطلبہ یرجع الختن بہ انتہی

اور المعدن میں ہے لا یجوز لاب البنت ان یاخذ من الخاطب شیئا لانہ رشوۃ وقال فی العالمگیریۃ خطب امرأۃ فی بیت اخیہا فابی ان یدفعہا حتی یدفع الیہ دراہم فدفع وتزوجہا یرجع بما دفع لانہ رشوۃ کذا فی القنیۃ

قاضی خاں میں ہے رجل خطب امرأۃ وہی تسکن فی بیت اخیہا وزوج اختہا لا یرضی بنکاح ہذا الرجل الا ان یدفع الیہ دراہم فدفع الخاطب الیہ دراہم کان لہ ان یسترد ما دفع الیہ لانہ رشوۃ۔ ہاں اگر بغیر طلب وسوال کے کچھ دیدیا جائے تو جائز اور درست ہے کیونکہ یہ تحفہ شمار کیا جائے گا۔ جیسا کہ وسیلہ احمدیہ میں مذکور ہے۔

واللہ اعلم ۔ محمد اشرف علی

صح الجواب ویوافقہ مافی البحر الرائق لو اخذ اھل المرأۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان یسترده لانہ رشوۃ انتہی۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی

جوان عورتوں کا ولیمہ میں جانا

سوال (۸۳۷) اگر دعوت ولیمہ میں کوئی خلاف شرع کام نہ ہو اور پردے کا بھی معقول انتظام ہو تو اس وقت جوان عورتوں کا دعوت میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں

جواب: کتب فقہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو مجالس کی شرکت سے صرف اس وجہ سے روکا جاتا ہے کہ مجالس میں اجتماع کی وجہ سے فتنہ کا خوف ہوتا ہے۔ چنانچہ درمختار کے قول ویمنعھا من زیارۃ الاجانب وعیادتھم والولیمۃ الخ کے تحت ردالمحتار میں تحریر ظاہرہ ولوکان عند المحارم لانہا تشتمل علی جمع فلا یخلو من الفساد عادۃ انتہی لہٰذا صورت مسئولہ میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں البتہ اذن شوہر ضروری ہوگا۔

بخاری میں حضرت انس سے روایت ہے ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نساء وصبیانا مقبلین من عرس فقام ومتنا فقال اللھم انتم من احب الناس الی۔

قسطلانی اس حدیث کی شرح میں تحریر کرتے ہیں فیہ شہود النساء والصبیان لولیمۃ العرس فلو دعت امرأۃ امرأۃ لولیمۃ او دعت رجلا وجب او استحب لا مع خلوۃ محرمۃ انتہی

بسکٹ اور انگریزی دواؤں کا استعمال کرنا

سوال (۸۳۸) اکثر ادویہ انگریزی از قبیل عرق جو ولایت سے تیار ہو کر آتے ہیں۔ علے ہذا بعضے اقسام بسکٹ کے جو بکس ٹین میں بند ہو کر فروخت کے لئے آیا کرتے ہیں اس میں خلط وامتزاج شراب کا شبہہ بیشتر بوجہ سرعت نفوذ سرعت تاثیر کے باوصف قلت مقدار کے جو خصائص شراب سے ہے۔ اور بھی بایں وجہ کہ اہل یورپ اکثر خوگر استعمال شراب کے دوائیں اور اس شراب کے بہر طور عادی ہوتے ہیں، ہوتا ہے اور بعضے ڈاکٹروں سے بعض عرقیات وبسکٹ میں اختلاط شراب کا سنا جاتا ہے ایسے حال میں استعمال وتناول ان ادویہ وبسکٹ کا شرعا از روئے فتوی کے بھی منع ہے یا تا وقت ثبوت یقینی جواز استعمال وتناول فتوی اور تحرز واجتناب تقوی ہوگا۔

جواب: جب یقین یا ظن اختلاط شراب وغیرہ کا ہووے اس وقت استعمال ان چیزوں کا ممنوع ہوگا ورنہ نفس جواز بطور فتوے کے اور اجتناب بطور تقوے کے ہوگا۔ واللہ اعلم

تاڑی کے خمیر والے بسکٹ استعمال کرنا

سوال (۸۳۹) جو نان یا بسکٹ مخمر بخمیر تاڑی ہو جو منجملہ مسکرات ہے اس کا کھانا جائز ہے یا حرام

علمائے کلکتہ نے فتوی اس کے جواز اکل کا دیا ہے لہذا اکثر عوام بے تکلف اس کو کھاتے ہیں اور نہیں کھانے والے پر عجب کرتے ہیں لہذا جواب اس مسئلہ کا مفصلاً بتقریر عام فہم مستند بسند کتب معتبرہ حنفیہ درکار ہے۔

جواب :- بمذہب مفتی بہ جتنے اشربہ اور اشیاء سیالہ مسکر ہیں وہ سب نجس ہیں اور ایک قطرہ بھی ان کا حرام ہے اگرچہ نشہ نہ پیدا کرے۔ بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ اخرجہ ابو داؤد والترمذی وابن ماجہ وغیرہم۔

رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں شیخ الاسلام بدرالدین محمود عینی لکھتے ہیں قال محمد والائمۃ الثلثۃ کل ما اسکرہ کثیرہ فقلیلہ حرام من ای نوع کان لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل مسکر خمر وکل مسکر حرام رواہ مسلم وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ احمد وابن ماجہ والدارقطنی وصححہ والفتوی علی قول محمد انتہی۔

اور فتاوی بزازیہ میں ہے قال محمد ما اسکر قلیلہ فکثیرہ حرام قالوا وبقول محمد ناخذ ومذہب محمد انہ حرام ونجس انتہی

اور سراج منیر میں ہے جملۃ انواع النجاسات خمسۃ وعشرون الخمر وما عداہ من الاشربۃ المحرمۃ انتہی

اور شرح جامع صغیر حسامی ہے بل ہی ای الاشربۃ وراء الخمر مثل الخمر فی النجاسۃ عن اصحابنا فیہ روایتان فی احدی الروایتین نجاستہ غلیظۃ تمنع اذا زاد علی قدر الدرہم وفی روایۃ اخری خفیفۃ مقدرۃ بالکثیر الفاحش انتہی

ہرگاہ ان عبارات سے حرمت اور نجاست تاڑی کی ثابت ہوئی پس ثابت ہوگیا کہ بسکٹ ونان پاؤ وغیرہ جس کے خمیر میں تاڑی مخلوط ہو کھانا اس کا ناجائز ہوگا مثل خمیر خمر کے فتاوی قاضی خاں میں ہے۔ بخلاف الدقیق اذا عجن بالخمر وخبز فانہ یکون نجسا ولا تطہر انتہی

اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے اذا عجن الدقیق بالخمر لا یوکل انتہی۔ اس وجہ سے کہ جب تاڑی اور خمر دونوں نجس ہیں۔ پس اس کے خلط سے وہ مخلوط بھی نجس ہوگا اور کھانا اس کا حرام ہوگا اور قیاس اس کا سرکہ تاڑی یا شراب پر باطل ہے اس وجہ سے کہ سرکہ میں انقلاب حقیقت ہو جاتا ہے اس وجہ سے حکم طہارت وحلت کا دیا جاتا ہے۔ بخلاف خمیر تاڑی اور شراب کے کہ اس میں انقلاب ماہیت نہیں ہوتا بلکہ بسبب خلط اور طبخ کے کمال التصاق ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم

انگریزی پڑھنا

سوال (۸۴۰) (الف) اگر کوئی انگریزی پڑھے خاص واسطے زبان دانی حاصل کرنے کے اکثر وقت ضرورت پڑتی ہے تو جائز ہے یا نہیں اور اس نیت سے نہ پڑھے۔ بلکہ اس کی نیت کچھ بھی نہ ہو تو جائز ہے یا نہیں ______ اور اگر بغرض حصول روزگار کے پڑھا تو کیا حکم شرع ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ سرکار انگریزی میں روزگار بجز اس کے نہیں مل سکتا تو ان تینوں صورتوں میں کسی صورت میں جائز ہے یا نہیں ؟

جواب: انگریزی پڑھنا اور زبان سیکھنا بشرطیکہ دین میں مخل نہ ہو جائز ہے۔

انگریزی لکھنا

سوال (۸۴۰) (ب) علم انگریزی سیکھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر انگریزی زبان پڑھنا اور اس کی خط وکتابت سیکھنا انگریزوں کے ساتھ محبت اور مشابہت کی وجہ سے ہو تو ناجائز ہے ورنہ ان کے مضامین اور کتابوں سے مطلع ہونے اور ان کی تحریرات پڑھنے کی غرض سے ہو تو حرج نہیں اور مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت کو خط یہود سیکھنے کا حکم فرمایا تھا اور انہوں نے بہت جلدی اس کو سیکھ لیا۔

استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا

سوال (۸۴۱) اگر کوئی شخص استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے تو وضو مکروہ ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ مکروہ نہ ہوگا۔ مگر نہ کرنا اولیٰ ہے

تسبیح وتہلیل اور تلاوت قرآن پر اجرت لینا

سوال (۸۴۲) مولوی اور ملا لوگوں کی دعوت کرکے قبل طعام یا بعد طعام اجرت پر قبروں کی زیارت کراتے ہیں۔ اگرچہ وہ مقدار معین نہیں کرتے مگر ان کو دینا فرض سمجھا جاتا ہے اور پیسوں کے لالچ میں ملاجی خود بھی جاتے ہیں اور اگر پیسہ نہ دو تو نہیں جائیں گے۔ صورت مذکورہ میں کھانا کھلانے اور زیارت قبور کرانے کی شرعی حیثیت کیا ہے اور مُردوں کے لئے ایصال ثواب ہو جائے گا یا نہیں اور بصورت ایصال ثواب اجرت لینا کیسا ہے اور حدیث میں زیارت قبور کرنے کی تو تاکید ہے مگر زیارت کرانے کی کسی جگہ نہیں تو زیارت کرانا بھی جائز ہے یا نہیں اور تسبیح وتہلیل کے ختم پر اجرت مقرر کرنا کیسا ہے

جواب: تسبیح وتہلیل۔ تلاوت قرآن اور زیارت قبور وغیرہ پر اجرت لینا اور دینا دونوں صحیح نہیں تنقیح فتاوی حامدیہ میں ہے اعلم ان کتب المذهب من متون وشروح وفتاوی کلها متفقة علی ان الاستیجار علی الطاعات لا یصح عندنا واستثنی المتاخرون من مشائخ بلخ تعلیم القرآن فجوزوا الاستیجار علیه انتهی

اسی میں یہ بھی مذکور ہے التلاوة المجردة عن التعلیم من اعظم الطاعات التی یطلب بها الثواب فلا یصح الاستیجار علیها انتهی نیز مذکور ہے وشرط الثواب الاخلاص لله فی العمل والقاری بالاجرة انما یقرء لاجل الدنیا لا لوجه الله بدلیل انه لو علم ان المستاجر لا یدفع الیه شیئا لا یقرء حرفا واحدا خصوصا من جعل ذلک حرفته ولذا قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة ان قاری القرآن بالاجرة لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری انتهی

اور فتاوی ولوالجیۃ میں مکتوب ہے لو زار قبر صدیق او صدیق فقرء عندہ شیئاً من القرآن فھو حسن اما الوصیۃ بذلک فلا معنی لھا ولا معنی ایضا بصلۃ القاری لانہ یشبہ استیجارہ علی قرأۃ القرآن وذلک باطل انتہی اور تاتارخانیۃ میں ہے ولا یجوز اخذ الاجرۃ علی طاعۃ اللہ انتہی

ان تمام عبارت سے واضح ہو گیا کہ جس طرح زیارۃ قبور اور تسبیح وتہلیل وغیرہ میں کہ جس سے مقصود تحصیل دنیا ہوتی ہے کوئی ثواب نہیں ہوتا نہ میت کو اور نہ اس کام کے کرنے والے کو اسی طرح عبادات میں اجرت دینا اور لینا ممنوع ہے

شادی پر نقارہ بجانا

سوال (۸۴۳) بوقت شادی ونکاح باجہ - تاشہ - نقارہ - دف - مزمار بجانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- احادیث صحیحہ سے حرمت جملہ آلات غنا ومزامیر کی صاف صاف ثابت ہے مگر دف کہ اس کی اباحت میں مجالس نکاح وغیرہ میں حدیثیں وارد ہوئی ہیں صحیح بخاری میں بطور تعلیق کے مذکور ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتکونن من امتی قوم یستحلون الحریر والخمر والمعازف۔

ابن ماجہ میں مروی ہے - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونہا بغیر اسمہا یعزف علی رؤسہم بالمعازف والمغنیات یخسف اللہ بہم الارض ویجعل منہم القردۃ والخنازیر۔

اور جامع ترمذی میں مروی ہے تکون فی امتی خسف ومسخ اذا ظہرت القینات والمعازف اور مسند احمد میں مروی ہے ان اللہ حرم الخمر والمیسر والکوبۃ۔

اور مسند ابن ابی الدنیا میں مروی ہے یمسخ قوم من ہذہ الامۃ فی آخر الزمان قردۃ وخنازیر قالوا یا رسول اللہ الیس یشہدون ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ قال ویصومون ویحجون ویصلون قیل فما بالہم قال اتخذوا المعازف والقینات۔

اور مسند احمد میں مروی ہے ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی ان امحق المزامیر والکفارات اور ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے لیستحلن من امتی الحریر والخمر والمعازف۔

اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے عن نافع قال سمع ابن عمر رضی اللہ عنہ مزمارا فوضع اصبعیہ فی اذنیہ ونأی عن الطریق وقال یا نافع ہل تسمع شیئاً فقلت لا فرفع اصبعیہ عن اذنیہ وقال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسمع مثل ہذا فصنع مثل ہذا اور جامع الترمذی میں ہے اعلنوا ہذا النکاح واضربوا علیہ بالغربال ان اخبار سے اور ایسی اور اخبار سے کہ ماہر فن حدیث پر مخفی نہیں صاف ثابت ہے کہ جملہ آلات غنا کہ مسمی بمعازف ومزامیر ہیں شرعا حرام ہیں سوائے دف کے اور کتب حنفیہ کو دیکھئے تو بہت حنفیہ دف کو بھی منع کرتے ہیں اور بہت حنفیہ مطلق غنا کو بھی حرام کہتے ہیں

تاتارخانیہ میں ہے ان کان السماع غناء فھو حرام لان التغنی واستماع الغناء حرام انتہی

اور مبسوط میں ہے استماع الملاہی والتغنی کلھا حرام انتہی

اور محیط میں ہے التغنی والتصفیق بہا واستماعہا کلہا حرام انتہی
اور ہدایہ میں ہے دلت المسئلۃ علی ان الملاہی کلہا حرام حتی التغنی بضرب وتصفیق انتہی
اور نہایہ میں ہے التغنی والتصفیق والطنبور والبربط والدف وما اشبہ ذلک حرام انتہی

قول فیصل اس باب میں جو موکد بالاحادیث ہے یہی ہے کہ نفس غنا عموماً ممنوع نہیں بلکہ اس میں حرمت یا کراہت بوجہ عوارض خارجیہ کے عارض ہوتی ہے اور مزامیر سب ممنوع ہیں بجز دف کے کہ اس کی رخصت نکاح وغیرہ میں وارد ہوگئی ۔ واللہ اعلم

جزار کی امامت جائز ہے

سوال (۸۴۴) بکری وغیرہ کو اجرت پر ذبح کرنے والا قصائی اگر امام بن جائے تو اس کی امامت صحیح ہوگی یا نہیں ؟

جواب :- بالکل صحیح ہے اور ذبح شاۃ وغیرہ پر اجرت لینا شرعاً ممنوع نہیں ۔

کارخیر کی خوشی میں دعوت کرنا

سوال (۸۴۵) کسی کارخیر کے انجام کی خوشی میں دعوت کرنا یا شیرینی تقسیم کرنا مثلاً کسی کا لڑکا کلام مجید ختم یا شروع کرے یا محراب سنا دے یا کوئی حج کر کے واپس آوے یا کسی قسم کی ترقی ہو تو خوشی میں بنظر شکریہ اپنے رب کے دوستوں وعزیزوں وحاضرین ومساکین کو کھانا کھلاوے یا کچھ تقسیم کرے تو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- جائز ہے اصل اس کی حدیث صحیح بخاری میں ہے جو باب الطعام عند القدوم میں مروی ہے لن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینۃ نحر جزورا او بقرۃ انتہی
اور صحیح بخاری ومسلم وغیرہ میں قصۂ قبول توبہ کعب بن مالک میں مروی ہے فلما جائنی الذی سمعت صوتہ یبشرنی نزعت لہ ثوبی فکسوتہما ایاہ ببشارتہ اور بھی اس میں ہے قلت یا رسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ قال امسک بعض مالک قلت انی امسک سہمی الذی بخیبر انتہی واللہ اعلم

خوشی کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنا

سوال (۸۴۶) کسی دوست آشنا اُستاد بزرگ کی قدوم کی خوشی میں ضیافت کی نیت سے جانور ذبح کرے یا شیرینی تقسیم کرے یا بلا قدوم کسی اور خوشی میں ذبح کرنا یا شیرینی بانٹنا درست ہے یا نہیں اور اس کے کھانے کا کیا حکم ہے

جواب :- درست ہے فتاوی بزازیہ میں ہے ذبح شاۃ بضیف ذاکرا علیہا اسم اللہ یحل اکلہ لانہ سنۃ الخلیل علیہ السلام

واکرام الضیف اکرام ومن ظن انہ لایحل لعلۃ انہ ذبح لاکرام ..... بنی آدم فیکون کانہ اہل لغیر اللہ فقد خالف القرآن والحدیث والعقل فانہ ان القصاب یذبح للذبح ولو علم انہ یخسر لایذبح فیلزم علی ہذا الجاہل ان لا یاکل ماذبحہ القصاب ولا ماذبح للولایم والاعراس والعقیقۃ ولوذبح لقدوم الامیر اولقدوم واحد من العظماء لایحل اکلہ وان ذکر اسم اللہ علیہ لانہ ذبح لتعظیم خلق اللہ ولہذا لایضعہ بین یدیہ بخلاف الاولی لانہ یقدم بین یدیہ ہو الفارق انتہی

اور اصل اس باب میں قصہ کعب بن مالک کا ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ جب توبہ ان کی قبول ہوئی انہوں نے اس کی خوشی میں اپنا سب مال صدقہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کسی قدر اپنے مال سے رہنے دو۔ تب انہوں نے اپنا حصہ جو غزوہ خیبر میں ملا تھا رہنے دیا باقی صدقہ کر دیا اور بھی اصل اس بحث میں شرعیت ولیمہ ہے کہ بعد شب زفاف کے مسنون کیا گیا ہے اور اس کے فضائل میں احادیث صحاح میں مروی ہیں اور وہ حدیثیں جن میں بعد نکاح کے خرما لٹانا مروی ہے سنن بیہقی اور معجم طبرانی وشرح معانی الآثار طحاوی وغیرہ میں مروی ہیں مگر اسانید میں ان کے ضعف ہے اور اسی قسم سے اطعام اہل بارات ہے غرض احادیث متکثرہ سے جو وقائع مختلفہ میں وارد ہیں یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ خوشی کے وقت کھانا کھلانا یا تقسیم طعام کرنا اور کوئی چیز تقسیم کرنا جائز ہے اور اس کا کھانا ہر امیر وفقیر کو مباح ہے واللہ اعلم

حقہ کی عدم حرمت کے قائل کو کافر کہنا

سوال (۸۴۷) زید استعمال ناس کرتا تھا اور حقہ نوشی کو حرام نہیں کہتا تھا اور بکر کہتا ہے کہ زید کافر تھا اور اس کے مریدین بھی کافر ہیں اور حقہ پینے والے کی نماز جنازہ نہ ہونی چاہیے تو کیا بکر کا قول صحیح ہے

جواب:۔ بکر کا قول محض لغو اور ناقابل اعتبار ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ بکر کو ایسے فتوی دینے سے منع کریں۔ واضح رہے کہ حقہ نوشی کے ابتدائی دور سے لیکر آجتک اس کے بارہ میں علما کے مختلف اقوال جواز وحرمت اور کراہت تحریمی وتنزیہی ہر قسم کے موجود ہیں جن کی تفصیل میرے رسالہ ترویح الجنان بتشریح شراب الدخان میں موجود ہے اور در المختار میں ہے اضطربت آراء العلماء فیہ بعضہم قال بکراہتہ وبعضہم قال بحرمتہ وبعضہم باباحتہ وافردوہ بالتالیف۔

اور شرح الوہبانیہ میں ہے ؎

یمنع من بیع الدخان وشربہ وشاربہ فی الصوم لاشک یفطر

علامہ شیخ علی الاجہوری اپنے رسالہ میں نقل کرتے ہیں انہ افتی بحلہ من یعتمد علیہ من ائمۃ المذاہب الاربعۃ قلت والف فی حلہ سیدنا العارف عبدالغنی النابلسی الحنفی رسالۃ سماہا الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان واقامۃ الطامۃ الکبری علی القائل بالحرمۃ والکراہۃ فانہما حکمان شرعیان لابد لہما من دلیل ولا دلیل علی ذلک فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ واضرارہ وان فرض اضرارہ للبعض لایلزم منہ تحریمہ علی کل احد انتہی

اور شیخ عبدالغنی شرح طریقہ محمدیہ میں لکھتے ہیں من ابدع العادیۃ استعمال التتن والقھوۃ انتہی
اور شیخ عبدالخالق مزجاجی حنفی اپنے بعض فتاوی میں تحریر کرتے ہیں قد تکلم العلماء والمتاخرون فی ذلک لا نعلم یکن فی القرون السابقۃ فمن مفرط فی ذمہ حتی جزم بالحرمۃ ومن مفرط فی مدحہ ومنہم من توسط وقال انہ مکروہ تحریما وھذا عندی احسن الاقوال واعدلہا اذلا قاطع بتحریمہ ولیس کل موذ ومنتن حراما والا لکان اکل الثوم والبصل والکراث حراما ھذا اکلہ فی شرب دخانہ واما اکلہ وشمہ فھو مکروہ تنزیہا عندی لانہا دون شرب دخانہ انتہی ملخصا
طرفین کے دلائل معلوم ہونے کے بعد واضح ہوگیا کہ قول حرمت تو غیر معتبر ہے کیونکہ اس کے لئے دلیل قطعیہ کا ہونا ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے۔ اور قول جواز بلا کراہت بھی مخدوش ہے۔ البتہ قول کراہتہ قابل اعتبار ہے لیکن تمباکو کھانا یا ناک میں استعمال کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ لہٰذا استعمال ناس اور حقہ نوشی کی بنا پر کسی کی تکفیر کرنا اور جنازہ کی نماز نہ پڑھنا کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آتا اور ایک عالم کی شان سے اتنی بڑی جرأت بہت بعید ہے اور اگر بفرض محال حرمت بھی ثابت ہو جائے تو مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جاسکتی
شرح عقائد نسفی میں ہے کہ حرام کا ثبوت اگر دلیل قطعی سے ہو اور کسی کا اختلاف نہ ہو تو پھر اس کو حلال سمجھنے والے کی تکفیر کی جاسکتی ہے لیکن مختلف فیہ ہونے کی صورت میں کافر نہیں کہا جاسکتا۔ اور فتاوی بزازیہ میں بھی یہی مذکور ہے

غیر اسلامی طریقوں کو پسند کرنا

سوال (۸۴۸) طریق کفر کی ترجیح دینے والا مولوی اور مدد دینے والا اور راضی ہونے والا عوام خواص ان لوگوں کا شریعت میں کیا حکم ہے اور جو شخص مسلمان ہو کر دین اسلام کے طریق اور صورت اور لباس کو ناپسند کرکے برہما کے طریق کے موافق صورت اور لباس کو پسند کرکے اور بال لمبے بڑھا کر عورتوں کے موافق جوڑا باندھتے ہیں اور لباس برہما کا پہنتے ہیں اور پسندا سے کرتے ہیں ان کے شریعت کی رو سے کیا حکم ہے؟
جواب:۔ ایسا شخص فاسق وفاجر ہے بلکہ طریقہ کفار کو پسند کرنے میں خوف کفر ہے

برہمی لوگوں کے تہوار میں شریک ہونا

سوال (۸۴۹) چونکہ اس ملک میں برہما لوگ شروع سال چیت مہینے میں تین روز تک اپنے برہما طریق کے موافق دریا میں قریب ہزار تک آدمی جمع ہو کر پانی سے کھیلتے ہیں اور اس پرب کو بشو پرب کہتے ہیں اور اسی بشو پرب میں جو برہما لوگ کا مبارک اور خوشی کا دن ہوتا ہے اور ان کا بڑا پرب اور میلہ ہوتا ہے جیسا کہ مجوسی کا نوروز اور ہندی لوگ کا دیوالی اور بارنی اشنان دوچار

کشتی لیکر بازی لگاکر ہار اور جیت کی کشتی دوڑاتے ہیں اور کھیلتے ہیں اور کشتی میں لال اور کالے رنگ کا جھنڈا اوڑاتے ہیں اور ناچ اور ڈھول بجاتے ہیں۔ شعر اور اشعار پڑھتے ہیں اور ایک گھڑے میں لال رنگ لگاکر پانی بھرکر اور ایک چھوٹی ڈالی انبہ کی اس میں رکھتے ہیں اور کشتی دوڑاتے وقت جو آدمی کشتی دوڑانے کے لئے موجود رہتے ہیں ان لوگوں کے بدن میں واسطے شگون کے کالا یا لال ایک ایک مرغی کا بچہ دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں اس نیت پر کہ وہ کھیل کی کشتی دریا میں غرق نہ ہو اسی طرح سے اس ملک کے مسلمان لوگ بھی اسی برہما طریق کے موافق ان دنوں میں اس فعل کو اچھا سمجھ کر ذوق اور شوق اور خوشی اور خرمی سے کشتیاں لے کر برہما لوگ کے ساتھ بازی لگاکر پانی سے کھیلتے ہیں اور برہما کے ساتھ موافقت کر کے برہما لوگ کے افعال اور امورات سابق الذکر کو خوشی اور خرمی سے کرتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کی عورتیں بھی خوشی اور ذوق سے اچھی پوشاک اور لباس فاخرہ اور زیورات سونا اور چاندی وغیرہ پہن کر عطر اور خوشبو لگاکر خوانچہ میں بھات اور پکوان وغیرہ جہاں کشتی کا تماشا ہوتا ہے اسی کشتی دوڑانے والے لوگوں کے کھلانے کے لئے لے جاتی ہیں پردہ وغیرہ نہ دار د مثل عورات برہما کے اس افعال کے کرنے والے مرد اور عورتوں پر از روئے شریعت شریف کیا حکم ہوتا ہے۔

جواب: ایسے لہو ولعب کفار میں اہل اسلام کو شریک ہونا حرام ہے بلکہ ان کی موافقت در رضا موجب کفر ہوتی ہے حدیث میں وارد ہے من کثر سواد قوم فهو منهم اور خزانۃ الروایات میں ہے فی الفصول قال الشیخ ابو بکر الطرخانی من خرج الی السدة فقد کفر لان فیه اعلان الکفر وعلی قیاس مسئلة السدة الخروج الی نیروز المجوس والموافقة معهم فیما یفعلونه فی ذلک الیوم من المسلمین کفر وکذا الخروج الی لعب کفرة الهند فی الیوم الذی یدعونه بسرتهی والموافقة معهم فیما یفعلونه من تزئین البقور والافراس والذهاب الی دور الاغنیاء یلزم ان یکون کفرا وکذا الخروج فی لیلة تلعب فیها کفرة الهند بالنیران والموافقة معهم فیما یفعلونه فی ذلک الیوم من المسلمین کفر انتهی

اور فتاوی بزازیہ میں ہے الخروج الی نیروز المجوس والموافقة معهم فیما یفعلونه فی ذلک الیوم کفر واکثر ما یفعل ذلک من کان اسلم منهم فیخرج فی ذلک الیوم ویوافق معهم فیما یفعلونه فی ذلک الیوم فیصیر بذلک کافرا ولا یشعر به اجتمع المجوس یوم النیروز فقال مسلم خوب سیرت نهادند یکفر انتهی

اور بھی اس میں ہے وما جرت العادة بسمرقند بنصب امیر نیروز واجتماع الناس وخروجهم الی باب رحمه واجتماعهم فیه ثلاثة ایام فلا شک انهم ان ارادوا به تعظیم الیوم لذلک کفروا وان ارادوا به غیره فالاصواب ——— ترکه وکذا اجتماع المسلمین یوم فصح النصاری انتهی واللہ اعلم

ابو الحسنات محمد عبد الحی

ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے بکرے کو ذبح کرنا

سوال (۸۵۰) ہنود اس دیار کے ہر سال برسم پرستش گنگا دریا میں غسل کرتے ہیں اور منت لڑکوں کی اتارتے ہیں اور ان کا سر منڈاتے ہیں اور ایک راس بزغالہ گوسفند مادہ کو سیندور لگا کر ہار گلے میں پہنا کر دریا میں ڈالتے ہیں۔ چنانچہ اس پاٹھے کو ملاحان یا مسلمان نکال لاتے ہیں بعض اس کو بیچ ڈالتے ہیں بعض اپنے مصرف میں لاتے ہیں پس آیا اس کو ذبح کرنا درست ہے یا نہیں

جواب:۔ جائز نہیں کیونکہ وہ جانور مالک کی ملکیت خارج نہیں ہوا۔ اگرچہ ما اہل لغیر اللہ میں داخل نہیں

خنزیر کے دودھ سے پروردہ اونٹ کا گوشت کھانا

سوال (۸۵۱) اگر کوئی اونٹ خنزیر کا دودھ پلا کر پالا گیا تو اس اونٹ کا گوشت حلال ہوگا یا نہیں

جواب:۔ ذبح کرنے کے بعد کھانا جائز ہے کیونکہ اس کے گوشت میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور وہ دودھ جو غذا بن کر اسکے پیٹ میں گیا وہ ہلاک ہو گیا جس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ جیسا کہ تمرتاشی نے اپنی کتاب منح الغفار کی شرح میں اس کو صراحتہ بیان کیا۔

رسول اللہؐ نے چہلم کیا

سوال (۸۵۲) ہدیۃ الحرمین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کی وفات کے بعد سوم۔ دسویں۔ بیسویں اور چہلم میں چھوہارے پر فاتحہ دی اور صحابہ کو کھلایا۔ اور موجودہ زمانہ کے علما پھول پان وغیرہ اور دسویں۔ بیسویں چہلم سے منع کرتے ہیں تو ان کا منع کرنا صحیح ہے یا غلط

جواب:۔ ہدیۃ الحرمین میں لکھا ہوا قصہ بالکل غلط ہے۔ کتب معتبرہ میں اس کا نشان تک نہیں۔

غیر مسلمہ دائی کو عقیقہ کا گوشت دینا

سوال (۸۵۳) اگر دائی ریداس (چمار) قوم سے ہو تو بچہ کے عقیقہ کا گوشت اس کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ایک ران بکری کی دائی کو دینا بہتر ہے۔ جیسا کہ زاد المعاد میں ہے خواہ وہ دائی قوم چمار سے ہو۔

میت کے گھر میں حسب معمول کھانا پکانا

سوال (۸۵۴) میت کے مکان میں مرنے کے دن متعینہ جگہ پر حسب معمول کھانا پکانا جائز ہے یا نہیں

جواب:۔ جائز ہے

نرد اور شطرنج کا عادی فاسق ہے

سوال (۸۵۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں اول بموجب مذہب حنفی میں شطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں اگر نا جائز ہے تو اسکے کھیلنے والا فاسق ہے یا کیا دوم عادت دائمی

اور اعلان کے ساتھ کھیلنے والا شطرنج کا فاسق معلن بموجب مذہب حنفی قرار پا سکتا ہے یا نہیں۔
سوم عادت دائمی اور اعلان کے ساتھ شطرنج کھیلنے والے کے پیچھے جب کہ باوجود ممانعت مسلمانوں کے وہ اس عادت کو ترک نہ کرے بموجب مذہب حنفی نماز بلا کراہت ہو جاتی ہے یا نہیں۔ اگر کراہت ہے تو کس قسم کی۔ چہارم ایک مسجد میں جو امام مسلمانوں کی طرف سے مقرر ہے وہ اوقات نماز میں شطرنج کھیلتا ہو اور نمازی جمع ہو کر بعد انتظار کسی اور شخص لائق امامت کو امام بنا کر نماز پڑھ لیں تو ایسی صورت میں کوئی گناہ تو نہیں ہے۔

جواب:۔ درمختار میں مرقوم ہے وکرہ تحریما اللعب بالنرد وکذا الشطرنج واباحہ الشافعی وابو یوسف فی روایۃ وہذا اذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب والا فحرام بالاجماع انتہی ملخصا

اور رد المحتار حاشیہ درمختار میں ہے قولہ الشطرنج معرب شدرنج وانما کرہ لان من اشتغل بہ ذہب عناءہ الدنیوی وجاءہ عناءہ الاخروی فہو حرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام والمسلمین کما فی الکافی انتہی۔

اور بھی اس میں ہے قولہ وہذا الخ وکذا اذا لم یکثر الحلف علیہ وبدون ہذہ المعانی لا تسقط عدالتہ للاختلاف فی حرمتہ انتہی

اور مجمع البرکات میں ہے یکرہ اللعب بالشطرنج والنرد وثلثۃ عشر واربعۃ عشر وکل لہو ما سوی الشطرنج حرام بالاجماع واما الشطرنج فاللعب بہ حرام عندنا واختلفوا فی اللعب بالشطرنج فرخص فیہ بعضہم ولکن بثلث شرائط ان لا یقامر ولا یؤخر الصلوۃ عن وقتہا وان یحفظ لسانہ عن الجفاء والفحش فاذا فعل شیئا منہا فہو مردود الشہادۃ وکرہ الشافعی کراہۃ تنزیہ لا تحریم کالنرد کذا فی مطالب المؤمنین وذکر الغزالی فی خلاصتہ انہ مکروہ عند الشافعی ایضا فلعل ما وقع فی کتبنا ہو قولہ الاول کذا فی نصاب الاحتساب وذکر الغزالی فی الاحیاء فی باب السماع اللعب بالشطرنج مباح ولکن المواظبۃ علیہ مکروہ کراہۃ شدیدۃ کذا فی مطالب المؤمنین انتہی ان عبارات سے یہ امر ثابت ہوا کہ شطرنج کھیلنے والا بطور عادت دائمی کے باتفاق حنفیہ وشافعیہ وغیرہم فاسق ہے اور اس کے فاسق ومعلن ہونے میں کچھ شک نہیں ہے اور نماز فاسق کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے پس اہل اسلام پر واجب ہے کہ ایسے شخص کو امام نہ بنا دیں اور اگر امام کسی مسجد کا مرتکب اس فعل کا ہو تو اس کو امامت سے معزول کر دیں۔ واللہ اعلم

تمباکو کھانا

سوال (۵۶۸) تمباکو کھانا از روئے اتقا کیسا ہے ترک اس کا اولیٰ ہے یا نہیں اور جن وجوہ ثلاثہ کی بنا پر حقہ پینا نزدیک بعض علما کے مکروہ تحریمی ہے ______ اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اس میں سے ایک وجہ یعنی بدبو تمباکو کی کھانے والوں سے پائی جاتی ہے پس اس صورت میں ترک اس کا اولیٰ ہے یا نہیں۔

جواب:۔ عمدہ وجہ کراہت حقہ پینے کی کہ تشبہ بالکفار واستعمال ما بہ العذاب ہے تمباکو کے کھانے میں نہیں ہے

اور فی نفسہ تمباکو بدبودار نہیں ہے البتہ کھانے والے کی بداحتیاطی سے اسکے منہ سے بدبو آتی ہے اگر احتیاط سے ازالۂ بدبو نہ ہو سکے تو ترک اولیٰ ہوگا۔ واللہ اعلم

شبہ زنا پر اپنی عورت کو طلاق دینا

سوال (۸۵۷) زید نے مسماۃ ہندہ بالغہ ناکتخدا سے نکاح کیا۔ زید حتی الوسع خود خبرگیری نان ونفقہ ہندہ کی کرتا ہے اور ہندہ سب طرح سے اطاعت زید مذکور کی کرتی ہے لیکن زید کو ہندہ کی طرف سے ہمیشہ شبہ زنا کا رہتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ بعد بہت استفسار کے ہندہ نے خود زید سے اقرار کیا کہ میں بکر سے مرتکب فعل شنیعہ کی ہوئی ہوں باوجود پردہ داری کے مسمی زید کو اپنی زوجہ کی طرف سے شبہ مردان مختلف سے و دیگر امور خلاف شرعی یعنی روبرو ہونا مردان نامحرم کا رہتا ہے اس صورت میں زید کا طلاق دینا عورت مذکور کو واجب ہے یا نہیں اور اگر طلاق نہ دے تو زید کو ساتھ ہندہ کے کس طرح سے پیش آنا چاہیئے اور اگر زید ہندہ کو طلاق نہ دیگا تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

جواب:- اگر زید اپنے نفس پر قادر ہو کہ بعد طلاق دینے کے اس کی طرف التفات نہ کرے تو طلاق اس کو بہتر ہے اور اگر نہیں تو نکاح میں رکھے اور حتی الوسع نصیحت و زجر و توبیخ کرتا رہے۔ واللہ اعلم

خشخاش کی کاشت کرنا

سوال (۸۵۸) خشخاش کی کاشت کرنا اور انگریزوں یا دوسرے لوگوں کے ہاتھوں اس کی نکلی ہوئی افیون فروخت کرنا کیسا ہے اور اس سے انتفاع حلال ہے یا حرام اور بچوں کو افیون دینا یا دواؤں میں ملانا کیسا ہے؟

جواب: خشخاش کی کاشت جائز ہے مگر اس سے افیون نکالنا اور فروخت کرنا یا دوا میں ملانا اور لڑکوں کو کھلانا حرام ہے۔

مستورات کے لئے آواز بلند کرنا

سوال (۸۵۹) زید اور اس کے جملہ اہل خانہ آپس میں باآواز بلند باتیں کرتے ہیں کہ باہر والے بلا تکلف سن لیتے ہیں اور یہ زید کو اس طرح بولنے سے منع بھی کرتے ہیں تو کیا اپنے گھر میں رہتے ہوئے بھی شریعت انکو باآواز بلند کرنے سے روکتی ہے

جواب:- عورتوں کے لئے تو لازم وضروری ہے کہ بلا ضرورت شرعیہ اپنی آواز کسی غیر کو نہ سنائیں۔ اور باآواز بلند کلام کرنا ان کے لئے گناہ ہے اور زید کو بھی احتیاط کرنا چاہیئے کہ عورتوں سے اس طرح کلام نہ کرے کہ آواز باہر پہنچے۔

کسی چیز میں شرعاً نحوست نہیں

سوال (۸۶۰) حدیث شریف میں کسی چیز کی نحوست کا ذکر ہے یا نہیں؟

جواب:۔ شرعاً کسی چیز میں نحوست نہیں بلکہ کسی چیز میں نحوست کا اعتقاد رکھنے اور فال بد لینے کی حدیث میں ممانعت کی گئی ہے۔

حرام کی مغز کی کراہت

سوال (۸۶۱) حرام مغز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ اور بصورت کراہت تحریمی اس کا مغز نکالنا صرف بڑے جانوروں سے ضروری ہے یا ہر چھوٹے بڑے جانوروں سے۔

جواب:۔ نصاب الاحتساب اور مطالب المومنین میں اس کو مکروہ لکھا ہے اور ظواہر کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ کراہت تنزیہی ہے۔ لہٰذا اگر کسی جانور کا مغز نکالنے میں دشواری ہو تو ضروری نہیں ورنہ نکال لیا جائے۔

راگ گانا

سوال (۸۶۲) گانا راگ کا عموماً و معرفت کا خصوصاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر بغیر کسی مجلس اور بغیر مزامیر و دیگر محرمات کے ہو تو حرج نہیں ورنہ حرام ہے

موت کو خدا گنج گیا سے تعبیر کرنا

سوال (۸۶۳) ایک شخص کہتا ہے کہ زید خدا گنج گیا اور مقصد اس کی وفات کو بیان کرنا ہے بعض لوگوں نے اس کو شرک کہا تو اس کہنے والے کا حکم شرعی کیا ہے۔

جواب:۔ چونکہ یہ لفظ خبر وفات کے لئے مشہور ہے اس جملہ سے خدا کے لئے کوئی گنج یا مکان کا ثبوت نہیں کیا جاتا اس لئے اسمیں شرک نہ ہوگا البتہ بے ادبی ضرور ہے۔

سودخوار کے وکیل کا حج کرنا

سوال (۸۶۴) زید نے حج کے واسطے جو روپیہ جمع کیا وہ کسی مہاجن سودخوار کا وکیل بن کر حاصل کیا تھا تو اس مال سے حج کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: جائز نہیں۔

توبہ کے بعد سابقہ مال حرام سے فعل خیر کرنا

سوال (۸۶۵) ایک عورت طوائف تائب ہوئی ہے اس کے پاس مال اپنے پیشے کا اندوختہ سابق جمع ہے اس میں سے کار خیر مثلاً میلاد شریف زکوٰۃ اور حج کار خیر وغیرہ مثل ذالک و خیرات محتاجان و تنخواہ تعلیم کنندہ قرآن کہ خود اور ایک لڑکی پڑھتی ہے اور لبابالان قرآن قرآن دیتی ہے اور کرتی ہے اور ارادہ اس طرح ہے کہ ہمیشہ یہ امور جاری رہیں ہر گاہ کہ یہ سب امور اس مال سے ناجائز و نادرست ہوں۔ اس صورت اس کو عذر چند طرح کے پیش ہیں۔

اول یہ کہ کھانا اسی مال سے واسطے طاقت پڑھنے نماز کے کھاتی ہے اور کپڑا واسطے ستر عورت کے پہنتی ہے کہ نماز درست ہووے
دوسرے یہ کہ روزہ رکھتی ہے اور اسی مال سے وقت افطار کے کھاتی اور کھلاتی ہے تاکہ دوسرے روز روزہ رکھنے کی قوت حاصل ہووے
تیسرے بروز عید اضحے قربانی کرتی ہے اور مساکین کو گوشت دیتی ہے۔
چوتھے یہ کہ ارادہ حج بیت اللہ کا رکھتی ہے۔ سو یہ سب کام احکام فرض اور خیر کے ہیں یہ سب بھی ناجائز ہو جاویں گے یعنی نماز اور روزہ اور قربانی اور حج درست نہ ہوں گے تو سب کو چھوڑے اور دست بردار ہو جاوے اس پر بھی فکر رہی کہ اس مال اندوختہ کو کس کام میں خرچ کرے آیا شراب خواری اور عیاشی و قمار بازی کرے اور شراب خواروں یا اوباشوں اور قمار بازوں کو دے ڈالے کہ وہ سب اپنے فعل شنیعہ میں خرچ کریں۔ یا یہ کہ انگریزوں کو دیدیوے یا قرض پس جو معقول صورت اس مال کے متعلق ہو تحریر فرمائیے۔

جواب:۔ مال حرام سے امور خیر کرنا اور کھانا پینا اور اس کو تصرف میں لانا سب حرام ہے اور اگر اس مال کو امور حرام میں صرف کریگی تو اور زیادہ گنہگار ہوگی۔ اس طوائف کو لازم ہے کہ کسی سے روپیہ قرض لیکر اس مال سے ادا کرے اور جس قدر اس کے پاس مال حرام ہے اس قدر قرض لے کر سب امور خیر کرے اور اس قرض کا ادا اسی مال حرام سے کردے۔ واللہ اعلم

بجنے والا زیور پہننا

سوال (۸۶۶) عورتوں کو اس قسم کا زیور نقرئی پہننا جو خود بجنے والا نہ ہو مگر ایک دوسرے سے لگ کر بجے جیسے کڑے چھڑے حسب معمول اس دیار کے کہ تین عدد پیروں میں پہنتے ہیں اور بروقت رفتار لگ کر بجتے ہیں یا گھنگرو اس قسم کے کہ جن کے اندر بجانے والا دانہ ہو مگر وہ بھی آپس میں لگ کر بجتے ہوں جائز و درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ عورتوں کو ایسا زیور پہننا جو حرکت پاکر خود آواز کرے یا ایک دوسرے کو لگ کر بجے جس کی آواز سے ——— سے اظہار مخفی زینت کا ہو اور جانا جاوے کہ عورت فلانی زیور والی ہے منع ہے اس واسطے کہ علم بآواز زیور مورث میل و خواہش کا ہوتا ہے مردوں کو کما فی البیضاوی ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن لیتقعقع خلخالھا فیعلم انھا ذات خلخال فان ذلک یورث میلا فی الرجال وھو ابلغ من النھی عن اظھار الزینۃ وادل علی المنع من رفع الصوت انتھی
اور یہ معلوم ہے کہ جس مرد پر غلبۂ شہوت عورتوں کا ہوتا ہے جب ان کے زیور کی آواز سنتا ہے ہو جاتا ہے یہ سبب زیادتی خواہش کا ان کے دیکھنے میں کما فی التفسیر الکبیر اما قولہ تعالیٰ ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن

فقال ابن عباس وقتادة كانت المرأة تمر بالناس وتضرب برجلها ليسمع قعقعة خلخالها ومعلوم ان الرجل الذي يغلب عليه شهوة النساء اذا سمع صوت الخلخال يصير ذلك داعية زائدة في مشاهدتهن وقد علل تعالى ذلك بان قال ليعلم ما يخفين من زينتهن من الحلي وغيره انتهى

اور حدیثوں سے ایسا ظاہر ہے کہ لڑکیوں کو بھی ایسا زیور پہننا منع ہے کما فی المشکوٰۃ وعن ابن الزبير ان مولاة لهم ذهبت بابنة الزبير الى عمر بن الخطاب وفي رجلها اجراس فقطعها عمر وقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول مع كل جرس شيطان رواه ابوداؤد وعن بنانة مولاة عبدالرحمن بن حيان الانصاري كانت عند عائشة اذ دخلت عليها بجارية وعليها جلاجل يصوتن فقالت لا تدخلنها علي الا ان تقطعن جلاجلها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تدخل الملائكة بيتا فيه جرس رواه ابوداؤد انتهى والله اعلم نمقه شجاعت علی عفی عنہ

فی الواقع ایسا زیور پہننا کہ آواز دیتا ہے نہیں جائز ہے۔ واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

بغیر استاد کے قرآن مجید پڑھنا

سوال (۸۶۷) رواج ہے کہ بچپن میں چند سپارے استاد سے پڑھ کر چھوڑ دیے۔ دوسرے علوم سے فارغ ہو کر خود اس کی تکمیل کرتے ہیں کیا ایسا کرنا اور بغیر استاد کے پڑھنا جائز ہے۔

جواب:- جائز ہے۔ جلال الدین سیوطی اتقان میں تحریر فرماتے ہیں ادعى ابن خير الاجماع على انه ليس لاحد ان ينقل حديثا عن النبي صلى الله عليه وسلم ما لم يكن له به رواية ولو بالاجازة فهل يكون حكم القرآن كذلك فليس لاحد ان ينقل آية او يقرأها ما لم يقرأها على الشيخ لم اره في ذلك نقلا ولذلك وجه من حيث ان الاحتياط في اداء الفاظ القرآن اسند منه في الفاظ الحديث ولعدم اشتراطه وجه من حيث ان اشتراط ذلك في الحديث انما هو خوف ان يدخل في الحديث ما ليس منه او يتقولوا على النبي صلى الله عليه وسلم ما لم يقله والقرآن محفوظ منه وهذا هو الظاهر انتهى

اور اسی مکتوب میں ہے الاجازة من الشيخ غير شرط في جواز التصدي للقرآة والافادة فمن علم من نفسه الاهلية جاز له ذلك وان لم يجزه احد وعلى ذلك السلف الاولون والصدر الصالحون وكذلك في كل علم وفي الاقراء والافتاء انتهى

انگریزی زبان کی تعلیم

سوال (۸۶۸) تعلیم زبان انگریزی آیا وہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز اور آیا اس کے عدم جواز پر من تشبہ بقوم فهو منهم سے استدلال ہو سکتا ہے یا نہیں اور بعض احادیث میں جو وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرام کو توریت یا انجیل پڑھتے دیکھ کر ان کو اس کے پڑھنے سے منع

فرمایا اس روایت سے تعلیم زبان انگریزی کا شرعًا ممنوع ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟
جواب:۔ نفس تعلیم زبان انگریزی کا شرعًا جائز ہے۔ کیونکہ موافق علم اصول کے اصل حلت ہے پس تاوقتیکہ منع شرعی ثابت نہو ہر شے شرعًا جائز سمجھی جاوے گی۔ من تشبہ لقوم الخ اور نہ دوسری روایت سے انگریزی سیکھنا ممنوع نہیں ثابت ہوتا... کیونکہ اسمیں تشبہ بالنصاری نہیں ہے اور نہ انگریزی زبان توریت و انجیل ہے۔ اشرف علی عفا اللہ عنہ
فی الواقع نفس تعلیم زبان انگریزی شرعًا ممنوع نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو زبان یہودی سیکھنے کا حکم کیا جیساکہ جامع ترمذی وغیرہ میں مروی ہے اور ملا علی قاری مکی کی شرح مشکوۃ میں لایعرف فی الشرع تحریم علم لغۃ من اللغات سریانیۃ کانت او عبرانیۃ ہندیۃ کانت او ترکیۃ او فارسیۃ کانت او غیرہا انتہی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منع کرنا قرارت توریت سے اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ زبان کفار میں ہے۔ بلکہ اس غرض سے تھا کہ ایسا نہ ہو اس امت کے لوگ قرآن کو واگذاشت کرکے اور کتب سابقہ کو کیطرف متوجہ ہو جاویں اور اپنے دین کو غارت کردیں تفصیل اس کی شرح کتب حدیث میں موجود ہے اور حدیث میں تشبہ ... تعلیم زبان سے کچھ واسطہ نہیں اور اوضاع خاصہ واطوار خاصہ کفار کو طعام و شراب و لباس و مشی وغیرہ میں اختیار کرنا داخل تشبہ ہے نہ کسی زبان کو سیکھنا واللہ اعلم۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی

مختلف زبانوں کی تعلیم حاصل کرنا

سوال (۸۶۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درباب جواز تعلیم زبان انگریزی بشمول دیگر السنہ جن کی تعلیم کی غرض سے نواب صاحب بہادر والی سورۃ نے ایک مدرسہ خاص مسلمانوں کی تعلیم کے واسطے جاری فرمایا ہے۔ ہرچند کہ خاص شہر جوناگڈھ میں مکتب گجراتی اردو زبان کے ہیں اور ہائی اسکول بھی جس میں انگریزی تعلیم عمومًا ہندو مسلمان کو ہوتی ہے موجود ہے۔ مگر خاص بغرض تحفظ دین وعقائد اہل اسلام حضور نواب صاحب بہادر دام اقبالہ نے یہ مدرسہ مسلمانوں ہی کے واسطے قائم فرمایا اور ایک عالم متقی اور پرہیزگار کو اس کا پرنسپل مقرر کیا ہے کہ تعلیم علوم دینی ودنیاوی باحسن وجوہ ہو۔ اس صورت میں علمائے دین اس طور کی تعلیم انگریزی کو جس میں خیال دین مقدم ہو جائز فرماتے ہیں یا نہیں ؟
جواب:۔ اس طور سے تعلیم زبان انگریزی کہ جس میں خیال دین مقدم ہو درست ہے۔ شرعًا کسی زبان کے سیکھنے کی اگرچہ وہ زبان کفار کی ہو ممانعت نہیں وارد ہے بلکہ جب منجر کسی مفسدہ کی طرف ہو اور اس سے انسان کے اطوار شرعیہ وعقائد دینیہ میں خلل واقع ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بعض صحابہ کو زبان یہودی سیکھنے کی اجازت دی ہے۔ جامع ترمذی میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اتعلم السریانیۃ وفی روایۃ امرنی ان اتعلم کتاب یہود وقال انی ما آمن یہود علی کتاب قال فما مر بی نصف شہر حتی تعلمتہ فکان اذا کتب الی یہود کتبت واذا کتبوا الیہ قرأت لہ کتابہم انتہی

ملا علی قاری مکی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں قیل فیہ دلیل علی تعلم ما ہو حرام فی شرعنا المتوقی عن الوقوع فی الشر کذا ذکرہ الطیبی فی ذیل کلام للمظہر وہو غیر ظاہر اذ لا یعرف فی الشرع تحریم علم لغۃ من اللغات سریانیۃ کانت او عبرانیۃ ہندیۃ او ترکیۃ فارسیۃ اوغیرہا نعم یعد من اللغو مالا یعنے وہو مذموم عند ارباب الکمال الا اذا ترتبت علیہ فائدۃ فح یستحب کما یستفاد من الحدیث انتہی

عورتوں کو کتابت سکھانا

سوال (۸۷۰) عورتوں کو کتابت سکھانا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب:- جائز ہے۔ روایات حدیث اور عبارت فقہا اس پر شاہد ہیں اور اکابر علماء کا عمل جواز کا مؤید ہے حیوۃ الحیوان میں ذکر نمل کے تحت لکھا ہے۔ اخرج ابوداؤد والحاکم وصححہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لشفا بنت عبد اللہ علمی حفصۃ رقیۃ النملۃ کما علمتہا الکتابۃ والنملۃ قروح تخرج فی الجنب من البدن ورقیتہا شئ کانت تستعملہ النسا انتہی اس روایت صحیحہ سے واضح ہوگیا کہ حضرت شفا کتابت جانتی تھیں۔

حضرت معاویہ کی ہجو میں اشعار پڑھنا

سوال (۸۷۱) ماقولکم رحمکم اللہ تعالی دریں اشعار ؎

داستان پسر ہندہ مگر نشنیدی ۔۔۔ کہ از وو ز سہ تن او بہ پیمبر چہ رسید

پدر او در دندان پیمبر بشکست ۔۔۔ مادر او جگر عم پیمبر بمکید

او بناحق حق داماد پیمبر بگرفت ۔۔۔ پسر او سر فرزند پیمبر ببرید

برچنیں قوم تو لعنت نکنی شرمت باد ۔۔۔ لعن اللہ یزید او علی قوم یزید

امور تنقیح طلب (۱) پسر ہندہ کس صحابی سے مراد ہے ان کا اسم شریف کیا تھا۔

(۲) صحابی موصوف سے کیا سوء ادبی جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں واقع ہوئی تھی۔

(۳) صحابی موصوف کے سہ تن ان کے کون کون اعزا سے مراد ہے اور ان کے کیا نام ہیں۔

(۴) صحابی موصوف کے والد نے دندان مبارک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کیا تھا یا نہیں اور انکا نام کیا تھا

(۵) صحابی موصوف کی والدہ نے عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کیا تھا اور ان کا نام کیا تھا۔

(۶) صحابی موصوف نے حق داماد پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم یعنی امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا کیونکر غصب کیا تھا اور یہ معاملہ کس طور پر واقع ہوا تھا۔

(۷) صحابی موصوف کا بیٹا جس نے قرۃ العین رسول اللہ صلعم کو شہید کیا تھا ان کا کیا نام تھا یزید سے مراد ہے یا اور کسی سے لفظ چنیں قوم سے کون قوم مراد ہے سنی یا خارجی۔

(۸) قوم یزید سے کون قوم مراد ہے سنی یا خارجی، اہل سنت وجماعت کو ان اشعار کا پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ اگر

اہل سنت کو اس کا پڑھنا درست نہیں اور اتفاقا نظر اس جگہ پر جہاں یہ اشعار لکھے ہوں جا پہنچے اور دیکھ لیا تو کچھ کفارہ ادا کرنا چاہیئے یا نہیں اور اگر ادا کرنا چاہیئے تو اس کی تصریح معلوم ہونا چاہیئے۔

جواب:- اہل سنت کو اس شعر کا کہ ہمہ تن مشتمل ہے ہجو صحابہ پر پڑھنا نہیں درست ہے اور اگر اتفاقا بوجہ نا معلوم ہونے اس کے مطلب کے پڑھ لیا یا دیکھ لیا تو کچھ حرج نہ ہوگا اور کچھ گناہ یا کفارہ لازم نہ ہوگا۔ مگر بعد معلوم ہونے مطلب کے کہ اس کو پڑھنا حرام ہے۔ پسر ہندہ سے مراد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں ان کی والدہ کا نام ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھا۔ تا زمانہ فتح مکہ وہ اور ان کے شوہر ابوسفیان والد معاویہؓ کافر تھے سن ہجری آٹھ تھا۔ جب کہ فتح مکہ ہوئی اور اسی سال دونوں مشرف باسلام ہوئے اور معاویہؓ بھی اسی وقت اسلام لائے ہنگام غزوہ احد کہ سنہ تین ہجری میں ہوا تھا ابوسفیان اور ان کی بی بی کفار کے لشکر میں آئے تھے اسی غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے بعض لکھتے ہیں کہ ابوسفیان نے شہید کیا تھا اور بعض عتبہ بن ابی وقاص کا نام لیتے ہیں جسے سعادت اسلام نصیب نہیں ہوئی اور صحیح یہی ہے اور جس نے ابوسفیان کو لکھا اس کو شبہ پڑا کہ عتبہ کی والدہ کا نام ہندہ بنت وہب بن الحارث بن زہرہ تھا پس چونکہ ابوسفیان کی بی بی اور عتبہ کی والدہ کا نام ایک ہی تھا۔ اس وجہ سے اس نے اس حرکت کو ابوسفیان کی طرف منسوب کر دیا یہی مراد ہے اس شاعر خبیث کی ع۔ پدر او دُر دنداں پیمبر بشکست۔ سے اور جس وقت غزوہ احد میں چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ابوسفیان کی بی بی ہندہ نے بسبب شدت عداوت ان کے جسد مقدس کو چاک کر کے ان کا جگر نکالکر چوس لیا۔ یہی مراد ہے خبیث کی جملہ ع۔ مادر او جگر عم پیغمبر بکید سے۔ اور معاویہؓ نے باب خلافت میں جو حضرت علیؓ سے مقابلے کئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بعد شہادت حضرت علیؓ کے امام حسینؓ نے مصالحہ کر لیا اور خلافت حضرت معاویہ کو سپرد کر دی اس کی طرف خبیث نے جملہ ع۔ او بناحق حق داماد پیمبر بگرفت۔ سے اشارہ کیا اور یزید بن معاویہؓ نے امام حسینؓ کی شہادت میں جو کچھ قبائح کئے اس کی طرف اس مصرع:- پسر او سر فرزند پیمبر ببرید۔ میں اشارہ ہے اور مراد چنیں قوم سے یزید اور اسکے مادر و پدر و پدر پدر ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک قبائح یزید تو البتہ قابل ملامت ہیں باقی قبائح ابوسفیان اور ہندہ کے ان کے اسلام سے سب محو ہو گئے اور معاویہؓ کے مقاتلے بھی خطائی الاجتہاد پر محمول ہیں ان تینوں حضرات صحابہ کو برا کہنا نہیں درست ہے تفصیل ان سب امور کی کتب علم کلام میں اور کتب اخبار صحابہ میں مسطور ہے۔

بالغ کی ختنہ کا حکم

سوال (۸۷۲) مسلمان بچہ بالغ بغیر ختنہ کے ہو یا کافر مسلمان ہوا ہو جوان یا بوڑھا تو اس کی ختنہ کرانا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:- بمذہب اصح ختنہ سنت مؤکدہ ہے فرض نہیں اور ستر عورت فرض ہے۔ لہذا بالغ کے لئے ختنہ ضروری

نہیں۔ ہاں اگر وہ خود اپنی ختنہ کر لے یا ختنہ کرنے والی عورت خریدے یا نکاح کرے اور اس سے ختنہ کرائے تو کوئی حرج نہیں اور نومسلم کے لئے ختنہ کرانا ضروری ہیں۔ خزانۃ الروایات میں ہے فی الذخیرۃ ان المسلم یختن مالم یبلغ فاذا بلغ لم یختن لان ستر عورت البالغ فرض والختان سنۃ فلا یترک الفرض للسنۃ والکافر اذا اسلم یختن بالاتفاق لمخالفتہ دین الاسلام وھو بالغ انتہی۔

اور مجمع البرکات میں ہے وقیل فی ختان الکبیر اذا امکن ان یختن نفسہ فعل والالم یفعل الاان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ انتہی

سات زمین اور سات پیغمبر

سوال (۸۷۳) زید نے بہ تتبع ایک عالم کے جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی دربارہ قول ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ جو درمنثور وغیرہ میں ہے ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم وموسی کموسی کم وعیسی کعیسی کم ونبی کنبیکم کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور کو صحیح اور معتبر ہے اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں۔ اور ہر طبقے میں مخلوق الہی ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقے میں انبیا کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے مگر اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت نہیں اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ہوں۔ اس لئے کہ اولاد آدم جس کا ذکر ولقد کرمنا بنی آدم میں ہے اور سب مخلوقات سے افضل ہے وہ اسی طبقہ کی آدم کی اولاد ہے بالاجماع اور ہمارے حضرت صلی اللہ تعالی سب اولاد آدم سے افضل ہیں تو بلا شبہہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں آپ کے مماثل کسی طرح نہیں ہو سکتے انتہی۔

اور باوجود اس تحریر کے زید کہتا ہے اگر شرع سے اس کے خلاف ثابت ہوگا تو میں اسی کو مان لوں گا میرا اصرار اس تحریر پہ نہیں پس علمار شرع سے استفسار یہ ہے کہ الفاظ حدیث اس معنون کو محتمل ہیں یا نہیں اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہل سنت وجماعت سے ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ مخفی نہ رہے کہ حدیث مذکور محققین محدثین کے نزدیک معتمد ہے حاکم نے اس کے حق میں صحیح الاسناد کہا اور ذہبی نے حسن الاسناد کا حکم دیا اور اس حدیث کے ثبوت میں کوئی علت قادحہ معتمدہ نہیں ہے۔ اور زمین کے طبقات جدا گانہ ہونا بہت احادیث سے ثابت ہے اور اس حدیث مذکور سے ہونا انبیار کا طبقات باقیہ میں ثابت ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سلسلہ نبوت اس طبقے میں واسطے ہدایت سکان کے تیار ہوا اسی طرح سے ہر طبقے میں سلسلہ

نبوت کا واسطے ہدایت وہاں کے سکان کے تیار ہوا اور چونکہ بدلائل عقلیہ ونقلیہ لامتناہی سلسلے باطل ہے ۔ لاجرم ہر طبقے میں ایک مبدا رسلسلہ ہوگا کہ وہ ہمارے آدم کے ساتھ مشابہ کیا گیا اور ایک آخر سلسلہ ہوگا کہ وہ ہمارے خاتم کے ساتھ تشبیہ دیا گیا ۔ پس بنا ر علیہ اواخر انبیار طبقات تحتانیہ پر اطلاق خواتم کا درست ہے ۔ اب یہاں تین احتمال ہیں ۔

ایک یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ بعد عصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے ہوں ۔ دوسرے یہ کہ مقدم ہوئے ہوں تیسرے یہ کہ ہمعصر ہوں ۔ احتمال بحدیث لا نبی بعدی وغیرہ باطل ہے اور برتقدیر احتمال ثانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم انبیاء ہر طبقات کے ہونگے اور برتقدیر ثالث دو احتمال ہیں ۔ ایک یہ کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص ساتھ اسی طبقے کے ہو اور آپ کی خاتمیت بہ نسبت انبیا اسی طبقے کے ہو اور ہر طبقہ تحتانیہ میں وہاں کے خاتم کی رسالت ہو اور ہر ایک ان میں صاحب شرع جدید و خاتم انبیائ کے اپنے طبقات کا ہو ۔ دوسرے یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ تبع شریعت محمدیہ ہوں اور کوئی ان میں کا صاحب شرع جدید نہ ہو اور دعوت ہمارے حضرت کی عام اور ختم آپ کا بہ نسبت جملہ انبیائ طبقات کے حقیقی ہو اور ختم ہر ایک خواتم باقیہ کا بہ نسبت اپنے اپنے سلسلے اضافی ہو احتمال اول بہ نسبت عموم نصوص بعثت نبویہ کے کہ جس سے صاف آنحضرت کا مبعوث ہونا تمام عالم پر معلوم ہوتا ہے باطل ہے اور علمائے اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا اور نبوت آپ کی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہمعصر ہوگا متبع شریعت محمدیہ کا ہوگا ۔ چنانچہ تقی الدین سبکی سے جلال الدین سیوطی رسالۃ الاعلام بحکم عیسٰی علیہ السلام میں نقل کرتے ہیں :۔

قال السبکی فی تفسیرہ مامن نبی الا اخذ اللہ علیہ المیثاق انہ ان بعث محمد فی زمانہ لیومنن بہ ولینصرنہ ویوصی امتہ بذلک وفیہ من النبوۃ وتعظیم قدرہ مالا یخفی وفیہ مع ذلک انہ علی تقدیر مجیئہ فی زمانہم یکون مرسلا الیہم ویکون نبوتہ ورسالتہ عامۃ لجمیع الخلق من زمن آدم الی یوم القیامۃ ویکون الانبیاء وامہم کلہم من امتہ فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء ، ولو اتفق لبعثتہ فی زمن آدم ونوح وابراہیم وموسٰی وعیسٰی وجب علیہم وعلی امہم الایمان بہ ونصرتہ ولہذا یاتی عیسٰی فی آخر الزمان علی شریعتہ ولو بعث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی زمان موسی وابراہیم ونوح وآدم کانوا مستمرین علی نبوتہم ورسالتہم الی امہم والنبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی علیہم ورسول الی جمیعہم انتہی ۔

اور بحر العلوم مولانا عبدالعلی اپنے رسالہ فتح الرحمن میں لکھتے ہیں ۔ مقتضی ختم رسالت دو چیز است یکے آنکہ بعد دے رسول نباشد ودیگر آنکہ شرع دے عام باشد و ہر کسیکہ موجود باشد وقت نزول شرع دی اتباع شرع دے بر دو واجب وفرض است وشرحش اینکہ ہمہ رسل در اخذ شرع مستمد از خاتم الرسالۃ اند وچونکہ شرع او عام باشد پس دیگرے صاحب شرع نباشد انتہی

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث ابن عباس صحیح و معتبر ہے اور اس سے طبقات تحتانیہ میں وجود انبیا ثابت ہے ۔ اور یہ بہ نسبت لبطلان تناہی سلسلے کے ہر ایک طبقے میں ایک آخر انبیار بہ نسبت اس طبقے کے ہونا ضروری ہے لیکن مطابق

عقائد اہل سنت یہ امر ہے کہ دعوت ہمارے حضرت کی عام ہے۔ تمام مخلوقات کو شامل ہے پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہیے کہ خواتم طبقات باقیہ بعد عصر نبویہ نہیں ہوئے یا قبل ہوئے یا ہمعصر اور بر تقدیر اتحاد عصر تبع شریعت محمدیہ ہوں گے اور ختم ان کا بہ نسبت اپنے طبقے کے اضافی ہوگا اور ختم ہمارے حضرت کا عام ہوگا اور تفصیل ان سب امور کی میں نے کما حقہ اپنے دو رسالوں میں ایک مسمی بالآیات البینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات دوسری مسمی بدافع الوسواس فی اثر ابن عباس کی ہے۔ ہرگاہ یہ امر ممہد ہو چکا پس سمجھنا چاہیئے کہ زید کو جس نے عبارت جو سوال میں مرقوم ہے لکھی ہے ہرگاہ مماثلت سے انکار ہے اور صحت حدیث و ثبوت تعدد خواتم طبقات تحتانیہ کا قائل ہے۔ مخالف اہل سنت کے نہیں ہے نہ کافر نہ فاسق بلکہ متبع سنت مگر ہاں اگر نبوت محمدیہ کو ساتھ اسی طبقے کے خاص کرتا ہو اور ہر ایک خاتم کو صاحب شرع جدید سمجھا ہو تو البتہ قابل مواخذہ کے ہے۔ کیونکہ یہ امر خلاف نصوص و خلاف کلمات علما کے معلوم ہوتا ہے اور اگر مجرد تعدد خواتم کا قائل ہو اور ختم ہمارے رسول کو حقیقی بہ نسبت جملہ انبیاء جملہ طبقات کے سمجھتا ہے اور ختم ہر ایک خواتم باقیہ کو اضافی کہتا ہے تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں۔

واللہ اعلم، ابوالحسنات محمد عبدالحی

نوشہ کو گھوڑے پر سوار کرنا

سوال (۸۷۴) صرف نوشہ کے لئے عمدہ فرش بچھانا اور پیچھے اس کے پردہ کپڑے کا کہ اس ملک میں اس کو مسہری بولتے ہیں کھڑا کرنا اور خاص نوشہ کو سواری پر جانا گو ہمیشہ پیدل جاتا ہو اور سر پر چاندنی کھڑی کرنا اور جو متعلق نوشہ یعنی باپ بھائی بھتیجا وغیرہ ہوں ان کو عمدہ کھانا کھلانا یہ امور مذکورہ بدعت ہیں یا نہیں اور اگر بدعت ہیں تو کونسی بدعت ہیں اور یہ امور مثل ناچ باجہ اور فاتحہ جو کہ کھانے کے سامنے ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں برابر ہے یا کم؟

جواب: یہ امور مثل ناچ باجہ کے کہ جن کی حرمت منصوص ہے نہیں بلکہ قبیل بدعات مباحہ سے ہیں۔ مگر چونکہ اس قسم کے امور میں اکثر ریا و سمعہ و تفاخر منظور ہوتا ہے اس وجہ سے بعض فقہا حکم کراہت کا دیتے ہیں نصاب الاحتساب میں بحث مفاسد مجالس نکاح میں مذکور ہے الاول احضار المغنیین واظہار الغناء فانہ حرام والثانی احضار المعازف والملاہی وانہ حرام والثالث اظہار لعب اللاعبین وانہ حرام والرابع ستر حیطان البیت بالثیاب الجمیلۃ تزیینا وانہ مکروہ عندنا والخامس رکوب الخیول والطواف بالبلد من غیر حاجۃ فی جمیع الناس انتہی

ہاتھی کی سواری

سوال (۸۷۵) ہاتھی پر سواری کرنا کیسا ہے؟

جواب: امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور منح الغفار میں ہے والفیل کالخنزیر عند محمد فیکون حکمہ حکمہ وعندھما کسائر السباع نجس السور واللحم لا العین فیجوز بیع عظمہ والانتفاع بہ فی الحمل والمقاتلۃ انتہی

اور مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں شیخین کے قول کی تائید کی گئی ہے۔ مذکور ہے والمختار قولہما انتہی

ہاتھی کا پہلا سوار

سوال (۸۷۶) ہاتھی پر سب سے پہلے کون شخص سوار ہوا۔

جواب:۔ باوجود تلاش کے معلوم نہ ہوسکا۔ البتہ حیوۃ الحیوان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھی کا وجود ذوالقرنین کے زمانہ میں تھا

کھٹمل کو گرم پانی سے مارنا

سوال (۸۷۷) چارپائی سے کھٹمل نکالنے کے لئے گرم پانی ڈالنا یا ان کو پانی میں ڈالنا کیسا ہے؟

جواب:۔ مکروہ ہے۔ مطالب المومنین میں ہے احراق القمل والعقرب وغیرھما بالنار مکروہ لان فی الحدیث لا یعذب بالنار الاخالقہا واکرہ القاؤہ فی الماء انتہی

سانپ کے کاٹے پر منتر پڑھنا

سوال (۸۷۸) سانپ یا بچھو کے کاٹے پر منتر پڑھنا کیسا ہے اور اس کا کوئی منتر حدیث میں مذکور ہے یا نہیں

جواب:۔ جائز ہے بشرطیکہ قرآن وحدیث کی بیان کردہ دعا کے ساتھ ہو۔ لیکن زبان فارسی یا ایسی چیز کے ساتھ منتر پڑھنا جس کے معنی معلوم نہ ہوں جائز نہیں کیونکہ اسمیں احتمال کفر ہے۔ امام مالک حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص قبیلہ بنی سلیم کا آکر کہتا ہے شب خواب کردم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت فرمائی وہ جواب دیتا ہے یا رسول اللہ میرے بچھو نے کاٹ لیا تھا سن کر آپ فرماتے ہیں اگر تو بوقت شب اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق کہہ لیتا تو کچھ اثر نہ ہوتا۔ نیز حدیث میں مذکور ہے اگر کوئی شخص اول شب میں یہ دعا عقدت ذنب العقرب ولسان الحینہ وید السارق بقول اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ پڑھ لے تو سانپ و بچھو اور چور کے شر سے محفوظ رہے۔ اور ایک مجرب دعا اور ہے کہ بچھو کے کاٹنے کی وجہ سے درد جس جگہ تک پہنچ گیا ہو اس جگہ ایک لوہا رکھ کر یہ دعا پڑھی جائے سلام علے نوح فی العالمین وعلی محمد فی المرسلین من حاملات السم اجمعین لادابتہ بین السماء .... والارض الا ربی اخذ بناصیتہا اجمعین کذلک یجزی عبادہ المحسنین ان ربی علی صراط المستقیم نوح نوح قال لکم نوح من ذکرنی لا تاکلوہ ان ربی بکل شیء علیم وصلے اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

علما کی جوتیاں سیدھی کرنا

سوال (۸۷۹) علما وصلحاء کی جوتیاں اٹھانا اور سیدھی کرنا جائز ہے یا نہیں

جواب:۔ اگر بہ نیت خالص خدمت مقصود ہے تو صرف جائز ہی نہیں بلکہ امر مستحسن ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نوری ہونا

سوال (۸۸۰) اللہ کی ذات، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے اصل اور مادہ ہے یا نہیں اور جو مشہور ہے اِن رسول اللہ من نور اللہ تعالیٰ۔ اس کا کیا مطلب ہے اور حضور کی ذات قدیم ہے یا حادث ؟

جواب:۔ اللہ کی ذات کسی کے لئے بھی مادہ اور اصل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ تو قدیم ہے جو کسی حادث کے واسطے مادہ نہیں بن سکتی۔ اور قدیم کہا جاتا ہے ایسے فرد واحد کو جس میں تقسیم اور اجزا نہ ہو سکیں۔ اور انفصال اجزا کے بغیر کسی شے کی اصل بننا ناممکن ہے۔ جیسا کہ کتب عقائد میں مذکور ہے۔

اور زرقانی شرح مواہب اللدنیۃ میں انہ من نور اللہ کی تشریح کرتے ہیں کہ من نور سے مراد ذات باری ہے جس یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ نور کوئی مادہ ہے جس کے بعض اجزا سے رسول کا نور بنایا گیا بلکہ بتانا صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا تعلق آپ کے وجود کے ساتھ بلا واسطہ ہے انتہی کلامہ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدیم یا حادث ہونا، معنی قدیم معلوم نے پر موقوف ہے۔ قدیم کے دو معنی ہیں

(۱) ایسا موجود جس کی کوئی ابتدا ہی نہ ہو جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اور یہ قدیم کے حقیقی معنی ہیں

(۲) وہ موجود جس کی ابتداء تو ہو مگر وہ تمام موجودات میں اصل اور طویل ہو تو اسکو قدیم مجازاً کہہ دیا جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلعم کی ذات معنی اول کے اعتبار سے قدیم نہیں البتہ معنی ثانی کے اعتبار سے قدیم کہا جا سکتا ہے۔

زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں الازلی القدیم لیس لہ ابتداً و یطلق مجازاً علی ماطال عمرہ والوجود ثلاثۃ ازلی وابدی وھو الحق سبحانہ وتعالیٰ ولا ازلی ولا ابدی وھو الدنیا وابدی غیر ازلی وھو الاخرۃ

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا خاص تعلق ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ شیخ یوسف بن قادر احمد

ما احسن ہذا الجواب۔ یہی عقیدہ جمیع اہل اسلام ہی کا اور اس کا مخالف کافر مجاہر یا ملحد و زندیق ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

ابو الحسنات محمد عبد الحی

تمت ہذہ المسائل

فیوض الحرمین اردو

قیمت ——— ۴/۵۰

مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحبؒ کو اپنے خاص فضل وکمال سے نوازا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی صدی کے مجدد ٹھہرے، اور

علوم شرعیہ

نے انہی کے نفس قدسی صفات کی بدولت ہندوستان میں رسائی پائی ——— آپ کا ایک عرصہ تک حرمین شریفین میں قیام رہا، وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے مخصوص انعامات سے نوازا ——— چنانچہ آپ پر وہاں علوم طریقت منکشف ہوئے اور سلوک کے خاص مسائل پر آپ کو بصیرت عطا کی گئی۔

یہ معرکۃ الآرا تصنیف تصوف وسلوک اور اسرار شریعت پر مشتمل قابل مطالعہ ہے۔

ایک کالم میں عربی مع اعراب اور دوسرے مقابل کالم میں بامحاورہ اردو ترجمہ ہے۔

خیر کثیر مترجم اردو

قیمت ——— ۶/۰۰

مصنفہ: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
مترجمہ: مولانا عابد الرحمٰن صاحب کاندھلوی

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب بھی فیوض الحرمین کی طرح فن تصوف وسلوک اور شریعت کے اسرار اور حکمتوں کے بیان پر مشتمل ہے

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نے اپنے مخصوص حکیمانہ انداز میں بہت سے اہم مسائل کی نادر تحقیق فرمائی ہے۔

کتاب کا انداز بیان سلجھا ہوا اور پاکیزہ ہے۔ غلط کار صوفیاء اور شریعت وطریقت کو جداگانہ راہ دینے والے حضرات کے لئے ایک تازیانہ ہے اور حقیقت میں بھٹکنے والوں کے لئے نشان راہ اور علماء وعوام دونوں کے لئے یکساں مفید ہے

اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر ضرورت تھی کہ عربی داں حضرات کے ساتھ غیر عالم پڑھے لکھے حضرات بھی خاطر خواہ فائدہ حاصل کرسکیں

عقد الجید مترجم اردو

قیمت
۲/۲۵

مصنفہ: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحؒ، مترجم مولانا ساجد الرحمٰن صاحب صدیقی

عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید حضرت شاہ صاحب کی نادر اور اپنے موضوع پر بے نظیر تصنیف ہے۔ اگرچہ مختصر ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ دریا کو کوزہ میں بند کردیا ہے۔ قیمتی علوم ومعارف پر مشتمل اور نفیس معلومات کا کشکول ہے۔ اجتہاد، شروط اجتہاد اقسام اجتہاد، مجتہد فی المذہب، مجتہد منتسب۔ تقلید ائمہ اربعہ۔ تقلید اختیار کرنے کی تاکید اور اسی قسم کے عنوانات پر شاہ صاحب نے بحث فرمائی ہے۔ ایک کالم میں عربی متن مع اعراب اور دوسرے کالم میں سلیس اردو ترجمہ ہے۔

ازالۃ الخفا اردو

مصنفہ: سید الانام حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

قیمت جلد اول -/۱۰ جلد دوم -/۱۰

کامل در ۲ جلد -/۲۰

(۱) ازالۃ الخفا حضرت شاہ صاحب کی وہ مایۂ ناز تصنیف ہے جو اپنے موضوع پر سب سے پہلی اور یقیناً اب تک سب سے آخری ہے
(۲) خلفائے راشدین کی خلافت اور صحابہ کرام کے مراتب و فضائل پر آجتک دنیائے اسلام میں اسکے ہم پلہ کوئی دوسری کتاب پیش نہیں کیجا سکی ہے
(۳) مسئلہ خلافت کے ہر پہلو کو قرآن و حدیث کی روشنی میں اجاگر کیا گیا ہے
(۴) خلافت خاصہ اور خلافت عامہ کی تشریح ایک نئے اور اچھوتے انداز میں پیش کی گئی ہے (۵) حکومت الٰہیہ کی تفصیل دلکش انداز میں پیش کی گئی ہے (۶) خلفائے راشدین کی سیرت و تاریخ کے علاوہ اسلام کی دینی و مذہبی تاریخ اور لمحہ بہ لمحہ انقلاب کا ایک ابھرتا ہوا خاکہ ہے (۷) تمام کتاب وجد آفریں ولولہ انگیز علمی اور ذوقی نکات سے لبریز ہے۔

الغرض شاہ صاحبؒ نے اس معرکۃ الآرا کتاب میں خلفائے راشدین کی خلافت اپنے مخصوص مجتہدانہ انداز میں قرآن و سنت اجماع و قیاس سے ایسے دل نشین طریقہ پر ثابت کی ہے کہ اہل انصاف کو شاہ صاحب سے اتفاق ہی کرنا پڑتا ہے۔ یہ بے نظیر مجموعہ دو جلدوں میں مکمل ہے

منہاج العابدین اردو

مصنفہ: امام غزالیؒ۔ ترجمہ: مولانا عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

قیمت مجلد -/۶

امام غزالی کی سب سے آخری تصنیف ہے جو آپکی پوری زندگی کی تعلیمات و ارشادات کا خلاصہ اور فن تصوف کا نچوڑ ہے اور اسلامی تعلیم و تصوف میں امام صاحب کی بیش بہا علمی معلومات کا مخزن ہے جسے حاملان شریعت و طریقت پیش نظر رکھتے رہے ہیں اور نشان راہ سمجھتے ہیں۔ امام صاحب خود فرماتے ہیں "میں نے انسانوں کی مشکلات و پستہ ہمتی کو دیکھتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں درخواست پیش کی کہ مجھے ایسی کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائے جس پر عوام کا اجتماع ہو جائے اور پڑھنے سے فیض حاصل ہو آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسکے ہمراز پر مطلع کر دیا اور ایسی عجیب ترتیب کا الفا فرمایا جس میں نے اپنی تمام سابقہ تصانیف میں جو کہ علوم دین کے حقائق پر مشتمل ہیں ذکر نہیں کیں۔ امام صاحب نے اپنے موضوع "تصوف" پر یہ کتاب تصنیف فرمائی اور حق تو یہ ہے کہ حق ادا کر دیا اور زندگی کو حسین تر بنانے کے لئے آپنے جو شاہراہیں ایک خوبصورت ترتیب و انداز کے ساتھ پیش کی ہیں وہ مزاج اسلام کے عین مطابق ہیں چنانچہ موجودہ دور میں اسلامی تصوف کی بگڑی ہوئی شکلیں معلوم کرنے اور صحیح خدو خال سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے بہترین معلومات کا خزانہ ہے صحیح اسلامی تصوف نہ رہبانیت کی تعلیم دیتا ہے اور نہ بھوکا رہنے کی تلقین کرتا ہے حضور اکرمؐ اور آپکے اصحاب کرام اور اولیائے دین نے عمل کر کے بتا دیا کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بے تعلقی اور خالق و مخلوق کے حقوق کی صحیح رعایت حقیقی تصوف و اخلاق ہے

احکام سلطانیہ

مصنفہ علامہ ابوالحسن ماوردی

ترجمہ مفتی انتظام اللہ شہابی

قیمت مجلد -/۶

اسلامی نظام حکومت کیا ہے اور اسلام نے حکومت کیلئے کیا قوانین مرتب کئے ہیں اس بحث پر احکام سلطانیہ سے ..... زیادہ مفصل و مکمل کوئی دوسری کتاب اردو میں موجود نہیں ہے۔ پوری کتاب ۲۱ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کے تحت کئی کئی ذیلی عنوانات ہیں۔ خلافت و امامت کی حقیقت، تقرر وزارت، امیر یا والی، منصب قضاۃ، حکومت کی تشکیل، اغراض و مقاصد، حدود عمل، ذرائع و مصارف آمدنی، حدود و تعزیرات، غرضیکہ تمام اسلام کا نظام حکومت اس کتاب کے اندر آ گیا ہے۔

فتاوی عبدالحی اردو

مولانا عبدالحی لکھنوی رح

محمد سعید اینڈ سنز
قرآن محل
کراچی